قرآن کریم کی مستند عربی تفسیر پہلی مرتبہ اُردو میں

تفسیرِ بغوی اُردو

المعروف مَعالمُ التّنزیل

از امام الکبیر محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی شافعی رحمہ اللہ متوفی ۵۱۶ھ

جلد ششم... سُورَۃُ الْاَحْقَاف تا سُورَۃُ النَّاس

خصوصیات

- قرآنی متن ترجمہ اور تفسیر جلی حروف میں
- آسان ترجمہ از حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
- فقہی احکام اور مسائل کا التزام
- مفسرین کے متعدد اقوال ایک ہی جگہ پر
- عام تفسیر کے علاوہ قرآنی الفاظ کی علیحدہ تشریح و تفسیر
- قرآنی واقعات کی متعدد روایات یکجا
- صرفی نحوی لغوی تحقیق کے ساتھ مستند تحقیقی تفسیر
- تفسیر کے مطابق قرآنی متن و ترجمہ اپنی جگہ پر
- منتخب قرآنی آیات کے فضائل و خواص

بشمول قرآنی فضائل و خواص

از امام ابو محمد عبداللہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ)

و حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ

(تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

تعارف تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

کے قلم سے

ترجمہ از

اشرفیہ مجلس علم و تحقیق

اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

(0322-6180738, 061-4519240

تفسیر بغوی اردو

تاریخ اشاعت........... شوال المکرم ۱۴۳۶ھ

ناشر..............ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت.............. سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان

مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار.......لاہور — دارالاشاعت.......اُردو بازار..........کراچی

مکتبہ علمیہ..............اکوڑہ خٹک.......پشاور — مکتبہ رشیدیہ......سرکی روڈ......کوئٹہ

اسلامی کتاب گھر.....خیابان سرسید......راولپنڈی — مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K — 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE — BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

فہرست عنوانات

سُوْرَۃُ الْاَحْقَاف

مکی ہے اور اس کی پینتیس (۳۵) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿1﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿2﴾ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴿3﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿4﴾ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴿5﴾ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿6﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿7﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿8﴾ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿9﴾

ترجمہ حم یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی ہے ہم نے آسمان وزمین اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں حکمت کے ساتھ ایک میعادِ معین (تک) کے لئے پیدا کیا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے اور وہ اس سے بے رخی کرتے ہیں آپ کہیے کہ یہ تو بتاؤ جن چیزوں کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو مجھ کو یہ دکھلاؤ کہ انہوں نے کونسی زمین پیدا کی ہے یا ان کا آسمان (کے پیدا کرنے) میں کچھ ساجھا ہے میرے پاس کوئی (صحیح) کتاب لاؤ جو اس (قرآن) سے پہلے کی ہو یا اگر وہ کتاب نہ ہو تو) کوئی اور (معتبر) مضمون

منقول لاؤ اگر تم سچے ہو اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو خدا کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کا کہنا نہ کرے اور ان کو ان کے پکارنے تک کی بھی خبر نہ ہو اور پھر جب (قیامت) میں سب آدمی جمع کئے جاویں تو وہ (معبود) ان کے دشمن ہو جاویں اور ان کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں اور جب ہماری کھلی کھلی آیتیں ان لوگوں کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو یہ منکر لوگ اس سچی بات کی نسبت جبکہ وہ ان تک پہنچتی ہے یوں کہتے ہیں کہ یہ صریح جادو ہے کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہوگا تو پھر تم لوگ مجھ کو خدا سے ذرا بھی نہیں بچاسکتے وہ خوب جانتا ہے تم قرآن میں جو جو باتیں بنا رہے ہو میرے اور تمہارے درمیان میں وہ کافی گواہ ہے اور وہ بڑی مغفرت والا رحمت والا ہے آپ کہہ دیجئے کوئی میں انوکھا رسول تو ہوں نہیں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور (نہ یہ معلوم کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا) میں تو صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کے ذریعہ آتا ہے اور میں تو صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

تفسیر ①"حم ②تنزیل الکتاب من اللّٰہ العزیز الحکیم

③ما خلقنا السموات والارض وما بینھما الاّ بالحق واجل مسمّی" یعنی قیامت کے دن۔ اور یہ وہ مدت ہے جس تک آسمانوں وزمینوں کی انتہا ہوگی اور یہ اشارہ ہے ان دونوں کے فناء ہونے کی طرف۔ "والذین کفروا عمّا انذروا" قرآن میں بعث وحساب کے ذریعے ڈرائے گئے "معرضون"

④"قل ارأیتم ما تدعون من دون اللّٰہ ارونی ماذا خلقوا من الارض ام لھم شرک فی السموات ایتونی بکتاب من قبل ھذا" یعنی ایسی کتاب کے ساتھ جو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن سے پہلے آئی ہو اس میں تمہاری باتوں کا بیان ہو۔ "او اثارۃ من علم" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی باقی علم جو پہلوں کی طرف منسوب ہو۔ مجاہد، عکرمہ اور مقاتل رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے روایت ہو اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں خاص علم اور اس کلمہ کی اصل اثر سے ہے بمعنی روایت۔ کہا جاتا ہے "اثرت الحدیث اثراً و اثارۃ" اور اسی سے مشتق کر کے خبر کو اثر کہا جاتا ہے۔ "ان کنتم صادقین"

⑤"ومن اضل ممن یدعوا من دون اللّٰہ من لایستجیب لہ" یعنی بت کہ ان کے عبادت کرنے والے جو بھی مانگیں وہ کسی چیز کا جواب نہیں دیتے۔ "الٰی یوم القیامۃ" یعنی ہمیشہ جب تک دُنیا ہوگی۔ "وھم عن دعائھم غافلون" اس لیے کہ وہ جمادات ہیں نہ سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔

⑥"واذا حشر النّاس کانوا لھم اعداء وکانوا بعبادتھم کافرین" انکار کرنے والے۔ اس کا بیان اس کا قول "تبرأنا الیک ما کانوا ایّانا یعبدون" ہے۔

⑦"واذا تتلٰی علیھم آیاتنا بینات قال الّذین کفروا للحق لما جآء ھم ھٰذا سحر مبین" وہ قرآن کو جادو کہتے تھے۔

⑧"ام یقولون افتراہ" محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "قل" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! "ان

افتریٰہ فلا تملکون لی من اللہ شیئاً" تم قدرت نہیں رکھتے کہ مجھ سے اس کے عذاب کو دور کر سکو۔ اگر وہ مجھے میرے افتراء پر عذاب دے۔ پس میں تمہاری وجہ سے اللہ پر کیسے جھوٹ گھڑ سکتا ہوں۔ "ھو اعلم" اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔ "بما تفیضون فیہ" تم قرآن کی تکذیب اور اس کو جادو کہنے میں دلچسپی رکھتے ہو۔ "کفٰی بہ شھیدا بینی و بینکم" کہ قرآن اس کی طرف سے آیا ہے۔ "وھو الغفور الرحیم" تم سے عذاب کو مؤخر کرنے میں۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ان کی توبہ کی طرف دعوت ہے۔ اس کا معنی ہے بے شک اللہ تعالیٰ تم میں سے جو توبہ کرے اس کو بخشنے والا، اس پر رحم کرنے والا ہے۔

9 "قل ما کنت بدعا من الرسل" یعنی بدیع نصف اور نصیف کی مثل اور بدع کی جمع ابداع ہے۔ میں پہلا رسول نہیں ہوں۔ تحقیق مجھ سے پہلے بہت سے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ہیں۔ پس تم میری نبوت کا کیسے انکار کرتے ہو۔ "وما ادری ما یفعل بی ولا بکم"

وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ کی تفسیر

علماء رحمہم اللہ نے اس آیت کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ پس ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے میں نہیں جانتا کہ قیامت کے دن میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرکین خوش ہو گئے۔ پس وہ کہنے لگے "لات و عزیٰ" کی قسم ہمارا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اللہ کے نزدیک ایک ہی ہے اور اس کو ہم پر خصوصیت اور فضیلت نہیں ہے۔ اگر جو کچھ وہ کہتے ہیں انہوں نے خود نہ گھڑا ہوتا تو جس نے ان کو بھیجا ہے وہ ان کو خبر دیتا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے "لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر" نازل کی تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فرمایا اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے لیے خوشخبری ہے۔ ہم نے جان لیا کہ آپ علیہ السلام کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا، پس ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی "لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنٰت" اور آیت "وبشر المؤمنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا" نازل کی تو اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔

اور یہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قتادہ، حسن اور عکرمہ رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ان حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کی خبر دینے سے پہلے کی آیت ہے اور آپ علیہ السلام کے ذنوب کی مغفرت کی خبر حدیبیہ والے سال دی ہے۔ پس اس نے اس کو منسوخ کر دیا۔ ام العلاء انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ جب مہاجرین مدینہ آئے تو ان کو رہائش دینے کے لیے انصار نے قرعہ اندازی کی۔ فرماتی ہیں کہ ہمارے حصہ میں عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نکلا۔ پھر وہ مریض ہو گئے، ہم نے ان کی تیمارداری کی، پھر وہ فوت ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا اے ابو السائب تجھ پر اللہ کی رحمت ہو، میری تجھ پر گواہی ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تیرا اعزاز و اکرام کیا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تجھے کس نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا اکرام کیا ہے؟ تو میں نے کہا اللہ کی قسم! میں نہیں جانتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہرحال وہ پس تحقیق اس کے پاس اس کے رب کی طرف سے متعین آیا ہے۔

اور بے شک میں اس کے لیے خیر کی اُمید کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں لیکن میں نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ اور میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اُم العلاء رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم! میں اس کے بعد کبھی کسی کی پاکی بیان نہ کروں گی۔ ام العلاء کہتی ہیں کہ پھر میں نے خواب میں عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ایک جاری چشمہ دیکھا تو میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اس کا عمل ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس کا قول "وما ادری مایفعل بی ولا بکم" دُنیا کے بارے میں ہے۔ بہر حال آخرت کے بارے میں تو آپ علیہ السلام جانتے تھے کہ وہ آپ علیہ السلام جنت میں ہوں گے اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی پس وہ جہنم میں ہوگا۔

پھر اس میں ان کا اختلاف ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں پر مصائب شدید ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں خواب میں ایک زمین دیکھی جو کھجور کے درختوں والی تھی کہ آپ علیہ السلام اس کی طرف ہجرت کریں گے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا آپ اس زمین کی طرف کب ہجرت کریں گے جو آپ علیہ السلام کو دکھائی گئی ہے تو آپ علیہ السلام نے سکوت فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "وما ادری مایفعل بی ولا بکم" یعنی کیا میں اپنی جگہ رہتا ہوں یا میں اور تم اس زمین کی طرف نکلیں گے جو مجھے دکھائی گئی تھی اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ "وما ادری مایفعل بی ولا بکم"

یعنی دُنیا میں میرے اور تمہارے معاملہ کا انجام کیا ہوگا کہ میں تمہارے ساتھ تمہاری جگہ میں رہوں گا یا میں یہاں سے چلا جاؤں۔ جیسا کہ مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام چلے گئے یا قتل کیا جاؤں گا جس طرح مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام قتل کیے گئے اور تم اے تصدیق کرنے والے، میں نہیں جانتا کہ تم میرے ساتھ نکلو گے یا چھوڑے جاؤ گے یا اے تکذیب کرنے والو! تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ کیا تم پر آسمان سے پتھر پھینکے جائیں گے یا تمہیں زمین میں دھنسایا جائے یا تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ پہلی تکذیب کرنے والی اُمتوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ آپ علیہ السلام کے دین کو تمام ادیان پر غالب کرے گا۔ پس فرمایا: "هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے بارے میں فرمایا: "وما کان الله لیعذبهم وانت فیهم وما کان الله معذبهم وهم یستغفرون" پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ آپ علیہ السلام اور آپ کی اُمت کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ یہ سدی رحمہ اللہ کا قول ہے۔

"ان اتبع الا ما یوحی الیّ" یعنی میں تو صرف قرآن کی اتباع کرتا ہوں اور اپنی طرف سے کوئی نئی بات نہیں گھڑتا۔

"وما انا الا نذیر مبین"

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑩ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ⑫ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ⑬ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑭ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۭ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑮

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن منجانب اللہ ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آوے اور تم تکبر ہی میں رہو بے شک اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا اور یہ کافر ایمان والوں کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کر سکتے تھے اور جب ان لوگوں کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو یہ کہیں گے کہ یہ قدیمی جھوٹ (مضمون) ہے اور اس (قرآن) سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے جو رہنما اور رحمت تھی اور یہ ایک کتاب ہے جو اس (کی پیشینگوئی) کو سچا کرتی ہے عربی زبان میں ہے ظالموں کے ڈرانے کے لئے اور نیک لوگوں کو بشارت دینے کے لئے جن لوگوں نے (سچے دل سے) کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے سوان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے یہ لوگ اہل جنت ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے بعوض ان (نیک) کاموں کے جو وہ کرتے تھے اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے (اس کی ماں نے) بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھوڑنا اکثر تیس مہینے میں پورا ہوتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو (یعنی بلوغ کو) پہنچ جاتا ہے اور (پھر بلوغ کے بعد) چالیس برس کو پہنچتا ہے (تو جو نیک بخت ہوتا ہے) وہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اس پر مداومت مت دیجئے کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے باپ کو عطا فرمائی ہیں اور میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا کر دیجئے آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں۔

تفسیر: ⑩ "قل ارأیتم" اس کا معنی ہے تم مجھے خبر دو کہ تم کیا کہتے ہو۔ "ان کان" یعنی قرآن۔ "من عند اللہ

وکفرتم بہ" اے مشرکین!" وشھد شاھد من بنی اسرائیل علٰی مثلہ" مثل صلہ ہے یعنی اس پر کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ "فآمن" یعنی شاہد۔ "واستکبرتم" اس پر ایمان لانے سے اور اس کے قول "ان کان من عنداللّٰہ" کا جواب محذوف ہے۔ "الیس قد ظلمتم" کی تقدیر پر۔ اس محذوف پر اس کا قول "ان اللّٰہ لایھدی القوم الظالمین" دلالت کرتا ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا جواب "فمن اضل منکم" ہے۔ جیسا کہ سورۃ السجدہ میں فرمایا ہے اور اس شاہد میں اختلاف ہے۔ قتادہ اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ انہوں نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی اور ان پر ایمان لائے اور یہود نے تکبر کیا۔ پس وہ ایمان نہیں لائے۔

تین باتوں کے متعلق صرف نبی ہی بتلا سکتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا سنا تو وہ زمین میں کھجوروں کے درختوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا میں آپ علیہ السلام سے تین باتوں کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ ان کو صرف نبی ہی جانتے ہیں۔ پس قیامت کی علامات میں سے پہلی علامت کیا ہے؟ اور جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہوگا؟ اور کیا چیز بچے کو اس کے باپ یا اس کی ماں کی طرف کھینچتی ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے ان کے بارے میں ابھی جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے۔ انہوں نے پوچھا جبرئیل؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا یہ فرشتوں میں سے یہود کا دشمن ہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی "قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللّٰہ" پس قیامت کی پہلی علامت آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف ہانکے گی اور بہرحال جنتی جو پہلا کھانا کھائیں گے پس وہ مچھلی کے جگر کا گوشت ہے۔

اور جب آدمی کا پانی عورت کے پانی پر سبقت کر جائے تو لڑکا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی سبقت کر جائے تو لڑکی ہوتی ہے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانک رسول اللّٰہ" اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہود بہتان لگانے والی قوم ہے، اگر انہوں نے میرے اسلام کو جان لیا، آپ علیہ السلام کے ان سے سوال کرنے سے پہلے تو وہ مجھ پر بہتان لگائیں گے۔ پس یہود آئے تو آپ علیہ السلام نے ان سے پوچھا، عبداللہ تم میں کیسے آدمی ہیں؟ وہ کہنے لگے ہم میں سے بہترین شخص اور ہم میں سے بہترین کے بیٹے ہیں اور ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا، بتاؤ اگر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسلام لے آئیں تو؟ تو وہ کہنے لگے اللہ تعالیٰ اس کو اس سے پناہ دیں۔ پس عبداللہ نکلے اور کہا "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدا رسول اللّٰہ" تو وہ کہنے لگے ہم میں سے برے اور ہم میں سے برے کے بیٹے ہیں۔ پس ان میں نقص نکالے تو عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس چیز سے ڈرتا تھا۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے کسی زمین پر چلتے ہوئے شخص کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ وہ جنتی ہے، سوائے عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

"وشهد شاهد من بنی اسرائیل علی مثله" اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ شاہد موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں۔

مسروق رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یہ آیت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی۔ اس لیے آل حم مکہ میں نازل ہوئی ہیں اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ میں اسلام لائے ہیں اور یہ آیت ایک جھگڑے کے بارے میں نازل ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ علیہ السلام کی قوم سے تھا اور قرآن کی مثل توریت ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے توریت پر گواہی دی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پر اور ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے ایک نبی تھے، وہ ایمان لائے اور تم نے تکبر کیا۔ پس تم ایمان نہیں لائے۔

⑪ "وقال الّذین کفروا" یہود میں سے۔ "للّذین امنوا لو کان" محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین۔ "خیراً ما سبقونا الیه" یعنی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا جس چیز کی طرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں بلاتے ہیں اگر وہ خیر ہوتی تو فلاں اور فلاں ہم سے اس کی طرف سبقت نہ کرتے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "الّذین کفروا" اسد اور غطفان مراد ہیں۔ "قالوا للّذین امنوا" یعنی جھینہ اور مزینہ مراد ہیں جو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اگر وہ خیر ہوتا تو ہم سے چرواہے اس کی طرف سبقت نہ کرتے۔

"واذ لم یهتدوا به" یعنی قرآن کے ذریعے جیسا کہ اہل ایمان نے اس کے ذریعے ہدایت حاصل کی۔ "فسیقولون هذا افک قدیم" جیسا کہ انہوں نے کہا تھا "اساطیر الاوّلین"۔

⑫ "ومن قبله" یعنی اور قرآن سے پہلے۔ "کتاب موسٰی" یعنی توریت "اماما" اس کی اقتداء کی جائے۔ "ورحمة" اللہ کی طرف سے اس کے لیے جو ایمان لایا۔ ان دونوں کا نصب حال ہونے کی بناء پر ہے۔ کسائی رحمہ اللہ کے نزدیک اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں اضمار ہے یعنی ہم نے اس کو امام اور رحمت بنایا اور کلام میں محذوف ہے۔ اس کی تقدیر و تقدمہ کتاب موسیٰ "اماما ولم یهتدوا به" ہے جیسا کہ پہلی آیت میں فرمایا ہے "واذا لم یهتدوا به" ...... "وهذا کتاب مصدق" یعنی قرآن ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے ہیں۔ "لسانا عربیا" یہ حال کی بناء پر نصب ہے اور کہا گیا ہے کہ بلسان عربی۔ "لینذر الذین ظلموا" یعنی مشرکین مکہ۔ اہل حجاز، اہل شام اور یعقوب رحمہم اللہ نے "لتنذر" تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کی بناء پر اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی الکتاب "وبشری للمحسنین" ......"وبشریٰ" محل رفع میں ہے یعنی "هذا کتاب مصدق و بشریٰ"

⑬ "ان الّذین قالوا ربّنا الله ثمّ استقاموا فلا خوف علیهم ولاهم یحزنون.

⑭ اولئک اصحاب الجنّة خالدین فیها جزآء بما کانوا یعملون"

⑮ "ووصینا الانسان بوالدیه احسانا" اور اہل کوفہ رحمہم اللہ نے "احسانا" پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان

"وبالوالدین احسانا" کی طرح۔ "حملته امه کرھا ووضعته کرھا" سخت مشقت مراد ہے۔ اہل حجاز اور ابوعمرو رحمہ اللہ نے "کرھا" کاف کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے دونوں میں اور دیگر حضرات نے ان دونوں کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔

"وحمله و فصاله" اس کا دودھ چھڑانا اور یعقوب رحمہ اللہ نے "وفصله" بغیر الف کے پڑھا ہے۔ "ثلاثون شهرا" حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ اور رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت چوبیس مہینے ہیں۔ عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب عورت کا حمل نو ماہ ہو تو اکیس مہینے دودھ پلائے اور جب حمل چھ ماہ ہو تو چوبیس ماہ دودھ پلائے۔

"حتى اذا بلغ اشده" اپنی قوت کی انتہاء کو اور عنفوان شباب کو اور یہ اٹھارہ سال سے چالیس سال تک کا وقت ہے۔ پس یہ مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قول "وبلغ اربعين سنة" کا۔

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ کی تفسیر

سدی اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور واقعہ پہلے گزر چکا ہے اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والد ابوقحافہ عثمان بن عمرو اور والدہ ام الخیر بنت صخر بن عمرو کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ ان کے والدین دونوں اسلام لے آئے اور مہاجرین میں سے کسی اور کو یہ خصوصیت نہیں ملی کہ ان کے والدین دونوں اسلام لے آئے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان دونوں کے بارے میں وصیت کی اور یہ حکم ان کے بعد ہر شخص کو لازم ہوگیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھارہ سال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی شام کی طرف تجارت میں، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بیس سال تھی۔ پس جب آپ علیہ السلام چالیس سال کے ہوئے اور نبوت ملی تو آپ علیہ السلام پر ایمان لائے اور اپنے رب سے دُعا کی "قال ربّ اوزعنی" مجھے الہام کر۔ "ان اشكر نعمتک التي انعمت عليّ وعلى والديّ" ہدایت اور ایمان کے ساتھ۔ "وان اعمل صالحا ترضاه"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول کی۔ پس انہوں نے نو (۹) اہل ایمان کو خرید کر آزاد کیا جن کو اللہ تعالیٰ کے دین کی وجہ سے عذاب دیا جارہا تھا اور ہر خیر کے کام پر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور یہ بھی دُعا کی۔ "واصلح لی فی ذریتی" یہ بھی اللہ تعالیٰ نے قبول کی۔ پس ان کی تمام اولاد ایمان لائی۔ پس ان کے والدین اور اولاد سب اسلام لے آئے۔ ان کے والد ابوقحافہ رضی اللہ عنہ خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبدالرحمٰن کے بیٹے ابوعتیق سب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور یہ خصوصیت کسی اور صحابی رضی اللہ عنہ کو حاصل نہیں ہوئی۔ "انی تبت الیک وانی من المسلمین"

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ

وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ⑯ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ. وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ⑰ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ⑱

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے نیک کاموں کو قبول کرلیں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر کریں گے اس طور پر کہ یہ اہل جنت میں سے ہوں گے (یہ سب) اس وعدہ صادقہ کی وجہ سے (ہوا) جس کا ان سے (دنیا میں) وعدہ کیا جاتا تھا اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تف ہے تم پر کیا تم مجھ کو یہ وعدہ یعنی خبر دیتے ہو کہ میں (قیامت میں دوبارہ زندہ ہوکر) قبر سے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر گئیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کررہے ہیں کہ ارے تیرا ناس ہو ایمان لا بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو (وہ اس پر بھی) یہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آرہی ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول (یعنی وعدہ عذاب) پورا ہوکر رہا جو ان سے پہلے جن اور انسان (کافر) ہوگزرے ہیں بے شک یہ (سب خسارہ میں رہے۔

تفسیر ⑯ "اولئک الذین نتقبّل عنهم احسن ما عملوا" یعنی ان کے نیک اعمال جو انہوں نے دُنیا میں کیے۔ یہ تمام حسن ہیں اور احسن بمعنی حسن ہے۔ پس ان کو اس پر ثواب دیں گے۔ "ونتجاوز عن سیئاتهم" پس ہم ان کو اس پر کوئی عتاب نہ کریں گے۔ حمزہ، کسائی اور حفص رحمہم اللہ نے "نتقبّل. ونتجاوز" کو نون کے ساتھ پڑھا ہے اور "احسن" کو نصب کے ساتھ اور دیگر حضرات نے یاء اور اس کے پیش کے ساتھ اور احسن کو مرفوع "فی اصحاب الجنّة" جنتیوں کے ساتھ۔ "وعد الصدق الذی كانوا یوعدون" اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول "وعد اللّٰه المؤمنین والمؤمنات جنات تجری من تحتها الانهار ہے"

⑰ "والذی قال لوالدیه" جب ان دونوں نے اس کو اللہ پر ایمان لانے اور بعث کا اقرار کرنے کی دعوت دی۔ "اف لكما" یہ ناپسندیدگی کا کلمہ ہے۔ "اتعداننی ان اخرج" اپنی قبر سے زندہ "وقد خلت القرون من قبلی" پس ان میں سے کوئی نہیں اُٹھایا گیا۔ "وهما یستغیثان اللّٰه" وہ دونوں اس پر اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتے تھے اور اس کو کہتے تھے "ویلک اٰمن ان وعد اللّٰه حق فیقول ما هذا" نہیں ہے وہ جس کی طرف تم دونوں مجھے بلاتے ہو۔ "الا اساطیر الاوّلین" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سدی، مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

یہ عبداللہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور کہا گیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے اسلام لانے سے پہلے، اس کے والدین اس کو اسلام کی طرف بلاتے تھے اور وہ انکار کرتا تھا اور کہتا تھا میرے لیے عبداللہ بن جدعان، عامر بن کعب اور قریش کے سرداروں کو زندہ کرو حتیٰ کہ میں ان سے پوچھوں اس کے بارے میں جو تم کہتے ہو

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کا انکار کیا ہے کہ یہ آیت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت ایک کافر کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو والدین کا نافرمان تھا۔ اسی بات کو حسن اور قتادہ رحمہما اللہ نے کہا ہے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے یہ کہا ہے کہ یہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کے اسلام لانے سے پہلے اس کے قول کو اللہ تعالیٰ کا یہ قول باطل کرتا ہے۔

⑱ "اولئک الذین حق علیھم القول" اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہ لوگ ان پر عذاب کا حکم ثابت ہو چکا ہے اور عبدالرحمٰن تو مؤمن تھے اور بڑے فضیلت والے مسلمانوں میں سے تھے پس وہ ان میں سے نہیں ہو سکتے جن پر عذاب کا حکم ثابت ہو چکا ہے۔ "اولئک الّذین حق علیھم العذاب" کا معنی ان پر عذاب واجب ہو گیا۔ "فی امم" اُمتوں کے ساتھ۔ "قد خلت من قبلھم من الجن والانس انھم کانوا خاسرین"

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ⑲ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ⑳

ترجمہ اور ہر ایک (فریق) کے لئے ان کے (مختلف) اعمال کی وجہ سے الگ الگ درجے ملیں گے اور تاکہ اللہ تعالیٰ سب کو ان کے اعمال (کی جزا) پوری کر دے اور ان پر (کسی طرح کا) ظلم نہ ہوگا اور جس روز کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا) کہ تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان کو خوب برت چکے (کہ ہم کو بھی بھول گئے) سو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔

تفسیر ⑲ "ولکل درجات ممّا عملوا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اسلام کی طرف سبقت کرنے والے مراد ہیں۔ پس یہ ان سے افضل ہے جو ان سے بعد ایمان لائے۔ اگرچہ ایک گھڑی ہی کیوں نہ ہو۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کی وجہ سے فضائل ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے اور کہا گیا ہے کہ "ولکلّ" یعنی مؤمنین و کافروں کے دونوں فریقوں کے لیے درجات یعنی اللہ کے ہاں قیامت کے دن منازل و مراتب ہیں۔ ان کے اعمال کی وجہ سے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے بدلہ میں ان کو جزا دیں گے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں یہ بیان ہے کہ جہنمیوں کے درجات انتہائی نیچے تک ہوں گے اور جنتیوں کے درجات انتہائی بلندی پر ہوں گے۔ "ولیوفیھم" ابن کثیر، اہل بصرہ اور عاصم رحمہم اللہ نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے نون کے ساتھ۔ "اعمالھم" تاکہ ان کے لیے ان کے اعمال کا ثواب مکمل ہو جائے۔ "وھم لایظلمون"

⑳ "ویوم یعرض الّذین کفروا علی النار" پس ان کو کہا جائے گا۔ "اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا" ابن کثیر، ابن عامر، ابوجعفر اور یعقوب رحمہم اللہ نے "أاذھبتم" استفہام کے ساتھ پڑھا ہے اور ابن عامر رحمہ اللہ نے دو ہمزوں کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے بغیر استفہام کے خبر کی بناء پر پڑھا ہے اور یہ دونوں فصیح ہیں۔ اس لیے کہ عرب ڈانٹ کے لیے استفہام لاتے ہیں اور استفہام کو چھوڑ بھی دیتے ہیں۔ پس تو کہے گا "اذھبت ففعلت کذا؟"...... "واستمتعتم بھا" فرمایا کہ تم اپنی لذات لے گئے اور تم نے ان سے نفع اُٹھالیا۔ "فالیوم تجزون عذاب الھون" یعنی وہ عذاب جس میں ذلت و رسوائی ہو۔ "بما کنتم تستکبرون" تم تکبر کرتے ہو۔ "فی الارض بغیر الحق وبما کنتم تفسقون" پس جب اللہ تعالیٰ نے کافروں کو دُنیا میں لذات سے لطف اندوز ہونے پر ڈانٹا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور نیک لوگوں نے دُنیا میں لذات سے اجتناب کو ترجیح دی آخرت کے ثواب کی اُمید میں۔

دنیا میں نفع ترک کرنے کے بیان میں

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ علیہ السلام ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ تحقیق چٹائی کے نشانات آپ علیہ السلام کے پہلو پر نمایاں تھے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ آپ علیہ السلام کی اُمت پر وسعت دیں کیونکہ فارس و روم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراوانی دی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ قوم ان کی لذتیں دُنیا کی زندگی میں ان کو جلدی دی گئی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جَو کی روٹی سے دو دن لگاتار پیٹ نہیں بھرا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا سے تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ البتہ تحقیق ہم پر ایسا مہینہ بھی آتا کہ ہم اس میں آگ نہ جلاتے اور ہمارے لیے صرف پانی اور کھجور ہوتی۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ انصار کی عورتوں کو جزائے خیر دیں کہ وہ بسا اوقات ہمیں کچھ دودھ ہدیہ کر دیتی تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لگاتار کئی راتیں بھوکے رہتے اور آپ علیہ السلام کے گھر والوں کے پاس رات کا کھانا نہ ہوتا تھا اور ان کی اکثر روٹی جَو کی روٹی ہوتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق میں اللہ کے راستے میں اتنا ڈرایا گیا ہوں جتنا کوئی بھی نہیں ڈرایا گیا اور تحقیق اللہ کے راستہ میں اتنی تکلیف دی گئی جو کسی کو نہیں دی گئی اور تحقیق مجھ پر تیس رات و دن ایسے آئے کہ میرے اور بلال کے لیے اتنا کھانا نہ تھا جس سے ایک شخص پیٹ بھرے سوائے تھوڑی سی کھجور کے جس کو بلال کی بغل چھپالے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تحقیق میں نے اصحاب صفہ میں سے ستر لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے کسی آدمی پر پوری چادر نہ ہوتی تھی یا تو تہبند یا چھوٹی چادر ہوتی

جس کو وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے۔ پس ان میں سے بعض کے وہ آدھی پنڈلیوں تک پہنچتیں اوران میں سے بعض کے ٹخنوں تک پہنچتیں۔ پس اس کو اپنے ہاتھ سے جمع کرلیتا۔ اس بات کو ناپسند سمجھتے ہوئے کہ اس کا ستر دیکھا جائے۔

ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا اور وہ روزہ دار تھے تو انہوں نے فرمایا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ پس ان کو ایک چادر میں کفن دیا گیا۔ اگر اس کے ساتھ ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پاؤں ظاہر ہو جاتے اور اگر ان کے پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ظاہر ہو جاتا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے حالانکہ وہ مجھ سے بہتر تھے۔ پس ان کے کفن کا کوئی کپڑا نہیں تھا، صرف ایک چادر تھی، پھر ہمارے لیے دُنیا کی فراوانی دی گئی یا فرمایا ہمیں دُنیا دی گئی اور تحقیق ہمیں ڈر ہے کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ دُنیا میں ہمیں جلدی دے دیا گیا ہو۔ پھر رونے لگا۔ یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے ہاتھ میں گوشت دیکھا تو پوچھا اے جابر یہ کیا ہے؟ تو میں نے کہا میرا دل گوشت کھانے کو چاہا تو میں نے اس کو خرید لیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے جابر! کیا جب بھی تیرا دل کسی چیز کو چاہے گا تو اس کو خرید لے گا؟ کیا تو اس آیت سے نہیں ڈرتا۔ "اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا"

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ ۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖؗ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍ ۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِیْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِیْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۖؗ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَاِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ

مُنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور آپ قوم عاد کے بھائی (یعنی ہود) کا (ان سے) ذکر کیجئے جب کہ انہوں نے اپنی قوم کو جو کہ ایسے مقام پر رہتے تھے کہ وہاں ریگ کے مستطیل خمار تودے تھے اس پر ڈرایا کہ تم خدا کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور ان سے پہلے اور ان سے پیچھے بہت ڈرانے والے (پیغمبر اب تک) گزر چکے ہیں مجھ کو تم پر ایک بڑے (سخت) دن کے عذاب کا اندیشہ ہے وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس ارادہ سے آئے جو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو سو ہم پھرنے والے نہیں اگر تم سچے ہو تو جس (عذاب) کا تم وعدہ کرتے ہو اس کو ہم پر واقع کر دو پورا علم تو خدا ہی کو ہے (کہ عذاب کب تک آوے گا) اور مجھ کو تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا تھا میں تم کو وہ پہنچا دیتا ہوں لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نری جہالت کی باتیں کرتے ہو سو ان لوگوں نے جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا نہیں بلکہ یہ وہی ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے (کہ عذاب لاؤ اس میں) ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے وہ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کر دے گی چنانچہ وہ (ایسے) تباہ) ہوگئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ نہ دکھلائی دیتا تھا ہم مجرموں کو سزا دیا کرتے تھے اور ہم نے ان لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کو کان اور آنکھ اور دل (سبھی کچھ) دیے تھے سو چونکہ وہ لوگ آیات الٰہیہ کا انکار کرتے تھے اس لئے (جب عذاب آیا) تو نہ ان کے کان ان کے ذرا کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی کیا کرتے تھے اسی نے ان کو آ گھیرا اور ہم نے تمہارے آس پاس کی اور بستیاں بھی (شرک و کفر کے سبب) غارت کی ہیں اور ہم نے بار بار اپنی نشانیاں (ان کو) بتلا دی تھیں تا کہ وہ شرک (و کفر سے) باز آجائیں سو خدا سوا جن جن چیزوں کو انہوں نے خدا تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کو اپنا معبود بنا رکھا ہے انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی بلکہ وہ سب ان سے غائب ہوگئے اور وہ محض ان کی تراشی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات ہے اور جب کہ ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے جو (یہاں پہنچ کر) قرآن سننے لگے تھے غرض جب وہ لوگ قرآن کے پاس آپہنچے کہنے لگے کہ خاموش رہو پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس (اس کی) خبر پہنچانے کے واسطے واپس گئے کہنے لگے کہ اے بھائیو ہم ایک (عجیب) کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے (اور دین) حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

تفسیر ﴿۲۱﴾ "واذکر اخا عاد" یعنی ھود علیہ السلام کو "اذ انذر قومه بالاحقاف" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ احقاف عمان اور مھرۃ کے درمیان وادی ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قوم عاد کی منزلیں یمن میں حضر موت میں ایک

جگہ میں تھیں جس کو مھرۃ کہا جاتا ہے اور اس کی طرف مھری اونٹ منسوب ہیں اور اہل عاد موسم بہار میں سفر کرتے تھے۔ پھر جب پیاس تنگ کرتی تو اپنے گھروں کی طرف لوٹ آتے اور یہ قبیلہ ارم میں سے تھے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ عاد یمن کا قبیلہ ہے۔ یہ لوگ ریتلی زمین میں رہتے تھے جو سمندر کے قریب تھی۔ اس جگہ کو شحر کہا جاتا تھا اور احقاف حقف کی جمع ہے اور وہ لمبے ٹیڑھے ریت کے ٹیلے کو کہتے ہیں۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ریت کا اونچا ٹیلہ پہاڑ کی طرح لیکن بلندی میں پہاڑ کو نہ پہنچا ہو۔ کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ریت کا گول ٹیلہ "وقد خلت النذر" گزر چکے ہیں رسول۔ "من بین یدیہ" یعنی ہود علیہ السلام سے پہلے۔ "ومن خلفہ" ان کی قوم کی طرف۔ "الا تعبدوا الا اللّٰہ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم"

۲۲ "قالوا اجئتنا لتافکنا" تاکہ تو ہمیں پھیر دے۔ "عن آلھتنا" یعنی ان کی عبادت سے۔ "فاتنا بما تعدنا" عذاب کا۔ "ان کنت من الصادقین" کہ عذاب ہم پر اُترنے والا ہے۔

۲۳ "قال" ہود علیہ السلام نے۔ "انما العلم عند اللّٰہ" اور وہ جانتا ہے کہ کب تمہارے پاس عذاب آئے گا۔ "وابلغکم ما ارسلت بہ" تمہاری طرف وحی۔ "ولکنی اراکم قوما تجھلون"

۲۴ "فلما راوہ" یعنی جو وہ عذاب کا وعدہ کیے جاتے ہیں۔ "عارضا" بادل جو آسمان کے کنارے میں ظاہر ہوگا، پھر آسمان پر چھا جائے گا۔ "مستقبل اودیتھم" پس ان پر سیاہ بادل ظاہر ہوئے ان کی ایک وادی سے جس کو مغیث کہا جاتا تھا اور اس سے پہلے ان سے بارش روک لی گئی تھی۔ پس جب انہوں نے اس بادل کو دیکھا تو خوش ہوگئے۔ "قالوا ھذا عارض ممطرنا" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "بل ھو ما استعجلتم بہ ریح فیھا عذاب الیم" پس وہ ہوا خیموں اور کجاووں کو اتنا بلند اُٹھا کر لے گئی کہ دیکھنے والے کو لگتا کہ وہ ٹڈیاں ہیں۔

قوم عاد پر عذاب کا واقعہ

۲۵ "تدمر کل شیء" عاد کے مردوں اور ان کے مالوں کو ہلاک کر دیا۔ "بامر ربھا" پہلی بات یہ ہوئی جس کی وجہ سے ان کو معلوم ہوا کہ جو ان کے مرد اور مویشی باہر گئے ہوئے تھے انہوں نے دیکھا کہ ہوا ان کو آسمان و زمین کے درمیان اُڑا رہی ہے تو وہ اپنے گھروں میں داخل ہوگئے اور دروازے بند کر لیے تو ہوا آئی اور ان کے دروازوں کو چوکھٹوں سمیت اُکھاڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا۔ پس اس نے ان پر ریت ڈال دی وہ لوگ آٹھ دن سات راتیں ریت کے نیچے رہے، ان کی آہیں گونجتی تھیں۔ پھر اللہ نے ہوا کو حکم دیا تو اس نے ان پر سے ریت کو ہٹا دیا اور ان کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلکھلا کر ہنستے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ علیہ السلام کے منہ کے اندرونی حصہ کی سفیدی نظر آئی ہو۔ آپ علیہ السلام جب بادل یا آندھی دیکھتے تو اس کے اثرات آپ علیہ السلام کے چہرے سے معلوم ہو جاتے تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم)

لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں بارش کی اُمید کرتے ہوئے اور آپ علیہ السلام جب بادل دیکھتے ہیں تو آپ علیہ السلام کے چہرہ پر ناگواری ہوتی ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) مجھے اس سے امن نہیں ہے کہ اس میں عذاب ہو۔ تحقیق ایک قوم کو آندھی کے ذریعے عذاب دیا گیا ہے اور تحقیق ایک قوم نے عذاب دیکھا تو وہ کہنے لگے "ھٰذا عارض ممطرنا" (الآیہ) عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل کو دیکھتے تو چہرہ انور متغیر ہو جاتا اور (بے چینی کی وجہ سے) گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے اور اِدھر اُدھر چکر لگاتے، پھر جب بارش ہوتی تو یہ کیفیت چلی جاتی اور خوش ہوتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے یہ بات جو میں نے دیکھی آپ علیہ السلام کے سامنے ذکر کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تجھے کیا خبر شاید کہ اے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) یہ ویسے ہو جیسے قوم عاد نے کہا "فلمّا رأوہ عارضا مستقبل او دیتھم قالوا ھٰذا عارض ممطرنا"

"فاصبحوا لایری الأ مساکنھم" عاصم، حمزہ اور یعقوب رحمہم اللہ نے "یری" یاء کی پیش کے ساتھ "مساکنھم" نون کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے یعنی کوئی چیز نہیں دیکھی جاتی تھی صرف ان کے مساکن اور دیگر حضرات نے تاء اور اس کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "مساکنھم" نصب کے ساتھ یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نہیں دیکھیں گے مگر ان کے مساکن اس لیے کہ ان کے رہائشی اور جانور تو ہوا کے ساتھ ہلاک ہوگئے۔ پس صرف ھود علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے باقی رہ گئے۔ "کذٰلک نجزی القوم المجرمین"

㉖ "ولقد مکناھم فیما ان مکنا کم فیہ" یعنی ان چیزوں میں جن میں تم کو قدرت نہیں دی جیسے بدن کی قوت اور لمبی عمر اور مال کی کثرت۔ مبرد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "ما" اس کے قول "فیما" میں "الّذی" کے مرتبہ میں ہے اور ان ما کے مرتبہ میں۔ اور اصل عبارت یوں ہوگی "ولقد مکّناھم فی الذی ما مکنا کم فیہ"

"وجعلنا لھم سمعا وابصارًا وافئدۃ فما اغنی عنھم سمعھم ولا ابصارھم ولا افئدتھم من شیٔ اذ کانوا یجحدون بآیات اللّٰہ و حاق بھم ما کانوا بہ یستھزؤن"

㉗ "ولقد اھلکنا ماحولکم" اے اہل مکہ! "من القری" جیسے ثمود کی حجر اور سدوم کی زمین اور ان دونوں کی مثل۔ "وصرفنا الآیات" واضح دلائل "لعلّھم یرجعون" اپنے کفر سے پس وہ نہیں لوٹے تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا، مشرکین مکہ کو ڈرا رہے ہیں۔

㉘ "فلو لا" پس کیوں نہیں "نصرھم الّذین اتخذوا من دون اللّٰہ قربانا آلھۃ" یعنی وہ بت جن کو انہوں نے معبود بنا لیا ہے۔ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ قربان ہر وہ چیز جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے اور اس کی جمع قرابین ہے جیسے رھبان اور رھابین۔

"بل ضلّوا عنھم" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بلکہ گم ہوگئے معبودوں سے۔ پس عذاب کے اُترنے کے وقت ان کو کوئی نفع نہ دیا۔ "وذٰلک افکھم" یعنی ان کا جھوٹ ہے جو وہ کہتے تھے کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے اور ان کی سفارش کریں گے۔ "وما کانوا یفترون" جھوٹ بولتے تھے کہ وہ معبود ہیں۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا کی تفسیر

㉙"واذ صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القرآن" مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب وفات پاگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا طائف تشریف لے گئے ثقیف نصرا اوراس کی قوم سے مدد مانگنے۔ محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں ثقیف کے چندلوگوں کے پاس پہنچے اور وہ ان دنوں میں ثقیف کے سردار اور معزز لوگ تھے اور یہ تین بھائی تھے عبد یالیل، مسعود، حبیب۔ یہ عمرو بن عمیر کے بیٹے تھے اور ان میں سے ایک کے نکاح میں قریش کی شاخ بنو جمح کی ایک عورت تھی تو آپ علیہ السلام ان کے پاس بیٹھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور ان کو بتایا کہ اسلام کی مدد کرنے اور آپ علیہ السلام کی قوم کی مخالفت کے وقت آپ علیہ السلام کے ساتھ ٹھہرنے میں کیا ملے گا تو ان میں سے ایک کہنے لگا وہ کعبہ کے کپڑے کو بٹتا تھا، اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے بھیجا ہے۔ دوسرا کہنے لگا اللہ تعالیٰ کو تیرے سوا کوئی نہیں ملے جس کو وہ رسول بنا کر بھیجتے اور تیسرا کہنے لگا، اللہ کی قسم! میں تجھ سے کبھی بات نہ کروں گا۔ اگر آپ علیہ السلام اللہ کی طرف سے رسول ہیں۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام خود کہہ رہے ہیں تو میں آپ کو جواب دوں تو اس میں بہت بڑا خطرہ ہے اور اگر آپ علیہ السلام اللہ پر جھوٹ بول رہے ہیں (نعوذ باللہ) تو میرے لیے مناسب نہیں کہ آپ سے بات کروں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے اُٹھ گئے اور آپ علیہ السلام ثقیف کی خیر سے نا اُمید ہو چکے تھے اور ان کو کہا تم نے جو کچھ میرے ساتھ کیا اس کو چھپالو، کسی کو نہ بتانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ناپسند ہوئی کہ یہ بات آپ علیہ السلام کی قوم تک پہنچے۔ پس وہ اس پر مزید جرأت کریں گے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا اور اپنے غلاموں اور بے وقوفوں کو آپ علیہ السلام کے پیچھے لگادیا۔ وہ آپ علیہ السلام کو برا بھلا کہتے اور آوازیں کستے حتیٰ کہ بہت سارے لوگ جمع ہو گئے اور مجبوراً آپ علیہ السلام کو ایک باغ میں پناہ لینی پڑی۔ یہ باغ عتبہ اور شیبہ کا تھا۔ یہ دونوں ربیعہ کے بیٹے تھے اور وہ دونوں اس وقت باغ میں تھے تو ثقیف کے آوارہ لوگ واپس چلے گئے۔

پس آپ علیہ السلام انگور کی رسی کے سائے میں بیٹھ گئے اور ربیعہ کے دونوں بیٹے آپ علیہ السلام کو دیکھ رہے تھے اور ثقیف کے لوگوں نے جو آپ علیہ السلام کو ستایا تھا وہ بھی دیکھ چکے تھے اور تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو جمح کی اس عورت سے بھی ملے۔ اس کو بتایا جو اس کے سسرالی رشتہ داروں اور دیوروں سے تکالیف پہنچی۔ جب باغ میں آپ علیہ السلام کو اطمینان ہوا تو فرمایا "اللّٰھم انی اشکوا الیک ضعف قوتی وقلّة حیلتی وھو انی علی النّاس انت ارحم الراحمین. انت رب المستضعفین وانت ربی الی من تکلنی الی بعید یتجھمنی او الی عدو ملکته امری ان لم یکن بک علیّ غضب فلا ابالی ولکن عافیتک ھی اوسع علیّ اعوذ بنور وجھک الّذی اشرقت له الظلمات وصلح علیه امر الدنیا والآخرة من ان ینزل بی غضبک او یحلّ علی سخطک لک العتبٰی حتّی ترضٰی ولا حول ولا قوّة اِلاّ بک" پس جب ربیعہ کے بیٹوں نے یہ حالت دیکھی تو ان کو ترس آیا تو انہوں نے اپنے نصرانی غلام کو بلایا جس کو عداس کہا

جاتا تھا، اس کو کہا یہ انگوروں کا گچھا لے اس کو اس برتن میں رکھ اور اس آدمی کو پیش کر۔ اس کو کہہ اس کو کھالیں۔ عداس نے ویسے کیا، پھر وہ لایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا تو آپ علیہ السلام نے بسم اللہ پڑھ کر اس کو اٹھا کر کھایا تو عداس آپ علیہ السلام کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا، پھر کہا اللہ کی قسم! اس شہر والے یہ کلام نہیں کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو کون سے شہر سے ہے اے عداس؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اس نے کہا میں نصرانی ہوں اور نینوی کا رہنے والا ہوں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا نیک آدمی یونس بن متی کی بستی سے؟ اس نے پوچھا آپ کو کیا خبر ہے کہ یونس بن متی کون تھے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میرے بھائی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں تو عداس فوراً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر گیا۔

آپ علیہ السلام کے سر ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ربیعہ کا ایک بیٹا دوسرے سے کہنے لگا اس آدمی نے تیرے غلام کو بگاڑ دیا ہے۔ پس جب عداس ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس کو کہا تیری بربادی ہو اے عداس! تجھے کیا ہو گیا تھا کہ اس آدمی کے سر اور ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دے رہا تھا؟ اس نے کہا اے میرے آقا! زمین میں اس سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔ تحقیق اس نے مجھے ایسی بات بتائی جو صرف نبی ہی جانتا ہے۔

اس نے کہا تیرا ناس ہو اے عداس! یہ تجھے تیرے دین سے نہ پھیر دے، تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثقیف کی خیر سے نا اُمید ہو کر مکہ لوٹ آئے۔ حتیٰ کہ جب آپ نخلہ کے مقام پر تھے تو رات کے وسط میں نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو یمن کے علاقہ نصیبین کے جن وہاں سے گزرے تو انہوں نے توجہ سے قرآن سنا۔ جب آپ علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈرانے کے لیے پلٹے۔ تحقیق وہ خود ایمان لاچکے تھے اور جو ان نے سنا تھا اس کو قبول کر لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا واقعہ آپ علیہ السلام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

لَیْلَۃُ الْجِنِّ کا تفصیلی واقعہ

"واذ صرفنا الیک نفرا من الجن" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ عکاظ بازار کی طرف تشریف لے گئے اور تحقیق شیاطین اور آسمان کی خبروں کے درمیان رُکاوٹ پیدا ہو چکی تھی، پس ان پر شہاب چھوڑے گئے تو شیاطین واپس اپنی قوم کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان رُکاوٹ ہو گئی ہے اور ہم پر شہاب چھوڑے گئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی نئی چیز حائل ہو گئی ہے۔ پس تم زمین کے مشرق و مغرب کا چکر لگاؤ اور دیکھو کہ تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے؟ پس یہ لوگ پھرے اور تہامہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نخلہ میں تھے، اپنے ساتھیوں کے ساتھ عکاظ کے ارادہ سے نکلے ہوئے تھے اور اپنے ساتھیوں کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ پس جب انہوں نے قرآن سنا تو اس کو توجہ سے سنتے رہے۔ پھر کہنے لگے اللہ کی قسم! یہ چیز تمہارے اور آسمان کی

خبر کے درمیان حائل ہوئی ہے۔ پس اس وقت وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے۔ پس کہنے لگے اے ہماری قوم!"انا سمعنا قرآنا عجبا یهدی الی الرشد فآمنا به ولن نشرک بربنا احدا" تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام پر یہ آیت نازل کی۔

"قل اوحی الیّ انه استمع نفر من الجن" اور آپ علیہ السلام کی طرف جن کا قول وحی کیا گیا تھا اور روایت کیا گیا ہے کہ جب شہاب کی وجہ سے وہ واپس لوٹے تو ابلیس نے اپنا لشکر معاملہ کی تحقیق کے لیے بھیجا اور پہلا لشکر اہل نصیبین میں سے بھیجا، یہ جنوں میں معزز اور سردار تھے تو ان کو تہامہ کی طرف بھیجا اور ابوحمزہ یمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ الشیصبان میں سے تھے اور یہ جنوں میں تعداد میں سب سے زیادہ ہیں اور یہ ابلیس کے لشکروں کا اکثر حصہ ہیں۔ پس جب وہ لوٹے تو کہنے لگے۔"انا سمعنا قرآنا عجبا" اور ایک جماعت نے کہا کہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ وہ جنوں کو ڈرائیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں اور ان پر قرآن پڑھیں۔ پس آپ علیہ السلام کی طرف نینوٰی کے جنوں کی جماعت کو پھیرا اور ان کو جمع کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ آج رات جنوں پر قرآن پڑھوں۔ پس تم میں سے کون میرے پیچھے چلے گا؟ تو ان سب نے سر جھکا لیے۔ پھر ان سے پوچھا تو انہوں نے سر جھکا لیے۔ پھر تیسری مرتبہ پوچھا تو انہوں نے سر جھکا لیے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ علیہ السلام کے پیچھے گئے۔

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کے ساتھ میرے علاوہ کوئی حاضر نہ ہوا تھا۔ پس ہم چلے حتیٰ کہ جب ہم مکہ پر تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھاٹی میں داخل ہوئے جسے شعب الحجون کہا جاتا تھا اور میرے لیے ایک لکیر کھینچ دی۔ پھر مجھے حکم دیا کہ میں اس میں بیٹھ جاؤں اور فرمایا میرے واپس لوٹنے تک اس سے نہ نکلنا۔ پھر آپ علیہ السلام چلے گئے یہاں تک کہ کھڑے ہو کر قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ پس میں نے گدھوں کی مثل چیزوں کو دیکھا جو آپ کی طرف مائل ہو رہی ہیں اور بہت زیادہ شور سنا حتیٰ کہ مجھے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خوف ہوا اور آپ علیہ السلام کو سخت سیاہی نے ڈھانپ لیا جو میرے اور آپ علیہ السلام کے درمیان حائل ہو گئی حتیٰ کہ میں آپ علیہ السلام کی آواز نہ سنتا تھا۔ پھر وہ بادل کے ٹکڑوں کی طرح چھٹنے لگے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کے وقت فارغ ہوئے اور میری طرف آئے اور مجھے فرمایا کیا تو سو گیا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔

اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کئی مرتبہ میرا ارادہ ہوا کہ میں لوگوں سے مدد طلب کروں حتیٰ کہ میں نے آپ علیہ السلام کو سنا کہ آپ علیہ السلام اپنا عصا کھڑ کھڑا کر ان کو فرما رہے ہیں تم بیٹھ جاؤ، آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر تو نکلتا تو مجھے تجھ پر امن نہیں تھا کہ ان میں سے کوئی تجھے اُچک لیتا۔ پھر فرمایا کہ کیا تو نے کچھ دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے سیاہ مردوں کو سفید کپڑے پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ لوگ نصیبین کے جن تھے، انہوں نے مجھ سے متاع یعنی توشہ کا سوال کیا۔ پس میں نے ان کو ہڈی، لید اور مینگنی کا توشہ دیا۔

پس ان جنوں نے کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ ان کو گندہ کر دیتے ہیں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی اور لید سے استنجاء کرنے سے روک دیا۔ عبداللہ کہتے ہیں پھر میں نے کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو یہ کیسے نفع دے گی؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ جو ہڈی پاتے ہیں جس دن وہ کھائی گئی تھی اس دن اس پر ان کو گوشت ملتا ہے اور لید جوان کو ملتی ہے تو وہ اس میں دانے پاتے ہیں جس دن وہ کھائی گئی تھی۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ میں نے بہت زیادہ شور سنا تھا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جنوں نے اپنے ایک مقتول کے فیصلہ کے لیے مجھے حکم بنایا تو میں نے ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا۔

فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کی پھر میرے پاس آئے اور فرمایا کیا تیرے ساتھ پانی ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے پاس چھوٹا مشکیزہ ہے اس میں تھوڑا سا کھجور کا نبیذ ہے تو آپ علیہ السلام نے وہ مانگا تو میں نے آپ کے ہاتھوں پر ڈالا، آپ علیہ السلام نے وضو کیا اور فرمایا کھجور پاکیزہ ہے اور اس کا پانی پاک ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوفہ تشریف لائے تو کوفہ کے چند شیوخ کو دیکھا تو جب ان کو دیکھا تو انہوں نے اس کو خوفزدہ کر دیا۔ پس فرمایا تم ظاہر ہو جاؤ ان کو کہا گیا یہ لوگ قوم میں سے ہیں۔ پس آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کی اس جماعت کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیری گئی تھی یعنی جن۔

حضرت عامر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے علقمہ رحمہ اللہ سے پوچھا کیا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیلۃ الجن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے؟ تو علقمہ رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے خود ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپ لوگوں میں کوئی لیلۃ الجن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا؟ انہوں نے فرمایا نہیں لیکن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو ہم نے ان کو گم پایا۔ تو ہم نے آپ علیہ السلام کو وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کیا تو ہم نے آپ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) خیال کیا کہ اغوا کیا گیا ہے یا دھوکہ سے قتل کیا گیا ہے۔ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پس ہم نے وہ بڑی بری رات گزاری جو کسی قوم نے گزاری ہوگی۔ پس جب ہم نے صبح کی تو آپ علیہ السلام حراء کی جانب سے تشریف لا رہے تھے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو بہت تلاش کیا لیکن آپ نہیں ملے تو ہم نے بڑی بری رات گزاری جو کسی قوم نے گزاری ہوگی۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس جنوں کا داعی آیا، میں اس کے ساتھ گیا تو میں نے ان پر قرآن پڑھا۔ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر آپ علیہ السلام ہمیں وہاں لے گئے اور ان کے اور ان کی آگ کے نشانات دکھائے۔

فرمایا کہ پھر انہوں نے آپ علیہ السلام سے کھانے کا سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے لیے ہر ایسی ہڈی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو وہ تمہارے ہاتھوں میں آتے ہی پہلے سے وافر گوشت آ جائے گا اور ہر مینگنی تمہارے جانوروں کا چارہ ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ان دونوں سے استنجاء نہ کرو کیونکہ یہ دونوں تمہارے بھائیوں کا کھانا ہے۔

"واذ صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القرآن" اس جماعت کی تعداد میں اختلاف ہوا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نصیبین کے جنوں میں سے سات افراد تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی قوم کی طرف قاصد بنایا اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ نو افراد تھے۔

زر بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے یہ ان نو (۹) لوگوں میں سے تھے جنہوں نے قرآن کو سنا۔ "فلما

حضروہ قالوا انصتوا" اور حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ جن تین قسم کے ہیں ایک قسم ان کے پر ہیں جن کے ذریعے ہوا میں اُڑتے ہیں اور ایک قسم سانپ اور کتے ہیں۔

اور ایک قسم کہیں پڑاؤ ڈالتے ہیں، پھر کوچ کرتے ہیں۔ پس جب یہ حاضر ہوئے تو ایک دوسرے کو کہنے لگے تم خاموش ہو جاؤ تا کہ ہم اس کی قرأت کو توجہ سے سن سکیں اور ہمارے اور سننے میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔ پس وہ خاموش ہو گئے اور قرآن کو توجہ سے سنا حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر گر پڑیں، اپنی شدید حرص کی وجہ سے۔ "فلمّا قضی" اس کی تلاوت سے فارغ ہوئے۔ "ولّوا الی قومهم" ان کی طرف پھرے۔ "منذرین" ڈرانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کے داعی بن کر۔

㉚ "قالوا یا قومنا انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسٰی مصدّقا لما بین یدیه یهدی الی الحق والی طریق مستقیم" عطاء رحمہ فرماتے ہیں کہ ان کا دین یہودیت تھا۔ اس لیے انہوں نے کہا ہے "انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسٰی"

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ㉛ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ㉜ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ㉝

ترجمہ: اے بھائیو اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو عذاب دردناک سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا تو وہ زمین (کے کسی حصہ) میں (بھاگ کر خدا) کو ہرا نہیں سکتا اور خدا کے سوا کوئی اس کا حامی ہی نہ ہوگا (اور) ایسے لوگ صریح گمراہی میں (مبتلا) ہیں کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس خدا نے آسمان و زمین کو جو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا وہ اس پر (بدرجہ اولیٰ) قدرت رکھتا ہے کہ مردوں کو (قیامت میں) زندہ کر دے اور وہ اس پر قادر کیوں نہ ہو بے شک وہ (تو) ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر: ㉛ "یاقومنا اجیبوا داعی اللّٰه" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ "وامنوا به یغفرلکم من ذنوبکم"...... "من" صلہ ہے یعنی ذنوبکم تمہارے گناہوں کو۔ "ویجرکم من عذاب الیم" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ پس ان کی قوم میں سے ستر جنوں نے دعوت کو قبول کیا۔ پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹے اور بطحاء میں آپ علیہ السلام کو پایا تو آپ علیہ السلام نے ان پر قرآن پڑھا اور ان کو حکم دیا اور نہی کی اور اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ آپ علیہ السلام جنوں اور انسانوں سب کی طرف مبعوث کیے گئے تھے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ علیہ السلام سے پہلے کوئی جنوں و انسانوں کی طرف اکٹھے نہیں بھیجا گیا اور علماء کا اختلاف ہوا ہے جنوں میں سے مؤمنین کے حکم میں۔ پس ایک قوم نے کہا ہے کہ ان کے لیے

کوئی ثواب نہیں ہے سوائے جہنم سے نجات کے اور اللہ تعالیٰ کے قول "یغفر لکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم" کی تاویل کی ہے اور اسی کی طرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ گئے ہیں۔

سفیان رحمہ اللہ نے لیث سے نقل کیا ہے کہ جنوں کا ثواب یہ ہے کہ وہ آگ سے پناہ دیئے جائیں گے، پھر ان کو کہا جائے گا کہ تم مٹی ہو جاؤ اور یہ جانوروں کی طرح ہے اور ابوالزناد سے روایت ہے کہ جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا تو مؤمنین جنوں سے کہا جائے گا تم مٹی ہو جاؤ۔ پس وہ مٹی ہو کر لوٹ جائیں گے۔ پس اس وقت کافر کہے گا "یالیتنی کنت ترابا" اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ ان کے لیے احسان (نیکیوں) میں ثواب ہوگا۔ جیسا کہ برائیاں کرنے میں ان پر عتاب ہوگا انسانوں کی طرح اور اسی کی طرف مالک اور ابن ابی لیلیٰ گئے ہیں۔

جریر نے ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جن جنت میں داخل ہوں گے اور کھائیں پئیں گے اور نقاش رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں حدیث ذکر کی ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ پس کہا گیا کہ کیا وہ جنت کی نعمتیں حاصل کریں گے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ ان کو اپنی تسبیح اور ذکر الہام کریں گے۔ پس وہ اس کی وجہ سے ایسی لذت محسوس کریں گے جیسے بنوآدم جنت کی نعمتوں سے حاصل کریں گے۔ ارطاۃ بن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ضمرہ بن حبیب سے پوچھا کیا جنوں کو ثواب ہوگا؟ انہوں نے فرمایا ہاں اور پڑھا "لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان" فرمایا پس انسانی عورتیں انسانوں کے لیے اور جنات کی عورتیں جنوں کے لیے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مؤمنین جن جنت کے اِردگرد مضافات میں ہوں گے جنت میں نہیں ہوں گے۔

㉜ "ومن لایجب داعی اللہ فلیس بمعجز فی الارض" اللہ کو عاجز نہ کر سکے گا کہ اس سے چھوٹ جائے۔ "ولیس لہ من دونہ اولیآء" مددگار جو اس کو اللہ سے بچا سکیں۔ "اولئک فی ضلال مبین"

㉝ "اولم یروا ان اللہ الذی خلق السموات والارض ولم یعی بخلقھن" ان کے ازسرنو پیدا کرنے سے عاجز نہیں آیا۔ "بقادر" اسی طرح اکثر حضرات کی قرأت ہے اور اس پر باء کے داخل ہونے کی وجہ سے ان کا اختلاف ہوا ہے۔ پس ابوعبیدہ اور اخفش رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ باء زائد ہے تاکید کے لیے۔ جیسے اس کا قول 'تنبت بالدھن' اور کسائی اور فرائی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ عرب باء کو استفہام انکاری پر داخل کرتے ہیں۔ پس تو کہے گا "ما اظنّک بقائم" اور یعقوب نے یقدر یاء کے ساتھ فعل پڑھا ہے اور ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے اکثر حضرات کی قرأت کو اختیار کیا ہے۔ اس لیے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں قادر بغیر باء کے ہے۔ "علی ان یحیۦ الموتیٰ بلیٰ انہ علی کلّ شیءٍ قدیر"

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ㉞ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ㉟

ترجمہ اور جس روز کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے (اور ان سے پوچھا جائے گا کہ) کیا یہ دوزخ امر واقعی نہیں ہے وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم ضرور امر واقعی ہے ارشاد ہوگا (اچھا) تو اپنے کفر کے بدلے میں اس (دوزخ) کا عذاب چکھو تو آپ (ویسا ہی) صبر کیجئے جیسے اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا اور ان لوگوں کے لئے (انتقام الٰہی کی) جلدی نہ کیجئے اور جس روز یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (یعنی عذاب) تو گویا یہ لوگ (دنیا میں) دن بھر میں ایک گھڑی رہے ہیں یہ (خدا کی طرف) سے پہنچا دینا ہے (جس سے حجت تمام ہوگئی) سو (اس کے بعد) وہی برباد ہوں گے جو نافرمانی کریں گے۔

تفسیر ㉞ "ویوم یعرض الذین کفروا علی النار" پھر ان کو کہا جائے گا "الیس ھذا بالحق قالوا بلٰی وربنا قال" پھر ان کو کہا جائے گا۔ "فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون"

㉟ **"فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرّسل"** ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں احتیاط والے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کوشش وصبر والے اور ان کی تعیین میں اختلاف ہوا ہے۔ پس ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام رسول اولوالعزم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جو پختہ ارادہ و احتیاط والا اور کامل رائے اور کامل عقل والا نہ ہو اور من کو جنس کے لیے داخل کیا گیا ہے نہ کہ تبعیض کے لیے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے **"اشتریت اکسیة من الخزوا ردیة من البز"** میں نے ریشم اور اون کے بنے ہوئے کپڑے خریدے اور روئی کے کپڑے کی چادریں خریدیں اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ سارے انبیاء علیہم السلام اولوالعزم تھے سوائے یونس بن متی علیہ السلام کے کیوں کہ ان سے ایک عجلت ہو چکی ہے۔

کیا تو نہیں دیکھتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا ہے **"ولا تکن کصاحب الحوت"** اور ایک قوم نے کہا ہے کہ وہ منتخب رسول ہیں جن کا تذکرہ سورۃ الانعام میں کیا گیا ہے اور وہ اٹھارہ ہیں کیونکہ ان کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **"اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ"** اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ انبیاء علیہم السلام ہیں جن کو جہاد کا حکم دیا گیا اور ان سے دین کے دشمنوں کے ساتھ کھلی دشمنی ظاہر کی اور کہا گیا ہے کہ وہ چھ ہیں نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب اور موسیٰ علیہم السلام اور اس ترتیب پر ان کا ذکر سورہ الاعراف اور شعراء میں کیا گیا ہے۔

اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ چھ ہیں۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی تکلیف پر صبر کیا اور ابراہیم علیہ السلام نے آگ پر صبر کیا اور اسحاق علیہ السلام نے ذبح پر صبر کیا اور یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے گم ہونے اور بینائی جانے پر صبر کیا اور یوسف علیہ السلام نے کنویں اور قید پر صبر کیا اور ایوب علیہ السلام نے تکلیف پر صبر کیا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام صاحب شریعت انبیاء ہیں۔ پس یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچ ہوگئے۔ میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے ان کا تذکرہ تخصیص کے ساتھ کیا ہے اپنے قول **"واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح و ابراھیم و موسٰی وعیسیٰ ابن مریم"** میں اور اپنے قول **"شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ**

نوحا" میں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) بے شک دُنیا محمد اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) بے شک اللہ تعالیٰ اولوالعزم رسولوں سے صرف اس کی ناپسندیدہ چیزوں پر صبر کرنے اور مشقت پر صبر کرنے سے راضی ہوئے ہیں اور مجھ سے اس بات پر راضی ہوئے کہ مجھے ان باتوں کا مکلف بنایا جس کا ان کو مکلف بنایا تھا اور فرمایا "فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل" اور اللہ کی قسم! میرے لیے اس کی فرمانبرداری کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اللہ کی قسم میں بھی صبر کروں گا جیسا کہ انہوں نے صبر کیا اور میں کوشش کروں گا جیسا کہ انہوں نے کوشش کی اور نہیں ہے کوئی قوت مگر اللہ کی طرف سے۔

"ولا تستعجل لهم" یعنی اور آپ ان کے لیے عذاب کو جلدی طلب نہ کریں کیوں کہ وہ ان پر لامحالہ اُترنے والا ہے۔ گویا کہ آپ علیہ السلام کو تھوڑی گھٹن ہوئی تو دل چاہا کہ ان میں سے انکار کرنے والوں پر عذاب اُترے تو آپ علیہ السلام کو صبر کرنے اور استعجال کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا۔ پھر عذاب کے قریب آنے کی خبر دی گئی۔ پس فرمایا "کانهم یوم یرون ما یوعدون" آخرت میں عذاب کی۔ "لم یلبثوا" دُنیا میں "الا ساعة من نهار" یعنی جب انہوں نے عذاب کا معائنہ کرلیا تو دُنیا اور برزخ میں ان کا لمبی مدت ٹھہرنا ایسے ہوگا گویا کہ دن کی ایک گھڑی ہے۔

اس لیے کہ جو گزر گیا ہے اگرچہ طویل ہے گویا کہ وہ ہوا ہی نہیں۔ پھر فرمایا "بلاغ" یعنی یہ قرآن اور جو اس میں بیان ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری طرف بلاغ یعنی تبلیغ ہے۔ "فهل یهلک" عذاب کے ساتھ جب وہ اُتر آئے۔ "الا القوم الفاسقون" جو اللہ کے حکم سے نکلنے والے ہیں۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل کے ساتھ نہیں ہلاک ہوتی مگر فاسق قوم اور اس لیے ایک قوم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید کے بارے میں اس آیت سے قوی تر کوئی آیت نہیں ہے۔

سُوْرَۃُ مُحَمَّد

مدنی ہے اور اس کی اڑتیس (۳۸) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ① وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ② ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③

ترجمہ جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے راستہ سے روکا خدا نے ان کے عمل کالعدم کردیے اور (برخلاف اس کے) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کیا گیا ہے اور وہ ان کے رب کے پاس سے (آیا ہوا) امر واقعی (بھی) ہے اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا اور (دونوں جہان میں) ان کی حالت درست رکھے گا یہ اسی وجہ سے کہ کافر تو غلط رستہ پر چلے اور اہل ایمان صحیح رستہ پر چلے جو ان کے رب کی طرف سے (آیا) ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح لوگوں کے (نفع وہدایت کے) لئے ان کے حالات بیان فرماتا ہے۔

تفسیر ① "الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ اضلّ اعمالھم" ان کو باطل کردیا قبول نہیں کیا اور اعمال سے مراد جو وہ کھانا کھلاتے اور صلہ رحمی کرنے جیسے نیک کام کرتے تھے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کی تدبیریں و مکر کو باطل کردیا اور اس کا نقصان ان ہی پر لوٹا دیا۔

② "والذین امنوا وعملوا الصالحات وآمنوا بما نزّل علی محمّد" سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی چیز میں آپ علیہ السلام کی مخالفت نہیں کی۔ "وھو الحق من ربّھم" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ "الّذین کفروا وصدوا" سے مشرکین مکہ اور "والذین امنوا و عملوا الصالحات" سے انصار مراد ہیں۔ "کفر عنھم سیئاتھم واصلح بالھم" ان کے حال کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کی زندگی میں ان کو گناہوں

سے بچایا۔ یعنی یہ اصلاح ان کے اعمال کی اصلاح کی طرف لوٹتی ہے حتیٰ کہ انہوں نے کوئی نافرمانی نہیں کی۔

3 "ذلک بان الذین کفروا اتبعوا الباطل" شیطان کی۔ "وان الّذین امنوا اتبعوا الحق من ربّھم" یعنی قرآن "کذلک یضرب اللّٰہ للنّاس امثالھم" ان کی شکلوں۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ مؤمنین کی نیکیوں کی مثالیں اور کافروں کے اعمال۔ کے گمراہ کرنے کو بیان کرتے ہیں۔

فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ط حَتّٰٓی اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْھُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا م بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا ذٰلِکَ ط وَلَوْ یَشَآءُ اللّٰہُ لَانْتَصَرَ مِنْھُمْ وَلٰکِنْ لِّیَبْلُوَاْ بَعْضَکُمْ بِبَعْضٍ ط وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَھُمْ 4 سَیَھْدِیْھِمْ وَیُصْلِحُ بَالَھُمْ 5

ترجمہ سو تمہارا جب کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خونریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا جب تک کہ لڑنے والے (دشمن) اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں یہ حکم (جہاد کا جو مذکور ہوا) بجالانا اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے (خود ہی) انتقام لے لیتا لیکن (تم کو جہاد کا حکم اس لیے دیا) تاکہ تم میں ایک کا دوسرے کے ذریعہ سے امتحان کرے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا اللہ تعالیٰ ان کو (منزل) مقصود تک پہنچا دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا۔

تفسیر 4 "فاذا لقیتم الّذین کفروا فضرب الرّقاب" یہ نصب اُبھارنے کے لیے ہے یعنی "فاضربوا رقابھم" یعنی ان کی گردنیں۔ "حتّی اذا اثخنتموھم" قتل کے ذریعے اور تم ان کو مغلوب کر دو۔ "فشدّوا الوثاق" یعنی قید میں حتیٰ کہ وہ اس سے چھوٹ نہ سکیں اور قید قتل میں مبالغہ کے بعد ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا "ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ حتّی یثخن فی الارض"...... "فامّا منّا بعدوا ما فداء" یعنی ان کو قید کرنے کے بعد یا تو تم ان پر احسان کرو، ان کو بغیر فدیہ کے چھوڑ کر اور یا تم ان سے فدیہ لو۔ علماء رحمہم اللہ کا اس آیت کے حکم میں اختلاف ہوا ہے۔ پس ایک قوم نے کہا ہے کہ یہ منسوخ ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان "فامّا تثقفنّھم فی الحرب فشرّد بھم من خلفھم" اور باری تعالیٰ کے قول "اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم" کی وجہ سے اور اسی قول کی طرف قتادہ، ضحاک، سدی اور ابن جریج رحمہم اللہ گئے ہیں اور یہی اوزاعی اور اصحاب رائے کا قول ہے۔ ان حضرات نے فرمایا ہے کہ جو کافر قید ہو جائیں ان پر احسان کرنا اور فدیہ لینا جائز نہیں ہے اور دیگر حضرات اس طرف گئے ہیں کہ یہ آیت محکم ہے اور امام کو اختیار ہے کفار کے عاقل مردوں کے بارے میں جب وہ قید ہو جائیں تو ان کو قتل کر دے یا غلام بنالے یا ان پر احسان کر کے ان کو بغیر فدیہ کے چھوڑ دے یا مال یا مسلمانوں کے قیدیوں کا فدیہ لے کر چھوڑ دے اور اسی طرف ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے ہیں اور اسے حسن، عطاء رحمہما اللہ اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور علماء رحمہم اللہ اسی کے

قائل ہیں اور یہی ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں کی کثرت ہوگی اور ان کی قوت بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی "فاما منّا بعد و امّا فداء" اور یہی اصح ہے اور اختیار دینا اس لیے کہ اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے بعد خلفاء نے عمل کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھڑ سوار دستہ نجا کی طرف بھیجا، وہ لوگ بنو حنیفہ کا ایک شخص پکڑ لائے جس کو ثمامہ بن آثال کہا جاتا تھا۔ یہ اہل یمامہ کا سردار تھا۔ پس اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک سے باندھ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف نکلے اور فرمایا اے ثمامہ! تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے پاس خیر ہے، اگر آپ قتل کریں گے تو خون والے کو قتل کریں گے اور اگر احسان کریں گے تو قدر دان پر احسان کریں گے اور اگر آپ علیہ السلام مال چاہتے ہیں تو مانگیں جتنا آپ علیہ السلام چاہیں گے دیا جائے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسی حال پر چھوڑ دیا۔

آئندہ کل تک پھر اس کو کہا تیرے پاس کیا ہے اے ثمامہ؟ تو اس نے کہا میرے پاس وہ ہے جو میں نے آپ کو کہا تھا اگر آپ احسان کریں گے تو قدر دان پر احسان کریں گے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ اگلے دن اس کو کہا اے ثمامہ تیرے پاس کیا ہے؟ پس اس نے کہا میرے پاس وہ ہے جو میں نے آپ کو کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثمامہ کو چھوڑ دو۔ پس وہ مسجد کے قریب درختوں کے جھنڈ میں گیا، غسل کیا، پھر مسجد میں داخل ہوا اور کہا "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمّداً عبدہ و رسولہ" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی قسم! زمین پر آپ علیہ السلام کے چہرے سے زیادہ ناپسندیدہ چہرہ میرے نزدیک کوئی نہ تھا۔ پس تحقیق اب آپ علیہ السلام کا چہرہ تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہے میرے نزدیک۔ اللہ کی قسم! آپ علیہ السلام کے دین سے زیادہ کوئی دین مجھے ناپسند نہ تھا۔ پس اب آپ کا دین تمام دینوں سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کے شہر سے زیادہ ناپسندیدہ شہر مجھے کوئی نہ تھا، اب آپ علیہ السلام کا شہر تمام شہروں سے زیادہ مجھے محبوب ہے اور بے شک آپ علیہ السلام کے گھڑ سواروں نے مجھے پکڑ لیا حالانکہ میں عمرہ کا ارادہ کیے ہوا تھا تو اب آپ علیہ السلام کی کیا رائے ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے اس کو خوشخبری دی اور ان کو حکم دیا کہ وہ عمرہ کرلیں۔ پس جب وہ مکہ آئے تو کسی نے ان کو کہا کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بددین ہوگئے ہیں؟

تو انہوں نے کہا نہیں لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں اور اللہ کی قسم! تمہارے پاس یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہ آئے گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دے دیں۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بنو عقیل کے ایک آدمی کو قید کیا، پھر اس کو باندھ دیا اور ثقیف نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو کو قید کیا ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے فدیہ میں ان دو شخصوں کو آزاد کرایا جن کو ثقیف نے قید کیا تھا۔ قولہ تعالیٰ "حتّٰی تضع الحرب اوزارھا" یعنی اپنے بوجھ یعنی حتیٰ کہ جنگ والے ہتھیار رکھ دیں اور جنگ سے باز آجائیں اور وزر کی اصل جو انسان اُٹھاتا ہے پس اسلحہ کو اوزار

نام دیا گیا اس لیے کہ وہ بھی اُٹھایا جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ حرب سے لڑنے والے مراد ہیں جیسے شرب اور رکب سے پینے والے اور سوار ہونے والے مراد ہوتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اوزار بمعنی بت ہے اور معنی یہ ہے حتیٰ کہ جنگ کرنے والے اپنے بتوں کو رکھ دیں بایں طور کہ ان کے کفر سے توبہ کرلیں۔ پس اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور کہا گیا ہے حتیٰ کہ تمہاری جنگ اور تمہارا قتال مشرکین گناہوں اور برے اعمال کو رکھ بایں طور کہ وہ اسلام لے آئیں۔

اور آیت کا معنی یہ ہے کہ مشرکین کا قتل اور قید کے ذریعے خون بہاؤ حتیٰ کہ تمام ملتوں والے اسلام میں داخل ہو جائیں اور دین سارا کا سارا اللہ کے لیے ہو جائے۔ پس اس کے بعد نہ کوئی جہاد ہو اور نہ کوئی قتال اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول کے وقت ہوگا اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آیا ہے کہ جہاد جاری رہے گا جس وقت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے یہاں تک کہ میری اُمت کا آخری شخص دجال سے قتال کرے گا اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئیں یا صلح کرلیں اور فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حتیٰ کہ صرف مسلمان اور صلح کرنے والے باقی رہ جائیں۔ "ذلک" جو میں نے ذکر کیا اور کفار کا حکم بیان کیا۔

"ولو یشاء اللہ لانتصر منھم" پس ان کو ہلاک کردے اور تمہیں ان کے معاملہ میں بغیر قتال کے کافی ہو جائے۔ "ولکن" تمہیں قتال کا حکم دیتا۔ "لیبلوا بعضکم ببعض" پس جو مؤمنین میں سے قتل کیا جائے وہ ثواب کی طرف لوٹے اور جو کفار میں سے قتل کیا جائے وہ عذاب کی طرف لوٹے۔ "والذین قتلوا فی سبیل اللہ" اہل بصرہ اور حفص رحمہم اللہ نے "قتلوا" قاف کی پیش اور تاء کی زیر کے ساتھ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے یعنی شہداء اور دیگر حضرات نے "قاتلوا" الف کے ساتھ مقاتلہ باب سے پڑھا ہے اور وہ مجاہدین ہیں۔ "فلن یضل اعمالھم" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ یہ آیت اُحد کے دن نازل ہوئی تھی اور مسلمانوں میں بہت زخم لگے اور قتل ہوئے۔

⑤ "سیھدیھم" دُنیا میں ان کی زندگی کے ایام میں درست کاموں کی طرف اور آخرت میں درجات کی طرف "ویصلح بالھم" ان کے مدمقابل کو راضی کریں گے اور ان کے اعمال قبول کریں گے۔

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ⑥ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ⑦

ترجمہ: اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی ان کو پہچان کرادے گا اے ایمان والو اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور اسی طرح تمہارے قدم جما دے گا۔

تفسیر ⑥ "ویدخلھم الجنۃ عرّفھا لھم" یعنی ان کے لیے ان کے جنت میں ٹھکانوں کو بیان کیا حتیٰ کہ وہ سیدھے اپنے ٹھکانوں تک پہنچ جائیں گے کوئی غلطی نہ کریں گے اور نہ کسی سے راہ پوچھیں گے۔ گویا کہ وہ وہاں کے رہائشی ہیں جب سے وہ پیدا کیے گئے۔ پس مؤمن اپنے ٹھکانہ اور اپنی بیوی اور اپنے گھر کے خادموں کو دُنیا کے گھر اور دُنیا کے اہل سے زیادہ پہچانتا ہوگا۔ یہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے۔ عطاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "عرّفھا لھم" یعنی ان کے لیے اس کو پاکیزہ کیا۔ یہ عرف سے مشتق ہے اور عرف عمدہ خوشبو اور خوشبودار کھانے کو کہتے ہیں۔

⑦ ”یا یھا الّذین امنوا ان تنصروا اللّٰہ“ یعنی اس کے دین اور اس کے رسول کی ”ینصرکم“ تمہارے دشمن پر ”ویثبت اقدامکم“ قتال کے وقت۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ⑧ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ⑨ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ⑩ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ⑪ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ⑫ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ⑬ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ⑭

ترجمہ اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے تباہی ہے اور آخرت میں ان کے اعمال کو خدا تعالیٰ کالعدم کر دے گا یہ اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا سو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو (پہلے ہی سے) اکارت کر دیا کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں اور انہوں نے دیکھا نہیں کہ جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ان پر کیسی تباہی ڈالی اور ان کافروں کے لئے بھی اسی قسم کے معاملات ہونے کو ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ (دنیا میں) عیش کر رہے ہیں اور اس طرح (آخرت سے بے فکر ہو کر) کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانا ہے اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا کہ ہم نے ان کو (عذاب سے) ہلاک کر دیا سو ان کا کوئی مددگار نہ ہوا تو جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کی بدعملی ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہو اور جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں۔

تفسیر ⑧ ”والذین کفروا فتعسالھم“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں دوری ہے ان کے لیے۔ ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے لیے گرنا ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے لیے خسارہ ہے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے لیے بدبختی ہے۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصدر کی بناء پر نصب ہے دُعا کے طور پر اور کہا گیا ہے کہ دُنیا

میں لغزش اور آخرت میں آگ میں گرنا اور پھسلنے والے کو تعسا کہا جاتا ہے جب اس کے کھڑے ہونے کا ارادہ نہ کیا ہو۔ "واضلّ اعمالھم" اس لیے کہ وہ شیطان کی فرمانبرداری میں تھا۔

⑨ "ذلک" تعس اوراضلال۔ "بانھم کرھوا ما انزل اللّٰہ فاحبط اعمالھم" پھر کفار کو ڈرایا۔

⑩ پس کہا "افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم دمّر اللّٰہ علیھم" یعنی ان کو ہلاک کردیا۔ "وللکافرین امثالھا" یعنی وہ ایمان نہیں لائے مشرکین مکہ کو دھمکی دی ہے۔

⑪ "ذلک" جو میں نے ذکر کیا۔ "بان اللّٰہ مولی الّذین اٰمنوا" ان کا ولی اور مددگار ہے۔ "وان الکافرین لا مولٰی لھم" ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ پھر دونوں فریقوں کے انجام کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

⑫ "ان اللّٰہ یدخل الّذین اٰمنوا وعملوا الصالحات جنات تجری من تحتھا الانھار والّذین کفروا یتمتعون" دُنیا میں۔ "ویاکلون کما تاکل الانعام" ان کا مقصد صرف ان کے پیٹ اور ان کی شرم گاہیں ہیں اور وہ کل آنے والی چیز سے غافل اور بھولے ہوئے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ مؤمن دُنیا میں سفر توشہ جمع کرتا ہے اور منافق زیب وزینت اختیار کرتا ہے اور کافر نفع اُٹھاتا ہے۔ "والنار مثوی لھم"

⑬ "وکاین من قریۃ ھی اشدّ قوّۃ من قریتک" یعنی اہل مکہ سے قوت میں زیادہ تھے۔ "الّتی اخرجتک" یعنی اس بستی والوں نے آپ علیہ السلام کو نکالا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ کتنے ہی مرد تھے جو اہل مکہ سے قوت میں زیادہ تھے؟ اس پر اللہ تعالیٰ کا قول "اھلکناھم" دلالت کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے "اھلکناھا" نہیں فرمایا۔ "فلا ناصر لھم" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے غار کی طرف نکلے تو مکہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تو اللہ کے شہروں میں اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے اور اللہ کے شہروں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اگر مشرکین مجھے نہ نکالتے تو میں تجھ سے نہ نکلتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

⑭ "افمن کان علی بینۃ من ربّہ" اس کے دین سے یقین پر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین۔ "کمن زین لہ سوء عملہ واتبعوا اھواء ھم" یعنی بتوں کی عبادت کی اور وہ ابوجہل اور مشرکین ہیں۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ط كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَ هُمْ ⑮ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَ هُمْ ⑯ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ ⑰

ترجمہ: جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذرا ذائقہ نہ بدلا ہوا ہوگا اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل (میل سے پاک) صاف ہوگا اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش کیا ایسے لوگ ان جیسے ہوسکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کو پینے کے لئے دیا جائے گا سو وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے گا اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو دوسرے اہل علم (صحابہ) سے کہتے ہیں کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے اور یہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں اور جو لوگ راہ پر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ ہدایت دیتا ہے اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے۔

تفسیر: ⑮ "مثل الجنّة الّتی وعدالمتقون" یعنی اس کی صفت "فیھا انھار من ماء غیر آسن" تبدیل بدبودار۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے "آسن" قصر کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے مد کے ساتھ اور یہ دو لغتیں ہیں۔ کہا جاتا ہے "اسن الماء یا سن اسنا اور آسن یأسن و یاسنا واجن یأجن ویاجن، اسونا واجونا" جب پانی متغیر ہوجائے۔

"وانھار من لبن لم یتغیر طعمه وانھار من خمر لذّة" لذیذ ہے۔ "للشاربین" پاؤں اور ہاتھوں نے اس کو میلا نہیں کیا۔ "وانھار من عسل مصفی" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سیحان، جیحان، نیل اور فرات جنت کی نہروں میں سے ہیں۔ کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہر دجلہ اہل جنت کے پانی کی نہر ہے اور نہر فرات جنتیوں کے دودھ کی نہر ہے اور نہر مصر جنتیوں کی شراب کی نہر ہے اور نہر سیحان جنتیوں کے شہد کی نہر ہے اور یہ چاروں نہریں نہر کوثر سے جاری ہوتی ہیں۔

"ولھم فیھا من کل الثمرات ومغفرة من ربّھم کمن ھو خالد فی النار" یعنی جو ان نعمتوں میں ہو اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔ "وسقوا ماءً حمیما" سخت گرم اس پر جہنم جس وقت سے پیدا کی گئی بھڑکائی جارہی ہے جب ان کے قریب کیا جائے گا تو ان کے چہروں کو بھون دے گا اور ان کے سر کی کھال بالوں سمیت اس میں جاگرے گی اور جب اس کو پی لیں گے تو "فقطع امعاء ھم" پس ان کے پیچھے سے نکل جائیں گے اور امعاء پیٹ میں جو کچھ ہوتا ہے انتڑیاں وغیرہ اس کو کہتے ہیں اور اس کا واحد معی ہے۔

⑯ "ومنھم" یعنی ان کفار میں سے "من یستمع الیک" اور وہ منافقین ہیں جو آپ کی بات سنتے تو ہیں لیکن اس کو سمجھتے نہیں، غفلت اور سستی کی وجہ سے "حتّی اذا خرجوا من عندک" یعنی پس جب وہ تیرے پاس سے نکلیں۔ "قالوا للّذین اوتوا العلم" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے۔ "ماذا قال" محمد "آنفا" یعنی ابھی اور یہ ائتناف میں سے ہے۔ کہا جاتا ہے

"ائتنفت الامر" یعنی میں نے اس کی ابتداء کی ہے اور "الف الشیء" اس کا اوّل حصہ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اور منافقین کے عیب بیان کر رہے تھے تو جب منافق مسجد سے نکلے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "استھزاءً" پوچھنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اور تحقیق میں سوال کیا گیا ان کے بارے میں جن کے بارے میں سوال کیا گیا۔ "اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبھم" پس وہ ایمان نہیں لائے۔ "واتبعوا اھواء ھم" کفر اور نفاق میں۔

⑰ "والذین اھتدوا" یعنی مؤمنین۔ "زادھم" جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ھدی واتاھم تقواھم" ان کو اس پر عمل کی توفیق دی جو ان کو حکم دیا اور وہ تقویٰ ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اور ان کو ان کے تقویٰ کا ثواب دیا۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰهُمْ ⑱ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ⑲

ترجمہ: (سو کیا یہ لوگ بس) قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً آ پڑے سو اس کی (متعدد) علامتیں تو آ چکی ہیں تو جب قیامت ان کے سامنے آ کھڑی ہوگی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا تو آپ اس کا (کامل طور پر) یقین رکھیے کہ بجز اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں اور آپ اپنی (ظاہری) خطاؤں پر معافی مانگتے رہئے اور سب مسلمان مردوں اور سب عورتوں کیلئے بھی اور یہ یاد رہے کہ) کہ اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے۔

تفسیر: ⑱ "فھل ینظرون الا الساعۃ ان تاتیھم بغتۃ" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی ایک دُنیا میں نہیں انتظار کر رہا مگر ایسی مال داری کا جو سرکش کر دے یا ایسے فقر کا جو ہر چیز بھلا دے یا ایسے مرض کا جو بالکل بے حال کر دے یا ایسے بڑھاپے کا جو کسی کام کا نہ چھوڑے یا موت کا جو قبر میں پہنچا دے یا دجال کا پس دجال ایسا غائب شر ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے یا قیامت کا پس قیامت تاریک ترین (بہت بڑا معاملہ ہے) اور کڑوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول "فقد جاء اشراطھا" یعنی اس کی علامات اس کی واحد شرط ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی قیامت کی علامات میں سے تھے۔ سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں سے اس طرح اشارہ کیا درمیان والی اور انگوٹھے سے ملی ہوئی انگلی سے اور فرمایا میں اور قیامت ان دونوں کی طرح بھیجے گئے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ایسی حدیث بیان کروں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے میرے علاوہ کوئی اور تم کو وہ حدیث بیان نہ کرے گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کی علامات میں سے یہ ہے کہ علم اُٹھا لیا جائے گا جہالت زیادہ ہو جائے گی اور زنا کی کثرت ہو جائے گی اور شراب کا پینا

عام ہوجائے گا اور مرد کم ہوجائیں گے اور عورتیں زیادہ ہوجائیں گی حتیٰ کہ پچاس عورتوں کے لیے ایک نگہبان ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں ایک قوم سے گفتگو کررہے تھے اچانک آپ علیہ السلام کے پاس ایک بدو آیا۔ پس اس نے پوچھا قیامت کب ہوگی؟ تو آپ علیہ السلام نے اپنی گفتگو جاری رکھی تو قوم میں سے بعض نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سنی ہے لیکن اس کی بات کو ناپسند سمجھا ہے اور ان میں سے بعض نے کہا بلکہ آپ علیہ السلام نے اس کی بات کو نہیں سنا حتیٰ کہ جب آپ علیہ السلام نے اپنی بات پوری کرلی تو فرمایا قیامت کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا میں ہوں یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ علیہ السلام نے فرمایا جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کر۔ اس نے پوچھا اس کا ضائع کرنا کیسے ہوگا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا جب معاملہ نااہلوں کی طرف سپرد کیا جائے تو تو قیامت کا انتظار کر۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "**فانّی لھم اذا جاء تھم ذکراھم**" پس ان کے لیے نصیحت حاصل کرنا اور توبہ کرنا کہاں معتبر ہوگا۔ جب ان کے پاس قیامت آجائے گی۔ اس کی نظیر "**یومئذ یتذکر الانسان وانّی لہ الذکریٰ**"

⑲ "**فاعلم انہ لا الٰہ الاّ اللہ**" کہا گیا ہے کہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد آپ علیہ السلام کے علاوہ لوگ ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی تو اس پر ثابت قدم رہ اور حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ اپنے علم پر علم کو زیادہ کریں۔ ابوالعالیہ رحمہ اللہ اور ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ماقبل سے متصل ہے اس کا معنی ہے جب ان کے پاس قیامت آئے گی تو آپ علیہ السلام جان لیں کہ نہ کوئی ٹھکانہ ہوگا اور نہ کوئی جائے قرار اس کے قائم ہونے کے وقت مگر اللہ تعالیٰ کی طرف۔ اور کہا گیا ہے کہ "**فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ**" کہ ممالک اس کے قائم ہونے کے وقت باطل ہوجائیں گے۔ پس اس وقت نہ کسی کے لیے کوئی ملک ہوگا اور نہ حکم سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ "**واستغفر لذنبک**" استغفار کا حکم دیا ہے حالانکہ آپ علیہ السلام تو بخشے ہوئے ہیں تاکہ اس کے ذریعے آپ علیہ السلام کے لیے سنت جاری ہوجائے۔

اغر مزنی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہر دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "**وللمؤمنین والمؤمنات**" یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس اُمت کا اکرام ہے کہ ان کے نبی کو حکم دیا کہ ان کے گناہوں کے لیے استغفار کریں اور آپ علیہ السلام تو ایسی سفارش ہیں جس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

"**واللہ یعلم متقلبکم ومثواکم**" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں دُنیا میں تمہارے اعمال کا پلٹنا اور منتشر ہونا اور آخرت میں تمہارا جنت یا جہنم کی طرف ٹھکانہ۔ ابن جریر اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ "**متقلبکم**" یعنی تمہارا دن میں اپنی مشغولیات کے لیے پھرنا اور "**مثواکم**" تمہارا رات کو اپنے بستروں کی طرف ٹھکانہ اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "**متقلبکم**" آباء کی پشتوں سے ماؤں کے رحموں کی طرف اور "**مثواکم**" تمہارا زمین میں مقام۔ ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمہارا پیٹھ سے پیٹ کی طرف پلٹنا اور "**مثواکم**" تمہارا قبروں میں ٹھکانہ اور معنی یہ ہے کہ وہ تمہارے تمام احوال کو جاننے والا ہے۔ پس اس پر ان میں سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾

ترجمہ اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ (تو) کہتے رہتے ہیں کہ کوئی (نئی) سورت کیوں نہ نازل ہوئی سو جس وقت کوئی کوئی صاف (مضمون کی) سورت نازل ہوتی ہے اور (اتفاق سے) اس میں جہاد کا بھی (صاف صاف) ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیمار (نفاق کی) ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو سو اصل یہ ہے کہ عنقریب ان کی کمبختی آنے والی ہے ان کی اطاعت اور بات چیت (کی حقیقت) معلوم ہے پھر جب سارا کام (لڑائی کا) تیار ہو جاتا ہے تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے تو ان کے لئے بہت ہی بہتر ہوتا سو اگر تم (جہاد سے) کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ (اس صورت میں) تم دنیا میں فساد مچادو اور آپس میں قطع قرابت کردو۔

تفسیر ﴿۲۰﴾ "ویقول الّذین اٰمنوا" ان کے جہاد پر حرص کی وجہ سے "لولا نزلت سورة" آپ ہمیں اس میں جہاد کا حکم دیں۔ "فاذا انزلت سورة محکمة و ذکر فیها القتال" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ سورت جس میں جہاد کا ذکر کیا جائے۔ پس وہ محکم ہے اور یہ منافقین پر قرآن کا سخت ترین حصہ ہے۔ "رأیت الّذین فی قلوبھم مرض" یعنی منافقین "ینظرون الیک" آنکھ کے کنارے سے جہاد کو سخت ناپسند سمجھتے ہوئے اور دشمن کی مڈبھیڑ سے بزدلی کی وجہ سے۔ "نظر المغشی علیه من الموت" جیسا کہ وہ شخص جس کی آنکھیں پھٹی ہوئی ہوں موت کے وقت دیکھتا ہے۔ "فاولٰی لھم" وعید اور دھمکی ہے اور دھمکی کے وقت ان کے قول "اولیٰ لک" کا معنی یعنی تیرا دوست اور تیرا قریب وہ ہوگا جس کو تو ناپسند کرتا ہے۔

﴿۲۱﴾ پھر فرمایا "طاعة و قول معروف" یہ مبتداء ہے اس کی خبر محذوف ہے اس کی اصل عبارت طاعت وقول معروف امثل ہے۔ یعنی اگر وہ اطاعت کرتے اور اچھی بات کہتے تو یہ اچھا تھا اور کہا گیا ہے کہ اس کا مجاز یہ منافقین محکم سورة کے نازل ہونے سے پہلے کہتے تھے۔ "طاعة" یہ حکایت کی بناء پر مرفوع ہے۔ "امرنا طاعة" یعنی ہمارا امر طاعت ہے یا ہم سے طاعت ہے اور قول معروف حسن یعنی قول معروف اچھا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ اپنے ماقبل سے متصل ہے اور لام ان کے قول میں باء کے معنی میں ہے۔ اس کا مجاز "فاولٰی بھم طاعة اللّٰه و رسوله و قول معروف بالاجابة" ہے۔ یعنی اگر وہ اطاعت کرتے تو یہ اطاعت اور حق کو قبول کرنا ان کے زیادہ لائق تھا اور عطاء رحمہ اللہ کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کا یہی معنی ہے۔ "فاذا عزم الامر" یعنی معاملہ پختہ ہو جائے اور قتال کا فرض لازم ہو جائے اور معاملہ پختہ ہو جائے۔ "فلو صدقوا اللّٰه" ایمان اور طاعت کو ظاہر کرنے میں "لکان خیرا لھم" اور کہا گیا ہے کہ اذا کا جواب محذوف

ہے اس کی تقدیر ”فاذا عزم الامر نکلوا و کذبوا فیما وعدوا ولو صدقوا اللّٰہ لکان خیر الھم“ ہے۔

㉒ ”فھل عسیتم“ پس شاید کہ تم ”ان تولیتم“ تم قرآن سے اعراض کرو اور اس کے احکام سے جدا ہو جاؤ۔ ”ان تفسدوا فی الارض“ اس کی طرف لوٹ جاؤ جس پر تم جاہلیت میں تھے۔ پس تم زمین میں نافرمانی اور سرکشی اور خون بہا کر فساد پھیلاؤ۔ اور تم فرقہ بندی کی طرف لوٹ جاؤ بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کے ذریعے جمع کیا۔ ”وتقطعوا ارحامکم“ یعقوب رحمہ اللہ نے ”وتقطعوا“ تاء کی زبر کے ساتھ بغیر شد کے پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے شد کے ساتھ تقطیع سے پڑھا ہے کثرت کے معنی پر رحموں کی وجہ سے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم نے قوم کو کیسے دیکھا جب انہوں نے اللہ کی کتاب سے روگردانی کی کیا انہوں نے حرام خون نہیں بہایا اور قطع رحمی نہیں کی اور رحمٰن کی نافرمانی نہیں کی؟ اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ ولایۃ سے ہے۔ مسیتب ابن شریک اور فراء رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تمہیں اُمید ہے کہ اگر تمہیں لوگوں کے معاملہ کا والی بنایا جائے تو تم زمین میں ظلم کے ذریعے فساد مچاؤ گے۔ یہ بنواُمیہ اور بنوہاشم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس پر علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت دلالت کرتی ہے۔ ”تولیتم“ تاء اور واؤ کے پیش اور لام کی زیر کے ساتھ۔ اللہ فرماتے ہیں اگر میں تمہیں اس کا جائز والی بنادوں تو تم ان کے ساتھ فتنہ میں نکلو گے اور تم ان کی مدد کرو گے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فَاَصَمَّھُمْ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَھُمْ ㉓ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا ㉔ اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْھُدَی الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَھُمْ ؕ وَاَمْلٰی لَھُمْ ㉕ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ کَرِھُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ سَنُطِیْعُکُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِسْرَارَھُمْ ㉖

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی (باطنی) آنکھوں کو اندھا کر دیا تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے (یا غور کرتے ہیں مگر) دلوں پر قفل لگ رہے ہیں جو لوگ پشت پھیر کے ہٹ گئے بعد اس کے کہ سیدھا رستہ ان کو صاف معلوم ہو گیا شیطان نے ان کو چکمہ دیا ہے اور ان کو دور دور کی سوجھائی ہے یہ اس سبب سے ہوا کہ ان لوگوں نے ایسے لوگوں سے جو کہ خدا کے اتارے ہوئے احکام کو (حسد سے) ناپسند کرتے ہیں یہ کہا کہ بعضی باتوں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی خفیہ باتیں کرنے کو خوب جانتا ہے۔

تفسیر: ㉓ ”اولٰئک الذین لعنھم اللّٰہ فاصمھم واعمٰی ابصارھم“ حق سے بہرے گونگے اندھے ہیں۔

㉔ ”افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا“ پس قرآن کے مواعظ اور احکام نہیں سمجھتے اور ”ام“...... ”بل“ کے معنی میں ہے۔ حضرت عروہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ”افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا“ تلاوت کی تو اہل یمن کا ایک نوجوان کہنے لگا ”بل علی قلوب اقفالھا“ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو کھول دیں یا

کشادہ کردیں۔ پس وہ نوجوان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں جگہ بنالیا حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی بھی انتظامی امور میں مدد لی۔

㉕ "ان اللذین ارتدوا علی ادبارھم" وہ کفر کی طرف لوٹ گئے۔ "من بعد ما تبین لھم الھدیٰ" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اہل کتاب کے کفار ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اپنی کتابوں میں پانے کے باوجود ان کا انکار کیا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ضحاک، سدی رحمہما اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ منافقین ہیں۔ "الشیطان سوّل لھم" ان کے لیے قبیح کو مزین کردیا۔ "واملیٰ لھم" اہل بصرہ رحمہم اللہ نے الف کی پیش اور لام کی زیر اور یاء کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے فعل مجہول کی بناء پر اور مجاہد رحمہ اللہ نے یاء کے ارسال کے ساتھ پڑھا ہے اللہ تعالیٰ کی اپنی طرف سے خبر کے طریقہ پر کہ وہ ایسے کریں گے اور یہ قرأت یعقوب رحمہ اللہ سے روایت کی گئی ہے اور دیگر حضرات نے "واملی لھم" الف کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی "واملی الشیطان لھم" ان کی اُمیدیں بڑھادیں۔

㉖ "ذلک بانھم" یعنی منافقین یا یہود "قالوا للذین کرھوا ما نزّل اللّٰہ" اور وہ مشرکین ہیں۔ "سنطیعکم فی بعض الامر" محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پوشیدہ کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر دی۔ "واللّٰہ یعلم اسرارھم" اہل کوفہ نے ابوبکر کے علاوہ ہمزہ کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے مصدر کی بناء پر اور باقی حضرات نے اس کی زبر کے ساتھ سرّ کی جمع پڑھا ہے۔

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ㉗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ㉘ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ㉙ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ㉚ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ ㉛ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ㉜

(ترجمہ) سو ان کا کیا حال ہوگا جبکہ فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہوں گے اور ان کے مونہوں پر اور پشتوں پر مارتے جاتے ہوں گے اور یہ (سزا) اس سبب سے (ہوگی) کہ جو طریقہ خدا کی ناراضی کا موجب تھا یہ اسی پر چلے اور اس کی رضا (کے کاموں) سے نفرت کیا کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے سب اعمال (نیک اول ہی سے) کالعدم کر دیے جن لوگوں کے دلوں میں مرض (نفاق) ہے کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی دلی عادتوں کو ظاہر نہ کرے گا اور ہم (تو) اگر چاہتے تو آپ کو ان کا پورا پتہ بتلا دیتے سو آپ ان کو حلیہ سے پہچان لیتے اور آپ ان کو طرز کلام سے (اب بھی) ضرور پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے اور (دشوار کاموں سے) ہم ضرور تم سب کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم (ظاہری طور پر بھی) ان لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں جہاد کرنے

والے ہیں اور جو ثابت قدم رہنے والے ہیں اور تا کہ تمہاری حالتوں کی جانچ کرلیں بیشک جولوگ کافر ہوئے اور انہوں نے (اوروں کو بھی) اللہ کے رستہ (یعنی دین) سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ان کو (دین کا) رستہ نظر آ چکا تھا یہ لوگ اللہ (کے دین) کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مٹادے گا۔

تفسیر ㉗ "فکیف اذا توفتهم الملائكة يضربون وجوههم وادبارهم"......

㉘ "ذلک" یعنی مار "بانهم اتبعوا ما اسخط الله" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے کہ انہوں نے توریت سے چھپایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ "وكرهوا رضوانه" انہوں نے ناپسند کیا اس کو جس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اور وہ طاعت وایمان ہے۔ "فاحبط اعمالهم"

㉙ "ام حسب الذين في قلوبهم مرض" یعنی منافقین "ان لن يخرج الله اضغانهم" یعنی ان کے کینوں کو مؤمنوں پر ظاہر نہ کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا حتیٰ کہ مؤمنوں نے ان کے نفاق کو پہچان لیا۔ اس کا واحد ضغن ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کے حسد کو۔

㉚ "ولو نشاء لاريناكهم" یعنی ہم آپ علیہ السلام کو ان کی خبر دیتے اور پہچان کرا دیتے۔ "فلعرفتهم بسيماهم" ان کی علامت کے ذریعے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معنی ہے اگر ہم چاہتے تو منافقین پر ایسی علامت بنا دیتے جس کے ذریعے آپ علیہ السلام ان کو پہچان لیتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منافقین کی کوئی چیز مخفی نہ رہی۔ آپ علیہ السلام ان کو ان کی علامت سے پہچان لیتے تھے۔

"ولتعرفنهم في لحن القول" اس کے معنی اور مقصد میں اور لحن کے دو معنی ہیں درستگی اور غلطی۔ درستگی کے معنی سے فعل "لحن، يلحن، لحنا فهو لحن" ہے جب کسی چیز کو سمجھ لے اور اسی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے "ولعل بعضكم ان يكون الحسن بحجته من" بعض یعنی شاید کہ تم میں سے بعض اپنی دلیل کو زیادہ درست طریقہ سے پیش کر سکتا ہو، دوسرے بعض کی بنسبت اور خطاء والے معنی سے فعل "لحن، يلحن، لحنا فهو لاحن" ہے اور اس میں اصل کلام کا ازالہ کرنا ہے اس کی جہت سے اور معنی یہ ہے کہ آپ ان کو پہچان لیں گے جو وہ آپ کے امر اور مسلمانوں کے امر کی ہجو کرتے ہیں اور ان کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں۔ پس اس کے بعد کوئی منافق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کلام کرتا تو آپ علیہ السلام اس کی گفتگو سے اس کو پہچان لیتے اور اس کی کلام کے انداز سے اس کی خلقت اور عقیدہ کے فساد پر استدلال کرتے۔ "والله يعلم اعمالكم"

㉛ "ولنبلونكم" اور ہم تم سے آزمائش کرنے والے کا معاملہ کریں گے۔ بایں طور کہ ہم تمہیں جہاد اور قتال کا حکم دیں گے۔ "حتى نعلم المجاهدين منكم والصابرين" یعنی علم وجود مراد ہے حتیٰ کہ مجاہد اور اپنے دین پر صبر کرنے والا اپنے غیر سے ظاہر ہو جائے۔ "ونبلو اخباركم" یعنی ہم اس کو ظاہر کریں اور کھول دیں ان کے انکار کے ساتھ جو قتال سے انکار کر دیں اور جہاد پر صبر

نہ کریں۔ ابوبکر نے عاصم رحمہ اللہ سے "ولیبلونکم حتّٰی یعلم" پڑھا ہے اور "یبلو" یاء کے ساتھ ان میں۔ بوجہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "واللّٰہ یعلم اعمالکم" کے اور دیگر حضرات نے ان میں نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "ولو نشاء لاریناکھم" کی وجہ سے اور یعقوب رحمہ اللہ "ونبلو" واؤ کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے "ولنبلونکم" پر رد کرتے ہوئے اور دیگر حضرات نے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "حتّٰی نعلم" پر رد کرتے ہوئے۔

㉜ "ان الّذین کفروا وصدّوا عن سبیل اللّٰہ" یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم "وشاقوا الرسول من بعد ما تبین لھم الھدیٰ لن یضروا اللّٰہ شیئا" وہ تو صرف اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ "وسیحبط اعمالھم" پس وہ آخرت میں اس کا کوئی ثواب نہ دیکھیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ بدر کے دن کھانا کھلانے والے ہیں۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول "ان الّذین کفروا ینفقون اموالھم لیصدوا عن سبیل اللّٰہ" ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ㉝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ㉞ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ㉟ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ㊱ اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ㊲ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ㊳

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی (بھی) اطاعت کرو کفار کی طرح اللہ و رسول کی مخالفت کر کے اپنے اعمال کو برباد مت کرو بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے واقعی اللہ کے رستہ سے روکا پھر وہ کافر ہی رہ کر مر (بھی) گئے سو خدا تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشے گا تو (اے مسلمانو) تم ہمت مت ہارو اور صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال (کے ثواب) میں ہرگز کمی نہ کرے گا دنیوی زندگی تو محض ایک لہو و لعب ہے اور اگر تم ایمان اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تم کو تمہارے اجر عطا کرے گا۔ اور تم سے تمہارے مال طلب نہ کرے گا کہ پھر انتہا درجہ تک تم سے طلب کرتا رہے گو تم (یعنی اکثر) بخل کرنے لگو اور (اس وقت) اللہ تعالیٰ تمہاری ناگواری ظاہر کر دے ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں (تھوڑا سا مال) خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے سو (اس پر بھی) بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو شخص (ایسی جگہ خرچ کرنے سے) بخل کرتا

ہے تو وہ (درحقیقت) اپنے سے بخل کرتا ہے اور نہیں تو) اللہ تو کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم (ہمارے احکام سے) روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

تفسیر ㉝ "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ" عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں شک اور نفاق کے ساتھ اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ریاء اور شہرت کے ساتھ اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معاصی اور کبیرہ گناہوں کے ساتھ۔ ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب یہ سمجھتے تھے کہ اخلاص کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہ دے گا۔ جیسا کہ شرک کے ساتھ کوئی عمل نفع نہ دے گا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی پس وہ کبیرہ گناہوں سے ڈرنے لگے اعمال کے ضائع ہونے کے بعد اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان نہ جتاؤ۔ پس تم اپنے اعمال باطل کر دو گے۔ یہ بنو اسد کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور عنقریب ہم اس کو سورۃ الحجرات میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

㉞ "ان الذین کفروا و صدّوا عن سبیل اللّٰہ ثمّ ماتوا وھم کفار فلن یغفر اللّٰہ لھم" یہ قلیب والے ہیں اور اس کا حکم عام ہے۔

㉟ "فلاتھنوا" تم کمزور نہ ہو۔ "وتدعوا الی السلم" یعنی تم صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ ابتداءً اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں کو صلح کی طرف دعوت دینے سے منع کیا تھا اور ان کو کفار سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں۔ "وانتم الاعلون" غالب ہو۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آخری امر تمہارے لیے ہوگا۔ اگرچہ وہ بعض اوقات میں تم پر غالب آجائیں۔ "واللّٰہ معکم" مدد و نصرت کے ساتھ۔ "ولن یترکم اعمالکم" تمہارے اعمال کے ثواب میں کچھ کمی نہ کریں گے۔ کہا جاتا ہے "وترہ، یترہ، وتراً وترۃ" جب اس کا حق کم ہو جائے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، قتادہ، مقاتل اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ تمہارے نیک اعمال پر تم سے ظلم نہ کرے گا بلکہ تم کو ان کا پورا اجر دے گا۔

㊱ پھر آخرت کی طلب پر اُبھارا اور فرمایا "انما الحیٰوۃ الدنیا لعب و لھو" باطل اور دھوکہ ہے۔ "وان تؤمنوا وتتقوا" بے حیائیوں سے۔ "یؤتکم اجورکم" آخرت میں تمہارے اعمال کی جزاء۔ "ولایسالکم" تمہارا رب۔ "اموالکم" اجر دینے کے لیے بلکہ تم کو ایمان اور طاعت کا حکم دیتا ہے تاکہ تمہیں اس پر ثواب میں جنت دے۔ اس کی نظیر اس کا قول "ما ارید منھم من رزق" ہے اور کہا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے تمہارے اموال کا سوال نہیں کرتے۔ اس کی نظیر "قل ما اسئلکم علیہ من اجر" ہے اور کہا گیا ہے کہ آیت کا معنی اللہ اور اس کا رسول تم سے تمہارے تمام اموال کا صدقات میں سوال نہیں کرتے وہ تو صرف تم سے تھوڑا سا یعنی چالیسواں حصہ مانگتے ہیں۔ پس اپنے جی کو خوش کر کے اس کے ذریعے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔

㊲ اسی قول کی طرف ابن عیینہ رحمہ اللہ گئے ہیں۔ اس پر آیت کا سیاق دلالت کرتا ہے۔ "ان یسألکموھا فیحفکم" یعنی تمہیں مشقت میں مبتلا کردے اور تمام کا سوال کر کے تم کو مشقت میں ڈال دیں۔ کہا جاتا ہے "احفٰی فلان فلانا" جب وہ اس کو مشقت میں ڈال دے اور سوال میں مشقت میں ڈالنا۔ "تبخلوا" اس میں پس تم اس کو نہ دیتے۔ "ویخرج اضغانکم" تمہارے بغض و دشمنی کو۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے کہ اموال کے سوال کرنے میں کینوں کا نکلنا ہے۔

㊳ "ھاانتم ھٰؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللّٰہ" یعنی اس کو نکالنا جو اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیا ہے۔ "فمنکم من یبخل" جو اس پر زکوٰۃ فرض کی گئی ہے اس میں "ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ واللّٰہ الغنی" تمہارے صدقات اور عبادات سے۔ "وانتم الفقراء" اس کی طرف اور جو اس کے پاس خیر ہے اس کی طرف۔ "وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثمّ لا یکونوا امثالکم" وہ تم سے زیادہ مثالی ہوں گے بلکہ وہ تم سے زیادہ اللہ کے فرمانبردار ہوں گے۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ کندہ اور نخع ہیں اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ عجمی لوگ ہیں۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں فارس و روم ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

"وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم" صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون لوگ ہیں کہ اگر ہم پلٹ جائیں تو وہ ہمارے بدلے لائے جائیں گے۔ "ثم" وہ ہمارے جیسے نہ ہوں گے؟ تو آپ علیہ السلام نے سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا یہ اور اس کی قوم اور اگر دین ثریا (ستارہ) پر ہو تو فارس کے لوگ اس کو وہاں سے حاصل کر لیں گے۔

سُورَةُ الْفَتَح

مدنی ہے اور اس کی انتیس (۲۹) آیتیں ہیں۔

سورۂ فتح کا شانِ نزول

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں جا رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا۔ پھر سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا۔ پھر سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا۔

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اے عمر! تیری ماں گم پائے تو نے تین مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سوال کا تکرار کیا، ہر مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اونٹ کو ایڑ لگائی اور لوگوں سے آگے نکل گیا اور مجھے خوف ہوا کہ میرے بارے میں قرآن نازل ہوگا۔ پس تھوڑی دیر میں ہی میں نے ایک آواز لگانے والے کی آواز سنی کہ میرا نام لے کر آواز لگا رہا ہے تو میں نے کہا تحقیق میں تو پہلے ہی ڈر رہا تھا کہ میرے بارے قرآن نازل ہوگا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تحقیق آج رات مجھ پر ایک سورت اُتاری گئی ہے وہ مجھ پر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ پھر پڑھا "انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر" حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر "انا فتحنا لک فتحا مبینا" آیت کے آخر تک نازل ہوئی۔ آپ علیہ السلام حدیبیہ سے لوٹ رہے تھے اور آپ علیہ السلام کے صحابہ پر سفر کی تھکان اور غم کے ملے جلے اثرات تھے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے وہ مجھے تمام دُنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ پس جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی تو قوم میں سے ایک شخص نے کہا آپ علیہ السلام کو مبارک باد ہو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کر دیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے؟ پس ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد والی آیت نازل فرمائی۔ "لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنات تجری من تحتھا الانھار" آیت کے ختم تک۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ① لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ وَ یَہۡدِیَکَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ② وَّ یَنۡصُرَکَ اللّٰہُ نَصۡرًا عَزِیۡزًا ③ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِیۡمَانًا مَّعَ اِیۡمَانِہِمۡ ؕ وَ لِلّٰہِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ④ لِّیُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا وَ یُکَفِّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ ؕ وَ کَانَ ذٰلِکَ عِنۡدَ اللّٰہِ فَوۡزًا عَظِیۡمًا ⑤ وَّ یُعَذِّبَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَ الۡمُنٰفِقٰتِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ وَ الۡمُشۡرِکٰتِ الظَّآنِّیۡنَ بِاللّٰہِ ظَنَّ السَّوۡءِ ؕ عَلَیۡہِمۡ دَآئِرَۃُ السَّوۡءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ وَ لَعَنَہُمۡ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ جَہَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ⑥

ترجمہ بے شک ہم نے آپ کو (صلح حدیبیہ سے) ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی (ظاہری) خطائیں معاف فرمادے اور آپ پر اللہ تعالیٰ اپنے احسانات کی (اور زیادہ) تکمیل کردے اور آپ کو سیدھے رستہ پر لے چلے اور آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا۔ تا کہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو اور آسمان وزمین کا سب لشکر اللہ ہی کا لشکر ہے اور اللہ تعالیٰ (مصلحتوں کا) بڑا جاننے والا حکمت والا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ (اس اطاعت کی بدولت مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ کو یہ رہیں گے اور تا کہ (اطاعت ہی کی بدولت) ان کے گناہ دور کردے اور یہ (جو کچھ مذکور ہوا) اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے اور تا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو کہ اللہ کے ساتھ برے برے گمان رکھتے ہیں دنیا میں ان پر برا وقت پڑنے والا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوگا اور ان کو رحمت سے دور کردے گا اور ان کے لئے اس نے دوزخ تیار کررکھی ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا کی تفسیر

تفسیر ① "انا فتحنا لک فتحا مبینا" اس فتح کی تعیین میں اختلاف ہوا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ فتح مکہ ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں فتح خیبر ہے اور اکثر حضرات اس بات پر ہیں کہ صلح حدیبیہ ہے اور فتح کا معنی بند اور پیچیدہ چیز کا کھلنا اور مشرکین کے ساتھ حدیبیہ کی صلح مشکل تھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھول دیا۔ قتادہ رحمہ اللہ نے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ صلح حدیبیہ ہے۔ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو حالانکہ فتح مکہ تو فتح ہے ہی، ہم تو حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح شمار کرتے تھے، ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو تھے اور حدیبیہ ایک کنواں ہے ہم نے اس کو کھینچا تو اس میں ایک قطرہ بھی پانی کا نہ تھا۔ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ علیہ السلام اس کے پاس آئے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ گئے، پھر پانی کا ایک برتن منگوایا، پھر وضو کیا، پھر کلی کی اور دُعا کی، پھر اس کو اس کنویں میں ڈال دیا، پھر ہم نے اس کو تھوڑی دیر چھوڑا، پھر اس نے جو ہم نے چاہا ہمارے برتن وغیرہ بھر دیئے اور شعبی رحمہ اللہ باری تعالیٰ کے قول "انا فتحنا لک فتحا مبینا" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ فتح حدیبیہ ہے اور انہوں نے خیبر کی کھجوریں کھائیں اور ہدی اپنی جگہ تک پہنچ گئی اور روم فارس پر غالب آ گئے تو مؤمنین اہل کتاب کے مجوسیوں پر غالب آنے سے خوش ہوئے۔

زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ سے بڑی کوئی فتح نہ تھی کیونکہ مشرکین مسلمانوں کے ساتھ مل جل گئے، ان کی بات سنتے تو اسلام ان کے دلوں میں جگہ بنا گیا۔ تین سالوں میں بہت زیادہ لوگ اسلام لے آئے اور اسلام کا لشکر بڑھ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا قول "انا فتحنا لک فتحا مبینا" یعنی ہم نے آپ علیہ السلام کے لیے یہ واضح فیصلہ کر دیا اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "انا فتحنا لک فتحا مبینا" بغیر قتال کے اور صلح فتح مبین میں سے ہے۔ کہا گیا ہے کہ لام باری تعالیٰ کے قول "لیغفر" میں لام کے ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے آپ کو فتح مبین دی تا کہ آپ علیہ السلام کے لیے مغفرت کے ساتھ مکمل نعمت فتح کی صورت میں جمع ہو جائے اور حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ باری تعالیٰ کے قول "واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات" کی طرف لوٹایا گیا ہے۔

❷ **"لیغفر لک اللّٰہ ما تقدّم من ذنبک وما تاخّر.... ولیدخل المؤمنین والمؤمنات جنات. الآیۃ"**

محمد بن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے قول "اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح ورأیت النّاس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا. فسبّح بحمد ربّک واستغفرہ" کی طرف لوٹ رہی ہے۔ "ماتقدّم من ذنبک" جاہلیت میں رسالت سے پہلے اور "وما تاخرّ" اس سورت کے نزول کے وقت تک اور کہا گیا ہے کہ "وما تاخر" ان میں سے جو آگے ہوں گے اور یہ ان لوگوں کے طریقہ پر جو انبیاء علیہم السلام سے صغائر کے صادر ہونے کو ممکن قرار دیتے ہیں اور سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ماتقدّم" جو جاہلیت میں عمل کیے اور "ما تاخر" ہر وہ چیز جو ابھی عمل میں نہیں آئی اور اس کی مثل کلام تاکید کے لیے ذکر کی جاتی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "اعطی من راہ ولم یرہ" کہ جس کو دیکھا اس کو بھی دیا اور جس کو نہیں دیکھا اس کو بھی دیا اور "ضرب من لقیہ ومن لم یلقہ" جس کو ملا اس کو بھی مارا اور جس کو نہیں ملا اس کو بھی۔ عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ما تقدم من ذنبک" یعنی آپ کے والدین آدم وحوا علیہما السلام کی لغزش آپ علیہ السلام کی برکت سے "وما تاخر" آپ علیہ السلام کی اُمت کے گناہ آپ علیہ السلام کی دُعا کے ذریعہ سے۔ "ویتم نعمتہ علیک" نبوت اور حکمت کے ذریعے۔ "ویھدیک صراطا مستقیما" یعنی آپ علیہ السلام کو اس پر ثابت قدم رکھیں گے اور معنی یہ ہے کہ تا کہ آپ

علیہ السلام کے لیے فتح کے ساتھ نعمت کا مکمل ہونا مغفرت کے ساتھ اور صراط مستقیم یعنی اسلام کی طرف ہدایت پر جمع ہو جائیں اور کہا گیا ہے کہ "ویھدیک" یعنی "یھدی ھدی" آپ کے ذریعے ہدایت دے گا۔

③ "وینصرک اللہ نصراً عزیزا" غالب اور کہا گیا ہے عزت والی۔

④ "ھوالذی انزل السکینۃ" اطمینان ووقار۔ "فی قلوب المؤمنین" تا کہ ان کے دل پریشان نہ ہوں۔ اس سے جوان پر مصائب آئیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں سکینہ کا لفظ ہے اس سے اطمینان مراد ہے سوائے اس کے جو سورۃ البقرہ میں ہے۔ "لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لا الہ الا اللہ کی شہادت کے ساتھ بھیجا۔ پس جب انہوں نے اس کی تصدیق کر لی تو ان کو نماز کا حکم زائد کیا۔ پھر زکوٰۃ پھر روزے پھر حج پھر جہاد۔ حتیٰ کہ ان کے لیے ان کے دین کو مکمل کر دیا۔ پس جب بھی کسی چیز کا حکم دیئے جاتے تو وہ اس کی تصدیق کرتے تو ان کی تصدیق میں تصدیق زیادہ ہوتی اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے یقین کے ساتھ یقین کو زیادہ کیا۔

کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیبیہ کے بارے میں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کو حق کے ساتھ سچ کر دیا۔ "وللہ جنود السموات والارض و کان اللہ علیما حکیما"

⑤ "لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ویکفر عنھم سیئاتھم وکان ذلک عنداللہ فوزا عظیما" اور تحقیق ہم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ جب آیت "لیغفرلک اللہ" نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا آپ علیہ السلام کے لیے مبارک ہو۔ پس ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا تو آیت نازل ہوئی "لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنات"

⑥ "ویعذب المنافقین والمنافقات والمشرکین و المشرکات" اس سے مدینہ میں منافقین اور مکہ میں مشرکین مراد ہیں۔

"الظانین باللہ ظن السوء" کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کی مدد نہ کی جائے گی۔ "علیھم دائرۃ السوء" عذاب اور ہلاکت کے ساتھ۔ "وغضب اللہ علیھم ولعنھم واعدلھم جھنم وساءت مصیرا"

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ⑦ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ⑧ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ⑨ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ⑩

(ترجمہ) اور آسمان وزمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے ہم نے آپ کو گواہی دینے

والا اور (مسلمانوں کو) بشارت دینے والا اور کافروں کو ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے تا کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے دین کی مدد کرو اس کی تعظیم کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح میں لگے رہو جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ (واقع میں) اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے پھر (بعد بیعت کے) جو شخص عہد توڑے گا سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر (بیعت میں) خدا سے عہد کیا ہے تو عنقریب خدا اس پر بڑا اجر دے گا۔

تفسیر ⑦ "وللّٰہ جنود السموات والارض وکان اللہ عزیزا حکیما

⑧ انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا.

⑨ لتؤمنوا باللّٰہ ورسولہ وتعزروہ" یعنی تم اس کی مدد و نصرت کرو۔ "**وتوقروہ**" تم اس کی تعظیم کرو۔ یہ تمام ضمیریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ رہی ہیں اور یہاں وقف ہے۔ "**وتسبحوہ**" یعنی تم اللہ کی تسبیح کرو۔ مراد ہے کہ اس کے لیے نماز پڑھو۔ "**بکرۃ و اصیلا**" صبح اور شام کو۔ ابن کثیر اور ابو عمرو رحمہما اللہ نے "**ولیؤمنوا ویعزروہ، ویوقروہ، ویسبحوہ**" یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ ان سب میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "**فی قلوب المؤمنین**" کی وجہ سے اور دیگر حضرات نے ان سب میں تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

واقعہ حدیبیہ اور بیعت رضوان

⑩ "**ان الذین یبایعونک**" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) حدیبیہ میں کہ وہ فرار نہ ہوں گے۔ "**انما یبایعون اللّٰہ**" اس لیے کہ انہوں نے اپنا آپ اللہ تعالیٰ کو جنت کے بدلہ میں بیچ دیا تھا۔ یزید بن ابو عبید فرماتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ لوگوں نے کس چیز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی حدیبیہ کے دن؟ تو انہوں نے فرمایا موت پر۔ معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اے مخاطب! تو مجھے درخت والے دن دیکھتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے بیعت کر رہے تھے اور اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے اُٹھا رہا تھا اور ہم چودہ سو افراد تھے۔ فرمایا ہم نے آپ علیہ السلام سے موت پر بیعت نہیں کی تھی لیکن ہم نے آپ علیہ السلام سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ ہم بھاگیں گے نہیں۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ دونوں حدیثوں کا معنی صحیح ہے۔ ایک جماعت نے آپ علیہ السلام سے موت پر بیعت کی۔ یعنی ہم آپ علیہ السلام کے سامنے مرتے رہیں گے پیچھے نہ ہٹیں گے جب تک ہم قتل نہ کر دیے جائیں اور دوسرے حضرات نے بیعت کی کہ ہم بھاگیں گے نہیں۔ "**یداللّٰہ فوق ایدیھم**" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان سے خیر کا وعدہ کیا اس کے پورا کرنے کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑتے تھے اور آپ علیہ السلام سے بیعت کرتے تھے اور اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہوتا تھا بیعت میں۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ان پر ہدایت کی نعمت اس

سے اوپر ہے جو انہوں نے بیعت کا عمل کیا۔ "فمن نکث" بیعت کو توڑ دیا۔ "فانما ینکث علی نفسہ" اس پر اس کا وبال ہے۔ "ومن اوفی بما عاھد علیہ اللّٰہ" بیعت پر ثابت قدم رہا۔

"فسیؤتیہ" اہل عراق نے "فسیؤتیہ" یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ "اجراً عظیما" اور وہ جنت ہے۔

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْلَنَا. يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ط قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ط بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ⑪ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ⑫ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ⑬ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑭ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ط قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ط بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑮

ترجمہ: جو (دیہاتی حدیبیہ سے) پیچھے رہ گئے وہ عنقریب آپ سے (بات بنا کر) کہیں گے کہ ہم کو ہمارے مال اور عیال نے فرصت نہ لینے دی سو ہمارے لئے (اس کوتاہی کی) معافی کی دعا کر دیجئے یہ لوگ اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں آپ کہہ دیجئے کہ سو وہ کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا (کچھ بھی) اختیار رکھتا ہو اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان یا کوئی نفع پہنچانا چاہے بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال پر مطلع ہے بلکہ (اصل وجہ یہ ہے کہ) تم نے یوں سمجھا کہ رسول اور (ہمراہی) مومنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آویں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوتی تھی اور تم نے برے برے گمان کئے اور تم برباد ہونے والے لوگ ہو گئے اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاوے گا سو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور تمام آسمان و زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے وہ جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے سزا دے اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم (خیبر کی) غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ (خیبر کو) چلیں وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو (جو خیبر کے متعلق ہوا ہے) بدل ڈالیں آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے خدا تعالیٰ نے پہلے ہی یوں فرما دیا ہے تو وہ لوگ کہیں گے کہ بلکہ تم لوگ حسد کرتے ہو بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں۔

تفسیر ⑪ "سیقول لک المخلفون من الاعراب" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی بنو غفار، مزینہ، جہینہ، اشجع اور اسلم کے بدو لوگ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حدیبیہ کے سال مکہ کی طرف عمرہ کے ارادہ سے جانے کا ارادہ کیا تو مدینہ کے اِردگرد بدو اور دیہاتی لوگوں سے بھی کوچ کا مطالبہ کیا تا کہ وہ آپ علیہ السلام کے ساتھ نکلیں قریش سے بچاؤ کے لیے کہ وہ کہیں جنگ کا ارادہ نہ کرلیں یا آپ علیہ السلام کو بیت اللہ سے روک دیں تو آپ علیہ السلام نے عمرہ کا احرام باندھا اور اپنے ساتھ ہدی کو ہانکا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ علیہ السلام جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے تو اس سفر سے بہت سے بدو لوگ بوجھل ہو گئے اور پیچھے رہ گئے اور مصروفیات کے عذر بیان کیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں آیت نازل کی "سیقول لک المخلفون من الاعراب" یعنی وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی صحبت سے پیچھے کر دیا۔

پس جب آپ علیہ السلام اپنے سفر سے ان کی طرف لوٹیں گے تو آپ علیہ السلام ان کو پیچھے رہ جانے پر عتاب کریں گے۔ "شغلتنا اموالنا واھلونا" یعنی عورتوں اور اولاد نے یعنی ہمارے لیے کوئی ایسا شخص نہ تھا جو پیچھے ان کے پاس رہتا۔ "فاستغفر لنا" کہ ہم آپ علیہ السلام سے پیچھے رہ گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی ان کے عذر بیان کرنے میں۔ پس فرمایا "یقولون بالسنتھم مالیس فی قلوبھم" استغفار کے معاملہ سے کیوں کہ ان کو پرواہ نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں۔

"قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا ان اراد بکم ضرًا" بُرا۔ "اواراد بکم نفعا" حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "ضرًا" ضاد کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے اس کے زبر کے ساتھ۔ اس لیے کہ اس کے مقابلہ میں نفع کا ذکر ہے اور نفع "ضَرّ" کی ضد ہے۔ یہ اس وجہ سے کہا کہ ان کا گمان تھا کہ ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جانا ان سے نقصان کو دور کردے گا اور ان کے لیے جلدی نفع لائے گا ان کے نفس اور اموال کی سلامتی کا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر دی کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں اس میں سے کسی چیز کا ارادہ کرتے تو کوئی اس کے دور کرنے پر قادر نہیں ہے۔ "بل کان اللہ بما تعملون خبیرا"

⑫ "بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمؤمنون الی اھلیھم ابدا" یعنی تم نے گمان کیا کہ دشمن ان کا قلع قمع کردیں گے۔ پس وہ نہ لوٹیں گے۔ "وزین ذلک فی قلوبکم" شیطان نے یہ گمان تمہارے دلوں میں مزین کردیا۔ "وظننتم ظن السوء" کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی سَر کا کھانا ہیں پس وہ نہ لوٹیں گے۔ پس تم ان کے ساتھ کہاں جارہے ہو؟ تم انتظار کرو اس کا جوان کا معاملہ ہوگا۔ "وکنتم قوما بورا" ہلاک، خیر کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

(⑬ "ومن لم یؤمن باللہ ورسولہ فانا اعتدنا للکافرین سعیرا۔

⑭ وللہ ملک السموات والارض یغفر لمن یشآء ویعذب من یشآء وکان اللہ غفورا رحیما"

⑮ "سیقول المخلفون" یعنی یہ لوگ جو حدیبیہ سے پیچھے رہ گئے۔ "اذا انطلقتم" اے مؤمنو! تم چلے گئے۔ "الی مغانم

لتاخذوھا" یعنی خیبر کی غنیمتیں۔ "ذرونا نتبعکم" خیبر کی طرف ہم تمہارے ساتھ خیبر والوں کے قتال میں حاضر ہوں گے۔ یہ اس وجہ سے کہا کہ جب مسلمان حدیبیہ سے لوٹے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے خیبر کی فتح کا وعدہ کیا اور اس کی غنیمتیں خاص ان کے لیے مقرر کیں جو حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے یہ غنیمت اہل مکہ کی غنیمت کا عوض تھی کیونکہ وہاں سے مسلمان صلح کر آئے تھے اور کچھ غنیمت نہ ملی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یریدون ان یبدلوا کلام اللّٰہ"

حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "کلم اللّٰہ" بغیر الف کے کلمہ کی جمع پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے "کلام اللّٰہ" پڑھا ہے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ اہل حدیبیہ سے جو خیبر کی غنیمت صرف ان کو دینے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اس کو تبدیل کر دیں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ ان میں سے کوئی نہ جائے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "فاستاذنوک للخروج فقل لن تخرجوا معی ابدا" ہے اور پہلا قول زیادہ درست ہے اور اس پر اکثر اہل تاویل ہیں۔ "قل لن تتبعونا" خیبر کی طرف۔ "کذالکم قال اللّٰہ من قبل" یعنی ہمارے تمہاری طرف لوٹنے سے پہلے کہ خیبر کی غنیمت اس کیلئے ہے جو حدیبیہ میں حاضر ہوا، ان کے علاوہ کے لیے اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

"فسیقولون بل تحسدوننا" یعنی تمہیں حسد روکتا ہے اس سے کہ ہم تمہارے ساتھ غنیمت حاصل کریں۔ "بل کانوا لایفقھون" وہ اللہ کی طرف سے یہ نہیں جانتے کہ دین میں ان کے لیے کیا فوائد اور ان پر کیا ذمہ داریاں ہیں۔ "الّا قلیلا" ان میں سے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ⑯ لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِیْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِیْمًا ⑰ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ⑱

(ترجمہ) آپ پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں سے لڑنے کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع (اسلام) ہو جائیں سو اس وقت اگر تم اطاعت کرو گے تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک عوض (یعنی جنت) دے گا اور اگر تم (اس وقت) بھی روگردانی کرو گے جیسا کہ اس کے قبل (حدیبیہ وغیرہ) میں روگردانی کر چکے ہو تو وہ دردناک عذاب کی سزا دے گا نہ اندھے پر کوئی

گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور کلیہ یہ ہے کہ) جو شخص اللہ ورسول کا کہنا مانے گا اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو شخص (حکم سے) روگردانی کرے گا اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا۔ بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت (سمرہ) کے نیچے بیعت کررہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا اور اس وقت) اللہ تعالیٰ نے ان (کے قلب) میں اطمینان پیدا کردیا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح بھی دیدی۔

اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ سے کون لوگ مراد ہیں

تفسیر ⑯ "قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، مجاہد اور عطاء رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اہل فارس ہیں اور کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل روم ہیں اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل فارس وروم ہیں۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہوازن وثقیف ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہوازن وغطفان ہیں حنین کے دن۔ زہری، مقاتل رحمہما اللہ اور ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ اہل یمامہ میں سے بنوحنیفہ ہیں جو مسیلمہ کذاب کے ساتھی تھے۔

رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ آیت پڑھتے تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنوحنیفہ کے قتال کی طرف دعوت دی تو ہم نے جان لیا کہ یہ وہی لوگ ہیں۔ ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو فارس کے قتال کی طرف دعوت دی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کی تاویل ابھی تک نہیں آئی۔ "تقاتلونھم او یسلمون فان تطیعوا یؤتکم اللہ اجراً حسنا" یعنی جنت "وان تتولوا" تم اعراض کرو۔ "کما تولیتم من قبل" حدیبیہ کے سال "یعذبکم عذاب الیما" اور وہ آگ ہے۔ پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو اپاہج لوگ کہنے لگے یارسول اللہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟

⑰ تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ "لیس علی الاعمیٰ حرج" یعنی جہاد سے پیچھے رہ جانے میں۔ "ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنات تجری من تحتھا الانھار ومن یتول یعذبہ عذابا الیما"

درخت کے نیچے بیعت کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد

⑱ "لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک" حدیبیہ میں اس بات پر کہ وہ قریش سے قتال کریں گے اور بھاگیں گے نہیں۔ "تحت الشجرۃ" اور یہ ببول کا درخت تھا۔ سعید ابن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا ہے یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ فرماتے ہیں پس جب ہم آئندہ سال نکلے تو ہم اس کو بھول گئے، پس ہم اس پر قادر نہ ہوسکے اور روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ

عنہ درخت کے ختم ہونے کے بعد وہاں سے گزرے تو فرمایا کہاں تھا؟ تو بعض کہنے لگے یہاں تھا اور بعض کہنے لگے وہاں تھا۔ پس جب ان کا اختلاف زیادہ ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم چلو درخت جا چکا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیبیہ کے دن کہا تم تمام زمین والوں میں سے بہتر ہو اور ہم چودہ سو تھے اور اگر میں آج دیکھ سکتا ہوں تو تمہیں اس درخت کی جگہ دکھاتا۔ ابوالزبیر نے خبر دی ہے کہ انہوں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا کہ ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ وہ حدیبیہ کے دن کتنے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا چودہ سو (۱۴۰۰) تو ہم نے آپ علیہ السلام کی بیعت کی اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ علیہ السلام کے ہاتھ کو درخت کے نیچے پکڑے ہوئے تھے اور وہ ببول کا درخت تھا۔ پس ہم سب نے آپ علیہ السلام سے بیعت کی سوائے جد بن قیس انصاری کے کہ وہ اپنے اونٹ کے پیٹ کے نیچے چھپ گیا۔ سالم نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم پندرہ سو (۱۵۰۰) تھے اور عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ درخت والے تیرہ سو (۱۳۰۰) افراد تھے۔

اور اس بیعت کا سبب جو محمد بن اسحاق نے اہل علم سے ذکر کیا ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حدیبیہ پر پڑاؤ ڈالا تو فراش بن اُمیہ خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان کو قریش کی طرف بھیجا اور اپنے ایک اونٹ پر سوار کیا جس کو ثعلب کہا جاتا تھا تاکہ وہ قریش کے معززین کو بتائیں کہ آپ علیہ السلام کس مقصد کے لیے آئے ہیں تو ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کی ٹانگیں کاٹ دیں اور فراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا ارادہ کیا تو مختلف قبیلوں کے لوگوں نے ان کو اس کام سے روکا تو انہوں نے فراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا تاکہ ان کو مکہ کی طرف بھیجیں تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے قریش سے اپنی جان پر خوف ہے اور بنو عدی بن کعب میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو ان کو مجھ سے روکے اور تحقیق قریش میری ان سے دشمنی اور میری ان کے بارے میں سختی کو خوب جانتے ہیں لیکن میں آپ علیہ السلام کی ایسے شخص پر رہنمائی کرتا ہوں جو قریش کے یہاں مجھ سے زیادہ معزز ہیں وہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان کو ابوسفیان اور معززین قریش کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کو بتائیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی کے لیے نہیں آئے۔ آپ علیہ السلام تو صرف اس بیت اللہ کی زیارت اور اس کی حرمت کی تعظیم کرنے آئے ہیں۔

تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کی طرف گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی ملاقات مکہ میں داخل ہوتے ہی ابان بن سعید بن عاص سے ہو گئی یا مکہ میں داخل ہونے سے پہلے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سواری سے اُتر آئے اور اس کو اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ پھر اس کو اپنا ردیف بنایا اور اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پناہ دی حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو پہنچا دیا تو جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا کہ فارغ ہوئے تو ابوسفیان اور دیگر معززین قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا اگر آپ چاہیں تو بیت اللہ کا طواف کر لیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب

دیا میں ایسا نہ کروں گا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا طواف کرلیں تو قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس روک لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل کردیئے گئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم یہاں سے نہیں ہٹیں گے جب تک اس قوم سے مقابلہ نہ کرلیں اور لوگوں کو بیعت کی طرف بلایا۔

پس بیعت رضوان درخت کے نیچے ہوئی اور لوگ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے موت پر بیعت کی۔

بکیر بن اشجع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ اس پر بیعت کرو کہ جتنی تم طاقت رکھو گے۔ جابر بن عبداللہ اور معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت نہیں کی لیکن ہم نے یہ بیعت کی تھی کہ ہم نہیں بھاگیں گے۔

پہلا شخص جس نے بیعت رضوان کی وہ بنی اسد کا ایک شخص تھا جس کو ابوسنان بن وہب کہا جاتا تھا اور حاضرین میں سے کوئی اس بیعت سے پیچھے نہیں رہا، سوائے جد بن قیس بنو مسلمہ کا بھائی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا کہ میں اس کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی اونٹنی کے پیٹ کو چمٹا ہوا ہے اس کے ذریعے لوگوں سے چھپ رہا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خبر آئی کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو پہلے خبر آئی وہ جھوٹی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا قول "فعلم ما فی قلوبھم" صدق اور وفاء میں سے "فانزل السکینۃ" اطمینان اور رضا۔ "علیھم واثابھم فتحا قریبا" یعنی فتح خیبر۔

وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ⑲ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ⑳ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ㉑ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ㉒ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ㉓ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ ۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ㉔ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ㉕

ترجمہ: اور (اس فتح میں) بہت سی غنیمتیں بھی (دیں) جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت

والا ہے اللہ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے سو سر دست تم کو یہ دے دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تا کہ یہ (واقعہ اہل ایمان کے لئے ایک نمونہ ہو جائے اور تا کہ تم کو (ہر امر میں) ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے اور ایک فتح اور بھی (ہونے والی) ہے جو (اس وقت تک) تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطہ (قدرت) میں لیے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا اور نہ مددگار اللہ تعالیٰ نے کفار کے لئے) یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور آپ خدا کے دستور میں (کسی شخص کی طرف) سے ردو بدل نہ پائیں گے اور وہ ایسا ہے کہ اس نے ان کے ہاتھ تم سے (یعنی تمہارے قتل سے) اور تمہارے ہاتھ ان (کے قتل) سے عین مکہ (کے قرب) میں روک دیئے بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو (اس وقت) دیکھ رہا تھا وہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے (خدا کے ساتھ) کفر کیا اور تم کو (عمرہ پورا کرنے میں) مسجد حرام سے روکا اور (نیز) قربانی کے جانور کو جو (حدیبیہ میں) رکا ہوا رہ گیا اس کے موقع (خاص) میں پہنچنے سے روکا اور اگر (مکہ میں اس وقت) بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا تو بھی سب قصہ طے کر دیا جاتا لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے اگر یہ مظلوم مسلمان مکہ سے کہیں) ٹل گئے ہوتے تو ان میں جو کافر تھے ہم ان کو دردناک سزا دیتے۔

تفسیر ⑲ "ومغانم کثیرۃ یاخذونھا" یہود خیبر کے اموال سے اور خیبر زمینوں اور اموال والا علاقہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا۔ "وکان اللہ عزیزا حکیما"

⑳ "وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا" اور یہ وہ فتوحات ہیں جو ان کو قیامت کے دن تک دی جائیں گی۔ "فعجل لکم ھذہ" یعنی خیبر۔ "وکف ایدی النّاس عنکم" اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارادہ کیا اور خیبر والوں کا محاصرہ کیا تو بنو اسد اور غطفان کے قبائل نے ارادہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے عیال اور اولاد پر مدینہ میں غارت گری کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال کر ان کے ہاتھوں کو روک دیا اور کہا گیا ہے کہ "کفّ ایدی النّاس عنکم" یعنی اہل مکہ کے ہاتھوں کو صلح کے ذریعے روک دیا۔ "ولتکون" ان کو روکنا اور تمہاری سلامتی "آیۃ للمؤمنین" آپ کی سچائی پر اور وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کی موجودگی اور عدم موجودگی ان کی حفاظت و چوکیداری کا متولی ہے۔ "ویھدیکم صراط مستقیما" تمہیں اسلام پر ثابت قدم رکھے اور تمہیں صلح حدیبیہ اور فتح خیبر کی وجہ سے بصیرت اور یقین زیادہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ سے لوٹے تو ذی الحجہ کے بقیہ ایام اور محرم کا کچھ حصہ مدینہ میں قیام کیا۔ پھر محرم کے اخیر حصہ میں ۷ ہجری میں خیبر کی طرف نکلے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ساتھ کسی قوم سے جہاد کرتے تو ان پر صبح تک حملہ نہ کرتے تھے اور ان کی طرف دیکھتے تھے۔ پس اگر اذان سنتے تو ان سے رُک جاتے اور اگر

اذان نہ سنتے تو ان پر حملہ کر دیتے۔ فرماتے ہیں پھر ہم خیبر کی طرف نکلے تو ہم رات کو ان کے پاس پہنچے۔ پھر جب صبح ہوئی اور آپ علیہ السلام نے اذان نہیں سنی تو سوار ہوئے اور میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سوار ہوا اور بے شک میرے پاؤں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو چھو رہے تھے۔ فرماتے ہیں پس وہ خیبر والے ہماری طرف اپنے اوزار وغیرہ لے کر نکلے جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگے محمد اللہ کی قسم! محمد اور خمیس (لشکر) تو انہوں نے قلعہ میں پناہ حاصل کی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو کہا اللہ اکبر! اللہ اکبر! خیبر برباد ہوگیا۔ بے شک ہم جب کسی قوم کے صحن میں اُترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی بری صبح ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خیبر کے قلعہ کی فتح کی پیش گوئی

ایاس بن سلمہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بیان کیا کہ ہم خیبر کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو میرے چچا عامر رجزیہ اشعار پڑھنے لگے: ''اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ حاصل کر سکتے اور نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے اور ہم تیرے فضل سے مستغنی نہیں ہیں۔ پس تو ہمارے قدم جمانا، اگر ہماری دشمن سے مڈبھیڑ ہو اور ہم پر سکینہ کو نازل فرما، بے شک پہلے لوگوں نے ہم پر ظلم کیا۔''

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں عامر، آپ علیہ السلام نے فرمایا تیرا رب تیری مغفرت کرے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی خاص کسی انسان کے لیے استغفار کیا ہے تو وہ شہید ہوا ہے۔ فرماتے ہیں پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دی اس وقت وہ اپنے اونٹ پر تھے۔ اے اللہ کے نبی آپ نے ہمیں عامر کے ساتھ نفع کیوں نہیں دیا؟ فرماتے ہیں پھر جب ہم خیبر پہنچے تو ان کا بادشاہ مرحب اپنی تلوار سونتے نکلا اور وہ یہ کہہ رہا تھا: ''خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیاروں سے لیس بہادر جنگجو، جب جنگ سامنے آئے اور شعلے مارے۔''

فرماتے ہیں کہ اس کے سامنے میرے چچا عامر ظاہر ہوئے اور کہا ''تحقیق خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں، ہتھیاروں سے لیس بہادر موت کی پرواہ نہ کرنے والا۔'' فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے تلوار چلائی تو مرحب کی تلوار عامر کی ڈھال میں گھس گئی اور عامر نیچے گرے تو ان کی اپنی تلوار لوٹ کر ان کو لگی اور ان کی رگ اکحل کاٹ ڈالی۔ سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نکلا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کہہ رہے تھے کہ عامر رضی اللہ عنہ کا عمل باطل ہوگیا، انہوں نے خود کو قتل کر لیا۔ فرماتے ہیں کہ میں روتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا یا رسول اللہ! عامر رضی اللہ عنہ کا عمل باطل ہوگیا، انہوں نے خودکشی کی ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ کس نے کہا ہے؟ میں نے عرض کیا آپ علیہ السلام کے صحابہ میں سے چند لوگوں نے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یہ کہا ہے اس نے جھوٹ کہا بلکہ اس کے لیے اس کا اجر دو مرتبہ ہے۔ پھر مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا، ان کی آنکھ میں تکلیف تھی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص کو

دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں پھر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا تو میں ان کو راستہ دکھاتا ہوا لایا کیونکہ ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی حتیٰ کہ میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا تو آپ علیہ السلام نے لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا، وہ فوراً تندرست ہو گئے اور ان کو جھنڈا دیا اور مرحب نکلا اور کہا:

''خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیاروں سے لیس بہادر تجربہ کار، جب جنگیں سامنے آئیں شعلے مارتی ہوئی۔'' تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''میں وہ شخص ہوں میرا نام میری ماں نے حیدر رکھا، جنگل کے شیر کی طرح رعب دار، میں تم لوگوں کو تلوار کے ساتھ بہت زیادہ قتل کروں گا۔'' فرماتے ہیں پھر مرحب کے سر پر تلوار ماری اور اس کو قتل کر دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔

خیبر کی حدیث سہل بن سعد، انس اور ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی روایت کی ہے۔ اس سے کچھ باتیں زائد ہیں اور کچھ کم اور اس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سر میں درد ہوا جس کی وجہ سے آپ علیہ السلام لوگوں کی طرف نہ نکل سکے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لیا، پھر کھڑے ہوئے اور زوردار لڑائی کی، پھر لوٹ آئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا اٹھایا اور پہلے سے بھی زیادہ شدید لڑائی کی۔ پھر لوٹ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ کو اس کی خبر دی گئی تو فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح دیں گے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا اور جھنڈا ان کو دے دیا اور ان کو فرمایا تو چل اور واپس نہ متوجہ ہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کو فتح دے دیں۔ پس وہ خیبر شہر آئے، پس مرحب نکلا جو قلعہ کا مالک تھا اور اس کے سر پر خود تھا وہ اشعار کہتا آیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقابلہ کے لیے سامنے آئے تو اس کو تلوار ماری جس نے اس کا مضبوط خود چیر دیا اور سر کو چیرتے ہوئے داڑھوں تک پہنچ گئی۔

پھر مرحب کے بعد اس کا بھائی یاسر نکلا شعر پڑھتا ہوا تو اس کے مقابلہ کے لیے زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے تو ان کی والدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کہنے لگیں یا رسول اللہ کیا میرا بیٹا قتل کر دیا جائے گا؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا نہیں بلکہ تیرا بیٹا ان شاء اللہ اس کو قتل کر دے گا۔ پھر ان کی مڈبھیڑ ہوئی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قلعے فتح کرتے رہے اور جنگجو لوگوں کو قتل کرتے رہے اور ان کی اولاد کو قید کرتے اور مال سمیٹتے رہے۔

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خیبر کا پہلا قلعہ جو فتح کیا گیا حصن ناعم ہے اس کے پاس محمود بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل کیے گئے، یہود نے ان پر پتھر پھینکا تھا جس کی وجہ سے ان کو قتل کر دیا۔ پھر قموص ابن ابی الحقیق کا قلعہ فتح کیا گیا، وہاں سے لونڈیاں ملیں۔ ان میں سے صفیہ بنت حیی بن اخطب بھی تھیں۔ حضرت بلال ان کو اور ایک دوسری عورت کو لے کر آئے تو ان دونوں کے ساتھ یہود کے مقتولین پر گزر ہوا تو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ والی عورت نے جب ان کی

لاشیں دیکھیں تو چیخنے اور چہرے پر تھپڑ مارنے لگی اور اپنے سر پر مٹی ڈالی۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا اس شیطانہ کو مجھ سے دور کرو اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں حکم دیا تو ان کو آپ علیہ السلام کے پیچھے جگہ دی گئی اور ان پر چادر ڈالی گئی تو مسلمانوں نے پہچان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لیے چن لیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس یہودیہ کا یہ حال دیکھا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اے بلال! کیا تجھ سے رحمت چھین لی گئی ہے تو دو عورتوں کے ساتھ ان کے مقتول مردوں پر گزر رہا تھا۔ حضرت صفیہ کنانہ ربیع بن ابی الحقیق کی دلہن تھیں، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ چاند ان کی گود میں آ گیا ہے تو اپنا خواب اپنے خاوند کو سنایا تو اس نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو حجاز کے بادشاہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کرتی ہے۔ پھر ان کے چہرے پر ایسا زوردار تھپڑ مارا کہ اس سے ان کی آنکھ سبز ہو گئی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے تو اس کا اثر باقی تھا تو آپ علیہ السلام نے پوچھا یہ کیا ہوا تو انہوں نے وہ واقعہ سنا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کا خاوند کنانہ بن ربیع لایا گیا، اس کے پاس بنونضر کا خزانہ تھا۔

آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا تو اس نے انکار کر دیا کہ مجھے اس کی جگہ کا علم نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود کا ایک شخص لایا گیا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ میں نے کنانہ کو دیکھا ہے کہ یہ کھنڈر کا روزانہ چکر لگاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنانہ کو فرمایا کہ اگر ہم نے اس کو تیرے پاس پایا تو ہم تجھے قتل کر دیں گے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھنڈر کو کھودنے کا حکم دیا تو اس سے ان کا کچھ خزانہ مل گیا۔ پھر اس سے باقی کے بارے میں پوچھا تو اس نے دینے سے انکار کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اس کو تکلیف دیں تاکہ جو اس کے پاس ہے یہ وہ بتا دے تو زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے سینہ پر گھونسے مارتے رہے حتیٰ کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو محمد بن مسلم کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے اپنے بھائی محمود بن مسلم کے بدلہ اس کی گردن مار دی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کیا تو ہم نے اس کے پاس صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار ہوئے، میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ردیف بن گیا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی گلیوں میں سواری چلاتے رہے اور میرے گھٹنے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کو چھو رہے تھے۔ پھر آپ علیہ السلام کی ران سے تہبند کھسک گئی حتیٰ کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی کو دیکھا۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بستی میں داخل ہوئے تو فرمایا اللہ اکبر! خیبر برباد ہو گیا۔ بے شک ہم جب کسی قوم کے صحن میں اُترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی بری صبح ہوتی ہے۔ یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ قوم اپنے کاموں کے لیے نکلی تو وہ کہنے لگے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اسی بات کو عبدالعزیز نے کہا ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ خمیس یعنی لشکر۔ فرماتے ہیں کہ ہمیں مال غنیمت ملا اور قیدی تو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ آئے اور کہا اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے قیدیوں میں سے ایک لونڈی دیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تو جا اور ایک لونڈی لے لے تو انہوں نے صفیہ بنت حیی کو لیا تو ایک شخص آپ

علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ علیہ السلام نے دحیہ کو صفیہ بنت حیی دے دی۔ وہ قریظہ ونضیر کی سیدہ ہے وہ تو صرف آپ علیہ السلام ہی کے لیے مناسب ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا دحیہ کو اس کے ساتھ بلاؤ۔ دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو لائے تو آپ علیہ السلام نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا تو فرمایا آپ رضی اللہ عنہ اس کے علاوہ کوئی باندی لے لیں۔ فرماتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا تو اس (راوی) کو ثابت نے کہا اے ابوحمزہ رضی اللہ عنہ ان کا مہر کیا مقرر کیا؟ انہوں نے فرمایا ان کے نفس کو آزاد کر دیا۔ پھر ان سے نکاح کیا حتیٰ کہ جب آپ علیہ السلام راستہ میں تھے تو اُم سلیم نے ان کو آپ علیہ السلام کے لیے تیار کیا اور رات کو ہدیہ کیا تو صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس کوئی چیز ہو اس کو لے آئے اور چمڑے کا ایک ٹکڑا بچھایا گیا۔ پس ایک شخص کھجور لایا اور دوسرا گھی۔ راوی فرماتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے ستو کا بھی ذکر کیا۔ پھر انہوں نے حلوہ بنایا۔ پس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

صحیحین میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن اوفیٰ نے فرمایا: خیبر کے (قیام کے) زمانہ میں ہم سخت بھوک میں مبتلا ہو گئے (کھانے کی بڑی قلت تھی) خیبر کی جنگ کے دن کچھ پالتو گدھے ہمارے ہاتھ لگ گئے، ہم نے انہی کو ذبح کر کے ہانڈیاں چڑھا دیں، ہانڈیوں میں اُبال آیا ہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا دی: ''ہانڈی اُلٹ دو، گدھوں کا گوشت بالکل نہ کھاؤ''

حضرت ابن عباس راوی ہیں کہ تقسیم سے پہلے مال غنیمت کو فروخت کرنے کی اور وضع حمل سے پہلے حاملہ (لونڈی) سے صحبت کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرما دی اور فرمایا: کیا دوسرے کی کھیتی کو تم اپنے پانی سے سیراب کرو گے؟ اور پالتو گدھے کے گوشت اور ہر نوک دار دانت (یعنی کیلوں) والے جانور کے گوشت سے بھی منع فرما دیا۔ (رواہ الدارقطنی) محمد بن عمرو کا بیان ہے بیس یا تیس گدھے ذبح کیے تھے۔

شیخین نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے اور ابن سعد و ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے اور بعض دوسرے علماء نے حضرت جابر، حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت سے، نیز زہری نے بیان کیا کہ مرحب کی بھتیجی، سلام بن مشکم کی بیوی زینب نے لوگوں سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے کس عضو کا گوشت پسند ہے۔ لوگوں نے کہا دست کا۔ زینب نے پوری بکری کا گوشت زہر آلود کر کے بھون کر حضرت صفیہ کے پاس بطور ہدیہ بھیجا اور دست میں زیادہ زہر ملا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت صفیہ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت بشر بن براء بن معرور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضرت صفیہ نے بھنی ہوئی (پوری) بکری خدمت میں پیش کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا دست لے کر کچھ گوشت اس میں سے نوچا (اور منہ میں رکھ کر) گھمایا اور بشر نے ہڈی لے کر اس میں سے گوشت نوچ کر منہ میں لیا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بشر نے تو اس کو نگل لیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوک دیا۔ زہری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک ٹکڑا لیا اور حضرت بشر نے بھی ایک لقمہ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ کھینچ لو، یہ بکری مجھے اطلاع دے رہی ہے کہ وہ زہر آلود ہے۔ حضرت بشر نے کہا: قسم ہے اس کی

جس نے آپ کو عزت بخشی ہے! میں نے بھی اپنے نوالہ میں یہ بات محسوس کی تھی لیکن آپ کے سامنے میں نے کھانے کو منہ سے پھینک دینا پسند نہیں کیا۔ جب آپ نے اپنے منہ کے اندر نوالہ کو ناگوار محسوس نہیں کیا تو میں آپ کی جان سے اپنی جان کو عزیز رکھتا، میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے یہی خیال تھا کہ نوالہ میں خرابی ہونے کے باوجود آپ نے توڑا ہو، ایسا ہو نہیں سکتا۔

حضرت بشر اپنی جگہ سے اُٹھنے بھی نہ پائے کہ طیلسان (چادر سبز یا زرد) کی طرح آپ کا رنگ ہوگیا اور وفات ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہند کو بلوا کر اپنے کندھے پر پچھنے (خون بھرے سینگھ) لگوائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بچ گئے لیکن یہ دُکھ وقت وفات تک رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زہریلی بکری کا جو لقمہ خیبر کے دن میں نے کھایا تھا، اس کا اثر میں برابر محسوس کرتا رہا (اس سے ثابت ہوتا ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودن کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: کیا تو نے بکری (کے گوشت) کو زہر آلود کیا تھا؟ یہودن نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ کہنے لگی: میری قوم کی جو درگت آپ نے بنائی، آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں نے خیال کیا کہ اگر یہ شخص بادشاہ ہے تو میں اس سے نجات پا جاؤں گی اور اگر نبی ہے تو اس کو اطلاع مل جائے گی۔ (اس اقرار کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے درگزر فرمائی۔

عبدالرزاق نے مصنف میں بوساطت معمر، زہری کا قول نقل کیا ہے کہ وہ عورت مسلمان ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا۔ سلیمان تیمی نے اسی پر جزم کیا ہے اور روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ اس عورت نے کہا: اور اگر آپ جھوٹے ہیں تو میرے ذریعہ سے لوگوں کو آپ (کی فتنہ انگیزی) سے سکھ مل جائے گا۔ اب مجھ پر ظاہر ہوگیا کہ آپ سچے ہیں، میں آپ کو اور آپ کے پاس جو لوگ موجود ہیں، ان کو گواہ بناتی ہوں کہ میں آپ کے دین پر ہوں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ جب وہ مسلمان ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تعرض نہیں کیا۔

۲۱ **"واخریٰ لم تقدروا علیھا"** یعنی اللہ تعالیٰ نے تم سے دوسرے شہر کی فتح کا وعدہ جس پر تم قادر نہ تھے **"قد احاط اللہ بھا"** حتیٰ کہ اس کو تمہارے لیے فتح کیا۔ گویا کہ اس کی حفاظت کی اور اس کو تمہارے غیر سے روکے رکھا۔ حتیٰ کہ تم نے اس کو لے لیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ اس کو تمہارے لیے کھول دیں گے اور اس میں ان کا اختلاف ہوا ہے۔ پس ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ فارس و روم ہیں اور عرب فارس اور روم کے قتال پر قادر نہ تھے بلکہ وہ تو ان سے خوفزدہ تھے حتیٰ کہ وہ اس پر اسلام کے ذریعے قادر ہوگئے۔ ضحاک اور ابن زید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ خیبر مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام سے اس کا وعدہ کیا تھا اور ان کو اس کی اُمید نہ تھی اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ مکہ ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حنین ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں آج کے دن تک جو انہوں نے فتح کیے ہیں سب مراد ہیں۔ **"وکان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیرا"**

۲۲ **"ولو قاتلکم الذین کفروا"** یعنی اسد، غطفان اور اہل خیبر۔ **"لولوا الادبار"** البتہ وہ شکست کھا جائیں گے۔ **"ثم لا یجدون ولیا ولا نصیرا"**

۲۳ **"سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل"** یعنی اللہ کے طریقہ کی طرح اس کے اولیاء کی مدد کرنے اور دشمنوں کو مغلوب کرنے میں۔

آیت وَهُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَھُمْ کا شانِ نزول

㉔"**وهو الذی کف ایدیهم عنکم وایدیکم عنهم ببطن مکة من بعد ان اظفرکم علیهم وکان الله بما تعملون بصیرا**" ابوعمرو نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور ان لوگوں کی تعیین میں اختلاف ہوا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مکہ کے اسی (۸۰) لوگ جبل تنعیم سے اسلحہ سے لیس آئے۔ ان کا ارادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر حملہ کرنا تھا۔ پس انہوں نے قیدی پکڑے، پھر ان کو زندہ چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "**وهو الذی کف ایدیهم عنکم وایدیکم عنهم ببطن مکة من بعد ان اظفرکم علیهم**" عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں تھے۔ اس درخت کے نیچے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ آپ علیہ السلام کی پشت پر اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی تھی تو میں نے اس کو آپ علیہ السلام کی پیٹھ سے اُٹھالیا اور علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ علیہ السلام کے سامنے صلح نامہ لکھ رہے تھے۔ پس ہم پر تیس مرد نکلے جن پر ہتھیار تھے وہ ہمارے سامنے مٹی اُڑاتے آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی سلب کر لی تو ہم ان کی طرف کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کو پکڑ لیا تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کسی معاہدہ کے ساتھ آئے ہو یا تمہیں کسی نے امان دی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں تو آپ علیہ السلام نے ان کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام احمد، بخاری، عبد بن حمید، ابو داؤد اور نسائی رحمہم اللہ وغیرہ نے بروایت زہری بیان کیا اور محمد بن اسحاق نے بروایت زہری اور از عروہ از مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم بیان کیا کہ (حدیبیہ کو روانہ ہونے سے پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے اندر جا کر غسل کیا، پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بُنے ہوئے دو کپڑے (چادر اور لنگی) پہنے، پھر دروازے کے پاس سے ہی قصویٰ اونٹنی پر سوار ہوئے۔ حضرت اُم سلمہ کو ساتھ لیا، حضرت ام منیع، حضرت اسماء بنت عمرو اور حضرت ام عمارہ اشھلیہ رضی اللہ عنہن بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ مہاجرین، انصار اور دوسرے عرب بھی آپ کے ساتھ آ کر مل گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی وجہ سے کسی کو فتح میں شک بھی نہیں تھا۔ ان حضرات کے پاس تلواروں کے علاوہ اور اسلحہ بھی نہیں تھا اور تلواریں بھی نیاموں کے اندر تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور پہلے سے بھجوا دیئے تھے۔ یکم ذیقعدہ ۶ ہجری بروز دوشنبہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ دوپہر کو ذوالحلیفہ میں پہنچ کر ظہر کی نماز پڑھی۔ قربانی کے لیے ستر اونٹ تھے، سب کو جھولیں پہنائی گئیں اور ان میں سے چند کو قبلہ رُخ کھڑا کر کے دائیں پہلو پر زخم خود لگائے (اشعار کیا) اور باقی اونٹوں کو اشعار کرنے کا حکم ناجیہ بن جندب کو دیا اور ایک ایک جوتا (قربانی کے) ہر اونٹ کی گردن میں ڈال دیا۔ مسلمانوں نے اپنی اپنی قربانی کے اونٹوں کو اشعار کیا اور ان کی گردنوں میں ایک ایک جوتہ لٹکا دیا۔ مسلمانوں کے ساتھ دو سو گھوڑے بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشر بن

سفیان کو (قریش کی خبریں معلوم کرنے کے لیے) بطور جاسوس پہلے بھیج دیا اور عباد بن بشر کو بیس سواروں کے ساتھ بطور ہراول آگے روانہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ہراول دستہ کا کمانڈر سعد بن زید اشہلی کو مقرر کیا تھا۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ کی مسجد کے دروازہ سے اونٹنی پر سوار ہو گئے، اونٹنی قبلہ رُخ تھی۔ جب اونٹنی اُٹھی تو آپ نے عمرہ کا احرام باندھ لیا تا کہ لوگوں کو خطرہ نہ ہو کہ آپ لڑائی کے ارادہ سے روانہ ہوئے ہیں بلکہ سب کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کا ارادہ کعبہ کی زیارت کا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے اور مسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت سے بیان کیا کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چھوٹی سی چھاگل (یا پانی پینے کا چمڑے کا پیالہ، کوئی ایک چیز) رکھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس پانی نہیں کہ وضو کریں، نہ پینے کے لیے پانی ہے، بس اتنا ہی پانی ہے جو آپ کے کٹورے میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک بڑا پیالہ رکھا ہوا تھا (حسب الحکم) ہم نے وہ پانی اس پیالے میں اُلٹ دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اس میں ڈال دیے، فوراً آپ کی انگلیوں کے بیچ میں سے پانی جوش مار کر چشموں کی طرح اُبلنے لگا۔ ہم نے وہ پانی (خوب) پیا اور وضو بھی کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا، آپ لوگ اس روز کتنے تھے؟ حضرت جابر نے فرمایا: ہم تھے تو پندرہ سو لیکن اگر ایک لاکھ ہوتے تب بھی سب کے لیے کافی ہو جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ میں مطمئن ہو گئے تو بدیل ابن ورقاء، خزاعہ قبیلہ کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر آیا (بعد کو بدیل مسلمان ہو گیا) اس کے ساتھیوں میں عمرو بن سالم، حراس بن اُمیہ، خارجہ بن کرز اور یزید بن اُمیہ بھی تھے۔ سب لوگوں نے آکر سلام کیا، پھر بدیل نے کہا: ہم آپ کے پاس آپ کی قوم کعب بن لوی اور عامر بن لوی (یعنی قریش) کی طرف سے آئے ہیں، وہ آپ کے مقابلہ کے لیے تمام قبائل کے لوگوں کو اور ان سب لوگوں کو نکال کر لے آئے ہیں جو ان کی بات مانتے ہیں اور حدیبیہ کے پانیوں پر یہ تمام لوگ اُترے ہوئے ہیں، ان کے ساتھ نوزائیدہ بچوں کی مائیں بھی ہیں اور چھوٹے بچے بھی ہیں، سب لوگوں نے اللہ کی قسمیں کھائی ہیں کہ وہ آپ کو کعبہ تک پہنچنے کا راستہ نہیں دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے، صرف اس کعبہ کا طواف کرنے آئے ہیں جو کوئی ہم کو اس سے روکے گا، ہم اس سے لڑیں گے۔ قریش کو لڑائی نے ہی انتہائی کمزور کر دیا۔ اگر قریش چاہتے ہوں تو ہم ان سے ایک مقررہ مدت کے لیے امن کا معاہدہ کرنے کو تیار ہیں (شرط یہ ہے کہ) وہ ہمارے اور دوسرے لوگوں کے معاملہ میں دخل نہ دیں، دوسرے لوگوں کی تعداد قریش سے زائد ہے (ان کو ان کی مدد کرنے کی ضرورت نہیں) اگر وہ لوگ مجھ پر غالب آجائیں تو قریش کی مراد پوری ہو جائے گی اور اگر میری بات غالب آئی تو قریش کو پھر بھی اختیار ہوگا کہ چاہیں تو اسی دین میں داخل ہو جائیں جس میں دوسرے لوگ داخل ہوں اور چاہیں تو (ہم سے) سب اکٹھے ہو کر لڑیں لیکن اگر یہ لوگ اس پر بھی نہیں مانیں گے تو اللہ کی قسم! میں اپنے کام کی

کوشش میں اس حد تک لگا رہوں گا کہ میری گردن اکیلی رہ جائے یا اللہ اپنے حکم نافذ کردے (یعنی میں کامیاب ہوجاؤں)۔

بدیل نے کہا: آپ کی یہ باتیں میں قریش کو پہنچادوں گا۔ چنانچہ بدیل نے قریش سے آکر کہا: ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے آرہے ہیں اور آپ لوگوں کو ان کی (گفتگو کے متعلق) اطلاع دینا چاہتے ہیں۔ عکرمہ بن ابوجہل اور حکم بن عاص (یہ دونوں آئندہ مسلمان ہوگئے تھے) نے کہا: ہم کو ان کی گفتگو کی اطلاع دینے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ان سے جا کر ہماری بات کہہ دو کہ اس سال جب تک ایک آدمی بھی باقی ہے، وہ مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہوسکتے۔ عروہ بن مسعود ثقفی نے مشورہ دیا کہ بات سنو، پھر چاہو تو ماننا، پسند نہ ہو نہ ماننا۔ صفوان بن اُمیہ اور حارث ابن ہشام (یہ دونوں بھی آئندہ مسلمان ہوگئے تھے) نے کہا: اچھا! تم نے جو کچھ سنا ہے، بیان کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا، بدیل نے وہ بیان کردیا۔ اس کے بعد عروہ نے کہا: اے میری قوم! کیا تم (میرے) بچے نہیں ہو؟ لوگوں نے کہا، کیوں نہیں۔ عروہ نے کہا، کیا میں تمہارا باپ نہیں؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں (عروہ ابن مسعود خاندان عبدشمس کی سات قریشی شاخوں سے رشتہ رکھتا تھا) عروہ نے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں اہل عکاظ کو (تمہاری مدد کے لیے) نکال کر لایا تھا لیکن جب ان کے پاس میں نے کچھ نہیں پایا تو اپنے اہل و اولاد کو اور ان لوگوں کو تمہارے پاس لے آیا جنہوں نے میرا کہنا مانا؟ لوگوں نے کہا: بیشک۔ عروہ نے کہا تو اس شخص نے ایک اچھی بات تمہارے سامنے رکھی ہے، تم یہ بات قبول کرلو اور مجھے اجازت دو کہ میں اس کے پاس جاؤں (اور بات کروں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ سے بھی وہی بات کہی جو بدیل سے کہی تھی۔ عروہ نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھو! اگر تم نے اپنی قوم کی جڑ اکھاڑ پھینکی (تو کیا یہ کوئی اچھی بات ہوگی) کیا تم نے سنا ہے کہ کسی عرب نے تم سے پہلے خود اپنی بیخ کنی کی ہو اور اگر کوئی دوسری بات ہوئی (یعنی تم مغلوب ہوئے) تو بعید نہیں کیونکہ اللہ کی قسم! میں (تمہارے گرداگرد) کچھ رذیل لوگوں کے چہرے دیکھ رہا ہوں جو تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ یہ بات سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو لات کی شرمگاہ چوستا رہ، کیا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ نے کہا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا: ابوبکر ہیں۔ عروہ نے کہا: قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تیرا سابق احسان مجھ پر نہ ہوتا جس کی اطلاع میں نے تجھے بھی نہیں دی تو میں تیری بات کا جواب دیتا۔

عروہ نے ایک بار کسی قتل کی دیت (خون بہا) ادا کرنے کا بار اپنے اوپر اُٹھایا تھا، اس کی امداد میں کسی نے ایک حصہ، کسی نے دو حصے، کسی نے تین سہام دیئے تھے اور حضرت ابوبکر نے دس سہام دیئے تھے۔ عروہ پر حضرت ابوبکر کا یہی احسان تھا (جو عروہ کو یاد تھا اور اسی کی طرف عروہ نے اشارہ کیا تھا) اس کے بعد عروہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے لگا اور بات کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک (ہاتھ بڑھا کر) پکڑنے لگا۔ حضرت مغیرہ ابن شعبہ تلوار لیے خود اوڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے پیچھے کھڑے تھے، جب عروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا، آپ تلوار کا پھل اس کے ہاتھ پر مارتے اور فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے اپنا ہاتھ الگ رکھ، کسی مشرک کے لیے ریش مبارک کو چھونا مناسب نہیں۔

عروہ نے سر اوپر اُٹھا کر پوچھا، یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا، مغیرہ بن شعبہ۔ عروہ نے کہا، او غدار! کل ہی تو تو نے اپنے

سرینوں کی نجاست عکاظ میں دھوئی ہے اور ہمیشہ کے لیے تو نے ہی بنی ثقیف کی عداوت ہمارے اندر پیدا کر دی ہے۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ حضرت مغیرہ دور جاہلیت میں کچھ لوگوں کے ساتھ تھے، موقع پا کر آپ نے ان کو قتل کر دیا اور ان کا مال لوٹ لیا، پھر آ کر مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کو تو میں قبول کرتا ہوں لیکن اس مال سے میرا کوئی تعلق نہیں (میں اس کا ذمہ دار نہیں)۔ اس کے بعد عروہ اپنی آنکھوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت کا مشاہدہ کرنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناک کی ریزش جو پھینکتے ہیں، اس کو زمین پر گرنے سے پہلے کوئی صحابی اپنے ہاتھ پر لے کر منہ اور جلد پر مل لیتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو صحابی باہم اس کام کو کرنے کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں اور جب آپ وضو کرتے ہیں تو وضو کا استعمالی پانی لینے کے لیے صحابی ایسی چھینا جھپٹی کرتے ہیں جیسے باہم لڑ پڑیں گے۔

جب آپ کوئی بات کرتے ہیں تو آپ کے بولنے کے وقت سب لوگ اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور تعظیم و ادب کی وجہ سے نظر اُٹھا کر آپ کی طرف نہیں دیکھتے۔ یہ دیکھ کر عروہ اپنے رفقاء کے پاس لوٹ کر آیا اور کہا: میری قوم والو! خدا کی قسم! میں بادشاہوں کے پاس گیا، قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی حاضر ہوا لیکن بخدا! کسی کے ساتھیوں کو بادشاہ کی ایسی تعظیم کرتے نہیں دیکھا جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کرتے ہیں۔ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ناک کی ریزش پھینکتے ہیں تو وہ (زمین پر پہنچنے سے پہلے) کسی صحابی کے ہاتھ پر پڑتی ہے اور وہ اس کو اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا ہے اور جب وہ کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو ان کے ساتھ اس کام کے کرنے کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کا استعمالی پانی لینے کے لیے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ لڑ پڑیں گے اور جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کے ساتھی اپنی آوازیں نیچی کر لیتے ہیں اور تعظیم کی وجہ سے ان کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔ انہوں نے اب ایک اچھی بات پیش کی ہے، تم اس کو قبول کر لو۔ قریش نے جواب دیا: نہیں، ہاں اس سال تم ان کو واپس کر دو، آئندہ سال وہ لوٹ کر آ جائیں (اور عمرہ کر لیں) عروہ نے کہا: تو مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ تم پر مصیبت آ پڑنے ہی والی ہے۔ یہ کہہ کر عروہ اپنے ساتھیوں کو لے کر طائف کو واپس چلا گیا۔

مختلف قبائل کے متعدد افراد جو قریش کی حمایت کے لیے آئے تھے، ان کی جماعت کا کمانڈر اس روز جلیس بن علقمہ تھا، عروہ کے جانے کے بعد وہ اُٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کو آتا دیکھا تو فرمایا: یہ ایسے لوگوں میں سے ہے جو قربانی کے اونٹوں کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اور خدا پرست ہیں۔ تم لوگ اس کے سامنے قربانی کے اونٹوں کو لے کر گزرو کہ وہ دیکھ لے۔ جب جلیس نے قربانی کے جانوروں کا سیلاب وادی کے عرض سے آتا ہوا دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ ان کی گردنوں میں قلادے پڑے ہوئے ہیں اور طول حبس کی وجہ سے ان کے بال اُڑ گئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچا، فوراً لوٹ کر قریش کے پاس چلا گیا اور ان سے کہا: اے گروہ قریش! میں دیکھ آیا کہ قربانی کے جانوروں کی گردنوں میں قلادے لٹک رہے تھے، طول حبس کی وجہ سے ان کے بال اُڑ گئے تھے، ان کو روکنا جائز نہیں۔ قریش نے کہا: بیٹھ جا، تو بدو ہے، تجھے کچھ علم نہیں۔ اس بات پر جلیس کو غصہ آ گیا اور بولا، اے گروہ قریش! اس بات پر ہم نے تم سے معاہدہ نہیں کیا تھا اور نہ یہ وعدہ

کیا تھا کہ جو خانہ کعبہ کی تعظیم کے لیے آئے گا، تم اس کو روک دو گے۔ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں جلیس کی جان ہے! یا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے مقصد آمد کے درمیان تم حائل نہ ہو گے، یا یہ مختلف قبائل کی پوری جماعت یک نفس ہو کر بھاگ جائے گی (یعنی میں اس ساری جماعت کو لے کر چلا جاؤں گا)۔ قریش نے کہا جلیس! خاموش ہو جا، ہمارے معاملہ میں دخل نہ دے، ہم اپنے لیے جو بات پسند کریں گے، اسی کو اختیار کریں گے۔ ایک شخص جس کا نام مکرز بن حفص تھا، کھڑا ہوا اور بولا: مجھے ان کے پاس جانے کی اجازت دو (لوگوں نے اجازت دے دی، مکرز روانہ ہو گیا) جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مکرز ہے، یہ غدار آدمی ہے، یا فرمایا: یہ بدکار آدمی ہے۔ جب مکرز، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وہی فرمایا جو بدیل اور عروہ سے فرمایا تھا۔ مکرز لوٹ کر اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ جواب دیا تھا، اس کی اطلاع دے دی۔

مشرکین مکہ کی گفتگو اور صلح کیلئے کسی کو بھیجنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) فرمایا: وہ لوگ صلح کے خواستگار ہیں، اسی لیے انہوں نے سہیل کو بھیجا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کام آسان ہو گیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار زانو بیٹھے ہوئے تھے، سر کے پیچھے عباد بن بشر اور سلمہ اور اسلم کھڑے ہوئے تھے (اول الذکر) دونوں حضرات لوہے سے ڈھکے ہوئے تھے۔ سہیل آ کر دوزانو بیٹھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات شروع کی اور لمبی بات کی۔ دونوں کی گفتگو کا ردّ و بدل ہوتا رہا، آوازیں اونچی نیچی ہوتی رہیں۔ عباد بن بشر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز نیچی رکھو۔ یہ بات ہوتی رہی، آخر صلح ہو گئی۔ سہیل نے کہا: لائیے، آپس میں (صلح نامہ) تحریر کرلیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا۔

صلح نامہ تحریری طور پر لکھنے اور بعض شرائط کا صحابہ کرام پر شاق گزرنا

بخاری نے حضرت براء کی روایت سے اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مغفل کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا لکھو "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" سہیل نے کہا، رحمٰن و رحیم کو تو میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے؟ "بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ" لکھو جیسے آپ لکھا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم یہ نہیں لکھیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ" ہی لکھ دو۔ پھر فرمایا: لکھو، یہ (معاہدہ) وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ہے۔ سہیل بولا: اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کو کعبہ سے نہ روکتے، نہ آپ سے لڑتے، محمد بن عبداللہ لکھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے لفظ) کو مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: میں تو مٹانے والا نہیں۔ محمد بن عمر کا بیان ہے کہ اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ نے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کچھ نہ لکھیں ورنہ تلوار ہمارا اور ان (مشرکوں) کا فیصلہ کرے گی۔ آوازیں اونچی ہوگئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (رسول اللہ کا لفظ) مجھے دکھاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دکھا دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس کو مٹا دیا اور فرمایا: محمد بن عبداللہ لکھ دو۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت براء نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خط اپنے ہاتھ میں لیا اور آپ اچھی طرح نہیں لکھ سکتے تھے، پس اس خط میں لکھا: یہ (معاہدہ) وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو نے اتفاق کیا اور دس سال تک لوگوں کے باامن رہنے اور لڑائی نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مدت میں جنگ بندی رہے گی، لوگ پُرامن رہیں گے، ہر شخص دوسرے سے باز رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل سے فرمایا: یہ (مصالحت) اس شرط پر ہے کہ تم ہمارے اور کعبہ کے درمیان حائل نہ ہوگے، ہم طواف کریں گے۔ سہیل نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! (اس سال آپ طواف نہیں کر سکتے) آئندہ سال آپ کو اس کا اختیار ہوگا۔ یہ بات لکھ دی گئی۔ سہیل نے کہا: ایک شرط یہ بھی ہے کہ ہمارا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس جائے گا اس کو واپس کرنا ہوگا خواہ وہ مسلمان ہی ہو۔ مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ! یہ کیسے لکھا جا سکتا ہے؟ مشرکوں کے پاس اس کو کیسے واپس کیا جائے گا، وہ تو مسلمان ہو کر آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ہم میں سے جو شخص مشرکوں کے پاس چلا جائے گا، اللہ نے اس کو دور کر دیا (یعنی وہ مسلمان ہی نہ تھا، چلا گیا تو اچھا ہوا) اور ان میں سے جو کوئی ہمارے پاس آ جائے گا (اور ہم اس کو واپس کر دیں گے) تو اللہ اس کے لیے کوئی کشائش پیدا کر ہی دے گا۔

حضرت براء کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شرطوں پر صلح کی تھی، مشرکوں میں سے جو شخص کٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر مل جائے گا، آپ اس کو واپس مشرکوں کو دے دیں گے اور مسلمانوں میں سے جو شخص مشرکوں کے پاس چلا جائے گا، وہ مسلمانوں کو واپس نہیں دیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئندہ سال داخل ہو سکیں گے اور تین روز قیام کریں گے اور مکہ میں داخل ہوں گے تو اسلحہ، تلوار، تیر کمان وغیرہ غلاف پوش لے کر داخل ہوں گے۔ فریقین میں مصالحت ہوگئی اور یہ شرط ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان یہ معاہدہ سربند صندوق ہوگا، نہ اس میں چوری چھپے کوئی حرکت ہوگی، نہ خیانت اور جو شخص (اس معاہدہ کی رو سے) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دائرہ میں جانا پسند کرے وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہو جائے اور جو قریش سے ملنا چاہے وہ ان کے ساتھ شامل ہو جائے۔ فوراً بنی خزاعہ کود کر سامنے آئے اور کہا، ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدوں اور ذمہ داری میں شامل ہیں اور بنی بکر نے کہا: ہم قریش کے عہد اور ذمہ داری میں ہیں۔

جب صلح پختہ ہوگئی اور سوائے تحریر کے اور کوئی کام باقی نہ رہا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیزی سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ اللہ کے نبی نہیں ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتول دوزخ میں نہیں جائیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا، کیوں نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو پھر آپ ہم کو ہمارے دین میں یہ ذلت کیوں دے رہے ہیں؟ ابھی تک اللہ نے ہمارا اور ان کا فیصلہ نہیں کیا (یعنی لڑائی نہیں ہوئی) اور ہم واپس چلے جائیں (یہ بڑی ذلت کی بات ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں اللہ کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا، اللہ مجھے تباہ کر دے گا، وہی میرا مددگار ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا آپ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم کعبہ پہنچیں گے اور یقیناً طواف کریں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں، مگر کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ اسی سال ہم بیت اللہ میں پہنچیں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو یقیناً تم بیت اللہ پہ پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے۔

اس کے بعد حضرت عمر غصہ کی حالت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور صبر نہ کر سکے اور بولے، ابوبکر! کیا یہ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، ہیں، کیوں نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا ہم لوگ سچائی پر اور وہ لوگ باطل پر نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہیں، کیوں نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول دوزخ میں نہیں جائیں گے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیوں نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو پھر کیوں یہ ذلت کیسی؟ (یہ مصالحت تو ہمارے دین کی ذلت ہے) اللہ نے ہمارا ان کا فیصلہ نہیں کیا اور ہم لوٹ جائیں (یہ تو بڑی ذلت ہے) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے شخص! وہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، اپنے رب کے حکم کے خلاف نہیں کرتے، وہی ان کا مددگار ہے، تم مرتے دم تک ان کی کمر (یعنی دامن) کو پکڑے رہو، بلاشبہ وہ سچائی پر ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت عمر نے کہا میں بھی شہادت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی کہا، کیا وہ ہم سے یہ نہیں کہتے تھے کہ وہ بیت اللہ پر پہنچیں گے اور طواف کریں گے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، کیوں نہیں۔ لیکن کیا انہوں نے تم کو یہ بھی بتایا تھا کہ اسی سال تم بیت اللہ پر پہنچو گے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو پھر یقیناً تم کعبہ کو پہنچو گے اور طواف کرو گے۔

حضرت ابوجندل کا بیڑیوں سمیت واپس کرنا

اسی اثناء میں ابوجندل بن سہیل بن عمرو بیڑیاں پہنے، قیدیوں کی چال سے (وادی کے) نشیب سے نکل کر آپہنچے اور آتے ہی مسلمانوں کے سامنے گر پڑے، ان کے باپ سہیل نے ان کو بیڑیوں میں جکڑ کر قید کر دیا تھا۔ مسلمان فوراً ان کے خیر مقدم کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور (بھاگ کر رہائی پانے کی) مبارک باد دی۔ سہیل نے یہ حالت دیکھی تو اُٹھ کر بیٹے کی طرف گیا اور اس کے منہ پر خاردار لکڑی ماری اور گریبان پکڑ لیا اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ پہلا واقعہ ہے جس پر میں نے اور آپ نے معاہدہ کیا تھا (کہ جو شخص ہم میں سے آپ کے پاس آجائے گا) آپ اس کو واپس کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابھی تک تو تحریر پوری نہیں ہوئی۔ کہنے لگا: تو پھر خدا کی قسم! میں کبھی مصالحت نہیں کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کو میری ضمانت میں دے دو۔ کہنے لگا، میں آپ کی ضمانت میں نہیں دے سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں، ایسا کر دو۔ کہنے لگا: میں نہیں کروں گا۔ اس پر مکرز اور حویطب نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا ہم اس کو آپ کی وجہ سے اپنی ذمہ داری میں لیتے ہیں۔ یہ کہہ کر دونوں نے اس کو اپنی ذمہ داری میں لے لیا اور خیمے میں چلے گئے اور باپ بے تعلق ہو گیا۔

ابوجندل نے کہا: اے گروہ ہائے اہل اسلام! کیا مجھے مشرکوں کے ہاتھ میں واپس دیا جا رہا ہے؟ میں تو مسلمان ہو کر آیا تھا۔ دیکھو! میں نے کیسے دُکھ جھیلے ہیں۔ سہیل نے ابوجندل کو سخت ترین تکلیفیں دی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا، ابوجندل! صبر کر، ثواب کی اُمید رکھ، اللہ تیرے لیے مع ان کمزور لوگوں کے جو تیرے ساتھ ہیں، کوئی کشائش اور رہائی کا راستہ ضرور پیدا کر دے گا۔ ہم نے ان لوگوں سے صلح کا معاہدہ کر لیا ہے، ہم نے ان کو اور انہوں نے ہم کو وعدہ دے دیا ہے، اس لیے ہم کچھ کر نہیں سکتے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ حالت دیکھ کر) ابوجندل کے برابر ہو گئے اور کہا صبر کر اور ثواب کی اُمید رکھ، یہ مشرک ہیں، ان کا خون کتے کے خون کے برابر ہے (یعنی ان کو قتل کرنا نہ گناہ ہے، نہ قابل مؤاخذہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات کے کہنے کے درمیان تلوار کا قبضہ ابوجندل کے قریب کرتے جا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے خیال تھا کہ ابوجندل تلوار لے کر اس سے باپ کو مار ڈالے گا (اس لیے میں نے تلوار کا قبضہ اس کی طرف بڑھایا تھا) آخر ابوجندل کو باپ کے سپرد کر دیا گیا۔

صحابہ خوش تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی وجہ سے ان کو فتح میں کوئی شبہ نہ تھا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ صلح ہو گئی اور واپس جانا پڑے گا تو اس سے ان کو بڑا رنج ہوا۔ قریب تھا کہ موت سے ہمکنار ہو جائیں۔ پھر ابوجندل کے واقعہ نے ان کا رنج اور بڑھا دیا۔ جب صلح کی بات طے ہو گئی (اور صلح نامہ لکھ دیا گیا) تو کچھ مسلمانوں اور مشرکوں نے اس پر اپنی شہادت ثبت کی۔ مسلمانوں میں سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت محمود بن سلمہ، حضرت علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور مشرکوں میں مکرز بن حفص نے شہادت دی۔

تحریر سے فراغت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُٹھو، قربانی کرو، پھر سر منڈواؤ۔ (یہ حکم سن کر بھی) اللہ کی قسم! کوئی نہیں اُٹھا، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار حکم دیا (لیکن کسی نے جنبش نہیں کی) اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا صدمہ ہوا اور اندر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور اُم المؤمنین سے فرمایا: مسلمان ہلاک ہو گئے، میں نے ان کو قربانی کرنے اور سر منڈوانے کا حکم دیا لیکن انہوں نے تعمیل نہیں کی۔ اُم المؤمنین نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مسلمانوں کو برا نہ کہیں، ان پر بڑا صدمہ پڑا ہے۔ آپ نے صلح کرنے اور بغیر فتح کرنے کے واپس ہو جانے کی جس دُشواری میں خود اپنے آپ کو ڈالا ہے، اس کا مسلمانوں کو بڑا رنج ہوا ہے۔ یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ تشریف لے جائیے اور کسی سے ایک بات بھی نہ کیجیے۔ جا کر اپنے قربانی کے اونٹوں کو نحر کیجیے اور کسی کو طلب فرما کر اپنا سر منڈوا دیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے آئے اور کسی سے کوئی بات کہے بغیر بلند آواز سے بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر قربانی کے اونٹوں کو نحر کیا اور ایک شخص کو بلوا کر سر منڈوایا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا تو خود بھی اُٹھ کر اپنی اپنی قربانی کے اونٹوں کو نحر کیا اور باہم ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ قریب تھا کہ ایک دوسرے سے لڑ پڑیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حدیبیہ کے دن کچھ لوگوں نے سر منڈ وائے اور کچھ لوگوں نے بال کتروائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منڈوانے والوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اور بال کتروانے والوں پر بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منڈوانے والوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! اور کتروانے والوں پر بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کتروانے والوں پر بھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ نے منڈوانے والوں کے لیے دوبار دعاء رحمت فرمائی۔ فرمایا: اس لیے کہ وہ شبہ میں نہیں پڑے (یعنی ان کو یقین ہو گیا کہ حالت احرام ختم ہو گئی اور اب آگے بڑھنا نہیں ہے)۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ یہ تھی کہ کچھ لوگوں کو خیال تھا کہ شاید ہم کو طواف کرنے کا موقع مل جائے، اس لیے وہ سر منڈوانے سے رُکے رہے (اور کچھ بال کتروا دیئے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ۱۹ یا ۲۰ رات قیام کیا، محمد بن عمرو کا یہی بیان ہے۔ حدیبیہ کے قیام کے زمانہ میں (احرام کھولنے اور قربانی کرنے کے حکم سے پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ سے فرمایا تھا، تم کو کیا سر کے کیڑوں (جوؤں) سے تکلیف ہو رہی ہے؟ حضرت کعب کے سر سے جوئیں گرتی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لی تھیں۔ کعب نے عرض کیا: جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سر منڈوانے اور فدیہ دینے کا حکم دیا۔ فدیہ کی تین صورتیں تھیں۔ روزے رکھنے یا خیرات، یا قربانی۔ اس وقت آیت "وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ الخ" نازل ہوئی۔ ہم نے سورۃ البقرہ کی اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں احصار (راستہ کی رُکاوٹ) اور کسی عذر کی وجہ سے سر منڈوا دینے اور اس سے تعلق رکھنے والے مسائل بیان کر دیئے ہیں۔

مسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت سے اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے اور بزار و طبرانی و بیہقی نے حضرت ابوحبیش کی روایت سے اور محمد بن عمرو نے اپنے شیوخ کی سند سے بیان کیا کہ حدیبیہ سے واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی منزل مرالظہر ان میں اور اس کے بعد (دوسری منزل) عسفان میں کی۔ یہاں پہنچ کر لوگوں کے پاس کھانے کو کچھ نہیں رہا۔ صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی اور عرض کیا، کیا ہم گدھوں کو ذبح کر لیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایسا نہ کیجئے، لوگوں کے پاس سواریاں رہنا زیادہ مناسب ہیں۔ اگر کل کو دشمن سے مقابلہ ہو گیا اور ہم بھوکے بھی ہوئے اور پیدل بھی تو کیا ہوگا؟ میری رائے یہ ہے کہ جو کچھ صحابہ کے پاس کھانے کی چیز رہ گئی ہو، آپ وہ طلب فرمائیں، پھر برکت کی دُعا کریں۔ اُمید ہے کہ اللہ آپ کی دُعا سے ہم کو (منزل مقصود تک) پہنچا دے گا۔ اس مشورہ کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سامان کھانے کا (کسی کے پاس) باقی رہ گیا تھا، طلب فرمایا اور چمڑے کا ایک

دستر خوان بچھا دیا۔ سب سے زیادہ لانے والا وہ شخص تھا جو ایک صاع (تقریباً چار سیر) چھوارے لایا۔

غرض لوگوں کے پاس کھانے کی جو چیز تھی وہ چرمی دستر خوان پر جمع کر دی گئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر جو کچھ اللہ نے چاہا (پڑھ کر) دُعا کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے پیٹ بھر کر کھایا اور اپنے برتن بھی بھر لیے اور چیزیں جتنی تھیں، اتنی ہی رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر ہنس دیئے، اتنے کہ کچلیاں نظر آ گئیں۔ حضرت سلمہ کا بیان ہے میں نے اندازہ کیا کہ ہم اس روز تقریباً ۱۴ سو آدمی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں جو بندہ ان دونوں (یعنی توحید و رسالت) پر ایمان رکھے گا، وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا۔ زہری کی روایت میں آیا ہے، پھر مؤمن عورتیں آئیں جن کے متعلق اللہ نے نازل فرمایا: "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَ كُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ...... بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ" تک۔

اس روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دو عورتوں کو طلاق دی جو شرک کے زمانہ میں ان کے عقد میں تھیں۔ ان میں سے ایک نے معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری نے صفوان بن اُمیہ سے۔ راوی کا بیان ہے پھر اللہ نے (مؤمن) عورتوں کو واپس کرنے کی ممانعت فرمادی بلکہ ان کا مہر (جو کافروں سے عقد کی حالت میں انہوں نے وصول کیا ہو) کافروں کو واپس کرنے کا حکم دیا۔

معاہدہ کے دوران ابوبصیر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا اور ان کا بھی واپس کر دینا

امام احمد، بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت مسور بن مخرمہ اور بیہقی نے زہری کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ سے مدینہ میں آ گئے تو ابوبصیر عتبہ بن اسد ثقفی (مکہ سے بھاگ کر) مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ خاندان بنی ثقیف، قبیلہ بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ اخنس بن شریق ثقفی اور ازہر بن عبد عوف زہرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خط خنیس بن جابر عامری کے ہاتھ بھیجا جس میں گزشتہ مصالحت کا تذکرہ کیا اور درخواست کی کہ ابوبصیر کو واپس بھیج دیا جائے۔ ابوبصیر کے پہنچنے سے تین دن بعد عامری اپنے غلام کے ساتھ جس کا نام کوثر تھا، خط لے کر پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبصیر کو حکم دیا کہ ان دونوں کے ساتھ واپس چلے جاؤ۔ تم واقف ہو کہ ہم نے ان لوگوں سے معاہدہ کر لیا ہے اور ہمارے مذہب میں عہد شکنی جائز نہیں۔ اللہ تمہارے لیے اور تمہارے ساتھی دوسرے مسلمانوں کے لیے کوئی کشائش اور رہائی کا راستہ پیدا کر دے گا۔ غرض دونوں شخص ابوبصیر کو لے کر ذوالحلیفہ پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر ابوبصیر نے مسجد میں دو رکعت نماز قصر پڑھی اور نماز کے بعد جو کچھ کھانے کا سامان ساتھ لائے تھے، کھانے لگے اور عامری اور اس کے ساتھی کو بھی کھانے میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ وہ دونوں بھی اُتر آئے اور چھوہارے کھانے لگے۔

عامری کے پاس اس وقت تلوار تھی، دونوں باتیں کرتے رہے۔ بقول عروہ، عامری نے تلوار نیام سے نکال لی اور کہا میں اپنی اس تلوار سے کئی دن رات تک اوس اور خزرج کو ماروں گا۔ ابوبصیر نے کہا: کیا تمہاری تلوار براں بھی ہے؟ عامری نے کہا:

ہاں۔ابوبصیر نے کہا مجھے تو دکھاؤ۔عامری نے ابوبصیر کے ہاتھ میں تلوار دے دی۔ابوبصیر نے جب تلوار کا قبضہ پکڑ لیا تو اسی سے عامری کے ایسی ضرب رسید کی کہ وہ ٹھنڈا پڑ گیا۔کوثر بھاگ کر مدینے پہنچا اور مسجد میں گھس گیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے؟ کوثر نے کہا: میرا ساتھی ختم ہو گیا اور میں چھوٹ کر بھاگ آیا ورنہ میں بھی مارا جاتا۔غرض کوثر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی اور آپ نے اس کو پناہ دے دی۔ابوبصیر، عامری کے اونٹ پر سوار ہو کر آ گیا، اونٹ کو مسجد سے باہر بٹھایا اور خود وحشت زدہ حالت میں تلوار سمیت مسجد میں آ گیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے تو اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور اللہ نے آپ سے یہ ذمہ داری پوری کرا دی اور آپ نے مجھے دشمن کے ہاتھ میں دے دیا لیکن میں اپنے دین کی وجہ سے مصیبت میں پڑنے سے محفوظ رہا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افسوس! یہ لڑائی کی آگ بھڑکائے گا۔کاش! کوئی اس (کو مکہ پہنچانے) کے لیے ہوتا۔ابوبصیر نے عامری کا مال جس پر اس نے قتل کرنے کے بعد قبضہ کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تاکہ آپ اس میں سے پانچواں حصہ لے لیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اس میں سے خمس لے لوں گا تو وہ لوگ خیال کریں گے کہ میں نے ان سے کیا ہوا معاہدہ پورا نہیں کیا، تم جانو اور یہ چھینا ہوا مال، اور جہاں چاہو چلے جاؤ۔

صحیح روایت میں آیا ہے کہ ابوبصیر نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ تو لڑائی کی آگ بھڑکائے گا الخ تو اس نے سمجھ لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ضرور واپس کریں گے، اس لیے ابوبصیر اور اس کے ساتھ وہ پانچ آدمی جو بھاگ کر اس کے ساتھ مدینہ میں آئے تھے، اور کسی نے ان کی تلاش بھی نہیں کی تھی، نکل کر چل دیئے اور ساحل سمندر میں پہنچ کر عیص اور ذی المروۃ کے درمیان قریش کے قافلہ کے راستہ پر مقیم ہو گئے۔مکہ میں جو مسلمان بند تھے، ان کو جب ابوبصیر کے واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ بھی چپکے سے چوری چھپے نکل کر ابوبصیر کے پاس پہنچ گئے۔

بیہقی نے بروایت زہری یہی بیان کیا ہے۔قریش کا جو قافلہ ادھر سے گزرتا تھا، یہ لوگ اس کا مال چھین لیتے تھے اور قافلہ والوں کو قتل کر دیتے تھے۔قریش کو انہوں نے تنگ کر دیا۔قریش کا جو آدمی ان کے ہاتھ لگتا، اس کو قتل کر دیتے۔آخر قریش نے ابوسفیان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور یہ پیام دیا کہ ابوبصیر اور اس کے ساتھیوں کو آپ (اپنے پاس) بلوالیں، آئندہ ہمارا جو آدمی آپ سے جا کر مل جائے، آپ اس کو روک لیں، آپ کے لیے روک لینا جائز ہوگا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبصیر اور ابوجندل کو لکھ بھیجا کہ تم دونوں میرے پاس آ جاؤ اور دوسرے مسلمان جو تمہارے ساتھ ہیں، ان کو حکم دے دو کہ وہ اپنی اپنی بستیوں کو اور اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔آئندہ جو قریشی یا قافلہ ان کی طرف سے گزرے، اس سے کوئی تعرض نہ کریں۔ابوبصیر کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ گرامی اس وقت پہنچا جب ان کا آخری وقت تھا۔نامۂ گرامی ان کے ہاتھ میں تھا، اس کو پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں وفات ہو گئی۔ابوجندل نے ان کو اسی جگہ دفن کر دیا اور ان کی قبر کے قریب مسجد بنا دی۔

"والهدی معکوفا" وہ بدی تقریباً ستر کے قریب تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہنکائے تھے۔"أن يبلغ محله" ان کے نحر کی جگہ تاکہ ان کا نحر کرنا حلال ہو جائے۔(یعنی حرم میں) "ولولا رجال مؤمنون

ونساء مؤمنات" جو مکہ میں ٹھہر چکے ہیں۔ "لم تعلموهم" جن کو وہ نہیں پہچانتے۔ "أن تطؤهم" کہ ان کو قتل کر دیں اور اس قتل کے جرم میں واقع ہو جائیں۔ "فتصیبکم منهم معرة بغیر علم" ابن زید نے فرمایا معرۃ سے مراد گناہ ہے۔

ابن اسحاق نے کہا کہ دیت دینا ہے۔ بعض نے کہا کہ کفارہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دارالحرب میں اس مؤمن کے قتل کو معاف قرار دیا ہے جس کے ایمان کو مسلمان نہ جانتے ہوں۔ "فان کان من قوم عدولکم وهو مؤمن فتحریر رقبة مؤمنة" بعض نے کہا کہ اگر ایسے مؤمنین کو قتل کرو گے تو مشرک لوگ عیب لگائیں گے کہ انہوں نے اپنے دین والوں کو قتل کر دیا۔ معرۃ سے مراد پھر یہاں مشقت ہوگا۔ اگر ایسی حالت میں کسی مؤمن یا مؤمنہ کو قتل کر دیا تو اس پر کفارہ ہے۔ "لیدخل الله فی رحمته من یشاء" تا کہ اللہ اپنی رحمت سے اہل مکہ میں سے جس کو چاہے اسلام میں داخل کر دے۔

"لو تزیلوا" اگر مؤمنین نے کفار سے اپنے مسلمانوں کو پہچان لیا۔ "لعذبنا الذین کفروا منهم عذابا الیما" قید کے ذریعے ہو یا اپنے ہاتھوں کے ساتھ قتل کے ساتھ ہو۔ بعض اہل علم نے کہا "لعذبنا" دونوں کلاموں میں سے ایک کا جواب ہے "لولا رجال" یہ پہلا ہے دوسرا "لو تزیلوا" ہے۔ پھر فرمایا "لیدخل الله فی رحمته من یشاء" اس سے مراد مؤمنین اور مؤمنات ہیں۔ "فی رحمته" سے مراد جنت ہے۔ قتادہ نے اس آیت کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ یہاں مؤمنین کو کفار سے ایسے دور کیا جیسے اہل مکہ کے مسلمانوں کو وہاں کے مشرکوں سے دور کر دیا۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ㉖ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ㉗

ترجمہ: جبکہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مؤمنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا ہے جو (بالکل) مطابق واقع کے ہے کہ تم لوگ مسجد حرام (یعنی مکہ) میں ان شاء اللہ ضرور جاؤ گے امن وامان کے ساتھ کہ تم میں کوئی سر منڈاتا ہوگا اور کوئی بال کتراتا ہوگا تم کو کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا سو اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں پھر اس سے پہلے لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی۔

تفسیر: ㉖ "اذ جعل الذین کفروا فی قلوبهم الحمیّة" جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ

السلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بیت اللہ سے روکا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کا اقرار نہیں کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کا رسول ہونے کا انکار کیا اور حمیت، خودداری، کہا جاتا ہے "فلان ذو حمیۃ" جب وہ غصہ والا اور خوددار ہو۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے کہا کہ انہوں نے ہمارے بیٹوں اور بھائیوں کو قتل کیا۔ پھر اب وہ ہمارے شہر میں داخل ہوں گے تو عرب کہیں گے کہ وہ ہمیں ذلیل کر کے ہمارے شہر میں داخل ہوئے۔ لات وعزیٰ کی قسم وہ ہم پر داخل نہ ہوں گے۔

پس یہ "حمیۃ الجاهلیۃ" جو ان کے دلوں میں داخل ہوگئی۔ "فانزل اللّٰہ سکینته علی رسوله وعلی المؤمنین" حتیٰ کہ جو خودداری ان پر غالب آئی وہ مسلمانوں پر نہیں آئی کہ پھر وہ ان سے قتال میں اللہ کی نافرمانی کرتے۔ "والزمهم کلمة التقویٰ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، مجاہد، ضحاک، قتادہ، عکرمہ، سدی، ابن زید اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کلمہ تقویٰ لا الٰہ الا اللہ ہے اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا گیا اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ کلمہ تقویٰ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ہے اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ "لا الٰه الا اللّٰه وحده لاشریک له، له الملک وله الحمد وهو علی کلّ شیءٍ قدیر" ہے۔ اور عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ "وکانوا احقّ بها" کفار مکہ سے۔ "واهلها" یعنی اللہ کے علم میں۔ وہ اس کے اہل تھے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور نبی کی صحبت کے لیے اہل خیر کو اختیار کیا ہے۔ "وکان اللّٰه بکلّ شئی علیما"

حدیبیہ کی طرف نکلنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

27 "لقد صدق اللّٰه رسوله الرّؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شآء اللّٰه امنین" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کی طرف نکلنے سے پہلے مدینہ میں خواب میں دیکھا کہ آپ علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حرم میں امن کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں اور اپنا سر منڈوا رہے ہیں اور بال چھوٹے کرا رہے ہیں تو آپ علیہ السلام نے اس کی خبر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو دی تو وہ خوش ہوگئے اور خواہش کی کہ اس سال مکہ میں داخل ہوں۔

پھر جب وہ واپس لوٹے اور مکہ میں داخل نہ ہو سکے تو یہ بات ان پر گراں گزری تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ مجمع بن حارثہ انصاری سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں حاضر ہوئے۔ پھر جب ہم اس سے واپس لوٹے تو ان میں سے بعض نے کہا لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی گئی تھی پس ہم نکلے ڈرتے ہوئے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سواری پر ٹھہرے ہوئے پایا کراع الغمیم جگہ پر۔ پس جب لوگ جمع ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا "انا فتحنا لک فتحا مبینا" تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، کیا یہ فتح ہے یارسول اللہ؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں اس ذات کی قسم میری جان جس کے قبضہ میں ہے۔

پس اس میں دلیل ہے کہ فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے اور خواب کی تعبیر آئندہ سال پوری ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق" خبر دی کہ جو خواب آپ علیہ السلام نے دیکھا حدیبیہ نکلنے میں کہ آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد حرام میں داخل ہورہے ہیں، وہ سچ اور حق ہے۔ اس کا قول "لتدخلن" یعنی اور فرمایا کہ تم ضرور داخل ہوگے اور ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "لتدخلن" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے جو آپ علیہ السلام نے اپنے خواب کو بیان کرتے ہوئے اپنے صحابہ کو ارشاد فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ آپ علیہ السلام نے یہ کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مسجد حرام میں داخل ہونے کی خبر دی تھی۔ اس کے بعد ان شاء اللہ کہا ہے، اللہ تعالیٰ کے آداب کو اپنانے کی وجہ سے کیوں کہ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کہا "ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ"

اور ابوعبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "ان" اذ کے معنی میں ہے مجازِ عبادت ہے اذ شاء اللہ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "ان کنتم مؤمنین" ہے اور حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے کہ استثناء (ان شاء اللہ) دخول سے ہو۔ اس لیے کہ خواب اور اس کی تصدیق میں ایک سال کا وقفہ تھا اور اس ایک سال میں کئی لوگ مر گئے۔ پس آیت کا مجاز یہ ہے۔ "لتدخلن المسجد الحرام کلکم ان شاء اللہ" اور کہا گیا ہے کہ استثناء امر پر واقع ہے نہ کہ دخول پر اس لیے کہ دخول میں تو کوئی شک نہیں ہے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان داخل ہوتے ہوئے فرماتے تھے "وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون" پس استثناء لا الٰہ الا اللہ والوں کے ساتھ لاحق ہونے کی طرف لوٹ رہا ہے نہ کہ موت کی طرف۔

"محلقین رؤسکم" مکمل سر کو "ومقصرین" اس کے تھوڑے سے بال کاٹ کر۔ "لا تخافون فعلم مالم تعلموا" کہ صلح اور دیر سے داخل ہونے میں ہی بہتری ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول "ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنات" ہے۔ "فجعل من دون ذلک" تمہارے مسجد حرام میں داخل ہونے سے پہلے۔ "فتحا قریبا" اور یہ اکثر حضرات کے نزدیک صلح حدیبیہ ہے اور کہا گیا ہے کہ فتح خیبر ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۚۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ۫ۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾

ترجمہ: وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت دی اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر (دنیا میں) بھیجا

ہے تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں (عموماً) وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں ان (کی عبدیت) کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ (جو) ان کے اوصاف (مذکور ہوئے) تو ریت میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف (مذکور) ہے کہ جیسے کھیتی اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو قوی کیا پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوئی کہ (اپنے نشوونما سے) کسانوں کو بھی معلوم ہونے لگی تا کہ ان (کی اس حالت) سے کافروں کو جلا دے اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

تفسیر ㉘ **"هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله وکفی باللّٰه شهیدا"** اس پر کہ آپ علیہ السلام نبی ہیں اپنی خبروں میں سچے اور صالح ہیں۔

㉙ **"محمد رسول اللّٰه"** یہاں کلام مکمل ہوگئی۔ اس کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے۔ آپ علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دی پھر نئی کلام کرتے ہوئے فرمایا۔

"والذین معه" انہوں نے کہا ہے کہ اس میں واؤ استئناف کی ہے یعنی اور وہ لوگ جو آپ علیہ السلام کے ساتھ ہیں مؤمنین میں سے۔ **"اشداء علی الکفار"** ان پر سخت ہیں جیسے شیر اپنے شکار پر۔ ان کو ان کافروں کے بارے میں کوئی شفقت نہیں گھیرتی۔ **"رحماء بینهم"** ایک دوسرے پر شفیق اور آپس میں محبت کرنے والے ہیں جیسے والد اپنی اولاد سے کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **"اذلّة علی المؤمنین اعزة علی الکافرین"**......

"تراهم رکعًا سجدًا" ان کی کثرت صلاۃ اور اس پر دوام رکھنے کی خبر دی ہے۔ **"یبتغون فضلاً من اللّٰه"** کہ ان کو جنت میں داخل کر دے۔ **"ورضوانا"** کہ ان سے راضی ہو جائے۔

"سیماهم" یعنی ان کی علامت۔ **"فی وجوههم من اثر السجود"**

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ کی تفسیر

اس علامت کی تعیین میں اختلاف ہوا ہے۔ ایک قوم نے کہا ہے کہ وہ نور اور قیامت کے دن ان کے چہروں پر سفیدی ہوگی جس کی وجہ سے وہ پہچانے جائیں گے کہ وہ دُنیا میں سجدہ کرتے تھے اور یہی عطیہ عوفی رحمہ اللہ کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔

عطاء بن ابی رباح اور ربیع بن انس رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے چہرے روشن ہوں گے، کثرت سے نماز پڑھنے کی وجہ

سے اور شہر بن حوشب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سجدہ کی جگہیں ان کے چہروں میں سے ایسے ہوں گی جیسے چودھویں کا چاند ہوتا ہے اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ وہ اچھی طبیعت اور خشوع وتواضع ہے اور یہی روایت والبی کی ہے جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ وہ علامت نہیں جس کو تم دیکھو گے لیکن وہ اسلام کی علامت اور اس کا مزاج اور طبیعت اور خشوع ہے اور یہی مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے اور معنی یہ ہے کہ سجدوں نے ان میں خشوع اور اچھی طبیعت پیدا کردی ہوگی جس سے وہ پہچانے جائیں گے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بیداری کی وجہ سے چہرہ کی زردی ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تو ان کو دیکھے گا تو ان کو مریض سمجھے گا حالانکہ وہ مریض نہیں ہیں۔

عکرمہ اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ پیشانیوں پر مٹی کے اثرات ہیں۔ ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس لیے کہ وہ مٹی پر سجدہ کرتے ہیں نہ کہ کپڑوں پر۔ عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیت میں ہر وہ شخص داخل ہے جو پانچ نمازوں کی پابندی کرے۔ "ذلک" جو میں نے ذکر کیا۔ "مثلھم" ان کی صفت "فی التوراۃ" یہاں کلام مکمل ہوگئی۔ پھر ان کی صفت بیان کی جو انجیل میں ہے۔ پس فرمایا "ومثلھم" ان کی صفت "فی الانجیل کزرع اخرج شطأہ" ابن کثیر اور ابن عامر رحمہما اللہ نے "شطأہ" طاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے اس کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دو لغتیں ہیں جیسے نھر اور نھر اور اس کا پھوٹنا مراد ہے۔ کہا جاتا ہے "اشطأ الزرع فھو مشطیٔ" جب وہ پھوٹ پڑے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک تنا ہے۔ پس جب اس کے بعد نکلے تو وہ اس کا خوشہ ہے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ دوسرا خوشہ نکلے۔ "فآزرہ" ابن عامر رحمہ اللہ نے "فازرہ" قصر کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے مد کے ساتھ یعنی اس کو قوت دی اور اس کی مدد کی۔

"فاستغلظ" یہ کھیتی۔ "فاستوی" یعنی مکمل ہوگیا اور اس کے دانے مل گئے اور سیدھا کھڑا ہوگیا۔ "علی سوقہ" اپنے تنے پر "یعجب الزراع" یہ کاشتکاروں کو اچھا لگنے لگا۔ یہ مثال اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انجیل میں بیان کی کہ وہ تھوڑے ہوں گے، پھر زیادہ ہو جائیں گے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی انجیل میں مثال لکھی ہوئی ہے کہ عنقریب ایک قوم نکلے گی جو کھیتی کے اُگنے کی طرح بڑھیں گے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے اور کہا گیا ہے کہ زرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور شطأ آپ علیہ السلام کے صحابہ اور مؤمنین ہیں۔

حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "محمد رسول اللہ والذین امنوا معہ" ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ "اشداء علی الکفار" عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ "رحماء بینھم" عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ "تراھم رکعا سجدا" علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ "یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا" بقیہ عشرہ مبشرہ۔ اور کہا گیا ہے کہ "کمثل زرع" محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ "اخرج شطأہ" ابوبکر رضی اللہ عنہ "فآزرہ" عمر رضی اللہ عنہ "فاستغلظ" عثمان رضی

اللہ عنہ اسلام کے لیے۔ "فاستویٰ علی سوقہ" علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اسلام کو اپنی تلوار کے ساتھ سیدھا کھڑا کیا۔ "یعجب الزراع" فرمایا کہ وہ مؤمنین ہیں۔ "لیغیظ بھم الکفار" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اہل مکہ کو اسلام لانے کے بعد تم آج کے بعد چھپ کر اللہ کی عبادت نہ کرو گے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر جنت میں ہوں گے، عمر جنت میں، عثمان جنت میں، علی جنت میں، طلحہ جنت میں، زبیر جنت میں، عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں، سعد بن ابی وقاص جنت میں، سعید بن زید جنت میں، ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہم) جنت میں ہوں گے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا میری اُمت میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں اور ان میں سے اللہ کے معاملہ میں سخت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان میں سے سچے حیاء کے اعتبار سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان میں سے میراث کے ماہر زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان میں سے بڑے قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور ان میں سے حلال وحرام کو زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

اور ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس اُمت کا امین ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور معمر نے قتادہ رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ اس میں ہے ان میں بڑے قاضی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات السلاسل پر ایک لشکر کے ساتھ امیر بنا کر بھیجا۔ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا لوگوں میں سب سے زیادہ آپ علیہ السلام کو کون محبوب ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

پس میں نے کہا مردوں میں سے؟ فرمایا اس کا باپ۔ میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر چند مردوں کو گنوایا۔ پھر وہ خاموش ہو گئے اس خوف سے کہ آپ علیہ السلام ان کو سب کے آخر میں رکھ دیں گے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا میرے بعد میرے صحابہ میں سے ان دو کی اقتداء کرو ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) اور عمار کی سیرت کو اپناؤ اور ابن اُم عبد کے عہد کو مضبوطی سے تھامو۔

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اُحد پہاڑ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے تو وہ حرکت کرنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اُحد تو ثابت قدم رہ تجھ پر نہیں ہے مگر نبی اور صدیق اور شہید۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف عہد کیا کہ تجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مؤمن اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔

عبداللہ بن بریدہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے اصحاب

میں سے مرگیا وہ ان کا نور اور ان کا قائد ہوگا قیامت کے دن۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "لیغیظ بھم الکفار" یعنی ان کو زیادہ کیا اور قوت دی تا کہ وہ کافروں کے غیظ وغضب کا سبب ہو جائیں۔ مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح کرے اور اس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں غصہ ہو تو اس کو یہ آیت پہنچے گی۔

عبداللہ بن مغفل المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں میرے بعد ان کو تنقید کا نشانہ نہ بنانا۔ پس جو شخص ان سے محبت کرے گا، پس وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا اور جس نے ان کو تکلیف دی، پس تحقیق اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لیں گے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا نہ کہو۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی ایک اُحد پہاڑ کی مثل سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مُد کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ آدھے مُد کو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تجھے یہ بات خوش کرے کہ تو اہل جنت میں سے ہو تو ایک تیری محبت کا جھوٹا لبادہ اوڑھیں گے اور وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ (ان کا نام رافضہ (روافض) ہوگا) پس اگر تو ان کو پائے تو ان سے جہاد کر کیونکہ وہ مشرک ہیں۔

اس حدیث کی اسناد میں نظر ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول "وعد اللّٰہ الّذین امنوا وعملوا الصالحات منھم" ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس خوشہ سے جس کو کھیتی نے نکالا اور وہ اسلام میں داخل لوگ ہیں، کھیتی کے بعد قیامت تک اور ھاء اور میم کو شطاء کے معنی کی طرف لوٹایا ہے نہ کہ اس کے لفظ پر اور اسی لیے "منہ" نہیں کہا۔ "مغفرۃ واجرا عظیما" یعنی جنت۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ الْحُجُرٰت

مدنی ہے اور اس کی اٹھارہ (۱۸) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ❶ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ❷

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور رسول (کی اجازت) سے پہلے (کسی قول یا فعل میں) تم سبقت مت کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ (تمہارے سب اقوال کو) سننے والا (اور تمہارے افعال کو) جاننے والا ہے اے ایمان والو تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں کھل کر ایک دوسرے سے بولا کرتے ہو کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

تفسیر: ❶ "یا یہا الذین امنوا لاتقدّموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ" یعقوب رحمہ اللہ نے "لاتقدموا" تاء اور دال کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے تقدم سے۔ یعنی (تم آگے نہ بڑھو) "لا تقدّموا" اور دیگر حضرات نے تاء کی پیش اور دال کی زیر کے ساتھ تقدیم سے پڑھا ہے اور یہ لازمی باب ہے تقدم کے معنی میں۔ بین اور تبین کی مثل اور کہا گیا ہے کہ یہ اپنے ظاہر پر متعدی ہے اور مفعول محذوف ہے یعنی "لا تقدّموا القول و الفعل بین یدی اللّٰہ و رسولہ" یعنی اللہ اور اس کے رسول کے آگے کسی قول و فعل کو نہ کرو۔ ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عرب کہتے ہیں "لاتقدّم بین یدی الامام و بین ید الرب" یعنی اس کے بغیر امر و نہی میں جلدی نہ کر۔ بین الیدین کا معنی سامنے اور پیچھے ہے۔ یعنی ان دونوں کے امر اور نہی سے آگے نہ بڑھو۔

اور انہوں نے اس کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ شعبی رحمہ اللہ نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ یوم الاضحیٰ کو قربانی کے بارے میں ہے اور یہی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ یعنی تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذبح کرنے سے پہلے ذبح نہ کرو۔ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یوم نحر میں خطبہ دیا، فرمایا

کہ ہم اس دن میں پہلا کام یہ کریں گے کہ ہم نماز پڑھیں گے، پھر ہم لوٹیں گے تو قربانی کریں گے۔ پس جس نے یہ کیا تو وہ ہماری سنت کو پہنچ گیا اور جس نے ہمارے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا تو وہ گوشت ہے جس کو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے جلدی کرلیا ہے، یہ قربانی سے کچھ فائدہ نہ دے گا۔ مسروق رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ یہ یوم شک کے روزے سے نہی کے بارے میں ہے یعنی تم روزہ نہ رکھو اس سے پہلے کہ تمہارے نبی روزہ رکھیں۔

ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو خبر دی کہ بنو تمیم کا ایک قافلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا قعقاع معبد بن زرارۃ کو امیر بنایا جائے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بلکہ اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے میری مخالفت کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا۔ پس ان دونوں حضرات کا جھگڑا ہوا حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہوگئیں تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی "یا یھا الّذین امنوا لاتقدموا بین یدی اللہ ورسولہ" اور نافع رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عن ابی ملیکہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ پس نازل ہوئی "یایھا الّذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النّبی" اللہ تعالیٰ کے قول "اجر عظیم" تک اور زیادہ کیا ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس آیت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنی آواز میں بھی بات نہ کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا دیں حتیٰ کہ آپ علیہ السلام خود قابل فہم آواز کا تقاضا کرتے اور اپنے والد یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر نہیں کیا اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت چند لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ کہتے تھے اگر اس بارے میں نازل کی جاتی اور اس میں کیا جاتا تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کو ناپسند کیا اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی قتال اور دین کے شرائع کے بارے میں کسی امر کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر نہ کرو۔ "واتقوا اللہ" اس کے حق کو ضائع کرنے اور اس کے امر کی مخالفت کرنے میں "ان اللہ سمیع" تمہارے اقوال کو "علیم" تمہارے افعال کو۔

❷ "یایھا الّذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النّبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض" ان کو حکم دیا کہ وہ آپ علیہ السلام کی تعظیم کریں اور آپ علیہ السلام کے پاس اپنی آوازیں بلند نہ کریں اور آپ علیہ السلام کو ایسے آواز نہ دیں جیسے وہ آپس میں ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں۔ "ان تحبط اعمالکم" تاکہ تمہاری نیکیاں ضائع نہ ہو جائیں اور کہا گیا اس خوف سے کہ تمہاری نیکیاں ضائع ہو جائیں۔ "وانتم لا تشعرون"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند کرنے کے متعلق آیات کا نزول

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ آیت "یایھا الّذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم" کے نزول کے

بعد حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری سے رُک گئے اور کہنے لگے: میں دوزخی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا ابوعمر ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا حال ہے؟ کیا وہ بیمار ہو گئے؟ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا (یارسول اللہ) وہ میرے ہمسائے ہیں مجھے تو ان کے بیمار ہونے کا علم نہیں، کوئی اور وجہ ہوگی۔ حضرت سعد حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اُن سے بیان کیا۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یہ آیت نازل ہوگئی ہے اور آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تم سب سے زیادہ اونچی آواز سے کلام کرتا ہوں۔ اس لیے میں دوزخی ہوگیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر عرض کردی۔ فرمایا: (وہ دوزخی نہیں) بلکہ اہل جنت میں سے ہے۔

ابن جریر نے محمد بن ثابت بن قیس بن شماس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ بغوی نے اس کا ذکر کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ راستہ ہی میں بیٹھ کر رونے لگے۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ اُدھر سے گزرے اور رونے کا سبب دریافت کیا۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ آیت نازل ہوگئی ہے اور مجھے خوف ہے کہ کہیں میرے ہی متعلق نازل ہوئی کیونکہ میری آواز اونچی ہے، مجھے اپنے اعمال کے برباد ہو جانے اور دوزخی ہو جانے کا ڈر ہے۔ حضرت عاصم نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر یہ بات عرض کردی اور ادھر ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گریہ کا ایسا غلبہ ہوا کہ انہوں نے گھر جا کر اپنی بی بی جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی سلول سے کہا: جب میں اپنے گھوڑے کے بندھنے کی جگہ جاؤں تو گھوڑے کا دھنگنا مضبوط طور پر میرے پاؤں میں کس کر کھونٹے سے باندھ دینا۔ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اب میں باہر نہیں نکلوں گا، یہاں تک کہ مجھے موت آجائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے راضی ہو جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصم کو حکم دیا، جا کر ثابت کو بلا لاؤ۔ حسب الحکم حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوّل اُسی جگہ گئے جہاں ثابت رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔ جب وہاں نہ ملے تو ان کے گھر گئے جا کر دیکھا کہ ثابت گھوڑے کی کوٹھری میں بند ہیں۔ عاصم نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو طلب فرما رہے ہیں۔ ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا دھنگنا توڑ دو۔ اس کے بعد دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثابت تمہارے رونے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری آواز اونچی ہے، مجھے خوف ہے کہ یہ آیت میرے ہی متعلق نازل ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ قابل ستائش زندگی گزارو گے اور شہادت کی موت مارے جاؤ گے اور جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری پر راضی ہوں۔ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کبھی اونچی آواز نہیں کروں گا۔ اس پر یہ آیت ذیل نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④

ترجمہ: بے شک جولوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہؐ کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے ان لوگوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے جولوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے۔

تفسیر: ③ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم اپنے سامنے جنتی یعنی ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی چلتے پھرتے دیکھتے تھے کہ یہ زندہ جنتی ہیں اور ان ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تم قابل ستائش زندگی گزاروگے اور شہادت کی موت مارے جاؤ گے اور جنت میں چلے جاؤ گے۔

حضرت ثابت کی شہادت اور آپ کی وصیت

جب جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب سے مقابلہ ہوا تو ثابت کو (شروع میں) مسلمانوں میں کچھ شکست کی حالت نظر آئی بلکہ ایک جماعت تو شکست کھا کر بھاگ بھی پڑی۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ان لوگوں پر افسوس ہے۔ پھر حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہمرکابی میں تو ہم اللہ کے دشمنوں سے اس طرح نہیں لڑتے تھے۔اس قول کے بعد دونوں حضرات نے توبہ کی۔ پھر اتنا سخت قتال کیا کہ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے۔اس وقت آپ رضی اللہ عنہ زرہ پہنے ہوئے تھے۔مرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا۔خواب میں آپ نے اس صحابی کو بتایا کہ میری زرہ ایک مسلمان اُتار کر لشکر کے کنارہ پر ایک جگہ لے گیا۔ وہاں گھوڑا رسی سے بندھا ہوا ہے اور زرہ پر پتھر کی ایک ہانڈی رکھ دی ہے۔تم خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر کہہ دو کہ وہ میری زرہ اُس شخص سے واپس لے لیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر یہ بات کہہ دو کہ مجھ پر کچھ قرض ہے، وہ ادا کر دیا جائے اور میرا فلاں غلام آزاد ہے (یعنی میں آزاد کرتا ہوں) اس صحابی نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر یہ بات کہہ دی۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر دیکھا تو زرہ اور گھوڑا ویسے ہی پایا جیسا بیان کیا تھا، آپ نے زرہ واپس لے لی۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر بیان کر دیا تو آپ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی وصیت پوری کر دی۔ حضرت مالک بن انس رضی اللہ

عنہ نے فرمایا اس وصیت کے علاوہ کوئی ایسی (منامی) وصیت معلوم نہیں جس کو پورا کیا گیا ہو۔ طبرانی اور ابویعلی نے حسن سند کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کچھ دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں کی طرف آئے اور پکارنے لگے: یا محمد! (یا محمد باہر آؤ) اس پر آیت ذیل نازل ہوئی۔

④ "اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○" (جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے ہیں، بلاشبہ ان میں اکثر کو عقل نہیں)۔ حجرت اور حجرت حجرۃ کی جمع ہے۔ بغوی نے لکھا ہے حجرات حجر کی اور حجر حجرۃ کی جمع ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قبیلہ) ابن العنبر ہ کی طرف ایک جہادی دستہ عیینہ بن حصین فزاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر کمانڈ روانہ کیا۔ جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ عیینہ کا رُخ ہماری طرف ہے تو وہ اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ عیینہ نے ان کے اہل وعیال کو قید کرلیا اور لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیا۔ کچھ وقفہ کے بعد ان کے مرد اپنے بچوں کو زرِ فدیہ ادا کرکے رہا کرانے کے لیے آگئے جس وقت وہ آئے تھے دوپہر کا وقت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بی بی کے حجرہ میں قیلولہ فرمارہے تھے۔ ان کے بچوں نے جب اپنے باپوں کو دیکھا تو بے تاب ہوکر رونے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بی بی کا ایک مخصوص حجرہ تھا۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برآمد ہونے سے پہلے ہی جلدی میں پکارنے لگے: محمد! باہر آئیے۔ غرض (شور مچاکر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے آئے۔ ان لوگوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم! فدیہ لے کر ہمارے اہل وعیال کو رہا کردو۔ اس وقت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ اپنے اور ان لوگوں کے درمیان کسی تیسرے شخص کو (بطور پنچ) مقرر کردو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی پانے کے بعد فرمایا: سبرہ بن عمرو تمہارا ہم مذہب ہے۔ کیا تم لوگ اس کو میرے اور اپنے درمیان ثالث بنانا پسند کروگے؟ ان لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ سبرہ نے کہا جب تک میرا چچا اعور بن بشامہ یہاں موجود نہ ہوگا میں کوئی فیصلہ نہیں کروں گا (یعنی اعور سے فیصلہ کراؤں گا، خود کوئی فیصلہ نہیں کروں گا) لوگ راضی ہوگئے۔ اعور نے فیصلہ دیا کہ ان کے آدھے اہل وعیال کو بغیر معاوضہ کے آزاد کیا جائے اور باقی نصف کو فدیہ لے کر رہا کردیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس پر راضی ہوں۔ چنانچہ نصف کو بلا معاوضہ اور نصف کو فدیہ لے کر رہا کردیا اور اللہ نے آیت: "اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○" نازل فرمادی۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ⑤

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ (ذرا) صبر (اور انتظار) کرتے یہاں تک کہ آپ خود باہر ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا (کیونکہ ادب کی بات تھی) اور اللہ غفور رحیم ہے۔

تفسیر: ⑤ "وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○" بغوی نے قتادہ اور

جابر کی روایت ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے کہ یہ آیت (یعنی یہ آیت اور اس کے بعد کی عبارت) بنی تمیم کے کچھ خانہ بدوش، بدویوں کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے دروازہ پر (پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) آوازیں دی تھیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ دروازہ پر پہنچ کر انہوں نے پکار مچائی: محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر نکل کر آؤ۔ ہماری طرف سے (کسی کی) تعریف (اس کے لیے) باعث زینت ہے اور ہماری طرف سے (کسی کی) مذمت موجب عیب ہے۔ آواز سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ ایسا تو بس اللہ ہے جس کی طرف سے کسی کی ستائش موجب زینت اور مذمت موجب عیب ہے۔ دیہاتی بولے: ہم اپنے شاعر اور خطیب کو ساتھ لے کر آئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اُٹھو! ان کو جواب دو۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب تھے۔ حسب الحکم آپ نے بنی تمیم کے خطیب کو جواب دیا۔ پھر ان کا شاعر کھڑا ہوا اور اس نے کچھ اشعار پڑھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا، اُٹھو! ان کو جواب دو۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر جواب دیا۔ یہ بات دیکھ کر اقرع بن حابس (تمیمی) نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تو ہر خیر جمع ہے۔ ہمارا خطیب بولا (تو ان کا خطیب بھی بولا اور ہمارے خطیب پر غالب آیا، پھر ہمارے شاعر نے کچھ اشعار پڑھے تو ان کے شاعر نے جواب دیا) پس (ہمارے شاعر سے) تمہارا شاعر بہتر اور احسن ثابت ہوا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا اور بول پڑا: "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُهٗ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے پہلے (تجھ سے) جو جرائم ہو گئے ہیں (وہ سب معاف ہو گئے) ان کا کوئی ضرر تجھے نہیں پہنچے گا۔ (یعنی کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا) اس کے بعد ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کچھ نقد اور) لباس عطا فرمایا۔ قافلہ میں ایک (بچہ) کمسنی کی وجہ سے رہ گیا تھا جس کا نام عمرو بن اہتم تھا۔ (قافلہ کے مال اور جانوروں کی نگرانی کے لیے یہ لوگ اُس کو چھوڑ آئے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی اتنا ہی (حصہ) دیا، جتنا ان لوگوں میں سے ایک ایک کو دیا تھا۔ بعض لوگوں نے اس لڑکے کو (اپنے مقابلہ میں) حقیر قرار دیا (اور پورا حصہ دینے پر اعتراض کیا) اس پر اُن کے آپس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شور و غل ہونے لگا۔ اس وقت آیات "یایها الذین امنوا لا ترفعوا ...... تا...... غفورٌ رّحیمٌ" تک نازل ہوئیں۔

"وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" یعنی اللہ بڑا مہربان ہے۔ اسی لیے اس نے (تم کو سزا نہیں دی بلکہ) صرف نصیحت کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہ کرنے والوں اور بے ادبی کرنے والوں کو تنبیہ کر دی کیوں کہ یہ بے ادب لوگ جاہل اور بے عقل ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ ۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا ۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۞ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۞ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ ۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۞

(ترجمہ) اے ایمان والو اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے (جس میں کسی کی شکایت ہو) تو خوب تحقیق کر لیا کرو کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پچھتانا پڑے اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہؐ (تشریف فرما) ہیں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے اور لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان (کامل) کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر اور فسق (گناہ کبیرہ) اور عصیان (گناہ صغیرہ) سے تم کو نفرت دے دی ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کر دو پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے پھر اگر وہ زیادتی کرنے والا) رجوع ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کر دو اور انصاف کا خیال رکھو بے شک اللہ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ کا شان نزول

(تفسیر) ۶ "یایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا" یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جنگ کے بعد بنو المصطلق کی طرف بھیجا۔ اس کے اور بنو المصطلق کے درمیان دورِ جاہلیت میں دشمنی تھی۔ جب ان لوگوں نے اس کے آنے کی خبر سنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اس کی تعظیم کی۔ شیطان نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ یہ لوگ اس کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں تو وہ خوفزدہ ہو گیا اور راستہ سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا اور کہا بنو المصطلق نے صدقات دینے سے انکار کر دیا ہے اور مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت غصہ آیا اور پختہ ارادہ فرمایا کہ ان سے لڑائی کریں۔ اُدھر بنو المصطلق کو اس کے واپس جانے کی خبر پہنچی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ علیہ السلام کے قاصد کے آنے کا سنا تو ہم اس کے استقبال کے لیے نکلے کہ اس کا اعزاز و اکرام کریں اور ہم اس کو اللہ تعالیٰ کا وہ حق ادا کریں جس کو ہم نے قبول کیا ہے لیکن اس کو واپسی کی ضرورت پیش آ گئی تو ہم ڈر گئے کہ شاید اس کی راستہ سے واپسی آپ علیہ السلام کے کسی خط کی وجہ سے ہے جو ہم سے ناراضگی کی وجہ سے آپ علیہ السلام نے بھیجا ہوگا اور ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اللہ کے غضب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب سے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو متہم سمجھا (ان کی بات پر اعتماد نہ ہوا) اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خفیہ طور پر ایک لشکر کے ساتھ بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ اس کی قوم کا خدمت اقدس میں آنا ان پر مخفی رکھیں اور ان کو کہا آپ جا کر دیکھو۔ پس اگر آپ رضی اللہ عنہ ان سے وہ بات دیکھو جو ان کے ایمان پر دلالت کرے تو ان کے اموال کی زکوٰۃ وصول کرو اور اگر ایسی بات نہ دیکھو تو ان کے ساتھ وہ معاملہ کرو جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے تو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیا وہاں جا کر مغرب اور عشاء کی اذان ان سے سنی تو ان سے ان کے صدقات وصول کیے اور ان میں طاعت اور خیر کے کام دیکھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹے اور ساری بات بتائی تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی "یا یھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق" یعنی ولید بن عقبہ "بنبا" کسی خبر کے ساتھ " فتبینوا ان تصیبوا" تا کہ تم قتل وقتال تک نہ پہنچ جاؤ۔ "قوما" براء "بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین" تمہاری غلطی سے قتال کی وجہ سے۔

⑦ "واعلموا ان فیکم رسول اللہ" پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس سے کہ تم باطل بات یا جھوٹ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دے دیں گے اور وہ تمہارے احوال پہچان جائیں گے۔ پس تم رسوا ہو جاؤ گے۔

"لو یطیعکم" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "فی کثیر من الامر" جن کی تم ان کو خبر دیتے ہو۔ پس تمہاری رائے پر فیصلہ کر دیں۔ "لعنتم" تم گناہ گار ہو جاؤ اور ہلاک ہو جاؤ، لعنت گناہ اور ہلاک ہونا۔ "ولکن اللہ حبب الیکم الایمان" پس اس کو تمہاری طرف تمام ادیان سے زیادہ محبوب کر دیا ہے۔ "وزینہ" اس کو اچھا کر دیا۔ "فی قلوبکم" حتی کہ تم نے اس کو اختیار کیا اور تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ہے۔ "وکرّہ الیکم الکفر والفسوق" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جھوٹ مراد ہے۔ "والعصیان" اللہ تعالیٰ کی تمام نافرمانیاں۔ پھر خطاب سے خبر کی طرف لوٹے ہیں اور فرمایا "اولئک ھم الرّاشدون" ہدایت یافتہ ہیں۔

⑧ "فضلا" یعنی یہ فضل ہے۔ "من اللہ ونعمۃ واللہ علیم حکیم"

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ سے کون لوگ مراد ہیں

⑨ "وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا اگر آپ عبداللہ بن اُبی کے پاس جاتے تو آپ علیہ السلام دراز گوش پر سوار ہو کر اس کی طرف چل پڑے اور مسلمان آپ علیہ السلام کے ساتھ چلنے لگے اور وہ شور زدہ زمین تھی۔ پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے تو اس نے کہا مجھ سے دور ہٹو، اللہ کی قسم! مجھے آپ علیہ السلام کے گدھے کی بدبو تکلیف دیتی ہے تو انصار میں سے ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دراز گوش تجھ سے زیادہ عمدہ خوشبو والا ہے تو عبداللہ کی قوم کا ایک شخص غصہ ہو گیا اور آپس میں دونوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا تو ہر ایک کے ساتھی بھی

غصہ ہو گئے تو ان کے درمیان چھڑیوں، ہاتھوں اور جوتوں سے مارا ماری ہوئی تو ہمیں خبر پہنچی کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے "**وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما**" اور روایت کیا گیا ہے کہ جب یہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑھا تو ان کی صلح ہو گئی اور ایک دوسرے سے رُک گئے۔

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت انصار کے دو آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان دونوں میں کسی حق کی وجہ سے جھگڑا تھا تو ایک نے دوسرے کو کہا میں تجھ سے اپنا حق زبردستی لے لوں گا کیونکہ میرا قبیلہ زیادہ ہے اور دوسرے نے اس کو دعوت دی کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرا لیتے ہیں تو اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو معاملہ ایسے ہی ان کے درمیان چلتا رہا حتیٰ کہ وہ لڑ پڑے اور ایک دوسرے کو ہاتھوں اور جوتوں سے مارا، کوئی تلوار کے ساتھ حملہ نہیں ہوا۔ سفیان نے سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انصار کی ایک عورت تھی جس کو اُم زید کہا جاتا تھا، ایک شخص کے نکاح میں تھی۔ اس عورت اور اس کے خاوند میں کچھ جھگڑا تھا تو خاوند نے اس کو گھر میں قید کر لیا۔ اس عورت کی قوم کو یہ خبر پہنچی تو وہ لوگ آ گئے۔ ادھر سے مرد کی قوم آ گئی تو ہاتھوں اور جوتوں کی لڑائی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "**وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما**" اللہ کی کتاب کے فیصلہ کی طرف بلا کر اور اس فیصلہ پر جس میں ان دونوں کی رضامندی ہو۔ "**فان بغت احدھما**" زیادتی کرے ان میں سے ایک "**علی الاخریٰ**" اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے فیصلہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ "**فقاتلوا التی تبغی حتّٰی تفیٔ**" وہ لوٹے۔ "**الی امر اللّٰہ**" اس کی کتاب اور اس کے حکم کی طرف۔ "**فان فاء ت**" حق کی طرف لوٹ آئے۔ "**فاصلحوا بینھما بالعدل**" ان دونوں کو انصاف اور اللہ کے حکم پر راضی ہونے پر آمادہ کرنے کے ساتھ۔ "**واقسطوا**" تم انصاف کرو۔ "**ان اللّٰہ یحب المقسطین**"

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ⑩

(ترجمہ) مسلمان تو سب بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کی تفسیر اور شانِ نزول

(تفسیر) ⑩ "**انما المؤمنون اخوة**" دین اور ولایت میں "**فاصلحوا بین اخویکم**" جب وہ دونوں اختلاف کریں اور لڑنے لگیں اور یعقوب رحمہ اللہ نے "**بین اخوتکم**" تاء کے ساتھ جمع کا صیغہ پڑھا ہے۔ "**واتقوا اللّٰہ**" پس تم اس کی نافرمانی نہ کرو اور اس کے امر کی مخالفت نہ کرو۔ "**لعلکم ترحمون**" سالم رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو گالیاں دیتا ہے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتے ہیں اور جو کسی مسلمان سے کوئی غم و مشقت دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس سے قیامت کے دن کی مشقتوں میں سے مشقت دور کریں گے اور جو کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیبوں پر پردہ ڈالیں گے۔

اوران دو آیتوں میں اس پر دلیل ہے کہ بغی ایمان کے نام کو زائل نہیں کرتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام مؤمنین بھائی رکھا ہے، ان کے باغی ہونے کے باوجود۔ اس پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جو حارث اعور سے روایت کی گئی ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا اور وہ اہل جمل اور صفین کے قتال میں پیشوا تھے۔ کیا وہ مشرک ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ شرک سے وہ لوگ بھاگے ہیں۔ پھر پوچھا گیا، کیا وہ منافق ہیں؟ تو فرمایا نہیں۔ بے شک منافقین اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر تھوڑا۔ کہا گیا پھران کا کیا حال ہے؟ فرمایا ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی اور شرعی باغی وہ شخص ہے جو عادل امام سے خروج کرے۔ پس جب ایک جماعت جمع ہو جائے ان کے لیے قوت وطاقت ہو، اور وہ عادل امام کی اطاعت سے کسی محتمل تاویل کی وجہ سے رُک جائیں اور اپنا امام مقرر کرلیں تو ان کے بارے میں حکم یہ ہے کہ امام ان کی طرف لشکر بھیجے اوران کو اپنی اطاعت کی طرف بلائے۔ پس اگر وہ کوئی اشکال ظاہر کریں تو اس کو زائل کرے۔

اور اگر وہ کوئی اشکال نہ ذکر کریں اور اپنی بغاوت پر اصرار کریں تو امام ان سے لڑائی کرے گا حتیٰ کہ وہ اس کی اطاعت کی طرف لوٹ آئیں۔ پھران کے قتال کا حکم یہ ہے کہ ان میں سے پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے کا پیچھا نہیں کیا جائے گا اور ان کے قیدیوں کو قتل نہیں کیا جائے گا اور ان کے زخمیوں کو فوراً نہیں مارا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منادی نے جنگ جمل کے دن آواز لگائی۔ خبردار! پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے کا پیچھا نہیں کیا جائے گا اور زخمی کو قتل نہیں کیا جائے گا اور جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک قیدی لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھے باندھ کر قتل نہ کروں گا۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں اور دونوں گروہوں میں سے کوئی دوسرے کی جان و مال کا جو نقصان کر دے اس کی کوئی ضمان نہ ہوگی۔

ابن شہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس فتنہ میں خون ریزی ہوئی۔ بعض میں قاتل ومقتول کو پہچانا گیا اور بہت سارا مال ضائع ہوا۔ پھر لوگوں کے درمیان جنگ ختم ہوئی اور ان پر حکم جاری ہوا۔ پس مجھے معلوم نہیں کہ ان میں سے کسی سے قصاص لیا گیا ہو اور کسی کے مال کا تاوان لیا گیا ہو۔ بہرحال جن باغیوں میں یہ تین شرائط جمع نہ ہوں، بایں طور کہ وہ تھوڑی سی جماعت ہو ان کے لیے روکنے کی قوت نہ ہو یا کوئی تاویل نہ ہو یا انہوں نے امام مقرر نہ کیا ہو تو ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ اگر وہ مسلمانوں کو نہ چھیڑیں اور قتال نہ کریں۔ پس اگر وہ ایسا کریں تو وہ قطاع الطریق (ڈاکو) ہیں اور روایت کیا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ مسجد کے کونے پر کہہ رہا ہے "لا حکم الا للہ" کہ فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کلمہ حق ہے اس سے مراد باطل لی گئی ہے۔ تمہارے لیے ہم پر تین چیزیں ہیں کہ ہم تمہیں اللہ کی مساجد سے نہ روکیں گے کہ تم اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور ہم تمہیں مال فئی سے نہ روکیں گے جب تک تمہارے ہاتھ ہمارے ہاتھوں کے ساتھ ہوں گے اور ہم تمہارے سے قتال میں پہل نہ کریں گے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ط بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫

ترجمہ: اے ایمان والو نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ ان (ہنسنے والوں) سے (خدا کے نزدیک) بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا (ہی) برا ہے اور جوان حرکتوں سے) باز نہ آویں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور (کسی کے عیب کا) سراغ مت لگاؤ اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ کا شان نزول

تفسیر ⑪ "یا یها الذین امنوا لایسخر قوم" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ ان کی قوت ساعت کم تھی، یہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجلس میں ان سے پہلے جگہ بنا چکے ہوتے تو ان کے لیے مجلس کو کشادہ کر دیتے حتیٰ کہ یہ آپ علیہ السلام کے پہلو میں بیٹھ جاتے اور آپ علیہ السلام کے ارشادات سن لیتے تو یہ ایک دن آئے اور فجر کی ایک رکعت ان سے چھوٹ گئی تھی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجلس میں اپنی جگہیں بنالیں تو ہر شخص نے اپنی جگہ پر بخل کیا اور ان کے لیے وسعت نہ کی۔

پھر ایک شخص آیا اور بیٹھنے کی جگہ نہ ملی تو کھڑا رہ گیا۔ جب ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے، لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اور ساتھ یہ کہتے جاتے مجلس میں کشادگی کرو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کشادگی کرنے لگے حتیٰ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے اور ثابت رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک شخص کا فاصلہ تھا تو اس آدمی کو کہا جگہ دے تو اس نے کہا آپ رضی اللہ عنہ کو جگہ مل گئی، بیٹھ جاؤ تو ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس

کے پیچھے غصہ میں بیٹھ گئے۔ پھر جب تاریکی چھٹی تو ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے پہلو میں ہاتھ مار کر کہا کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں ہوں تو حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا فلانی کا بیٹا اور اس کی ماں کا ذکر کیا جس کی وجہ سے جاہلیت میں اس کو عار دلائی جاتی تھی تو اس شخص نے اپنا سر جھکا لیا اور شرمندہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بنوتمیم کے اس وفد کے بارے میں نازل ہوئی جن کا ہم نے تذکرہ کیا یہ لوگ فقراء صحابہ کا مذاق اُڑاتے تھے۔ جیسے عمار، خباب، بلال، صہیب، سلمان اور سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے پراگندہ مال کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایمان لانے والوں کے بارے میں یہ آیت نازل کی۔ "**یایھا الّذین امنوا لایسخر قوم من قوم**" یعنی مرد مردوں سے اور قوم اسم ہے رجال اور نساء کی جمع لائی جاتی ہے اور کبھی اس کو رجال کے ساتھ خاص کر دیا جاتا ہے۔ "**عسٰی ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسٰی ان یکن خیرا منھن**" حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب انہوں نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چھوٹے قد کا طعنہ دیا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ ان کو عورتوں نے کہا یہودیہ بنت یہودیین "**ولا تلمزوا انفسکم**" یعنی تم ایک دوسرے کے عیب نہ نکالو اور ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔ "**ولا تنابزوا بالالقاب**" تنابز باب تفاعل نبز سے بمعنی لقب اور وہ یہ ہے کہ انسان کو اس کے نام کے علاوہ کسی چیز سے پکارا جائے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ آدمی کا دوسرے کو، اے فاسق! اے منافق! اے کافر! کہنا ہے۔

حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہودی ونصرانی اسلام لے آتا تو اس کو اسلام کے بعد یا یہودی یا نصرانی کہا جاتا تو اس سے روکا گیا ہے۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کو کہہ یا کلب یا حمار یا خنزیر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ "**تنابز بالالقاب**" یہ ہے کہ کسی نے برے عمل کیے ہوں پھر وہ ان سے توبہ کر لے تو روکا گیا ہے کہ اس کے گزشتہ اعمال کی وجہ سے اس کو عار نہ دلائی جائے۔

"**بئس الاسم الفسوق بعدالایمان**" یعنی ایمان لانے اور توبہ کرنے کے بعد اے یہودی! یا اے فاسق! کہنا برا نام ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے وہ کام کیا جس سے روکا گیا ہے جیسے مذاق اُڑانا، عیب نکالنا، لقب بگاڑنا تو وہ فاسق ہے اور ایمان کے بعد فاسق کا نام برا ہے۔ پس تم ایسا نہ کرو کہ جس کی وجہ سے تم فسوق کے نام کے مستحق ہو جاؤ۔ "**ومن لم یتب**" اس سے۔ "**فاولٰئک ھم الظالمون**"

⑫ "**یا یھا الّذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن**" کہا گیا ہے کہ یہ آیت دو آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے ساتھی کی غیبت کی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر جہاد یا ویسے سفر کرتے تو ایک ضرورت مند شخص کو دو مال دار آدمیوں کے ساتھ ملا دیتے وہ ان دونوں کی خدمت کرتا اور ان سے آگے پڑاؤ کی جگہ جاتا اور

ان کی ضروریات کھانے پینے کی تیار کرتا تو سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی سفر میں دو آدمیوں کے ساتھ ملا دیا تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ منزل پر ان سے پہلے پہنچے۔ وہاں جا کر ان کو نیند آ گئی، ان کے لیے کچھ تیار نہ کر سکے۔ پس جب وہ دونوں آئے تو ان کو کہا کیا تیار کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کچھ نہیں، مجھے نیند آ گئی تھی۔ ان دونوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے ہمارے لیے کھانا مانگو۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کھانا مانگا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ ان کو کہو، اگر ان کے پاس سالن اور کھانا زائد ہے تو آپ کو دے دیں اور اُسامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر ان کے خزانچی تھے تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس گئے، انہوں نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے تو سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کے پاس آئے اور ان کو بتا دیا، تو وہ کہنے لگے اُسامہ کے پاس کھانا تھا لیکن اس نے بخل کیا۔

پھر انہوں نے سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کی طرف بھیجا، ان کے پاس بھی کچھ نہ ملا وہ واپس آئے تو ان دونوں نے کہا اگر ہم آپ رضی اللہ عنہ کو بئر سمیحہ پر بھیجتے تو اس کا پانی بھی خشک ہو جاتا، پھر وہ دونوں تجسس سے چل پڑے کہ کیا اُسامہ کے پاس وہ چیز ہے جس کا ہمارے لیے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ پس جب یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ علیہ السلام نے ان دونوں کو کہا مجھے کیا ہو گیا کہ میں تمہارے منہ سے گوشت کی بدبو محسوس کر رہا ہوں۔ ان دونوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم نے تو آج کے دن گوشت نہیں کھایا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم بھول گئے تم نے سلمان اور اسامہ رضی اللہ عنہما کا گوشت کھایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”یا یھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن“ اور مراد یہ ہے کہ اہل خیر کے بارے میں برا گمان رکھنے سے بچو۔ ”ان بعض الظن اثم“ سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظن دو قسم کے ہیں، ان میں سے ایک گناہ ہے وہ یہ کہ تو گمان کرے اور اس کو زبان سے بیان کر دے اور دوسرا گناہ نہیں ہے وہ یہ کہ تو گمان کرے لیکن منہ سے بولے نہ۔ ”ولا تجسسوا“ تجسس لوگوں کے عیب تلاش کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے پوشیدہ عیوب کو تلاش کرنے سے روکا ہے تا کہ وہ چیز ظاہر نہ ہو جائے جس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈالا ہے۔

تجسس اور لوگوں کے عیب کے پیچھے نہ پڑو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ظن سے بچو کیونکہ ظن سب سے جھوٹی بات ہے اور چھپ کر کسی کی بات نہ سنو اور تجسس نہ کرو اور ایک دوسرے سے بڑھ کر بولی نہ لگاؤ اور مبالغہ نہ کرو اور باہم حسد نہ کرو اور باہم بغض نہ رکھو اور باہم دشمنی نہ کرو اور ہو جاؤ اللہ کے بندے بھائی بھائی۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وہ جماعت! جو اپنی زبان سے ایمان

لے آئی ہے اور ایمان اس کے دلوں تک نہیں پہنچا، تم مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے پوشیدہ عیبوں کے پیچھے نہ لگو کیونکہ جو مسلمانوں کے عیبوں کے پیچھے پڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور جس کے عیبوں کے پیچھے اللہ تعالیٰ پڑ جائیں اس کو رسوا کر دیتے ہیں۔ اگر چہ وہ کجاوہ کے اندر ہی کیوں نہ ہو اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن کعبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا تیری کتنی عظمت ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے اور مؤمن کی حرمت اللہ تعالیٰ کے ہاں تجھ سے بڑی ہے۔ زید بن وہب کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا گیا کہ کیا آپ کے لیے ولید بن عقبہ میں کچھ ہے کہ اس کی داڑھی سے شراب ٹپکتی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم تجسس سے روکے گئے ہیں۔ پس اگر ہمارے لیے کوئی چیز ظاہر ہوگی تو ہم اس کو لے لیں گے۔

"ولا یغتب بعضکم بعضا" فرماتے ہیں کہ تم میں سے بعض دوسرے کی پیٹھ پیچھے ایسی بات نہ کریں جو اس میں ہو اور اس کو بری لگے۔

غیبت اور بہتان باندھنے کی نہی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تیرا تیرے بھائی کی اس چیز کو ذکر کرنا جو اس کو ناپسند ہو۔ کہا گیا آپ کا کیا خیال ہے اگر میرے بھائی میں وہ بات ہو جو میں کہہ رہا ہوں؟ فرمایا کہ اگر اس میں وہ بات ہو جو تو کہہ رہا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ نہ ہو جو تو کہہ رہا ہے تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا تذکرہ کیا اور کہا کہ وہ خود نہیں کھاتا حتیٰ کہ اس کو کھلایا جائے اور سوار نہیں ہوتا حتیٰ کہ سوار کیا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کی غیبت کی ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا ہم نے وہی بات بیان کی ہے جو اس میں ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تجھے کافی ہے جب تو اپنے بھائی کی وہ بات ذکر کرے جو اس میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول "ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب ان کو کہا گیا "ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا" تو انہوں نے کہا نہیں تو کہا گیا "فکرھتموہ" یعنی جیسے تم نے اس کو ناپسند کیا ہے تو اس کی عدم موجودگی میں اس کا برا تذکرہ کرنے سے بچو۔

زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ تیرا اس شخص کا ذکر کرنا جو حاضر نہیں ہے تیرے مُردہ بھائی کے گوشت کھانے کے مرتبہ میں ہے کہ اس کو بھی یہ محسوس نہ ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج کرایا گیا تو میرا ایک قوم پر گزر ہوا، ان کے لوہے کے ناخن تھے، اس کے ذریعے اپنے چہروں اور گوشتوں کو نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں کے پیچھے پڑتے تھے۔ میمون بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سویا ہوا تھا

کہ میرے سامنے ایک حبشی کی لاش لائی گئی۔

اور ایک کہنے والے نے کہا تو اس کو کھا، میں نے کہا اے اللہ کے بندے! میں اس کو کیوں کھاؤں؟ تو اس نے کہا اس وجہ سے کہ تو نے فلاں کے غلام کی غیبت کی تھی تو میں نے کہا اللہ کی قسم! میں نے تو نہ اس کا تذکرہ خیر کیا نہ تذکرہ شر تو اس نے کہا لیکن تو نے اس پر کان لگائے تھے اور اس پر راضی ہوا تھا۔ پھر میمون رحمہ اللہ نہ کسی کی غیبت کرتے تھے اور نہ کسی کو اپنے پاس کسی کی غیبت کرنے دیتے تھے۔ ''واتقوا اللّٰه ان اللّٰه تواب رحیم''

يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ⑬

ترجمہ: لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے۔

تفسیر: ⑬ ''یا یھا النّاس انا خلقناکم من ذکر و انثٰی'' ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اور ان کے جگہ نہ دینے والے شخص کو اس کی ماں کی عار دلانے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کس نے فلانی کا تذکرہ کیا ہے؟ تو ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے یارسول اللہ! تو آپ علیہ اسلام نے فرمایا تو لوگوں کے چہروں کی طرف دیکھ۔ انہوں نے دیکھا تو آپ علیہ السلام نے پوچھا اے ثابت! تو نے کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے سفید، سرخ اور سیاہ چہرے دیکھے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا بے شک تو ان سے فضیلت نہیں پا سکتا مگر صرف دین اور تقویٰ میں۔ پس ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس شخص کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جس نے جگہ نہ دی تھی۔

''یا یھا الّذین اٰمنوا اذا قیل لکم تفسّحوا فی المجالس فافسحوا'' اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب فتح مکہ کا دن تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا وہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے اور اذان دی۔ تو عتاب بن اسید بن ابی العیص نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے والد کی روح قبض کر لی حتیٰ کہ اس نے آج کے دن کا یہ منظر نہیں دیکھا۔ حارث بن ہشام نے کہا کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کالے کوے کے علاوہ کوئی مؤذن نہ ملا تھا اور سہیل بن عمرو نے کہا اگر اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتے ہوں گے تو اس کو تبدیل کر دیں گے۔

اور ابو سفیان نے کہا میں کچھ نہیں کہتا اس خوف سے کہ آسمانوں کا رب اس کی خبر دے گا تو جبرئیل علیہ السلام آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اقوال کی خبر دی تو آپ علیہ السلام نے ان کو بلایا اور پوچھا کہ تم نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے اقرار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور نسب پر فخر کرنے اور کثرت مال پر فخر کرنے اور فقراء کو گھٹیا سمجھنے پر ان کو ڈانٹا۔ پس فرمایا

"یایھا النّاس انا خلقناکم من ذکر و انثٰی" یعنی آدم وحواء علیہما السلام یعنی تم سب نسب میں برابر ہو۔

"وجعلناکم شعوبا" شعب کی جمع ہے شین کی زبر کے ساتھ اور یہ قبائل کی اصل جیسے ربیعہ، مضر، اوس، خزرج وغیرہ ہیں۔ ان کوشعب کا نام دیا گیا اس لیے کہ یہ ادھر ادھر نکلی ہوئی ہیں اور اصل میں جمع بھی ہیں جیسے درخت کی ٹہنیوں کی شاخیں اور شعب اضداد میں سے ہے کہا جاتا ہے شعب یعنی جمع ہوگیا اور شعب یعنی جدا ہوگیا۔ "وقبائل" یہ شعوب کے علاوہ ہیں اس کا واحد قبیلہ ہے اور وہ جیسے بکر ربیعہ سے ہے اور تمیم مضر سے اور قبائل سے کم عمائر (بڑے قبائل) ہیں۔ اس کا واحد عمارۃ ہے عین کی زبر کے ساتھ اور وہ جیسے شیبان ہے بکر سے اور دارم ہے تمیم سے اور عمائر سے کم بطون ہیں اس کا واحد بطن ہے اور وہ جیسے قریش میں سے بنو غالب اور بنو لؤی اور بطون سے کم افخاذ ہیں اس کا واحد فخذ ہے اور وہ جیسے بنو لؤی میں سے بنو ہاشم اور بنو اُمیہ ہیں۔ پھر فصائل اور عشائر اس کا واحد فصیلۃ اور عشیرۃ ہے اور عشیرہ کے بعد کوئی خاندان ایسا نہیں جس کی صفت بیان کی جائے اور کہا گیا ہے کہ شعوب عجم کے اور قبائل عرب کے اور اسباط بنی اسرائیل کے اور ابو ورق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شعوب ان لوگوں کے جو کسی شخص کی طرف نسبت نہیں کرتے بلکہ شہروں اور بستیوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور قبائل وہ عرب جو اپنے آباء کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ "لتعارفوا" تاکہ تم ایک دوسرے کو نسب کے قریب اور دور ہونے میں پہچان لو، نہ اس لیے کہ تم ایک دوسرے پر فخر کرو۔ پھر خبر دی کہ ان میں مرتبہ میں بلند ترین اللہ کے ہاں وہ ہے جو ان میں سے زیادہ متقی ہے۔ پس فرمایا "ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم ان اللّٰہ علیم خبیر" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں یہ بیان ہے کہ سب سے بڑا اعزاز تقویٰ ہے اور سب سے بڑی ملامت گناہ کرنا ہے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسب مال ہے اور کرم تقویٰ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں دُنیا کا کرم مال داری اور آخرت کا کرم تقویٰ ہے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنی اونٹنی پر طواف کیا۔ اپنے نیزے سے ارکان کا استلام کیا۔ جب یہاں سے نکلے تو اونٹنی کے بٹھانے کی جگہ نہ تھی تو آپ علیہ السلام لوگوں کے ہاتھوں پر اونٹنی سے اُترے، پھر کھڑے ہوئے، ان کو خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے تم سے عیب اور آباء پر تکبر کرنے کو نکال دیا ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ لوگ تو دو ہی قسم کے ہیں ایک نیک، متقی اللہ کے ہاں معزز اور گنہگار، بدبخت اللہ کے ہاں ذلیل۔ پھر آیت "یا یھا النّاس انا خلقناکم من ذکر و انثٰی" تلاوت کی۔ پھر فرمایا "اقول قولی ھذا واستغفر اللّٰہ لی ولکم" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون زیادہ معزز ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان میں سے اللہ کے ہاں زیادہ معزز ان میں سے زیادہ تقویٰ والا ہے تو انہوں نے کہا اس کے بارے میں ہم آپ علیہ السلام سے نہیں پوچھ رہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا

"اکرم الناس" یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی، اللہ کے نبی کے بیٹے، وہ اللہ کے نبی کے بیٹے، وہ اللہ کے نبی خلیل اللہ کے بیٹے تو انہوں نے کہا اس کے بارے میں ہم نہیں پوچھ رہے۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا عرب کے قبائل کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے جاہلیت میں بہترین لوگ اسلام میں بھی بہترین لوگ ہیں۔ جب وہ دین کی سمجھ رکھیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے لیکن وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا. اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭

(ترجمہ) یہ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم (مخالفت چھوڑ کر) مطیع ہو گئے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا (سب باتوں میں) کہنا مان لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے ذرا بھی کم نہ کرے گا (کیونکہ) بے شک اللہ غفور و رحیم ہے۔

(تفسیر) ⑭ "قالت الاعراب اٰمنّا" یہ آیت بنو اسد بن خزیمہ کے چند لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قحط سالی کے سال آئے اور اسلام کو ظاہر کیا اور اندر سے ایمان نہ لاتے تھے تو ان لوگوں نے مدینہ کے راستے گندگیوں سے خراب کر دیئے اور اناج کا بھاؤ بڑھا دیا اور صبح و شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور کہتے کہ عرب آپ علیہ السلام کے پاس اپنی سواریوں پر تنہا آتے ہیں، ہم آپ علیہ السلام کے پاس اناج، عیال اور لونڈیاں لائے ہیں اور ہم نے آپ علیہ السلام سے قتال بھی نہیں کیا جیسے کہ بنو فلاں اور بنو فلاں نے قتال کیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتاتے تھے اور صدقہ کا ارادہ رکھتے تھے اور کہتے تھے ہمیں کچھ دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل کی اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ان بدؤں کے بارے میں نازل ہوئی جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح میں کیا ہے اور وہ جہینہ، مزینہ، اشجع، اسلم اور غفار کے بدو ہیں۔ وہ کہتے تھے ہم ایمان لائے تاکہ وہ ہم سے اپنے مال اور جانوں پر مطمئن ہو جائیں۔ پس جب ان سے حدیبیہ کی طرف کوچ کا مطالبہ کیا گیا تو یہ پیچھے رہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی "قالت الاعراب اٰمنا" ہم نے تصدیق کی۔

"قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا" ہم تابع ہو گئے اور قتل اور قید کے خوف سے ہم نے سر جھکا لیا۔ "ولمّا یدخل الایمان فی قلوبکم" پس خبر دی کہ ایمان کی حقیقت دل سے تصدیق کرنا ہے اور بے شک زبان سے اقرار کرنا

اور بدن سے اس کے شرائع کو ظاہر کرنا، دل سے تصدیق اور اخلاص کے بغیر ایمان نہیں ہوتا۔ عامر بن سعد نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو کچھ دیا اور میں بھی ان میں بیٹھا تھا۔ آپ علیہ السلام نے اس جماعت میں ایک شخص کو چھوڑ دیا، اس کو کچھ نہ دیا حالانکہ وہ ان سب میں مجھے زیادہ اچھا لگتا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کی اور کہا آپ علیہ السلام کا فلاں کے ساتھ کیا معاملہ ہوا حالانکہ میں تو اس کو مؤمن سمجھتا ہوں یا کہا مسلمان سمجھتا ہوں۔

پھر آپ علیہ السلام نے کچھ دیر سکوت فرمایا۔ پھر مجھے اس کے بارے میں میرا علم غالب آ گیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا فلاں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ پس اللہ کی قسم! میں تو اس کو مؤمن سمجھتا ہوں یا کہا مسلمان سمجھتا ہوں پھر آپ علیہ السلام نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا۔ پھر مجھے اس کے بارے میں میرا علم غالب ہوا تو میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کا فلاں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ پس اللہ کی قسم! میں تو اس کو مؤمن دیکھتا ہوں یا کہا مسلمان دیکھتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا بے شک! میں کسی شخص کو کچھ دیتا ہوں حالانکہ اس کا غیر مجھے زیادہ پسند ہوتا ہے اس خوف سے کہ وہ اپنے منہ کے بل جہنم میں گرا دیا جائے۔

پس اسلام سلم میں داخل ہونا اور وہ تابعداری اور اطاعت کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے اسلم الرجل جب وہ سلامتی میں داخل ہو جائے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "اشتی الرجل" جب وہ سردیوں میں داخل ہو جائے اور اصاف جب وہ گرمیوں میں داخل ہو جائے اور اربع جب وہ بہار میں داخل ہو جائے۔ پس اسلام میں سے وہ ہے جو حقیقت میں زبان، بدن اور دل کے ساتھ طاعت ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ابراہیم علیہ السلام کو "اسلم قال اسلمت لرب العالمین" اور اس میں سے وہ ہے جو صرف زبان سے تابعدار ہو نہ کہ دل سے اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول "ولکن قولوا اسلمنا ولمّا یدخل الایمان فی قلوبکم" "وان تطیعوا اللّٰہ ورسولہ" ظاہراً و باطناً، اعلانیہ اور پوشیدہ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ تم ایمان کو خالص کرو۔ "لایلتکم" ابو عمرو نے "یالتکم" الف کے ساتھ پڑھا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "وما التناھم" اور دیگر حضرات نے بغیر الف کے پڑھا ہے اور یہ دو لغتیں ہیں ان دونوں کا معنی ہے تم سے کچھ کم نہ کرے گا۔ کہا جاتا ہے "ألتیالت التا" اور لات یلیت لیتًا جب کم ہو جائے۔ "من اعمالکم شیئا" یعنی تمہارے اعمال کے ثواب میں سے کچھ کم نہ کرے گا۔ "ان اللّٰہ غفور رحیم" پھر ایمان کی حقیقت کو بیان کیا۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⑮ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑯ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا

تَمُنُّوْا عَلَىَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑰ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑱

ترجمہ پورے مومن وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر (عمر بھر کبھی) شک نہیں کیا اور اپنے مال اور جان سے خدا کے رستہ میں محنت اٹھائی یہ لوگ ہیں پورے سچے آپ فرما دیجئے کہ کیا خدا تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو حالانکہ (یہ محال ہے کیونکہ) اللہ کو تو سب آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کی خبر ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کا جاننے والا ہے یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم سچے ہو بے شک اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی مخفی باتوں کو جانتا ہے اور تمہارے سب اعمال کو بھی جانتا ہے۔

تفسیر ⑮ ”انما المؤمنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا“ اپنے دین میں شک نہیں کیا۔ ”وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصّادقون“ اپنے ایمان میں۔ پس جب یہ دو آیتیں نازل ہوئیں تو بدو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اللہ کی قسمیں کھانے لگے کہ وہ سچے مؤمن ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اس کے علاوہ کو پہچان لیا۔

⑯ تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ”قل اتعلّمون اللہ بدینکم“ تعلیم یہاں خبر دینے کے معنی میں ہے اس لیے ”بدینکم“ کہا اور باء اس پر داخل کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں کیا تم اللہ کو اپنے اس دین کی خبر دیتے ہو جس پر تم ہو۔ ”واللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض واللہ بکلّ شیءٍ علیم“ یعنی تمہارے خبر دینے کا محتاج نہیں ہے۔

⑰ ”یمنون علیک ان اسلموا قل لاتمنّوا علیّ اسلامکم“ یعنی تم اپنے اسلام کو۔ ”بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان“ اور عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصحف میں۔ ”اذ ھداکم للایمان“ ہے۔ ”ان کنتم صادقین“ کہ تم مؤمن ہو۔

⑱ ”ان اللہ یعلم غیب السموات والارض واللہ بصیر بما تعملون“ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یاء کے ساتھ اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

سُوْرَۃُ قٓ

مکی ہے اور اس کی پینتالیس (۴۵) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ① بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِيْبٌ ② ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌ ۢ بَعِيْدٌ ③ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ④

ترجمہ: قٓ قسم ہے قرآن مجید کی بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی (کی جنس) میں سے (کہ بشر ہیں) ایک ڈرانے والا پیغمبر آ گیا سو کافر لوگ کہنے لگے کہ (اول تو خود) یہ (ایک) عجیب بات ہے (بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے دوبارہ (زندہ ہونا امکان سے) بہت ہی بعید بات ہے ہم ان کے ان جزاء کو جانتے ہیں جن کو مٹی (کھاتی اور) کم کرتی ہے اور اب تک ہمارے پاس (وہ) کتاب (یعنی لوح محفوظ) موجود ہے۔

تفسیر ① "قٓ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ قسم ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ سورت کا نام ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ قرآن مجید کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام قدیر، قادر، قاہر، قریب، قابض کی چابی ہے اور عکرمہ اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ سبز زمرد کا یہ پہاڑ ہے جس نے زمین کو گھیرا ہوا ہے۔ اسی سے آسمان کی سرسبزی ہے اور آسمان گنبد کی طرح ہے اور اس پر آسمان کے دونوں جانب (پہلو) ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ اس حجاب کے باہر ہے جس میں سورج غروب ہوتا ہے اس کے سوا سال کی مسافت ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی "قضی الامر یاقضی ماھو کائن" (معاملہ کا فیصلہ کر دیا یا آئندہ آنے والی چیزوں کا فیصلہ کر دیا) ہے جیسا کہ "حٰمٓ" میں انہوں نے کہا تھا۔

"والقرآن المجید" شرف والا معزز اللہ کے ہاں کثیر خیر والا۔ اس قسم کے جواب میں ان کا اختلاف ہوا ہے۔ پس اہل کوفہ نے کہا ہے کہ اس کا جواب "بل عجبوا" ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا جواب محذوف ہے۔ اس کا مجاز "والقرآن المجید لتبعثن" ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا جواب باری تعالیٰ کا قول "ما یلفظ من قول" ہے اور کہا گیا ہے کہ "قد علمنا" ہے اور

قسم کے جواب سات ہیں۔ "انّ" شد کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "والفجر ولیال عشر، انّ ربّک لبالمرصاد" اور مانفی کی جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "والضحی ما ودّعک" اور لام مفتوح جیسے باری تعالیٰ کا قول "فوربّک لنسئلنّهم اجمعین" اوران بغیر شد کے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "ان کنّا لفی ضلال مبین" اور لا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول۔ "واقسموا باللّٰہ جهد ایمانهم لایبعث اللّٰہ من یموت" اور قد جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "والشمس وضحاها، قد افلح من زکاها" اور بل جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "والقرآن المجید"

❷ "بل عجبوا ان جاء هم منذر" خوف دلانے والے "منهم" اس کا نسب اور سچائی اور امانت داری کو جانتے ہیں۔ "فقال الکافرون هذا شیء عجیب" غریب۔

❸ "ءاذا متنا وکنا ترابا" ہم اُٹھائے جائیں گے۔ بعث کے ذکر کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ کلام اس پر دلالت کر رہی ہے۔ "ذلک رجع" یعنی زندگی کی طرف لوٹنا۔ "بعید" اور نہیں ہونے والی یعنی بہت بعید ہے کہ موت کے بعد ہم اُٹھائے جائیں گے۔

❹ "قد علمنا ماتنقص الارض منهم" یعنی جوان کے گوشت، خون اور ہڈیوں کو کھا جائے گی، اس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ موت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ کون ان میں سے مر گیا اور کون باقی رہا۔

"وعندنا کتاب حفیظ" شیاطین سے محفوظ اور مٹنے اور تبدیل ہونے سے محفوظ ہے اور کہا گیا ہے کہ حفیظ یعنی ان کی تعداد اور اسماء کو محفوظ کرنے والی ہے۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَ هُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ❺ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ❻ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ❼ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ❽ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ❾ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ❿ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ⓫

ترجمہ: بلکہ سچی بات کو جبکہ وہ ان کو پہنچتی ہے جھٹلاتے ہیں غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر کی طرف آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا (اونچا اور بڑا) بنایا اور (ستاروں سے) اس کو آراستہ کیا اور اس میں کوئی رخنہ تک نہیں اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا اور اس میں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اگائیں جو ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا ہر رجوع ہونے والے جذبے کے لئے اور ہم نے آسمان سے برکت (یعنی نفع) والا پانی برسایا پھر اس سے بہت سے باغ اگائے اور کھیتی کا غلہ اور لمبی لمبی کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گوندھے ہوئے ہوتے ہیں بندوں کے رزق دینے کے لئے اور ہم نے اس (بارش) کے ذریعہ سے مردہ زمین

کوزندہ کیا (پس اسی طرح (سمجھ لوکہ مردوں کا) زمین سے نکالا ہوا۔

تفسیر ⑤ "بل كذبوا بالحق" قرآن کو۔ "لمّا جآء هم فهم في امر مريج" ملے جلے۔ سعید بن جبیر ومجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں مشتبہ۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت میں بیان ہے کہ جو حق کو چھوڑ دے گا تو اس پر اس کا معاملہ فاسد اور دین مشتبہ ہو جائے گا اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں چھوڑا کسی قوم نے حق کو مگر ان کا معاملہ فاسد ہو گیا اور زجاج رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ معنی ہے کہ ان کا معاملہ مل جل گیا ہے۔ پس فرمایا کہ وہ لوگ کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتے، کبھی جادوگر اور کبھی تعلیم یافتہ اور کبھی قرآن کو جادو اور کبھی شعر اور کبھی گھڑی ہوئی چیز کہتے تو ان کا معاملہ ان پر مشتبہ ہو گیا۔ پھر اپنی قدرت پر ان کو دلیل دی۔

⑥ "افلم ينظروا الى السمآء فوقهم كيف بنيناها" بغیر ستون کے "وزيناها" ستاروں کے ساتھ۔ "ومالها من فروج" کوئی جوڑ کوئی شگاف کوئی پھٹن۔ اس کا واحد فرج ہے۔

⑦ "والارض مددناها" ہم نے اس کو پانی پر بچھایا۔ "والقينا فيها رواسى" پہاڑ ٹھوس "وانبتنا فيها من كل زوج بهيج" خوبصورت پُر رونق دیکھنے سے نظر خوش ہو جائے۔

⑧ "تبصرة" یعنی ہم نے اس کو بصیرت کا ذریعہ "وذكرى" اور نصیحت۔ "لكل عبد منيب" تاکہ وہ اس کے ذریعے بصیرت اور نصیحت حاصل کریں۔

⑨ "ونزلنا من السمآء ماء مباركا" کثیر الخیر اور اس میں ہر چیز کی زندگی ہے وہ بارش ہے۔ "فانبتنا به جنات و حبّ الحصيد" یعنی گندم، جو اور تمام دانے جو کاٹے جاتے ہیں۔ پس حب کی اضافت حصید کی طرف کی ہے حالانکہ یہ دونوں ایک ہیں لفظی اختلاف کی وجہ سے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے مسجد الجامع اور ربیع الاوّل۔ اور کہا گیا ہے کہ "حبّ الحصيد" یعنی ان پودوں کے دانے جو کاٹے جاتے ہیں۔

⑩ "والنخل باسقات" مجاہد، عکرمہ اور قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں لمبے۔ کہا جاتا ہے "سبقت النخلة بسوقا" جب وہ لمبی ہو جائے اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں سیدھی۔ "لها طلع" پھل اور بوجھ، پھل کو طلع کا نام دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ یہ طلوع ہوتا ہے اور طلع وہ پہلی چیز جو پھٹنے سے پہلے ظاہر ہو۔ "نضيد" تہہ بہ تہہ شگوفے۔ پس جب وہ اپنے شگوفوں سے نکل آئے تو وہ نضید نہیں ہے۔

⑪ "رزقا للعباد" یعنی ہم نے اس کو بندوں کے لیے رزق بنایا۔ "واحيينا به" بارش کے ذریعے۔ "بلدة ميتا" ہم نے اس میں گھاس وغیرہ اُگایا۔ "كذلك الخروج" قبروں سے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ⑫ وَعَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ⑬ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ⑭ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑮ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ⑯ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ⑰ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ⑱

ترجمہ ان سے پہلے قوم نوح اور اصحاب الرس اور ثمود اور عاد اور فرعون اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ اور قوم تبع (تکذیب کر چکے) یعنی) سب نے (اپنے اپنے) پیغمبروں کو جھٹلایا سو میری وعید (ان پر) محقق ہوگئی کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرنے میں تھک گئے (کہ دوبارہ زندہ نہ کرسکیں) بلکہ یہ لوگ ازسرِ نو پیدا کرنے کی طرف سے (محض بے دلیل) شبہ میں ہیں اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان کو بھی جانتے ہیں اور ہم (باعتبار علم کے) انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ جب وہ اخذ کرنے والے فرشتے (اعمال کو) اخذ کرتے ہیں جو کہ دائیں اور بائیں طرف بیٹھے رہتے تھے یہاں تک کہ) وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار (موجود ہوتا) ہے۔

تفسیر ⑫ "کذبت قبلھم قوم نوح واصحاب الرّس و ثمود

⑬ و عاد و فرعون و اخوان لوط

⑭ واصحاب الایکۃ و قوم تبع" یہ تبع حمیری ہے۔ اس کا نام اسعد ابو کرب ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قوم کی مذمت کی ہے اور اسکی مذمت نہیں کی۔ ہم نے اس کا قصہ سورۃ الدخان میں ذکر کر دیا ہے۔ "کل کذّب الرّسل" یعنی ان مذکورین میں سے ہر ایک نے رسولوں کی تکذیب کی۔ "فحقّ وعید" ان کے لیے میرا عذاب واجب ہوگیا۔ پھر ان کے قول "ذلک رجع بعید" کا جواب نازل کیا۔

⑮ "افعیینا بالخلق الاوّل" یعنی ہم عاجز ہوگئے جب ہم نے ان کو پہلے پیدا کیا۔ پھر ہم اعادہ سے تھک جائیں گے اور یہ ان کی تقریر ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے پہلی تخلیق کا اعتراف کیا اور بعث کا انکار کیا اور ہر وہ شخص جو کسی چیز سے عاجز ہو جائے اس کو کہا جاتا ہے "عیی بہ"...... "بل ھم فی لبس" شک میں "من خلق جدید" اور وہ بعث ہے۔

⑯ "ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ" جو اس کے دل میں خیال آتا ہے۔ پس ہم پر اس کے دل کی پوشیدہ باتیں بھی مخفی نہیں ہیں۔ "ونحن اقرب الیہ" اس کو زیادہ جاننے والے ہیں۔ "من حبل الورید" اس لیے کہ اس کے اجزاء ایک دوسرے کو چھپائے ہوئے ہیں اور اللہ کے علم کو کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی اور حبل الورید گردن کی رگ اور یہ حلقوم اور علباوین کے درمیان ہوتی ہے سارے بدن میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور حبل وہی ورید ہے پس اس کی اپنی طرف اضافت کی گئی ہے دونوں لفظوں کے اختلاف کی وجہ سے۔

⑰ "اذ یتلقی المتلقیان" جب وہ ملے اور وہ دو فرشتے جو انسان پر نگران بنائے گئے ہیں وہ اس کے عمل اور گفتگو کو لیں

اس کی حفاظت و کتابت کریں۔ "عن الیمین و عن الشمال" یعنی ان میں سے ایک اس کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب ہے۔ پس دائیں جانب والا نیکیاں لکھتا ہے اور جو بائیں جانب ہے وہ برائیاں لکھتا ہے۔ "قعید" یعنی بیٹھا ہوا۔ "قعیدان" نہیں کہا اس لیے کہ مراد یہ ہے کہ دائیں جانب بھی قعید (بیٹھا) ہے اور بائیں جانب بھی قعید ہے تو ان میں سے ایک کے ذریعے دوسرے سے اکتفاء کیا گیا ہے۔ یہ اہل بصرہ رحمہم اللہ کا قول ہے اور اہل کوفہ فرماتے ہیں قعود امراد ہے رسول کی طرح دو اور جمع کے لیے بنایا گیا ہے۔ جیسا کہ دو کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فقولا انا رسول ربّ العالمین" کہا گیا ہے کہ قعید ایسا لازم مراد ہے جو دور نہ ہو نہ کہ قاعد جو قائم کی ضد ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قعید رصید کی ضد ہے۔

⑱ "ما یلفظ من قول" کوئی کلام نہیں کرتا۔ پس اس کو اپنے منہ سے پھینک دے۔ "الا لدیہ رقیب" حفاظت کرنے والا۔ "عتید" حاضر جہاں بھی ہو۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرشتے انسان سے دو حالتوں میں الگ ہوتے ہیں اس کے قضائے حاجت کے وقت اور اس کے جماع کرنے کے وقت اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ دونوں سب کچھ لکھتے ہیں حتیٰ کہ حالت مرض میں اس کی آہ و بکاء بھی اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف وہی لکھتے ہیں جس پر اجر ملتا ہو یا گناہ ملتا ہو اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی مجلس بالوں کے نیچے گلے پر ہے اور اس کی مثل حسن رحمہ اللہ سے ہے اور حسن رحمہ اللہ کو یہ بات اچھی لگتی تھی کہ وہ بچہ داڑھی کو صاف رکھیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکیاں لکھنے والا آدمی کے دائیں جانب پر اور برائیاں لکھنے والا آدمی کے بائیں جانب پر ہے اور نیکیاں لکھنے والا برائیاں لکھنے والے کا امیر ہے۔ پس جب بندہ کوئی نیک کام کرے تو دائیں طرف والا دس لکھتا ہے اور جب برائی کرے تو صاحب یمین صاحب شمال کو کہتا ہے۔ اس کو سات گھنٹے کے لیے چھوڑ دے۔ شاید کہ یہ تسبیح کرے یا استغفار کرے۔

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ⑲ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ⑳ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ㉑ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ㉒ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ㉓ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ㉔

(ترجمہ) اور موت کی سختی (قریب) آ پہنچی یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا اور (قیامت کے دن دوبارہ) صور پھونکا جائیگا (تو سب زندہ ہو جائیں گے) یہی دن ہوگا وعید کا اور ہر شخص اس طرح (میدان قیامت میں) آوے گا کہ اس کے ساتھ (دو فرشتے ہوں گے جن میں سے ایک اس کو اپنے ہمراہ لاوے گا اور ایک (اس کے اعمال کا) گواہ ہوگا تو اس دن سے بے خبر تھا سو اب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ (غفلت کا) ہٹا دیا آج (تو) تیری نگاہ بڑی

تیز ہے اور اس کے بعد فرشتہ جو اس کے ساتھ رہتا تھا عرض کرے گا کہ یہ وہ روزنامچہ) ہے جو میرے پاس تیار ہے (حکم ہوگا کہ ہر) ایسے شخص کو جہنم میں ڈال دو جو کفر کرنے والا ہو اور (حق سے) ضد رکھتا ہو۔

تفسیر ⑲ "وجاءت سکرة الموت" اس کی سختی اور شدت جو انسان کو ڈھانپ لے گی اور اس کی عقل پر غالب آجائے گی۔ "بالحق" یعنی موت کی حقیقت کے ساتھ اور کہا گیا ہے آخرت کے معاملہ سے حق کے ساتھ حتیٰ کہ انسان کے سامنے واضح ہو جائے اور وہ اس کا مشاہدہ دیکھ لے اور کہا گیا ہے کہ انسان کے انجام کا جو انجام ہوگا سعادت وشقاوت میں سے اور کہا گیا ہے اس شخص کے لیے جس کو سکرات موت آئے۔ "ذلک ما کنت منه تحید" تو اعراض کرتا ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں تو بھاگتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں تو ناپسند کرتا ہے اور حید کی اصل مائل ہونا۔ کہا جاتا ہے "حدت عن الشیء احید حیداً ومحیداً" جب تو اس سے اعراض کرے۔

⑳ "ونفخ فی الصور" یعنی اُٹھانے کا نفخہ۔ "ذلک یوم الوعید" یعنی یہ دن اس وعید کا دن ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے کفار سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو اس میں عذاب دے گا۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وعید سے عذاب مراد ہے یعنی وعید واقع ہونے کا دن۔

㉑ "وجاءت" یہ دن "کل نفس معها سائق" جو اس کو محشر کی طرف ہانکے گا۔ "وشهید" جو اس کے اعمال کی گواہی دے گا اور وہ اس کا عمل ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سائق فرشتوں میں سے ہوگا اور شاہد خود انہی کے ہاتھوں پاؤں سے اور یہی عطیہ عوفی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ یہ دونوں فرشتوں میں سے ہیں۔

㉒ پس اللہ تعالیٰ اس کو کہیں گے "لقد کنت فی غفلة من هذا" آج کے دن دُنیا میں "فکشفنا عنک غطاءک" جو دُنیا میں تیرے دل، تیرے کانوں اور آنکھوں پر تھا۔ "فبصرک الیوم حدید" جاری ہونے والی ہے جس کا تو دُنیا میں انکار کرتا تھا۔ اس کو دیکھنے والی ہے اور مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے یعنی تیری نظر تیرے میزان کی زبان کی طرف جب تیری نیکیاں اور برائیاں وزن کی جائیں گی۔

㉓ "وقال قرینه" وہ فرشتہ جو اس کا نگران بنایا گیا ہے۔ "هذا ما لدیّ عتید" تیار کیا ہوا حاضر کیا ہوا اور کہا گیا ہے کہ "ما" من کے معنی میں ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرشتہ کہے گا یہ وہ ابن آدم جس کا آپ نے مجھے نگران بنایا تھا، میرے پاس حاضر ہے۔ تحقیق میں نے اس کو اور اس کے اعمال کے دفتر کو حاضر کردیا ہے۔

㉔ پس اللہ تعالیٰ اس کے قرین کو کہیں گے۔ "القیا فی جهنم" یہ تثنیہ کے لفظ سے واحد کو خطاب ہے عرب کی عادت پر۔ وہ کہتے ہیں "ویلک ارحلاها، وازجراها وخذاها واطلقاها" ایک کے لیے۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی اصل یہ ہے کہ آدمی کے سفر میں اس کے اونٹ اور بکریوں میں کم سے کم دو مددگار رہوتے ہیں۔

پس ایک کی کلام کو اس کے دونوں صاحبوں پر جاری کیا ہے اور اسی سے ان کا قول ہے ایک کو شعر میں کہتے ہیں خلیلی۔ اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ امر سائق اور شاہد کو ہے اور کہا گیا ہے کہ ملنے والوں کو ہے۔ "کل کفار عنید" نافرمان حق سے

اعراض کرنے والا۔ عکرمہ اور مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں حق سے ایک طرف اللہ سے ضد رکھنے والا۔

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٍ ﴿25﴾ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ﴿26﴾ قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَٰكِن كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿27﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُم بِالْوَعِيدِ ﴿28﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿29﴾ يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ﴿30﴾

ترجمہ اور نیک کام سے روکتا ہو اور حد (عبدیت) سے باہر ہو جانے والا ہو اور (دین میں) شبہ پیدا کرنے والا ہو جس نے خدا کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا ہو سو ایسے شخص کو سخت عذاب میں ڈال دو اور وہ شیطان جو اس کے ساتھ رہتا تھا کہے گا کہ اے میرے پروردگار میں نے اس کو (جبرا) گمراہ نہیں کیا تھا لیکن یہ خود دور دراز کی گمراہی میں تھا ارشاد ہوا میرے سامنے جھگڑے کی باتیں مت کرو (کہ بے سود ہیں) اور میں تو پہلے ہی تمہارے پاس وعید (یں) بھیج چکا تھا میرے ہاں (وہ) بات (وعید مذکور کی) نہیں بدلی جاوے گی اور میں (اس تجویز میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں جس دن کہ ہم دوزخ سے (کفار کو داخل کرنے کے بعد) کہیں گے کہ تو پھر بھر بھی گئی اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے۔

تفسیر ﴿25﴾ "منّاع للخير" یعنی فرض زکوٰۃ کی وجہ سے اور ہر حق جو اس کے مال میں واجب ہوا ہو۔ "معتد" ظالم جو اللہ کی توحید کا اقرار نہ کرے۔ "مریب" توحید میں شک کرنے والا اور اس کا معنی شک میں داخل ہے۔

﴿26﴾ "الذی جعل مع اللّٰه الٰها آخر فالقياه فی العذاب الشديد" اور وہ آگ میں ہیں۔

﴿27﴾ "قال قرينه" یعنی وہ شیطان جو اس کافر کے مقدر میں ہے۔ "ربّنا ما اطغيتهٗ" نہ میں نے اس کو گمراہ کیا اور نہ میں نے اس کو بہکایا۔ "ولکن کان فی ضلال بعيد" حق سے پس، اس کا شیطان اس سے برأت ظاہر کرے گا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، سعید بن جبیر اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ "قال قرينه" یعنی فرشتہ۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کافر کہے گا اے میرے رب! فرشتے نے کتابت میں مجھ پر زائد چیزیں لکھ دی ہیں تو فرشتہ کہے گا "ربّنا ما اطغيته" یعنی میں نے اس پر زیادہ نہیں کیا اور میں نے وہی کچھ لکھا ہے جو اس نے کہا اور عمل کیا۔ لیکن یہ دور کی گمراہی میں تھا۔ اس سے حق کی طرف نہیں لوٹتا تھا۔

﴿28﴾ "قال" یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "لاتختصموا لدیّ وقد قدّمت اليكم بالوعيد" قرآن میں اور میں نے تم کو ڈرایا اور تنبیہ کی رسول کی زبان پر اور تم پر وہ فیصلہ کیا جو میں کرنے والا تھا۔

﴿29﴾ "ما يبدّل القول لدیّ" میرے قول کے لیے کوئی تبدیلی نہیں ہے اور وہ اس کا قول "لاملأن جهنم من الجنّة والنّاس اجمعين" ہے اور ایک قوم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "مايبدّل القول لدیّ" کا معنی یہ ہے یعنی میرے نزدیک قول کی تکذیب نہیں کی جاتی اور قول کو تبدیل نہیں کیا جاتا۔ اس لیے کہ میں عالم الغیب ہوں اور یہ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے اور فراء کا اختیار کردہ ہے اس لیے کہ

اس نے کہا"ما یبدل القول لدیّ"اور یہ نہیں کہا"ما یبدل لی"......"وما انا بظلام للعبید"کہ ان کو بغیر جرم کے سزا دوں۔

㉚"یوم نقول لجھنم" نافع اور ابو بکر رحمہما اللہ تعالیٰ نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قول"قال لا تختصموا لدیّ"کی وجہ سے ہے اور دیگر حضرات نے نون کے ساتھ پڑھا ہے۔"ھل امتلأت" کیوں کہ پیچھے اللہ تعالیٰ کا جہنم سے وعدہ گزر چکا ہے کہ اس کو جنوں اور انسانوں سے بھر دیں گے۔ یہ سوال اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی خبر کی تصدیق اور اس کے وعدہ کی تحقیق کے لیے ہوگا۔"وتقول" جہنم"ھل من مزید" کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تحقیق میں بھر چکی ہوں مجھ میں کوئی جگہ ایسی باقی نہیں رہی جو نہ بھری ہو۔ پس یہ استفہام انکاری ہے۔

یہ عطاء، مجاہد، مقاتل بن سلیمان رحمہم اللہ کا قول ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ استفہام زیادتی کو طلب کرنے کا ہے اور ابو صالح رحمہ اللہ کی روایت میں یہی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے اور اس تفصیل پر اللہ تعالیٰ کے قول"ھل امتلأت" سے سوال تمام اہل جہنم کے جہنم میں داخل ہونے سے پہلے ہوگا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ سابق ہو چکا۔"لا ملأن جھنم من الجنّۃ والنّاس اجمعین" پس جب اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اس کی طرف ہانکا گیا تو جو فوج بھی اس میں ڈالی جائے گی تو اس میں چلی جائے گی اور اس کو کوئی چیز نہ بھرے گی تو وہ کہے گی کیا آپ نے قسم نہیں کھائی تھی کہ مجھے بھر دیں گے؟ تو اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس پر رکھ دیں گے، اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہیں جو ظالم کہتے ہیں پھر فرمائیں گے کیا تو بھر گئی ہے؟ پس وہ کہے گی بس بس مجھ میں گنجائش نہیں ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم"ھل من مزید" کہتی رہے گی حتیٰ کہ رب العزت اس پر اپنا قدم رکھیں گے تو وہ کہے گی بس بس تیری عزت کی قسم! اور اس کا بعض بعض میں سمٹ جائے گا اور جنت میں بھی گنجائش باقی رہے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کریں گے۔ پس اس کو اس زائد جگہ میں آباد کریں گے۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ㉛ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ㉜ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ㉝ نِ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ط ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ㉞

ترجمہ: اور جنت متقیوں کے قریب لائی جائے گی کہ کچھ دور نہ رہے گی اور ان سے کہا جاوے گا کہ) یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ وہ ہر ایسے شخص کے لئے ہے جو رجوع ہونے والا پابندی کرنے والا ہو جو شخص خدا سے بے دیکھے ڈرتا ہوگا اور رجوع ہونے والوں سے کر کر دے گا (اس کو حکم ہوگا کہ) اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا۔

تفسیر: ㉛"وازلفت الجنّۃ" قریب کی گئی۔"للمتقین" شرک سے۔"غیر بعید" وہ اس کی طرف داخل ہونے سے پہلے دیکھیں گے۔

㉜"ھذا ما توعدون" ابن کثیر رحمہ اللہ نے یاء کے ساتھ اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ ان کو کہا جائے گا یہ جو تم دیکھ رہے ہو وہ ہے جو تم سے انبیاء علیہم السلام کی زبانوں سے وعدہ کیا گیا تھا۔ "لکلّ اوّاب" معاصی سے طاعت کی طرف رجوع کرنے والوں کے لیے۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں وہ ایسا شخص جو گناہ کرے، پھر توبہ کرے، پھر گناہ کرے، پھر توبہ کرے۔ شعبی اور مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں جو تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے ان سے استغفار کرے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ بہت زیادہ توبہ کرنے والا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں تسبیح کرنے والا۔ یہ اس کے قول "یٰ جبال اوّبی معہ" سے ہے۔ اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ نماز پڑھنے والا۔ "حفیظ" بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے امر کی حفاظت کرنے والا اور ان سے بھی مروی ہے وہ شخص جو اپنے گناہوں کی حفاظت حتیٰ کہ ان سے لوٹ آئے اور استغفار کرے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حفاظت کرنے والا ہے اس کی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس اپنا حق ودیعت کیا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا ہے۔ شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انتظار کرنے والا ہے۔ سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں طاعات اور اوامر کی پابندی کرنے والا ہے۔

㉝"من خشی الرّحمٰن بالغیب" یہ محل جر میں ہے اوّاب کی صفت ہونے کی وجہ سے اور کہا گیا ہے کہ مرفوع ہے استئناف کی وجہ سے اور آیت کا معنی جو رحمٰن سے ڈرا اور بن دیکھے اس کی اطاعت کی۔ ضحاک اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی خلوت (تنہائی) میں کہ اس کو کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب پردہ لٹکا دے اور دروازہ بند کر دے۔ "وجآء بقلب منیب" مخلص اللہ تعالیٰ کی طاعت پر متوجہ ہونے والا۔

㉞"ادخلوھا" یعنی ان صفات والوں کو کہا جائے گا۔ تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ "بسلام" عذاب اور غموں سے سلامتی کے ساتھ اور کہا گیا ہے اللہ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے ان پر سلام کے ساتھ اور کہا گیا ہے نعمتوں کے زوال سے سلامتی کے ساتھ۔ "ذلک یوم الخلود"

لَهُم مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ㉟ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ۖ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ㊱ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ㊲ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ㊳ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ㊴ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ㊵

(ترجمہ) ان کو بہشت میں سب کچھ ملے گا جو جو چاہیں گے اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ (نعمت) ہے اور ہم ان (اہل مکہ) سے پہلے بہت سی امتوں کو (ان کی کفر کی شامت سے) ہلاک کر چکے ہیں جو قوت میں ان سے (کہیں)

زیادہ تھے اور تمام شہروں کو جانتے تھے لیکن جب ہمارا عذاب نازل ہوا تو ان کو) کہیں بھاگنے کی جگہ بھی نہ ملی۔ اس میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس دل ہو یا وہ (کم از کم دل سے) متوجہ ہو کر (بات کی طرف) کان ہی لگا دیتا ہو اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو تکان نے چھوا تک نہیں سوان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے (اور اس میں نماز بھی داخل ہے) آفتاب نکلنے سے پہلے (مثلاً صبح کی نماز) اور چھپنے سے پہلے (مثلاً ظہر و عصر) اور رات میں بھی ان کی تسبیح کیا کیجئے (اس میں مغرب و عشا آ گئی) اور فرض نمازوں کے بعد بھی۔

تفسیر ㉟ "لھم ما یشآؤن فیھا" اور وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے حتیٰ کہ ان کے سوال کی انتہا ہو جائے گی۔ پس جو چاہیں گے دیئے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طرف سے وہ چیز زیادہ دیں گے جس کا انہوں نے سوال نہیں کیا ہوگا اور وہ اس کا قول "ولدینا مزید" یعنی ان کے لیے ان نعمتوں میں زیادتی ہوگی جن کا کسی کے دل میں خیال بھی نہیں گزرا ہوگا اور جابر اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے چہرے کی طرف نظر کرنا ہے۔

㊱ "وکم اھلکنا قبلھم من قرن ھم اشد منھم بطشا فنقبوا فی البلاد" انہوں نے سفر کیا، انہوں نے چکر لگایا اور اس کی اصل نقب سے ہے اور وہ راستہ ہے گویا کہ وہ ہر راستہ پر چلے۔ "ھل من محیص" پس انہوں نے اللہ کے امر سے کوئی جائے فرار نہ پائی اور کہا گیا ہے کہ "ھل من محیص" موت سے جائے فرار؟ پس انہوں نے اس میں نہ پایا۔ اہل مکہ کو ڈرانا ہے اور بے شک وہ ان کے راستہ کی شکل پر ہیں وہ بھی موت سے جائے فرار نہ پائیں گے مر جائیں گے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف لوٹیں گے۔

㊲ "انّ فی ذلک" جو میں نے عبرتیں اور عذاب اور بستیوں کے ہلاک کرنے کا ذکر کیا ہے۔ "لذکری" نصیحت۔ "لمن کان لہ قلب" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یعنی عقل۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ عربیۃ میں جائز ہے تو کہے گا "مالک قلب وما قلبک معک" یعنی تیرے ساتھ تیری عقل نہیں ہے اور کہا گیا ہے اس کے لیے حاضر دل ہے اللہ کے ساتھ۔ "او القی السمع" قرآن کو توجہ سے سنا اور جو اس کو کہا جائے گا اس کو توجہ سے سن اور اپنے دل میں کوئی اور خیال نہ لائے۔ عرب کہتے ہیں "الق الیّ سمعک" یعنی تو توجہ سے سن۔ "وھو شھید" یعنی حاضر دل کے ساتھ جو غافل اور بھولنے والا نہ ہو۔

㊳ "ولقد خلقنا السموات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام وما مسّنا من لغوب" تھکاوٹ۔ یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ انہوں نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں بتائیں کہ ان چھ دنوں میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کیا پیدا کیا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اتوار اور سوموار کے دن زمین کو پیدا کیا اور منگل کے دن پہاڑوں اور نہروں، شہروں اور روزیوں کو بدھ کے دن اور آسمانوں اور فرشتوں کو جمعرات کے دن جمعہ کی تین گھڑیوں تک اور تین گھڑیوں میں سے پہلی میں مدتوں کو اور دوسری میں آفت کو اور تیسری میں آدم علیہ السلام کو۔ انہوں نے کہا آپ علیہ السلام نے سچ کہا اگر آپ مکمل کرتے۔ آپ علیہ السلام نے اور یہ کہا ہے؟ انہوں نے کہا پھر ہفتہ کے دن آرام کیا اور عرش پر متمکن ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ان کی تردید کے لیے نازل کی۔

۳۹ "فاصبر علی ما یقولون" ان کے کذب سے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی گھات میں ہیں اور یہ ان کے قتال کا حکم دینے سے پہلے کی آیت ہے۔ "وسبح بحمد ربک" یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد کے لیے نماز پڑھیں۔ "قبل طلوع الشمس" یعنی صبح کی نماز "وقبل الغروب" یعنی عصر کی نماز۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ قبل الغروب سے ظہر وعصر مراد ہیں۔

۴۰ "ومن اللیل فسبحه" یعنی مغرب اور عشاء کی نماز اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ومن اللّیل" یعنی رات کی نماز جس وقت بھی پڑھے۔ "وادبار السجود" اہل حجاز اور حمزہ رحمہم اللہ نے "وادبار السجود" ہمزہ کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "مصدر ادبر اِدباراً" اور دیگر حضرات نے ہمزہ کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے دبر کی جمع۔

اَدْبَارَ السُّجُوْدِ اور ادبار النجوم کی تفسیر

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حسن، شعبی، نخعی اور اوزاعی رحمہم اللہ فرماتے ہیں "ادبار السجود" مغرب کی نماز کے بعد دو رکعتیں ہیں اور "ادبار النجوم" فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں ہیں اور یہی عوفی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور ان سے مرفوع بھی روایت کی گئی ہے۔

یہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سے کسی چیز کی اتنی زیادہ پابندی نہ کرتے تھے جو صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتوں کی کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی دو رکعتیں دُنیا اور مافیہا سے بہتر ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں شمار نہیں کرسکتا کہ میں نے کتنی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی بار مغرب کے بعد دو رکعتوں اور فجر سے پہلے دو رکعتوں میں "قل یا یھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد" پڑھتے سنا۔ اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول "وادبار السجود" زبان سے تسبیح کرنا فرض نمازوں کے بعد۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ تسبیح کی اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر کہا اور تینتیس مرتبہ اللہ کی حمد کی تو یہ ننانوے ہوگئے۔ پھر سو (۱۰۰) پورا کرنے کے لیے "لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کلّ شیءٍ قدیر" تو اس کی تمام خطائیں بخش دی جائیں گی۔ اگرچہ سمندر کی جھاگ کی مثل ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! مال والے بلند درجات اور ہمیشہ کی نعمتیں لے گئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ کیسے؟ انہوں نے کہا وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح جہاد کرتے ہیں اور اپنے زائد مال سے خرچ کرتے ہیں اور ہمارے پاس اموال نہیں ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے امر کی خبر نہ دوں جس سے تم اپنے سے پہلے لوگوں کو پالوگے اور اپنے بعد والوں سے سبقت کر جاؤ گے اور کوئی شخص تمہارے جیسا عمل نہ لائے گا مگر جو اس کی مثل کرے تم ہر

فرض نماز کے بعد دس مرتبہ تسبیح کرو، دس مرتبہ تحمید کرو اور دس مرتبہ تکبیر کہو۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝

ترجمہ: اور سن رکھو کہ جس دن ایک پکارنے والا (فرشتہ یعنی اسرافیل) پاس ہی سے پکارے گا جس روز اس چیخنے کو بالیقین سب سن لیں گے یہ دن ہوگا (قبروں سے نکلنے کا ہم ہی (اب بھی) جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف پھر لوٹ کر آنا ہے جس روز زمین ان (مردوں) پر سے کھل جائے گی جبکہ وہ (میدان قیامت کی طرف) دوڑتے ہوں گے یہ ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کر لینا ہے جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر (منجانب اللہ) جبر کرنے والے (کر کے) نہیں (بھیجے گئے) ہیں تو آپ قرآن کے ذریعہ سے ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہئے جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔

تفسیر: ۴۱ "واستمع یوم ینادِ المناد من مکان قریب" یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) قیامت اور شور کی چیخ کو توجہ سے سنیں جس دن آواز لگانے والا آواز دے گا۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی اسرافیل علیہ السلام حشر کے دن آواز لگائیں گے۔ اے بوسیدہ ہڈیو اور جدا جوڑو۔ اور پھٹے ہوئے گوشت اور بکھرے بالوں! بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم جمع ہو جاؤ، واضح فیصلہ کے لیے قریب کی جگہ بیت المقدس کی چٹان سے اور وہ زمین کا وسط ہے۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ آسمان کی طرف سب سے قریب ترین زمین ہے۔ اٹھارہ میل۔

۴۲ "یوم یسمعون الصیحۃ بالحق" اور وہ آخری چیخ ہے۔ "ذلک یوم الخروج" قبروں سے۔

(۴۳-۴۴)...... "انا نحن نحی ونمیت والینا المصیر. یوم تشقق الارض عنہم سراعا" سریع کی جمع یعنی وہ جلدی سے نکلیں گے۔ "ذلک حشر علینا" یہ جمع کرنا ہم پر "یسیر"

۴۵ "نحن اعلم بما یقولون" یعنی کفار مکہ آپ علیہ السلام کی تکذیب میں "وما انت علیہم بجبار" مسلط کہ ان کو اسلام پر مجبور کر دیں سوائے اس کے نہیں آپ علیہ السلام تو نصیحت کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ "فذکّر بالقرآن من یخاف وعید" یعنی جس نے میری نافرمانی کی اس کی جو میں نے عذاب کی وعید بیان کی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ علیہ السلام ہمیں ڈراتے (خوف دلاتے) تو آیت "فذکّر بالقرآن من یخاف وعید" نازل ہوئی۔

سُوْرَةُ الذّٰرِيَات

مکی ہے اوراس کی ساٹھ (۶۰) آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ① فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ② فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ③ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ④

ترجمہ: قسم ہے ان ہواؤں کی جو غبار وغیرہ اڑاتی ہوں پھران بادلوں کی جو بوجھ (یعنی بارش) کو اٹھاتے ہیں پھران کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں پھران فرشتوں کی جو (حکم کے موافق) اہل ارض میں چیزیں تقسیم کرتے ہیں۔

تفسیر: ① "والذاريات ذروا" یعنی ہوائیں جو مٹی کے ذرات کو اُڑاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے "ذرت الريح التراب وازرت"

② "فالحاملات وقرا" یعنی بادل جو پانی کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔

③ "فالجاريات يسرا" وہ کشتیاں جو پانی میں آسانی کے ساتھ چلتی ہیں۔

④ "فالمقسمات امرا" فرشتے جو مخلوق کے درمیان امور کی تقسیم کرتے ہیں۔ اس تفصیل پر جس کا ان کو حکم دیا گیا ہوتا ہے۔ ان اشیاء کی قسم کھائی کیوں کہ ان میں اس کی کاری گری اور قدرت پر دلالت ہے۔

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ⑤ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ⑥ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ⑦ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ⑧ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ⑨ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ⑩ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ⑪ يَسْئَلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ⑫ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ⑬ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ط هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ⑭

ترجمہ: تم سے جس (قیامت) کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور (اعمال کی) جزا (وسزا) ضرور ہونے والی ہے قسم ہے آسمان کی جس میں (فرشتوں کے چلنے کے) رستے ہیں کہ تم (یعنی سب) لوگ (قیامت کے بارے میں مختلف گفتگو میں ہو اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا ہوتا ہے غارت ہو جائیں بے سند باتیں کرنے والے جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں اور وہ لوگ پوچھتے ہیں کہ روز جزا کب ہوگا (وہ اس دن ہوگا) جس دن وہ لوگ آگ

پر رکھے جائیں گے (اور کہا جائے گا) اپنی اس سزا کا مزہ چکھو یہی ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے۔

تفسیر ⑤ پھر مقسم علیہ کوذکر کرتے ہوئے فرمایا "انما توعدون" ثواب وعتاب کا "لصادق"

⑥ "وان الدین" حساب اور جزاء "لواقع" البتہ ہونے والا ہے۔

⑦ پھر دوسری قسم کی ابتداء کی اور فرمایا "والسمآء ذات الحبک" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عکرمہ اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں اچھی اور ٹھیک تخلیق والا۔ کپڑا بننے والا جب عمدہ کپڑا بنے تو اس کو کہا جاتا ہے "ما احسن حبکتہ" سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں زینت والا۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں تاروں کے ساتھ مزین کیا گیا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مضبوط تعمیر والا۔ مقاتل، کلبی اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں راستوں والا جیسا کہ پانی کی لہریں جب ان پر ہوا چلے اور ریت کے ٹیلے کا راستہ بالوں کے گچھے کی ایک لٹ۔ لیکن تو اس کو لوگوں سے دور ہونے کی وجہ سے نہ دیکھ سکے۔ یہ حباک اور حبیکۃ کی جمع ہے اور جواب قسم۔

⑧ "انکم" اے اہل مکہ! "لفی قول مختلف" قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں۔ تم قرآن کے بارے میں کہتے ہو کہ یہ جادو اور کہانت اور پہلوں کی من گھڑت باتیں ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتے ہو کہ جادوگر اور شاعر اور مجنون ہیں اور کہا گیا ہے کہ "لفی قول مختلف" یعنی تصدیق کرنے والے اور تکذیب کرنے والے۔

⑨ "یؤفک عنہ من افک" اس پر ایمان لانے سے وہ پھرتا ہے جو پھرتا ہے حتیٰ کہ اس کی تکذیب کرلے۔ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے سے محروم کردے اور کہا گیا ہے کہ "عن" من اجل کے معنی میں ہے۔ یعنی اس مختلف قول کی وجہ سے پھرتا ہے یا اس کے سبب ایمان سے وہ پھرتا ہے کیونکہ وہ اس شخص کو ملتے جس کا ایمان لانے کا ارادہ ہوتا تو اس کو کہتے کہ وہ جادوگر اور کاہن اور مجنون ہیں۔ پس اس کو ایمان سے پھیر دیتے اور یہ مجاہد رحمہ اللہ کے قول کا معنی ہے۔

⑩ "قتل الخرّاصون" تکذیب کرنے والوں پر لعنت کی گئی۔ کہا جاتا ہے "تخرص علی فلان الباطل" فلاں پر باطل الزام لگایا اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مکہ کے عتاب کو آپس میں تقسیم کیا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قول کو تقسیم کیا تھا تاکہ لوگوں کو دین اسلام سے پھیریں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کاہن لوگ مراد ہیں۔

⑪ "الذین ھم فی غمرۃ" غفلت، اندھے پن اور جہالت میں۔ "ساھون" غافل بے پرواہ آخرت کے امر سے اور سہو کسی چیز سے غافل ہونا اور وہ دل کا اس پر چلا جانا۔

⑫ "یسألون ایان یوم الدین" وہ کہتے ہیں اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کب ہوگا جزاء کا دن۔ یعنی قیامت کا دن یہ تکذیب اور استہزاء کے لیے کہتے تھے۔

⑬ "یوم ھم" یعنی یہ جزاء ایسے دن میں ہوگی کہ وہ "علی النار یفتنون" عذاب دیئے جائیں اور اس کے ساتھ جلائے جائیں گے جیسے سونے کو آگ پر تپایا جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ "علی" باء کے معنی میں ہے یعنی آگ کے ساتھ اور ان کو جہنم کے دارو غے کہیں گے۔

⑭ "ذوقوا فتنتکم" تمہارا عذاب "هذا الذی کنتم به تستعجلون" دُنیا میں اس کی تکذیب کرتے ہوئے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ⑮ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ⑯ كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ⑰ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ⑱

ترجمہ بے شک متقی لوگ بہشتوں میں اور چشموں میں ہوں گے (اور) ان کے رب نے ان کو جو (ثواب) عطا کیا ہوگا وہ اس کو (خوشی خوشی) لئے رہے ہوں گے (اور کیوں نہ ہو) وہ لوگ اس کے قبل (دنیا میں) نیکو کار تھے وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے۔

تفسیر (⑮۔⑯)...... "ان المتقین فی جنات و عیون. آخذین ما آتاهم" جو ان کو دے گا۔ "ربهم" خیر اور اعزاز سے۔ "انهم کانوا قبل ذلک" ان کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے۔ "محسنین" دُنیا میں۔

⑰ "کانوا قلیلا من اللیل ما یهجعون" اور ہجوع رات کو سونا دن کے علاوہ۔ "وما" صلہ ہے اور معنی یہ ہے کہ وہ رات کو تھوڑا سوتے تھے یعنی اکثر رات نماز پڑھتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ساری رات جس میں وہ سوتے ہیں تھوڑی ہے اور یہ سعید بن جبیر کے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قول کا معنی ہے۔ یعنی کم رات بھی ان پر آئے تو اس میں کچھ نماز ضرور پڑھتے ہیں یا تو اس کے ابتداء میں یا درمیان میں۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ مغرب وعشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہیں۔ محمد بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ نہیں سوتے حتیٰ کہ عتمہ کی نماز پڑھ لیں۔ مطرف بن عبداللہ بن شخیر فرماتے ہیں کہ بہت کم رات ان پر ایسی گزرتی ہے کہ ساری رات وہ سوئے ہوں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ساری رات نہ سوتے تھے اور بعض حضرات اس کے قول "قلیلا" پر وقف کیا ہے یعنی کہ وہ تھوڑے سے لوگ ہیں۔ پھر ابتداء کی "من اللیل ما یهجعون" اور اس کو جحد بتایا ہے یعنی وہ رات کو بالکل نہیں سوتے بلکہ نماز اور عبادت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور یہ ضحاک اور مقاتل رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

⑱ "وبالاسحار هم یستغفرون" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ رات کا کم حصہ سوتے ہیں اور کبھی طبیعت میں نشاط ہوتا ہے تو سحر تک چلے جاتے ہیں۔ پھر سحر کے وقت استغفار کرنے لگتے ہیں۔ کلبی، مجاہد اور مقاتل رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ سحر کے وقت نماز پڑھتے ہیں کیونکہ ان کی سحر کے وقت کی نماز مغفرت طلب کرنے کے لیے ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر رات اللہ تعالیٰ آسمان دُنیا کی طرف نزول کرتے ہیں۔ جب رات کا تہائی باقی رہ جاتا ہے پھر فرماتے ہیں میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہوں، کون شخص ہے جو مجھ سے دُعا کرتا ہے تو میں اس کی دُعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگتا ہے پس میں اس کو دوں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کروں؟

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے "اللّٰهم

لک الحمد انت قیّم السموات والارض ومن فیھن ولک الحمد انت نور السموات والارض ومن فیھن ولک الحمد انت ملک السموات والارض ومن فیھن ولک الحمد انت الحق ووعدک الحق ولقاؤک حق وقولک حق والجنّة حق والنار حق والنبیون حق و محمد حق والساعة حق اللھم لک اسلمت وبک امنت وعلیک توکلّت والیک انبت وبک خاصمت والیک حاکمت فاغفرلی ما قدّمت وما اخّرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم به منی انت المقدّم وانت المؤخّر لا الٰه الاّ انت ولا الٰه غیرک۔"

اے اللہ! تیرے ہی لئے ستائش (زیبا) ہے۔ آسمانوں کا اور زمین کا اوران کی کائنات کا تو ہی مدبر ہے۔ تیرے ہی لئے حمد ہے۔ آسمانوں کا زمین کا اوران کی موجودات کا تو ہی حاکم ہے۔ تیری ہی تعریف (زیبا) ہے۔ تو ہی حق ہے تیرا ہی وعدہ حق ہے تیرا (ہمیشہ) باقی رہنا حق ہے۔ تیرا کلام حق ہے، دوزخ حق ہے، انبیاء حق ہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق ہیں۔ قیامت حق ہے۔ اے اللہ! میں تیرا ہی فرمانبردار ہوں، تجھی پر ایمان رکھتا ہوں، تجھی پر میرا بھروسہ ہے۔ تیری ہی طرف میں رجوع کرتا ہوں، تیری مدد سے میں دشمنوں کا مقابلہ کرتا ہوں، تیری ہی جانب میں اپنا معاملہ (فیصلہ کیلئے) لے جاتا ہوں، تو ہمارا رب ہے، تیری ہی طرف منتقل ہونا ہے۔ میرے اگلے، پچھلے اور پوشیدہ، ظاہر گناہ اور وہ قصور جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے معاف فرمادے تو ہی آگے بڑھانے والا اور پیچھے ہٹانے والا ہے (یا سب سے پہلے اور سب کے بعد تو ہی ہے) تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور تیرے علاوہ کوئی قابل پرستش نہیں۔ (متفق)

سفیان رحمہ اللہ نے کہا اور عبدالکریم ابواُمیہ نے "ولا حول ولا قوّة الاّ باللّٰه" کو زیادہ کیا ہے۔ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا جو رات کو بیدار ہو اور کہے "لا الٰه الا اللّٰه وحده لاشریک له له الملک وله الحمد وھو علی کل شیءٍ قدیر و سبحان اللّٰه والحمدللّٰه ولا الٰه الاّ اللّٰه واللّٰه اکبر ولا حول ولا قوّة الاّ باللّٰه" پھر کہا "ربّ اغفرلی" یا فرمایا کہ دعا کی تو اس کی دُعا قبول کی جائے گی۔ پس اگر وضو کیا اور نماز پڑھی تو اس کی نماز قبول کی جائے گی۔

وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿١٩﴾ وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿٢٠﴾ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٢١﴾ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿٢٣﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: اوران کے مال میں سوالی اور غیر سوالی (سب) کا حق تھا اور یقین لانے کے لئے زمین (کی کائنات) میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری ذات میں بھی پس کیا تم کو (پھر بھی) دکھلائی نہیں دیتا اور تمہارا رزق اور جو تم سے (قیامت کے متعلق) وعدہ کیا جاتا ہے (ان) سب (کا معین وقت) آسمان میں ہے تو قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کی کہ وہ (قیامت کا دن) برحق ہے (اور ایسا یقینی جیسا تم باتیں کر رہے ہو کیا ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت آپ تک پہنچی ہے۔

تفسیر: ﴿١٩﴾ "وفی اموالھم حق للسائل والمحروم" سائل جو لوگوں سے مانگے اور محروم جس کا غنیمت میں کوئی حصہ نہ ہو

اور اس پر مال فئی سے کچھ جاری نہ ہو یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سعید بن مسیب کا قول ہے۔ فرمایا "المحروم" وہ شخص جس کا اسلام میں کوئی حصہ نہ ہو اور لغت میں اس کا معنی وہ شخص جو خیر اور عطاء سے روک دیا گیا۔ قتادہ اور زہری رحمہما اللہ فرماتے ہیں محروم وہ باعفت شخص جو سوال نہ کرے۔ زید بن اسلم فرماتے ہیں وہ شخص جس کا پھل یا اس کی کھیتی یا اس کے جانوروں کی نسل تباہ ہوگئی ہو اور یہی محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ فرمایا محروم ضرورت مند شخص۔ پھر پڑھا "انا لمغرمون بل نحن محرومون"

(⑳ ۔ ㉑)...... "وفی الارض آیات" عبرتیں "للموقنین" جب اس میں پاس پہاڑوں، سمندروں، درختوں، پھلوں اور قسم قسم کے پودوں میں۔ "وفی انفسکم" نشانیاں ہیں جب وہ نطفہ تھا پھر جما ہوا خون بنا۔ پھر گوشت کا لوتھڑا، پھر ہڈی یہاں تک کہ اس میں روح پھونکی گئی۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ زبانوں، صورتوں، رنگوں اور طبیعتوں کا اختلاف مراد ہے۔ ابن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں پاخانہ، پیشاب کا راستہ مراد ہے کہ ایک راستہ سے بندہ کھاتا پیتا ہے اور دو راستوں سے نکلتا ہے۔ "افلا تبصرون" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہیں کیسے پیدا کیا پھر تم بعث پر اس کی قدرت کو پہچان لو۔

㉒ "وفی السمآء رزقکم" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، مجاہد، مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی بارش جو رزق کا سبب ہے۔ "وما توعدون" عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں ثواب وعتاب کا اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں خیر وشر کا اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو تم جنت اور جہنم کا وعدہ کیے گئے ہو۔ پھر اپنے نفس کی قسم کھائی۔ ㉓ "فو ربّ السماء والارض انه لحق" یعنی جو میں نے رزق کا معاملہ ذکر کیا وہ حق ہے۔ "مثل" حمزہ، کسائی اور ابوبکر نے عاصم سے "مثل" لام کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے الحق سے بدل ہونے کی وجہ سے اور دیگر حضرات نے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی کمثل "ما انکم تنطقون" پس تم کہو لا الٰہ الا اللہ اور کہا گیا ہے کہ جس کی ان کو خبر دی گئی تھی اس کی تحقیق کو آدمی کے نطق کی تحقیق کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ جیسا کہ تو کہے گا "انه لحق" جیسا کہ تو یہاں ہے اور "انه لحق" جیسا کہ تو کلام کرتا ہے اور معنی یہ ہے کہ وہ اپنے صدق اور اپنے وجود میں اس شخص کی طرح ہے جس کو تو اچھی طرح پہچانتا ہے اور بعض حکماء نے کہا ہے کہ یعنی جس طرح ہر انسان اپنی زبان سے بولتا ہے اس کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے غیر کی زبان سے بولے۔ اسی طرح ہر انسان اپنا رزق کھاتا ہے جو اس کے لیے تقسیم کیا گیا ہے اور اس پر قادر نہیں کہ کسی اور کا رزق کھالے۔

㉔ "هل اتاک حدیث ضیف ابراهیم" ہم نے ان کی تعداد سورۃ ھود میں ذکر کر دی ہے۔ "المکرمین" کہا گیا ہے کہ ان کا نام مکرمین رکھا ہے اس لیے کہ وہ فرشتے تھے عند اللہ معزز اور اللہ تعالیٰ نے ان کے وصف میں فرمایا "بل عباد مکرمون" اور کہا گیا ہے اس لیے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے مہمان تھے اور ابراہیم علیہ السلام مخلوق میں سے معزز ترین ہیں تو معززین کے مہمان بھی معزز ہوتے ہیں اور کہا گیا ہے اس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ان کی جلد مہمانی کر کے اور خندہ پیشانی کے ساتھ بذات خود ان کی خدمت کر کے ان کا اکرام کیا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کی بذات خود خدمت کی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ان کا نام مکرمین رکھا اس لیے کہ وہ بغیر دعوت کے آئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک روایت پہنچی کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے پس چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ㉕ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ㉖ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ㉗ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ㉘ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ㉙ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ㉚

(ترجمہ) اور یہ قصہ اس وقت میں تھا جبکہ وہ (مہمان) ان کے پاس آئے پھر ان کو سلام کیا ابراہیم نے بھی (جواب میں) کہا سلام اور کہنے لگے کہ) انجان لوگ (معلوم ہوتے) ہیں پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فربہ بچھڑہ (تلا ہوا) لائے اور اس کو ان کے پاس (یعنی سامنے) لاکر رکھا کہنے لگے کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں تو ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے انہوں نے کہا تم ڈرومت اور ان کو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا آگے میں ان کی بی بی بولتی پکارتی آئیں پھر (یہ خبر سن کر تعجب سے) ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ (اول تو) بڑھیا (پھر) بانجھ فرشتے کہنے لگے کہ (تعجب مت کرو) تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا حکمت والا بڑا جاننے والا ہے۔

(تفسیر) ㉕ "اذ دخلوا علیه فقالوا سلاما قال" ابراہیم علیہ السلام نے "سلام قوم منکرون" یعنی اجنبی ہم تمہیں نہیں پہچانتے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اپنے دل میں کہا یہ قوم ہم تو ان کو نہیں پہچانتے۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کے امر کو اجنبی سمجھا اس لیے کہ وہ بغیر اجازت طلب کیے داخل ہوئے تھے۔ ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس زمانے اور اس علاقہ میں ان کے سلام کو اجنبی سمجھا۔

㉖ "فراغ" مائل ہوئے۔ "الی اهله فجاء بعجل سمین" بھنا ہوا۔ ㉗ "فقربه الیهم" تاکہ وہ کھائیں لیکن انہوں نے نہیں کھایا۔ "قال الا تاکلون، ㉘ فاوجس منهم خیفة قالوا لاتخف وبشروه بغلام علیم

㉙ فاقبلت امراته فی صرة" یعنی چیختے ہوئے۔ کہا گیا ہے کہ یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے اقبال استعمال نہیں ہوا بلکہ یہ تو قائل کے قول "اقبل لشتمنی" کی طرح ہے یعنی وہ مجھے برا بھلا کہنا شروع ہوگیا، یعنی واویلا کرتی آئیں۔۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "قالت یاویلتی"...... "فصکت وجهها" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اپنے چہرے پر تھپڑ مارا اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ اپنی انگلیاں جمع کر کے اپنی پیشانی پر ماریں تعجب کی وجہ سے۔ جیسے عورتوں کی عادت ہے جب وہ کسی چیز کو عجیب سمجھیں اور "صک" کی اصل کسی شے کو چوڑی چیز سے مارنا۔ "وقالت عجوز عقیم" اس کا مجاز ہے "اتلد عجوز عقیم" یعنی کیا بوڑھی بانجھ عورت بچہ جنے گی اور حضرت سارہ کی اس سے پہلے کوئی اولاد نہ تھی۔

㉚ "قالوا کذلک قال ربک" یعنی جیسے ہم نے آپ کو کہا ہے آپ کے رب نے اسی طرح کہا ہے کہ آپ عنقریب بچہ جنیں گی۔ "انه هو الحکیم العلیم"

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿31﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿32﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿33﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿34﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿35﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿36﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿37﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿38﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿39﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿40﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿41﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿42﴾ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿43﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿44﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿45﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿46﴾ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿47﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿48﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿49﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿50﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿51﴾

(ترجمہ) ابراہیم کہنے لگے (کہ) اچھا تو (یہ بتلاؤ کہ) تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے اے فرشتو۔فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم (یعنی قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے ہیں تا کہ ہم ان پر کھنگر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب کے پاس (یعنی عالم غیب میں) خاص نشانیاں بھی ہیں (اور وہ) حد سے گزرنے والوں کے لئے (ہیں) اور ہم نے جتنے ایماندار تھے سب کو وہاں سے نکال کر علیحدہ کر دیا سو بجز مسلمانوں کے ایک گھر کے اور کوئی گھر مسلمانوں کا ہم نے نہیں پایا اور ہم نے اس واقعہ میں (ہمیشہ کے واسطے) ایسے لوگوں کے لئے ایک عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں اور موسیٰؑ کے قصہ میں بھی عبرت ہے جب کہ ہم نے ان کو فرعون کے پاس ایک کھلی ہوئی دلیل (یعنی معجزہ) دے کر بھیجا سو اس نے مع اپنے ارکان سلطنت کے سرتابی کی اور کہنے لگا کہ یہ ساحر یا مجنون ہے ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا (یعنی غرق کر دیا) اور اس نے کام ہی ملامت کا کیا تھا اور عاد کے قصہ میں بھی عبرت ہے جبکہ ہم نے ان پر نامبارک آندھی بھیجی جس چیز پر گزرتی (یعنی اشیاء میں سے کہ جن کی ہلاکت کا حکم تھا) اس کو ایسا کر چھوڑتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور ثمود کے قصہ میں بھی عبرت ہے جبکہ ان سے

کہا گیا اور تھوڑے دنوں چین کر لو سو اس سے ڈرانے پر بھی ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی سو ان کو عذاب نے آ لیا اور وہ (اس عذاب کے آثار کو) دیکھ رہے تھے سو نہ تو وہ کھڑے ہی ہو سکے اور نہ ہم سے بدلہ لے سکے اور ان سے پہلے قوم نوح کا یہی حال ہو چکا تھا (یعنی) اس سبب سے کہ) وہ بڑے نافرمان لوگ تھے اور ہم نے آسمانوں کو (اپنی) قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں اور ہم نے زمین کو فرش (کے طور پر) بنایا سو ہم (کیسے) اچھے بچھانے والے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم بنایا ہے تا کہ تم (ان مصنوعات سے توحید کو) سمجھو تو تم اللہ ہی کی (توحید کی) طرف دوڑو میں تمہارے (سمجھانے کے لئے) اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہو کر آیا ہوں اور خدا کے ساتھ کوئی اور معبود مت قرار دو میں تمہارے واسطے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔

تفسیر 31 **"قال"** ابراہیم علیہ السلام نے۔ **"فما خطبکم ایھا المرسلون**

32 **قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین"** یعنی لوط علیہ السلام کی قوم 33 **"لنرسل علیھم حجارۃ من طین.**

34 **مسوّمۃ"** نشان زدہ ہوں گے۔ **"عند ربّک للمسرفین"** ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مشرکین کے لیے اور شرک گناہوں میں سے حد سے بڑھا ہوا اور بڑا گناہ ہے۔ 35 **"فاخرجنا من کان فیھا"** قوم لوط علیہ السلام کی بستیوں میں **"من المؤمنین"** اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول **"فاسر باھلک بقطع من اللیل"** ہے۔

36 **"فما وجدنا فیھا غیر بیت"** ایک گھر والوں کے علاوہ **"من المسلمین"** یعنی لوط علیہ السلام اور ان کی بیٹیاں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان اور اسلام دونوں کے ساتھ موصوف قرار دیا ہے اس لیے کہ جو مؤمن ہو وہ مسلم ہوتا ہے۔

37 **"وترکنا فیھا"** قوم لوط علیہ السلام کے شہر میں۔ **"آیۃ"** عبرت۔ **"للذین یخافون العذاب الالیم"** یعنی ڈرنے والوں کے لیے علامت جو ان کی رہنمائی کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ پس ان کے عذاب کی مثل سے ڈریں۔

38 **"وفی موسیٰ"** یعنی اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بھیجنے میں نشانی اور عبرت کو چھوڑا اور کہا ہے کہ یہ اس کے قول **"وفی الارض آیات للمؤقنین"** پر معطوف ہے۔ **"وفی موسیٰ اذ ارسلناہ الی فرعون بسلطان مبین"** ظاہر حجت کے ساتھ۔

39 **"فتولّی"** یعنی پس اس نے اعراض کیا اور ایمان سے پیٹھ پھیری **"برکنہ"** یعنی اپنی جماعت اور اپنے لشکر کے ساتھ جس کے ذریعے وہ قوت حاصل کرتا تھا، اس ستون کی طرح جس کے ذریعے عمارت کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ اس کی نظیر اس کا قول **"او آوی الی رکن شدید"**...... **"وقال ساحر او مجنون"** ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "او" بمعنی واؤ ہے۔

40 **"فاخذناہ وجنودہ فنبذناھم فی الیم"** ہم نے ان کو اس میں غرق کر دیا۔ **"وھو ملیم"** یعنی وہ کام کرنے والا تھا جس پر اس کو ملامت کی جائے ربوبیت کے دعویٰ اور رسولوں کی تکذیب وغیرہ سے۔ 41 **"وفی عاد"** یعنی اور عاد کے ہلاک کرنے میں بھی نشانی ہے۔ **"اذ ارسلنا علیھم الریح العقیم"** اور وہ ایسی ہوا جس میں کوئی خیر اور برکت اور بارش نہ ہو۔

42 **"ماتذر من شیٔ اتت علیہ"** ان کی جانوں، چوپایوں اور اموال میں سے۔ **"الا جعلتہ کالرمیم"** خشک ہلاک

چیز کی طرح وہ زمین کا پودا جب خشک ہوجائے ۔مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں خشک گھاس کی طرح ۔قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں رمیم شجر کی طرح ۔ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کوٹی ہوئی مٹی کی طرح ۔اور کہا گیا ہے اس کی اصل بوسیدہ ہڈی سے ہے۔

43 "وفی ثمود اذ قیل لھم تمتعوا حتّٰی حین" یعنی ان کی مدتوں کے فناء ہونے کے وقت ۔جب انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹیں تو ان کو کہا گیا تم تین دن نفع اُٹھالو۔

44 "فعتوا عن امر ربھم فاخذتھم الصاعقۃ" یعنی تین دن گزرنے کے بعد اور وہ موت ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول میں ۔مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی عذاب اور صاعقہ ہر ہلاک کردینے والا عذاب ۔اور کسائی رحمہ اللہ نے "الصعقۃ" پڑھا ہے ۔یہ اس آواز کو کہتے ہیں جو صاعقہ سے پیدا ہو۔ "وھم ینظرون" اس کو سامنے دیکھ رہے تھے۔

45 "فما استطاعوا من قیام" ان پر عذاب اُترنے کے بعد نہ وہ کھڑے ہوئے اور نہ کھڑے ہونے کی طاقت تھی ۔قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سختی سے کھڑے نہ ہوئے ۔ "وما کانوا منتصرین" ہم سے انتقام لینے والے ۔قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے پاس قوت نہیں تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بچ سکتے۔

46 "وقوم نوح" ابوعمرو، حمزہ اور کسائی رحمہم اللہ نے "وقوم" میم کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی وفی قوم نوح اور دیگر حضرات نے قوم کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے ۔معنی پر حمل کرتے ہوئے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے قول "فاخذناہ وجنودہ فنبذناھم فی الیم" کا معنی ہے "اغرقناھم" گویا کہ کہا ہے "اغرقناھم واغرقنا قوم نوح" ہم نے ان کو غرق کیا اور ہم نے قوم نوح کو غرق کیا۔ "من قبل" ان لوگوں سے پہلے اور وہ عاد و ثمود اور قوم فرعون ہیں ۔ "انھم کانوا قوما فاسقین"

47 "والسماء بنیناھا باید" قوت اور قدرت کے ساتھ ۔ "وانا لموسعون" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں قادر ہیں اور ان سے یہ بھی ہے کہ ہم اپنی مخلوق پر رزق کی وسعت دینے والے ہیں اور کہا گیا ہے وسعت والے ہیں اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں غنی مال دار ہیں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "وعلی الموسع قدرہ" ہے ۔حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں طاقت رکھنے والے ہیں۔

48 "والارض فرشناھا" ہم نے اس کو بچھایا اور تمہارے لیے اس کو بچھونا بنایا۔ "فنعم الماھدون" بچھانے والے ہم ۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ،بہت خوب ہے جو میں نے اپنے بندوں کے لیے بچھایا۔

49 "ومن کلّ شیء خلقنا زوجین" دو مختلف قسمیں جیسے آسمان اور زمین ۔سورج اور چاند، رات اور دن اور خشکی و سمندر اور نرمی اور پہاڑ اور سردی و گرمی اور جن وانس اور مذکر و مؤنث اور نور و ظلمت ،ایمان و کفر ،سعادت و شقاوت ،جنت و جہنم ، حق و باطل ،میٹھا و کڑوا۔ "لعلّکم تذکرون" پس تم جان لو کہ جوڑوں کا پیدا کرنے والا ایک ہے۔

(50 ۔ 51) "ففرّوا الی اللّٰہ" پس تم دوڑو اللہ کے عذاب سے اس کے ثواب کی طرف ایمان اور طاعت کے ذریعے ۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس سے اس کی طرف دوڑو اور اس کی فرمانبرداری والے عمل کرو اور سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ماسوی اللہ سے اللہ کی طرف دوڑو۔ "انی لکم منہ نذیر مبین. ولا تجعلوا مع اللّٰہ الٰھا آخر انی لکم منہ نذیر مبین"

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمہ اسی طرح جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس کو انہوں نے ساحر یا مجنون نہ کہا ہو کیا اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے تھے بلکہ (وجہ اس اجماع کی یہ ہوئی کہ) یہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں سو آپ سے اعراض کریں کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں اور سمجھاتے رہئے کیونکہ سمجھانا ایمان (لانے) والوں کو (بھی) نفع دے گا اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں میں ان سے (مخلوق کی) رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا ہوں اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا قوت والا نہایت قوت والا ہے تو ان ظالموں کی سزا کی بھی باری (علم الٰہی میں) مقرر ہے جیسے ان کے (گزشتہ) ہم مشربوں کی باری (مقرر) تھی سو مجھ سے (عذاب) جلدی طلب نہ کریں غرض ان کافروں کے لئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہوگی جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

تفسیر ﴿۵۲﴾ "کذلک" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے آپ کی تکذیب کی اور جادوگر اور مجنون کہا اسی طرح "ما اتی الذین من قبلھم" کفار مکہ سے پہلے۔ "من رسول الا قالوا ساحرا و مجنون"

﴿۵۳﴾ "اتواصوا بہ" یعنی ان میں سے پہلوں نے پچھلوں کو وصیت کی اور ایک دوسرے کو تکذیب کرنے کی وصیت کی اور اس پر اتفاق ہو گیا اور الف اس میں ڈانٹ کا ہے۔ "بل ھم قوم طاغون" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں نے ان کو دیا اور ان پر وسعت کی اس نے ان کو سرکش اور آپ علیہ السلام کی تکذیب پر اُبھارا۔

﴿۵۴﴾ "فتول عنھم" پس آپ علیہ السلام ان سے اعراض کریں۔ "فما انت بملوم" آپ علیہ السلام پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ پس تحقیق آپ علیہ السلام نے رسالت کا حق ادا کر دیا اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو گئے اور یہ آپ علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر گراں گزری اور انہوں نے گمان کیا کہ وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے اور عذاب آنے لگا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اعراض کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿۵۵﴾ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی "وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین" تو ان کے دل خوش ہوئے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن کے ذریعے کفار مکہ کو نصیحت کرتے رہیں کیونکہ نصیحت اس کو نفع دے گی اللہ کے علم میں جس کے بارے

میں یہ ہے کہ وہ ایمان لے آئے گا اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن کے ذریعے اس کو نصیحت کریں جو آپ علیہ السلام کی قوم میں سے ایمان لے آیا ہے کیوں کہ نصیحت ان کو نفع دے گی۔

㊻"وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" کلبی، ضحاک اور سفیان رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں فریقوں میں سے اہل طاعت کے ساتھ خاص ہے۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قراءت دلالت کرتی ہے۔"وما خلقت الجن والانس. من المؤمنین الا لیعبدون" پھر دوسری آیت میں فرمایا"ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس" اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ میں نے جنوں اور انسانوں میں سے نیک بختوں کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کے لیے اور ان میں سے بدبختوں کو اپنی معصیت کے لیے اور یہ زید بن اسلم کے قول کا معنی ہے۔ فرمایا وہ لوگ اسی پر ہیں جو ان کی طبیعت بنائی گئی شقاوت وسعادت کی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں"الا لیعبدون" یعنی مگر اس لیے کہ میں ان کو حکم دوں کہ وہ میری عبادت کریں اور میں ان کو اپنی عبادت کی طرف بلاؤں، اس کی تائید اللہ تعالیٰ کا قول"وما امروا الا لیعبدوا الٰھا واحدا" کرتا ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مگر تا کہ وہ مجھے پہچان لیں اور یہ احسن ہے اس لیے کہ اگر ان کو پیدا نہ کرتا تو اس کا وجود اور توحید نہ پہچانی جاتی۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان"ولئن سالتھم من خلقھم لیقولنّ اللّٰہ" ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے مگر تا کہ میری تابعداری اور فرمانبرداری کریں اور عبادت کا معنی لغت میں عاجزی اور تابعداری ہے۔ پس جنوں وانسانوں میں سے ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی قضاء کے سامنے پست ہے اور اس کی مشیت کے سامنے عاجز ہے۔ کوئی اپنے نفس کا مالک نہیں کہ اس سے ایک ذرہ بھر نکل جائے جس پر وہ پیدا کیا گیا ہے نفع یا نقصان پر اور کہا گیا"الا لیعبدون الا لیوحدون" کے معنی میں ہے کہ وہ میری توحید کے قائل ہوں۔ پس مؤمن تو سختی اور آسانی میں اس کی توحید کرتا ہے اور کافر سختی اور مصیبت میں تو اس کی توحید کرتا ہے نہ کہ نعمت اور آسانی میں اس کا بیان اللہ تعالیٰ کا قول ہے"فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللّٰہ مخلصین لہ الدین"

㊼"ماارید منھم من رزق" یعنی وہ میری مخلوق میں سے کسی کو رزق دیں اور یہ کہ وہ خود کو رزق دیں۔"وما ارید ان یطعمون" یعنی وہ میری مخلوق میں سے کسی کو کھانا کھلائیں۔ اطعام کی نسبت اپنی طرف کی ہے اس لیے کہ خلق اللہ کا کنبہ ہے اور جو کسی کے کنبہ کو کھانا کھلائے تو اس نے اس کو کھانا کھلایا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ یعنی تو نے میرے بندوں کو کھانا نہیں کھلایا۔ پھر بیان کیا کہ رزق دینے والا وہی اللہ ہے نہ کہ اس کا غیر۔ پس فرمایا:

㊽"ان اللّٰہ ھو الرزاق" یعنی اپنی تمام مخلوق کو۔"ذو القوۃ المتین" اور وہ قوت والا قادر قوت وقدرت میں انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔

㊾"فانّ للذین ظلموا" اہل مکہ میں کفر کیا۔"ذنوبا" عذاب کا حصہ۔"مثل ذنوب اصحابھم" ان کے ساتھیوں کے حصہ کی مثل جو ہلاک کیے گئے قوم نوح، قوم عاد وقوم ثمود میں سے اور ذنوب کی اصل لغت میں وہ بڑا ڈول جو پانی سے بھرا ہوا ہو۔ پھر اس کا استعمال حصہ اور نصیب کے معنی میں ہونے لگا۔"فلا یستعجلون" عذاب کو یعنی ان کو قیامت کے دن تک مؤخر کیا گیا ہے۔

㊿"فویل للذین کفروا من یومھم الذی یوعدون" یعنی قیامت کے دن۔ اور کہا گیا ہے بدر کے دن۔

سُوْرَةُ الطُّوْر

مکی ہے اور اس کی انچاس (۴۹) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالطُّوْرِ ① وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ② فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ③

ترجمہ: قسم ہے طور (پہاڑ) کی اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے۔

تفسیر: ① "والطور" اس سے وہ پہاڑ مراد ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ یہ ارض مقدس میں ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم اٹھائی ہے۔

② "وکتاب مسطور" لکھی ہوئی۔

③ "فی رق منشور" رق جس میں لکھا جائے۔ وہ مصحف کا چمڑا منشور کھلا ہوا۔ اس کتاب کی تعیین میں اختلاف ہوا ہے۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے توریت کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور موسیٰ علیہ السلام قلم کے چلنے کی آواز سن رہے تھے اور کہا گیا ہے کہ وہ لوح محفوظ ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ حفاظت کرنے والے فرشتوں کے رجسٹر ہیں جو ان کی طرف قیامت کے دن کھلے ہوئے نکلیں گے۔ پس اس کے دائیں کو اور اس کے بائیں کو پکڑ لیں گے۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "ونخرج له يوم القيامة كتابا يلقاه منشورا" ہے۔

وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ④ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ⑤ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ⑥ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ⑦ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ⑧ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ⑨ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ⑩

ترجمہ: اور قسم ہے بیت المعمور کی اور قسم ہے اونچی چھت کی (مراد آسمان ہے) اور (قسم ہے) دریائے شور کی جو پانی سے پر ہے کہ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا (اور یہ اس روز واقع ہوگا) جس روز آسمان تھرتھرانے لگے گا اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹ جاویں گے۔

تفسیر: ④ "والبیت المعمور" پردوں اور اہل کی کثرت کے ساتھ۔ یہ بیت ساتویں آسمان میں عرش کے محاذی کعبہ

کے اوپر ہے اس کو صراح کہا جاتا ہے اس کا احترام آسمانوں میں ایسے ہی ہے جیسے کعبہ کا احترام زمین میں ہے۔ اس میں ہر دن ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں طواف کرتے ہیں اور اس میں نماز پڑھتے، پھر وہ کبھی واپس اس کی طرف نہ لوٹیں گے۔

۵ "والسقف المرفوع" یعنی آسمان۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول "وجعلنا السماء سقفا محفوظا" ہے۔

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ کی تفسیر

۶ "والبحر المسجور" محمد بن کعب قرظی اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں۔ یعنی جلایا ہوا گرم پانی بھڑکائے ہوئے تندور کی طرح اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے اور یہ اس وجہ سے کہ روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام سمندروں کو قیامت کے دن آگ بنادیں گے۔ پس اس کے ذریعے جہنم کی آگ میں اضافہ کریں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واذا البحار سجرت" اور حدیث میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی آدمی سمندر میں سوار نہ ہو مگر جہاد کرنے کے لیے یا عمرہ یا حج کرنے کے لیے کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے۔ مجاہد اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں "المسجور" بھرا ہوا۔ کہا جاتا ہے "سجرت الاناء" جب تو اس کو بھر دے اور حسن، قتادہ اور ابوالعالیہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں خشک جس کا پانی ختم ہو گیا ہو اور وہ خشک ہو گیا ہو۔

ربیع بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ میٹھا کھارے کے ساتھ ملا ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے "البحر المسجور" کے بارے میں فرمایا کہ وہ عرش کے نیچے سمندر ہے۔ اس کی وسعت جیسے ساتوں آسمانوں سے ساتوں زمینوں تک کا فاصلہ۔ اس میں گاڑھا پانی ہے اس کو بحر الحیوان کہا جاتا ہے۔ نفخہ اولیٰ کے بعد اس سے بندوں کی بارش ہوگی چالیس صبح تک پس وہ اپنی قبروں سے اگیں گے۔ یہ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کی قسم کھائی ہے۔

۷ "ان عذاب ربک لواقع" اترنے والا ہے۔

۸ "ماله من دافع" روکنے والا۔ جبیر بن مطعم فرماتے ہیں میں مدینہ آیا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدر کے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کروں تو میں آپ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کو مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اور آپ علیہ السلام کی آواز مسجد سے باہر آرہی تھی تو میں نے سنا کہ وہ پڑھ رہے ہیں "والطور" سے "ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع" پس گویا کہ میرا دل پھٹ گیا جب میں نے اس کو سنا تو اور یہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔ فرماتے ہیں پس میں عذاب کے اُترنے کے خوف سے اسلام لے آیا اور مجھے یہ گمان نہ تھا کہ میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو سکوں گا حتیٰ کہ مجھ پر عذاب واقع ہو جائے گا۔ پھر بیان کیا کہ کب واقع ہوگا تو فرمایا:

۹ "یوم تمور السماء مورا" یعنی گھومے گا چکی کے گھومنے کی طرح اور اپنے اہل کے ساتھ ایسے ہلے گا جیسے کشتی ہلتی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حرکت کرے گا۔ عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے اجزاء آپس میں خلط ملط ہو

جائیں گے اور کہا گیا ہے کہ وہ مضطرب ہو جائے گا اور "المور" ان تمام معانی کو جامع ہے۔ پس وہ لغت میں جانا، آنا، چکر لگانا، آنا جانا اور اضطراب کے معنی رکھتا ہے۔

⑩ "وتسیر الجبال سیرا" پس وہ اپنی جگہوں سے ہٹ جائیں گے اور بکھری ہوئی دُھنی ہوئی روئی ہو جائیں گے۔

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑪ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ⑫ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ⑬ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ⑭ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ⑮ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑯ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ⑰ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ⑱ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا ۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑲ مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ⑳ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ㉑

ترجمہ: تو جو لوگ جھٹلانے والے ہیں (اور) جو (تکذیب کے) مشغلہ میں بے ہودگی کے ساتھ رہ رہے ہیں ان کی اس روز کم بختی آئے گی جس روز کہ ان کو آتش دوزخ کی طرف دھکے دے کر لاویں گے یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے تو کیا یہ بھی سحر ہے (دیکھ کر بتلاؤ) یا یہ کہ تم کو (اب بھی) نظر نہیں آتا اس میں داخل ہو پھر خواہ (اس کی) سہار کرنا یا سہار نہ کرنا تمہارے حق میں دونوں برابر ہیں جیسا تم کرتے تھے ویسا ہی تم کو بدلا دیا جائے گا متقی لوگ بلاشبہ (بہشت کے) باغوں اور سامان عیش میں ہوں گے اور ان کو جو چیزیں ان کے پروردگار نے دی ہوں گی اس سے خوشدل ہوں گے اور ان کا پروردگار ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے گا خوب کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ اپنے عملوں کے بدلہ میں تکیہ لگائے ہوئے تختوں پر جو برابر بچھائے ہوئے ہیں اور ہم ان کا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں (یعنی حوروں سے بیاہ کر دیں گے اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا ہم ان کی اولاد کو بھی (درجہ میں) ان کے ساتھ شامل کر دیں گے اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے ہر شخص اپنے اعمال (کفریہ) میں محبوس (فی النار) رہے گا۔

تفسیر: ⑪ "فویل" پس سخت عذاب ہے۔ "یومئذ للمکذبین."

⑫ الذین هم فی خوض یلعبون" باطل میں غور وخوض کرتے ہیں، غفلت ولاپرواہی میں کھیلتے ہیں۔

⑬ "یوم یدعون" دھکیلے جائیں گے۔ "الی نار جهنم دعا" سختی کے ساتھ دھکیلنا کیوں کہ جہنم کے داروغے ان کے ہاتھ گردنوں

پر باندھ دیں گے اور ان کی پیشانیاں پاؤں سے لگادیں گے۔ پھر ان کے چہروں کے بل جہنم کی طرف دھکیلیں گے اور ان کی گدیوں پر ماریں گے۔ یہاں تک کہ وہ جہنم پر وارد ہوں گے۔ پس جب وہ اس کے قریب ہوں گے تو ان کو جہنم کے داروغے کہیں گے۔

⑭ "ھٰذہ النار الّتی کنتم بھا تکذبون" دُنیا میں۔

⑮ "افسحر ھٰذا" کیونکہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سحر کی طرف کرتے تھے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آنکھوں کو جادو کے ساتھ ڈھانپ دیتے ہیں تو ان کو ڈانٹا گیا اور ان کو کہا گیا "افسحر ھٰذا ام انتم لاتبصرون"

⑯ "اصلوھا" اس کی سختی کو قیاس کرو۔ "فاصبروا او لاتصبروا سواء علیکم" صبر کرنا اور واویلا کرنا۔ "انما تجزون ما کنتم تعملون"

⑰ "ان المتقین فی جنات ونعیم"

⑱ فاکھین "اس پر خوش ہیں اتراتے ہیں۔ "بما آتاھم ربھم ووقاھم ربھم عذاب الجحیم" اور ان کو کہا جائے گا۔

⑲ "کلوا واشربوا ھنیئا" اس کا انجام بیماری اور پیٹ خرابی سے امن ہے۔ "بما کنتم تعملون"

⑳ "متکئین علی سرر مصفوفۃ" ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے ہوں گے۔ "وزوجناھم بحور عین"

㉑ "والّذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان" ابوعمرو نے "اتبعناھم" الف قطعی کے ساتھ تعظیم کی وجہ سے پڑھا ہے۔ "ذریاتھم" الف اور تاء کی زیر کے ساتھ دونوں میں۔ اللہ تعالیٰ کے قول "الحقنا بھم" اور "وما التناھم" کی وجہ سے تا کہ کلام ایک ترتیب پر ہو جائے اور دیگر حضرات نے "واتبعتھم" الف وصلی اور اس کے بعد تاء مشدد اور آخری تاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ پھر ان کا اختلاف ہوا ہے "ذرّیتھم" میں۔ اہل مدینہ نے پہلے کو بغیر الف اور تاء کی پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے کو الف اور تاء کی زیر کے ساتھ

اور اہل شام اور یعقوب نے دونوں کو الف کے ساتھ اور تاء کی زیر کے ساتھ دوسرے میں اور دیگر حضرات نے دونوں کو بغیر الف کے اور پہلے میں تاء کے پیش اور دوسرے میں تاء کے زبر کے ساتھ اور اس آیت کے معنی میں اختلاف ہوا ہے۔ ایک قوم نے کہا ہے کہ اس کا معنی "والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان" یعنی ان کی چھوٹی اور بڑی اولاد پس بڑی اولاد اپنے ایمان کی وجہ سے اور چھوٹی اپنے آباء کے ایمان کی وجہ سے کیونکہ چھوٹے بچے کے اسلام کا حکم کیا جائے گا، اس کے والدین میں سے کسی ایک کے تابع کرتے ہوئے۔ "الحقنابھم ذریتھم" مؤمنین کو جنت میں ان کے درجات کے ساتھ اگرچہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے اپنے آباء کے درجہ تک نہ پہنچ سکیں گے، یہ ان کے آباء کا اعزاز ہوگا تا کہ ان کی آنکھیں اس کے ذریعہ ٹھنڈی ہوں اور یہی سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔

اور دیگر حضرات نے کہا ہے اس کا معنی "والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم" بالغ اولاد ایمان کے ساتھ تو ہم ان کے ساتھ ان کی چھوٹی اولاد کو بھی لاحق کر دیں گے جو ایمان کو نہیں پہنچے ان کے آباء کے ایمان کی وجہ سے۔ اور یہ ضحاک رحمہ اللہ کا

قول ہے اور عوفی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اپنے مؤمن بندے کے لیے اس کی اولاد کو جنت میں جمع کر دیں گے جیسا کہ وہ دُنیا میں پسند کرتا تھا کہ وہ اس کے پاس جمع ہوں۔ ان کو جنت میں داخل کریں گے اپنے فضل کے ساتھ اور ان کو ان کے درجہ پر پہنچائیں گے اس کے باپ کے عمل کی وجہ سے بغیر اس کے کہ آباء کے اعمال سے کچھ کم کیا جائے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا قول "وما التناهم" ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لام کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے لام کے زبر کے ساتھ۔ یعنی ہم ان یعنی آباء سے کچھ کم نہ کریں گے۔ "من عملهم من شیء" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کی اولاد کو اس کے درجہ میں بلند کریں گے۔ اگرچہ وہ اس سے عمل میں کم ہوں گے تاکہ ان کے ذریعے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈا کریں۔ پھر پڑھا: "والذین امنوا واتبعتهم ذریتهم بایمان الحقنابهم ذریتهم" آیت کے آخر تک۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ان بچوں کے بارے میں جو جاہلیت میں مر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دونوں جہنم میں ہیں۔ پس جب ان کے چہرے پر ناگواری کو دیکھا تو فرمایا اگر تو ان کا ٹھکانہ دیکھ لیتی تو ان سے نفرت کرتی۔ تو انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! پس میرے آپ علیہ السلام سے جو بچے ہوئے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا جنت میں ہیں۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا بے شک مؤمنین اور ان کی اولاد جنت میں ہے اور مشرکین اور ان کی اولاد جہنم میں ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا "والذین امنوا واتبعتهم ذریتهم بایمان الحقنابهم ذریتهم"...... "کل امرئ بما کسب رهین"

مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر کافر بندہ جس نے شرک کا عمل کیا اس کی وجہ سے آگ میں رہن رکھا ہوا ہے اور مؤمن رہن نہیں ہے۔ بوجہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "کل نفس بما کسبت رهینه الا اصحاب الیمین" پھر ذکر کیا جو ان کو خیر اور نعمت زیادہ دیں گے۔

وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢٢﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿٢٤﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿٢٧﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿٢٨﴾ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿٢٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿٣٠﴾

ترجمہ اور ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا ان کو مرغوب ہو روز افزوں دیتے رہیں گے اور وہاں آپس میں (بطور خوش طبعی) کے جام شراب میں چھینا جھپٹی بھی کریں گے اس میں نہ بک بک لگے گی کیونکہ نشہ نہ ہوگا اور نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی ان کے پاس ایسے لڑکے آویں جاویں گے جو خالص انہی کے لئے ہوں گے گویا حفاظت سے رکھے

ہوئے موتی ہیں اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے یہ بھی کہیں گے کہ (بھائی) ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر (یعنی دنیا میں انجام کار سے) بہت ڈرا کرتے تھے سو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیا ہم اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) اس سے دعا میں مانگا کرتے تھے واقعی وہ بڑا محسن اور مہربان ہے تو آپ سمجھاتے رہئے کیونکہ آپ بفضلہ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں (جیسا یہ مشرکین کہتے ہیں) ہاں کیا یہ لوگ یوں (بھی) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں (اور) ہم ان کے بارے میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔

تفسیر ۲۲ "وامددناهم بفاكهة" اس پر زیادتی جوان کے لیے پہلے تھا۔ "ولحم مما يشتهون" مختلف قسم کے گوشت۔

۲۳ "يتنازعون" ایک دوسرے سے لیں گے دیں گے۔ "فيها كاسا لا لغو فيها" اور وہ باطل ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا گیا ہے۔ مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں کوئی فضول کام نہ ہوگا۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہ گالم گلوچ نہ کوئی جھگڑا۔ قتیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کی عقل نہ ختم ہوگی کہ لغو و گناہ کی باتیں کریں۔ "ولا تاثيم" یعنی ان سے وہ کام نہ ہوگا جو ان کو گناہ گار کر دے۔

زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے درمیان لغو اور وہ کام جاری نہ ہوگا جس میں گناہ ہو جیسا کہ دُنیا میں شراب پینے کے ساتھ ہوتا ہے اور کہا گیا اس کے پینے میں گناہگار نہ ہوگا۔

۲۴ "ويطوف عليهم" خدمت کے ساتھ۔ "غلمان لهم كانهم" حسن سفیدی اور رونق میں۔ "لؤلؤ مكنون" محفوظ خزانہ جس تک لوگوں کے ہاتھ نہ پہنچے ہوں۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مکنون یعنی سیپ میں۔ عبداللہ بن عمرو رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر جنتی کے لیے ہزار غلام دوڑتے ہوں گے اور ہر غلام اس کام پر ہوگا جو دوسرا نہ کر رہا ہوگا اور حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب یہ آیت تلاوت کی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! خادم چھپے ہوئے موتی کی طرح ہوگا تو مخدوم کیسا ہوگا؟ اور قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ہمیں ذکر کیا گیا کہ ایک شخص نے کہا یا نبی اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ خادم ہے تو مخدوم کیسا ہوگا؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یا مخدوم کی خادم پر فضیلت ایسے ہوگی جیسے چودھویں کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہوتی ہے۔

۲۵ "واقبل بعضهم على بعض يتساءلون" ایک دوسرے سے جنت میں سوال کریں گے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں دُنیا کی مشقتیں اور خوف کو یاد کریں گے۔

۲۶ "قالوا انا كنا قبل فى اهلنا" دُنیا میں۔ "مشفقين" عذاب سے ڈرتے تھے۔

۲۷ "فمنّ الله علينا" مغفرت کے ساتھ۔ "ووقانا عذاب السموم" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہنم کے عذاب سے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں "السموم" جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

۲۸ "انا كنا من قبل" دُنیا میں۔ "ندعوه" خالص اس کے لیے عبادت کرتے تھے۔ "انه" اہل مدینہ اور کسائی رحمہم اللہ نے "انه"

الف کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی "لانہ" یا "بانہ" اور دیگر حضرات نے زیر کے ساتھ استئناف کی بناء پر پڑھا ہے۔ "هو البر" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "اللطیف" (باریک بین) اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنے وعدہ میں سچا ہے۔ "الرحیم"

㉙ "فذکر" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کے ذریعے اہل مکہ کو "فما انت بنعمة ربک" اس کی رحمت اور حفاظت کے ساتھ۔ "بکاهن" کہ قرآن گھڑ لیا ہو اور آئندہ آنے والی بات کی بغیر وحی کے خبر دیں۔ "ولا مجنون" یہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے مکہ کی گھاٹیاں تقسیم کر لی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہانت، جادو، جنون اور شعر کی تہمت لگاتے تھے۔

㉚ "ام یقولون" بلکہ وہ کہتے ہیں یعنی یہ تقسیم کرنے والے اندازے لگانے والے "شاعر" یعنی وہ شاعر ہیں۔ "نتربص به ریب المنون" زمانہ کے حوادث اور اس کا پھرنا۔ پس وہ بھی مر کر ہلاک ہو جائیں گے۔ جیسا کہ ان سے پہلے شعراء ہلاک ہو گئے اور اس کے ساتھی تتر بتر ہو گئے اور ان کے والد جوانی میں فوت ہو گئے۔ اب ہمیں اُمید ہے کہ ان کی موت بھی اپنے والد کی موت کی طرح ہو گی اور "المنون" کبھی دھر کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی موت کے معنی میں۔ ان دونوں کے ساتھ نام رکھا گیا کیوں کہ یہ دونوں مدت کو ختم کر دیتے ہیں۔

قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ ㉛ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ㉜ اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ㉝ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ㉞ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ㉟ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ ㊱ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ ㊲

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ (بہتر) تم منتظر رہو سو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں کیا ان کی عقلیں ان کو ان باتوں کی تعلیم کرتی ہیں یا یہ کہ یہ شریر لوگ ہیں ہاں کیا یہ (بھی) کہتے ہیں کہ انہوں نے اس قرآن کو خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے تو یہ لوگ اس طرح کا کلام بنا کر لے آئیں اگر یہ (اس دعویٰ میں) سچے ہیں (آگے توحید کے متعلق گفتگو ہے کہ) کیا یہ لوگ بدوں کسی خالق کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں یا انہوں نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا بلکہ یہ لوگ (بوجہ جہل کے توحید کا) یقین نہیں لاتے کیا ان لوگوں کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا یہ لوگ (اس محکمہ نبوت کے) حاکم ہیں۔

تفسیر: ㉛ "قل تربصوا" میری موت کا انتظار کرو۔ "فانی معکم من المتربصین" انتظار کرنے والوں میں سے حتیٰ کہ اللہ کا امر تمہارے بارے میں آ جائے۔ پس تم عذاب دیئے جاؤ بدر کے دن تلوار کے ساتھ۔

㉜ "ام تامرهم احلامهم" ان کی عقلیں۔ "بهذا" کیونکہ عظماء قریش بڑے عقل مند اور صاحب عقل سمجھے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عقول کا عیب نکالا کہ ان کے لیے حق کی باطل سے پہچان مکمل نہیں ہوئی۔ "ام هم" بلکہ وہ "قوم طاغون"

㉝"ام یقولون تقوّلہ" یعنی قرآن کو خود سے گھڑ لیا ہے اور "تقوّل یتکلف" بات کرنا اور یہ صرف کذب (جھوٹ) کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اور معاملہ ویسے نہیں جیسے انہوں نے گمان کیا۔"بل لا یؤمنون" قرآن پر تکبر کرتے ہوئے۔

㉞ پھر ان پر حجت لازم کرتے ہوئے فرمایا:"فلیأتوا بحدیث مثلہ" یعنی قرآن کی مثل اس کی ترتیب اور حسن بیان میں "ان کانوا صادقین" کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو اپنی طرف سے کہتے ہیں۔

㉟"ام خلقوا من غیر شیء" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں بغیر رب کے اور اس کا معنی ہے کیا وہ پیدا کیے گئے ہیں بغیر کسی چیز کے ان کو پیدا ہونا ہے۔ پس وہ بغیر خالق کے پائے گئے ہیں اور یہ وہ چیز ہے جو ممکن نہیں اس لیے کہ خلق کا خالق کے ساتھ تعلق اسم کی ضرورت ہے ہر تخلیق کا خالق ضروری ہے۔ پس اگر وہ خالق کا انکار کرتے ہیں تو یہ ممکن نہیں کہ وہ خود بغیر خالق کے پائے جائیں۔"ام هم الخالقون" اپنے آپ کے۔ یہ سخت ترین باطل چیز ہے۔ اس لیے کہ جس چیز کا خود وجود نہ تھا وہ کیسے پیدا کر سکتی ہے۔ پس جب دونوں صورتیں باطل ہوگئیں تو ان پر حجت قائم ہوگئی کہ ان کا خالق ہے۔ پس چاہیے کہ وہ اس پر ایمان لے آئیں۔ اس معنی کو ابو سلیمان خطابی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے کہ کیا وہ باطل پیدا کیے گئے ہیں کہ نہ ان کا محاسبہ ہوگا اور نہ ان کو حکم دیا جائے گا؟ ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کیا وہ فضول پیدا کیے گئے ہیں اور بے کار چھوڑ دیئے گئے ہیں کہ نہ ان کو امر کیا جائے گا نہ نہی کی جائے گی۔ پس وہ قائل کے قول کی طرح ہے "فعلت کذا و کذا من غیر شیء" یعنی بغیر شی تو نے یہ اور یہ کیا بغیر کسی مقصد کے۔ کیا وہ خود اپنے خالق ہیں کہ ان پر اللہ کا کوئی امر واجب نہ ہوگا؟

㊱"ام خلقوا السموات والارض" پس وہی خالق ہو جائیں۔ معاملہ اس طرح نہیں ہے۔"بل لا یوقنون"

㊲"ام عندهم خزائن ربّک" عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی نبوت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کیا ان کے ہاتھوں میں تیرے رب کی رسالت کی چابیاں ہیں کہ وہ اس کو جہاں چاہیں رکھ دیں؟ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بارش اور رزق کے خزانے۔"ام هم المصیطرون" مسلط کیے ہوئے متکبر۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ غالب کہ کسی امر و نہی کے تحت نہ ہوں اور جو چاہیں کریں اور سین اور صاد کے ساتھ جائز ہے۔ ابن عامر رحمہ اللہ نے یہاں سین کے ساتھ پڑھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول "بمسیطر" میں، اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہاں سین کے ساتھ اور "بمصیطر" صاد کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے دونوں میں صاد کے ساتھ۔

اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ㊳ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ㊴ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ㊵ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ㊶ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۚ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ㊷ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ㊸ وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ㊹ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ㊺

ترجمہ: کیاان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اس پر (چڑھ کر آسمان کی) باتیں سن لیا کرتے ہیں تو ان میں جو (وہاں کی) باتیں سن آتا ہو وہ (اس دعویٰ پر) کوئی صاف دلیل پیش کرے کیا خدا کے لئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے تجویز ہوئے ہیں کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ (تبلیغ کا) مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ان کو گراں معلوم ہوتا ہے کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے کیا یہ لکھ لیا کرتے ہیں کیا یہ لوگ کچھ برائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں سو یہ کافر خود ہی (اس) برائی میں گرفتار ہوں گے کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آ رہا ہے تو یوں کہہ دیں کہ یہ تو تہ بتہ جما ہوا بادل ہے تو ان کو رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ ہو جس میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔

تفسیر: ㊳ ''ام لھم سلّم'' سیڑھی اور زینہ آسمان تک۔ ''یستمعون فیہ'' یعنی اس پر وحی سن آتے ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ''ولاصلبنکم فی جلوع النخل'' ہے یعنی علیھا ان درختوں پر۔ یعنی کیا ان کے لیے سیڑھیاں ہیں جس کے ذریعہ وہ آسمان تک چڑھ جائیں۔ پس وہ وحی کو سن لیں اور جان لیں کہ جو ان کے پاس ہے وہی حق ہے وحی کے ساتھ۔ پس وہ اس کو تھامے ہوئے ہیں اسی طرح؟ ''فلیات مستمعھم'' اگر وہ اس کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ''بسلطان مبین'' واضح دلیل کے ساتھ۔

㊴ ''ام لہ البنات ولکم البنون'' یہ ان پر انکار ہے جب انہوں نے اللہ کے لیے وہ بنایا جس کو وہ ناپسند کرتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول۔ ''فاستفتھم الربّک البنات ولھم البنون''

㊵ ''ام تسالھم اجرا'' اس پر جو آپ ان کے پاس لائے ہیں اور ان کو دین کی طرف دعوت دی ہے۔ ''فھم من مغرم مثقلون'' ان کو اس تاوان نے بوجھل کر دیا ہے جس کا آپ نے اس سے سوال کیا ہے۔ پس اس نے ان کو اسلام سے روک دیا ہے۔

㊶ ''ام عندھم الغیب'' یعنی اس کا علم جو ان سے غائب ہو گیا حتیٰ کہ انہوں نے جان لیا کہ جو ان کو رسول خبر دے رہے ہیں قیامت اور بعث کے امر کی وہ باطل ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ان کے قول ''نتربص بہ ریب المنون'' کا جواب ہے۔ فرماتے ہیں کہ کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے حتیٰ کہ انہوں نے جان لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پہلے مر جائیں گے؟ ''فھم یکتبون'' قتیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی وہ فیصلہ کرتے ہیں اور کتاب حکم کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو شخصوں کو کہا جو آپ علیہ السلام کی طرف مقدمہ لائے۔ ''اقضی بینکما بکتاب اللّٰہ'' میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب کے ذریعہ فیصلہ کروں گا۔ یعنی اللہ کے حکم کے ذریعے فیصلہ کروں گا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس کا معنی ہے یا ان کے پاس لوح محفوظ ہے۔ پس وہ جو کچھ اس میں ہے لکھتے ہیں اور اس کی لوگوں کو خبر دیتے ہیں؟

㊷ ''ام یریدون کیدا'' آپ علیہ السلام کے ساتھ مکر تاکہ آپ علیہ السلام کو ہلاک کر دیں۔ ''فالذین کفروا ھم المکیدون'' یعنی وہی اپنے مکر کا بدلہ دیئے جائیں گے۔ مراد یہ ہے کہ ان کے مکر کا نقصان ان پر لوٹے گا اور ان کا مکر ان کو گھیر لے گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ انہوں نے دار الندوہ میں مکر کیا اور بدر میں مارے گئے۔

㊸"ام لھم الٰہ غیر اللّٰہ" ان کو رزق دیتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے۔ "سبحان اللّٰہ عمّا یشرکون" خلیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو اس سورۃ میں کلمہ ام ذکر کیا گیا ہے وہ کلمہ استفہام ہے عطف نہیں ہے۔

㊹"وان یروا کسفا" ٹکڑا۔ "من السماء ساقطا" یہ جواب ہے ان کے قول "فاسقط علینا کسفا من السماء" کا۔ فرماتے ہیں اگر ہم ان کو عذاب دے دیں آسمان کے بعض حصہ کا ان پر گرا کر تو وہ اپنے کفر سے باز نہ آئیں گے۔ "یقولوا" اپنی ضد وعناد کی وجہ سے۔ "سحاب مرکوم" تہ بتہ ہم پر برسے گا۔

㊺"فذرھم حتی یلاقوا" وہ معائنہ کرلیں۔ "یومھم الذی فیہ یصعقون" وہ مرجائیں گے یعنی حتیٰ کہ وہ موت کا معائنہ کرلیں۔ ابن عامر اور عاصم رحمہما اللہ نے "یصعقون" یاء کی پیش کے ساتھ پڑھا ہے یعنی ہلاک کیے جائیں گے۔

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ㊻ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ㊼ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ㊽ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ㊾

ترجمہ: جس دن ان کی تدبیریں ان کے کچھ بھی کام نہ آویں گی اور نہ (کہیں سے) ان کو مدد ملے گی اور ان ظالموں کے لئے قبل اس (عذاب) کے بھی عذاب ہونے والا ہے (جیسے قحط وقتل بدر) لیکن ان میں اکثر کو معلوم نہیں اور آپ اپنے رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہئے کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور اٹھتے وقت (مجلس سے یا سونے سے) اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیا کیجئے اور رات میں اس کی تسبیح کیا کیجئے (مثلاً عشاء) اور ستاروں سے پیچھے بھی۔

تفسیر: ㊻"یوم لایغنی عنھم کیدھم شیئا ولاھم ینصرون" یعنی ان کو ان کا مکر موت کے دن نفع نہ دے گا اور عذاب سے ان کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

㊼"وان للذین ظلموا" کفر کیا۔ "عذابا دون ذلک" یعنی دُنیا میں عذاب ہے آخرت کے عذاب سے پہلے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یعنی بدر کے دن قتل۔ اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ بھوک اور سات سال کا قحط ہے۔ براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں وہ قبر کا عذاب ہے۔ "ولکن اکثرھم لایعلمون" کہ عذاب ان پر اُترنے والا ہے۔

㊽"واصبر لحکم ربک" یہاں تک کہ ان پر وہ عذاب واقع ہو جس کا ہم نے ان پر فیصلہ کیا ہے۔ "فانک باعیننا" یعنی ہماری نگاہ میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جو وہ آپ سے ساتھ معاملہ کرتے ہیں ہم دیکھ رہے ہیں اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی ہے کہ آپ علیہ السلام اس حیثیت پر ہیں کہ ہم آپ کو دیکھتے ہیں اور آپ علیہ السلام کی حفاظت کریں گے۔ پس وہ آپ علیہ السلام کو ناپسند چیز نہ پہنچا سکیں گے۔ "وسبح بحمد ربک حین تقوم" سعید بن جبیر رحمہ اللہ اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی جب آپ علیہ السلام مجلس سے کھڑے ہوں تو یہ کہیں "سبحانک اللّٰھم

وبحمدک" پس اگر مجلس خیر کی ہوگی تو نیکیاں زیادہ ہو جائیں گی اور اگر اس کے علاوہ ہوگی تو یہ اس کے لیے کفارہ ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی مجلس میں بیٹھا۔ پس اس میں اس کا شور زیادہ ہو جائے تو وہ کھڑا ہونے سے پہلے یہ کہہ لے "سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت، استغفرک و اتوب الیک" تو وہ اس کا کفارہ ہو جائے گا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے نماز پڑھیں جب آپ علیہ السلام اپنی جگہ سے کھڑے ہوں۔

ضحاک اور ربیع رحمہما اللہ فرماتے ہیں جب تو نماز کی طرف کھڑا ہو تو "سبحانک اللھم وبحمدک و تبارک اسمک وتعالٰی جدک ولا الٰہ غیرک" کہہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کہتے "سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالٰی جدک ولا الٰہ غیرک" اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اللہ کا ذکر زبان کے ساتھ کرتا ہے جب آپ بستر سے کھڑے ہوں یہاں تک کہ وہ نماز میں داخل ہو جائیں۔ عاصم بن حمید سے روایت ہے کہ انہوں نے پوچھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز کے ساتھ رات کے قیام (تہجد) کو شروع کرتے؟ انہوں نے فرمایا جب کھڑے ہوتے تو دس مرتبہ تکبیر کہتے اور اللہ کی حمد کرتے دس مرتبہ اور اللہ کی تسبیح کرتے دس مرتبہ اور لا الٰہ الا اللہ کہتے دس مرتبہ اور استغفار کرتے دس مرتبہ اور کہتے "اللّٰھم اغفرلی واھدنی وارزقنی وعافنی" اور قیامت کے دن تنگ جگہ سے پناہ مانگتے۔

㊾ "ومن اللیل فسبحہ" یعنی آپ علیہ السلام اس کے لیے نماز پڑھیں۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی مغرب اور عشاء کی نماز۔ "وادبار النجوم" یعنی دو رکعتیں فجر کی نماز سے پہلے اور یہ اس وقت جب ستارے صبح کی روشنی میں غائب ہو جائیں۔ یہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ صبح کی نماز کے فرض ہیں۔ محمد بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ علیہ السلام نے مغرب الطور میں پڑھی۔

سُوْرَةُ النَّجْمِ

مکی ہے اور اس کی باسٹھ (۶۲) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۱ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۲ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۴ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۵ ذُوْمِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۶ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۷ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۸ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۹

ترجمہ قسم ہے (مطلق ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے یہ تمہارے (ہمہ وقت) ساتھ کے رہنے والے نہ راہ (حق) سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ ہو لئے اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بنانے والے ہیں ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقت ور ہے پیدائشی طاقتور ہے پھر وہ فرشتہ (اپنی) اصل صورت پر آپ کے روبرو) نمودار ہوا ایسی حالت میں کہ وہ (آسمان کے) بلند کنارہ پر تھا پھر وہ فرشتہ (آپ کے) نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا سو دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم۔

نجم کی تفسیر

تفسیر ۱ "والنجم اذا ھوی" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے والبی اور عوفی رحمہما اللہ کی روایت میں فرمایا ہے کہ یعنی ثریا جب گر جائے اور غائب ہو جائے اور اس کا ھوی اس کا چھپ جانا ہے اور عرب ثریا کا نام نجم رکھتے ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع میں آیا ہے نہیں طلوع ہوا نجم کبھی اور زمین میں کوئی آفت ہو مگر وہ اٹھالی جاتی ہے اور نجم سے ثریا مراد لیا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں آسمان کے تمام ستارے مراد ہیں جب غروب ہو جائیں۔ اس کا لفظ واحد ہے اور معنی جمع کا ہے۔ کوکب کا نام نجم رکھا گیا ہے اس کے طلوع ہونے کی وجہ سے اور ہر طلوع ہونے والا نجم ہے۔

کہا جاتا ہے "نجم السن و القرن و النبت" جیسے دانت، سینگ اور نباتات طلوع ہو جائیں۔ عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ ستاروں کی مار ہے یعنی شیطانوں کے بات چوری کرتے وقت جن ستاروں کے ذریعے ان کو

مارا جاتا ہے اور ابوحمزہ ثمالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ستارے ہیں جب قیامت کے دن ٹوٹ جائیں گے اور کہا گیا ہے کہ نجم سے مراد قرآن ہے اس کا نام نجم رکھا گیا ہے اس لیے کہ وہ متفرق حصوں (قسطوں) میں بیس سال میں نازل ہوا ہے اور کسی چیز کے جدا کرنے کو تنجیم کا نام اور جدا کی ہوئی چیز کو نجم کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ عطاء رحمہ اللہ کی روایت میں اور کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے اور الھویٰ اوپر سے نیچے اُترنا۔ اخفش رحمہ اللہ فرماتے ہیں نجم وہ پودہ جس کا تنا نہ ہو اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا قول "والنجم والشجر یسجدان" ہے اور اس کا ھویٰ اس کا زمین پر گرا ہونا ہے اور جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان سے زمین کی طرف اُترے معراج کی رات۔

اور "الھویٰ" "اُترنا۔ کہا جاتا ہے "ھویٰ یھویٰ ھویا" جب وہ اُتر آئے جیسے مضٰی "یمضی مضیا"

❷ اور جواب قسم اللہ تعالیٰ کا قول "ماضل صاحبکم" ہے۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کے طریقہ سے گمراہ نہیں ہوئے۔ "وما غویٰ

❸ وما ینطق عن الھویٰ" یعنی بالھویٰ مراد یہ ہے کہ وہ باطل کلام نہیں کرتے۔ یہ اس وجہ سے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن اپنی طرف سے کہتے ہیں۔

❹ "ان ھو" جو آپ علیہ السلام نے دین کے بارے میں بیان کیا اور کہا گیا ہے قرآن "الا وحی یوحی" یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی جو آپ علیہ السلام کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

❺ "علمه شدید القویٰ" اور وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں اور قویٰ قوت کی جمع ہے۔

❻ "ذو مرۃ" قوت اور شدت والا ہے اپنی خلقت میں یعنی جبرئیل علیہ السلام۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "ذو مرۃ" یعنی اچھے منظر والا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لمبی اچھی خلقت والا ہے۔ "فاستویٰ" یعنی جبرئیل علیہ السلام۔

❼ "وھو" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر کلام عرب میں جب اس کی مثل میں عطف ڈالنا ہو تو وہ معطوف علیہ میں ضمیر کو ظاہر کرتے ہیں۔ پس وہ کہتے ہیں "استویٰ ھو وفلان" اور بہت کم وہ ایسے کہیں گے "استویٰ و فلان" اور اس کی نظیر اس کا قول "ائذا کنا ترابا و آباؤنا" ہے۔ آباء کا عطف کنا کی ضمیر پر ہے نحن کو ظاہر کرنے کے بغیر اور آیت کا معنی استویٰ جبرئیل ومحمد علیہما السلام لیلۃ المعراج ہے۔ "بالافق الاعلیٰ" اور وہ دُنیا کی انتہا سورج کے طلوع ہونے کی جگہ۔ اور کہا گیا ہے "فاستویٰ" یعنی جبرئیل علیہ السلام اور وہ جبرئیل علیہ السلام سے بھی کنایہ ہے یعنی وہ اپنی اس صورت میں کھڑے ہوئے جس پر ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

"وھو بالافق الاعلیٰ" جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمیوں کی صورت میں آتے تھے۔ جیسا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کے پاس آتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ ان کو اپنی وہ صورت دکھائیں جس پر وہ پیدا کیے گئے ہیں تو انہوں نے اپنی صورت دو مرتبہ دکھائی۔ ایک مرتبہ زمین میں اور ایک مرتبہ آسمان میں۔ بہرحال زمین میں تو اُفق اعلیٰ میں اور مراد اعلیٰ سے مشرق کی جانب ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حراء میں تھے تو جبرئیل علیہ السلام آپ علیہ السلام کے لیے مشرق سے طلوع ہوئے تو مغرب تک اُفق کو بند کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غشی کھا کر گر گئے تو جبرئیل علیہ السلام

آدمیوں کی صورت میں اُترے اور آپ علیہ السلام کو خود سے ملایا اور آپ علیہ السلام کے رُخ انور سے غبار صاف کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول "ثم دنا فتدلٰی" اور بہر حال آسمان میں تو سدرۃ المنتہٰی کے پاس اور جبرئیل علیہ السلام کو اس صورت میں انبیاء علیہم السلام میں سے صرف ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ کی تفسیر

۸ "ثم دنا فتدلٰی ۹ فکان قاب قوسین او ادنٰی" اس کے معنی میں مفسرین رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہے۔ مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کہا، کہاں ہے اللہ تعالیٰ کا قول "ثم دنا فتدلٰی. فکان قاب قوسین او ادنٰی" انہوں نے فرمایا یہ جبرئیل آپ علیہ السلام کے پاس آدمی کی صورت میں آتے تھے اور بے شک وہ اس مرتبہ اپنی اصلی صورت میں آئے اور اُفق کو بند کر دیا۔ شیبانی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے زر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے قول "فکان قاب قوسین او ادنٰی" کے بارے میں پوچھا:

انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا اس کے چھ سو (۶۰۰) پَر تھے۔ پس آیت کا معنی پھر جبرئیل علیہ السلام زمین کے اُفق اعلیٰ پر استواء کے بعد قریب ہوئے۔ پھر نیچے اُتر آئے۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُترے تو ان سے دو کمان یا اس سے بھی کم قریب ہو گئے۔ "او ادنٰی بل ادنٰی" کے معنی میں ہے بلکہ قریب اور اسی کے قائل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حسن اور قتادہ رحمہما اللہ ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ کلام میں تقدیم وتاخیر ہے۔ اس کی اصل عبارت "ثم تدلٰی فدنا" اس لیے کہ نیچے اُترنا قریب ہونے کا سبب ہے اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ پھر رب تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے، پھر نیچے اُتر آئے۔ پھر آپ علیہ السلام کے قریب ہوئے حتیٰ کہ دو کمان یا اس سے کم کا فاصلہ تھا اور قصہ معراج میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہم تک روایت پہنچی ہے کہ جبار رب العزت قریب ہوئے، پھر نیچے اُترے حتیٰ کہ دو کمان یا اس سے کم کا فاصلہ تھا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ 'تدلٰی' کسی شے کی طرف اُترنا حتیٰ کہ اس سے قریب ہو جائے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام اپنے رب سے قریب ہو گئے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے قریب ہوئے پس اُتر آئے اور سجدہ کی طرف مائل ہوئے۔ پس ان سے دو کمان یا کم قریب ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے قول کا معنی "قاب قوسین" یعنی دو کمانوں کی مقدار اور قاب، قیب، قید یہ عبارت ہیں مقدار سے اور قوس وہ جس کے ذریعے تیر پھینکا جائے۔ مجاہد، عکرمہ اور عطاء رحمہم اللہ کے قول میں پس خبر دی گئی کہ جبرئیل علیہ السلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دو کمان کی مقدار ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اشارہ ہے قصہ کی تاکید کی طرف اور اس کی اصل یہ ہے کہ عرب کے دو حلیف جب کسی معاہدہ کا

معاملہ کرنے کا ارادہ کرتے تو دونوں اپنی کمانیں لے کر نکلتے اور ان کو ملا دیتے اور اس سے ان کی مراد یہ ہوتی کہ وہ ایک دوسرے کی پشت پناہی کریں گے اور ایک دوسرے کی حمایت کریں گے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "قاب قوسین" یعنی دوگز کی مقدار اور یہ سعید بن جبیر اور شقیق بن سلمہ کا قول ہے اور قوس وہ گز جس کے ذریعے شے کو ناپا جائے او ادنیٰ بلکہ قریب تر۔

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ⑩ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمائی تھی قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی تو کیا ان (پیغمبر) سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو اور انہوں نے (یعنی پیغمبر نے) اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ بھی (صورت اصلیہ میں) دیکھا ہے سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔

تفسیر: ⑩ "فاوحی" یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی کی۔ "الی عبدہ ما اوحی" محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عطاء کی روایت میں اور کلبی، حسن اور ربیع رحمہم اللہ ابن زید فرماتے ہیں اس کا معنی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہ وحی کی جو ان کی طرف رب تعالیٰ نے وحی بھیجی۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اوحی الیہ" آپ علیہ السلام کی طرف وحی کی۔ "الم یجدک یتیما فآوی" سے اللہ تعالیٰ کے فرمان "ورفعنا لک ذکرک" تک اور کہا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ جنت انبیاء علیہم السلام پر حرام ہے جب تک آپ علیہ السلام داخل نہ ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں پر حرام ہے جب تک آپ علیہ السلام کی اُمت داخل نہ ہو۔

⑪ "ما کذب الفؤاد ما رأی" ابوجعفر نے ما کذب کو ذال کی شد کے ساتھ پڑھا ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نے اس کو نہیں جھٹلایا جو آپ علیہ السلام نے اپنی آنکھ سے اس رات میں دیکھا بلکہ اس کی تصدیق کی اور اس کو حق جانا اور دیگر حضرات نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا دل سے اس کو جھوٹ نہیں کہا بلکہ سچ کہا۔ کہا جاتا ہے "کذبہ" جب اس کو جھوٹ کہے اور صدقہ جب اس کو سچ کہے۔

اس کا مجاز "ما کذب الفؤاد فیما رأی" ہے اور "الذی رأہ" میں اختلاف ہوا ہے ایک قوم نے کہا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا اور یہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا "ما کذب الفؤاد ما رأی" جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ان کے چھ سو (۶۰۰) پَر تھے اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ "ما رأہ" سے اللہ تعالیٰ مراد ہیں۔ پھر "رؤیۃ" کے معنی میں اختلاف ہوا ہے۔ ان میں سے بعض نے کہا ان کی بصارت کو دل میں کر دیا۔ پس آپ علیہ السلام نے دل سے دیکھا اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ "ما کذب الفؤاد ما رأی ولقد رأہ نزلۃ اخری" آپ علیہ السلام نے

اللہ تعالیٰ کو اپنے دل کے ساتھ دو مرتبہ دیکھا ہے اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور یہ انس رضی اللہ عنہ، حسن اور عکرمہ رحمہما اللہ کا قول ہے۔ ان حضرات نے فرمایا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنانے کیلئے چن لیا اور موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے لیے چن لیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو "رؤیۃ" کے لیے چن لیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا اور آیت کو جبرئیل علیہ السلام کی رؤیت پر محمول کیا ہے۔

مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کہا اے امی جان! (رضی اللہ عنہا) کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تو نے ایسی بات کی ہے جس کی وجہ سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہیں تو کہا تین چیزوں سے جو تجھے ان کے بارے میں بیان کرے تو اس نے جھوٹ بولا، جو تجھے بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے جھوٹ بولا۔ پھر آیت پڑھی "**لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير**"...... "**وما كان لبشر ان يكلمه الله الاوحيا او من وراء حجاب**" اور جو تجھے بیان کرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں جو آئندہ کل میں ہوگا تو اس نے جھوٹ بولا۔ پھر آیت پڑھی "**وما تدری نفس ماذا تكسب غدا**" اور جو تجھے بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ چھپایا تھا تو اس نے جھوٹ بولا، پھر آیت پڑھی۔ "**يا يها الرّسول بلّغ ما انزل اليک من ربّک**"، لیکن جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا۔ عبداللہ بن شقیق نے بھی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا نور ہیں، کیسے میں اس کو دیکھ سکتا ہوں۔

⑫ "**افتمارونه علی ما یریٰ**" حمزہ، کسائی اور یعقوب رحمہم اللہ نے "**افتمرونه**" تاء کی زبر کے ساتھ بغیر الف کے پڑھا ہے۔ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو؟ عرب کہتے ہیں "**مريت الرطبل حقه**" جب اس کا انکار کردے اور دیگر حضرات نے "**افتمارونه**" الف کے ساتھ اور تاء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس معنی پر کہ کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا۔ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے آپ علیہ السلام سے جھگڑا کیا جب آپ علیہ السلام کو معراج کیا گیا تو انہوں نے کہا ہمارے لیے بیت المقدس کا پورا نقشہ کھینچیں اور ہمارے قافلہ کی خبر دیں جو راستہ میں ہے اور اس کے جو انہوں نے مجادلہ کیا اور معنی یہ ہے کہ کیا تم اس سے ایسا جھگڑا کرتے ہو جس سے تمہارا مقصود اس کا انکار کرنا ہے جو آپ علیہ السلام نے دیکھا اور جانا۔

⑬ "**ولقد رأه نزلة اخریٰ**" یعنی جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اس صورت میں دیکھا جس پر وہ پیدا کیے گئے اس حال میں کہ وہ آسمان سے دوسری مرتبہ اُترنے والے تھے اور یہ اس وجہ سے کہ آپ علیہ السلام نے ان کو ان کی صورت میں دو مرتبہ دیکھا، ایک مرتبہ زمین میں اور ایک مرتبہ آسمان میں۔

سدرۃ المنتہیٰ کی تفسیر

⑭ "عند سدرة المنتهٰی" اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول پر "نزلة اخریٰ" کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات کئی مرتبہ اوپر گئے نماز کی تعداد میں تخفیف کروانے کے لیے۔ پس ہر عروج کے لیے زوال ہوتا ہے۔ پس ان میں سے کسی میں اپنے رب کو دیکھا اور ہم تک ان سے روایت پہنچی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے دل کے ساتھ دو مرتبہ دیکھا ہے اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول "عند سدرة المنتهٰی" ہم تک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ تک لیجایا گیا۔

اور وہ ساتویں آسمان میں ہے اور زمین سے جو چیزیں اوپر جاتی ہیں ان کی انتہا اسی کے پاس ہوتی ہے اور اس کے اوپر سے جو چیزیں اُترتی ہیں وہ بھی اس کے پاس آ کر رک جاتی ہیں۔ فرمایا "اذ یغشی السدرة ما یغشی" کہا سونے کے پتنگے تھے اور حدیث معراج میں ہم تک روایت پہنچی کہ پھر مجھے ساتویں آسمان تک بلند کیا گیا۔ پس اچانک وہاں ابراہیم علیہ السلام تھے۔ پس میں نے ان کو سلام کیا، پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک بلند کیا گیا۔ پس اس کے بیر ہجر (قبیلہ) کے مٹکوں کی طرح تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے اور سدرۃ بیری کا درخت اور اس کو سدرۃ المنتہیٰ کہا جاتا ہے اس لیے کہ اس تک مخلوق کے علم کی انتہا ہو جاتی ہے۔ ہلال بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کعب رحمہ اللہ سے سدرۃ المنتہیٰ کے بارے میں پوچھا اور میں بھی حاضر تھا تو کعب رحمہ اللہ نے کہا یہ بیری کا درخت عرش کی جڑ میں ہے۔ عرش کو اُٹھانے والے فرشتوں کے سروں پر اور اسی تک مخلوق کے علم کی انتہا ہوتی ہے اور جو اس کے پیچھے ہے وہ غیب ہے اس کو صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ کا تذکرہ کرتے سنا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا سوار شخص اس کی ایک ٹہنی کے سایہ میں سو (۱۰۰) سال چل سکتا ہے اور اس کی ایک ٹہنی کے سایہ میں ایک ہزار سوار سایہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس میں سونے کے پتنگے تھے۔ گویا کہ اس کے پھل مٹکے ہیں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ درخت ہے جو مختلف رنگوں کے پھل اُٹھائے ہوئے ہے۔ اگر اس کا ایک پتہ زمین میں رکھ دیا جائے تو تمام زمین والے روشن ہو جائیں اور وہ طوبیٰ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرعد میں کیا ہے۔

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ⑮ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ⑯ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ⑰ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱

ترجمہ: اس کے قریب جنت الماویٰ ہے جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپیٹ رہی تھی جو چیزیں لپیٹ رہی تھیں نگاہ تو نہ ہٹی اور نہ بڑھی انہوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔

تفسیر ⑮"عندها جنت المأوىٰ" عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ "جنة المأوىٰ" ایسی جنت ہے جس کی طرف جبرئیل علیہ السلام اور فرشتے ٹھکانہ حاصل کرتے ہیں اور مقاتل رحمہ اللہ اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی طرف شہداء کی روحیں ٹھکانہ حاصل کرتی ہیں۔

⑯"اذ يغشى السدرة ما يغشى" ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سونے کے پتنگے اور حدیث معراج میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ پر لیجایا گیا۔ پس اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے اور اس کے پھل مٹکوں کی طرح کے۔ فرمایا پھر جب اس کو اللہ کے امر سے ڈھانپ لیا جس چیز نے ڈھانپا تو وہ متغیر ہوگیا تو اللہ کی مخلوق میں سے کوئی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ اس کے حسن کو بیان کرے اور میری طرف وحی کی جو وحی کی پھر مجھ پر ہر دن ورات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔

اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو فرشتوں نے ڈھانپا کوؤں کی طرح۔ اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں پرندوں سے۔ ابو العالیہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے یا ان کے علاوہ سے فرماتے ہیں اس کو مخلوق کے نور نے ڈھانپ لیا اور اس کو فرشتوں نے اللہ کی محبت کی وجہ سے کوؤں کی مثل ڈھانپ لیا۔ حتیٰ کہ وہ درخت پر گرنے لگے۔ فرماتے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے کلام کی اور آپ علیہ السلام کو فرمایا، آپ علیہ السلام سوال کریں۔ حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اس کو رب العزت کے نور نے ڈھانپ لیا۔ پس وہ خوب روشن ہوگیا اور حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ میں نے اس کے ہر پتہ پر ایک فرشتہ کھڑا دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہا تھا۔

⑰"ما زاغ البصر وما طغىٰ" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ دائیں بائیں مائل نہیں ہوئیں۔ "وما طغىٰ" یعنی جو دیکھا اس سے تجاوز نہیں کیا اور کہا گیا ہے کہ جس کا حکم دیا گیا اس سے تجاوز نہیں کیا اور یہ اس مقام پر آپ علیہ السلام کے ادب کا بیان ہے کہ اِدھر اُدھر متوجہ نہیں ہوئے۔

من آیات ربہ الکبریٰ کی تفسیر

⑱"لقد رأى من آيات ربه الكبرىٰ" یعنی بڑی آیات۔ اور کہا گیا ہے کہ جو اس رات آپ علیہ السلام نے اپنے سفر اور واپسی پر جو کچھ دیکھا وہ مراد ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "لنريه من آياتنا" ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تحقیق آپ علیہ السلام نے اپنے رب کی آیات میں سے بڑی آیت کو دیکھا۔ زر بن حبیش نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا "لقد رأى من آيات ربه الكبرىٰ" کہ جبرئیل علیہ السلام کو ان کی صورت میں دیکھا۔ ان کے چھ سو (۶۰۰) پَر تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علقمہ نے روایت کی ہے کہ "لقد رأى من آيات ربه الكبرىٰ" فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے سبز پھڑ پھڑانے والے کو دیکھا جس نے آسمان کے اُفق کو بند کر دیا۔

اَفَرَءَ یْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی ﴿۲۰﴾ اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَہُ الْاُنْثٰی ﴿۲۱﴾ تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی ﴿۲۲﴾

ترجمہ بھلاتم نے لات اور عزیٰ اور تیسرے...... کے حال میں غور بھی کیا ہے کیا تمہارے لیے تو بیٹے (تجویز) ہوں اور خدا کے لئے بیٹیاں اس حالت میں تو یہ بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی۔

تفسیر ﴿۱۹﴾ "افرأیتم اللات والعزیٰ" یہ بتوں کے نام ہیں جن کو انہوں نے معبود بنالیا، ان کی عبادت کرتے تھے۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے اسماء سے نام نکالے۔ پس کہنے لگے اللہ سے لات اور العزیز سے عزیٰ اور کہا گیا ہے کہ "العزّی اعزّ" کی مؤنث ہے۔ بہرحال لات، تو قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں طائف میں تھا۔ پس ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کھجور کا کمرہ تھا قریش اس کی عبادت کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور ابوصالح رحمہما اللہ نے "اللّات" کو تاء کی شد کے ساتھ پڑھا ہے اور ان حضرات نے کہا ہے کہ یہ ایک آدمی تھا جو حاجیوں کے لیے ستو بنایا کرتا تھا۔

پس جب یہ مرگیا تو اس کی قبر کی طرف مائل ہوئے اور اس کی عبادت کرنے لگے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ پہاڑ کی چوٹی میں ہوتا تھا۔ اس کی بکریاں تھیں، ان کے دودھ سے گھی اور پنیر بنا کر اس سے ایک حلوہ سا بناتا تھا، پھر وہ حاجیوں کو کھلاتا تھا۔ اور یہ بطن نخلہ میں تھا۔ پھر جب یہ مرگیا تو انہوں نے اس کی عبادت شروع کردی اور یہی لات ہے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ثقیف کا ایک شخص تھا اس کو صرمہ بن غنم کہا جاتا تھا وہ گھی بناتا اور اس کو ایک چٹان پر رکھ دیتا۔ پھر عرب آتے اور اس گھی میں اپنے ستو ملاتے۔ پھر جب یہ شخص مرگیا تو ثقیف اس کو اپنے علاقہ میں لے گئے اور اس کی عبادت شروع کردی۔ پس طائف نے لات کی جگہ کا ارادہ کیا اور بہرحال عزیٰ، مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ غطفان میں ایک درخت ہے جس کی وہ عبادت کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، انہوں نے اس کو کاٹ دیا تو خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو کلہاڑے مارتے تھے اور کہتے تھے۔

یاعز کفرانک لاسبحانک ...... انی رأیت اللہ قداھانک

"اے عزا تیرا کفر ہے نہ کہ تیری تسبیح"

بے شک میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ تجھے ذلیل کردیا ہے۔ پس اس سے ایک شیطانہ نکلی۔ اس کے بال کھڑے تھے، اپنی ہلاکت کی آوازیں لگارہی تھی۔ اس نے ہاتھ اپنے سر پر رکھے ہوئے تھے اور کہا گیا ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹے تو کہا میں نے اس کو اکھاڑ دیا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا میں نے کچھ نہیں دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اس کو نہیں اکھاڑا۔ پھر ان کو دوبارہ بھیجا اور ان کے پاس کدال تھی تو اس کو جڑ سے اکھاڑ دیا تو اس سے ایک ننگی عورت نکلی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کردیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ علیہ السلام کو یہ خبر دی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ عزیٰ تھا اور پھر کبھی اس کی عبادت نہ کی جائے گی۔

اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ غطفان کا بت ہے اس کو ان کے لیے سعد غطفانی۔ نے بنایا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ مکہ آیا اور صفا و مروہ کو دیکھا اور دیکھا کہ اہل مکہ ان کے درمیان طواف کرتے ہیں تو بطن نخلہ کی طرف لوٹا اور اپنی قوم کو کہا کہ اہل مکہ کے لیے صفا اور مروہ ہیں اور تمہارے لیے نہیں ہیں اور ان کے معبود ہیں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں اور تمہارے نہیں ہیں۔ انہوں نے پوچھا پھر تو ہمیں کیا حکم کرتا ہے؟ اس نے کہا میں تمہارے لیے اس طرح کا بناؤں گا۔ پھر اس نے ایک پتھر صفا سے اور ایک پتھر مروہ سے لیا اور ان کو نخلہ کی طرف منتقل کیا۔

پھر جو پتھر صفا سے لیا تھا اس کو رکھ دیا اور کہا یہ صفا ہے۔ پھر جو پتھر مروہ سے لیا تھا اس کو رکھ دیا اور کہا یہ مروہ ہے۔ پھر تین پتھر لیے اور ان کو درخت کا سہارا لگا دیا، پھر کہا یہ تمہارا رب ہے تو وہ لوگ ان دونوں کے درمیان طواف کرنے لگے اور اس پتھر کی عبادت کرنے لگے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو ان پتھروں کے اُٹھانے کا حکم دیا اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عزیٰ کی طرف بھیجا، انہوں نے اس کو کاٹ دیا اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ طائف میں ایک گھر ہے جس کی ثقیف عبادت کرتے تھے۔

⑳ "ومناۃ" ابن کثیر رحمہ اللہ نے مد اور ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اکثر حضرات نے قصر کے ساتھ اور بغیر ہمزہ کے۔ اس لیے کہ عرب نام رکھتے تھے۔ زید مناۃ اور عبد مناۃ اور ان ناموں میں مد نہیں سنی گئی۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ خزاعہ کا تھا مقام قدید میں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں انصار کے بارے میں کہ یہ مناۃ کے لیے احرام باندھتے تھے اور یہ قدید میں تھا۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ گھر تھا مشلل میں اس کی بنو کعب عبادت کرتے تھے۔

ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مناۃ ہذیل اور خزاعہ کا بت تھا۔ اس کی اہل مکہ عبادت کرتے تھے اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ لات، عزیٰ اور مناۃ پتھروں کے بت تھے، کعبہ کے وسط میں تھے، وہ ان کی عبادت کرتے تھے اور اللات ومناۃ پر وقف کرنے میں قراء کا اختلاف ہوا ہے۔ پس بعض نے ان دونوں پر ھاء کے ساتھ وقف کیا ہے اور ان میں سے بعض نے تاء کے ساتھ اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ جو مصحف میں تاء کے ساتھ لکھا جاتا ہے اس پر تاء کے ساتھ وقف کیا جاتا ہے اور جو ھاء کے ساتھ لکھا جاتا ہے اس پر ھاء کے ساتھ وقف کیا جاتا ہے اور بہرحال اللہ تعالیٰ کا قول "الثالثۃ الاخریٰ" پس الثالث مناۃ کی صفت ہے یعنی تذکرہ میں تیسرا بت اور بہرحال الاخریٰ تو "عرب الثالثۃ الاخریٰ" نہیں کہتے الاخریٰ یہاں الثالثۃ کی صفت ہے۔

خلیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں پس یاء رؤس آیات کے ساتھ موافقت کی وجہ سے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "مآرب اخریٰ" یہاں اُخر نہیں کہا اور کہا گیا ہے کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ اس کا مجاز یوں ہے "افرأیتم اللات والعُزّی الاخریٰ ومناۃ الثالثۃ" اور آیت کا معنی یہ ہے کہ تم ہمیں خبر دو یہ گمان کرنے والو کہ لات اور عزیٰ اور مناۃ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ بلند ہے اس سے جو ظالم کہتے ہیں بہت زیادہ بلند اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشرکین مکہ کہتے تھے بت اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری دی جاتی تو وہ اس کو ناپسند سمجھتا۔

㉑ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر انکار کرتے ہوئے فرمایا "الکم الذکر ولہ الانثیٰ"

㉒تلک اذا قسمة ضیزی" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ظالم تقسیم ہے کہ تم نے اپنے رب کے لیے وہ چیز مقرر کی جو تم خود اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔ مجاہد اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں ٹیڑھی تقسیم ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں غیر معتدل۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے "ضئزی" ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے بغیر ہمزہ کے۔ کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسی سے کہا جاتا ہے "ضاز، یضیز، ضیزا" اور "ضاز یضوز ضوزا" اور "ضاز یُضاز ضازا" جب ظلم کرے اور کم کرے اور ضیزی کی اصل کلام سے فعلی فاء کے پیش کے ساتھ ہے۔ اس لیے کہ یہ صفت ہے اور صفات صرف فعلی بضم الفاء کے وزن پر ہوتی ہیں جیسے "حبلی اُنثٰی اور بشریٰ" یا فَعلی فاء کے زبر کے ساتھ کے وزن پر جیسے "غضبیٰ، شکریٰ" اور "عطشٰی" اور کلام عرب میں کوئی صفت فِعلی فاء کی زیر کے ساتھ نہیں ہے۔ ہاں اسماء میں یہ وزن آتا ہے جیسے "ذکریٰ، شعریٰ کِسریٰ" اور ضاد یہاں اس لیے ہے تاکہ یاء واؤ سے تبدیل نہ ہو جائے اور یہ یاء والوں میں سے ہے جیسا کہ انہوں نے کہا بیض کی جمع بیض اور اصل بوض ہے۔ جمر اور صفر کی مثل۔ پس بہر حال جس نے کہا "ضاز یضوز" تو اس سے اسم "ضوزی" ہے شوریٰ کی مثل۔

اِنْ هِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَی الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰی ㉓ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی ㉔ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰی ㉕ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَرْضٰی ㉖ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَیُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِیَةَ الْاُنْثٰی ㉗ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ㉘ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ㉙ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰی ㉚

ترجمہ: یہ (معبودات مذکور) نرے نام ہی نام ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لیا ہے خدا تعالیٰ نے تو ان (کے معبود ہونے) کی کوئی دلیل بھیجی نہیں (بلکہ) یہ لوگ صرف بے اصل خیالات پر اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے (بواسطہ رسول) ہدایت آ چکی ہے کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے سو خدا ہی کے اختیار میں ہے آخرت اور دنیا اور بہت سے فرشتے آسمان میں موجود ہیں ان کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آ سکتی مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں اجازت دیں اور (اس کے لئے شفاعت کرنے سے) راضی ہوں یہ لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو (خدا کی) بیٹی کے نام سے نامزد کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے

اصل خیالات امرِ حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی (اخروی مطلب) مقصود نہ ہو ان لوگوں کی فہم کی رسائی کی حد بس یہی (دنیوی زندگی) ہے تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اس کے رستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی اس کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہے۔

تفسیر ㉓ "ان ھی" نہیں ہیں یہ بت۔ "**الا اسماء سمیتموھا انتم وآباؤکم ما انزل اللّٰہ بھا من سلطان**" حجت و برہان اس پر جو تم کہتے ہو کہ وہ معبود ہیں پھر خبر کی طرف لوٹے خطاب کے بعد اور فرمایا "**ان یتبعون الا الظن**" ان کے اس قول میں کہ یہ معبود ہیں۔ "**وما تھوی الانفس**" اور وہ ہے جو ان کے لیے شیطان نے مزین کیا۔ "**ولقد جآء ھم من ربّھم الھدیٰ**" کتاب اور رسول کا بیان کہ وہ معبود نہیں ہیں اور بے شک عبادت صرف ایک اللہ "**قھّار**" کے لیے درست ہے۔

㉔ "**ام للانسان ما تمنّی**" کیا کافر گمان کرتا ہے کہ اس کے لیے وہ ہوگا جو وہ تمنا اور خواہش کرے گا بتوں کی سفارش کی۔

㉕ "**فللّٰہ الآخرۃ والاولیٰ**" معاملہ ویسے نہیں جیسے کافر نے گمان کیا خواہش کی بلکہ اللہ ہی کے لیے آخرت اور پہلی ہے کوئی ایک ان دونوں میں کسی چیز کا مالک نہ ہوگا مگر اس کی اجازت کے ساتھ۔

㉖ "**وکم من ملک فی السموات**" ان میں سے جن کی عبادت یہ کفار کرتے ہیں اور عند اللہ ان کی سفارش کی اُمید کرتے ہیں۔ "**لا تغنی شفاعتھم شیئا الا من بعد ان یاذن اللّٰہ**" سفارش کی۔ "**لمن یشاء ویرضیٰ**" یعنی اہل توحید میں سے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ فرشتے اسی کے لیے سفارش کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔ "**شفاعتھم**" کی ضمیر جمع لائی گئی ہے حالانکہ الملک واحد ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے قول "**وکم من ملک**" میں کثرت مراد ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "**فما منکم من احد عنہ حاجزین**" کی طرح ہے۔

㉗ "**ان الذین لا یؤمنون بالآخرۃ لیسمّون الملائکۃ تسمیۃ الانثیٰ**" یعنی مؤنث کے ناموں کے ساتھ جب انہوں نے کہا کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

㉘ "**ومالھم بہ من علم**" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے ان کو یقین نہیں ہے کہ یہ مؤنث ہیں۔ "**ان یتبعون الا الظن وان الظن لایغنی من الحق شیئا**" اور حق علم کے معنی میں ہے یعنی ظن علم کے قائم مقام نہیں ہوسکتا اور کہا گیا ہے کہ حق عذاب کے معنی میں ہے۔ یعنی ان کا گمان ان کو عذاب سے نہ بچا سکے گا۔

㉙ "**فاعرض عن من تولّی عن ذکرنا**" یعنی قرآن سے اور کہا گیا ایمان سے۔ "**ولم یرد الا الحیاۃ الدنیا**"

㉚ پھر ان کی رائے کو حقیر قرار دیا اور فرمایا "**ذلک مبلغھم من العلم**" یعنی یہ ان کے علم کی انتہا ہے اور ان کی عقلوں کی مقدار ہے کہ دُنیا کو آخرت پر ترجیح دی اور کہا گیا ہے کہ وہ علم تک نہیں پہنچے مگر ان کا یہ گمان کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور یہ ان کی

سفارش کریں گے۔ پس تم اس پر اعتماد کرو اور قرآن سے اعراض کرو۔ ''ان ربّک ھو اعلم بمن ضلّ عن سبیله وھو اعلم بمن اھتدیٰ'' یعنی وہ دونوں فریقوں کو جاننے والا ہے۔ پس ان کو بدلہ دے گا۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾

(ترجمہ) اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے انجام کار یہ ہے کہ برا کام کرنے والوں کو ان کے (برے) کام کے عوض میں (خاص طور کی) سزا دے گا نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کام کے عوض میں جزا دے گا وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور (ان میں) بے حیائی کی باتوں سے بالخصوص زیادہ) بچتے ہیں مگر ہلکے ہلکے گناہ بلاشبہ آپ کے رب کی مغفرت بڑی وسیع ہے وہ تم کو اور احوال کو (اس وقت سے) خوب جانتا ہے جب تم کو زمین سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے تو تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو بس) تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔

(تفسیر) ㉛ ''وللّٰه ما فی السموات وما فی الارض'' یہ جملہ معترضہ ہے۔ پہلی آیت اور اللہ تعالیٰ کے قول ''لیجزی الذین اساؤا بما عملوا'' کے درمیان پس لام اللہ تعالیٰ کے قول ''لیجزی'' میں پہلی آیت کے معنی کے ساتھ متعلق ہے۔ اس لیے کہ جب وہ ان کو جانتا ہے تو ہر ایک وہی بدلہ دے گا جس کا وہ مستحق ہے۔ ''الذین اساؤا'' یعنی انہوں نے شرک کیا۔ بما عملوا یعنی شرک کے عمل کیے۔ ''ویجزی الذین احسنوا بالحسنیٰ'' اپنے رب کی توحید کی۔ ''بالحسنیٰ'' یعنی جنت کے ساتھ اور نیکی کرنے والے اور گناہ کرنے والے کو بدلہ دینے پر تب ہی قادر ہو سکتے ہیں۔ جب کثیر الملک ہوں اس لیے درمیان میں فرمایا۔ ''وللّٰه ما فی السموات وما فی الارض''

㉜ پھر ان کا وصف بیان کیا اور فرمایا ''الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم''

اِلَّا اللَّمَمَ کی تفسیر میں مختلف اقوال

اس آیت کے معنی میں اختلاف ہوا ہے۔ ایک قوم نے کہا ہے کہ یہ استثناء صحیح ہے اور ''اللمم'' کبائر اور فواحش میں سے ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ مگر یہ کہ وہ کسی فاحشہ کا ارتکاب کرلے، ایک مرتبہ پھر توبہ کرلے اور پھر باز آجائے اور یہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجاہد اور حسن رحمہما اللہ کا قول ہے اور عطاء کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''اللمم'' جو شرک سے کم ہو۔ سدی اور ابوصالح رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کے قول ''الا

اللّمم" کے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے کہا وہ آدمی جو گناہ کا ارتکاب کرے، پھر دوبارہ وہ گناہ نہ کرے۔

پس میں نے یہ بات ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ذکر کی تو انہوں نے فرمایا تحقیق تیری اس پر معزز فرشتے نے مدد کی ہے اور عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "الا اللّمم" کے بارے میں کہ تو کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو معاف کردے اے اللہ! تو سب کو معاف کردے اور کون سا بندہ تیرے لیے ہے مگر "المّا" اور "اللّمم" اور الںمام کی اصل جو انسان عمل کرے وقتاً فوقتاً اور اس کا اعادہ نہ کرے اور اس پر ڈٹ نہ جائے اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ یہ استثناء منقطع ہے۔ مجاز عبارت ہوگی "لکن اللّمم" اور ان حضرات نے "اللمم" کو کبائر اور فواحش میں نہیں بتایا۔ پھر ان کا اس کے معنی میں اختلاف ہوا ہے۔ پس ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ جو جاہلیت میں گزر چکا اللہ تعالیٰ اس پر مؤاخذہ نہ کریں گے کیونکہ مشرکین نے مسلمانوں کو کہا تھا تم پہلے ہمارے ساتھ یہی کام کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

اور یہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زید بن اسلم رحمہ اللہ کا قول ہے اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ صغیرہ گناہ ہیں جیسے ایک مرتبہ دیکھ لینا اور ہاتھ لگالینا اور بوسہ دینا جو زنا کے علاوہ ہو اور یہ ابن مسعود، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، مسروق اور شعبی رحمہم اللہ کا قول ہے اور طاؤس کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اس سے زیادہ "اللمم" مشابہ کسی چیز کو نہیں دیکھا جو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ابن آدم کا زنا کا حصہ لکھ دیا ہے وہ اس کو پائے گا لامحالہ۔ پس آنکھ کا زنا نظر کرنا ہے اور زبان کا زنا بولنا ہے اور نفس تمنا و خواہش کرتا ہے اور فرج (شرم گاہ) اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آنکھیں ان کا زنا دیکھنا ہے اور کان ان کا زنا توجہ سے سننا ہے اور زبان اس کا زنا بات کرنا ہے اور ہاتھ ان کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں ان کا زنا چلنا ہے۔

اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اللّمم" دو صورتوں پر ہے۔ ہر وہ گناہ جس پر دُنیا میں اللہ تعالیٰ نے حد ذکر نہ کی ہو اور آخرت میں عذاب نہ ذکر کیا ہو۔ پس یہ وہ گناہ ہیں جن کو نمازیں مٹا دیتی ہیں جب تک کبائر اور فواحش تک نہ پہنچیں اور دوسری صورت بڑا گناہ جس کا مسلمان کئی مرتبہ ارتکاب کرے پھر اس سے توبہ کرلے۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ وہ گناہ ہے جو دل میں کھٹکے اور حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اللمم" بغیر ارادہ کے ایک مرتبہ دیکھنا۔ پس یہ معاف ہے۔ پس اگر نگاہ کو دوبارہ ڈالتا ہے تو یہ لمم نہیں بلکہ گناہ ہے۔ "ان ربک واسع المغفرة" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس کے لیے جس نے یہ کیا اور توبہ کی۔ یہاں کلام مکمل ہوگئی۔

پھر فرمایا "هو اعلم بکم اذ انشاء کم من الارض" یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ "واذ انتم اجنّة" جنین کی جمع ہے۔ اس کا نام جنین رکھا گیا ہے۔ اس کے پیٹ میں چھپے ہونے کی وجہ سے۔ "فی بطون امهاتکم فلا تزکّوا انفسکم" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں تم اپنی مدح نہ کرو۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ خوب جانتے ہیں ہر نفس کے بارے میں کہ وہ کیا کرنے والا ہے اور کس طرف لوٹنے والا ہے۔ "فلا تزکّوا انفسکم" یعنی تم ان کو گناہوں سے

بری قرار نہ دو اور اپنے اچھے اعمال پر خود کی تعریف نہ کرو۔ کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں لوگ اچھے اعمال کرتے تھے پھر کہتے تھے ہماری نماز اور ہمارا روزہ اور ہمارا حج اور ہمارا جہاد تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ "ھو اعلم بمن اتقی" یعنی نیک کی اور اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کو خالص کیا۔

اَفَرَءَ يْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰٓى ﴿۳۷﴾

ترجمہ: تو بھلا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے دین حق سے) روگردانی کی اور تھوڑا مال دیا اور پھر بند کر دیا کیا اس شخص کے پاس (کسی صحیح ذریعہ سے) علم غیب ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے آیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور نیز ابراہیم کے جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی۔

آیت اَفَرَءَ يْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى کی تفسیر

تفسیر: ﴿۳۳﴾ "افرایت الذی تولی" یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اتباع کی تو بعض مشرکین نے اس کو عار دلائی اور کہا کیا تو نے اپنے بڑے حضرات کے دین کو چھوڑ دیا اور ان کو گمراہ قرار دے دیا؟ تو اس نے کہا میں اللہ کے عذاب سے ڈر گیا ہوں تو اس عار دلانے والے نے اس کو ضمان دی کہ اگر وہ شرک کی طرف لوٹ آئے تو بہت سارا مال دوں گا اور اللہ کا عذاب اس سے اُٹھا لوں گا تو ولید شرک کی طرف لوٹ آیا اور اس عار دلانے والے نے کچھ مال اس کو دیا اور باقی نہیں دیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی "افرایت الذی تولی" ایمان سے پیٹھ پھیری۔

﴿۳۴﴾ "واعطی" اپنے ساتھی کو۔ "قلیلا واکدی" باقی سے بخل کیا اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اعطی" یعنی ولید کو قلیلا خیر میں سے تھوڑا اپنی زبان کے ساتھ۔ "واکدی ثم اکدی" یعنی روک لیا اور اس کو کچھ عطیہ نہ دیا اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ عاص بن وائل سہمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ بسا اوقات بعض امور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کرتا تھا اور محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اس نے کہا اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیں عمدہ اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مطلب ہے "واعطی قلیلا واکدی" اس پر ایمان نہیں لایا اور "اکدی" کا معنی یعنی ختم کر دیا اور اس کی اصل "کدیۃ" سے ہے یہ پتھر ہوتا ہے جو کنویں میں نکل آئے تو کھدائی میں رُکاوٹ بن جاتا ہے۔ عرب کہتے ہیں "اکدی الحافر واجبل" جب کھودنے والا کھدائی میں "کدیۃ" پتھر تک پہنچ جائے۔

﴿۳۵﴾ "اعنده علم الغیب فھو یری" جو اس سے غائب ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ساتھی اس کا عذاب اُٹھا لے گا۔

﴿۳۶﴾ "ام لم ینبا" اس کو خبر نہیں دی گئی۔ "بما فی صحف موسیٰ" یعنی توریت کے اوراق میں۔

﴿۳۷﴾ "وابراھیم" اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں۔ "الذی وفی" مکمل کیا جو اس کو حکم دیا گیا۔

وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی کی تفسیر

حسن، سعید بن جبیر اور قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جو حکم دیا گیا وہ عمل کیا اور اپنے رب کے پیغامات اس کی مخلوق تک پہنچا دیئے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو ان پر فرض کیا گیا اس کو پورا ادا کیا۔

ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنا خواب پورا کر دکھایا اور اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کھڑے ہو گئے۔ عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں طاعت کو مکمل کیا۔ ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسلام کے حصوں کو پورا کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول "واذ ابتلی ابراهیم ربّه بکلمات فاتمهن" ہے اور توفیہ مکمل کرنا ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مناسک حج کے وعدہ کو پورا کیا۔ ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "و ابراهیم الّذی وفّی" چار رکعات دن کے ابتداء میں پڑھیں۔ حضرت ابو الدرداء اور ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابن آدم! تو میرے دن کی ابتداء میں چار رکعتیں پڑھ میں تجھے اس کے آخر میں کافی ہو جاؤں گا۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿38﴾ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿39﴾ وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ﴿40﴾ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ﴿41﴾

ترجمہ اور وہ مضمون یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا اور یہ کہ انسان کو (ایمان کے بارے میں) صرف اپنی کمائی ملے گی اور یہ کہ انسان کی سعی بہت جلد دیکھی جائے گی پھر اس کو پورا بدلہ دیا جائے گا۔

تفسیر ﴿38﴾ پھر بیان کیا جو ان دونوں کے صحیفوں میں تھا اور فرمایا "الا تزر وازرة وزر اخرىٰ" یعنی کوئی بوجھ اُٹھانے والا نفس دوسرے کے بوجھ کو نہیں اُٹھائے گا اور اس کا معنی یہ ہے کہ کسی نفس سے دوسرے کے گناہ کا مؤاخذہ نہ ہوگا۔ اس میں اس شخص کے قول کو باطل کیا ہے جس نے ولید بن مغیرہ کو کہا تھا "میں تیرا گناہ اُٹھاؤں گا" عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے لوگ آدمی کو دوسرے کے گناہ کی وجہ سے پکڑ لیتے تھے، آدمی کو اس کے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیوی اور غلام کے گناہ کے بدلہ میں قتل کر دیا جاتا تھا حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام نے آکر ان کو اس سے روکا اور ان کو اللہ کا پیغام پہنچایا۔ "الا تزر وازرة وزر اخرىٰ"

﴿39﴾ "وان لیس للانسان الا ما سعیٰ" یعنی جو اس نے عمل کیا اللہ تعالیٰ کے قول "ان سعیکم لشتّٰی" کی طرح اور یہ بھی ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں لکھا ہوا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ اس شریعت میں منسوخ الحکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "الحقنابهم ذریتهم" کی وجہ سے۔ پس اولاد کو آباء کی نیکیوں کی وجہ سے جنت میں داخل کیا جائے گا اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کی قوم کے لیے تھا۔ بہر حال یہ اُمت تو ان کے لیے وہ ہے جو انہوں نے عمل کیا اور جو ان کے لیے دوسروں نے عمل کیا۔

اس حدیث کی وجہ سے جو روایت کی گئی ہے کہ ایک عورت اپنے بچہ کو اُٹھا کر لائی اور عرض کیا یارسول اللہ! کیا اس کے لیے حج ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں اور تیرے لیے اجر ہے اور ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا میری ماں نے خودکشی کرلی ہے۔ پس کیا اس کو اجر ملے گا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔

ربیع بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وان لیس للانسان الّا ما سعٰی" یعنی کافر۔ بہرحال مؤمن تو اس لیے وہ بھی ہے جو اس نے خود عمل کیا اور وہ بھی جو اس کے لیے عمل کیا گیا۔ کہا گیا ہے کہ کافر کے لیے خیر میں سے کچھ نہیں مگر جو اس نے خود عمل کیا ہو۔ پس اس پر دُنیا میں ثواب دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کے لیے آخرت میں کوئی خیر باقی نہ رہے گی اور روایت کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن اُبی نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو قمیص دی اور ان کو پہنائی۔ پس جب وہ مرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص بھیجی تاکہ اس کو اس میں کفن دیا جائے۔ پس اس کے لیے آخرت میں کوئی ایسی نیکی نہ بچی جس پر اس کو ثواب دیا جائے۔

40 "وان سعیه سوف یریٰ" اس کے میزان میں قیامت کے دن "اریته بالشئ" سے ہے۔

41 "ثم یجزاہ الجزاء الاوفی" مکمل یعنی انسان اپنی سعی کی جزاء دیا جائے گا۔ کہا جاتا ہے "جزیت فلانا سعیه وبسعیه" شاعر کہتا ہے: تو علقمہ ابن سعد کو اس کی سعی کی جزاء دے میں اس کو ایک دن کی مصیبت کی بھی جزاء نہیں دے سکتا۔ پس شاعر نے دونوں لغتوں کو جمع کر دیا ہے۔

وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی 42 وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی 43 وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْیَا 44 وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَ الْاُنْثٰی 45 مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰی 46 وَاَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰی 47

ترجمہ: اور یہ کہ (سب کو) آپ کے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے اور یہ کہ وہی دونوں قسم یعنی نر اور مادہ کو نطفہ سے بناتا ہے جب (رحم میں) ڈالا جاتا ہے اور یہ کہ دوبارہ پیدا کرنا (حسب وعدہ) اس کے ذمہ ہے۔

تفسیر: 42 "وان الی ربک المنتهٰی" یعنی مخلوق کی انتہا اور ان کا لوٹنا اس کی طرف ہے اور وہ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا اور کہا گیا ہے اسی سے احسان کی ابتداء ہے اور اس کی طرف اُمیدوں کی انتہاء ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے قول "وان الی ربک المنتهٰی" کے بارے میں روایت کیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کے بارے میں غور و فکر نہ کرو، یہ اس کی مثل ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت کی گئی ہے کہ تم مخلوق میں غور و فکر کرو، خالق میں غور و فکر نہ کرو کیونکہ غور و فکر اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

اَضْحَکَ وَاَبْکٰی کی تفسیر

43 "وانه هو اضحک وابکی" پس یہ دلالت کرتا ہے کہ جو کچھ انسان عمل کرتا ہے پس اس کی قضاء اور خلق ہے حتیٰ کہ

ہنسنا اور رونا بھی۔ مجاہد اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں اہل جنت کو جنت میں ہنسایا جائے گا اور اہل جہنم کو جہنم میں رُلایا جائے گا اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں زمین کو نباتات کے ذریعے ہنساتا ہے اور آسمان کو بارش کے ذریعے رُلاتا ہے۔ عطاء بن ابی مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی خوشی اور غم دیتا ہے۔ اس لیے کہ خوشی ہنسنے کو لاتی ہے اور غم رونے کو۔ سماک بن حرب کہتے ہیں میں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کیا آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں اور آپ علیہ السلام کے صحابہ کرام بیٹھتے تھے اور شعر وشاعری کرتے تھے اور جاہلیت کی کچھ چیزوں کو ذکر کرتے تھے، پس وہ ہنستے تھے اور آپ علیہ السلام ان کے ساتھ مسکراتے تھے جب وہ ہنستے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہنستے تھے؟ فرمایا ہاں اور ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے بڑا ہوتا تھا۔

㊹ "وانه هو امات و احيا" یعنی دُنیا میں موت دی اور بعث کے لیے زندہ کیا اور کہا گیا ہے کہ آباء کو موت دی اور اولاد کو حیات دی اور کہا گیا ہے کہ کافر کو عدم معرفت کے ذریعے موت دی اور مؤمن کو معرفت کے ذریعے زندگی دی۔

㊺ "وانه خلق الزوجين الذكر والانثى" ہر حیوان سے۔

㊻ "من نطفة اذا تمنى" یعنی رحموں میں ٹپکایا جائے۔ کہا جاتا ہے "منى الرجل و امنى" ضحاک اور عطاء بن ابی رباح رحمہما اللہ نے کہا ہے اور دیگر حضرات نے کہا ہے تقدر کہا جاتا ہے "منيت الشئ اذا قدرته" جب تو اس کا اندازہ لگالے۔

㊼ "وان عليه النشأة الاخرىٰ" یعنی بعث کے لیے دوبارہ پیدا کرنا قیامت کے دن۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَاۡ فَمَآ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾

ترجمہ: اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور سرمایہ (دے کر محفوظ اور) باقی رکھتا ہے اور یہ کہ وہی مالک ہے ستارہ شعریٰ کا بھی اور یہ کہ اس نے قدیم قوم عاد کو (اس کے کفر کی وجہ سے) ہلاک کیا اور ثمود کو بھی کہ (ان میں سے) کسی کو باقی نہ چھوڑا اور ان سے پہلے قوم نوحؑ کو ہلاک کیا بے شک وہ سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے اور الٹی ہوئی بستیوں کو بھی پھینک مارا تھا پھر ان بستیوں کو گھیر لیا جس چیز نے گھیر لیا سو تو اپنے رب کی کون کون سی نعمت میں شک (وانکار) کرتا رہے گا یہ پیغمبر بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں۔

تفسیر: ㊽ "وانه هو اغنى واقنى" ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگوں نے مال دے کر غنی کردیا اور قنیہ اور اموال کے اُصول دیئے اور وہ چیز جو وہ ضرورت کے بعد ذخیرہ کرتے ہیں۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں سونے، چاندی اور جانوروں کی قسموں اونٹ، گائے، بکریوں کے ذریعے مال دار کردیا۔ قتادہ رحمہ اللہ اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اقنىٰ" یعنی ان کی خدمت کی اور ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "اغنٰی و اقنٰی" "ان کو دیا۔ پس ان کو راضی کردیا۔ مجاہد اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں "اقنٰی" جو دیا اس پر راضی کیا اور قناعت دی۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اغنٰی" زیادہ دیا اور "اقنٰی" کم دیا اور پڑھا "یبسط الرزق لمن یشآء ویقدر" اور اخفش رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اقنٰی" تنگ دست کیا۔ ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اولاد دی۔

㊾ "وانہ ھو ربّ الشعرٰی" یہ ستارہ ہے جوزاء کے پیچھے اور یہ دو شعراء ہیں ان میں سے ایک کو عبور اور دوسرے کو غمیصاء کہا ہے۔ اس کے ساتھ نام رکھا گیا ہے اس لیے کہ یہ دوسرے سے مخفی ہے اور ان دونوں کے درمیان چلتا ہے اور یہاں شعر عبور مراد ہے خزاعہ اس کی عبادت کرتے تھے اور پہلا شخص جس نے ان کے لیے یہ طریقہ جاری کیا ان کا سردار تھا اس کو ابوکبشہ کہا جاتا تھا۔ اس نے اس کی عبادت کی اور کہا اس لیے کہ ستارے آسمان کو عرضاً (چوڑائی) میں طے کرتے ہیں اور شعراء لمبائی میں۔ پس وہ ان کا مخالف ہے۔ پس اس کی خزاعہ نے عبادت کی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے دین کی مخالفت کی تو انہوں نے آپ علیہ السلام کا نام ابن ابی کبشہ رکھا کیونکہ آپ علیہ السلام نے ان کی ایسے مخالفت کی تھی جیسے ابوکبشہ نے شعریٰ کی عبادت میں ان کی مخالفت کی تھی۔

㊿ (وانہ اھلک عادا ن الاولٰی) اہل مدینہ اور اہل بصرہ نے دال کے بعد لام مشدد کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کی واؤ کو قالون نے نافع سے ہمزہ روایت کیا ہے اور عرب ایسے کرتے ہیں۔ پس کہتے ہیں "قم لان عنا" مراد ہوتی ہے " قم الأن عنا" اور وقف ان کے نزدیک عاداً ہوگا اور ابتداء اولیٰ ایک ہمزہ مفتوح کے ساتھ اس کے بعد لام مضموم اور ابتداء "لولٰی" بھی جائز ہے ہمزہ مفتوحہ کو حذف کرکے اور دیگر حضرات نے "عادا الاولٰی" پڑھا ہے اور یہ ہود علیہ السلام کی قوم ہے جو تیز ٹھنڈی ہوا کے ذریعے ہلاک کیے گئے۔ پھر ان کے بعد آئے تو وہ "عاد اخریٰ" ہوئے۔

(51) "وثمود" اور یہ صالح علیہ السلام کی قوم ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو چیخ کے ذریعے ہلاک کردیا۔ "فما ابقٰی" ان میں سے کسی کو۔

(52) "وقوم نوح من قبل" یعنی قوم نوح کو عاد و ثمود سے پہلے ہلاک کردیا۔ "انھم کانوا ھم اظلم واطغٰی" نوح علیہ السلام کے ان کو لمبا عرصہ دعوت دینے کی وجہ سے اور ان کے اللہ پر معصیت اور تکذیب کے ساتھ سرکشی کرنے کی وجہ سے۔

(53) "والمؤتفکۃ" یعنی قوم لوط کی بستیوں کو۔ "اھوٰی" گرادیا یعنی جبرئیل علیہ السلام نے اس کو آسمان کی طرف اُٹھانے کے بعد گرادیا۔

(54) "فغشاھا" اللہ تعالیٰ نے اس کو پہنادیا۔ "ما غشّٰی" یعنی پتھر تہہ بتہہ نشان زدہ

(55) "فبایّ آلاء ربّک" اپنے رب کی نعمتوں کی اے انسان۔ اور کہا گیا ہے کہ ولید بن مغیرہ مراد ہے۔ "تتماریٰ" تو شک کرتا ہے اور جھگڑا کرتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں تو جھٹلاتا ہے۔

(56) "ھٰذا نذیر" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ "من النذر الاولٰی" یعنی ان کا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہو جیسا کہ وہ ان کی قوموں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ڈرائیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسولوں نے ڈرایا ہے۔

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ (57) لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ (58) اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ (59)

وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا (آیت سجدہ) ﴿۶۲﴾

ترجمہ (ان کو مان لو کیونکہ) وہ جلدی آنے والی چیز قریب آ پہنچی ہے کوئی غیر اللہ اس کا ہٹانے والا نہیں سو کیا (ایسی خوف کی باتیں سن کر بھی) تم لوگ اس کلام (الٰہی) سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو اور تم تکبر کرتے ہو سو اللہ کی اطاعت کرو اور (اس کی بلاشرکت) عبادت کرو۔

تفسیر ﴿۵۷﴾ "ازفت الآزفة" قیامت قریب ہوگئی۔

﴿۵۸﴾ "لیس لها من دون الله کاشفة" یعنی ظاہر کرنے والا قائم کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے قول "لایجلیها لوقتها الا هو" کی وجہ سے اور ھاء اس میں مبالغہ کے لیے ہے یا اس تقدیر پر نفس کاشفة اور یہ بھی جائز ہے کہ کاشفة مصدر ہو خیانة اور عافیة کی طرح اور معنی یہ ہے کہ اس کو اللہ کے سوا کوئی کھولنے والا نہیں ہے یعنی نہ اس کو کھول سکتا ہے اور نہ ظاہر کرسکتا ہے اس کا غیر اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ اس کو رد کرنے والا کوئی نہیں جب اس کی ہولناکیاں اور سختیاں مخلوق کو ڈھانپ لیں گی تو ان سے اس کو کوئی دور نہ کرسکے گا۔ یہ عطاء اور قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ کے قول کا معنی ہے۔

﴿۵۹﴾ "افمن هٰذا الحدیث" یعنی قرآن "تعجبون"

﴿۶۰﴾ وتضحکون" مذاق اُڑاتے ہوئے۔ "ولا تبکون" اس میں موجود وعدو وعید کی وجہ سے۔

﴿۶۱﴾ "وانتم سامدون" تم بے پروا غافل ہو اور السمود کسی شے سے غافل ہونا اور کھیل کود کرنا۔ کہا جاتا ہے "دعا عنّا سمودک" یعنی "لهوک" یہ والبی اور عوفی رحمہما اللہ کی روایت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور عکرمہ رحمہ اللہ نے ان سے نقل کیا ہے کہ یہ اہل یمن کی لغت میں گانا ہے وہ لوگ جب قرآن سنتے تو گانے لگتے اور کھیل کود کرتے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے متکبر ہو اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "مبرو طون" ان سے پوچھا گیا برطمہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا اعراض کرنا۔

﴿۶۲﴾ "فاسجدوا لله واعبدوا" یعنی تم اس کی عبادت کرو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم پر سجدہ کیا اور آپ علیہ السلام کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، جن وانس نے سجدہ کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پہلی سورت جس میں سجدہ اُتارا گیا وہ النجم ہے۔ فرمایا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور تمام مخلوق نے سجدہ کیا سوائے ایک شخص کے میں نے اس کو دیکھا کہ اس نے مٹی کی ایک مٹھی بھری اور اس پر سجدہ کردیا۔ پھر میں نے اس کو اس کے بعد دیکھا کہ وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا وہ اُمیہ بن خلف ہے۔

زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر والنجم پڑھی تو آپ علیہ السلام نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔ پس میں کہتا ہوں اس میں دلیل ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کو ہم پر فرض نہیں کیا مگر یہ کہ ہم چاہیں اور یہی امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ سجدہ تلاوت قاری (قرأت کرنے والے) اور سننے والے دونوں پر واجب ہوتا ہے اور یہی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب رائے کا قول ہے۔

سُوْرَةُ الْقَمَرْ

مکی ہے اور اس کی پچپن (۵۵) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ② وَكَذَّبُوْا وَ اتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَ هُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ③

ترجمہ: قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہوگیا اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے اور ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آ جاتا ہے۔

تفسیر: ① "اقتربت الساعة" قیامت قریب ہوگئی۔ "وانشق القمر" انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ ان کو کوئی نشانی دکھائیں تو آپ علیہ السلام نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھایا حتیٰ کہ ان دونوں کے درمیان انہوں نے حراء کو دیکھا۔ شیبان نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان کو چاند کے ٹکڑے کرنا دو مرتبہ دکھایا۔ ابو معمر کی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے، ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور ایک ٹکڑا اس سے نیچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم گواہ ہو جاؤ۔ مسروق نے عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ چاند مکہ میں دو ٹکڑے ہوا۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں دو ٹکڑے ہوا پھر اس کے بعد جڑ گیا۔ مسروق نے حضرت عبداللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تو قریش نے کہا تم پر ابن ابی کبشہ نے جادو کر دیا ہے۔ پس تم سفر سے آنے والوں سے پوچھوں ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہاں ہم نے بھی اس کو دیکھا ہے تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "اقتربت الساعة وانشق القمر"

② "وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر" یعنی جانے والا عنقریب چلا جائے گا اور باطل ہو جائے گا۔ یہ ان کے قول "مرّ الشیء واستمرّ" سے مشتق ہے یہ اس وقت کہتے ہیں جب وہ شے چلی جائے۔ ان کے قول "قرّ واستقرّ" کی طرح۔ یہ مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے اور ابو العالیہ اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں مستمر یعنی قوی سخت جو ہر جادو پر غالب آ جائے یہ ان کے قول "مرّ الحبل" سے مشتق ہے جب رسی سخت اور مضبوط ہو تو یہ کہا جاتا ہے اور

"امر رته انا" جب تو اس کی بناوٹ مضبوط کرے اور "استمرّا الشیء" جب مضبوط اور پکی ہو۔

❸ "وکذبوا واتبعوا اهواء هم" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا معائنہ کیا اس کی بھی اور اس کی اتباع کی جو شیطان نے ان کے لیے مزین کیا۔ "وکل امر مستقر" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر امر کی حقیقت جو دُنیا کا ہے تو عنقریب ظاہر ہو جائے گا اور جو آخرت کا ہے وہ عنقریب معلوم ہو جائے گا اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر امر مستقر ہے۔ پس خیر اہل خیر کے ساتھ ثابت اور شر اہل شر کے ساتھ ثابت ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ ہر امر خیر ہو یا شر اس کا ٹھکانہ ثابت ہے۔ پس خیر اہل خیر کے ساتھ جنت میں ثابت ہے اور شر اہل شر کے ساتھ جہنم میں ثابت ہے اور کہا گیا ہے کہ تصدیق کرنے والوں کا قول اور تکذیب کرنے والوں کا قول ثابت ہے حتیٰ کہ وہ اس کی حقیقت پہچان لیں گے ثواب اور عقاب کے ذریعے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر بات کی انتہاء ہے اور کہا گیا ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھی وہ یقینی طور پر واقع ہونے والی ہے اور ابو جعفر رحمہ اللہ نے "مستقر" راء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ❹ حِكْمَةٌ ۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ❺ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ❻ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ❼

ترجمہ: اور ان لوگوں کے پاس (تو امم ماضیہ کی بھی) خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں کہ ان میں کافی عبرت ہو (یعنی اعلیٰ درجہ کی دانشمندی حاصل ہو سکتی ہے سو ان کی کیفیت یہ ہے کہ خوف دلانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ نہیں دیتیں تو آپ ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجئے جس روز ایک بلانے والا فرشتہ (ان کو) ایک ناگوار چیز کی طرف بلاوے گا ان کی آنکھیں مارے ذلت کے جھکی ہوں گی اور قبروں سے اس طرح نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈی پھیل جاتی ہے۔

تفسیر: ❹ "ولقد جاء هم" یعنی اہل مکہ "من الانباء" جھٹلانے والی اُمتوں کی خبریں قرآن میں۔ "مافيه مزدجر" اس کی انتہا نہیں مصدر ہے "از دجار" کے معنی میں۔ یعنی نہی اور نصیحت۔ کہا جاتا ہے "زجرته وازدجرته" جب تو اس کی برائی سے روک دے اور اس کی اصل مزتجر ہے تاء کو دال سے تبدیل کیا گیا ہے۔

❺ "حكمة بالغة" یعنی قرآن مکمل حکمت ہے روکنے میں انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ "فما تغن النذر" یہ بھی جائز ہے کہ "ما" نفی ہو اس معنی پر کہ پس ان کو ڈرانے والوں نے نفع نہ دیا اور یہ بھی جائز ہے کہ استفہام ہو اور معنی پس کون سی چیز ڈرانے والوں کو نفع دے گی جب انہوں نے ان کی مخالفت کی اور ان کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ کے قول "وما تغني الآيات والنذر عن قوم لا يؤمنون" کی طرح اور نذر نذیر کی جمع ہے۔

❻ "فتول عنهم" یعنی ان سے اعراض کریں۔ اس کو قتال کی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔ کہا گیا ہے یہاں وقف تام ہے اور کہا گیا ہے۔ "فتولّ عنهم يوم يدع الداع" یعنی بلانے والے کے دن کی طرف۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ

اسرافیل ہیں وہ بیت المقدس کے صخرہ پر کھڑے ہو کر پھونک ماریں گے۔ "الی شئ نکر" اوپر سے ہیبت ناک جس کی مثل انہوں نے نہ دیکھا ہوگا۔ پس وہ اس کی عظمت کی وجہ سے اس کا انکار کریں گے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے "نکر" کاف کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر نے اس کے پیش کے ساتھ۔

⑦ "خشعا ابصارھم" ابوعمرو اور یعقوب اور حمزہ وکسائی رحمہم اللہ نے "خاشعا" پڑھا ہے واحد کا صیغہ اور دیگر حضرات نے "خشّعا" خاء کے پیش اور شین کی شد کے ساتھ پڑھا ہے جمع کا صیغہ اور اسم فاعل جب اس کو جماعت پر مقدم کیا جائے تو واحد اور جمع اور مذکر و مؤنث سب جائز ہیں تو کہے گا۔ "مررت برجال حسن اوجھھم وحسنة او جھھم و حسان اوجھھم" شاعر کہتا ہے:

اور مرد حسین چہروں والے ایاد بن نزار بن معد سے ہیں

اور عبداللہ کی قرأت میں "خاشعة ابصارھم" یعنی ذلیل جھکی ہوئی عذاب دیکھنے کے وقت۔ "یخرجون من الاجداث" قبروں سے۔ "کانھم جراد منتشر" اور منتشر کو لفظ جراد پر ذکر کیا گیا ہے اس کی نظیر "کالفراش المبثوث" ہے اور مراد یہ ہے کہ وہ گھبرائے ہوئے نکلیں گے کوئی خاص جہت کسی کے لیے نہ ہوگی جس کی طرف وہ متوجہ ہوں ٹڈیوں کی طرح کہ ان کی کوئی جہت نہیں ہوتی آپس میں ایک دوسرے میں ملی ہوتی ہیں۔

مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ⑧ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ⑨ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ⑩ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ⑪ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ⑫ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ⑬ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ⑭

ترجمہ: اور پھر نکل کر) بلانے والے کی طرف دوڑے چلے جارہے ہوں گے کافر کہتے ہوں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے ان لوگوں سے پہلے قوم نوح نے تکذیب کی یعنی ہمارے بندہ (خاص نوح) کی تکذیب کی اور کہا کہ یہ مجنون ہے اور نوح کو دھمکی دی گئی تو نوحؑ نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں درماندہ ہوں سو آپ (ان سے) انتقام لے لیجئے پس ہم نے کثرت سے برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین سے چشمے جاری کر دیے پھر (آسمان اور زمین کا پانی اس کام کے (پورا ہونے کے) لئے مل گیا جو (علم الٰہی میں) تجویز ہو چکا تھا ہم نے نوحؑ کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر جو کہ ہماری نگرانی میں رواں تھی (مع مومنین کے (سوار کیا یہ سب کچھ اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا جس کی بے قدری کی تھی۔

تفسیر: ⑧ "مھطعین" جلدی سے متوجہ ہوں گے۔ "الی الداع" اسرافیل کی آواز کی طرف "یقول الکافرون ھذا یوم عسر" سخت دن ہے۔

⑨ "کذبت قبلھم" یعنی اہل مکہ سے پہلے "قوم نوح فکذبوا عبدنا" نوح علیہ السلام "وقالوا مجنون وازدجر"

یعنی انہوں نے نوح علیہ السلام کو دعوت اور گفتگو سے روکا گالم گلوچ اور وعید کے ذریعے اور انہوں نے کہا "لئن لم تنته یا نوح لتکونن من المرجومین" اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ازدجر" کا معنی ان پر جنون کا بہتان لگایا گیا۔

⑩ "فدعا" نوح علیہ السلام نے "ربّه" اور کہا "انی مغلوب فانتصر" تو میرے لیے ان سے انتقام لے۔

⑪ "ففتحنا ابواب السمآء بما منهمر" تیزی سے بہایا جانے والا جو چالیس دن نہیں رُکا اور یمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آسمان وزمین کے درمیان کو بند کردیا۔

⑫ "وفجرنا الارض عیونا فالتقی المآء" یعنی آسمان اور زمین کا پانی اور "التقی الماء" کہا ہے اور "التقاء" ایک سے نہیں ہوتا دو یا زائد سے ہوتا ہے اس لیے کہ الماء جمع اور واحد ہوتا ہے اور عاصم الجحدری رحمہ اللہ نے "فالتقی الما آن" پڑھا ہے۔ "علی امر قد قدر" یعنی ان پر فیصلہ کیا گیا ام الکتاب میں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا کہ دونوں پانی برابر ہوجائیں تو وہ دونوں اس تقدیر پر ہوئے۔

⑬ "وحملناه" یعنی نوح علیہ السلام کو "علی ذات الواح ودسر" یعنی تختوں والی کشتی پر صفت کو ذکر کیا گیا ہے اور نام کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ الواح سے کشتی کے چوڑے پھٹے مراد ہیں۔ "ودسر" میخیں جن کے ذریعے تختے جوڑے جاتے ہیں۔ اس کا واحد دسار اور دسیر ہے۔ کہا جاتا ہے "دسرت السفینة" جب تو اس کو میخوں سے مضبوط جوڑ دے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الدُّسر" کشتی کا سینہ، اس کے ساتھ نام رکھا گیا ہے اس لیے کہ وہ اپنے سینہ (اگلے حصہ) سے پانی کو ہٹاتی ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ کشتی کی چوڑائیاں ہیں اور کہا گیا ہے اس کی پسلیاں اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں الواح اس کی دونوں جانب ہیں اور الدسر اس کی جڑ اور اس کے دونوں طرف۔

⑭ "تجری باعیننا" یعنی ہماری نگاہ میں۔ مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہماری حفاظت میں اور اسی سے ان کا قول ہے الوداع کہنے والے کو "عیّن اللّٰہ علیک" اللہ تیری حفاظت کریں اور سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے حکم سے۔ "جزآء لمن کان کفر" یعنی ہم نے کشتی اور ان کے ساتھ جو کیا نوح علیہ السلام کو نجات دینے اور ان کی قوم کو غرق کرنے کے ساتھ یہ ثواب ہے اس کا جس کا کفر کیا گیا اور اس کے امر کا انکار کیا گیا اور وہ نوح علیہ السلام ہیں اور کہا گیا من ماء کے معنی میں ہے یعنی اس کی جزاء ہے جو اس نے اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا ان پر جن کو اس نے غرق کیا یا اس کی جزاء ہے جو انہوں نے نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے ساتھ کیا اور مجاہد رحمہ اللہ نے "جزاء لمن کان کفر" کاف اور فاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی یہ غرق بدلہ ہے اس کا جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑮ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ⑯ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑰ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ⑱ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ⑲ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ⑳ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ㉑ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ㉒ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ㉓ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ㉔

ترجمہ: اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت کے واسطے رہنے دیا کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے پھر (دیکھو) میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے عاد نے بھی اپنے پیغمبر کی تکذیب کی سو (اس کا قصہ سنو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا ہم نے ان پر ایک تند ہوا بھیجی ایک دوامی نحوست کے دن میں وہ ہوا لوگوں کو اس طرح اکھاڑ اکھاڑ کر پھینکتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں سو دیکھو میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہولناک ہوا اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے ثمود نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی اور کہنے لگے کہ کیا ہم ایسے شخص کا اتباع کریں گے جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور بلکہ جنون میں پڑ جائیں۔

تفسیر: ⑮ "ولقد ترکناھا" یعنی جو ہم نے ان کے ساتھ کیا۔ "آیۃ" جس کے ذریعے عبرت حاصل کی جائے اور کہا گیا ہے کہ کشتی مراد ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو جزیرہ کی زمین باقردی پر باقی رکھا ہے۔ عبرت اور نشانی بنا کر حتیٰ کہ اس کو اس اُمت کے ابتدائی لوگوں نے دیکھا ہے۔ "فھل من مدکر" یعنی نصیحت حاصل کرنے والا عبرت لینے والا ڈرنے والا ان کی سزا کی مثل سے۔ ابو اسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو سنا کہ اس نے اسود سے اللہ تعالیٰ کے قول "فھل من مدکر" کے بارے میں پوچھا کہ مذکر ہے یا مدکر؟ فرمایا میں نے عبداللہ سے سنا کہ وہ اس کو "فھل من مدکر" پڑھتے تھے اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ اس کو "فھل من مدکر" پڑھ رہے تھے دال کے ساتھ۔

⑯ "فکیف کان عذابی و نذر" یعنی ڈرانا۔ فراء فرماتے ہیں انذار اور نذر دونوں مصدر ہیں عرب کہتے ہیں انذرت انذاراً و نذراً۔ ان کے قول "انفقت انفاقا و نفقۃ" کی طرح اور "ایقنت ایقانا ویقینا" کی طرح۔ اسم کو مصدر کے قائم مقام کیا گیا ہے۔

⑰ "ولقد یسّرنا" ہم نے آسان کیا۔ "القرآن للذکر" تا کہ اس کے ذریعے نصیحت وعبرت حاصل کی جائے اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم نے اس کو حفظ وقرأت کے لیے آسان کیا اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے قرآن کے سوا کوئی ایسی نہیں ہے جو ساری حفظاً پڑھی جائے۔ "فھل من مدکر" اس کے مواعظ سے نصیحت حاصل کرنے والا۔

⑱ "کذبت عاد فکیف کان عذابی و نذر"

⑲ انا ارسلنا علیھم ریحا صرصرا" سخت، گرد وغبار اُڑانے والی۔ "فی یوم نحس مستمر" سخت دائمی نحوست والا۔ ان پر تقریباً ایک سال جاری رہا۔ ان میں سے کوئی ایسا نہ بچا جو ہلاک نہ ہوا ہو۔ کہا گیا کہ یہ بدھ کا دن تھا مہینہ کے آخر میں۔

⑳ "تنزع النّاس" ان کو اکھاڑ دیا، پھر ان کے سروں کے بل ان کو پھینک دیا۔ پس ان کی گردنیں کاٹی گئیں اور روایت کیا گیا ہے کہ لوگوں کو قبروں سے نکال دے گی۔ "کانھم اعجاز نخل" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس کے تنے ہیں اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کھجور کی جڑیں (چوترا) ہیں۔ "منقعر" اپنی جگہ سے اکھڑنے والے زمین پر گرے ہوئے اور اعجاز کا واحد عجز ہے جیسے عضد اور اعضاء اور "اعجاز نخل" کہا ہے اور وہ اس کے تنے جن کی جڑیں کاٹی گئی ہوں اس لیے کہ ہوا نے ان کے سروں کو جسموں سے جدا کر دیا۔ پس ان کے جسم بغیر سروں کے رہ گئے۔

㉑ "فکیف کان عذابی ونذر ㉒ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مذکر

㉓ کذب ثمود بالنذر" اس ڈرانے کو جوان کے پاس صالح علیہ السلام لائے تھے۔

㉔ "فقالوا ابشرا" آدمی۔ "منا واحدا نتبعه" اور ہم بڑی جماعت ہیں اور وہ اکیلے ہیں۔ "انا اذا لفی ضلال" غلطی میں۔ "وسُعُر" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں عذاب میں اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں سخت عذاب میں۔ اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ذلت میں۔ وہ کہنے لگے بے شک تب تو ہم ذلت اور عذاب میں ہوں گے کہ ہمیں اس کی اطاعت لازم ہوگی۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سعیر کی جمع ہے اور فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنون۔ کہا جاتا ہے "ناقة مسعورة" جب اس کا سر ہلکا ہوا اپنے چہرے کے بل گرنے والی ہو اور وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وسُعُر" یعنی حق سے دور ہو گیا۔

ءَ اُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ㉕ سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ㉖ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ㉗ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَیْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ㉘ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ㉙ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ㉚ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ ㉛

ترجمہ: اس پر وحی نازل ہوئی ہے (ہرگز ایسا نہیں) بلکہ یہ بڑا جھوٹا اور بڑا شیخی باز ہے ان کو عنقریب (مرتے ہی) معلوم ہو جاوے گا کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا ہم اونٹنی کو نکالنے والے ہیں ان کی آزمائش کے لئے سو ان کو دیکھتے بھالتے رہنا اور صبر سے بیٹھے رہنا اور ان لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی (کنویں کا) ان میں بانٹ دیا گیا ہے ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے گا سو انہوں نے اپنے رفیق (قدار) کو بلایا سو اس نے (اونٹنی پر) وار کیا اور مار ڈالا سو (دیکھو) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا ہم نے ان پر ایک ہی نعرہ (فرشتہ کا) مسلط کیا سو وہ (اس سے) ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے (کی باڑ) کا چورا۔

تفسیر: ㉕ "ء القی الذکر" کیا ذکر یعنی وحی نازل کی گئی ہے۔ "علیه من بیننا بل ھو کذاب اشر" متکبر۔ اس کا ارادہ یہ ہے کہ نبوت کا دعویٰ کر کے ہم پر بڑا ہو جائے اور اشرا کڑنا، تکبر کرنا۔

㉖"سیعلمون" ابن عامر اور حمزہ نے "ستعلمون" تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس معنی پر کہ صالح علیہ السلام نے ان کو کہا اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "سیعلمون غدا" جس وقت ان پر عذاب نازل ہوگا اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی قیامت کے دن اور غد کو قریب کرنے کے لیے ذکر کیا ہے لوگوں کی عادت پر۔ وہ کہتے ہیں بے شک آج کے ساتھ آئندہ کل ہے۔ "من الکذاب الاشر"

㉗"انّا مرسلوا الناقۃ" یعنی اس کو اُٹھانے والے اور نکالنے والے ہیں اس پہاڑی سے جس کا انہوں نے سوال کیا تھا کہ وہ اس سے نکلے کیونکہ انہوں نے صالح علیہ السلام پر ضد کی اور سوال کیا کہ ان کے لیے چٹان سے سرخ اونٹنی دس ماہ کی گابھن نکالیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انا مرسلوا الناقۃ فتنۃ لھم" امتحان اور ان کی آزمائش کے لیے۔ "فارتقبھم" پس آپ علیہ السلام انتظار کریں جو وہ کرنے والے ہیں۔ "واصطبر" ان کے انتظار پر اور کہا گیا ہے اس پر جو آپ علیہ السلام کو تکلیف پہنچے۔

㉘"ونبئھم ان الماء قسمۃ بینھم" اور اونٹنی کے درمیان ایک دن اس کا اور ایک دن ان کا اور یہاں "بینھم" فرمایا ہے اس لیے کہ عرب جب بنی آدم اور جانوروں کے بارے میں خبر دیتے ہیں تو بنی آدم کو بہائم پر غلبہ دیا جائے گا۔ "کل شرب" پانی کا حصہ "محتضر" اس پر حاضر ہوگا جس کی باری ہوگی۔ پس جب اونٹنی کا دن ہوگا تو وہ پانی پینے آئے گی اور جب ان کا دن ہوگا تو وہ اپنے پانی کی باری پر حاضر ہوں گے اور "احضر" اور "حضر" ایک معنی میں ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی وہ پانی پر حاضر ہوں گے جب اونٹنی غائب ہوگی۔ پس جس دن اونٹنی آئے گی وہ لوگ دودھ پئیں گے۔

㉙"فنادوا صاحبھم" اور وہ قدار بن سالف ہے۔ "فتعاطی" پس اس نے اپنی تلوار سے اونٹنی پر حملہ کیا۔ "فعقر" پس اس کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں۔

㉚"فکیف کان عذابی و نذر" پھر ان کے عذاب کو بیان کیا۔

㉛"انا ارسلنا علیھم صیحۃ واحدۃ" عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں جبرئیل علیہ السلام کی چیخ مراد ہے۔ "فکانوا کھشیم المحتضر" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ آدمی اپنی بکریوں کے لیے درختوں اور کانٹوں کے خشک حصے بناتا ہے نہ کہ درندوں کے لیے۔ پس جو اس سے گر جائے اور اس کو بکریاں روند ڈالیں۔ پس وہ "ھشیم" ہے اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ خشک درخت جو خشک ہو کر ٹوٹ جائے حتیٰ کہ اس کو ہوائیں اُڑائیں اور معنی یہ ہے کہ وہ لوگ خشک درخت کی طرح ہو جائیں گے جب وہ ٹوٹ جائے اور عرب ہر اس چیز کا نام "ھشیم" رکھتے ہیں جو تر ہو پھر خشک ہو جائے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جلی ہوئی ریزہ ریزہ ہڈیاں اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ مٹی جو دیوار سے گرتی ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ㉜ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ ۢ بِالنُّذُرِ ㉝ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ㉞ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ

شَكَرَ ﴿35﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿36﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿37﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿38﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿39﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿40﴾ وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿41﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿42﴾

ترجمہ اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کنے والا ہے قوم لوط نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی ہم نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا بجز متعلقین لوط کے (یعنی بجز مومنین کے) کہ ان کو اخیر شب میں بچالیا اپنی جانب سے فضل کر کے جو شکر کرتا ہے ہم اسے ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں اور (قبل عذاب آنے کے) لوط نے ان کو ہماری دارو گیر سے ڈرایا تھا انہوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کئے اور ان لوگوں نے لوط سے ان کے مہمانوں کو بارادہ بد لینا چاہا سو ہم نے ان کی آنکھیں چوپٹ کر دیں کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو (یہ تو اس وقت واقعہ ہوا) اور (پھر) صبح سویرے ان پر عذاب دائمی آپہنچا اور ارشاد ہوا کہ لو میرا عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے اور فرعون اور) فرعون والوں کے پاس بھی ڈرانے کی بہت سی چیزیں پہنچیں ان لوگوں نے ہماری (ان تمام نشانیوں کو جھٹلایا سو ہم نے ان کو زبردست قدرت کا پکڑنا پکڑا۔

تفسیر ㉜ "ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر،

㉝ کذبت قوم لوط بالنذر. ㉞ انا ارسلنا علیهم حاصبا" ہوا جو ان پر کنکریاں پھینکے۔ ضحاک رحمہ اللہ یعنی چھوٹی کنکریاں۔ اور کہا گیا ہے حصباء وہ پتھر جو مٹھی بھر مقدار سے کم ہو اور کبھی حاصب پھینکنے والے کے معنی میں ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں معنی ہوگا ہم نے ان پر عذاب بھیجا جو ان پر پتھر پھینکے۔ پھر استثناء کرتے ہوئے فرمایا "الا آل لوط" یعنی لوط علیہ السلام اور ان کی بیٹیاں۔ "نجیناهم" عذاب سے۔ "بسحر"

㉟ "نعمة من عندنا" یعنی ہم نے اس پر اپنی طرف سے نعمت دی کہ ہم نے ان کو نجات دی۔ "کذلک" یعنی جیسے ہم نے آل لوط علیہ السلام پر انعام کیا۔ "نجزی من شکر" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس نے اللہ کی توحید بیان کی اللہ تعالیٰ اس کو مشرکین کے ساتھ عذاب نہ دیں گے۔

㊱ "ولقد انذرهم" لوط علیہ السلام "بطشتنا" ہم نے ان کو سزا میں پکڑا۔ "فتماروا بالنذر" انہوں نے انذار میں شک کیا اور جھٹلایا اور تصدیق نہیں کی۔

㊲ "ولقد راودوه عن ضیفه" انہوں نے مطالبہ کیا کہ اپنے مہمان ان کے حوالے کر دیں۔ "فطمسنا اعینهم" جب

انہوں نے لوط علیہ السلام کے گھر کا ارادہ کیا اور دروازہ پھلانگا تا کہ داخل ہو جائیں تو رسولوں نے لوط علیہ السلام کو کہا کہ ان کا راستہ چھوڑ دیں کیوں کہ ہم آپ علیہ السلام کی طرف قاصد ہیں وہ آپ علیہ السلام تک نہ پہنچ سکیں گے پس وہ گھر میں داخل ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام نے ان پر اپنا پَر مارا اللہ تعالیٰ کی اجازت کے ساتھ۔ پس ان کو نابینا کر دیا، وہ حیران سرگرداں پھرتے تھے، دروازہ کا نہ پتہ چلتا تھا تو لوط علیہ السلام نے ان کو اندھے ہونے کی حالت میں باہر نکال دیا کہ وہ کچھ نہ دیکھتے تھے۔ "فطمسنا اعینهم" یعنی ہم نے ان کو سارے چہرے کی طرح بنا دیا۔ یہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھیں مٹا دیں۔ پس انہوں نے رسولوں کو نہیں دیکھا تو وہ کہنے لگے جب گھر میں داخل ہوئے تھے تو ان کو دیکھا تھا اب وہ کہاں گئے؟ پھر جب ان کو نہیں دیکھا تو واپس لوٹ گئے۔ "فذوقوا عذابی و نذر" یعنی جو لوط علیہ السلام نے تمہیں عذاب سے ڈرایا تھا۔

㊳ "ولقد صبحهم بكرة" ان کے پاس صبح کے وقت آیا۔ "عذاب مستقر" دائمی ٹھہرنے والا حتیٰ کہ ان کو عذاب آخرت تک پہنچا دیا اور کہا گیا ہے عذاب حق۔

㊴ "فذوقوا عذابی ونذر. ㊵ ولقد يسّرنا القرآن للذكر فهل من مدكر

㊶ ولقد جآء آل فرعون النذر" یعنی موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اور کہا گیا ہے یہ وہ نشانیاں ہیں جن کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ڈرایا۔

㊷ "كذبوا بآياتنا كلها" وہ نو آیات ہیں۔ "فاخذناهم" عذاب کے ساتھ۔ "اخذ عزيز" اپنے انتقام میں غالب ہے۔ "مقتدر" ان کے ہلاک کرنے پر قادر ہے جو ان کے بارے میں ارادہ کیا۔ اس سے کوئی اس کو عاجز نہیں کر سکتا۔ پھر اہل مکہ کو ڈراتے ہوئے کہا فرمایا۔

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ㊸ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ㊹ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ㊺ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ㊻ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ㊼ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ㊽

ترجمہ کیا تم سب میں سے (منتخب ہو کر) کیا تم میں جو کافر ہیں ان میں ان (مذکور) لوگوں سے کچھ فضیلت ہے یا تمہارے لئے (آسمانی) کتابوں میں کوئی معافی ہے یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہیں گے عنقریب (ان کی) یہ جماعت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے بلکہ قیامت ان کا اصل وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے یہ مجرمین (یعنی کفار) بڑی غلطی اور بے عقلی میں ہیں جس روز یہ لوگ اپنے مونہوں کے بل جہنم میں گھسیٹے جاویں گے (تو ان سے کہا جاوے گا کہ دوزخ (کی آگ) کے لگنے کا مزہ چکھو۔

تفسیر ㊸ "اكفاركم خير من اولئكم" زیادہ طاقتور ہیں ان سے جن پر میں نے اپنا عذاب اُتارا یعنی قوم نوح و عاد و

ثمود اور قوم لوط اور آل فرعون سے؟ یہ استفہام انکار کے معنی میں ہے یعنی یہ ان سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں۔ "ام لکم براء ۃ" عذاب سے۔ "فی الزبر" کتابوں میں کہ ان پر وہ عذاب نہ آئے گا جو گزشتہ اُمتوں پر آیا۔

㊹ "ام یقولون" یعنی کفار مکہ۔ "نحن جمیع منتصر" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم ہمارا سارا امر اپنے دشمنوں سے انتقام لینا ہے اور معنی یہ ہے کہ ہم اپنے مخالفین پر ایک ہاتھ کی طرح ہیں۔ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والے ہیں اور "منتصرون" نہیں کہا آیتوں کے اختتام سے موافقت کی وجہ سے۔

㊺ "سیھزم الجمع" یعقوب رحمہ اللہ نے "سنھزم" نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ "الجمع" نصب پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء اور اس کی پیش "الجمع" مرفوع پڑھا ہے نائب فاعل ہونے کی وجہ سے۔ یعنی کفار مکہ "ویولّون الدبر" یعنی پشتیں۔ واحد لایا گیا ہے آیتوں کے اختتام سے موافقت کی وجہ سے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "ضربنا منھم الرؤس وضربنا منھم الرأس" جب واحد جمع کا معنی ادا کردے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اپنی پشتوں کو پھیریں گے شکست کھا کر تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو سچ کر دکھایا اور بدر کے دن ان کو شکست دی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ علیہ السلام اپنے خیمہ میں تھے بدر کے دن۔ اے اللہ تعالیٰ میں آپ کو آپ علیہ السلام کے عہد اور وعدہ کا حوالہ دیتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے دن کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے گی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا آپ کو کافی ہے اے اللہ کے رسول۔ پس تحقیق آپ علیہ السلام نے اپنے رب سے خوب آہ و زاری کر لی اور آپ علیہ السلام زرہ میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ سے یہ کہتے ہوئے نکلے۔ "سیھزم الجمع ویولّون الدبر"

㊻ "بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر" سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا۔ جب آیت "سیھزم الجمع ویولّون الدبر" نازل ہوئی تو مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ کون سی جماعت کو شکست دی جائے گی۔ پس جب بدر کا دن تھا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی زرہ میں کود رہے اور فرما رہے تھے "سیھزم الجمع ویولّون الدبر۔ بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر" یعنی بڑی مصیبت ہے بدر کے دن قتل اور قید سے۔

㊼ "ان المجرمین" مشرکین۔ "فی ضلال وسعر" کہا گیا فی ضلال حق سے دور۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وسعر" یعنی آگ جو ان پر بھڑکائی جائے گی اور کہا گیا ہے "فی ضلال"۔ جنت کے راستے سے آخرت میں گمراہی میں ہیں۔ "وسعر" بھڑکائی ہوئی آگ۔ حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں بے شک مجرمین دُنیا میں گمراہی اور آخرت میں جہنم میں ہیں اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشقت و عذاب میں۔

㊽ پھر ان کے عذاب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "یوم یسحبون" وہ گھسیٹے جائیں گے۔ "فی النار علی وجوھھم" اور ان کو کہا جائے گا۔ "ذوقوا مسّ سقر"

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾

ترجمہ: ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ہے اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہو جائے گا جیسے آنکھوں کا جھپکانا اور ہم تمہارے ہم طریقہ لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

تفسیر: ﴿۴۹﴾ "انا کل شیء خلقناہ بقدر" یعنی جس کو ہم نے پیدا کیا ہے وہ مقدور اور لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ہر چیز کی تقدیر مقرر کی ہے جو ان کے مناسب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مشرکین قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ علیہ السلام سے تقدیر میں جھگڑنے لگے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ "ان المجرمین فی ضلال وسعر" سے "انا کل شیء خلقناہ بقدر" تک۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیروں کو آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔

طاؤس یمانی سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے چند لوگوں کو پایا وہ کہتے تھے ہر چیز اللہ کی تقدیر کے ساتھ ہے۔ فرماتے ہیں اور میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز تقدیر کے مطابق ہے حتیٰ کہ عجز اور عقل مندی یا فرمایا عقل مندی اور عجز۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مؤمن نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ وہ چار چیزوں پر ایمان لے آئے۔ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اور موت کے بعد اُٹھنے پر ایمان لائے اور تقدیر پر ایمان لائے۔

عبداللہ نے زیادہ کیا اچھی اور بری تقدیر پر۔

﴿۵۰﴾ "وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر" اللہ تعالیٰ کا قول "واحدۃ" معنی کی طرف لوٹتا ہے نہ کہ لفظ کی طرف یعنی نہیں ہے ہمارا امر مگر ایک ہی مرتبہ اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ نہیں ہمارا معاملہ کسی چیز کا جب ہم اس کے وجود کا ارادہ کریں مگر ایک ہی کلمہ "کن فیکون" اس میں آنکھ جھپکنے کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ میری قضاء میری مخلوق کے بارے میں آنکھ جھپکنے سے بھی تیز ہے اور کلبی رحمہ اللہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے آنے میں ہمارا معاملہ نہیں ہے مگر آنکھ جھپکنے کی طرح۔

﴿۵۱﴾ "ولقد اھلکنا اشیاعکم" تمہارے مشابہ کفر میں گزشتہ اُمتوں میں سے۔ "فھل من مدکر" نصیحت حاصل کرنے والا جو جانے کہ یہ حق ہے پھر اس سے ڈرے اور عبرت حاصل کرے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: اور جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں سب اعمالناموں میں مندرج ہے اور چھوٹی بڑی بات (اس میں) لکھی ہوئی ہے پرہیزگار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

تفسیر: ﴿۵۲﴾ "وکل شیء فعلوہ" یعنی جوان لوگوں نے خیر وشر کیا۔ "فی الزبر" حفاظت کرنے والوں کی کتاب میں اور کہا گیا ہے لوح محفوظ میں۔

﴿۵۳﴾ "وکل صغیر و کبیر" مخلوق اور ان کے اعمال اور مدتوں میں سے۔ "مستطر" لکھا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے "سطرت واستطرت" اور "کتبت" اور "اکتتبت"

﴿۵۴﴾ "ان المتقین فی جنات" باغوں میں "ونھر" یعنی نہریں اور اس کو واحد ذکر کیا ہے آیتوں کے اختتام کی موافقت کی وجہ سے اور پانی، شراب، دودھ، شہد کی جنت کی نہریں مراد ہیں اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی روشنی اور وسعت میں اور اسی سے نھار ہے اور اعرج رحمہ اللہ نے "ونھر" دوضموں کے ساتھ پڑھا ہے نھار کی جمع ہے یعنی ان کی رات نہ ہوگی۔

﴿۵۵﴾ "فی مقعد صدق" حق مجلس میں جس میں نہ کوئی لغو ہوگا اور نہ کوئی گناہ۔ "عند ملیک مقتدر" قدرت والا بادشاہ جس کو کوئی چیز عاجز نہ کرسکے۔ جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مکان کی صدق کے ساتھ تعریف کی ہے پس اس میں صرف سچ والے ہی بیٹھیں گے۔

سُوْرَةُ الرَّحْمٰن

مدنیہ ہے اور اس کی اٹھہتر (۷۸) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ ①عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ②خَلَقَ الْاِنْسَانَ ③عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ④

ترجمہ: رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی اس نے انسان کو پیدا کیا پھر اس کو گویائی سکھلائی۔

تفسیر: ① "الرّحمٰن" نازل ہوئی جب انہوں نے کہا "وما الرّحمٰن" (رحمان کون ہے) اور کہا گیا ہے وہ اہل مکہ کا جواب ہے جب انہوں نے کہا کہ ان کو کوئی انسان سکھاتا ہے۔

② "علّم القرآن" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا اور کہا گیا ہے "علّم القرآن" اس کو نصیحت کے لیے آسان کیا۔

③ "خلق الانسان" یعنی آدم علیہ السلام اس کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے۔

④ "علمه البیان" ہر چیز کے نام اور کہا گیا ہے کہ تمام لغات سکھائیں اور آدم علیہ السلام سات زبانوں میں کلام کر سکتے تھے۔ ان میں افضل عربی ہے اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ الانسان اسم جنس ہے اور اس سے تمام انسان مراد ہیں۔ "علمه البیان" بولنا، لکھنا اور سمجھنا اور سمجھانا۔ حتیٰ کہ جو وہ کہے دوسرے کو سمجھ آئے اور جو اس کو کہا جائے وہ جان لیں۔

یہ ابوالعالیہ، ابن زید اور حسن رحمہم اللہ کا قول ہے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر قوم کو ان کی زبان سکھائی جس کے ذریعے وہ کلام کریں گے اور ابن کیسان رحمہ اللہ نے کہا ہے "خلق الانسان" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ "وعلمه البیان" جو ہو چکا اور جو آئندہ ہونے والا ہے اس کا بیان۔ اس لیے کہ وہ اوّلین وآخرین اور قیامت کے دن کی باتیں بیان کرتے تھے۔

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ⑤وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ⑥وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ⑦اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ⑧وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ⑨ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ⑩فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ⑪

ترجمہ سورج اور چاند حساب کے ساتھ (چلتے) ہیں اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت دونوں اللہ کے مطیع ہیں اور اسی نے آسمان کو اونچا کیا اور اسی نے دنیا میں) ترازو رکھ دی تا کہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو اور انصاف (اور حق رسانی) کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول کر گھٹاؤ مت اور اسی نے خلقت کے واسطے زمین کو اس جگہ رکھ دیا کہ اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن (کے پھل) پر غلاف ہوتا ہے۔

تفسیر ⑤ "الشمس والقمر بحسبان" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں چکی کے دو پاٹوں کی طرح قطب رحا کی مثل میں چکر لگاتے ہیں۔ اس کے غیر نے کہا ہے اس کا معنی ہے یعنی وہ چلتے ہیں، حساب اور منازل کے ساتھ اس سے آگے نہیں بڑھتے۔ اس کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، قتادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے اور ابن زید اور ابن کیسان رحمہما اللہ نے کہا ہے یعنی ان دونوں کے ذریعے اوقات اور مدتوں کا حساب کیا جاتا ہے اور اگر رات و دن سورج و چاند نہ ہوتے تو ان میں سے کچھ معلوم نہ ہوتا اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ دونوں اندازے کے ساتھ چلتے اور "حسبان" کبھی مصدر ہوتا ہے "حسبت" حساب وحسبانا کا جیسے غفران، تفران، رجحان، نقصان اور کبھی حساب کی جمع جیسے شہان اور رکبان

⑥ "والنجم والشجر یسجدان" النجم جس پودے کا تنہ نہ ہو اور الشجر جس کا تنہ ہو سردیوں میں باقی رہے اور ان دونوں کا سجدہ ان کے سایہ کا سجدہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا "یتفیئو اظلاله عن الیمین والشمائل سجدالله" اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں النجم وہ ستارہ ہے اور اس کا سجود اس کا طلوع ہونا ہے۔

⑦ "والسماء رفعها" زمین کے اوپر "ووضع المیزان" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میزان سے انصاف مراد ہے۔ معنی یہ ہے کہ انصاف کا حکم دیا اس پر اللہ تعالیٰ کا قول۔

⑧ "الا تطغوا فی المیزان" دلالت کرتا ہے یعنی تم انصاف سے تجاوز نہ کرو اور حسن اور قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں اس سے وہ مراد ہے جس کے ذریعے وزن کیا جاتا ہے تا کہ اس کے ذریعے انصاف اور برابری تک پہنچا جائے اور وزن کی اصل التقدیر ہے۔ "الاتطغوا" یعنی تا کہ تم مائل نہ ہو جاؤ اور ظلم کر بیٹھو اور تولنے میں حق سے تجاوز کر جاؤ۔

⑨ "واقیموا الوزن بالقسط" انصاف کے ساتھ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی تم ترازو کی زبان کو انصاف کے ساتھ قائم کرو۔ ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہاتھ سے قائم کرنا اور دل سے انصاف کرنا۔ "ولا تخسروا" اور تم کم نہ کرو۔ "المیزان" ماپنے اور تولنے میں کمی نہ کرو۔

⑩ "والارض وضعها للانام" ان مخلوقات کے لیے جن کو اس میں بکھیرا ہے۔

⑪ "فیها فاکهة" یعنی میوؤں کی اقسام۔ ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جن نعمتوں سے وہ لطف اندوز ہوتے ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔ "والنخل ذات الاکمام" وہ خوشے جن میں کھجور ہوتی ہے۔ اس لیے کہ کھجور غلاف میں ہوتی ہے جب تک وہ پھٹے نہ۔ اس کا واحد کم ہے اور جو کسی چیز کو ڈھانپ لے وہ "کُم" اور "کمة" ہے اور اسی سے قمیص کی آستین ہے اور ٹوپی کو

"کمّۃ" کہا جاتا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ذات الاکمام یعنی غلافوں والی اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے "اکمم" اس کے پتے ہیں اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ شگوفہ ہے پھٹنے سے پہلے۔

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ⑫ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑬ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ⑭ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ⑮

ترجمہ اور (اس میں) غلہ ہے جن میں بھوسا (بھی) ہوتا ہے اور اس میں غذا کی چیز بھی ہے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اسی نے انسان کی اصل اول یعنی (آدمؑ) کو ایسی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بجتی تھی پیدا کیا اور جنات کو خالص آگ سے پیدا کیا۔

تفسیر ⑫ "والحب ذو العصف" حب سے وہ تمام دانے مراد ہیں جن کو کاٹا جائے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کھیتی کے پتے ہیں۔ ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں "العصف" زمین میں کاشت کیے جاتے ہیں اور "العصف" ہر چیز کے پتے جس سے دانے نکلیں۔ ابتداء میں پتے ظاہر ہوتے ہیں اور وہ العصف ہے پھر ٹہنی ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس میں خوشے پیدا کرتے ہیں پھر ان خوشوں میں دانے پیدا کرتے ہیں۔ والبی کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ وہ بھوسہ ہے اور یہی ضحاک اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے اور عطیہ رحمہ اللہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ وہ سبز کھیتی کے پتے ہیں جب ان کے سرے کاٹے جائیں اور وہ خشک ہو جائیں۔

اس کی نظیر "کعصف ماکول" ہے۔ "والریحان" یہ رزق ہے۔ اکثر حضرات کے قول میں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے قرآن میں جہاں بھی الریحان کا لفظ ہے تو وہ رزق ہے۔ حسن اور ابن زید رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ تمہارا گلاب کا پھول جو سونگھا جاتا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں "العصف" انجیر ہے اور ریحان اس کا پھل ہے۔ اور اکثر کی قرأت "والحب ذوالعصف والریحان" سارے مرفوع ہیں فاکھہ پر عطف کرتے ہوئے اور ابن عامر رحمہ اللہ نے "والحب ذوالعصف والریحان" باء اور نون کے نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور ذوالف کے ساتھ ذا پڑھا ہے۔ اس معنی پر کہ انسانوں کو پیدا کیا ہے اور ان اشیاء کو پیدا کیا ہے اور حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "والریحان" زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "العصف" پر عطف کرتے ہوئے پس لوگوں اور چوپایوں کی روزی کو ذکر کیا پھر جنوں اور انسانوں کو مخاطب کیا۔

⑬ "فبایّ آلاء ربکما تکذبان" مراد جن وانس ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ان مذکورہ اشیاء میں سے اور اس آیت کا اس سورت میں تکرار کیا ہے نعمت کو پختہ کرنے اور اس کے ذریعے نصیحت کی تاکید کے لیے عرب کی عادت کے مطابق کہ وہ ابلاغ واشباع میں ایسا کرتے ہیں۔ مخلوق پر اپنی نعمتوں کو گنوایا ہے اور ہر دو نعمتوں کے درمیان وہ بات ذکر کی ہے جو ان کو اس پر تنبیہ کر دے۔

جیسے آدمی کا قول اس کو جو اس کی طرف احسان کرے اور اس پر لگاتار انعامات کرے اور وہ اس کا انکار و کفر کرے۔ "الم

تکن فقیرا فاغنیتک افتنکر هذا؟" کیا تو فقیر نہیں تھا میں نے تجھے مال دار کیا، کیا تو اس کا انکار کرتا ہے؟ کیا تو ننگا نہیں تھا تو میں نے تجھے کپڑے پہنائے، کیا تو اس کا انکار کرتا ہے؟ کیا تو رسوا نہیں تھا تو میں نے تجھے عزت دی کیا تو اس کا انکار کرتا ہے؟ اور اس تکرار کی مثل کلام میں عرب شائع ذائع (کثیر) ہے اور تثنیہ کے لفظ سے خطاب کیا ہے۔ عرب کی عادت کے مطابق کہ وہ واحد کو تثنیہ کے لفظ سے خطاب کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "القیافی جهنم" ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر سورۃ الرحمٰن پڑھی حتیٰ کہ اس کو ختم کیا، پھر فرمایا مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں تمہیں خاموش دیکھتا ہوں؟ "رقبة" جن تم سے زیادہ اچھا جواب دینے والے تھے جب بھی میں ان پر یہ آیت ایک مرتبہ پڑھتا۔ "فبای آلاء ربکما تکذبن" تو وہ کہتے اے ہمارے رب! تیری نعمتوں میں سے کسی کو ہم نہیں جھٹلاتے۔ پس تیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں۔

⑭ "خلق الانسان من صلصال کالفخار"

⑮ "وخلق الجانّ" اور یہ ابوالجن ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ابلیس ہے۔ "من مارج من نار" یہ آگ کے شعلوں میں سے خالص شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ شعلہ جس میں سرخ زرد اور سبز شعلہ مل جل گئے ہوں، جب آگ جلائی جائے تو یہ اس کے اوپر ہوتا ہے۔ یہ ان کے قول مرج امر القوم سے مشتق جب معاملہ خلط ملط ہو جائے تو بولا جاتا ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑯ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ⑰ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑱ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ⑲ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ⑳ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ㉑ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ㉒ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ㉓ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ㉔ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ㉕

ترجمہ: سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے وہ دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا مالک ہے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اسی نے دو دریاؤں کو ملا دیا کہ (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں اور حقیقۃً ان دونوں کے درمیان میں ایک حجاب (قدرتی ہے) کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اسی کے (اختیار اور ملک میں) ہیں جہاز جو پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے نظر آتے ہیں سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

تفسیر ⑯ "فبایّ آلاء ربّکما تکذبن."

⑰ ربّ المشرقین" سردیوں کی مشرق اور گرمیوں کی مشرق کا۔ "وربّ المغربین" گرمیوں کی مغرب اور سردیوں کی مغرب کا۔

⑱ "فبایّ آلاء ربّکما تکذبن"

⑲ "مرج البحرین" میٹھا اور کھارا ان کو بھیجا اور ملا دیا۔ "یلتقیان"

⑳ "بینھما برزخ" اللہ تعالیٰ کی قدرت سے رُکاوٹ ہے۔ "لایبغیان" نہ ملتے ہیں اور نہ متغیر ہوتے ہیں اور نہ ایک دوسرے پر ظلم کرتا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگوں پر غرق کرنے کے ذریعے سرکشی نہیں کرتے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں مرج البحرین یعنی بحرروم اور بحر ہند اور تم ان دونوں کے درمیان رُکاوٹ ہو اور قتادہ رحمہ اللہ سے ہے کہ بحر فارس اور بحرروم ان دونوں کے درمیان جزیرے رُکاوٹ ہیں اور مجاہد اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں آسمان کا بحر اور زمین کا بحر (سمندر) ہر سال ملتے ہیں۔

㉑ "فبای آلاء ربکما تکذبن"

㉒ "یخرج منھما" اہل مدینہ اور اہل بصرہ نے "یخرج" یاء کے پیش اور راء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء کے زبر اور راء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ "اللؤلؤ والمرجان" یہ کھارے سمندر سے نکلتے ہیں نہ کہ میٹھے سے۔ اور یہ کلام عرب میں جائز ہے کہ دو چیزوں کو ذکر کیا جائے، پھر ان میں سے کسی ایک کو کسی فعل کے ساتھ خاص کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یا معشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم" حالانکہ رسول تو انسانوں میں سے ہوئے ہیں نہ کہ جنوں میں سے اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ آسمان کے پانی اور سمندر کے پانی سے نکلتا ہے۔ ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آسمان سے بارش ہوتی ہے تو سیپیاں اپنا منہ کھول دیتی ہیں۔ پس جب ایک قطرہ بھی ان میں گر جاتا ہے تو "لؤلؤ" پیدا ہوتے ہیں اور بڑے موتی کو "لؤلؤ" اور چھوٹے کو مرجان کہتے ہیں اور مقاتل اور مجاہد رحمہما اللہ نے اس کا اُلٹ کہا ہے اور کہا گیا ہے مرجان سبز رنگ۔

㉓ "فبای آلاء ربکما تکذبن. ㉔ وله الجوار" بڑی کشتیاں "المنشئات" حمزہ اور ابوبکر رحمہما اللہ نے "المنشئات" شین کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی "المنشئات السیر" یعنی جنہوں نے چلنے کی ابتداء کی اور دیگر حضرات نے شین کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی اُٹھائی ہوئیں جن کی لکڑیاں ایک دوسرے کے اوپر اُٹھائی گئی ہوں اور کہا گیا وہ کشتی جس کا بادبان بلند کیا گیا ہو اور جس کا بادبان بلند نہ کیا گیا ہو وہ "منشئات" میں سے نہیں ہے اور کہا گیا ہے جو تابع کی گئی ہیں۔ "فی البحر کالاعلام" پہاڑوں کی طرح علم کی جمع ہے اور وہ لمبا پہاڑ۔ کشتی کو سمندر میں خشکی کے پہاڑوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

㉕ "فبای آلاء ربکما تکذبن"

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ㉖ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ㉗ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ㉘ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ㉙ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ㉚ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ㉛

ترجمہ جتنے (جن وانس) روئے زمین پر موجود ہیں فنا ہو جائیں گے اور (صرف) آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت والی اور احسان والی ہے باقی رہ جاوے گی سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ

گے اسی سے (اپنی اپنی حاجتیں) سب آسمان اور زمین والے مانگتے ہیں وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے سو اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اے جن وانس ہم عنقریب تمہارے (حساب کتاب کے) لئے خالی ہو جاتے ہیں۔

تفسیر 26 "کل من علیھا" یعنی زمین پر جو حیوان ہے۔ پس بے شک وہ "فان" ہلاک ہونے والا ہے۔

27 "ویبقی وجہ ربک ذو الجلال" عظمت و بڑائی والا۔ "والاکرام" یعنی اپنے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کا اپنے لطف وجلال وعظمت کے ساتھ اکرام کرنے والا ہے۔

28 "فبای آلاء ربکما تکذبن."

29 یسالہ من فی السموات والارض" فرشتے اور جن وانس میں سے۔ اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ اس سے زمین وآسمان والے مستغنی نہیں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں پس آسمان والے اس سے مغفرت کا سوال کرتے ہیں اور زمین والے اس سے رزق، توبہ اور مغفرت کا سوال کرتے ہیں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے زمین والے رزق اور مغفرت کا سوال کرتے ہیں اور فرشتے بھی ان کے لیے رزق اور مغفرت کا سوال کرتے ہیں۔ "کل یوم ھو فی شان" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب انہوں نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ ہفتہ کے دن کوئی فیصلہ نہیں کرتے۔ مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں اس کی شان یہ ہے کہ وہ زندگی دیتا اور موت دیتا ہے اور رزق دیتا ہے اور ایک قوم کو عزت دیتا ہے اور ایک قوم کو ذلیل کرتا ہے اور مریض کو شفا دیتا ہے اور قیدی کو چھڑاتا ہے اور مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرتا ہے اور پکارنے والے کو جواب دیتا ہے اور مانگنے والے کو دیتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے اور مخلوق کے بارے میں اس کے افعال واحداث احاطہ شمار سے باہر ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ان چیزوں میں سے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں ایک تختی ہے جو سفید موتی کی بنی ہے اس کے گتے سبز یاقوت کے ہیں اس کا قلم نور ہے اور نور کی لکھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ہر دن تین سو ساٹھ مرتبہ نظر کرتے ہیں، پیدا کرتے اور رزق دیتے ہیں اور زندہ کرتے اور موت دیتے ہیں اور عزت وذلت دیتے ہیں اور جو چاہے کرتے ہیں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا قول "کل یوم ھو فی شان" ہے۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سارا دھر اللہ تعالیٰ کے ہاں دو دن ہیں، ان میں سے ایک دُنیا کے ایام کی مدت اور دوسرا قیامت کا دن۔ پس وہ شان جس میں وہ ہے وہ دن ہے جو دُنیا کی مدت میں ہے امر ونہی کے ذریعے آزمائش کرنا، زندہ کرنا، موت دینا اور عطاء کرنا اور روکنا اور قیامت کے دن کی شان جزاء اور حساب اور ثواب وعقاب ہے اور کہا گیا ہے۔ حق تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ ہر دن ورات میں تین لشکر نکالتا ہے ایک لشکر آباء کی پشتوں سے ماؤں کے رحموں کی طرف اور ایک لشکر رحموں سے دُنیا کی طرف اور ایک لشکر دُنیا سے قبروں کی طرف۔ پھر وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف کوچ کریں گے اور حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ تقدیر کو اس کو وقت پر جاری کرتا ہے۔

30 "فبای آلاء ربکما تکذبن."

㉛ "سنفرغ لکم" حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے سیفرغ یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "یسألہ من فی السموات والارض" اور "ویبقی وجہ ربک" اور "ولہ الجوار" کی وجہ سے۔ پس خبر کا اتباع کیا اور دیگر حضرات نے نون کے ساتھ پڑھا ہے اور اس سے مراد مشغولیت سے فارغ ہونا نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک شان دوسری سے مشغول نہیں کرسکتی لیکن یہ اللہ کی طرف سے مخلوق کو محاسبہ کی وعید ہے۔ جیسے کہنے والے کا قول "لاتفرّغن لک" کہ میں ابھی تیرے لیے فارغ ہوتا ہوں حالانکہ اس کو کوئی مصروفیت نہیں ہوتی اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے اور یہ فراغ اس وجہ سے اچھا ہے کہ پہلے شان کا ذکر گزر چکا ہے اور دیگر حضرات نے کہا ہے اس کا معنی عنقریب ہم تمہارا ارادہ کریں گے مہلت دینے کے بعد اور ہم تمہارے معاملہ میں شروع ہوں گے جیسے اس شخص کا قول جس کو کوئی مصروفیت نہیں ہوتی لیکن کہتا ہے "قد تفرّغت لک" میں آپ کے لیے فارغ ہو گیا ہوں۔

اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ سے وعدہ کیا ہے اور اہل فجور کو دھمکی دی ہے۔ پھر فرمایا "سنفرغ لکم" اس سے جو تم سے وعدہ کیا ہے اور ہم نے تمہیں خبر دی ہے۔ پس ہم تمہارا محاسبہ کریں گے اور تمہیں بدلہ دیں گے اور جو تم سے وعدہ کیا ہے اس کو پورا کریں گے۔ پس ہم اس کو مکمل کریں گے اور اس سے فارغ ہوں گے اور اسی طرف حسن اور مقاتل رحمہما اللہ گئے ہیں۔ "ایھا الثقلان" یعنی جن وانس ان کا نام ثقلین رکھا گیا ہے۔ اس لیے کہ زندگی اور موت دونوں میں زمین پر بوجھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "واخرجت الارض اثقالھا" اور اہل معانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز جس کی قدر اور وزن ہو اور گراں قیمت ہو اس میں ثقل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں ثقلین چھوڑ کر جانے والا ہوں کتاب اللہ اور میری آل۔ پس ان دونوں کو ثقل قرار دیا ان کے قدر و مرتبہ کو بڑھانے کے لیے اور جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جن وانسان کا نام ثقلین رکھا گیا ہے اس لیے کہ یہ دونوں گناہوں سے بوجھل ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا. لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾

ترجمہ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اے گروہ جن وانس کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو (مگر) بدون زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے) نہیں پس نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے تم دونوں پر (قیامت کے روز) آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم (اس کو) ہٹا نہ سکو گے۔

تفسیر ㉜ "فبایّ آلاء ربّکما تکذبن.

۳۳ یامعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا" یعنی تم تجاوز کر جاؤ اور نکل جاؤ۔ "من اقطار السموات والارض" یعنی ان دونوں کے اطراف وجوانب سے۔ "فانفذوا" اس کا معنی یہ ہے کہ اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ موت سے بھاگ جاؤ زمین وآسمان کے اطراف سے نکل کر تو بھاگ جاؤ اور اس سے نکل جاؤ اور مطلب یہ ہے کہ تم جہاں بھی ہو گے موت تمہیں پالے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اینما تکونوا یدرککم الموت" اور کہا گیا ہے کہ ان کو یہ قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ آسمان وزمین سے تجاوز کر جاؤ اور اپنے رب کو عاجز کر دو تاکہ وہ تم پر قادر نہ ہو سکے تو تجاوز کر جاؤ۔ "لاتنفذون الا بسلطان" یعنی ملک کے ذریعے اور کہا گیا ہے حجت کے ذریعے اور سلطان وہ قوت جس کے ذریعے کسی کام پر مسلط ہو جائے (چھا جائے) پس ملک وقدرت وحجت سب سلطان ہیں۔ مراد یہ ہے کہ تم جہاں بھی متوجہ ہو جاؤ تم میرے ملک اور میری سلطنت میں ہو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ اگر تم طاقت رکھو کہ تم جان لو جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے تو خوب جان لو اور تم ہرگز اس کو نہ جانو گے مگر سلطان کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل کے ساتھ اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "الا بسلطان" یعنی الی سلطان ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "وقد احسن بی" یعنی "الیّ" ہے۔

۳۴ "فبایّ آلاء ربکما تکذبن" اور حدیث میں ہے کہ مخلوق کا فرشتوں اور آگ کی زبان کے ذریعے احاطہ کیا جائے گا، پھر آواز دی جائے گی۔ "یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا"

۳۵ پس یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے "یرسل علیکما شواظ من نار" ابن کثیر رحمہ اللہ نے شین کی زیر کے ساتھ اور دیگر حضرات نے اس کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دو لغتیں ہیں جیسے "صوار من البقر" اور "صوار۔ شواظ" آگ کا وہ شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔ یہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سبز شعلہ جو آگ سے جدا ہوتا ہے۔ "ونحاس" ابن کثیر رحمہ اللہ اور ابو عمر نے نحاس سین کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے نار پر عطف کرتے ہوئے۔

اور باقی حضرات نے اس کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے شواظ پر عطف کرتے ہوئے۔ سعید بن جبیر اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں النحاس دھواں اور یہی عطاء کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور معنی یہ ہے کہ "یرسل علیکما شواظ و یرسل نحاس ھذا مرّۃ وھذہ مرۃ" یعنی تم دونوں پر شعلہ بھیجا جائے گا اور دھواں بھیجا جائے گا۔ یہ ایک مرتبہ اور یہ ایک مرتبہ۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دونوں اکٹھے بھیجے جائیں ان میں سے ایک دوسرے کے ساتھ نہ ملے اور جس نے "النار" پر عطف کی وجہ سے جر دی ہے تو وہ ضعیف ہے اس لیے کہ ہوگی "شواظ من نحاس" پس ممکن ہے کہ اصل عبارت "شواظ من نار" (آگ کا شعلہ) "وشیٔ من نحاس" (تھوڑا سا دھواں) ہو (ضعیف) اس بنا پر کہ حکایت کیا گیا ہے کہ شواظ (شعلہ) آگ اور دھوئیں سے نہیں ہوتا۔ مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں النحاس پگھلا ہوا پیتل جو ان کے سروں پر انڈیلا جائے گا اور یہی عوفی رحمہ اللہ کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "النحاس مھل" (پگھلا ہوا تارکول یا پگھلی ہوئی معدنیات لوہا وغیرہ) ہے۔ "فلا تنتصران" یعنی پس یہ دونوں اللہ کے عذاب سے نہ روکیں گے اور نہ تمہارے لیے کوئی مددگار ہوگا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿36﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَةً کَالدِّهَانِ ﴿37﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿38﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿39﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿40﴾ یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ ﴿41﴾

ترجمہ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے غرض جب (قیامت آئے گی جس میں) آسمان پھٹ جائے گا اور ایسا سرخ ہو جائے گا جیسے سرخ نری (یعنی چمڑا سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے تو اس روز (اللہ تعالیٰ کے معلوم کرنے کے لئے) کسی انسان اور جن سے اس کے جرم کے متعلق نہ پوچھا جائے گا سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے مجرم لوگ اپنے حلیہ سے (کہ سیاہی چہرہ اور نیلگوں چشم ہے) پہچانے جائیں گے (سوان کے) سر کے بال اور پاؤں پکڑ لئے جائیں گے۔

تفسیر ﴿36﴾ "فبایّ آلاء ربکما تکذبن.

﴿37﴾ **فاذا انشقت**" پھٹ جائے گا۔ "**السماء**" پس دروازہ ہو جائے گا فرشتوں کے اُترنے کے لیے۔ "**فکانت وردة**" یعنی ورد گھوڑے کے رنگ کی طرح اور وردا ایسا سفید رنگ جو سرخی اور زردی کی طرف مائل ہو۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ آج کے دن سبز ہے اور اس دن اس کا دوسرا رنگ ہوگا جو سرخی کی طرف مائل ہوگا اور کہا گیا ہے کہ اس کے اس دن مختلف رنگ ہوں گے جیسے ورد گھوڑے کے رنگ کی طرح۔ بہار میں زرد ہوتا ہے اور سردیوں کی ابتداء میں سرخ اور جب سخت سردی ہو تو غبار آلود ہوتا ہے تو آسمان کے پھٹنے کے وقت رنگ بدلنے کو اس گھوڑے کے رنگ بدلنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ "**کالدهان**" دھن کی جمع، آسمان کے رنگ بدلنے کو گھوڑے کے رنگ بدلنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور وردۃ کو اس کے رنگوں کے مختلف ہونے میں دھن اور اس کے مختلف رنگوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

اور یہی ضحاک، مجاہد اور قتادہ اور ربیع رحمہم اللہ کا قول ہے اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "**کالدهان**" تل کے تیل کی طرح جو ایک گھڑی میں کئی رنگ بدلتا ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں گلاب کے خالص تیل کی طرح۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ آسمان پگھلے ہوئے تیل کی طرح ہو جائے گا۔ جب اس کو جہنم کی گرمی پہنچے گی اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "**کالدهان**" یعنی سرخ چمڑے کی طرح اس کی "**ادهنة**" اور دھن ہے۔

﴿38﴾ "**فبایّ آلاء ربکما تکذبن**.

﴿39﴾ **فیومئذ لا یسئل عن ذنبه انس و لا جان**" حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ اپنے گناہوں کے بارے میں سوال نہ کیے جائیں گے تا کہ ان کی طرف سے معلوم کیا جائے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں اور فرشتوں نے ان پر لکھ بھی لیا ہے۔ یہ عوفی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ فرشتے مجرمین کے بارے میں

سوال نہ کریں گے۔اس لیے کہ وہ ان کو ان کی علامتوں سے پہچان لیں گے۔اس کی دلیل کے بعد والی آیت ہے اور یہ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت اور اللہ تعالیٰ کے قول "فو ربک لنسئلنهم اجمعين" میں تطبیق کے بارے میں منقول ہے کہ ان سے یہ نہ پوچھیں گے کہ تم نے یہ یہ عمل کیا ہے؟ اس لیے کہ وہ اس کو خوب جانتے ہیں لیکن ان سے یہ پوچھیں گے تم نے یہ یہ عمل کیوں کیا؟ اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کئی جگہیں ہیں۔بعض میں ان سے پوچھا جائے گا اور بعض میں نہیں پوچھا جائے گا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ وہ شفقت و رحمت سے نہ پوچھے جائیں گے وہ تو ڈانٹ کے ذریعے پوچھے جائیں گے۔ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غیر مجرم سے مجرم کے گناہوں کا سوال نہ کیا جائے گا۔

㊵ "فبای آلاء ربکما تکذبن.

㊶ یعرف المجرمون بسیماهم" وہ چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کا نیلا پن ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یوم تبیض وجوه وتسود وجوه"...... "فیؤخذ بالنواصی والاقدام"

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ㊷ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ㊸ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ㊹ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ㊺ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ㊻

ترجمہ سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم لوگ جھٹلاتے تھے وہ لوگ دوزخ کے اردگرد کھولتے ہوئے پانی کے درمیان دورہ کرتے ہوں گے سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہر وقت ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے دو باغ ہوں گے۔

تفسیر ㊷ "فبای آلاء ربکما تکذبن" پاؤں کو پیشانیوں سے ملا دیا جائے گا پیچھے سے اور جہنم میں ڈالا جائے گا۔

㊸ پھر ان کو کہا جائے گا "هذه جهنم التي يكذب بها المجرمون" مشرکین

㊹ "یطوفون بینها وبین حمیم آن" جس کی گرمائش انتہا کو پہنچ چکی ہو۔زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں "انی یانی فهو آن" جب پکنے کی انتہاء کو پہنچ جائے۔اور معنی یہ ہے کہ وہ جہنم اور گرم پانی کے درمیان دوڑیں گے۔پس جب وہ جہنم کی گرمی سے فریاد طلب کریں گے تو ان کا عذاب کھولتا ہوا پانی جو تارکول کی طرح ہوگا بنایا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول "وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمهل" اور کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں آن جہنم کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے جس میں اہل جہنم کی پیپ جمع ہوتی ہے، پس وہ بیڑیوں میں وہاں لائے جائیں گے، پھر اس وادی میں غوطے دیئے جائیں گے حتیٰ کہ ان کے جوڑ کھل جائیں گے پھر اس سے نکالے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو نئی خلقت دیں گے، پھر جہنم میں ڈالے جائیں گے اور یہ مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قول "یطوفون بینها وبین حمیم آن" کا

㊺"فبایّ آلاء ربّکما تکذبن" اور اللہ نے جو کچھ ذکر کیا اپنے قول "کل من علیھا فان" سے یہاں تک وہ مواعظ اور ڈانٹ اور ڈرانا ہے اور یہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتیں ہیں اس لیے کہ معاصی سے روکتی ہیں اس لیے ہر آیت کو اپنے قول "فبایّ آلاء ربکما تکذبن" کے ذریعے ختم کیا ہے۔ پھر وہ ذکر کیا جو تقویٰ والے اور خوف کرنے والے کے لیے تیار کیا؟

㊻"ولمن خاف مقام ربّہ" یعنی اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے حساب کے لیے۔ پس اس نے معصیت اور شہوت کو چھوڑ دیا اور کہا گیا ہے اس کے رب کے اس پر قیام کرنے سے۔ اس کا بیان اللہ تعالیٰ کا قول "افمن ھو قائم علی کلّ نفس بما کسبت" ابراہیم نخعی اور مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ شخص جو معصیت کا پختہ ارادہ کرے پھر اللہ کو یاد کرے اور اس معصیت کو اللہ کے خوف سے چھوڑ دے۔ "جنتان" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنت عدن اور جنت نعیم۔

محمد بن علی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک جنت اپنے رب کے خوف کی وجہ سے اور ایک جنت اس کے شہوت کو چھوڑنے کی وجہ سے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اس کے لیے ہے جو پوشیدہ اور اعلانیہ اللہ سے ڈرے اپنے علم کے ذریعے جو اس کے سامنے حرام چیز آئے اس کو اللہ کے خوف سے چھوڑ دے اور جو خیر کا عمل کرے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا ہو تو یہ پسند نہ کرے کہ اس پر کوئی مطلع ہو اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مؤمنین اس مقام سے ڈرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرتے ہیں اور رات و دن عبادت کی عادت بناتے ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خوف کرے گا رات کو سفر کرے گا اور جو رات کو سفر کرے گا منزل تک پہنچ جائے گا۔ خبردار! اللہ کا سامان گراں ہے، خبردار! اللہ کا سامان گراں ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ انہوں نے منبر پر بیان کیا اور فرمایا "ولمن خاف مقام ربّہ جنتان" میں نے کہا اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے اے اللہ کے رسول؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ولمن خاف مقام ربہ جنتان" تو میں نے دوسری مرتبہ کہا اگرچہ وہ زنا کرے، اگرچہ وہ چوری کرے یا رسول اللہ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ولمن خاف مقام ربّہ جنتان" تو میں نے تیسری مرتبہ کہا اگرچہ وہ زنا کرے اگرچہ وہ چوری کرے یا رسول اللہ؟ فرمایا اگرچہ وہ زنا کرے اگرچہ وہ چوری کرے۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ناک خاک آلود ہو۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ㊼ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ㊽ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ㊾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ㊿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (51) فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ (52) فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (53) مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ (54)

ترجمہ: سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (اور وہ) دونوں باغ کثیر شاخ والے ہوں گے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے

کہ بہتے چلے جائیں گے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے وہ لوگ تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں باغوں کا پھل بہت نزدیک ہوگا۔

تفسیر ㊼ "فبای آلاء ربکما تکذبن" پھر دونوں جنتوں کا وصف بیان کیا۔

㊽ "ذواتا افنان" ٹہنیوں والا۔ اس کا واحد فنن ہے اور یہ وہ ٹہنی ہے جو سیدھی لمبی ہو اور یہ مجاہد اور عکرمہ اور کلبی رحمہم اللہ کا قول ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ٹہنیوں کا سایہ دیواروں پر ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں سایوں والے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رنگوں والے۔ سعید بن جبیر اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں ہاں مختلف قسم کے میوے۔ اس کا واحد فنن ہے، یہ مشتق ہے ان کے قول "افنن فلان فی حدیثه" سے۔ جب وہ اپنی بات میں مختلف طرز کی گفتگو کرے اور عطاء نے دونوں قولوں میں تطبیق دی ہے۔ پس فرمایا ہر ٹہنی پر کئی قسم کے میوے ہوں گے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں فضل اور وسعت والے اپنے ماسوا پر۔

㊾ "فبای آلاء ربکما تکذبن."

㊿ فیهما عینان تجریان" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اہل جنت پر کرامت اور زیادتی کے ساتھ۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں صاف میٹھے پانی کے ساتھ چلتی ہیں ان میں سے ایک تسنیم اور دوسری سلسبیل ہے اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان میں سے ایک ایسے پانی کی ہے جو بدبودار نہیں ہے اور دوسری شراب کی جو پینے والوں کیلئے لذت ہے۔

51 "فبای آلاء ربکما تکذبن."

52 فیهما من کل فاکهة زوجان" دو دو قسمیں۔ کہا گیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ان دونوں میں ہر اس چیز کی جس سے لذت حاصل کی جاتی ہے دو قسمیں ہیں تر اور خشک۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ دُنیا میں کوئی میٹھا اور کڑوا پھل نہیں ہے مگر وہ جنت میں ہے حتیٰ کہ ایلوہ (کوڑتما) مگر وہ میٹھا ہوگا۔

53 "فبای آلاء ربکما تکذبن."

54 متکئین علی فرش" فراش کی جمع ہے۔ "بطائنها" بطانت کی جمع ہے اور یہ وہ جو کپڑے کے ابرے کے نیچے ہو۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو زمین کو ملا ہوا ہو۔ "من استبرق" جو ریشم میں سے موٹا ہو۔ ابن مسعود اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے یہ تو بچھونے کا نچلا حصہ ہے۔ پس تمہارا اس کے اوپر والے ابرے کے بارے میں کیا گمان ہے؟ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو کہا گیا کہ بطائن تو ریشم کے ہوں گے اور ظواہر؟ تو فرمایا یہ ان میں سے ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین" اور ان سے ہی روایت ہے فرمایا کہ اس کا نچلا حصہ استبرق کا ہوگا اور اوپر والا حصہ جامد نور کا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے بطائن کا وصف بیان کیا ہے اور ظواہر کو چھوڑ دیا ہے اس لیے کہ زمین میں کوئی شخص ایسا نہیں جو جانے کہ ظواہر (بچھونے کا اوپر والا حصہ) کیا ہے۔ "وجنا الجنتین دان" الجنی جو پھلوں

میں سے چنا جائے۔ مراد یہ ہے کہ اس کے پھل قریب ہوں گے اس کو کھڑا اور بیٹھا اور لیٹا شخص لے سکے گا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں درخت جھک جائے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا ولی اس کا پھل چن لے گا اگر چاہے گا تو کھڑے کھڑے اور اگر چاہے گا تو بیٹھے بیٹھے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے ہاتھ اس سے دوری اور کانٹے دور نہ کریں گے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾

ترجمہ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ان میں نیچی نگاہ والیاں (یعنی حوریں) ہوں گی کہ ان (جنتی) لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔

تفسیر ﴿۵۵﴾ "فبایّ آلاء ربّکما تکذبٰن.

﴿۵۶﴾ **فیھن قاصرات الطرف**" آنکھوں کو جھکانے والیاں۔ انہوں نے اپنی آنکھوں کو اپنے خاوندوں پر جھکایا ہوا ہوگا۔ ان کے علاوہ کی طرف نہیں دیکھیں گی اور ان کے غیر کا ارادہ بھی نہ کریں گی۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اپنے خاوند کو کہے گی میرے رب کی عزت کی قسم! میں نے جنت میں تجھ سے زیادہ حسین چیز کوئی نہیں دیکھی۔ پس تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے تیری بیوی اور تجھے میرا خاوند بنایا۔ "**لم یطمثھن**" انہوں نے جماع نہ کیا ہوگا اور ان کو حیض نہ آیا ہوگا۔ اس کی اصل خون سے۔ حائضہ عورت کو طامث کہا جاتا ہے۔ گویا کہ فرمایا جماع کی وجہ سے ان کا خون نہ آیا ہوگا۔ "**انس قبلھم ولا جان**" زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں دلیل ہے کہ جنی عورت سے بھی جماع کیا جاتا ہے جیسا کہ انسان عورت سے جماع کیا جاتا ہے۔

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ کی تفسیر

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب انسان جماع کرے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو جن اس کے ذکر پر لپٹ جاتے ہیں پھر اس کے ساتھ جماع کرتے ہیں۔ مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول "**لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان**" کے بارے میں فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کو جنت میں پیدا کیا۔ پس اس کے قول پر یہ جنت کی حوروں میں سے ہیں اور شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ دُنیا کی عورتوں میں سے ہیں کہ جب سے پیدا کی گئی ہیں جماع نہیں کی گئیں اور یہ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے یعنی اس پیدائش میں ان سے کسی انسان اور جن نے جماع نہیں کیا اور طلحہ رحمہ اللہ نے معرف پڑھا ہے "**لایطمثھن**" میم کے پیش کے ساتھ ان دونوں میں۔ اور کسائی رحمہ اللہ نے ان میں سے ایک کو پیش کیساتھ پڑھا ہے۔

پس اگر پہلی کو زیر دی جائے تو دوسری کو پیش دی جائے گی اور اگر پہلی کو پیش دی جائے تو دوسری کو زیر دی جائے گی ابو اسحاق السبیعی رحمہ اللہ کی روایت کی وجہ سے۔ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کے پیچھے نماز

پڑھی تو میں نے سنا وہ پڑھ رہے تھے "لم یطمثھن" رفع کے ساتھ اور میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگردوں کے پیچھے نماز پڑھی تو ان کو سنا وہ میم کی زیر کے ساتھ پڑھ رہے تھے اور کسائی رحمہ اللہ ان میں سے ایک کو پیش اور دوسری کو زیر دیتے تھے تاکہ ان دونوں اثروں سے نہ نکلیں۔

57 "فبایّ آلاء ربکما تکذبن. 58 کانھن الیاقوت والمرجان"

کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ کی تفسیر

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یاقوت کی چمک مرجان کی سفیدی میں۔ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل جنت کی صفت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ہر آدمی کے لیے دو بیویاں ہوں گی، ہر بیوی پر ستر جوڑے ہوں گے، ان کی پنڈلیوں کا گودہ ان کے گوشت اور خون اور جلد کے پیچھے سے دیکھا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوں گے چودھویں کے چاند کی صورت پر، پھر جو ان کو ملے ہوں گے آسمان میں سب سے زیادہ چمک دار ستارہ کی طرح ان کے دلوں کی روشنی ایک آدمی کے دل پر ہوگی۔ ان میں کوئی اختلاف اور باہم بغض نہ ہوگا۔ ہر آدمی کے لیے ان میں سے دو بیویاں ہوں گی حورعین میں سے ان کی پنڈلیوں کا گودہ ہڈیوں اور گوشت کے پیچھے سے دیکھا جائے گا حسن کی وجہ سے۔ وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں گے نہ بیمار ہوں گے نہ پیشاب و پاخانہ کریں گے اور نہ تھوک و رینٹھ آئے گی۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے اور کنگھیاں سونے کی اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن اگر کی لکڑی اور ان کا پسینہ کستوری ہوگا۔ ایک آدمی کی تخلیق پر ہوں گے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا، بے شک عورت اس کی پنڈلی کی سفیدی اور اس کا گودہ ریشم کے ستر جوڑوں کے پیچھے سے دیکھا جائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "کانھن الیاقوت والمرجان" بہرحال یاقوت تو وہ پتھر ہے اگر تو اس میں دھاگہ داخل کردے پھر اس کو صاف کردے (رگڑائی کردے) تو اس کے پار دیکھ سکتا ہے اور عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ حورعین کی عورت ستر جوڑے پہنے گی۔ پس اس کی پنڈلی کا گودہ ان کے پیچھے سے دیکھا جائے گا۔ جیسا کہ سرخ شراب سفید شیشے میں سے دیکھی جاتی ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ 59 هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ 60 فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ 61 وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ 62 فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ 63 مُدْهَآمَّتٰنِ 64 فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ 65 فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ 66

ترجمہ: سو اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے بھلا غایت اطاعت) کا بدلہ بجز غایت عنایت کے اور بھی کچھ ہوسکتا ہے سو اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اور ان دونوں

باغوں سے کم درجہ میں دو باغ اور ہیں سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے وہ دونوں باغ گہرے سبز رنگ کے ہوں گے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ جوش مارتے ہوں گے۔

تفسیر ⑤⑨ "فبایّ آلاء ربکما تکذبن ⑥⓪ھل جزاء الاحسان الّا الاحسان" یعنی جو دُنیا میں نیک کام کرے تو اس کی جزاء یہی ہے کہ اس کے ساتھ آخرت میں اچھائی کی جائے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں نہیں ہے اس شخص کا بدلہ جو لا الہٰ الا اللہ کہے اور جو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اس پر عمل کرے مگر جنت۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا "ھل جزاء الاحسان الّا الاحسان" پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس شخص کا بدلہ جس پر میں نے توحید کا انعام کیا وہ صرف جنت ہے۔ ⑥① "فبایّ آلاء ربکما تکذبن.

آیت وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ کی تفسیر

⑥② ومن دونهما جنتان" یعنی پہلی دو جنتوں کے علاوہ دوسری دو جنتیں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ان دونوں سے درجہ میں کم اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان سے مرتبہ میں بڑھ کر اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سونے کی دو جنتیں ہیں سبقت کرنے والوں کی اور چاندی کی دو جنتیں ہیں پیچھے آنے والوں کے لیے اور ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ چار جنتیں ہیں دو جنتیں مقرب سبقت کرنے والوں کے لیے۔ اس میں ہر قسم کے میوؤں کی دو دو قسمیں ہیں اور دو جنتیں اصحاب یمین اور تابعین کے لیے۔ "فیهما فاكهة ونخل ورمان" ابوبکر بن عبداللہ بن قیس نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو جنتیں ان کے برتن اور جو کچھ ان دونوں میں ہے چاندی کے ہیں اور دو جنتیں ان کے برتن اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سونے کا ہے اور قوم کے درمیان اور ان کے اپنے رب کو دیکھنے کے درمیان صرف باری تعالیٰ کے چہرہ پر کبریائی کی چادر ہے جنت عدن میں اور کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ومن دونهما" یعنی ان کے سامنے اور ان سے پہلے اس پر ضحاک رحمہ اللہ کا قول دلالت کرتا ہے کہ دو جنتیں پہلی دو سونے اور چاندی کی اور دوسری دو یاقوت کی ہیں۔

⑥③ "فبایّ آلاء ربکما تکذبن. ⑥④ مدھامّتان" تر و تازہ ہیں اپنے رب کی طرف سے سیاہ ہیں تیز سبز ہیں اس لیے کہ سبز رنگ جب گہرا ہو تو سیاہی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے ادھام الزرع جب اس پر سیاہی چھائی ہوئی ہو۔ "ادھیما ما فھو مدھام"

⑥⑤ "فبایّ آلاء ربکما تکذبن. ⑥⑥ فیهما عینان نضاختان" دو چشمے ہیں پانی کے جو ختم نہیں ہوتے اور "النضخ" پانی کا چشمے سے جوش مارنا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جو اہل جنت پر خیر و برکت چھڑکیں گے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کستوری اور کافور چھڑکیں گے۔ اولیاء اللہ پر اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کستوری اور عنبر اہل جنت کے گھروں میں چھڑکیں گے بارش کی طرح۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿67﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿68﴾

ترجمہ: سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ان دونوں باغوں میں میوے کھجوریں اور انار ہوں گے۔

تفسیر: ﴿67﴾ "فبای آلاء ربکما تکذبن. ﴿68﴾ فیهما فاکهة ونخل و رمان" ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ کھجور اور انار میوہ میں سے نہیں ہیں اور اکثر اس پر ہیں کہ یہ میوہ میں سے ہیں اور یہاں النخل اور الرمان کے ذکر کا اعادہ کیا ہے حالانکہ یہ دونوں فواکہ (میووں) میں سے ہیں تخصیص اور تفصیل کے لیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "من کان عدوًّا لله وملائکته ورسله وجبریل و میکال" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جنت کی کھجور اس کے تنے سبز زمرد کے اور اس کے پتے سرخ سونے کے اور اس کی شاخیں اہل جنت کے کپڑے ہوں گے۔ اسی سے ان کے کپڑے اور جوڑے ہوں گے اور اس کے پھل مٹکوں کی طرح یا ڈولوں کی طرح ہوں گے، دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھے اور مکھن سے زیادہ نرم اس کی گٹھلی نہ ہوگی۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿69﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿70﴾

ترجمہ: سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ان میں خوب سیرت خوبصورت عورتیں ہوں گی۔ (یعنی حوریں)

تفسیر: ﴿69﴾ "فبای آلاء ربکما تکذبن. ﴿70﴾ فیهن" یعنی چاروں جنتوں میں "خیرات حسان" ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا مجھے اللہ تعالیٰ کے قول "خیرات حسان" کے بارے میں خبر دیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا عمدہ اخلاق خوبصورت چہروں والی۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿71﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿72﴾

ترجمہ: سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے وہ حوریں جنہیں خیموں میں حفاظت سے رکھا گیا ہوگا۔

تفسیر: ﴿71﴾ "فبای آلاء ربکما تکذبن. ﴿72﴾ حور مقصورات" محبوس بجوں میں چھپی ہوئی۔ کہا جاتا ہے امرأة مقصورة و قصیرة۔ جب وہ پردہ نشین چھپی ہوئی ہو باہر نہ نکلتی ہو اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی انہوں نے اپنی نگاہوں کو اور اپنے آپ کو اپنے خاوندوں پر بند کر دیا ہو ان کے بدلہ کچھ اور نہ چاہتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک روایت پہنچی کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اہل جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو آسمان و زمین کے درمیان کو روشن کر دے گی اور ان کے درمیان کو خوشبو سے بھر دے گی اور اس کے سر پر اس کا آدھا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ "فی الخیام" خیمة کی جمع ہے۔ ابوبکر بن عبداللہ بن قیس نے

اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مؤمن کے لیے جنت میں ایک خیمہ ہے ایک کھوکھلے موتی کا، اس کی چوڑائی ساٹھ میل ہے اس کے ہر جانب میں اس کے اہل ہیں وہ دوسروں کو نہیں دیکھ سکتے مؤمن ان پر چکر لگائے گا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ یَطْمِثْھُنَّ اِنْسٌ قَبْلَھُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾

ترجمہ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اور ان (جنتی) لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا اور نہ جن نے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے وہ لوگ سبز اور عجیب خوبصورت کپڑوں (کے فرشوں) پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

تفسیر ﴿۷۳﴾ "فبایّ آلاء ربّکما تکذبن. ﴿۷۴﴾ لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان.
﴿۷۵﴾ فبایّ آلاء ربّکما تکذبن ﴿۷۶﴾ متکئین علی رفرف خضر"

سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں الرفرف جنت کا سرسبز و شاداب باغ ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ اس کا واحد رفرفۃ ہے اور فرمایا الرفارف جمع کی جمع ہے اور کہا گیا ہے الرفرف بچھونا ہے اور یہ حسن، مقاتل اور قرظی رحمہم اللہ کا قول ہے اور عوفی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الرفرف فضول المجالس والوسط ہے اور ضحاک رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ فرش کے اوپر سبز نشست گاہیں اور ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کھیاں ہیں۔ اور ابن عیینہ زرابی نے کہا اور ان کے غیر نے کہا ہر چوڑا کپڑا عرب کے ہاں رفرف ہے۔ "وعبقری حسان" وہ گدے اور موٹی چٹائیاں۔ یہ جمع ہے اس کا واحد "عبقریۃ" ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں منقش ہر کپڑا عرب کے ہاں عبقری ہے اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اس زمین کی طرف منسوب ہے جہاں نقش ونگار کا کام ہوتا ہے۔ خلیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر عمدہ نفیس قابل فخر مردوں اور ان کے علاوہ میں سے عرب کے ہاں عبقری ہے اور اسی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے "میں نے عمر جیسا حیرت انگیز شخص نہیں دیکھا جو اس کی طرح سیراب کرتا ہو۔"

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ﴿۷۸﴾

ترجمہ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے بڑا برکت والا ہے نام آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے۔

تفسیر ﴿۷۷﴾ "فبایّ آلاء ربّکما تکذبن. ﴿۷۸﴾ تبارک اسم ربّک ذی الجلال والاکرام" اہل شام نے۔ "ذو الجلال" واؤ کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح ان کے مصاحف میں ہے اسم پر جاری کرتے ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرتے تو اتنی مقدار بیٹھتے کہ "اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام" پڑھ لیں۔

سُوْرَةُ الْوَاقِعَه

مکی ہے اور اس کی چھیانوے (۹۶) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۞ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۞ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۞ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۞ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۞ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا ۞ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۞ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۞

ترجمہ: جب قیامت واقع ہوگی جس کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں ہے تو وہ (بعض کو) پست کردے گی اور بعض کو بلند کردے گی جبکہ زمین کو سخت زلزلہ آوے گا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے سو جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں۔

تفسیر: ❶ "اذا وقعت الواقعة" جب قیامت قائم ہوگی اور کہا گیا ہے جب قیامت کی چیخ نازل ہوگی اور وہ نفخہ اخیرہ ہے۔

❷ "لیس لوقعتها" اس کے آنے کے لیے "کاذبة" جھوٹ۔ جیسا کہ اس کا قول ہے "لاتسمع فیها لاغیة" یعنی لغو۔ یعنی وہ حق و سچ واقع ہوگی اور "کاذبة" اسم ہے "عافیة" اور "نازلة" کی طرح۔

❸ "خافضة رافعة" کچھ قوموں کو جہنم کی طرف پست کرے گی اور دوسری قوموں کو جنت کی طرف بلند کرے گی۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ان قوموں کو پست کرے گی جو دُنیا میں بلند ہوتی تھیں اور ان قوموں کو بلند کرے گی جو دُنیا میں کمزور ضعیف سمجھی جاتی تھیں۔

❹ "اذا رجت الارض رجًا" حرکت دی جائے گی اور جھٹکے دی جائے گی۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ جب اس کی طرف وحی کریں گے تو وہ مضطرب ہو کر کئی ٹکڑے ہو جائے گی۔ مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں حرکت دی جائے گی جیسا کہ بچہ کو جھولے میں حرکت دی جاتی ہے حتیٰ کہ اس پر موجود ہر تعمیر گر جائے گی اور اس پر موجود پہاڑ وغیرہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور الرج کی اصل حرکت دینا کہا جاتا ہے "رججته فارتج"

❺ "وبست الجبال بسًا" عطاء، مقاتل اور مجاہد رحمہم اللہ فرماتے ہیں ٹکڑے کیے جائیں گے۔ پس وہ تر کیے ہوئے آٹے کی

طرح ہو جائیں گے۔ سعید بن مسیب اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں توڑے جائیں گے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں زمین کے اوپر چلائے جائیں گے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنی جڑ سے اکھاڑے جائیں گے تو ختم ہو جائیں گے۔ اس کی نظیر "فقل ینسفها ربی نسفا" ہے۔ ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ریت کے بچھے ہوئے ٹیلے کر دیئے گئے، بعد اس کے کہ وہ لمبے بلند تھے۔

6 "فکانت هباء منبثا" غبار متفرق اس کی طرح جب سوراخ سے سورج کی روشنی اندر داخل ہو تو اس روشنی میں دیکھا جاتا ہے وہ هباء ہے۔ 7 "وکنتم ازواجا" اقسام "ثلاثة"

اصحاب الیمین کون لوگ ہوں گے

8 پھر اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا "فاصحاب المیمنة" وہ لوگ ہیں جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جنت کے لیے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو آدم علیہ السلام کی دائیں جانب تھے جب ان کی اولاد ان کی پشت سے نکالی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا یہ لوگ جنت میں ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ حسن اور ربیع رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ صاحب برکت تھے اور ان کی زندگیاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزریں اور تابعین باحسان ہیں پھر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تعجب کیا اور فرمایا "ما اصحاب المیمنة" اور یہ ایسے ہے جیسے کہا جاتا ہے زید ما زید مراد ہوتا ہے زید سخت ہے۔

وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿9﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿10﴾ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿11﴾ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿12﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿13﴾ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ﴿14﴾ عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿15﴾ مُّتَّکِئِیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ ﴿16﴾

ترجمہ: اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں اور جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجے کے ہیں (اور) وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ) خاص قرب رکھنے والے ہیں یہ (مقرب) لوگ آرام کے باغوں میں ہوں گے ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے سے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے وہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

تفسیر: 9 "واصحاب المشئمة ما اصحاب المشئمة" یعنی بائیں جانب والے اور عرب بائیں ہاتھ کا نام الشؤمی رکھتے ہیں اور اسی سے شام اور یمن کا نام رکھا گیا۔ اس لیے کہ یمن کعبہ کی دائیں جانب اور شام اس کی بائیں جانب ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو لیا جائے گا بائیں جانب جہنم کی طرف اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو آدم

علیہ السلام کی بائیں جانب تھے، ان کی اولاد کے نکالنے کے وقت اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا یہ لوگ جہنم میں ہوں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو خود پر منحوس بے برکت ہیں اور ان کی عمریں نافرمانیوں میں گزریں۔

⑩ "**والسابقون السابقون**" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہجرت کی طرف سبقت کرنے والے وہی آخرت میں سبقت کرنے والے ہیں اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسلام کی طرف سبقت کرنے والے۔ ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "**والسابقون الاوّلون من المهاجرين والانصار**" ہے۔ ربیع بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں دُنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو قبول کرنے میں سبقت کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ آخرت میں جنت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی بات کو ایمان لانے کے ساتھ قبول کرنے والے اور علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پانچ نمازوں کی طرف اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہاد کی طرف۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو توبہ اور نیکی کے اعمال کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "**سابقوا الی مغفرة من ربكم**" پھر ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا "**اولئک يسارعون في الخيرات وهم لها سابقون**" ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہر اس چیز کی طرف سبقت کرنے والے ہیں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے بلایا ہے اور کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے فرمایا یہ اہل قرآن ہیں اور کہا گیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو مسجد کی طرف جانے میں پہل کرتے ہیں اور اللہ کے راستے میں نکلنے میں بھی اور قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر خیر کی طرف۔

⑪ "**اولئک المقربون**" اللہ سے۔

⑫ "**فی جنات النعیم** ⑬ **ثلّة من الاوّلين**" گزشتہ اُمتوں میں سے آدم علیہ السلام کے وقت سے ہمارے نبی علیہ السلام کے زمانہ تک اور "ثلّة" وہ جماعت جن کی تعداد شمار میں نہ آسکے۔

⑭ "**وقليل من الآخرين**" یعنی اس اُمت میں سے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں جن لوگوں نے آدم علیہ السلام کے وقت سے تمام انبیاء علیہم السلام کا معائنہ کیا اور ان کی تصدیق کی۔ یہ ان سے زیادہ ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معائنہ کیا۔

⑮ "**علىٰ سرر موضونة**" بُنے ہوئے۔ جیسا کہ چٹائی بُنی جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے میں داخل ہوتے ہیں۔ مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں یہ وہ ہے جو سونے اور جواہرات کے ساتھ بُنی جائے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں "**موضونة مصفوفة**" کے معنی میں ہے یعنی صف در صف بچھے ہوئے۔

⑯ "**متكئين عليها متقابلين**" وہ ایک دوسرے کی پیٹھ کو نہ دیکھیں گے۔

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ⑰ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ⑱ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ⑲ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ⑳ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا

یَشْتَھُوْنَ ㉑ وَحُوْرٌ عِیْنٌ ㉒ کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ ㉓

ترجمہ ان کے آس پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمدورفت کیا کریں گے آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جاوے گا نہ ان کو اس سے دردسر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور ہوگا اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہوگا اور ان کے لئے گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی (مراد حوریں ہیں) جیسے (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا۔

تفسیر ⑰ "یطوف علیهم" خدمت کے لیے۔ "ولدان" لڑکے "مخلدون" نہ مریں گے اور نہ بوڑھے ہوں گے اور نہ ان کی حالت تبدیل ہوگی۔ فراء کہتے ہیں جو شخص بوڑھا ہو جائے اور سر کے بال دور نگے جیسے ہو جائیں تو عرب اس کو مخلد کہتے ہیں۔ ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں لڑکے جو ایک حالت سے دوسری کی طرف منتقل نہ ہوں گے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مقرطون یعنی بالیاں پہنائے ہوئے ہوں گے۔ کہا جاتا ہے "خلد جارية" جب اس کو خلد کے ذریعے مزین کرے اور خلد قرط (بالی) ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اہل دُنیا کی وہ اولاد ہوگی جن کی نہ نیکیاں ہوں گی کہ ان پر ثواب دیا جائے اور نہ گناہ ہوں گے جن پر سزا دی جائے اس لیے کہ جنت میں اولاد نہ ہوگی تو یہ اہل جنت کے خادم ہوں گے۔

⑱ "باکواب و اباریق" اکواب کوب کی جمع ہے اور یہ گول منہ والے پیالے ان کے کڑے نہ ہوں اور "اباریق وھی ذوات الخراطیم" سمیت "اباریق لبریق لونها من الصفاء. وكاس من معين" چھلکتی ہوئی شراب کے۔

⑲ "لایصدعون عنها" اس کے پینے سے ان کے سروں میں درد نہ ہوگا۔ "ولا ینزفون" یعنی نشہ نہ ہوگا۔ یہ اس وقت جب زاء کے زبر کے ساتھ پڑھا جائے اور جس نے زیر دی تو اس کا معنی ان کی شراب ختم نہ ہوگی۔

⑳ "وفاكهة مما يتخيرون" جو چاہیں گے لیں گے، کہا جاتا ہے "تخيرت الشي" جب تو اس کا بہترین حصہ لے۔

㉑ "ولحم طير مما يشتهون" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس کے دل میں پرندے کے گوشت کا خیال آئے گا تو جو وہ چاہے گا اس کے سامنے بن کر آ جائے گا اور کہا گیا ہے کہ آدمی کے برتن میں سج کر آ جائے گا، پھر وہ اس کو کھائے جتنا چاہے گا پھر وہ اُڑ کر چلا جائے گا۔

حور عین کی تفسیر

㉒ "وحور عين" ابوجعفر، حمزہ، کسائی نے راء اور نون کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی وبحور عین اس کو اللہ تعالیٰ کے قول "باکواب و اباريق و فاكهة ولحم طير" کے اعراب میں تابع کر دیا ہے۔ اگرچہ معنی میں مختلف ہیں۔ جیسا کہ شاعر کا قول ہے: "جب گانے والیاں ایک دن ظاہر ہوئیں، انہوں نے اپنی آبرو اور آنکھوں کو لمبا اور باریک کیا۔"

حالانکہ آنکھ کو لمبا اور باریک نہیں کیا جاتا آنکھ میں تو سرمہ ڈالا جاتا ہے اور اس کی مثل کلام میں بہت زیادہ ہے اور کہا گیا ہے

کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کا میووں اور پرندوں کے گوشت اور حورعین کے ذریعے اکرام کیا جائے گا اور باقی حضرات نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے یعنی ان پر حورعین چکر لگائیں گی اور اخفش فرماتے ہیں اس کو رفع دیا گیا ہے اس معنی پر کہ "لھم" حورعین اور حورعین کی تفسیر میں آیا ہے کہ سفید موتی آنکھوں والی ہوں گی۔

23 "کامثال اللؤلؤ المکنون" جو سیپیوں میں چھپی ہوئی ہیں ان کو ہاتھوں نے نہیں چھوا اور روایت کیا گیا ہے کہ جنت میں نور بلند ہوگا تو وہ کہیں گے یہ کیا ہے تو ان کو کہا جائے گا حور کے دانتوں کی چمک ہے جو اپنے خاوند کے سامنے ہنسی ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ حور جب چلے گی تو پازیبوں کی تقدیس اس کی پنڈلیوں سے سنی جائے گی اور کنگنوں کی تمجید اس کی کلائیوں سے اور یاقوت کا ہار اس کی گردن سے ہنسے گا اور اس کے دونوں پاؤں میں سونے کے دو جوتے ہوں گے ان کے تسمے موتی کے ہوں گے وہ تسبیح گنگنائیں گے۔

جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ 24 لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا 25 اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا 26 وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ 27 فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ 28 وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ 29 وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ 30 وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ 31

ترجمہ: یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا (اور) وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ کوئی بیہودہ بات بس (ہر طرف سے) سلام ہی سلام کی آواز آوے گی اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے کیسے اچھے ہیں وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی اور تہ بتہ کیلے ہوں گے اور لمبا لمبا سایہ ہوگا اور چلتا ہوا پانی ہوگا۔

تفسیر: 24 "جزآء بما کانوا یعملون"

25 "لایسمعون فیھا لغوا ولا تاثیما. 26 الا قیلا" یعنی قول "سلاما سلاما" ان دونوں پر نصب اللہ تعالیٰ کے قول قیلا کے اتباع کی وجہ سے ہے۔ یعنی وہ سنیں گے قول "سلاما سلاما" کا۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ پھر اصحاب الیمین کو ذکر کیا اور ان کی شان سے تعجب کیا۔ پس فرمایا:

27 "واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین، 28 فی سدر مخضود" اس میں کوئی کانٹا نہ ہوگا گویا کہ اس کے کانٹے کاٹ دیئے گئے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہاتھوں کو نہ کاٹے گا۔ ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ایسا جس میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ فرمایا جنت کے پھلوں میں سے کوئی غلاف اور چھلکے میں نہ ہو جیسا کہ دُنیا میں ہوتا ہے لوبیا وغیرہ بلکہ وہ سارے کھائے پیئے جائیں گے اور سونگھے جائیں گے اور دیکھے جائیں گے۔ ضحاک اور مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ جو بوجھ سے جھکے ہوئے ہوں۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے پھل مٹکوں سے بڑے ہوں گے۔ ابوالعالیہ اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں اور مسلمان نے وج کی طرف دیکھا، یہ طائف میں سرسبز وادی ہے تو

ان کے بیران کو بڑے اچھے لگے تو انہوں نے کہا کاش ہمارے لیے اس کی مثل ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

㉙ "وطلح" کیلے کا درخت۔ اس کا واحد "طلحة" ہے۔ اکثر مفسرین رحمہم اللہ سے یہی منقول ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ کیلے کا درخت نہیں لیکن یہ ایسا درخت ہے جس کا ٹھنڈا عمدہ سایہ ہوتا ہے۔ فراء اور ابوعبیدہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں "الطلح" عرب کے نزدیک بڑا درخت اس کے کانٹے ہوں اور مجاہد نے حسن بن سعید سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پڑھا "وطلح منضود" تو فرمایا "الطلح" کی کیا شان ہے؟ یہ تو طلع منضود ہے پھر پڑھا "طلعها هضيهم" میں نے کہا اے امیر المؤمنین یہ مصاحف میں حاء کے ساتھ ہے تو آپ اس کو تبدیل کیوں نہیں کر دیتے؟ تو فرمایا بے شک آج کے دن اس میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی اور المعضو دتہہ بتہہ جو پک چکا ہو اپنے تمام بوجھ کے ساتھ یہ ظاہر ٹہنی نہیں ہے۔ مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنت کے درخت ان کے شگوفوں، تنوں سمیت سارا پھل ہے۔

㉚ "وظل ممدود" ہمیشہ کا اس کو سورج ختم نہ کرے گا اور عرب اس چیز کو ممدود کہتے ہیں جو ختم نہ ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے سوار اس کے سائے میں سو سال چلے گا اس کا سایہ طے نہ کر سکے گا۔ عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول "وظل ممدود" کے بارے میں نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں جنت میں درخت ہے عرش کے پائے پر اس کی طرف اہل جنت نکلیں گے۔ اس کے نیچے بیٹھ کر گپ شپ کریں گے اور ان میں سے بعض دُنیا کے لہو کی چاہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ جنت سے ایک ہوا بھیجیں گے تو یہ درخت دُنیا کے ہر لہو (گانے وغیرہ) کے ساتھ حرکت کرے گا۔

㉛ "وماء مسكوب" بہایا ہوا جو ہمیشہ چلے گا کبھی ختم نہ ہوگا۔

وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿٣٣﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿٣٤﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿٣٦﴾

ترجمہ اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی اور اونچے اونچے فرش ہوں گے ہم نے (وہاں کی) ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔

تفسیر ㉜ "وفاكهة كثيرة ㉝ لامقطوعة ولا ممنوعة" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جب ان کو توڑا جائے گا تو ختم نہ ہوں گے اور جو ان کو لینے لگے گا اس کو روکا نہ جائے گا اور ان میں سے بعض نے کہا ہے زمانوں کی وجہ سے ختم نہ ہوں گے اور قیمت کی وجہ سے روکا نہ جائے گا۔ جیسا کہ دُنیا کے اکثر پھل جب سردی آ جائے تو ان تک قیمت کے بغیر نہیں پہنچا جا سکتا اور قتیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ان پر باڑ نہ لگائی جائے گی جیسا کہ دُنیا کے پھلوں پر لگائی جاتی ہے اور حدیث میں آیا ہے جنت کے پھلوں میں سے کوئی نہیں توڑا جاتا تا مگر اللہ اس کی جگہ دوگنا کر دیتے ہیں۔

㉞"وفرش مرفوعة" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا"وفرش مرفوعة"تختوں پر اور مفسرین رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے کہا ہے ایک دوسرے کے اوپر پس وہ بلند رکھے ہوئے ہوں گے۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے دونوں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے قول"وفرش مرفوعة" کے بارے میں فرمایا کہ ان کا بلند ہونا آسمان اور زمین کے درمیان کی طرح ہے اور بے شک آسمان اور زمین کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور کہا گیا ہے کہ فرش سے عورتیں مراد ہیں اور عرب عورت کا نام فراش اور لباس رکھتے ہیں استعارہ کی بناء پر۔ "مرفوعة" خوبصورتی اور مرتبہ میں دُنیا کی عورتوں پر بلند ہوں گی۔اس تاویل کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ہے جو اس کے بعد ہے۔

㉟"انا انشأناهن انشاء" ہم نے ان کو نئی پیدائش دی۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یعنی بوڑھی کھچڑی بالوں والی عورتوں کو۔فرماتے ہیں ہم نے ان کو بڑھاپے کے بعد دوسری پیدائش دی۔

㊱"فجعلناهن ابكارا" کنواریاں۔حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک بوڑھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسول!(صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ سے دُعا کریں کہ وہ مجھے جنت میں داخل کردیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اے فلاں کی ماں، بے شک جنت میں بوڑھیاں داخل نہ ہوں گی تو وہ رونے لگی۔آپ علیہ السلام نے فرمایا اس کو خبر دو کہ وہ بوڑھے ہونے کی حالت میں داخل نہ ہوگی بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"انا انشأناهن انشاء فجعلناهن ابكارا"انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ کے قول"انا انشأناهن انشاء" کے بارے میں آپ علیہ السلام نے فرمایا دُنیا میں بالکل بوڑھیاں تھیں"فجعلناهن ابكارا"اور مسیب بن شریک فرماتے ہیں وہ دُنیا کی بوڑھیاں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو نئی خلقت دی جب بھی ان کے پاس ان کے خاوند آئیں گے ان کو کنواری پائیں گے اور مسیب نے اپنے غیر سے ذکر کیا ہے کہ ان کو حورعین پر ان کے دُنیا میں نماز پڑھنے کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔مقاتل رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ فرماتے ہیں وہ حورعین ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا، ان پر کوئی ولادت وضع نہ ہوگی۔پس ان کو کنواریاں بنایا اور وہاں کوئی تکلیف نہ ہے۔

عُرُبًا اَتْرَابًا ㊲ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ㊳ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ㊴ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ㊵

ترجمہ: محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لئے ہیں ان (اصحاب الیمین) کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں ہوگا۔

تفسیر: ㊲"عربا" حمزہ اور اسماعیل نے نافع اور ابوبکر رحمہما اللہ سے پڑھا ہے"عربا" راء کے سکون کے ساتھ باقی حضرات نے اس کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور وہ عروب کی جمع ہے۔یعنی عشق کرنے والیاں اپنے خاوندوں کی محبوب، حسن اور مجاہد اور قتادہ اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ نے فرمایا ہے اور والبی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور عکرمہ نے ان سے روایت کیا ہے"ملقة"دل لبھانے والیاں اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ناز کرنے والیاں۔اُسامہ نے اپنے والد سے کہا ہے عربا عمدہ کلام والیاں"اترابا"عمر میں برابر ایک عمر پر۔

آیت عرباً اترابا کی تفسیر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے، بے ریش، سفید گھنگھریالے بالوں والے، سرگیں آنکھوں والے، تینتیس (۳۳) سال کے آدم علیہ السلام کی خلقت پر اس کی لمبائی (۶۰) ساٹھ گز سات گز میں ہوگی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادنیٰ جنتی کے اسّی (۸۰) ہزار خادم اور بہتر (۷۲) بیویاں ہوں گی اور اس کے لیے موتیوں، زمرد اور یاقوت کا گنبد بنایا جائے گا۔ جیسا کہ جابیہ سے صنعاء تک کا فاصلہ ہے اور اس سند سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے چہرے کی طرف اس کے رُخساروں میں دیکھا جائے گا وہ شیشہ سے زیادہ صاف ہوگا اور بے شک ادنیٰ موتی اس پر مشرق ومغرب کے درمیان کو روشن کردے گا اور بے شک اس پر ستر کپڑے ہوں گے اس سے نگاہ پار ہو جائے گی حتیٰ کہ اس کی پنڈلی کا گودہ ان کے نیچے سے دیکھا جائے گا اور اسی سند سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا جو شخص چھوٹا یا بڑا اہل جنت میں سے مرجائے وہ تیس سال کے جنت میں اُٹھائے جائیں گے اس پر کبھی زیادہ نہ ہوں گے اور اسی طرح اہل جہنم ہیں اور اسی سند سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا بے شک ان پر تیجان ہوں گی۔ بے شک اس میں ادنیٰ موتی مشرق ومغرب کے درمیان کو روشن کردے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ادنیٰ مرتبہ کا جنتی اور ان سے کم کوئی نہ ہوگا اس پر صبح وشام دس ہزار خادم آئے جائیں گے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ عمدہ بات ہوگی جو اس کے ساتھی کے پاس نہ ہوگی۔

㊳ "لاصحاب الیمین" مراد یہ ہے کہ ہم نے ان کو پیدا کیا اور اصحاب یمین کے لیے۔

㊴ "ثلّة من الاوّلین" ان مؤمنین میں سے جو اس اُمت سے پہلے تھے۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ کی تفسیر

㊵ "وثلّة من الآخرین" اس اُمت کے مؤمنین میں سے۔ یہ عطاء اور مقاتل رحمہم اللہ کا قول ہے۔ عروۃ بن رویم سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر "ثلّة من الاوّلین و قلیل من الآخرین" نازل کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا اے اللہ کے نبی! ہم اللہ کے رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اس کی تصدیق کی اور ہم میں سے کون نجات پائے گا؟

تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "ثلّة من الاوّلین وثلة من الآخرین" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں نازل کیا ہے جو تو نے کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اپنے رب سے

راضی ہوئے اور ہم نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام سے ہم تک ایک "ثُلّة" ہے اور مجھ سے قیامت تک ایک "ثُلّة" ہے اور اس کو مکمل نہیں کریں گے مگر دو سیاہ لوگ اونٹوں کے چرانے والوں میں سے ان میں جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے تو فرمایا مجھ پر اُمتیں پیش کی گئیں تو ایک نبی گزرے اور ان کے ساتھ ایک آدمی تھا اور ایک نبی گزرے اور ان کے ساتھ دو آدمی تھے اور ایک نبی گزرے ان کے ساتھ ایک جماعت تھی اور ایک نبی گزرے ان کے ساتھ کوئی نہ تھا اور میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے اُفق کو بند کر دیا تو میں نے اُمید کی کہ یہ میری اُمت ہو تو کہا گیا یہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ ہیں پھر مجھے کہا گیا اب دیکھیں تو میں نے دیکھا ایک بہت بڑی جماعت ہے جس نے اُفق کو بند کر دیا ہے تو مجھے کہا گیا آپ یہ یہ دیکھیں تو میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے اُفق کو بند کر دیا تو کہا گیا یہ آپ علیہ السلام کو بلند کر دیا تو کہا گیا یہ آپ علیہ السلام کی اُمت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر لوگ متفرق ہو گئے اور ان کو بیان نہیں کیا گیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ایک دن یاد کیا کہنے لگے ہم شرک میں پیدا ہوئے لیکن ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے لیکن یہ ہماری اولاد تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو بدفال نہیں نکالتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور داغ نہیں لگاتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں تو عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور فرمایا اور کہا کیا میں ان میں سے ہوں گا یا رسول اللہ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں تو دوسرے شخص کھڑے ہوئے اور کہا کیا میں ان میں سے ہوں گا؟

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تحقیق آپ سے اس بارے میں عکاشہ رضی اللہ عنہ سبقت کر گئے ہیں اور اس کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ آج کے دن مجھ پر انبیاء علیہم السلام پیش کیے گئے اپنے متبعین کے ساتھ حتیٰ کہ مجھ پر موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی بڑی جماعت لے کر آئے جب میں نے ان کو دیکھا تو انہوں نے مجھے تعجب میں ڈال دیا تو میں نے پوچھا اے میرے رب یہ لوگ؟ کہا گیا یہ آپ علیہ السلام کے بھائی موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لوگ ہیں تو میں نے کہا اے میرے رب! پس میری اُمت کہاں ہے؟ کہا گیا آپ علیہ السلام اپنے دائیں جانب دیکھیں۔ پس اچانک مکہ کے ٹیلے لوگوں کی وجہ سے بند کر دیئے گئے تھے۔ کہا گیا یہ آپ علیہ السلام کی اُمت ہے کیا آپ راضی ہیں، میں نے کہا میرے رب میں راضی ہوں، اے میرے رب! میں راضی ہوں۔ کہا گیا اپنے بائیں جانب دیکھیں۔ پس اچانک اُفق لوگوں کی وجہ سے بند کر دیا گیا۔ یہ آپ علیہ السلام کی اُمت ہے کیا آپ علیہ السلام راضی ہیں؟

میں نے کہا اے میرے رب! میں راضی ہوں تو کہا گیا ان لوگوں کے ساتھ ستر ہزار جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے تو اللہ کے نبی نے فرمایا کہ اگر تم طاقت رکھو تو ان ستر ہزار میں سے ہو جاؤ اور اگر تم عاجز ہو جاؤ اور کوتاہی کر بیٹھو تو ٹیلوں والوں میں سے ہو جاؤ اور اگر تم عاجز ہو جاؤ اُفق والوں میں سے ہو جاؤ کیونکہ تحقیق میں نے وہاں لوگوں کو دیکھا ہے کہ بہت بڑی تعداد

میں جمع تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خیمہ میں تھے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم راضی ہو کہ تم اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں۔ فرمایا کیا تم راضی ہو کہ تم اہل جنت کا تیسرا حصہ ہو، ہم نے کہا جی ہاں۔ فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، میں اُمید کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کا نصف ہو گے کیونکہ جنت میں صرف مسلمان نفس داخل ہوگا اور تم اہل شرک کے مقابلہ میں ایسے ہو جیسے سفید بال سیاہ بیل کی کھال میں یا سیاہ بال سرخ بیل کی کھال میں اور ایک جماعت اس جانب گئی ہے کہ یہ دونوں "ثلّة" اس اُمت میں سے ہیں اور یہ ابوالعالیہ، مجاہد اور عطاء بن ابی رباح اور ضحاک رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ان حضرات نے کہا "ثلّة من الاوّلین" اس اُمت کے سابقین میں سے۔ "وثلّة من الآخرین" اس اُمت سے آخر زمانہ میں۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی آیت کے بارے میں نقل کیا ہے۔ "ثلّة من الاوّلین وثلّة من الآخرین" کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں میری اُمت میں سے ہیں۔

وَاَصۡحٰبُ الشِّمَالِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ﴿41﴾ فِیۡ سَمُوۡمٍ وَّ حَمِیۡمٍ ﴿42﴾ وَّ ظِلٍّ مِّنۡ یَّحۡمُوۡمٍ ﴿43﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِیۡمٍ ﴿44﴾ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِكَ مُتۡرَفِیۡنَ ﴿45﴾ وَكَانُوۡا یُصِرُّوۡنَ عَلَی الۡحِنۡثِ الۡعَظِیۡمِ ﴿46﴾ وَكَانُوۡا یَقُوۡلُوۡنَ اَئِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿47﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿48﴾ قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِیۡنَ وَالۡاٰخِرِیۡنَ ﴿49﴾ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ اِلٰی مِیۡقَاتِ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿50﴾ ثُمَّ اِنَّكُمۡ اَیُّهَا الضَّآلُّوۡنَ الۡمُكَذِّبُوۡنَ ﴿51﴾ لَاٰكِلُوۡنَ مِنۡ شَجَرٍ مِّنۡ زَقُّوۡمٍ ﴿52﴾ فَمَالِـُٔوۡنَ مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ ﴿53﴾ فَشٰرِبُوۡنَ عَلَیۡهِ مِنَ الۡحَمِیۡمِ ﴿54﴾ فَشٰرِبُوۡنَ شُرۡبَ الۡهِیۡمِ ﴿55﴾ هٰذَا نُزُلُهُمۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ ﴿56﴾

ترجمہ اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں وہ لوگ آگ میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش ہوگا وہ لوگ ان کے قبل (یعنی دنیا میں) بڑی خوشحالی میں رہتے تھے اور بڑے بھاری گناہ (یعنی شرک وکفر) پر اصرار کیا کرتے تھے اور یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی ہڈیاں (ہوکر) رہ گئے تو کیا (اس کے بعد) ہم دوبارہ زندہ کئے جاویں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (زندہ کئے جاویں گے) آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کئے جاویں گے ایک معین تاریخ کے وقت پھر (جمع ہونے کے بعد) تم کو اے گمراہو جھٹلانے والو درخت زقوم سے کھانا ہوگا پھر اس سے پیٹ بھرنا ہوگا پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا پھر پینا بھی پیاسے اونٹوں کا سا (غرض) ان لوگوں کی قیامت کے روز یہ دعوت ہوگی۔

تفسیر ㊶ "واصحاب الشمال ما اصحاب الشمال

㊷ فی سموم" گرم ہوا۔ "وحمیم" گرم اُبلتے ہوئے پانی۔

㊸"وظل من يحموم" دھواں سخت سیاہ۔ عرب کہتے ہیں اسود يحموم جب سخت سیاہ ہو اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آگ سیاہ ہے اور اسی کے اہل سیاہ تر اور ہر چیز جس میں سیاہی ہو۔ ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اليحموم" آگ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

㊹"لابارد ولا كريم" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہ ٹھنڈی جگہ اور نہ اچھا منظر ہے اور سعید بن میسب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہ معزز ہے اور نہ اچھا۔ اس کی نظیر "من كل زوج كريم" ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں عمدہ۔

㊺"انهم كانوا قبل ذلك" یعنی دُنیا میں "مترفين" خوش عیش تھے۔

㊻"وكانوا يصرون" قائم رہتے تھے۔ "على الحنث العظيم" کبیرہ گناہ پر اور وہ شرک ہے۔ شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الذنب العظيم" جھوٹی قسم "يمين غموس" ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ قسمیں کھاتے تھے کہ وہ نہیں اُٹھائے جائیں گے اور اس میں انہوں نے جھوٹ بولا۔

㊼"وكانوا يقولون ائذامتنا وكنا ترابا وعظاماء انا لمبعوثون" ابوجعفر، نافع اور یعقوب رحمہم اللہ نے "ائذا" استفہام کے ذریعے پڑھا ہے۔ "انّا" استفہام کو چھوڑ کر اور دیگر حضرات نے دونوں میں استفہام کے ساتھ پڑھا ہے۔

㊽"او آباؤنا الاوّلون ㊾قل ان الاوّلين والآخرين ㊿لمجموعون الى ميقات يوم معلوم.

(51)ثم انكم ايها الضالّون المكذبون. (52)لآكلون من شجر من زقوم. (53)فمالئون منها البطون.

(54)فشاربون عليه من الحميم. (55)فشاربون شرب الهيم" اہل مدینہ اور عاصم اور حمزہ نے "شرب" شین کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے شین کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ پس فتح مصدر کی بناء پر اور پیش اسم کی بناء پر جو مصدر کے معنی میں ہے۔ جیسے ضعف "والهيم" پیاسے اونٹ۔ عکرمہ اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں "الهيام" بیماری ہے جو اونٹ کو لگتی ہے جس کی وجہ سے وہ سیر نہیں ہوتا اور پانی پیتے پیتے مرجاتا ہے۔ کہا جاتا ہے "جمل اهيم" اور "ناقة هيماء" اور "الابل هيم" اور ضحاک اور ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الهيم" نرم زمین ریت والی۔

(56)"هذا نزلهم" یعنی جو زقوم اور حمیم ذکر کیا گیا ہے یعنی ان کا رزق اور ان کی غذا ہوگا۔ "يوم الدين" جس دن ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا پھر ان پر بعث میں حجت ذکر کی۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿57﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿58﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿59﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿60﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿61﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿62﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿63﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿64﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿65﴾

ترجمہ: ہم نے تم کو (اول بار) پیدا کیا ہے (جس کو تم بھی تسلیم کرتے ہو) پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے اچھا پھر یہ بتلاؤ تم جو عورتوں کے رحم میں منی پہنچاتے ہو اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو (معین وقت پر) ٹھہرا رکھا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری جگہ اور تم جیسے آدمی پیدا کردیں اور تم کو ایسی صورت میں بنا دیں جن کو تم جانتے بھی نہیں اور تم کو اول پیدائش کا علم حاصل ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ (تخم وغیرہ) بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو اس پیداوار کو چورا چورا کردیں پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ گے۔

تفسیر: 57 "نحن خلقناکم" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم نے تمہیں پیدا کیا اور تم کچھ بھی نہ تھے اور تم اس کو جانتے ہو۔ "فلولا" پس کیوں نہیں۔ "تصدقون" بعث کی۔

58 "افرأیتم ما تمنون" رحموں میں ٹپکاتے ہو نطفوں سے۔

59 "ء انتم تخلقونہ" یعنی جو تم منی ڈالتے ہو کیا تم اس کو انسان بناتے ہو۔ "ام نحن الخالقون. 60 نحن قدّرنا" ابن کثیر رحمہ اللہ نے دال کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے اس کی شد کے ساتھ اور یہ دو لغتیں ہیں۔ "بینکم الموت" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں پس تم میں سے بعض وہ ہیں جو بڑھاپے کو پہنچتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو بچپن یا جوانی میں مرجاتے ہیں۔

اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی تقدیر یہ ہے کہ اس نے اہل آسمان اور اہل زمین کو اس میں برابر کردیا ہے۔ اس تفصیل پر "قدّرنا" کا معنی قضینا ہوگا۔ "وما نحن بمسبوقین" مغلوب عاجز تمہارے ہلاک کرنے سے تمہاری مثل کے ساتھ تمہیں بدلنے سے۔

61 پس یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے "علی ان نبدّل امثالکم" یعنی ہم لائیں مخلوق تمہاری مثل تمہارے بدلہ میں۔ "وننشئکم" ہم تمہیں پیدا کریں۔ "فیما لا تعلمون" صورتوں میں سے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس مخلوق میں ہم چاہیں اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ہم تمہاری صفات کو تبدیل کردیں پس تمہیں بندر و خنزیر بنا دیں۔ جیسا کہ ہم نے تم سے پہلے لوگوں کے ساتھ کیا۔ یعنی اگر ہم ارادہ کریں کہ ہم یہ کریں تو یہ ہم سے نہ چھوٹے گا اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں "فیما لاتعلمون" یعنی سیاہ پرندوں کے گھونسلوں میں جو برھوت یمن کی ایک وادی میں ہوتے ہیں۔ گویا کہ وہ درندوں کے چنگل میں۔

62 "ولقد علمتم النشأۃ الاولیٰ" پہلی تخلیق جب تم کچھ نہ تھے۔ "فلولا تذکرون" کہ میں قادر ہوں تمہارے لوٹانے پر جیسا کہ میں تمہارے دشمنوں پر قادر تھا۔

63 "افرأیتم ما تحرثون" یعنی زمین میں بیج ڈالتے ہو۔

64 "ء انتم تزرعونہ" تم اس کو اُگاتے ہو۔ "ام نحن الزارعون" اُگانے والے ہیں۔

65 "لو نشآء لجعلناہ حطاما" عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں بوسہ جس میں کوئی دانہ نہ ہو اور کہا گیا ہے ٹکڑے ٹکڑے

جس سے کھانے اور غذاء میں نفع نہ حاصل کیا جاسکے۔ "فظلتم" اس کی اصل "فظللتم" ہے دو لاموں میں سے ایک کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا گیا۔ "تفکھون" تم تعجب کرتے اس سے جو تمہاری کھیتی میں اُترا اور یہ عطاء، کلبی اور مقاتل رحمہم اللہ کا قول ہے اور کہا گیا ہے تم اپنے نفقات پر شرمندہ ہوتے ہو اور یہ یمان کا قول ہے اس کی نظیر "فاصبح یقلب کفیه علی ما انفق فیها" ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم اس معصیت پر شرمندہ ہوتے ہو جو تم سے پہلے ہو چکی جس نے یہ سزا واجب کی اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہو اور ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم غم کرتے ہو اور کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ فوت ہو جانے والی چیز پر افسوس کرنا ہے اور یہ اضداد میں سے ہے۔ عرب کہتے ہیں "تفکھت" یعنی میں نعمتوں میں ہوں اور "تفکھت" یعنی میں غمگین ہوں۔

اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾

ترجمہ کہ (اب کے تو) ہم پر تاوان ہی پڑ گیا بلکہ بالکل ہی محروم رہ گئے (یعنی سارا ہی سرمایہ گیا گزرا) اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں اگر ہم چاہیں اس کو کڑوا کر ڈالیں سو تم شکر کیوں نہیں کرتے اچھا پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ہم نے اس کو یاددہانی کی چیز اور مسافروں کے فائدے کی چیز بنایا ہے۔

تفسیر ﴿۶۶﴾ "انا لمغرمون" ابوبکر نے عاصم سے "ائنا" دو ہمزوں کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے خبر پر پڑھا ہے اور آیت کا مجاز ہے "فظلتم تفکھون" اور تم کہنے لگے "انا لمغرمون" اور مجاہد اور عکرمہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں ہم پر مصیبت آ پڑی ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے "معذبون" ہم عذاب دیئے گئے ہیں اور الغرام بمعنی عذاب اور ضحاک اور ابن کیسان رحمہما اللہ فرماتے ہیں ہم نے اپنے اموال کا تاوان دیا ہے اور جو ہم نے خرچ کیا ہے وہ ہم پر تاوان ہو گیا ہے اور مغرم وہ شخص جس کا مال بغیر عوض کے چلا گیا ہو۔

﴿۶۷﴾ "بل نحن محرومون" یعنی ہم اس سے محروم کیے گئے جو ہم کاشت میں غلہ تلاش کرتے تھے۔

(﴿۶۸﴾ تا ﴿۷۰﴾)......"افرأیتم الماء الذی تشربون. ء انتم انزلتموہ من المزن" بادلوں سے اس کا واحد "مزنۃ" ہے۔ "ام نحن المنزلون. لو نشاء جعلناہ اجاجا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں سخت نمکین۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کڑوا۔ "فلولا تشکرون"

⑪ "افرأیتم النار التی تورون" جوتم جلاتے ہواوراس کوتم اپنے چقماق کی اوپر والی لکڑی سے نکالتے ہو۔

⑫ "ء انتم انشأتم شجرتها" وہ جس سے آگ جلائی جاتی ہے اور وہ مرخ اور عفار درخت ہے۔"ام نحن المنشئون

⑬ نحن جعلناها" ہم نے اس کو یعنی دُنیا کی آگ کو پیدا کیا۔"تذکرة" بڑی آگ کے لیے۔ جب اس کو دیکھنے والا دیکھے گا تو جہنم کو یاد کرے گا۔ اس کو عکرمہ اور مجاہد اور مقاتل رحمہم اللہ نے کہا ہے اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں نصیحت جس کے ذریعے مؤمن نصیحت حاصل کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو آدم کی آگ جو وہ جلاتے ہیں جہنم کی آگ کے ستر جزء میں سے ایک جزء ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر یہی ہوتی تو کافی تھی۔ فرمایا اس جہنم کی آگ کو اس دُنیا کی آگ پر انہتر (۶۹) جزء فضیلت دی گئی ہے۔"ومتاعا" منفعت کا۔"للمقوین" مسافروں کے لیے۔ المقوی زمین میں پڑاؤ ڈالنے والا اور "القی القواء" چٹیل میدان جو آبادی سے دور ہو۔ کہا جاتا ہے قوت الدار جب وہ رہنے والوں سے خالی ہو اور معنی یہ ہے کہ اس سے جنگل کے رہنے والے لوگ اور مسافر نفع حاصل کرتے ہیں کیونکہ ان کا اس سے نفع حاصل کرنا مقیم لوگوں کی بنسبت بہت زیادہ ہے کیونکہ یہ رات کو آگ جلاتے ہیں تا کہ اس کے ڈر سے درندے بھاگ جائیں اور بھٹکے ہوئے مسافر راہ پالیں اور اس کے علاوہ بھی کئی منافع ہیں۔

یہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اور مجاہد اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "للمقوین" یعنی تمام لوگوں میں سے اس سے نفع اُٹھانے والوں کے لیے خواہ مسافر ہوں یا مقیم وہ تاریکی میں اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور ٹھنڈ سے گرمائش حاصل کرتے ہیں اور سالن روٹی پکانے میں نفع حاصل کرتے ہیں۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسافروں کے لیے پہنچنے کا ذریعہ ہے کہ اس کے ذریعے اپنے سفروں تک پہنچتے ہیں اس کو اپنے تھیلوں میں اُٹھا لیتے ہیں اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں بھوکوں کے لیے۔ عرب کہتے ہیں "اقویت منذ کذا او کذا" یعنی میں نے کچھ نہیں کھایا۔ قطرب رحمہ اللہ فرماتے ہیں "المقوی" اضداد میں سے ہے۔ فقیر کو "مقو" کہا جاتا ہے اس کے مال سے خالی ہونے کی وجہ سے اور مال دار کو "مقو" کہا جاتا ہے اس کی اپنے ارادہ پر طاقت کی وجہ سے۔ کہا جاتا ہے "اقوی الرجل" الرجل جب تو نے اس کو مویشی دیئے ہوں اور اس کا مال زیادہ ہو گیا ہو اور وہ قوت کی حالت میں ہو گیا ہو اور معنی یہ ہے کہ اس میں مال داروں اور فقراء سب کے لیے نفع ہے اس سے کوئی مستغنی نہیں ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ: سو آپ عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجیے سو میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے چھپنے کی اور اگر تم غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے کہ یہ ایک مکرم قرآن ہے جو ایک محفوظ کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں درج ہے کہ اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا۔

تفسیر ㊹"فسبح باسم ربک العظیم"

㊺"فلا اقسم بمواقع النجوم" اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی اقسم ہے اور لا صلہ ہے اور عیسیٰ بن عمر پڑھتے تھے فلاقسم تحقیق پر اور کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا قول "لا" اس کا رد ہے جو کفار قرآن کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ جادو، شعر اور کہانت ہے اس کا معنی ہے معاملہ ویسے نہیں جیسے تم کہتے ہو، پھر قسم کو شروع کیا اور کہا "اقسم بمواقع النجوم" حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے بموقع پڑھا ہے واحد کا صیغہ اور دیگر حضرات نے بمواقع پڑھا ہے جمع کا صیغہ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس سے قرآن کے نجوم (حصے) مراد ہیں کیونکہ قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر متفرق حصوں میں نازل ہوا ہے اور مفسرین رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ستاروں کے غروب اور گرنے کی جگہ مراد ہے اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کی منزلیں مراد ہیں اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کا ٹوٹ کر بکھر جانا ہے مراد ہے قیامت کے دن۔

㊻"وانه لقسم لو تعلمون عظيم ㊼انه" یعنی یہ کتاب اور یہ موضع قسم ہے۔"لقرآن کریم" غالب معزز ہے اس لیے کہ وہ اللہ کی کلام ہے۔ بعض اہل معانی فرماتے ہیں کریم وہ جس کی یہ شان ہو کہ خیر کثیر دے۔

㊽"فی کتاب مکنون" اللہ کے پاس لوح محفوظ میں محفوظ ہے شیاطین سے۔

لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کی تفسیر

㊾"لایمسه" یعنی اس چھپی ہوئی کتاب کو۔"الا المطهرون" اور وہ فرشتے ہیں جو پاکی کے ساتھ موصوف ہیں۔ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے اور یہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ اور ابو العالیہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور قتادہ و ابن زید فرماتے ہیں یہ فرشتے ہیں۔ حسان نے کلبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ لکھنے والے معزز فرشتے ہیں اور محمد بن فضل نے ان سے روایت کی ہے کہ اس کو صرف موحدین پڑھتے ہیں۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس سے منع کرتے تھے کہ یہود و نصاریٰ کو قرآن کی قرأت پر قدرت دی جائے۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا ذائقہ اور نفع وہی شخص محسوس کرے گا جو اس پر ایمان لایا اور ایک قوم نے کہا ہے۔ اس کا معنی، اس کو نہیں چھوتے مگر وہ جو حدث اور جنابت سے پاک ہیں اور آیت کا ظاہر نفی ہے اور اس کا معنی نہی ہے۔ انہوں نے فرمایا جنبی اور حائضہ اور بے وضو کے لیے قرآن کا اُٹھانا اور چھونا جائز نہیں ہے اور یہ عطاء، طاؤس، سالم، قاسم اور اکثر اہل علم کا قول اور اسی کے امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ قائل ہیں اور حکم اور حماد اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں بے وضو اور جنبی کے لیے مصحف اُٹھانا اور غلاف کے ساتھ چھونا جائز ہے اور پہلا اکثر فقہاء کا قول ہے۔ عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت ہے کہ اس خط میں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کے لیے لکھا تھا، یہ تھا کہ قرآن کو نہ چھوئے مگر پاک شخص اور قرآن سے مصحف ہے۔ اس کا نام قرآن رکھا ہے قرب جواز اور وسعت کی بناء پر۔ جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اس سے قرآن کے ساتھ سفر کیا جائے، دشمن کی زمین کی طرف اور اس سے مصحف مراد لیا ہے۔

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمہ: یہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے سو کیا تم لوگ اس کلام کو سرسری بات سمجھتے ہو اور تکذیب کو اپنی غذا بنا رہے ہو سو جس وقت روح حلق تک آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت تکا کرتے ہو۔

تفسیر: ﴿۸۰﴾ "تنزیل من ربّ العالمین" یعنی قرآن رب العالمین کی طرف سے اُتارا ہوا ہے۔ "منزّل" کا نام تنزیل رکھا گیا ہے لغت کی وسعت پر۔ جیسا کہ مقدور کو قدر کہا جاتا ہے اور مخلوق کو خلق۔

﴿۸۱﴾ "افبھذا الحدیث" یعنی قرآن۔ "انتم" اے اہل مکہ "مدھنون" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں تکذیب کرنے والے ہو۔ مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کافر ہو۔ اس کی نظیر "ودّوا لو تدھن فیدھنون" اور مدھن اور مداھن بہت بڑا جھوٹا اور منافق اور یہ ادھان سے ہے اور وہ باطن ظاہر کے خلاف چلنا ہے۔ یہ اس کی اصل ہے۔ پھر جھٹلانے والے کو "مدھنہ" کہا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ صراحۃً تکذیب و کفر کرے۔

﴿۸۲﴾ "وتجعلون رزقکم" تمہارا حظ وحصہ قرآن سے۔ "انکم تکذبون" حسن رحمہ اللہ نے اس آیت کے سلسلے میں کہا: وہ بندہ تباہ ہو گیا جس کا کتاب اللہ سے نصیب صرف تکذیب ہے (یعنی کلام اللہ کی بس تکذیب کرتا ہے کوئی ہدایت حاصل نہیں کرتا)

مفسرین نے ایک جگہ رزق کا معنی شکر بیان کیا ہے۔ امام احمد اور ترمذی نے حضرت علی کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد بیان کیا ہے۔ ہیثم بن عدی نے کہا: از دشنوءہ کے محاورے میں لا رزق کا معنی ہوتا ہے۔ ما شکر۔ اس نے شکر نہیں کیا۔

بعض اہل علم کا قول ہے کہ رزق سے پہلے لفظ شکر محذوف ہے اور رزق سے مراد ہے بارش۔ جب بارش ہوتی تھی تو عرب کہتے تھے ہم پر ستاروں کی تاثیر سے بارش ہوئی۔ اللہ کے حکم سے بارش ہونے کے وہ قائل نہ تھے۔ مطلب یہ ہے کہ بارش ہوتی تھی تو عرب کہتے تھے ہم پر ستاروں کی تاثیر سے بارش ہوئی۔ اللہ کے حکم سے بارش ہونے کے وہ قائل نہ تھے۔ مطلب یہ ہے کہ بارش ہونے کا تم شکر یہ ادا کرتے ہو کہ تکذیب کرنے لگتے ہو۔ یعنی بجائے شکر کے کفرانِ نعمت کرتے ہو۔ حضرت زید بن خالد جہنی کا بیان ہے کہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ رات کو بارش ہوئی تھی جس کے کچھ نشانات تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ حاضرین نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی بخوبی جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ نے فرمایا میرے بندوں میں کوئی مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور کوئی میرا انکار کرتا ہے جو شخص کہتا ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم پر بارش ہوئی۔ وہ مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور ستاروں کا منکر ہے اور جو شخص قائل ہے کہ ہم اس ستارے کے ذریعہ سے بارش برسائے گئے تو وہ میرا منکر ہے اور ستاروں پر ایمان رکھتا ہے۔

﴿۸۳﴾ "فلولا" پس کیوں نہیں۔ "اذا بلغت الحلقوم" یعنی نفس حلق تک پہنچ جائے موت کے وقت۔

㊹"و انتم حینئذ تنظرون" مراد یہ ہے کہ تم اے اہل میت اس کی طرف دیکھتے ہو جب اس کا نفس نکل رہا ہوتا ہے اور کہا گیا ہے اس کے قول "تنظرون" کا معنی یعنی میرے امر کی طرف اور میری سلطنت کی طرف۔ تمہارے لیے اس کو دور کرنا ممکن نہیں ہوتا اور تم کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: اور ہم (اس وقت) اس مرنے والے) شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں ہو (فی الواقع) اگر تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں ہے تو تم اس روح کو (بدن کی طرف) پھر کیوں نہیں لوٹاتے ہو اگر تم سچے ہو پھر (جب قیامت واقع ہوگی تو) جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کے لئے راحت ہے اور (فراغت کی) غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے اور جو شخص داہنے میں سے ہوگا (تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے امن و امان ہے کہ داہنے والوں میں سے ہے اور جو شخص جھٹلانے والوں اور گمراہوں میں سے ہوگا۔

تفسیر: ㊺"ونحن اقرب الیه منکم" علم اور قدرت اور رؤیت کے ساتھ اور کہا گیا ہے کہ اور ہمارے رسول جو اس کی روح قبض کرتے ہیں وہ اس سے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ "ولکن لا تبصرون" ان کو جو اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔

㊻"فلولا" پس کیوں نہیں۔ "ان کنتم غیر مدینین" مملوک اور اکثر نے کہا ہے محاسبہ کرنے والے اور بدلہ پانے والے۔

㊼"ترجعونها ان کنتم صادقین" یعنی تم اس میت کی روح کو اس کے جسم کی طرف لوٹا دو حلقوم تک پہنچنے کے بعد۔ تو اپنے قول "فلولا اذا بلغت الحلقوم" اور اپنے قول "فلولا ان کنتم غیر مدینین" کا ایک جواب دیا اور اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا قول "فاما یاتینکم منی هدی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم" ہے کہ دونوں کا ایک جواب دیا گیا۔ اس کا معنی اگر معاملہ ویسے ہو جیسے تم کہتے ہو کہ نہ کوئی بعث ہوگا اور نہ کوئی حساب اور نہ کوئی معبود ہے جو بدلہ دے۔ پس کیوں نہیں تم اس کا نفس واپس لوٹا دیتے جو تمہارا عزیز ہے جب وہ حلق تک پہنچ جائے اور جب تمہیں یہ ممکن نہیں ہے تو جان لو کہ معاملہ تمہارے غیر کی طرف ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہیں پس تم اس پر ایمان لاؤ پھر موت کے وقت مخلوق کے طبقات کو ذکر کیا جائے گا اور ان کے درجات کو بیان کیا گیا۔ پھر فرمایا:

㊽"فاما ان کان من المقربین" اور وہ سابقین ہیں۔

89 "فروح" یعقوب رحمہ اللہ نے "فروح" راء کے پیش کے ذریعے پڑھا ہے اور باقی حضرات نے راء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ پس جس نے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی اس کی روح ریحان میں نکلے گی اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں الروح رحمت ہے یعنی اس کے لیے رحمت ہے اور کہا گیا ہے اس کا معنی پس ان کے لیے زندگی اور بقاء ہے اور جس شخص نے راء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا معنی "فلہ روح" ہے یعنی اس کے لیے راحت ہے اور یہ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں فرح یعنی خوشی ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مغفرت و رحمت ہے۔

"وریحان" استراحت ہے۔ مجاہد اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ فرماتے ہیں رزق۔ اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ رزق ہے حمیر کی زبان میں کہا جاتا ہے میں نکلا۔ "الطلب ریحان" یعنی اللہ کے رزق کو تلاش کرنے اور دیگر حضرات نے کہا ہے یہ وہ پھول ہے جو سونگھا جاتا ہے۔ ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقربین میں سے کوئی ایک دُنیا سے جدا نہ ہوگا حتیٰ کہ اس کو جنت کے ریحان کی ایک ٹہنی دی جائے گی۔ پس اس کو سونگھے گا، پھر اس کی روح قبض کی جائے گی۔ "وجنۃ نعیم" ابوبکر وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں الروح آگ سے نجات پانا اور الریحان دار قرار میں داخل ہونا۔

90 "واما ان کان" وفات پانے والے۔ "من اصحاب الیمین

91 فسلام لک من اصحاب الیمین" یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے لیے سلامتی ہے ان میں سے۔ پس آپ علیہ السلام ان کا غم نہ کریں کیونکہ وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو گئے ہیں یا آپ علیہ السلام ان میں وہ دیکھیں گے جو آپ علیہ السلام پسند کرتے ہیں سلامتی سے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں سے درگزر کریں گے اور ان کی نیکیاں قبول کریں گے اور فراء رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ فرماتے ہیں "فسلام لک انھم" کہ وہ "من اصحاب الیمین" یا صاحب یمین کو کہا جائے گا۔ "سلام لک انک" (کہ تو) "من اصحاب الیمین" اگر آدمی کہے "انی مسافر عن قلیل" تو تو اس کو کہے گا "انت مصدق مسافر عن قلیل" اور کہا گیا ہے "فسلام لک" یعنی تجھ پر سلام ہے کہ تو اصحاب یمین میں سے ہے۔

92 "واما ان کان من المکذبین" بعث کا۔ "الضالّین" ہدایت سے اور یہ اصحاب "مشئمۃ" ہیں۔

فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ 93 وَّتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ 94 اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ 95 فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ 96

ترجمہ: تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی اور دوزخ میں داخل ہونا ہوگا بے شک (جو کچھ مذکور ہوا) تحقیقی یقینی بات ہے۔ سو اپنے اس عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے

تفسیر 93 "فنزل من حمیم" پس جو ان کے لیے تیار کیا گیا ہے جہنم کا کھولتا ہوا پانی۔

94 "وتصلیۃ جحیم" اور بڑی آگ میں داخل کرنا ہے۔

95 "ان ھٰذا" یعنی جو حاضر ہونے والوں کا قصہ ذکر کیا گیا ہے۔"لھو حق الیقین" یعنی "الحق الیقین" اس کی اضافت اپنی ذات کی طرف کی ہے۔

96 "فسبح باسم ربّک العظیم" کہا گیا پس آپ اپنے رب کے ذکر اور اس کے حکم کے ساتھ نماز پڑھیں اور کہا گیا ہے کہ باء زائد ہے یعنی "فسبّح اسم ربّک العظیم"

عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر "فسبّح باسم ربّک العظیم" نازل ہوئی آپ علیہ السلام نے فرمایا تم اس کو اپنے رکوع میں بنالو اور جب "سبّح اسم ربّک الاعلیٰ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو اپنے سجدوں میں بنالو۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ علیہ السلام رکوع میں کہتے تھے۔"سبحان ربیّ العظیم" اور اپنے سجدہ میں کہتے تھے۔

"سبحان ربیّ الاعلیٰ" اور آیت رحمت پر جب آتے تو ٹھہر جاتے اور رحمت کا سوال کرتے اور جب آیت عذاب پر آتے تو ٹھہر جاتے اور پناہ مانگتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمے زبان پر خفیف ہیں، میزان میں بھاری ہیں، رحمٰن کو محبوب ہیں "سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے "سبحان اللّٰہ وبحمدہ" کہا تو اس کے لیے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگا دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو شخص سورۃ الواقعہ ہر رات پڑھے اس کو کبھی فاقہ نہ آئے گا اور ابو طیبہ اس کو کبھی نہ چھوڑتے تھے۔

سُوْرَةُ الْحَدِيْد

مدنی ہے اور اس کی انتیس (۲۹) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ② هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ط يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ط وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ④

ترجمہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے اس کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی وہی حیات دیتا ہے اور (وہی) موت دیتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے (سب مخلوق سے) وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی اور وہی ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے وہ ایسا ہے کہ جس نے آسمان اور زمین کو چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کیا پھر تخت پر قائم ہوا وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً بارش) اور جو چیز اس سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات) اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو اور وہ تمہارے سب اعمال کو بھی دیکھتا ہے۔

تفسیر ① "سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ② لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ③ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ "یعنی وہی ہر چیز سے پہلے ہے بغیر ابتداء کے ہے بلکہ وہ تھا اور کوئی چیز موجود نہ تھی وہ ہر چیز کے فناء ہونے کے بعد وہی آخر ہے انتہاء کے بغیر۔ تمام اشیاء فنا ہو جائیں گی اور وہ باقی رہے گا اور الظاھر وہ غالب ہے ہر چیز پر بلند ہے اور الباطن باطن ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کا معنی ہے اور یمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ھو الاوّل" قدیم ہے "والآخر" رحیم ہے

"والظاھر" حلیم ہے اور "والباطن" علیم ہے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ھو الاوّل" اپنے احسان کے ساتھ آپ کو اپنی توحید کی معرفت دی۔ "والآخر" اپنی سخاوت کے ساتھ جب آپ کو توبہ کی معرفت دی اس پر جو تو نے ارتکاب کیا۔ "والظاھر" اپنی توفیق کے ساتھ جب تجھے اس کے لیے سجدہ کرنے کی توفیق دی۔ "والباطن" اپنے ڈھانپنے کے ساتھ جب تو اس کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ تجھ پر پردہ ڈالتا ہے۔

اور جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ھو الاوّل" دلوں کو کھولنے کے ساتھ۔ "والآخر" گناہوں کو بخشنے کے ساتھ "والظاھر" مصائب کو دور کرنے کے ساتھ۔ "والباطن" غیب کے علم کے ساتھ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا اس کا معنی ہے بے شک اس کا علم اوّل میں اس کے آخر میں علم کی طرح ہے اور اس کا ظاہر کا علم باطن کے علم کی طرح ہے۔ "وھو بکل شیٔ علیم" سہیل سے روایت ہے فرماتے ہیں ابو صالح ہمیں حکم دیتے تھے جب ہم میں سے کوئی سونے کا ارادہ کرتا کہ وہ اپنے دائیں پہلو پر لیٹے۔ پھر کہے "اللّٰھم ربّ السموات و رب الارض و ربّ کل شیءٍ خالق الحبّ والنوی منزل التوراۃ والانجیل والقرآن اعوذبک من شر کلّ ذی شرّ انت آخذ بناصیتہ انت الاوّل فلیس قبلک شیء و انت الآخر فلیس بعدک شیء وانت الظاھر فلیس فوقک شیء وانت الباطن فلیس دونک شیء اقض عنی الدین واغنی من الفقر۔" اور یہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

④ "ھو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استویٰ علی العرش یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منھا وما ینزل من السماء وما یعرج فیھا وھو معکم" علم کے ساتھ۔ "اینما کنتم واللّٰہ بما تعملون بصیر"

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ⑤ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۭ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑥ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑨ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑩

ترجمہ: اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹ جائیں گے وہی رات کو دن

میں داخل کرتا ہے (جس سے دن بڑا ہو جاتا ہے) اور وہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے (جس سے رات بڑی ہو جاتی ہے) اور وہ دل کی باتوں (تک) کو جانتا ہے تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ (ایمان لا کر) جس مال میں تم کو اس کے قائم مقام بنایا ہے اس میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرو سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور خرچ کریں ان کو بڑا ثواب ہوگا اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تم کو اس بات کی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور خود خدا نے تم سے عہد لیا اگر تم کو ایمان لانا ہو اور (رحیم) ایسا ہے کہ اپنے بندے (خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر صاف صاف آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو (کفر و جہل کی) تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاوے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر بڑا شفیق مہربان ہے اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان زمین اخیر میں اللہ ہی کا رہ جائے گا جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے اور جو اس کے بعد لڑے اور خرچ کیا (دونوں) برابر نہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے) بعد میں خرچ کیا اور لڑے اور (یوں) اللہ تعالیٰ نے بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ سب سے کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

تفسیر ❺ "له ملک السموات والارض والی الله ترجع الامور"......

❻ "یولج اللیل فی النهار ویولج النهار فی اللیل وهو علیم بذات الصدور"

❼ آمنوا بالله ورسوله" کفار مکہ کو خطاب کیا ہے۔ "وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیه" جس میں مالک بنائے گئے ہو یعنی وہ مال جو ان کے غیر قبضہ میں تھا پھر ان کو ہلاک کر دیا اور وہ قریش کو دے دیا تو یہ اس مال میں ان لوگوں کے خلیفہ ہو گئے جو پہلے گزر چکے ہیں۔ "فالذین امنوا منکم وانفقوا لهم اجر کبیر"

❽ "ومالکم لا تؤمنون بالله والرسول یدعوکم لتؤمنوا بربکم وقد اخذ میثاقکم" ابو عمرو نے "اخذ" ہمزہ کے پیش اور خاء کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "میثاقکم" قاف کے پیش کے ساتھ نائب فاعل اور دیگر حضرات نے ہمزہ اور خاء کے زبر اور قاف کے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارا میثاق لیا جب تمہیں آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے تمہارا اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کو مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے اور کہا گیا ہے کہ تم سے میثاق (پختہ وعدہ) لیا ان دلائل کو قائم کرنے کے ساتھ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی طرف بلاتے ہیں۔ "ان کنتم مؤمنین" ان پر۔ پس اب بہت مناسب وقت ہے کہ تم ایمان لے آؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نزول قرآن پر دلائل قائم ہونے کی وجہ سے۔

❾ "هو الذی ینزل علی عبده" محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ "آیات بینات" یعنی قرآن "لیخرجکم" اللہ قرآن کے ذریعے۔ "من الظلمات الی النور" اور کہا گیا ہے تاکہ تم کو رسول دعوت کے ذریعے تاریکیوں سے نور کی طرف نکال دیں۔ یعنی شرک کی تاریکیوں سے ایمان کے نور کی طرف۔ "وان الله بکم لرؤف رحیم"

⑩"ومالکم الا تنفقوا فی سبیل اللّٰہ وللّٰہ میراث السموات والارض" فرماتے ہیں تمہارے لیے انفاق کو چھوڑنے میں کیا چیز ہے، ان میں سے جو اللہ کے قریب کردیں اور تم مرنے والے ہو اپنے اموال کو چھوڑنے والے ہو۔ پھر ان کے فضل کو بیان کیا جنہوں نے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے اور جہاد میں سبقت کی۔ پھر فرمایا"لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح" یعنی فتح مکہ سے پہلے اکثر مفسرین رحمہم اللہ کے قول میں اور شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ صلح حدیبیہ ہے۔"وقاتل" فرماتے ہیں فضل میں اس شخص کے برابر نہیں ہوسکتا جس نے اپنے مال کو خرچ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنوں سے قتال کیا فتح مکہ سے پہلے۔ وہ شخص جس نے خرچ کیا اور فتح مکہ کے بعد قتال کیا۔

"اولٰئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا" کلبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیوں کہ وہ پہلے شخص جو اسلام لائے اور پہلے شخص جنہوں نے اپنا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پہلے شخص جنہوں نے اپنی تلوار کے ذریعے اسلام کو ظاہر کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور ان کے پاس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور ان پر ایک چغہ تھا انہوں نے اپنے سینہ پر اس کو کھلا چھوڑا ہوا تھا تو جبرئیل علیہ السلام اُترے اور کہا مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر چغہ دیکھتا ہوں اس کا سینہ کھلا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا انہوں نے فتح سے پہلے اپنا سارا مال مجھ پر خرچ کردیا۔ فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس پر سلام پڑھیں اور ان سے کہیں کیا آپ رضی اللہ عنہ اپنے فقر میں مجھ سے راضی ہیں یا ناراض ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ تجھ پر سلام پڑھ رہے ہیں اور تجھے کہہ رہے ہیں کیا تو اپنے فقر میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض ہے؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کیا میں اپنے رب پر ناراض ہوں گا؟ بے شک میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ بے شک میں اپنے رب سے راضی ہوں۔"وکلا وعداللّٰہ الحسنٰی" یعنی دونوں فریقوں سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنت کے درجات اوپر نیچے ہوں گے۔ پس جن لوگوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا وہ افضل درجات میں ہوں گے اور ابن عامر نے "وکلٌّ" رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔"واللّٰہ بما تعملون خبیر"

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ⑪ یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ⑫ یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ط بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ⑬

ترجمہ: کوئی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے پھر خدا تعالیٰ اس (دیئے ہوئے ثواب) کو اس شخص کے لئے بڑھاتا چلا جائے اور اس کے لئے اجر پسندیدہ ہے جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے اور یہ دن ہوگا) جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے (پل صراط) پر کہیں گے کہ (ذرا) ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر (وہاں سے) روشنی تلاش کرو پھر ان (فریقین کے درمیان میں ایک دیوار قائم کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ بھی ہوگا (جس کی کیفیت یہ ہے کہ) اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا۔

تفسیر ⑪"من ذالّذی یقرض اللّٰہ قرضا حسنا فیضا عفه له وله اجر کریم

⑫**یوم تری المؤمنین والمؤمنات یسعٰی نورھم**"یعنی صراط پر۔"**بین ایدیھم وبایمانھم**"یعنی ان کے دائیں جانب اور ان میں سے بعض نے کہا ہے تمام جانبیں مراد ہیں۔بعض کو کل سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ ان کی جنت کی طرف رہنمائی ہوگی اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمیں یہ ذکر کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمنین میں سے وہ ہوں گے جن کا نور چمک رہا ہوگا یعنی صراط پر مدینہ سے عدن "ابین او صنعاء" اور اس کے دور تک۔حتیٰ کہ مؤمنین میں سے وہ ہوں گے کہ جن کا نور نہیں چمکے گا مگر ان کے قدموں کی جگہ تک اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں وہ نور اپنے اعمال کے مطابق دیئے جائیں گے۔پس ان میں سے بعض کو نور کھجور کی طرح دیا جائے گا اور ان میں سے بعض کو نور کھڑا آدمی کی طرح اور ان میں سے ادنیٰ نور والا وہ ہوگا جس کا نور اس کے انگوٹھوں پر ہوگا کبھی بجھ جائے گا کبھی روشن ہوجائے گا اور ضحاک اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں "**یسعٰی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم**" ان کے اعمال نامے مراد ہیں کہ جو اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے ان کا نور ان کے سامنے ہوگا اور ان کو فرشتے کہیں گے "**بشراکم الیوم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ذلک ھوالفوز العظیم**"

⑬"**یوم یقول المنافقون والمنافقات للذین اٰمنوا انظرونا**" اعمش اور حمزہ رحمہما اللہ نے "**انظرونا**" ہمزہ کے زبر اور ظاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی ہمیں مہلت دو اور کہا گیا ہے تم ہمارا انتظار کرو اور دیگر حضرات نے الف کو حذف کیا ہے وصل میں اور اس کو پیش دیتے ہیں ابتداء میں اور ظاء کو پیش دیتے ہیں۔عرب کہتے ہیں "**انظرنی وانظرنی**" یعنی تو میرا انتظار کر۔

"**نقتبس من نورکم**" تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کو نور ان کے اعمال کے مطابق دیں گے جس کے ذریعے وہ پل صراط پر چلیں گے اور منافقین کو بھی نور دیں گے ان کو فریب دینے کے لیے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول

''وھو خادعھم'' ہے۔ پس وہ چل رہے ہوں گے جب اللہ تعالیٰ ان پر ہوا اور تاریکی کو بھیجیں گے تو وہ منافقین کے نور کو بجھا دے گی۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا قول ''یوم لا یخزی اللّٰہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعٰی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربّنا اتمم لنا نورنا'' اس خوف سے کہ ان کا نور چھین نہ لیا جائے جیسا کہ منافقین کا نور سلب کیا گیا اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بلکہ منافقین مؤمنین کے نور سے روشنی طلب کریں گے اور نور نہیں دیئے جائیں گے۔ پس جب مؤمنین ان سے آگے بڑھ جائیں گے اور وہ تاریکی میں باقی رہ جائیں گے تو مؤمنین کو کہیں گے تم ہمارا انتظار کرو ہم تمہارے نور سے روشنی حاصل کرلیں۔ ''قیل ارجعوا وراء کم''

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ان کو مؤمنین کہیں گے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کو فرشتے کہیں گے تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ جہاں سے تم آئے ہو۔ ''فالتمسوا نورا'' پس تم وہاں سے اپنے لیے نور تلاش کرو کیونکہ تمہارے لیے ہمارے نور سے سلگانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ پس وہ نور کی تلاش میں لوٹیں گے تو کچھ نہ پائیں گے۔ پھر ان کی طرف پلٹیں گے تاکہ ان کو ملیں تو ان کے درمیان اور مؤمنین کے درمیان جدائی کردی جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ''فضرب بینھم بسور'' یعنی سور اور باء صلہ ہے یعنی مؤمنین و منافقین کے درمیان اور وہ دیوار ہے جنت و جہنم کے درمیان۔ ''لہ'' یعنی اس دیوار کا ''باب باطنہ فیہ الرحمۃ'' یعنی اس دیوار کے اندر رحمت یعنی جنت ہے۔ ''وظاھرہ'' یعنی اس دیوار کا باہر والا حصہ ''من قبلہ'' یعنی اس ظاہر کی جانب سے۔ ''العذاب'' اور وہ آگ ہے۔

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ط قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑭ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ط مَاْوٰكُمُ النَّارُ ط هِيَ مَوْلٰكُمْ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑮

(ترجمہ) یہ منافق ان کو پکاریں گے کہ کیا (دنیا میں) ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ مسلمان) کہیں گے کہ (ہاں) تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور اسلام کے حق میں تم شک رکھتے تھے اور تم کو تمہاری بیہودہ تمناؤں نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ تم پر خدا کا حکم آ پہنچا اور تم کو دھوکہ دینے والے شیطان نے اللہ کے ساتھ دھوکے میں ڈال رکھا تھا غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جاوے گا اور نہ کافروں سے تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہی تمہارا رفیق ہے اور (واقعی) برا ٹھکانا ہے۔

(تفسیر) ⑭ ''ینادونھم'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا انہوں نے فرمایا کہ وہ سور جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت ''فضرب بینھم بسور لہ باب'' میں ذکر کیا ہے یہ بیت المقدس کی مشرقی جانب کی دیوار ہے اس کے باطن میں رحمت اور اس کا ظاہر اس کی جانب عذاب ہے جہنم کی وادی۔ ابن شریح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کعب رحمہ فرماتے تھے اس دروازہ

کے بارے میں جو بیت المقدس میں ہے جس کا نام باب رحمت رکھا گیا ہے کہ یہ وہ دروازہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "فضرب بینهم بسور له باب" الآیہ۔

"ینادونهم" یعنی منافقین مؤمنین کو دیوار کے پیچھے سے پکاریں گے جب ان کے درمیان رُکاوٹ کردی جائے گی اور وہ تاریکی میں رہ جائیں گے۔ "الم نکن معکم" دُنیا میں نماز پڑھتے اور روزے رکھتے تھے؟ "قالوا بلٰی ولکنکم فتنتم انفسکم" تم نے اس کو نفاق اور کفر سے ہلاک کردیا اور اس کو معاصی اور شہوات میں لگایا اور یہ تمام فتنہ ہیں۔ "وتربصتم" ایمان اور توبہ کا۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیا اور تم نے کہا کہ قریب ہے کہ یہ وفات پا جائیں گے۔ پس ہم ان سے راحت پا جائیں گے۔ "وارتبتم" تم نے ان کی نبوت میں شک کیا اور اس میں جو تم سے وعدے کیے گئے تھے۔ "وغرّتکم الامانی" باطل اور جو تم تمنا کرتے تھے مؤمنین پر مصیبتیں اُترنے کی۔ "حتّٰی جآء امر اللّٰه" یعنی موت۔

"وغرّکم باللّٰه الغرور" یعنی شیطان نے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ شیطان کے دھوکہ میں رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جہنم میں پھینک دیا۔

⑮ "فالیوم لایؤخذ منکم فدیة" ابوجعفر اور ابن عامر اور یعقوب رحمہم اللہ نے "تؤخذ" تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ۔

"فدیة" بدل اور عوض اس بات کا کہ تم اپنے آپ کو عذاب سے بچالو۔ "ولا من الّذین کفروا" یعنی مشرکین۔ "ماوٰکم النار هی مولاکم" تمہارا ساتھی اور تمہارے زیادہ لائق اس کی وجہ سے جو تم نے پہلے گناہ کیے۔ "وبئس المصیر"

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑯ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ⑰ اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ⑱

(ترجمہ) کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے اور جو دین حق منجانب اللہ) نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جاویں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاویں جن کو ان کے قبل کتاب آسمانی ملی تھی (یعنی یہود و نصاریٰ) پھر (اسی حالت میں) ان پر زمانہ دراز گزر گیا اور توبہ نہ کی پھر ان کے دل (خوب ہی) سخت ہوگئے اور بہت سے آدمی ان میں کے (آج) کافر ہیں یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے خشک ہوئے پیچھے زندہ کر دیتا ہے ہم نے تم سے اس کے نظائر بیان کر دیئے ہیں تاکہ تم سمجھو بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور (یہ صدقہ دینے والے) اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں وہ صدقہ (باعتبار ثواب

کے)ان کے لئے بڑھادیا جاوے گا اور ان کے لئے اجر پسندیدہ ہے۔

تفسیر ⑯ "الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ" کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہجرت کے ایک سال بعد کیونکہ انہوں نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ایک دن سوال کیا کہنے لگے ہمیں توریت سے کچھ باتیں بتائیں کیونکہ اس میں عجیب باتیں ہیں تو آیت نازل ہوئی۔ "نحن نقص علیک احسن القصص" تو ان کو خبر دی کہ قرآن میں اچھے قصے ہیں اس کے غیر سے تو وہ سلمان رضی اللہ عنہ سے کچھ عرصہ جتنا اللہ نے چاہا سوال کرنے سے باز آگئے۔ پھر لوٹے اور سلمان رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل سوال کیا تو نازل ہوا۔ "اللّٰہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا" تو وہ جتنا عرصہ اللہ نے چاہا سوال کرنے سے باز آگئے۔ پھر لوٹے اور کہنے لگے ہمیں توریت سے کچھ بیان کریں کیونکہ اس میں عجائب ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پس اس تاویل پر اللہ تعالیٰ کا قول "الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ" یعنی اعلانیہ اور زبان کے ساتھ اور دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ مؤمنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اسلام اور اس آیت "الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ" کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ہمیں عتاب کرنے کے درمیان صرف چار سال کا فرق تھا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے دلوں کو سست پایا تو قرآن نازل ہونے کے تیرہ سال بعد ان کو عتاب کیا اور فرمایا "الم یان" نہیں وقت آیا ان لوگوں کا جو ایمان لائے کہ "تخشع" نرم و پتلے ہو جائیں اور جھک جائیں ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے۔ "وما نزل" نافع اور حفص نے عاصم سے زاء کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے زاء کی تشدید کے ساتھ "من الحق" اور وہ قرآن ہے۔ "ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل" اور وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ "فطال علیھم الامد" زمانہ ان کے درمیان اور ان کے انبیاء علیہم السلام کے درمیان "فقست قلوبھم"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ دُنیا کی طرف مائل ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے مواعظ سے اعراض کیا اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو روکا ہے کہ وہ قرآن کے صحیح ہونے میں ان یہود کی طرح ہو جائیں جن کے دل سخت ہو گئے۔ اس وجہ سے کہ ان پر زمانہ لمبا ہو گیا۔ روایت کیا گیا کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کے قراء کی طرف پیغام بھیجا تو ان پر تین سو آدمی داخل ہوئے جنہوں نے قرآن پڑھا ہوا تھا تو ان کو فرمایا تم لوگ اہل بصرہ کے بہترین لوگ اور ان کے قاری ہو۔ پس تم اس کی تلاوت کرو اور تم پر اُمیدیں لمبی نہ ہوں۔ پس تمہارے دل سخت ہو جائیں گے جیسا کہ ان لوگوں کے دل سخت ہو گئے جو تم سے پہلے تھے۔ "وکثیر منھم فاسقون" یعنی جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کو چھوڑ دیا۔

⑰ "اعلموا ان اللّٰہ یحی الارض بعد موتھا قد بینالکم الآیات لعلکم تعقلون

⑱ ان المصدقین والمصدقات" ابن کثیر اور ابوبکر رحمہما اللہ نے عاصم سے صاد کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے، ان دونوں میں تصدیق سے یعنی مؤمنین اور مؤمنات۔

اور دیگر حضرات نے ان دونوں کی شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ''المتصدّقین والمتصدّقات'' تاء کا صاد میں ادغام کیا گیا ہے۔ ''واقرضوا اللّٰہ قرضا حسنا'' صدقہ اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے ساتھ۔ ''یضاعف لھم'' یہ قرض۔ ''ولھم اجر کریم'' اچھا ثواب ہے اور وہ جنت ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ ط لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَنُوْرُھُمْ ط وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۱۹﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ م بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ط کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَکُوْنُ حُطَامًا ط وَفِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَّمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانٌ ط وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے (جنت میں) ان کا اجر (خاص) اور (صراط پر) ان کا نور (خاص) ہوگا اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں تم خوب جان لو کہ (آخرت کے مقابلہ میں) دنیوی حیات محض لہو ولعب اور (ایک ظاہری) زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے زیادہ بتلانا ہے جیسے مینہ (برستا) ہے کہ اس کی پیداوار (کھیتی) کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے پھر اس کو تو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت (کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں عذاب شدید ہے اور یہ خدا کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے اور دنیوی زندگانی محض دھوکے کا اسباب ہے۔

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ کی تفسیر

تفسیر: ﴿۱۹﴾ ''وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ'' اور صدیق کثرت سے سچ بولنے والا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر شخص جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا وہ صدیق ہے اور یہ آیت تلاوت کی۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اس اُمت کے آٹھ افراد ہیں جنہوں نے اہل ارض سے اپنے زمانہ میں اسلام کی طرف سبقت کی۔ ابوبکر، علی، زید، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد، حمزہ اور نویں عمر بن خطاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا، ان کی صدق نیت کو پہچاننے کی وجہ سے۔

''والشھداء عند ربھم'' اس آیت کی ترتیب میں اختلاف ہوا ہے، ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ اپنے ماقبل کے ساتھ متصل ہے اور واؤ واؤ نسق ہے اور شہداء سے مؤمنین مخلصین مراد ہیں اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نے

نام ذکر کیا ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر مؤمن صدیق وشہید ہے اور یہ آیت تلاوت کی اور ایک قوم نے کہا ہے کہ کلام اللہ تعالیٰ کے قول "ھم الصدیقون" کے پاس مکمل ہوگئی تھی۔ پھر ابتداء کی اور فرمایا "والشھداء عند ربھم" اور واؤ واوِ استئناف ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مسروق اور ایک جماعت کا قول ہے۔ پھر ان میں اختلاف ہوا ہے۔ پس ایک قوم نے کہا ہے وہ انبیاء ہیں جو اُمتوں پر قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے اور یہی مقاتل بن حیان کا قول ہے اور مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے راستے میں شہید کیے گئے۔ "لھم اجرھم" ان کے نیک اعمال کے بدلے "ونورھم" صراط پر۔ "والذین کفروا و کذبوا بآیاتنا اولئک اصحاب الجحیم"

⑳ "اعلموا انما الحیوٰۃ الدنیا" یعنی بے شک دُنیا کی زندگی اور "ما" صلہ ہے یعنی بے شک اس گھر میں "لعب" باطل ہے اس کا کوئی حاصل نہیں۔ "ولھو" خوشی ہے پھر ختم ہوجائے گی۔ "وزینۃ" منظر جس کے ذریعے تم زینت حاصل کرتے ہو۔ "وتفاخر بینکم" اس کے ذریعے وہ آپس میں فخر کرتے ہیں۔ "وتکاثر فی الاموال والاولاد" یعنی مال اور اولاد کی کثرت پر فخر کرنا۔ پھر اس کے لیے مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا "کمثل غیث اعجب الکفار" یعنی کاشتکاروں کو "نباتہ" جو اس بارش سے اُگا۔ "ثم یھیج" خشک ہوجائے۔ "فتراہ مصفرا" اس کے سرسبز ہونے اور پک جانے کے بعد "ثم یکون حطاما" خشک ہونے کے بعد کاٹا جائے، توڑا جائے اور فنا ہوجائے۔ "وفی الآخرۃ عذاب شدید" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کے دشمنوں کے لیے۔ "ومغفرۃ من اللہ ورضوان" اس کے اولیاء اور اہل طاعت کے لیے۔ "وما الحیاۃ الدنیا الا متاع الغرور" سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں دھوکے کا سامان اس کے لیے جو اس میں مشغول ہو آخرت کی طلب سے اعراض کرکے اور جو اس میں مشغول آخرت کی طلب کے ساتھ تو اس کے لیے ایسا نفع ہے جو اسے خیر تک پہنچادے گا۔

سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ. ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ㉑ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ ㉒ لِّکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰکُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ㉓ نِ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ㉔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ㉕

ترجمہ: تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور (نیز) ایسی جنت کی طرف جن کی وسعت آسمان اور زمین کی

وسعت کے برابر ہے وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہیں عنایت کریں اور اللہ بڑے فضل والا ہے کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہے قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے تمہیں یہ بات اس واسطے بتلادی تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج (اتنا) نہ کرو اور تاکہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا جو ایسے ہیں کہ (حب دنیا کی وجہ سے) خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں اور جو شخص اعراض کرے گا (دین حق سے) تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں سزاوار حمد ہیں ہم نے (اسی اصلاح آخرت کے لئے) اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے (کے حکم) کو نازل کیا تاکہ لوگ (حقوق اللہ اور حقوق العباد میں) اعتدال پر قائم رہیں اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں شدید ہیبت ہے (اس کے علاوہ) لوگوں کو اور بھی طرح طرح کے فوائد اور (اس لئے پیدا کیا) تاکہ اللہ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی (یعنی دین کی) کون مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔

تفسیر ۲۱ "سابقوا" تم دوڑو۔ "**الی مغفرة من ربکم وجنة عرضها کعرض السماء والارض**" اگر اس میں سے بعض کو بعض کے ساتھ ملا دیا جائے۔ "**اعدت للذین امنوا باللہ ورسولہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم**" پس بیان کیا کہ کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا مگر اللہ کے فضل کے ساتھ۔

۲۲ "**ما اصاب من مصیبة فی الارض**" یعنی بارش کا قحط اور پودوں کا کم ہو جانا اور پھلوں کا کم ہو جانا۔ "**ولا فی انفسکم**" یعنی امراض اور اولاد کا فقدان۔ "**الا فی کتاب**" یعنی لوح محفوظ "**من قبل ان نبرأها**" اس سے پہلے کہ ہم زمین اور ان کے نفسوں کو پیدا کریں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مصیبت سے بری ہونے سے پہلے اور ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی جان۔ "**ان ذلک علی اللہ یسیر**" یعنی اس کی کثرت کے باوجود اس کو ثابت کرنا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

۲۳ "**لکیلا تاسوا**" غم نہ کرو۔ "**علی ما فاتکم**" دُنیا سے۔ "**ولا تفرحوا بما آتاکم**" ابو عمرو نے الف کے قصر کے ساتھ پڑھا ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان "فاتکم" کی وجہ سے۔ پس فعل اس کے لیے بنا دیا ہے اور دیگر حضرات نے "آتاکم" الف کی مد کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی تم کو عطاء کیا۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر شخص کو خوشی و غمی آتی ہے لیکن تم اپنی خوشی کو شکر اور غم کو صبر بناؤ۔ "**واللہ لا یحب کل مختال**" متکبر اس پر جو دُنیا میں دیا گیا۔

"فخور" اس کے ذریعے لوگوں پر فخر کرتا ہے۔ جعفر بن محمد صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں اے ابن آدم! تجھے کیا ہوگیا ہے تو مفقود چیز پر افسوس کرتا ہے اس کو تیرا فوت ہو جانا واپس نہیں کر سکتا اور تجھے کیا ہوگیا ہے کہ تو موجود چیز پر خوش ہو جاتا ہے اس کو تیرے ہاتھ میں موت نہیں چھوڑے گی۔

۲۴ "الذين يبخلون" کہا گیا ہے یہ محل جر میں ہے۔ "المختال" کی صفت ہونے کی وجہ سے اور کہا گیا ہے یہ مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کی خبر اس کا مابعد ہے۔ "ويامرون النّاس بالبخل ومن يتولّ" یعنی ایمان سے اعراض کرے۔ "فان اللّٰه هو الغنى الحميد" اہل مدینہ اور شام نے "فان اللّٰه الغنى" پڑھا ہے ھو کو ساقط کرنے کے ساتھ اور اسی طرح یہ ان کے مصاحف میں ہے۔

۲۵ "لقد ارسلنا رسلنا بالبينات" نشانیوں اور دلائل کے ساتھ۔ "وانزلنا معهم الكتاب والميزان" یعنی انصاف اور مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کے ذریعے وزن کیا جائے یعنی اور ہم نے میزان (ترازو) کو رکھنا۔ جیسا کہ فرمایا "والسماء رفعها" بایں طور کہ "ووضع الميزان"...... "ليقوم النّاس بالقسط" تاکہ وہ آپس میں انصاف کے ساتھ معاملہ کریں۔ "وانزلنا الحديد" ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے مرفوع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے زمین کی طرف چار برکتیں اُتاریں، لوہا، آگ، پانی اور نمک۔

اور اہل معانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول "انزلنا الحديد" کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کو پیدا کیا۔ یعنی ان کے لیے لوہے کو معادن سے نکالا اور ان کو اس کی کاریگری سکھائی، اپنی وحی کے ذریعے اور قطرب رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ نزل سے ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے "انزل الامير على فلان نزلاً حسنا" تو آیت کا معنی یہ ہے کہ اس کو ان کے لیے مہمانی بنایا اور اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا قول "وانزل لكم من الانعام ثمانية ازواج" ہے۔ "فيه بأس شديد" سخت قوت ہے۔ یعنی جنگ کے لیے ہتھیار۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ڈھال اور ہتھیار ہیں یعنی آلہ اور آلہ ضرب۔ "ومنافع للنّاس" جن سے وہ اپنی ضروریات میں نفع اُٹھاتے ہیں۔ جیسے چھری، کلہاڑا، سوئی اور اس کی مثل، اس لیے کہ یہ ہر صنعت کا آلہ ہے۔

"وليعلم اللّٰه" یعنی ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا اور ان کے ساتھ یہ اشیاء اُتاریں تاکہ لوگ حق اور انصاف کا معاملہ کریں اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لیں اور دیکھ لیں۔ "من ينصره" یعنی اس کے دین کی۔ "ورسله بالغيب" یعنی دین کی مدد کے لیے کھڑا ہوا اور اللہ اور آخرت کو نہیں دیکھا اور تعریف کیا جاتا ہے اور ثواب دیا جاتا ہے جو شخص اللہ کی بن دیکھے اطاعت کرے۔ "ان اللّٰه قوى عزيز" اپنے امر میں قوی اپنے ملک میں غالب ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۲۶ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۲۷

ترجمہ: اور ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی سو ان لوگوں

میں بعضے تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے پھر ان کے بعد اور رسولوں کو (جو کہ صاحب شریعت مستقلہ تھے) یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل دی اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور ترحم پیدا کر دیا اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا ہم نے ان پر اس کو واجب نہ کیا تھا لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا سو انہوں نے اس رہبانیت) کی پوری رعایت نہ کی سو ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کا اجر (موجود) دیا اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں۔

تفسیر ۲۷ "**ولقد ارسلنا نوحا و ابراهيم وجعلنا في ذريتهما النبوة والكتاب فمنهم مهتدو كثير منهم فاسقون. ثم قفينا على آثارهم برسلنا وقفينا بعيسى ابن مريم وآتيناه الانجيل وجعلنا في قلوب الذين اتبعوه**" اس کے دین پر۔ "**رأفة**" اور وہ سخت نرم دلی۔ "**ورحمة**" وہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا وصف بیان کیا۔ "**رحماء بينهم**"...... "**ورهبانية ابتدعوها**" اپنی طرف سے اور یہ ماقبل پر عطف نہیں ہے اور اس کا منصوب ہونا پوشیدہ فعل کی وجہ سے ہے۔ گویا کہ کہا "**وابتدعوا رهبانية**" یعنی اس کو اپنی طرف سے لائے۔ "**ما كتبناها**" یعنی ہم نے اس کو فرض نہیں کیا۔ "**عليهم الا ابتغاء رضوان الله**" یعنی لیکن انہوں نے اللہ کی رضا مندی کو تلاش کیا۔ اس رہبانیت کے ذریعے اور اس رہبانیت نے ان کو کھانے، پینے اور پہننے اور نکاح سے رُکنے کی مشقتوں اور پہاڑوں میں عبادت کرنے پر مجبور کر دیا۔ "**فما رعوها حق رعايتها**" یعنی انہوں نے رہبانیت کی ویسے رعایت نہیں کی جیسے اس کا حق تھا بلکہ انہوں نے اس کو ضائع کر دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے دین کا انکار کیا۔ پس یہودی اور نصرانی بن گئے اور اپنے بادشاہوں کے دین میں داخل ہو گئے اور ترہیب کو چھوڑ دیا اور ان میں سے کچھ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر قائم رہے حتیٰ کہ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ علیہ السلام پر ایمان لائے اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول "**فآتينا الذين امنوا منهم اجرهم**" یہ وہ لوگ جو اس پر ثابت قدم رہے اور یہ نرمی اور شفقت والے لوگ ہیں۔ "**وكثير منهم فاسقون**" یہ وہ لوگ جنہوں نے رہبانیت کو چھوڑ دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے دین سے کفر کیا۔

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا کی تفسیر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے ابن مسعود! (رضی اللہ عنہ) تم سے پہلے لوگ بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے ان میں سے تین نے نجات پائی۔

اور باقی سارے ہلاک ہو گئے۔ ایک فرقہ بادشاہوں کے مقابل آیا اور ان سے عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر قتال کیا تو انہوں نے ان کو پکڑ کر قتل کر دیا اور ایک فرقہ ان کے پاس بادشاہوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی اور نہ یہ کہ وہ ان کے مدمقابل کھڑے

ہوسکیں ان کو اللہ تعالیٰ کے دین اور عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی طرف بلائیں۔ پس یہ لوگ شہروں میں سیاحت کرنے لگے اور راہب بن گئے۔ یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم'' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی اور میری اتباع کی۔ پس تحقیق اس نے اس کی رعایت کی۔ جیسا کہ اس کا حق ہے اور جو مجھ پر ایمان نہیں لایا پس یہی لوگ ہلاک ہونے والے ہیں۔

اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف (سواری پر پیچھے بیٹھنے والا) تھا دراز گوش پر تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا اے اُم عبد کے بیٹے! کیا تو جانتا ہے بنو اسرائیل نے کہاں سے رہبانیت کو لیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان پر جبابرہ (ایک قوم ہے) غالب ہوگئے، وہ گناہوں کے کام کرتے تھے تو اہل ایمان ان پر غصہ ہوئے تو انہوں نے اہل ایمان سے قتال کیا۔ تو اہل ایمان شکست کھا گئے تین مرتبہ تو ان میں سے تھوڑے سے لوگ باقی بچے تو انہوں نے کہا اگر ہم ان لوگوں کے سامنے ظاہر ہوئے تو یہ ہمیں فنا کردیں گے اور اس دین کا کوئی فرد باقی نہ رہے گا جو اس دین کی طرف دعوت دے تو انہوں نے کہا آؤ ہم زمین میں بکھر جاتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس نبی کو بھیج دیں جس کا ہم سے عیسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کیا ہے۔ ان کی مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ تو وہ پہاڑوں کی وادیوں میں بکھر گئے اور رہبانیت کو گھڑ لیا۔ پس ان میں سے بعض نے اپنے دین کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور ان میں سے بعض نے کفر کیا۔ پھر یہ آیت تلاوت کی ''ورھبانیۃ ابتدعوھا''...... ''فآتینا الذین امنوا منھم'' یعنی جو اس پر ثابت قدم رہے ان کا اجر دیا۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اُم عبد کے بیٹے! کیا تو جانتا ہے میری اُمت کی رہبانیت کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا ہجرت، جہاد، نماز، روزہ، حج، عمرہ اور بلند جگہ پر تکبیر کہنا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ہر اُمت کے لیے رہبانیت ہے اور اس اُمت کی رہبانیت اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے بادشاہوں نے توریت اور انجیل کو بدل دیا اور ان میں مؤمن تھے جو توریت وانجیل پڑھتے تھے اور ان کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے تھے تو ان کے بادشاہوں کو کہا گیا اگر تم ان لوگوں کو جمع کرلو جو تم پر بوجھ بن گئے ہیں اور ان کو قتل کردو یا یہ اس دین میں داخل ہوجائیں جس میں ہم ہیں تو ان کے بادشاہ نے ان کو جمع کیا اور ان پر قتل پیش کیا یا وہ توریت وانجیل کی قرأت چھوڑ دیں صرف وہی پڑھیں جو انہوں نے تبدیل کی ہے۔ پس انہوں نے کہا ہم تمہیں اپنے نفس سے کافی ہیں۔

تو ایک جماعت نے کہا تم ہمارے لیے ایک ستون بناؤ، پھر ہمیں اس پر بلند کرو، پھر ہمیں کوئی چیز دو جس کے ذریعے ہم اپنا

کھانا، پینا اُٹھالیں اورتم پر واپس نہ آئیں اور ایک جماعت نے کہا ہمیں چھوڑ دو، ہم زمین میں سیاحت کرتے ہیں اور درندوں کی طرح گھوم پھر کر کھائیں پئیں۔ پس اگر تم ہم پر قادر ہو جاؤ کسی زمین میں تو ہمیں قتل کر دینا اور ایک جماعت نے کہا تم ہمارے گھر بنا دو دیہاتوں میں ہم کنویں کھودے اور سبزیاں کاشت کریں۔ پس ہم تمہارے پاس نہ آئیں گے اور نہ تم پر گزریں گے تو انہوں نے یہ کیا تو یہ عیسیٰ علیہ السلام کے طریقہ پر جاری رہ گئے اور ان کے بعد ایک قوم پیچھے رہ گئی جنہوں نے کتاب کو تبدیل کیا تھا تو آدمی کہنے لگا ہم فلاں جگہ میں ہو جاتے ہیں پس ہم عبادت کرتے ہیں جیسا کہ فلاں نے عبادت کی اور ہم سیاحت کرتے ہیں جیسا کہ فلاں نے سیاحت کی اور ہم گھر بناتے ہیں جیسا کہ فلاں نے بنایا ہے اور وہ اپنے شرک پر قائم تھے ان کو ان کے ایمان کا کوئی علم نہ تھا جن کی انہوں نے اقتداء کی۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا قول "ورهبانية ابتدعوها" ہے یعنی اس رہبانیت کو ان نیک لوگوں نے گھڑلیا۔ پھر اس کی رعایت نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا۔ یعنی ان لوگوں نے جو ان کے بعد آئے۔ "فآتينا الذين امنوا منهم اجرهم" یعنی جن لوگوں نے اس کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی تلاش کرنے کے لیے گھڑا "و كثير منهم فاسقون" جو ان کے بعد آئے۔ فرمایا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کیے گئے اور ان لوگوں میں سے تھوڑے سے بچے تو ایک آدمی اپنے عبادت خانے سے اُتر آیا اور سیاح اپنی سیاحت سے آ گیا اور صاحب دیر (راہبوں کی عبادت کی جگہ والے) اپنے عبادت خانہ سے نکل آئے اور آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ㉘ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ㉙

ترجمہ: اے (عیسیٰ پر) ایمان رکھنے والو تم اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے (ثواب کے دو حصے دے گا اور تم کو ایسا نور عنایت کرے گا کہ تم اس کو لیے ہوئے چلتے پھرتے ہوگے اور تم کو بخش دے گا اور اللہ غفور رحیم ہے (اور یہ دولتیں تم کو اس لئے عنایت کرے گا) تا کہ اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے سوا کسی جزو پر بھی دسترس نہیں اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے دے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تفسیر: ㉘ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ" خطاب یہود و نصاریٰ کے اہل کتاب کو ہے۔ اے وہ لوگو! جو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان لائے تم اللہ تعالیٰ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ڈرو۔ "وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ" محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر "يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ" دو حصے۔ "مِنْ رَّحْمَتِهٖ" یعنی تمہیں دو اجر دے گا تمہارے عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل پر ایمان لانے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کی وجہ سے۔ اور ایک قوم نے کہا ہے کہ کلام اللہ تعالیٰ کے قول

"ورحمة" کے پاس ختم ہوگئی ہے۔ پھر فرمایا "ورھبانیة ابتدعوھا" کیونکہ انہوں نے حق کو چھوڑ دیا اور خنزیر کھائے، شرابیں پئیں اور جنابت سے وضو و غسل کرنے کو چھوڑ دیا اور ختنہ کو چھوڑ دیا۔ "فمارعوھا" یعنی اطاعت اور دین حق کی "رعایتھا" ہے ضمیر غیر مذکور کی طرف لوٹ رہی ہے۔ "فآتینا الذین امنوا منھم اجرھم" اور وہ نرمی و محبت والے ہیں "وکثیر منھم فاسقون" یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رہبانیت کو گھڑ لیا ہے اور اس کی طرف مجاہد رحمہ اللہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قول "الا ابتغاء رضوان اللّٰہ" کا معنی اس تاویل پر یہ ہے کہ ہم نے نہ اس کو ان کا حکم دیا اور نہ ان پر فرض کیا مگر اللہ تعالیٰ کی رضاء کو تلاش کرنا اور ہم نے ان کو رہبانیت کا حکم نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ کا قول "یا یھا الّذین امنوا اتقوا اللّٰہ" یعنی اے وہ لوگ جو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان لائے تم اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے دے گا۔

ہم تک حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ان کو ان کا اجر دومرتبہ دیا جائے گا۔ ایک وہ شخص جس کی باندی تھی، اس نے اس کو ادب سکھایا، پس اچھا ادب سکھایا، پھر اس کو آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا اور ایک وہ آدمی جو اہل کتاب ہو جو اپنی کتاب پر ایمان لایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب پر ایمان لایا اور ایک غلام جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اپنے آقا کی خیر خواہی کی۔ "ویجعل لکم نورا تمشون بہ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی صراط پر۔ جیسا کہ فرمایا "نورھم یسعٰی بین ایدیھم" اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ نور وہ قرآن ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ہدایت اور بیان ہے یعنی تمہارے لیے دین میں واضح راستہ بنا دے گا جس کے ذریعے تم ہدایت حاصل کرو گے۔ "ویغفرلکم واللّٰہ غفور رحیم" اور کہا گیا ہے کہ جب ان اہل کتاب نے جو ابھی تک ایمان نہ لائے تھے اللہ تعالیٰ کا قول "اولئک یؤتون اجرھم مرتین" سنا تو مسلمانوں کو کہنے لگے جو ہم میں سے تمہاری کتاب پر ایمان لایا تو اس کے لیے اس کا اجر دومرتبہ ہے تمہاری کتاب اور ہماری کتاب پر ایمان لانے کی وجہ سے اور جو ہم میں سے ایمان نہیں لایا تو اس کے لیے تمہاری طرح ایک اجر ہوگا تو تمہاری ہم پر کیا فضیلت ہوئی؟ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی۔ "یا یھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ وآمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ" پس ان کے لیے دو اجر بنا دیں گے جب وہ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور ان کو نور اور مغفرت زیادہ دے گا۔

۲۹ پھر فرمایا "لئلا یعلم اھل الکتاب" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان لوگوں کا حسد جو اہل کتاب میں سے ایمان نہیں لائے، ان میں سے ایمان لانے والوں پر تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "لئلا یعلم اھل الکتاب" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہود کہتے عنقریب ہم میں سے ایک نبی نکلے گا جو ہاتھوں اور پاؤں کو کاٹے گا۔ پس جب وہ عرب سے نکلے تو ان کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "لئلا یعلم اھل الکتاب" یعنی تاکہ جان لیں اور "لا" صلہ ہے۔ "الّا یقدرون علٰی شیء من فضل اللّٰہ" یعنی تاکہ وہ لوگ جان لیں جو ایمان نہیں لائے کہ ان کے لیے کوئی اجر نہیں اور نہ کوئی حصہ ہے اللہ کے فضل میں۔

امت محمدیہ کی مدت گزشتہ امتوں کی مدت کے مقابلے میں اتنی ہے جتنا عصر سے مغرب تک وقت

بخاری نے صحیح میں حضرت ابن عمر کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری مدت گزشتہ اُمتوں کی مدت کے مقابلہ میں اتنی ہے جتنا عصر سے مغرب تک کا وقت ہوتا ہے۔ تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے مزدوروں سے کچھ کام کرانا چاہا اور کہا ایک ایک قیراط مزدوری پر دوپہر تک میرا کام کون کرسکتا ہے؟ یہودیوں نے ایک ایک قیراط پر دوپہر تک کام کیا پھر کام کرانے والے نے کہا: اب دوپہر سے عصر تک ایک ایک قیراط مزدوری پر کون کام کرسکتا ہے؟ یہ سن کر نصاریٰ نے ایک ایک قیراط پر دوپہر سے عصر تک کام کیا، پھر کام کے طلبگار نے کہا: اب عصر سے مغرب تک دو دو قیراط پر اُجرت پر کون کام کرسکتا ہے؟ سن لو تم ہی وہ لوگ ہو جو نمازِ عصر سے مغرب تک کام کرنے والے ہو، آگاہ ہو جاؤ تمہاری اُجرت دوگنی ہوگی۔ اس اعلان پر یہودی اور عیسائی ناراض ہوگئے۔ انہوں نے کہا: ہم کام تو زیادہ کرنے والے ہیں اور اُجرت کم پائیں گے۔ اللہ نے فرمایا: کیا میں نے (تمہارا کچھ حق کاٹ کر) تم پر ظلم کیا ہے؟ یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا، نہیں! اللہ نے فرمایا: پس یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں۔

بخاری نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کی اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کچھ لوگوں کو صبح سے شام تک کام کرنے کیلئے ایک مقررہ اُجرت پر لگایا۔ ان لوگوں نے دوپہر تک کام کیا پھر کہا جو اُجرت آپ نے مقرر کی ہے ہم کو اس کی ضرورت نہیں (آئندہ ہم کام نہیں کریں گے) آپ کی یہ شرط (یعنی تقررِ اُجرت) غلط ہے۔ کام لینے والے نے کہا، تم باقی کام پورا کردو اور اپنی پوری مزدوری لے لو لیکن انہوں نے انکار کردیا اور کام چھوڑ دیا۔ ان کے بعد کام کرانے والے نے کچھ اور لوگ مزدوری پر رکھے اور کہا آج دن کا باقی تمام کام تم پورا کردو، تم کو طے شدہ مزدوری ملے گی (ان لوگوں نے کام شروع کردیا) یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا یعنی عصر کی نماز کا وقت ہوگیا تو (وہ بھی کام چھوڑ بیٹھے اور) کہنے لگے ہم نے جو کام کیا وہ یونہی بے مزدوری ہوا، جو اُجرت آپ نے مقرر کی تھی وہ آپ ہی اپنے پاس رکھیں، کام کرانے والے نے کہا اپنا باقی کام پورا کردو، دن کا تھوڑا ہی حصہ تو رہ گیا ہے لیکن انہوں نے انکار کردیا، آخر مالک نے کچھ اور لوگوں کو مزدوری پر بلوایا کہ دن کے باقی حصہ میں کام کردیں۔ چنانچہ انہوں نے باقی وقت کام کردیا اور (اوّل الذکر) دونوں فریقوں کی پوری مزدوری لے لی۔ پس یہ مثال ہے ان لوگوں کی اور اس نور کو قبول کرنے کی۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ الْمُجَادِلَه

یہ سورۃ مدنی ہے اس میں ۲۲ آیات اور ۳ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ①

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور (اپنے رنج وغم کی) اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا (اور) اللہ تو سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

خولہ بنت ثعلبہ کے حق میں آیت بالا کا نزول

تفسیر: یہ آیت حضرت اوس بن صامت کی بی بی حضرت خولہ بنت ثعلبہ کے حق میں نازل ہوئی۔ خولہ حسین تھیں اور اوس کے مزاج میں غصہ بہت تھا۔ ایک روز اوس نے خولہ سے قربت کرنی چاہی، خولہ نے انکار کر دیا۔ اوس نے کہا تو میرے لیے ایسی ہے جیسی میری ماں کی پشت (کہنے کو تو غصہ میں کہہ دیا) پھر پشیمان ہوئے کیونکہ دورِ اسلامی سے پہلے ظہار اور ایلاء (عورت سے محدود ایام میں کنارہ کش رہنے کی قسم) کو طلاق سمجھا جاتا تھا اس لیے اوس بن صامت نے خولہ سے کہا میرے خیال میں تو میرے لیے حرام ہوگئی۔ خولہ نے کہا: واللہ! یہ طلاق نہیں ہے یہ کہہ کر خولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کا ایک طرف کا حصہ دھو رہی تھیں۔ خولہ نے آ کر کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے شوہر اوس بن صامت نے مجھ سے نکاح اُس وقت کیا تھا، جب میں جوان تھی، مال دار تھی اور کنبہ والی تھی۔ جب وہ میرا مال کھا چکا اور میری جوانی ختم کر دی اور میرا کنبہ بھی بچھڑ گیا اور میں بوڑھی ہوگئی تو اب مجھ سے اس نے ظہار کر لیا لیکن ظہار کرنے کے بعد پشیمان ہوگیا، کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ میں اور وہ پھر یکجا ہو سکیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس کے لیے حرام ہوگئی۔ خولہ نے کہا: میں اپنی محتاجی اور تنہائی کا شکوہ اللہ سے کرتی ہوں،

میرا اس کا ساتھ مدت دراز تک رہا اور میں نے اس کے لیے اپنا پیٹ جھاڑ دیا (یعنی اپنے پیٹ سے اس کے بہت بچے جنے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے خیال میں تو تو اس کے لیے حرام ہوگئی اور تیرے لیے کوئی خاص حاکم میرے پاس نہیں آیا۔ خولہ بار بار کلام کو لوٹتی پلٹتی رہی۔ آخر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کے لیے حرام ہوگئی تو گفتگو سے رُکی اور کہنے لگی میں اللہ ہی سے اپنی محتاجی اور بدحالی کا شکوہ کرتی ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اگر میں ان کو اپنے ساتھ رکھوں گی تو بھوکے رہیں گے اور اس کے پاس چھوڑوں گی تو تباہ ہو جائیں گے، پھر اوپر (آسمان کی طرف) سر اُٹھا کر کہنے لگی: اے اللہ! میں تجھ سے ہی شکوہ کرتی ہوں، اے اللہ! (میرے لیے) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر حکم نازل فرما دے۔ اسلام میں یہ پہلا ظہار تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کا دوسرا حصہ دھونے لگیں تو خولہ بولی اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، میرے معاملہ میں غور فرمایئے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اپنی بات ختم کر اور جھگڑنا چھوڑ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو نہیں دیکھ رہی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی اُترتی تھی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک اونگھ طاری ہو جاتی تھی۔ جب وحی (کی حالت) ختم ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے شوہر کو بلا لے۔ اوس رضی اللہ عنہ آگئے تو آپ علیہ السلام نے آیات "قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ ......" ان کو پڑھ کر سنائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بڑی خیر والا ہے وہ اللہ جس کی شنوائی تمام آوازوں کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہیں۔ میں گھر کے گوشے میں موجود تھی۔ اس عورت کی کچھ گفتگو سن رہی تھی اور کچھ نہیں سن پائی تھی (مگر اللہ نے اس کی ساری گفتگو سن لی) اور آیت "قد سمع اللّٰہ" نازل فرما دی۔

قول التی تجادلک۔ اس کا معنی ہے سخت لڑائی جھگڑا **تحاورکما** کا معنی ہے باہم کلام میں لوٹ پوٹ کرنا۔

(وتشتکی الی اللّٰہ واللّٰہ یسمع تحاورکما) اپنے کلام سے رجوع کرنے والا **(ان اللّٰہ سمیع بصیر)** سمیع کا معنی ہے دوسرے کی مناجات کو سننے والا اور اس کی خشوع وخضوع وعاجزی کو سننے والے کو بصیر کہتے ہیں جو اس کی طرف شکایت کرے اس کے حالات کو دیکھنے والا پھر ظہار کی مذمت بیان کی۔

اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ.وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۞ وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۞ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۞

ترجمہ: تم میں جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں (مثلاً یوں کہہ دیتے ہیں انت علی کظہر امی) وہ ان کی مائیں نہیں

ہیں ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے اور وہ لوگ بلا شبہ ایک نامعقول اور (چونکہ) جھوٹ بات کہتے ہیں اس لئے گناہ ضرور ہوگا اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کر دینے والے بخش دینے والے ہیں اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں میاں بیوی باہم اختلاط کریں اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے پھر جس کو (غلام لونڈی) میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ پیاپے یعنی لگاتار دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکیں تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلانا ہے یہ حکم اس لئے (بیان کیا گیا ہے) کہ تم اللہ اور رسول پر ایمان لے آؤ اور یہ اللہ کی حدیں (باندھی ہوئی) ہیں اور کافروں کے لئے سخت دردناک عذاب ہوگا۔

تفسیر **الذین یظاھرون منکم من نسا نھم** عاصم نے یظاہرون یاء کے ضمہ اور ظاء کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اس کے بعد الف ابن عامر، جعفر، حمزہ، کسائی وغیرہ نے یاء کے فتحہ اور ھا کے فتحہ کے ساتھ اور ظاء کی تشدید کے ساتھ۔ دوسرے قراء نے یاء کے فتحہ ظاء اور ھاء کی تشدید بغیر الف کے (**ماھن امھاتھم**) جن کو انہوں نے جن کو اپنے لئے بیویاں مقرر کر دی ہیں وہ حقیقت میں ان کی مائیں نہیں ہیں کہ ماؤں کی طرح وہ حرام ہوں۔ (**ان امھاتھم**) نہیں ہیں ان کی مائیں مگر (**الا اللائی ولدنھم وانھم لیقولون منکراً من القول**) جنہوں نے ان کو جنا ہے۔ (**وزورا**) بمعنی جھوٹ۔ منکر۔ **وان اللہ لعفوٌ غفورٌ** اللہ تعالیٰ ان کے اس گناہ کو معاف کر دیں گے جب وہ اس گناہ کا کفارہ ادا کر دیں گے۔

ظہار کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے **انت علی کظھر امی** کہ تو میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے یا تو مجھ سے ہے وغیرہ اور اسی طرح کوئی کہے کہ تو میری ماں کے پیٹ کی طرح یا میری ماں کے سر کی طرح یا میری ماں کے ہاتھ کی طرح یا یہ کہے کہ تیرا پیٹ، سر، ہاتھ مجھ پر ایسے ہیں جیسا کہ مجھ پر میری ماں کے ہیں یا اپنی ماں کے اعضاء میں سے کسی عضو کے ساتھ تشبیہ دے تو یہ ظہار ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر بیوی کو ماں کے پیٹ، ننگ، یا ران کے ساتھ تشبیہ دے تو ظہار ہوگا اور اگر دوسرے کسی عضو سے تشبیہ دی تو ظہار نہیں ہوگا۔ جیسے اگر کسی نے کہا کہ تو میری ماں کی طرح ہے یا ای کی روح کی طرح ہے اس سے مراد اعزاز واکرام لے تو یہ ظہار نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ اپنی دادی کے ساتھ تشبیہ دے جیسے کہ وہ کہے کہ تو میری دادی کی پیٹھ کی طرح ہے تو یہ ظہار ہوگا اور اگر اس ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ دینا جو شوہر کیلئے حرمت ابدیہ ہو تو بھی ظہار ہوگا۔ جیسے وہ یہ کہے **انت علی کظھر اختی** کہ تو میری بہن کی پیٹھ کی طرح ہے یا میری پھوپھی یا خالہ کی پیٹھ کی طرح ہے۔

❸ "**والذین یظاھرون من نسائھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ**" پھر ظہار کا حکم یہ ہے کہ خاوند پر اسی سے وطی کرنا حرام ہو جاتا ہے ظہار کے بعد جب تک کفارہ نہ دے اور کفارہ ظہار کے بعد لوٹنے (جماع) کی وجہ سے واجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "**ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ**" کی وجہ سے۔ اور اہل علم کا العود کی تفسیر میں اختلاف ہوا ہے۔ پس اہل ظاہر کہتے ہیں یہ حفظ ظہار کو لوٹانا ہے اور یہی ابوالعالیہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا کی تفسیر

اور فرمایا "ثم یعودون لما قالوا" یعنی "الی ما قالوا" یعنی دوسری مرتبہ اس بات کا اعادہ کریں۔ پس اگر لفظ کا تکرار نہ کریں تو کوئی کفارہ نہیں ہے اور ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ کفارہ نفس ظہار کی وجہ سے واجب ہو جائے گا اور آیت میں عود سے مراد اس کی طرف لوٹنا ہے جس پر وہ جاہلیت میں ظہار کے معاملہ میں تھے اور یہ مجاہد اور ثوری رحمہما اللہ کا قول ہے اور ایک قوم نے کہا ہے عود سے مراد وطی کرنا ہے اور یہ حسن، قتادہ، طاؤس اور زہری رحمہم اللہ کا قول ہے اور ان حضرات نے کہا ہے اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے جب تک اس سے وطی نہ کرے۔

اور ایک قوم نے کہا ہے یہ وطی (ہمبستری) کا پختہ ارادہ کرنا ہے اور یہی امام مالک رحمہ اللہ اور اصحاب رائے کا قول ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اس طرف گئے ہیں کہ عود یہ ہے کہ ظہار کے بعد ایک مدت اس کو روکے رکھے اس کو قدرت ہو کہ اس سے جدا ہو جائے لیکن ایسا نہ کرے۔ پس اگر اس کو ظہار کے بعد اس حال میں طلاق دے دی، ان دونوں میں سے کوئی اسی وقت میں مر گیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ قول کی طرف عود مخالفت کرنا ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عود کی تفسیر ندامت سے کی ہے۔ پس فرماتے ہیں وہ شرمندہ ہوں پھر محبت کی طرف لوٹیں اور اس کا معنی یہ ہے۔

فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہا جاتا ہے عاد "فلان لما قال" یعنی "فیما قال وفی نقض ما قال" یعنی جو کہا ہے اس سے رجوع کرے اور یہ وہی بیان کرتا ہے جو امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے اور وہ یہ کہ اس کا ظہار کا ارادہ کرنا اس کو حرام کرتا ہے۔ پس جب اس کو نکاح پر روک لیا تو اس نے اپنے قول کی مخالفت کی اور جو کہا تھا اس سے رجوع کر لیا تو اس کو کفارہ لازم ہوگا حتیٰ کہ فرمایا اگر اپنی اس بیوی سے ظہار کیا جس کو طلاق رجعی دی ہے تو اس کا ظہار منعقد ہو جائے گا اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے حتیٰ کہ اس سے رجوع کر لے۔ پس اگر اس سے رجوع کر لیا تو یہ عود کرنے والا ہوگا اور اس کو کفارہ لازم ہوگا۔

ظہار کا کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کرنے سے دہرا کفارہ آئے گا

اللہ تعالیٰ کا قول "فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا" اور لماس سے جماع کرنا مراد ہے۔ پس ظہار کرنے والے کے لیے اپنی اس بیوی سے وطی کرنا حلال نہیں ہے جس سے ظہار کیا ہو جب تک کفارہ نہ دے۔ علاوہ ازیں کہ کفارہ دینے کا ارادہ اعتاق کے ذریعے ہو یا روزوں یا کھانا کھلانے کے ذریعے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر کھانا کھلانے کے ذریعے کفارہ دینے کا ارادہ ہو تو اس کے لیے اس سے پہلے وطی کرنا جائز ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آزادی اور روزے میں جماع سے پہلے کی قید لگائی ہے اور کھانا کھلانے کے بارے میں فرمایا ہے "فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا" اور یہ نہیں فرمایا "من قبل ان یتماسا" اور دیگر حضرات کے نزدیک اطعام (کھانا کھلانے میں) آیت کا مطلق ہونا عتق اور روزے میں مقید حکم پر محمول کیا

جائے گا اور وطی کے علاوہ بوسہ اور لذت حاصل کرنے وغیرہ کے بارے میں اختلاف ہوا ہے کہ کفارہ سے پہلے یہ حرام ہیں یا نہیں۔ پس اکثر حضرات اس طرف گئے ہیں کہ وطی کے علاوہ افعال حرام نہیں ہیں اور یہی حسن اور سفیان ثوری رحمہما اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا زیادہ ظاہر قول ہے جیسا کہ حیض وطی کو حرام کرتا ہے نہ کہ سارے منافع کو۔

اور ان میں سے بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ بھی حرام ہیں اس لیے کہ لمس کا اسم سب کو شامل ہے اور اگر ظہار کرنے والے نے کفارہ سے پہلے جماع کرلیا تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اور کفارہ اس کے ذمہ میں ہوگا اور اس کے لیے دوبارہ جماع کرنا جائز نہ ہوگا جب تک کفارہ نہ دے اور جماع کی وجہ سے دوسرا کفارہ واجب نہ ہوگا اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب کفارہ دینے سے پہلے بیوی سے جماع کرلے تو اس پر دو کفارے ہیں اور ظہار کا کفارہ ترتیب وار ہے۔ اس پر واجب ہے مؤمن گردن کو آزاد کرنا۔ پس اگر یہ نہ پائے تو اس پر دو مہینے لگا تار روزے رکھنا لازم ہے۔ پس ایک دن جان بوجھ کر یا نیت بھولنے کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے تو اس پر نئے سرے سے دو مہینے کے روزے لازم ہوں گے۔ پس اگر روزے رکھنے سے عاجز ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور تحقیق ہم نے سورۃ المائدہ میں وہ مقدار ذکر کردی ہے جو مسکین کو کھلائے گا۔ **"ذلکم توعظون به"** اس کا حکم دیئے جاتے ہو۔ **"والله بما تعملون خبیر"**

کفارہ ظہار میں روزوں کا حکم

4 **"فمن لم یجد"** یعنی گردن کو۔ **"فصیام شهرین متتابعین من قبل ان یتماسّا"** پس اگر اس کے پاس غلام ہو لیکن وہ اس کی خدمت کا محتاج ہو یا اس کے پاس غلام کی قیمت ہو لیکن وہ ان کا محتاج ہو اپنے اور گھر والوں کے خرچ کے لیے تو اس کے لیے جائز ہے کہ روزے کی طرف منتقل ہو جائے اور امام مالک رحمہ اللہ اور اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو غلام آزاد کرنا ہی لازم ہوگا جب اس کے پاس غلام ہو یا اس کی قیمت ہو۔ اگرچہ اس کا محتاج ہی کیوں نہ ہو اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اس کے پاس غلام موجود ہے تو اس پر اس کو آزاد کرنا واجب ہے۔ اگرچہ وہ اس کا محتاج ہی کیوں نہ ہو اور اگر اس کے پاس غلام کی قیمت ہے اور وہ اس کا محتاج بھی ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ رکھے۔ پس اگر مظاہر دو مہینے کے روزے رکھنا شروع ہو گیا، پھر مہینے کے درمیان میں جماع کرلیا، رات کو تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جماع کو کفارہ پر مقدم کرنے کی وجہ سے لیکن اس پر دو مہینوں کے روزے ازسرنو رکھنے لازم نہ ہوں گے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر دو مہینوں کے روزے ازسرنو واجب ہوں گے۔

کفارہ ظہار میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم

"فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا" یعنی ظہار کرنے والا جب کسی مرض یا بڑھاپے یا ایسی شدت شہوت جس کی وجہ سے جماع سے نہ رُک سکے ان وجوہ سے روزہ کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس پر واجب ہے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ عطاء بن

یسار سے روایت ہے کہ خولہ بنت ثعلبہ اوس بن صامت کے نکاح میں تھیں تو انہوں نے اس سے ظہار کرلیا اور اوس رضی اللہ عنہ کو تھوڑی سی دیوانگی تھی تو خولہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا اوس نے مجھ سے ظہار کیا ہے اور ذکر کیا کہ ان کو تھوڑی سی دیوانگی ہے اور کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں آپ علیہ السلام کے پاس صرف اس پر شفقت کی وجہ سے آئی ہوں کیونکہ ان کے مجھ میں کئی منافع ہیں تو قرآن ان دونوں کے بارے میں نازل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کو حکم دے کہ وہ غلام آزاد کرے۔ انہوں نے کہا جس ذات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس کی قسم! نہ اوس کے پاس غلام ہے اور نہ اس کی قیمت۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اس کو حکم دے کہ وہ دو مہینے لگاتار روزے رکھے۔ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ علیہ السلام ان کو تین دن کے روزوں کا حکم دیں تو وہ اس پر بھی قادر نہیں ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تو اس کو حکم دے وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے وہ اس پر بھی قادر نہیں ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا تو اس کو حکم دے کہ وہ فلاں بن فلاں کے پاس جائے اس نے مجھے خبر دی ہے کہ اس کے پاس صدقہ کی کھجوروں کا حصہ ہے پس اوس وہ کھجوریں اپنے اوپر صدقہ کے لیے قبول کرے اور پھر ان کو ساٹھ مسکینوں پر صدقہ کردے۔ سلمہ بن صخر سے روایت ہے فرماتے ہیں میں ایسا شخص تھا عورتوں سے وہ پہنچتا تھا جو میرے علاوہ کوئی نہ پہنچتا تھا۔ پس جب رمضان کا مہینہ داخل ہوا تو مجھے خوف ہوا کہ میں اپنی بیوی سے جماع کربیٹھوں گا تو میں نے اس سے ظہار کرلیا حتیٰ کہ رمضان کا مہینہ ختم ہوگیا۔ پس اسی اثناء میں وہ ایک رات مجھ سے بات کررہی تھی جب میرے لیے اس سے کچھ کھل گیا تو میں صبر نہیں کرسکا اور جماع کرلیا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ علیہ السلام کو خبر دی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تو نے یہ کیا؟ میں نے کہا جی میں نے یہ کیا یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی، میں نے کہا جی میں نے ایسا کیا، اب میں حاضر ہوں، میرے بارے میں اللہ کا فیصلہ جاری کریں، میں اس پر صبر کرنے والا ہوں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا تو گردن آزاد کر تو میں نے اپنی گردن پر ہاتھ مارا اور کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس کے علاوہ کسی کا مالک نہیں ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا پھر تو دو مہینے لگاتار روزے رکھ، پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یہ جو معاملہ پیش آیا ہے صرف روزوں کی وجہ سے پیش آیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا پھر تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا۔ میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم نے رات بھوکے گزاری ہے، ہمارے پاس رات کا کھانا نہ تھا، آپ علیہ السلام نے فرمایا تو بنو زریق کے صاحب صدقہ کے پاس چلا جا اس کو کہہ وہ تجھے دے پھر تو اس میں سے ایک وسق ساٹھ مسکینوں کو اپنی طرف سے کھلا، پھر باقی سے اپنے اور اپنے گھر والوں پر مدد طلب کر۔ فرماتے ہیں پھر میں اپنی قوم کی طرف لوٹا اور میں نے کہا میں نے تمہارے پاس تنگی اور برے مشورے پائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وسعت اور برکت پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے تمہارے صدقات کا حکم دیا

ہے۔ پس تم وہ مجھے دیدو۔ فرماتے ہیں انہوں نے وہ ان کو دے دیئے۔ "ذلک لتؤمنوا باللّٰہ ورسولہ" تاکہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے لائے ہیں تم اس کی تصدیق کرو۔ "وتلک حدود اللّٰہ" یعنی جو ظہار کے کفارے بیان کیے۔ "وللکافرین عذاب الیم" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس کے لیے جو اس کا انکار کرے اور تکذیب کرے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کُبِتُوْا کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍ م بَیِّنٰتٍ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ⑤ یَوْمَ یَبْعَثُھُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُھُمْ بِمَاعَمِلُوْا اَحْصٰہُ اللّٰہُ وَنَسُوْہُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ ⑥ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ.اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ⑦ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نُھُوْا عَنِ النَّجْوٰی ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُھُوْا عَنْہُ وَیَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَاِذَا جَآءُوْکَ حَیَّوْکَ بِمَا لَمْ یُحَیِّکَ بِہِ اللّٰہُ وَیَقُوْلُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَااللّٰہُ بِمَانَقُوْلُ.حَسْبُھُمْ جَھَنَّمُ. یَصْلَوْنَھَا فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ⑧

ترجمہ: اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس کا چوتھا وہ (یعنی اللہ) نہ ہو اور پانچ کی سرگوشی نہیں ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ اس (عدد سے کم میں ہوتی ہے جیسے دو یا چار آدمیوں میں) اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ (ہر حالت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے (خواہ) وہ لوگ کہیں بھی ہوں پھر ان (سب) کو قیامت کے روز ان کے کئے ہوئے کام بتلا دے گا بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی پوری خبر ہے کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جن کو سرگوشی سے منع کر دیا گیا تھا (مگر) پھر (بھی) وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور وہ لوگ جب آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے لفظ سے سلام کہتے ہیں جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا اور اپنے جی میں (یا اپنے آپس میں) کہتے ہیں کہ (اگر یہ پیغمبر ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمارے اس کہنے پر سزا (فوراً) کیوں نہیں دیتا ان کے لئے جہنم کافی ہے اس میں یہ لوگ (ضرور) داخل ہوں گے سو وہ برا ٹھکانہ ہے۔

تفسیر ⑤ "ان الذین یحادون اللّٰہ ورسولہ" یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرتے اور ان کے امر کی مخالفت کرتے ہیں۔ "کبتوا" ذلیل و رسوا کیے گئے اور ہلاک کیے گئے "کما کبت الذین من قبلھم وقد انزلنا" آپ علیہ السلام کی طرف۔ "آیات بینات وللکافرین عذاب مھین"

⑥"یوم یبعثھم اللّٰہ جمیعا فینبّئھم بما عملوا احصاہ اللّٰہ" اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو یاد کیا ہے۔"ونسوہ واللّٰہ علٰی کل شیء شھید.

⑦الم تر ان اللّٰہ یعلم ما فی السمٰوات وما فی الارض ما یکون" ابوجعفر رحمہ اللہ نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے النجویٰ کے مؤنث ہونے کی وجہ سے اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے درمیان میں فاصلہ ہونے کی وجہ سے۔"من نجویٰ ثلاثۃ" یعنی تین کی سرگوشی یعنی کوئی چیز ایسی نہیں جس کی آدمی اپنے ساتھیوں سے سرگوشی کرے۔"الا ھورا بعھم"علم کے ذریعے۔اور کہا گیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ تین سرگوشی کرنے والے نہیں ہوتے جو آپس میں سرگوشی کریں مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے علم کے ساتھ ان کی سرگوشی کو جانتا ہے ولا خمسۃ الاھو سادسھم اور نہ ہی پانچ مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے۔"ولا ادنیٰ من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم اینما کانوا" یعقوب رحمہ اللہ نے اکثر کو پیش کے ساتھ پڑھا ہے من کے داخل ہونے سے پہلے کلام کے محل پر۔"ثم ینبئھم بما عملوا یوم القیامۃ ان اللّٰہ بکل شیءٍ علیم"

⑧"الم تر الی الّذین نھوا عن النجویٰ" یہود اور منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے اور مؤمنین کی طرف دیکھتے تھے اور آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے مسلمانوں کو یہ وہم دلاتے تھے کہ وہ آپس میں ایسی سرگوشی کر رہے ہیں جو ان کو تکلیف پہنچائے گا۔

پس وہ اس وجہ سے غمگین ہوتے تھے اور کہتے تھے ہمارا خیال ہے کہ ان کو ہمارے ان بھائیوں کے بارے میں کوئی بات پہنچی ہے جو جہاد میں زخمی ہوگئے کہ یا تو وہ قتل کردیئے گئے ہیں یا مر گئے ہیں یا شکست کھا گئے ہیں تو یہ بات مسلمانوں کے دلوں میں بیٹھ گئی اور ان کو غمگین کر دیا۔جب یہ بات کافی عرصہ رہی اور اکثر ہونے لگی تو مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت کی تو آپ علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے بغیر سرگوشیاں نہ کیا کریں لیکن وہ اس سے باز نہ آئے اور اپنی سرگوشیوں کی طرف لوٹے تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا"الم تر الی الّذین نھوا عن النجویٰ" یعنی باہم سرگوشیوں سے۔"ثم یعودون لما نھوا عنہ" یعنی باہم سرگوشیوں کی طرف لوٹتے ہیں جن سے روکے گئے ہیں"ویتناجون"اعمش اور حمزہ رحمہما اللہ نے "ینتجون"......"یفتعلون" کے وزن پر پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے "ویتناجون" پڑھا ہے۔اللہ تعالیٰ کے فرمان "اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول" کی وجہ سے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سرگوشی سے منع کیا تھا تو انہوں نے آپ علیہ السلام کی نافرمانی کی۔

"واذا جاؤک حیوک بمالم یحیک بہ اللّٰہ" یہ اس وجہ سے کہا کہ یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے اور "ویقولون" السام علیک اور السام بمعنی موت ہے اور وہ وہم یہ دلاتے تھے کہ وہ السلام علیکم کہہ رہے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے تھے علیکم، پھر جب وہ مجلس سے نکلتے تو کہتے "فی انفسھم لولا یعذبنا اللّٰہ بما نقول" ان کی مراد یہ تھی کہ اگر یہ نبی برحق ہوتے تو ہمارے اس قول کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب دے دیتے۔اللہ تعالیٰ

نے فرمایا "حسبهم جهنم يصلونها فبئس المصير" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے السام علیک آپ علیہ السلام نے فرمایا وعلیکم تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا "السّام عليكم ولعنكم الله وغضب عليكم" تم پر موت ہو اور تم پر اللہ کی لعنت وغضب ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ اے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) تجھ پر لازم ہے نرمی اور تو بچ سختی اور فحش گوئی سے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سنا جو انہوں نے کہا؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تو نے نہیں سنا جو میں نے کہا میں نے ان کی بددعا ان پر لوٹا دی۔ پس میری دُعا ان کے لیے قبول کی گئی اور ان کی بددعا میرے بارے میں قبول نہیں کی گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو آپس میں سرگوشیاں کرنے سے روکا، منافقین اور یہود کے فعل کی طرح۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ⑨ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑩

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم (کسی ضرورت سے) سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرو اور نفع رسانی اور پرہیزگاری کی باتوں کی سرگوشیاں کرو اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کیے جاؤ گے ایسی سرگوشی محض شیطان کی طرف سے (یعنی اس کے بہکانے سے) ہے تاکہ مسلمانوں کو رنج میں ڈالے اور وہ شیطان بدوں خدا کے ارادے ان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا اور مسلمانوں کو (ہر امر میں) اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے۔

تفسیر: ⑨ "يا يها الّذين امنوا اذا تناجيتم فلاتتناجوا بالاثم والعدوان ومعصيت الرسول" یعنی منافقین اور یہود کے فعل کی طرح اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول "امنوا" سے منافقین مراد ہیں یعنی وہ اپنی زبانوں سے ایمان لائے۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اپنے گمان کے مطابق۔ ان کو کہا تم گناہ اور سرکشی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت کی سرگوشی نہ کرو۔ "وتناجوا بالبر والتقوىٰ واتقوا الله الذى اليه تحشرون"

⑩ "انما النجوىٰ من الشيطان" یعنی شیطان کے مزین کرنے سے ہے۔ "ليحزن الّذين امنوا" یعنی شیطان ان کے لیے یہ مزین کرتا ہے تاکہ وہ مؤمنین کو غمگین کریں۔

"وليس" باہم سرگوشی کرنا۔ "بضارّهم شيئا" اور کہا گیا ہے شیطان ان کو نقصان دینے والا نہیں ہے۔ "الا باذن الله وعلى الله فليتوكل المؤمنون" ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تین ہو تو دو شخص تیسرے کے بغیر سرگوشی نہ کریں مگر اس کی اجازت کے ساتھ کیونکہ یہ بات اس کو غمزدہ کرے گی۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم سے کہا جاوے کہ مجلس میں جگہ کھول دو تو تم جگہ کھول دیا کرو اللہ تم کو (جنت میں) کھلی جگہ دے گا اور جب کسی ضرورت سے کہا جائے کہ (مجلس سے اٹھ کھڑے ہو) تو اٹھ کھڑے ہوا کرو اللہ تعالیٰ اس حکم کی (اطاعت سے) تم میں ایمان والوں کے اور (ایمان والوں میں) ان لوگوں کے جن کو علم (دین) عطا ہوا ہے (اُخروی) درجے بلند کر دے گا اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا کی تفسیر

تفسیر ⑪ "یا یھا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسّحوا فی المجالس فافسحوا" مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار میں سے اہل بدر کا اکرام کرتے تھے۔ پس ان میں سے کچھ لوگ آئے ایک دن اور وہ مجلس میں سبقت کیے گئے تھے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوگئے اور آپ علیہ السلام پر سلام کیا۔ آپ علیہ السلام نے ان کو جواب دیا پھر انہوں نے جماعت پر سلام کیا، انہوں نے بھی جواب دیا پھر وہ اپنے پاؤں پر کھڑے رہ گئے، اس کا انتظار کرتے رہے کہ ان کے لیے مجلس میں وسعت کی جائے گی لیکن ان کی جگہ نہ بنائی گئی حتیٰ کہ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اِرد گرد والے کو کہا اے فلاں! تو اور اے فلاں تو کھڑے ہو جاؤ تو مجلس سے اتنے لوگ اُٹھا دیئے جتنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اہل بدر میں سے کھڑے تھے۔ تو یہ بات ان لوگوں پر گراں گزری جو مجلس سے کھڑے کیے گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہروں سے ناگواری کو پہچان لیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور تحقیق ہم نے ان کا قصہ سورۃ الحجرات میں ذکر کر دیا ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں خوب رغبت کرتے تھے اور جب کسی کو دیکھتے کہ وہ ان کے پاس آیا ہے تو اپنی جگہ پر بخل کرتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ ایک دوسرے کے لیے مجلس میں کشادگی کر دیا کریں اور کہا گیا ہے کہ یہ جمعہ کا دن تھا تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "یا یھا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا" یعنی مجلس میں کشادگی کرو۔

حسن اور عاصم رحمہما اللہ نے فی المجالس پڑھا ہے اس لیے کہ ہر ایک مجلس (بیٹھنے کی جگہ) پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا معنی ہے چاہیے ہر شخص اپنی جگہ میں گنجائش بنائے اور دیگر حضرات نے "فی المجلس" پڑھا ہے۔ واحد کا صیغہ اس لیے کہ اس سے مراد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہے۔ "فافسحوا" یعنی تم وسعت دو۔ کہا جاتا ہے "فسح یفسح فسحا" جب مجلس میں وسعت دے۔ "یفسح اللّٰہ لکم" اللہ تعالیٰ تمہارے لیے جنت کو وسعت دیں گے اور اس میں مجالس کو۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنی مجلس سے نہ اُٹھے کہ پھر کوئی اس کا اس میں نائب بن جائے لیکن تم کشادگی کرو اور وسعت دو۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو جمعہ کے دن کھڑا نہ کرے لیکن چاہیے کہ وہ کہے کشادگی کرو اور ابوالعالیہ، قرظی اور حسن رحمہم اللہ فرماتے ہیں یہ جنگ کی مجالس اور قتال کی نشستوں کے بارے میں ہے۔ آدمی قوم کے پاس آتا تھا صف میں پھر کہتا تھا کشادگی کرو تو وہ انکار کر دیتے تھے ان کے قتال پر حریص ہونے اور شہادت میں رغبت رکھنے کی وجہ سے۔ "واذا قیل انشزوا فانشزوا"

اہل مدینہ اور اہل شام اور عاصم رحمہم اللہ نے شین کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے ان دونوں کی زیر کے ساتھ اور یہ دو لغتیں ہیں۔ یعنی تم اُٹھ جاؤ۔ کہا گیا ہے تم اپنی جگہوں سے اُٹھ جاؤ حتیٰ کہ اپنے بھائیوں کے لیے وسعت کرو۔ عکرمہ اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں لوگ نماز سے بوجھل ہوتے تھے جب نماز کے لیے پکارے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ اس کا معنی جب نماز کے لیے پکارا جائے تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور مجاہد اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی جب تمہیں کہا جائے تم نماز اور جہاد کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور ہر خیر وحق کی مجالس کی طرف تو ان کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور کوتاہی نہ کرو۔ "یرفع اللّٰہ الّذین اٰمنوا منکم" ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کی وجہ سے اور اپنی مجالس سے کھڑا ہونے اور اپنے بھائیوں کے لیے وسعت دینے کی وجہ سے۔

"والذین اوتوا العلم" مؤمنین میں سے اپنے علم کے فضل اور مسابقت کی وجہ سے۔ "درجات" پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا ہے وہ درست ہے اور ان مؤمنین کو ثواب دیا جائے جنہوں نے اس امر پر عمل کیا اور اہل بدر کی جماعت اس اکرام کے مستحق تھے جو ان کے ساتھ کیا گیا۔ "واللّٰہ بما تعملون خبیر" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا اے لوگو! اس آیت کو سمجھ لو اور ہم تمہیں علم میں ترغیب دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:......

"یرفع اللّٰہ الّذین اٰمنوا منکم والّذین اوتوا العلم درجات" مؤمن عالم غیر عالم سے کئی درجات اوپر ہوگا۔ کثیر بن قیس کہتے ہیں میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا دمشق کی مسجد میں، پس ایک شخص آیا اور کہا اے ابوالدرداء میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے آیا ہوں۔ ایک حدیث کی وجہ سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا تجھے اس کے علاوہ کوئی اور حاجت نہ تھی؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا اور نہ تو تجارت کے لیے آیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا اور تو صرف اسی میں رغبت کی وجہ سے آیا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔

فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو شخص ایسا راستہ چلے جس میں علم کو تلاش کرتا ہو، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستوں میں سے ایک پر چلائیں گے اور بے شک فرشتے اپنے پَر رکھتے ہیں طالب علم کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور بے شک تمام آسمان اور زمینیں اور مچھلیاں پانی میں اس کے لیے دُعا کرتی ہیں اور بے شک عالم کی عابد پر فضیلت ایسے ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر اور بے شک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام دینار اور درہم کے وارث نہیں بناتے وہ تو علم کا وارث بناتے ہیں۔ پس جس نے اس کو لیا پس تحقیق اس نے وافر حصہ کو لیا۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو مجلسوں پر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں۔ دو مجلسوں میں سے ایک اللہ تعالیٰ کو پکار رہے تھے اور اس کی طرف رغبت کر رہے تھے اور دوسرے فقہ سیکھ رہے تھے اور سکھا رہے تھے۔ فرمایا دونوں مجلسیں خیر پر ہیں اور ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے افضل ہے۔ بہرحال یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دُعا کر رہے ہیں اور اس کی طرف رغبت کر رہے ہیں۔ پس اگر تو چاہے تو ان کو دے اور اگر چاہے تو منع کر دے اور بہرحال یہ لوگ پس فقہ سیکھ رہے ہیں اور جاہل کو سکھا رہے ہیں۔ پس یہ لوگ افضل ہیں اور میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر ان میں بیٹھ گئے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی (کرنے کا ارادہ) کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات دے دیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور (گناہوں سے) پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے پھر اگر تم کو (صدقہ دینے کی مقدور نہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے۔

تین اشخاص ہوں تو ان میں سے دو کو سرگوشی کرنے کا کیا حکم ہے

تفسیر ۱۲ "یا یھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرّسول فقدّموا بین یدی نجواکم" اپنی سرگوشی کے آگے "صدقہ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ اس وجہ سے کہا کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور کثرت کر دی تھی کہ آپ علیہ السلام پر گراں گزرا تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اپنے نبی علیہ السلام پر تخفیف کر دیں اور ان کو اس سے روک دیں۔ پھر ان کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دیں اور مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مال داروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے تو کثرت سے سرگوشی کرتے تھے اور فقراء پر مجلس میں غالب آ جاتے تھے۔ حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طول مجلس اور سرگوشیوں کو ناپسند سمجھا۔ پس جب انہوں نے یہ دیکھا تو اپنی سرگوشی سے باز آ گئے۔ بہرحال تنگدست لوگ کہ انہوں نے کچھ نہ پایا اور مال دار لوگ تو وہ بخیل ہو گئے اور یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر سخت گراں ہوئی تو رُخصت نازل ہوئی۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کو سرگوشی سے

روکا گیا حتیٰ کہ وہ صدقہ کریں۔ پس آپ علیہ السلام سے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سرگوشی کی۔ پہلے ایک دینار کا صدقہ کیا اور آ کر سرگوشی کی۔ پھر رُخصت نازل ہوگئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ایک آیت اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ میرے بعد اس پر کوئی عمل کرے گا اور وہ سرگوشی کی آیت ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، پھر فرمایا کیا تو دینار کو نہیں دیکھتا؟ میں نے کہا وہ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کتنا؟ میں نے کہا ایک "حبة" (دانا) یا ایک "شعیرة" (جو)...... (یہ وزن کے لیے ہوتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تو البتہ بہت کم کرنے والا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی "ء اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوا کم صدقات" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پس میری وجہ سے تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس اُمت پر تخفیف کی ہے۔ "ذلک خیر لکم" یعنی سرگوشی سے پہلے صدقہ دینا۔ "واطهر فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم" یعنی وہ فقراء جن کے پاس صدقہ کرنے کیلئے کچھ نہیں ہے ان سے معاف ہے۔

ءَ اَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰكُمْ صَدَقٰتٍ فَاِذْلَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑬ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ.مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ⑭ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا.اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑮ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑯

ترجمہ: کیا تم اپنی سرگوشی کے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے سو (خیر) جب تم (اس کو) نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی تو تم نماز کے پابند رہو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ و رسول کا کہنا مانا کرو اور اللہ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر فرمائی جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ نے غضب کیا ہے یہ منافق لوگ نہ تو (پورے پورے) تم میں سے ہیں اور نہ ان ہی میں ہیں اور جھوٹی بات پر قسمیں کھا جاتے ہیں اور وہ خود بھی جانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے (کیونکہ) بیشک وہ برے برے کام کیا کرتے تھے انہوں نے اپنی قسموں کو (اپنے بچاؤ کے لئے سپر بنا رکھا ہے پھر خدا کی راہ سے روکتے رہتے ہیں سو (اس وجہ سے) ان کے لئے ذلت کا عذاب ہونے والا ہے۔

تفسیر: ⑬ "أاشفقتم ان تقدموا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کیا تم بخیل ہوگئے؟ اور معنی یہ ہے کہ کیا تم فقر اور فاقہ سے ڈر گئے، اگر تم پہلے صدقہ دو تو؟ "بین یدی نجوا کم صدقات فاذ لم تفعلوا" جو تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ "وتاب اللہ علیکم" تم سے درگزر کیا اور تم پر صدقہ چھوڑنے کا عقاب نہیں کیا اور کہا گیا ہے واؤ صلہ ہے اس کا مجاز "فان لم

تفعلوا وتاب اللّٰہ علیکم" تم سے تجاوز کیا اور تم سے تخفیف کی اور صدقہ کو منسوخ کر دیا۔ مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حکم دس راتیں رہا، پھر منسوخ ہو گیا اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حکم صرف دن کی ایک گھڑی رہا۔ "فاقیموا الصلوٰۃ" فرض کی ہوئی۔ "وآتوا الزکاۃ" واجب۔ "واطیعوا اللّٰہ ورسولہ واللّٰہ خبیر بما تعملون"

⑭ "الم تر الی الّذین تولّوا قوما غضب اللّٰہ علیھم" منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے یہود سے دوستی کی اور ان کی خیر خواہی کی اور مؤمنین کے راز ان کی طرف منتقل کرتے اور "غضب اللّٰہ علیھم" سے مراد یہود ہیں۔ "ماھم منکم ولا منھم" یعنی منافقین جو دین اور دوستی میں مؤمنین میں سے نہیں تھے اور یہود و کفار میں سے تھے۔ جیسا کہ فرمایا: "مذبذبین بین ذلک. لاالی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء"...... "ویحلفون علی الکذب وھم یعلمون" سدی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں، یہ عبداللہ بن نبتل منافق کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتا تھا، پھر آپ علیہ السلام کی باتیں یہود کی طرف نقل کرتا۔ پس اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرات میں سے کسی حجرہ میں تھے۔

جب فرمایا کہ ابھی تم پر ایک شخص داخل ہوگا اس کا دل متکبر کا دل ہے اور شیطان کی دو آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ پس عبداللہ بن نبتل داخل ہوا اور یہ نیلگوں آنکھوں والا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس وجہ پر تو اور تیرے ساتھی مجھے برا بھلا کہتے ہو؟ تو اس نے اللہ کی قسم اُٹھائی کہ اس نے ایسا نہیں کیا اور اپنے ساتھیوں کو لایا، انہوں نے بھی قسمیں کھائیں کہ انہوں نے برا بھلا نہیں کہا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔ پس فرمایا "ویحلفون علی الکذب وھم یعلمون" کہ وہ جھوٹے ہیں۔

⑮ "اعداللّٰہ لھم عذابا شدیدا انھم سآء ما کانوا یعملون"

⑯ "اتخذوا ایمانھم" جھوٹی۔ "جُنّۃ" اس کے ذریعے قتل سے بچتے ہیں اور اپنے جان اور مال کا دفاع کرتے ہیں۔ "فصدّوا عن سبیل اللّٰہ" مؤمنین کو ان کے جہاد بالقتل اور ان کے مال لینے سے روک دیا ہے۔ "فلھم عذاب مھین"

لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا.اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ.هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ⑰یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰی شَیْءٍ.اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ⑱اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ. اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ.اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ⑲اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ⑳كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ.اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ㉑ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ اُولٰٓئِکَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ

بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ㉒

ترجمہ: ان کے اموال اور اولا داللہ (کے عذاب) سے ان کو ذرا نہ بچا سکیں گے (اور) یہ لوگ دوزخی ہیں وہ لوگ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جس روز اللہ ان سب کو دوبارہ زندہ کرے گا سو یہ اس کے روبرو بھی (جھوٹی) قسمیں کھاویں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاجاتے ہیں اور یوں خیال کریں گے کہ کسی اچھی حالت میں ہیں خوب سن لو یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں ان پر شیطان نے پورا پورا تسلط کرلیا ہے سو اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی یہ لوگ شیطان کا گروہ ہے خوب سن لو کہ یہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات (اپنے حکم ازلی میں) لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے بیشک اللہ قوت والا غلبہ والا ہے جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ و رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ و بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا اور ان (قلوب) کو اپنے فیض سے قوت دی ہے فیض سے مراد نور ہدایت ہے اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

تفسیر ⑰ ''لن تغنی عنهم'' قیامت کے دن۔ ''اموالهم ولا اولادهم من الله شيئا اولئک اصحاب النار هم فيها خالدون.

⑱ يوم يبعثهم الله جميعا فيحلفون له'' جھوٹی کہ وہ مشرک نہ تھے۔ ''كما يحلفون لكم'' دُنیا میں۔ ''ويحسبون انهم على شيء'' اپنی جھوٹی قسموں سے۔ ''الا انهم هم الكاذبون''

⑲ ''استحوذ'' غالب و مسلط ہوگیا۔ ''عليهم الشيطان فانساهم ذكر الله اولئک حزب الشيطان الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون

⑳ ان الذين يحادون الله ورسوله اولئک فى الاذلين'' نچلے درجوں میں یعنی وہ ان لوگوں میں ہیں جن کو وہ دُنیا و آخرت میں ذلت کے لیے لاحق ہوا ہے۔

㉑ ''كتب الله'' اللہ تعالیٰ ثابت قضاء کی۔ ''لاغلبن انا ورسلى ان الله قوى عزيز'' اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول ''ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين انهم لهم المنصورون'' زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں

رسولوں کا غلبہ دو قسم پر ہے جو ان میں سے جنگ کے ساتھ مبعوث کیے گئے۔ پس وہ جنگ کے ذریعے غالب ہیں اور جو جنگ کا حکم نہیں دیئے گئے پس وہ دلیل کے ذریعے غالب ہیں۔

22 " لاتجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادّون من حادّ الله ورسوله ولو كانوا آباء هم او ابناء هم او اخوانهم او عشيرتهم " خبر دی ہے کہ مؤمنین کا ایمان کفار سے محبت کی وجہ سے فاسد ہو جائے گا اور جو مؤمن ہو گا وہ کفار سے دوستی نہ کرے گا۔ اگرچہ وہ اس کے خاندان سے ہو۔ کہا گیا ہے یہ حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب انہوں نے اہل مکہ کی طرف خط لکھا تھا اور عنقریب سورۃ الممتحنہ میں آئے گا۔ ان شاء اللہ عزوجل۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں "ولو كانوا آباء هم" یعنی ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنے والد عبداللہ بن جراح کو اُحد کے دن قتل کیا اور "او ابناء هم" یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو بدر کے دن مقابلہ کے لیے بلایا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چھوڑ دیں، میں پہلے کوچ کرنے والوں میں ہو جاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں اپنے نفس سے نفع دے اے ابوبکر! "او اخوانهم" یعنی مصعب بن عمیر، انہوں نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو اُحد کے دن قتل کر دیا۔ "او عشيرتهم" یعنی عمر رضی اللہ عنہ انہوں نے اپنے ماموں ہشام بن مغیرہ کو بدر کے دن قتل کیا اور علی، حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بدر کا دن عتبہ، شیبہ اور ربیعہ کے دونوں بیٹے اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا۔ "اولئك كتب فى قلوبهم الايمان" تصدیق کو ان کے دلوں میں ثابت کر دیا۔ پس وہ پختہ خالص ہے اور کہا گیا ہے ان کے ایمان کا حکم لگایا۔ پس قلوب کو ذکر کیا ہے اس لیے کہ وہ ایمان کی جگہ ہے۔

"وايدهم بروح منه" سدی کا قول ہے کہ اس سے مراد ایمان ہے۔ ربیع کا قول ہے کہ اس سے مراد قرآن اور وہ استدلالات جو قرآن میں مذکور ہیں۔ بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رحمت مراد ہے۔ "وكذلك اوحينا اليك روحا من امرنا" بعض کے نزدیک اللہ کی رحمت مراد ہے اور بعض کے نزدیک جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔

وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

سُوْرَۃُ الْحَشْرِ

یہ سورۃ مدنی ہے، اس میں ۲۴ آیات اور ۳ رکوع ہیں۔

سعید بن جبیر کا بیان ہے، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا سورۃ الحشر، فرمایا: سورۃ النضیر کہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ① هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ. مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَ اَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ. فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ②

ترجمہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں (مخلوقات) ہیں (خواہ زبان حال سے یا قال سے) اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے وہی ہے جس نے (ان) کفار اہل کتاب (یعنی بنی نضیر) کو ان کے گھروں سے پہلی ہی بار اکٹھا کر کے نکال دیا تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ (کبھی اپنے گھروں سے) نکلیں گے اور (خود) انہوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچالیں گے سو ان پر خدا (کا عقاب) ایسی جگہ سے پہنچا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اجاڑ رہے تھے سوائے دانشمندو (اس حالت کو دیکھ کر) عبرت حاصل کرو۔

تفسیر (صحیحین) بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ سورۃ انفال بدر کے بیان میں نازل ہوئی اور سورت حشر بنی نضیر کے بیان میں۔ "سبّح للّٰه ما فی السموات وما فی الارض وهو العزیز الحکیم ○ هو الّذی اخرج الّذین کفروا من اهل الکتب من دیارهم لاوّل الحشر" (اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور وہی غالب (اور بڑی) حکمت والا ہے۔ وہی ہے جس نے ان کفار اہل کتاب (یعنی بنی نضیر) کو ان کے گھروں سے پہلی بار اکٹھا کر کے نکال دیا)۔

"مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ" یعنی خاندان بنی نضیر جو حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھا۔ "من دیارھم" ان کے گھروں سے جو مدینہ میں تھے۔ ابن اسحٰق نے بیان کیا کہ بنی نضیر کی جلاوطنی کا واقعہ اس وقت ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد سے واپس آئے تھے اور بنی قریظہ کا واقعہ جنگ احزاب سے واپسی کے وقت ہوا۔ ان دونوں واقعات کے درمیان دو سال کی مدت ہوئی۔ بنی نضیر کو جلاوطن کرنے کا سبب یہ ہوا کہ (ہجرت کے بعد) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو بنی نضیر سے یہ معاہدہ ہو گیا کہ فریقین میں سے کوئی کسی سے جنگ نہیں کرے گا اور بنی نضیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں سے بھی نہیں لڑیں گے (اور نہ مسلمانوں کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ہمراہ ہو کر لڑیں گے)۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر کی لڑائی میں مشرکوں پر غلبہ حاصل ہو گیا تو بنی نضیر نے کہا: خدا کی قسم! یہ وہی نبی ہیں جن کے اوصاف توریت میں ہم کو ملتے ہیں۔ ان کا جھنڈا (کبھی) نہیں لوٹایا جا سکتا۔ اس کے بعد جب جنگ اُحد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو بنی نضیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت میں شک کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی دشمنی پر علی الاعلان اُتر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اُن کا معاہدہ تھا اس کو توڑ دیا۔ چنانچہ بنی نضیر کا ایک شخص کعب ابن اشرف چالیس یہودیوں کو لے کر پہنچا اور قریش سے ملا اور فریقین نے باہم مل کر ایک معاہدہ کیا کہ سب (قریش اور بنی نضیر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر متحد رہیں گے۔ ابوسفیان چالیس قریشیوں کو اور کعب بن اشرف چالیس یہودیوں کو لے کر کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور ایک معاہدہ کعبہ کے پردوں کے اندر آپس میں کر لیا۔ توثیق معاہدہ کے بعد جب کعب اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ واپس آ گیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاہدہ کی اطلاع دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم دے دیا اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے جا کر کعب کو قتل کر دیا۔ کعب کو قتل کرنے کی تفصیل سورۃ آل عمران کی آیت "لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَذًی کَثِیْرًا" کی تفسیر کے ذیل میں ہم نے کر دی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نضیر کی بدعہدی کی متعدد اطلاعیں ملی تھیں۔

بنی نضیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیام بھیجا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سننا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیام سمجھنا چاہتے ہیں (اس لیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تیس ساتھیوں کے ساتھ اور ہم اپنے تیس عالموں کے ساتھ نکل کر آ جائیں اور درمیانی مقام پر سب جمع ہو جائیں اور ہمارے علماء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں، اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر دیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے تو ہم سب ایمان لے آئیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گزارش کو مان لیا اور دوسرے روز تیس صحابہ کو ساتھ لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ اُدھر سے تیس یہودی عالم نکل آئے۔ جب دونوں فریق کھلے میدان میں پہنچ گئے تو بنی نضیر نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک تمہاری رسائی کیسے ہو گی؟ ان کے ساتھ تو ان کے تیس رفیق جانثار موجود ہیں۔ جب ان کی یہ تدبیر کامیاب نہیں ہوئی تو پیام بھیجا ہم (سب) ساٹھ آدمی ہیں (اس گڑبڑ میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کیسے سمجھ پائیں گے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تین

ساتھیوں کو لے کر آئیں، ہمارے بھی تین عالم آ جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنیں گے، اگر انہوں نے تصدیق کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ برآمد ہوئے اور اُدھر سے تین یہودی بھی آ گئے جن کے پاس خنجر تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک شہید کر دینے کا ارادہ تھا لیکن بنی نضیر کی ہی ایک عورت تھی جس کا بھائی مسلمان ہو گیا تھا اور انصاری تھا۔ اس عورت نے بطور خیر خواہی اپنے بھائی کو کہلا بھیجا اور بنی نضیر کے ارادہ کی اطلاع دے دی۔ اس کا بھائی فوراً دوڑا اور قبل اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں تک پہنچتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مخفی طور پر اطلاع دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔ ابوداؤد، بیہقی، عبد بن حمید اور عبدالرزاق نے صحیح سند کے ساتھ یہ قصہ بیان کیا ہے اور ایک طویل حدیث کے ذیل میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ بنی نضیر نے یہ غداری اس وقت کی، جب واقعۂ بدر کے بعد قریش نے ان کو لکھا تھا کہ تم لوگ مسلح زرہ پوش اور حفاظتی قلعوں والے ہو، تم کو چاہیے کہ ہمارے دشمن سے لڑائی لڑیں یا ایسا ایسا کریں۔ اس تحریر کو پانے کے بعد بنی نضیر نے مذکورۂ بالا غداری کی۔ بغوی نے اس قصہ کو ذکر کرنے کے بعد بیان کیا ہے۔ جب دوسرا دن ہوا تو صبح ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگی دستے لے کر ان کی طرف چل پڑے اور اکیس روز تک ان کا محاصرہ جاری رکھا۔

ھو الذی اخرج الذین کفروا من اھل الکتاب اس سے مراد بنی نضیر ہیں **(من دیارھم)** جو یثرب میں تھے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بنی نضیر کی جلاوطنی کا واقعہ جنگ احزاب سے واپسی کے وقت ہوا ان دونوں واقعات کے درمیان دو سال کی مدت ہوئی۔

اول حشر سے کیا مراد ہے

(لاول الحشر) زہری کا بیان ہے کہ بنو نضیر اس سبط میں سے تھے جن کو کبھی جلاوطن نہیں کیا گیا۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے جلاوطنی لکھ دی ہے اگر ان کو جلاوطن نہ کیا جاتا تو دنیا میں ہی ان پر عذاب آ جاتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میدان حشر ملک شام میں ہوگا جس شخص کو اس آیت میں شک ہو۔ وہ یہ آیت پڑھے ملک شام کی طرف یہ پہلا حشر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا تم لوگ نکل جاؤ۔ انہوں نے پوچھا کہاں جائیں فرمایا ارض محشر کی طرف قیامت کے دن سب مخلوق کو جمع کر کے ارض شام کی طرف لایا جائے گا۔

اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "**لاوّل الحشر**" کہا ہے اس لیے کہ وہ پہلے لوگ تھے جو اہل کتاب میں سے جزیرہ عرب سے جلاوطن کیے گئے، پھر ان کے آخری کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جلاوطن کیا۔ مرہ ہمدانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اوّل الحشر مدینہ سے تھا اور حشر ثانی خیبر سے اور تمام جزیرہ عرب اذرعات تک اور اریحاء شام سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ پہلا حشر تھا اور حشر ثانی آگ ہے جو ان کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی، ان کے ساتھ رات گزارے گی جہاں وہ رات گزاریں گے اور ان کے ساتھ دوپہر کا آرام کرے گی جہاں وہ آرام کریں گے۔

"ماظننتم" اے مؤمنو! "ان یخرجوا" مدینہ سے ان کے غلبہ اور قوت کی وجہ سے کیونکہ قلعوں، زمینوں اور کثیر باغات والے تھے۔ "وظنوا انھم ما نعتھم حصونھم من اللّٰہ" یعنی اور بنونضیر نے گمان کیا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ کی سلطنت سے روک لیں گے۔ "فاتاھم اللّٰہ" یعنی اللہ کا امر اور اس کا عذاب "من حیث لم یحتسبوا" اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ان سے قتال اور ان کو جلاوطن کرنے کا اور ان کو اس کا گمان نہ تھا۔ "وقذف فی قلوبھم الرعب" ان کے سردار کعب بن اشرف کو قتل کر کے۔ "یخربون" ابوعمرو نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے تخفیف کے ساتھ اور ان دونوں کا معنی ایک ہے۔ "بیوتھم بایدیھم و ایدی المؤمنین"

زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے صلح کی کہ ان کے لیے وہ ہے جتنا اونٹ بوجھ اُٹھالیں تو وہ اپنے گھروں میں لکڑیوں کو دیکھتے تو ان کو گرا دیتے اور جو اچھی چیز ہوتی اس کو اُتار لیتے اور اس کو اونٹوں پر لاد لیتے اور مؤمنین باقی کو خراب کر دیتے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہوں نے ستونوں کو اکھاڑ دیا اور چھتوں کو توڑ دیا اور دیواروں میں سوراخ کر دیا اور لکڑیاں (کڑیاں) اکھاڑ دیں حتیٰ کہ میخیں نکال لیں۔ اس کو برباد کر رہے تھے تاکہ اس میں مؤمن نہ رہ سکیں، مؤمنوں سے حسد اور بغض کی وجہ سے۔

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمان ان کے ظاہر کو خراب کر رہے تھے اور یہود اندر سے خراب کر رہے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جب بھی مسلمان ان کے گھروں پر غالب ہوتے وہ ان کو گرا دیتے تاکہ ان کے لیے لڑائی کی جگہ وسیع ہو جائے اور اللہ کے دشمن اپنے گھروں میں پیچھے سے نقب لگاتے اور اس سے پچھلے گھر میں نکل جاتے، پھر اس کو جائے پناہ بنا لیتے اور جو ان سے ملا ہوا ہے اس کو توڑ دیتے اور جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نکلتے اس پر تیراندازی کرتے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا قول "یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین فاعتبروا" پس تم نصیحت حاصل کرو اور اس میں غور کرو جو ان پر اُتری ہے۔ "فاعتبروا یا اولی الابصار" اے عقل و سمجھ والو۔

وَلَوْ لَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا. وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤

(ترجمہ) اگر اللہ تعالیٰ ان کی قسمت میں جلاوطن ہونا نہ لکھ چکتا تو ان کو دنیا ہی میں (قتل کی سزا دیتا) اور ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب (تیار) ہے یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دینے والا ہے جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو دونوں باتیں) خدا ہی کے حکم (اور رضا) کے موافق ہیں اور تاکہ کافروں کو ذلیل کرے۔

تفسیر ③ "ولولا ان کتب اللہ علیھم الجلاء" وطن سے نکلنا۔ "لعذبھم فی الدنیا" قتل اور قید کے ذریعے جیسا کہ بنوقریظہ کے ساتھ کیا گیا۔ "ولھم فی الآخرۃ عذاب النار.

④ ذلک" جوان کولاحق ہوا۔ "بانھم شاقوا اللہ ورسولہ ومن یشاق اللہ فان اللہ شدید العقاب"

⑤ "ما قطعتم من لینۃ" جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر پر اُترے اور انہوں نے اپنے قلعوں میں پناہ لے لی تو آپ علیہ السلام نے ان کے درخت کاٹنے اور ان کو جلانے کا حکم دیا تو اللہ کے دشمنوں نے اس وقت واویلا کیا اور کہنے لگے۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے گمان کیا کہ آپ صلاح وخیر خواہی کا ارادہ کرتے ہیں۔ کیا صلاح میں سے درختوں کا اکھاڑنا اور کھجوروں کو کاٹنا ہے؟ پس کیا تو نے پایا ہے اس میں جو تجھ پر اُتارا گیا ہے زمین میں فساد مچانا۔ پس مسلمانوں نے ان کے قول کی وجہ سے اپنے دل میں کچھ پایا اور ڈرے کہ یہ فساد نہ ہو اور اس میں اختلاف کیا تو بعض نے کہا تم نہ کاٹو کیونکہ یہ اس میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے فئی بنائیں گے اور ان میں سے بعض نے کہا بلکہ ہم ان کو کاٹ کر ان لوگوں کو غصہ دلا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو اُتارا، ان کی تصدیق کے لیے جنہوں نے ان کے کاٹنے سے روکا اور جنہوں نے اس کو کاٹا ان کو گناہ سے حلال کرنے کے لیے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے کھجور کے درخت جلا دیئے اور کٹوا دیئے اور وہ تباہ ہوگئے تو آیت نازل ہوئی۔" او ترکتموھا قائمۃ علی اصولھا فباذن اللہ" اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ جو تم نے کاٹ دیئے اور جو چھوڑ دیئے تو وہ اللہ کے اذن کے ساتھ تھے۔ "ولیخزی الفاسقین" اور مفسرین رحمھم اللہ کا "لینۃ" میں اختلاف ہوا ہے، ایک قوم نے کہا ہے کھجور کے تمام درخت "لینۃ" ہیں عجوہ کے علاوہ اور یہ عکرمہ اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے اور اسی کو زاذان نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کھجور کے درخت کٹواتے تھے سوائے عجوہ کے اور اہل مدینہ عجوہ کے علاوہ کھجوروں کا نام الوان رکھتے ہیں اور اس کا واحد "لونۃ" اور "لینۃ" ہے۔ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ تمام کھجوروں کے درخت ہیں سوائے عجوہ اور برنیہ کے اور مجاہد اور عطیہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ تمام کھجور کے درخت ہیں بغیر کسی استثناء کے اور عوفی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا یہ کھجور کی ایک قسم ہے۔

اور سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ عمدہ کھجور ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ کھجور کی ایک قسم ہے اس کے پھل کو لون کہا جاتا ہے اور یہ سخت زرد ہوتی ہے اس کی گٹھلی باہر سے دیکھی جاتی ہے۔ اس میں داڑھ چھپ جاتی ہے اور یہ عمدہ کھجور اور ان کے ہاں پسندیدہ ہے اور اس کے ایک درخت کی قیمت وصیف (کھجور کی قسم) کی قیمت ہے اور وہ ان کے ہاں وصیف سے زیادہ پسندیدہ تھی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو کاٹ رہے ہیں تو یہ ان پر بڑا بھاری ہوا اور مؤمنین کو کہنے لگے تم تو زمین میں فساد مچانے کو ناپسند کرتے ہو اور اب خود فساد مچا رہے ہو۔ ان درختوں کو چھوڑ دو یہ ان کے ہوں گے جو غالب آگئے تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ یہ اس کی اجازت سے ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ

يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑥

ترجمہ اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے (خاص طور پر) مسلط فرمادیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

تفسیر ⑥ "وما افاء الله علی رسوله" یعنی جس کو اپنے رسول پر لوٹا دے۔ کہا جاتا ہے "فاء یفئی" یعنی وہ لوٹ آیا "منهم" بنونضیر کے یہود سے۔ "فما او جفتم" تم نے رکھا۔ "علیه من خیل ولا رکاب" کہا جاتا ہے "وجف الفرس والبعیر یجف وجیفا" اور وہ تیز دوڑتا ہے۔ "واو جفه صاحبه" جب اس کو دوڑنے پر اُبھارے اور رکاب سے وہ اونٹ مراد ہیں جو قوم کو اُٹھاتے ہیں کیونکہ جب بنونضیر نے اپنے جانور اور سامان چھوڑ دیا تو مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے درمیان تقسیم کردیا جائے جیسا کہ خیبر کے مال غنیمت کے ساتھ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا کہ یہ فئی ہے مسلمانوں نے اس پر اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے اور نہ اس کی طرف کوئی سفر کیا ہے اور نہ کوئی مشقت اُٹھائی ہے اور نہ جنگ کی ہے۔

بنونضیر کا مال کہاں خرچ کیا

"ولکن الله یسلط رسله علی من یشاء والله علی کل شیء قدیر" پس بنونضیر کے اموال کو خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنادیا کہ آپ علیہ السلام جہاں چاہیں خرچ کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مہاجرین کے درمیان تقسیم کردیا اور انصار کو اس میں سے کچھ نہیں دیا سوائے تین افراد کے کہ ان کو حاجت تھی اور وہ ابو دجانہ، سماک بن خرشہ اور سہل بن حنیف اور حارث بن صمہ ہیں۔ مالک بن اوس بن حدثان نضری نے خبر دی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بلایا جب ان کا دربان یرفأ آیا اور کہا عثمان، عبدالرحمٰن، زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم اجازت طلب کررہے ہیں کیا آپ کے لیے ان میں ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ پھر ان کو داخل کردیا، پھر یرفأ تھوڑی دیر رکا، پھر آیا اور کہا عباس اور علی رضی اللہ عنہما اجازت طلب کررہے ہیں، کیا آپ رضی اللہ عنہ کے لیے ان میں ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ پس جب وہ دونوں داخل ہوئے تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کردیں۔

اور ان دونوں کا مقدمہ اس مال فئی میں تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے بنونضیر سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لوٹایا تھا تو ایک جماعت نے کہا اے امیر المؤمنین! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کردیں اور ان میں سے ایک کو دوسرے سے راحت دے دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اسی اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کی اجازت کے ساتھ آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم وارث نہیں بناتے جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے، مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ذات تھی۔ انہوں نے عرض کیا تحقیق آپ علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی وعباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا ہے؟ ان دونوں

حضرات نے فرمایا جی ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اس معاملہ کے بارے میں بتاتا ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فئی کے ساتھ خاص کر دیا تھا۔ آپ علیہ السلام کے علاوہ کسی کو کچھ نہیں دیا۔

پھر کہا "**وما افاء الله علی رسوله منهم فما اوجفتم علیه من خیل ولا رکاب**" سے اللہ تعالیٰ کے قول "**قدیر**" تک اور یہ خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا نہ تمہارے علاوہ کے لیے اس کو جمع کیا اور نہ اس کو تم پر ترجیح دی۔ تحقیق تمہیں اس سے دیا اور تم میں تقسیم کیا حتیٰ کہ اس سے یہ مال باقی رہ گیا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے سال کا خرچہ اس مال سے خرچ کرتے تھے پھر باقی کو لیتے اور اللہ کے مال کی جگہ میں بنا دیتے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مطابق اپنی زندگی میں عمل کیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں تو اس کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے قبضہ میں لیا اور اس میں وہی عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور تم دونوں اس وقت تھے اور حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے تم یاد کرو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں وہ کیا جو تم دونوں کہہ رہے ہو اور اللہ جانتا ہے کہ وہ اس سچے نیک سیدھی راہ پر چلنے والے حق کے تابع تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وفات دی تو میں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ولی ہوں تو میں نے اس کو لیا اپنی امارت کے دو سال میں نے اس پر وہ عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس میں سچا نیک راشد حق کا تابع ہوں۔ پھر تم دونوں میرے پاس آئے ہو اور تم دونوں کی ایک ہی بات ہے اور تمہارا معاملہ اکٹھا ہے تو میں نے تمہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم وارث نہیں بناتے جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ پھر جب میرے لیے ظاہر ہوا کہ میں تم دونوں کو یہ دے دوں تو میں نے کہا اگر تم دونوں چاہو تو میں اس کو تمہیں دے دوں۔ اس بناء پر کہ تم دونوں پر اللہ کا معاہدہ و میثاق ہے کہ تم اس میں وہ عمل کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور جو میں نے اپنی ولایت سے اب تک کیا ورنہ تم دونوں مجھ سے اس بارے میں بات نہ کرو۔ تو تم نے کہا آپ رضی اللہ عنہ اس کو ہمیں اس عہد کے ساتھ دے دیں تو میں نے تم دونوں کو دے دیا، کیا اب تم مجھ سے اس کے علاوہ فیصلہ طلب کرتے ہو؟ پس اللہ کی قسم! جس کی اجازت سے آسمان و زمین قائم ہیں میں اس میں اس کے علاوہ فیصلہ نہ کروں گا حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔ پس اگر تم دونوں اس سے عاجز ہو گئے ہو تو اس کو مجھے دے دو کیونکہ میں اس کو تم دونوں سے کافی ہوں۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً ۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ. وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ. اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۞۷

ترجمہ: جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور) پر اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوا دے (جیسے فدک اور

ایک حصہ خیبر کا) سو وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور آپ کے قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا تا کہ وہ (مال) تمہارے تونگروں کے قبضے میں نہ آ جائے اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز کے لینے) سے تم کو روک دیں تم رک جایا کرو (اور بالعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ مخالفت کرنے پر سخت سزا دینے والا ہے۔

تفسیر ۷ "**ما افاء اللّٰہ علی رسولہ من اھل القریٰ**" یعنی بستیوں والے کفار کے اموال سے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وہ قریظہ، نضیر، فدک، خیبر اور عرینہ کی بستیاں ہیں۔ "**فللّٰہ وللرّسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل**" اور تحقیق ہم نے سورۃ الانفال میں غنیمت کے حکم کو ذکر کر دیا ہے اور فئی کا حکم بے شک فئی کا مال آپ علیہ السلام کی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوگا جہاں چاہیں اس کو خرچ کریں اور آپ علیہ السلام اس میں سے اپنے اہل کو ان کا سالانہ خرچ دیتے تھے اور جو باقی بچتا اس کو اللہ تعالیٰ کے مال کی جگہ رکھتے اور اہل علم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فئی کے مصرف میں اختلاف ہوا ہے۔ پس ایک قوم نے کہا ہے وہ آپ علیہ السلام کے بعد امام وقت کے لیے ہوگا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اس میں دو قول ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ مال فئی مجاہدین کو ملے گا اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسلمانوں کی ضروریات کے لیے ہوگا اور ابتداء لڑنے والوں سے کی جائے گی۔ پھر اس کے بعد جو اہم ضروریات ہوں اور علماء کا مال فئی کا خمس دینے میں اختلاف ہوا ہے۔ پس ان میں سے بعض اسی طرف گئے ہیں کہ مال فئی کا خمس نکالا جائے گا۔ پس اس کا خمس (پانچواں حصہ) غنیمت کے پانچویں حصہ کے مستحقین کے لیے ہوگا اور چار خمس لڑنے والوں کے لیے اور مسلمانوں کی ضروریات کے لیے۔

اور اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس کا خمس نہیں نکالا جائے گا بلکہ اس تمام کا مصرف ایک ہے اور تمام مسلمانوں کا اس میں حق ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھا "**ما افاء اللّٰہ علی رسولہ من اھل القریٰ**" یہاں تک کہ "**للفقراء المھاجرین ... والذین جاء وا من بعدھم**" پر پہنچ گئے۔ پھر فرمایا اس نے تمام مسلمانوں کو گھیرے میں لے لیا ہے اور فرمایا زمین پر کوئی مسلمان نہیں ہے مگر اس کا اس فئی میں حق ہے مگر جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں۔

"**کیلا یکون دولۃ**" اکثر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ "**دولۃ**" نصب کے ساتھ یعنی تا کہ یہ فئی نہ ہو۔ "**لکیلا یکون الفئی دولۃ**" اور ابو جعفر رحمہ اللہ نے "**تکون**" تاء کے ساتھ "**دولۃ**" پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ "**کَانَ**" کے اسم کی بناء پر۔ یعنی "**کیلا یکون الامر الی دولۃ**" اور "**کینونۃ**" کو وقوع (واقع ہونے) کے معنی میں کیا ہے اور اس وقت اس کی کوئی خبر نہ ہوگی اور "**دولۃ**" اس چیز کا نام ہے جس کو لوگ آپس میں ہاتھوں ہاتھ لیں۔ "**بین الاغنیاء منکم**" یعنی مال داروں اور طاقتوروں کے درمیان۔ اس کا معنی تا کہ مال فئی مال داروں اور طاقت وروں کے ہاتھوں میں چکر نہ لگاتا رہے۔ پس وہ اس پر فقراء اور ضعفاء پر غالب ہو جائیں کیونکہ اہل جاہلیت جب غنیمت حاصل کرتے تھے تو سردار لوگ اس کا چوتھا حصہ اپنے لیے رکھ لیتے تھے اور یہ مرباع ہے۔ پھر اس مرباع کے بعد جو چاہتے مال غنیمت سے چن لیتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے رسول

اللہ علیہ وسلم کے لیے بنا دیا کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہاں تقسیم کریں۔ پھر فرمایا "وما آتاکم" تم کو عطاء کریں "الرسول" فئی اور غنیمت میں سے۔ "فخذوہ ومانھا کم عنہ" مالِ غنیمت میں خیانت وغیرہ سے۔ "فانتھوا" اور یہ حکم اموالِ فئی کے بارے میں اُترا ہے اور یہ عام ہے جس چیز کا بھی آپ علیہ السلام حکم دیں اور جس چیز سے بھی روک دیں۔ حضرت عبداللہ سے روایت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے ہاتھ میں گودنے والیوں اور گودوانے والیوں پر اور بالوں کو اکھیڑنے والیوں پر اور دانتوں میں خلا پیدا کرنے والیوں پر جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کرنے والیاں ہیں۔

تو یہ بات بنی اسد کی ایک عورت کو پہنچی اس کو اُم یعقوب کہا جاتا تھا تو وہ آئی اور کہنے لگی مجھے آپ رضی اللہ عنہ سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی ایسی عورت کو لعنت کی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس عورت کو لعنت نہ کروں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے تو اس عورت نے کہا تحقیق میں نے دو تختیوں کے درمیان جو کچھ ہے اسے پڑھا ہے پس میں نے اس میں وہ نہیں پایا جو آپ رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا البتہ اگر تم اس کو پڑھتی تو اس میں ضرور پاتی کیا تو نے نہیں پڑھا؟ "وما آتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا" اس نے کہا کیوں نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا ہے۔ "واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب" پھر ان کو بیان کیا جن کا فئی میں حق ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⑧ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑨

ترجمہ اور حاجتمند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً ظلماً) جدا کر دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل یعنی جنت) اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول (کے دین) کی مدد کرتے ہیں (اور) یہی لوگ (ایمان) کے سچے ہیں اور نیز ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دارالاسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے (اس سے یہ انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور واقعی جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

تفسیر ⑧ پس فرمایا "للفقراء المھاجرین اللذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً" رزق "من اللہ ورضوانا" یعنی وہ دارِ ہجرت کی طرف نکالے گئے اللہ تعالیٰ کی رضا کو طلب کرنے کے لیے۔ "وینصرون اللہ ورسولہ اولئک

ھم الصادقون" اپنے ایمان میں قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مہاجرین لوگ جنہوں نے گھروں، اموال اور خاندانوں کو چھوڑا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں نکلے اور اسلام کو اختیار کیا ان سختیوں کے باوجود جن پر وہ تھے حتیٰ کہ ہمیں ذکر کیا گیا ہے کہ آدمی اپنے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا تاکہ بھوک سے اپنی پیٹھ کو سیدھا کرے اور آدمی سردیوں میں ھثیرہ لے لیتا تھا اور اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی لبادہ نہ ہوتا تھا۔ اُمیہ بن خالد بن عبداللہ بن اسید سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقراء مہاجرین کے ذریعے فتح مانگا کیا کرتے تھے۔ ابوعبید کہتے ہیں اسی طرح عبدالرحمٰن نے کہا ہے اور وہ میرے نزدیک اُمیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے فقراء مہاجرین! خوش ہو جاؤ قیامت کے دن مکمل نور کے ساتھ تم مال دار لوگوں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہو گے اور اس کی مقدار پانچ سو سال ہے۔

۹ "والذین تبوّؤ الدار والایمان" اور وہ انصار ہیں، ان کے اقامت کی، گھر کی اور وطن بنایا گھر کو یعنی مدینہ دار ہجرت اور ایمان بنایا۔ "من قبلھم" یعنی وہ اپنے گھروں میں اسلام لائے اور ایمان کو ترجیح دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے دو سال پہلے مسجدیں بنائیں اور آیت کی ترتیب "والذین تبوّؤا الدار والایمان من قبلھم" یعنی مہاجرین ان کے پاس آنے سے پہلے اور وہ ایمان لے آئے اس لیے کہ ایمان اقامت کی جگہ نہیں ہے۔ "یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ" گھٹن، غصہ اور حسد۔ "مما اوتوا" یعنی جو مہاجرین ان کے بغیر مال فئی دیئے گئے اور یہ بےشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے اموال کو مہاجرین کے درمیان تقسیم کیا اور انصار کو نہیں دیا تو انصار کے دل اس پر خوش ہوئے۔ "ویؤثرون علی انفسھم" یعنی وہ اپنے مہاجر بھائیوں پر اپنے اموال اور رہائش گاہ کا ایثار کرتے ہیں۔ "ولو کان بھم خصاصۃ" فاقہ اور حاجت اس چیز کی جس کا وہ ایثار کر رہے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے اموال اور گھر مہاجرین کو تقسیم کر دیئے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ علیہ السلام سے ضیافت طلب کی تو آپ علیہ السلام نے اپنی ازواج کے پاس پیغام بھیجا، کیا تمہارے پاس کچھ چیز ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہمارے پاس تو صرف پانی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ملاتا ہے یا اس کی مہمانی کرتا ہے؟ تو انصار میں ایک شخص نے کہا میں یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اس کو اپنی بیوی کے پاس لے گئے اور کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کا اکرام کر، اس نے کہا ہمارے پاس تو صرف بچوں کے بقدر غذا ہے تو انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا تو کھانا تیار کر اور چراغ روشن کر اور بچوں کو سلا دینا جب ان کا رات کا کھانا کھانے کا ارادہ ہو تو اس نے کھانا تیار کیا اور چراغ روشن کر دیا اور بچوں کو سلا دیا، پھر کھڑی ہوئی چراغ کی روشنی کو ٹھیک کرنے اور اس کو بجھا دیا۔ پس وہ دونوں میاں بیوی اس کو یہ دکھاتے رہے کہ وہ بھی ساتھ کھا رہے ہیں تو وہ دونوں بھوکے سو گئے۔ پس جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا رات کو اللہ تعالیٰ کو ہنسی آ گئی یا فرمایا تم دونوں کا فعل اس کو اچھا لگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ

ومن یوق شحّ نفسه فاولئک هم المفلحون" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار نے کہا ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان کھجور کے درختوں کو تقسیم کر دیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا نہیں تو انہوں نے کہا آپ ہمیں کارگزاری سے مستغنی کر دیں اور ہم تمہیں پھل میں شریک کر لیں۔ انہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی۔ یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا جب ان کے ساتھ ولید کی طرف نکلے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا کہ ان کو بحرین دے دیا جائے تو انہوں نے کہا نہیں۔ مگر یہ کہ ہمارے مہاجر بھائیوں کو اس کی مثل دیا جائے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا سن لو! پس تم صبر کرو حتیٰ کہ تم مجھے حوض پر آ کر ملو کیونکہ عنقریب تمہیں میرے بعد ترجیح پہنچے گی۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نضیر کے دن انصار کو کہا اگر تم چاہو تو اپنے اموال اور گھر مہاجرین میں تقسیم کر دو اور ان کے ساتھ اس غنیمت میں شریک ہو جاؤ اور اگر تم چاہو تو تمہارے لیے تمہارے گھر اور تمہارے اموال ہوں اور تمہارے لیے غنیمت سے کچھ تقسیم نہ کیا جائے تو انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا بلکہ ہم ان کے لیے اپنے مال اور گھر تقسیم کر دیتے ہیں اور ہم ان کو غنیمت میں ترجیح دیتے ہیں اور ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "**ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة. ومن یوق شحّ نفسه فاولئک هم المفلحون**" اور الشح کلام عرب بخل کرنا اور فضل کو روکنا ہے۔

اور علماء رحمہم اللہ نے شح اور بخل میں فرق کیا ہے۔ روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ مجھے خوف ہوا کہ میں ہلاک ہو گیا ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا قول سنا۔ "**ومن یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون**" اور میں بخیل آدمی ہوں، میرے ہاتھ سے کوئی چیز نہیں نکلتی تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ وہ شح نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہے اور لیکن شح یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کے مال کو ظلماً کھا جائے اور لیکن یہ بخل ہے اور بخل بری چیز ہے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "شحّ" یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنا مال روک لے۔ "شحّ" تو یہ ہے کہ آدمی کی آنکھ اس چیز کا لالچ کرے جو اس کی نہیں ہے اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "شحّ" حرام کو لینا اور زکوٰۃ نہ دینا ہے اور کہا گیا ہے "شحّ" وہ شدید حرص (لالچ) ہے جو انسان کو حرام کاموں کے ارتکاب پر اُبھارے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص ایسی چیز نہ لے جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو روکا ہے اور شحّ نے اس کو اس طرف نہ بلایا ہو کہ وہ اس چیز سے روک دے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اس نے اپنے آپ کو نفس کے شحّ سے بچا لیا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ظلم سے ڈرو کیونکہ قیامت کے دن تاریکیاں ہوں گی اور شحّ (بخل) سے بچو کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا، ان کو اس پر اُبھارا کہ وہ اپنے خونوں اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر دیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں ایک بندے کے پیٹ میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے اور شحّ اور ایمان ایک بندے کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ ۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کا بھی اس مال فے میں حق ہے) جو ان کے بعد آئے جو (ان مذکورین کے حق میں) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔

تفسیر: ⑩ "والذین جاء وا من بعدھم" یعنی تابعین اور وہ لوگ جو مہاجرین اور انصار کے بعد قیامت تک آئیں گے۔ پھر ذکر کیا کہ وہ اپنے لیے اور جو ان سے ایمان میں سبقت لے گئے ان کے لیے دُعا کرتے ہیں۔ پس فرمایا "یقولون ربّنا اغفرلنا ولاخواننا الّذین سبقونا بالایمان و لا تجعل فی قلوبنا غلاًّ" کینہ، حسد، بغض، "للّذین اٰمنوا ربّنا انک رؤف رحیم"، پس ہر وہ شخص جس کے دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے بارے میں کینہ ہو اور ان تمام پر رحمت نہ کرتا ہو تو وہ ان لوگوں میں سے نہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مراد لیا ہے۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو تین مرتبوں پر ترتیب دیا ہے مہاجرین، انصار اور تابعین جو مذکور صفات کے ساتھ موصوف ہوں پس جو تابعین (پیچھے آنے والوں) میں سے اس صفت پر نہ ہو تو وہ مؤمنین کی اقسام سے خارج ہوگا۔ ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگ تین مرتبوں پر ہیں مہاجرین اور "والّذین تبوّؤا الدار والایمان" اور "الّذین جاء وا من بعدھم"، پس تو کوشش کر کہ تو ان مرتبوں سے نہ نکلے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں تمہیں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس تم نے ان کو برا بھلا کہا، میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرماتے تھے یہ اُمت نہیں جائے گی حتیٰ کہ اس کے آخری لوگ اس کے پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے۔ مالک بن مغول کہتے ہیں عامر بن شرجیل شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا اے مالک! یہود و نصاریٰ روافض پر ایک خصلت کی وجہ سے بڑھ گئے ہیں۔ یہود سے سوال کیا گیا تمہارے دین کے بہتر لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب اور نصاریٰ سے سوال کیا گیا کہ تمہارے دین کے بہترین لوگ کون ہیں تو انہوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور روافض سے پوچھا گیا تمہارے دین کے بدترین لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)...... (نعوذ باللہ)۔ ان کو ان کے لیے استغفار کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے ان کو برا بھلا کہا۔ پس تلوار ان پر قیامت کے دن تک تنی ہوئی ہے ان کا کوئی جھنڈا نہ اُٹھے گا اور ان کے قدم نہ جمیں گے اور ان کی قوت جمع نہ ہوگی جب بھی وہ لڑائی کی آگ بھڑکائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے خون بہا کر اور ان کی قوت بکھیر دیں گے اور ان کی محبت کو باطل کر کے مٹا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ان گمراہ کرنے والی خواہشات سے بچائیں۔

مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی سے بغض رکھتا ہے یا

اس کے دل میں ان پر کوئی کینہ ہے تو اس کا مسلمانوں کے فئی میں کوئی حق نہیں ہے۔ پھر تلاوت کی "ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری" حتیٰ کہ اس آیت پر آ گئے۔ "للفقراء المھاجرین والذین تبوّؤا الدار والایمان والذین جاء وا من بعدھم" اللہ تعالیٰ کے قول "رؤف رحیم" تک۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ. وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑪ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ. ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ⑫

(ترجمہ) کیا آپ نے ان منافقین (یعنی عبداللہ بن ابی وغیرہ کی حالت نہیں دیکھی کہ اپنے (ہم مذہب) بھائیوں سے کہ کفار اہل کتاب ہیں (یعنی بنی نضیر سے) کہتے ہیں کہ واللہ اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمہارے معاملہ میں کبھی کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے کسی کی لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں واللہ اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ منافقین) ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر (بفرض محال) ان کی مدد بھی کی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی کوئی مدد نہ ہوگی۔

(تفسیر) ⑪ "الم تر الی الذین نافقوا" یعنی انہوں نے اس کے خلاف ظاہر کیا جو چھپا رکھا ہے۔ یعنی عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھی۔ "یقولون لاخوانھم الذین کفروا من اھل الکتاب" اور وہ بنو قریظہ اور نضیر کے یہود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کو ان کا دین میں بھائی قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ وہ ان جیسے کفار ہیں۔ "لئن اخرجتم" مدینہ سے۔ "لنخرجن معکم ولا نطیع فیکم احدا" جو ہم سے تمہاری رسوائی اور مخالفت کا سوال کرے۔ "ابدا وان قوتلتم لننصرنکم واللہ یشھد انھم" یعنی منافقین "لکاذبون"

⑫ "لئن اخرجوا لایخرجون معھم ولئن قوتلوا لاینصرونھم" اور معاملہ اسی طرح ہوا ہے کیونکہ وہ اپنے گھروں سے نکالے گئے تو منافقین ان کے ساتھ نہیں نکلے اور ان سے لڑائی کی گئی تو منافقین نے ان کی مدد نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کا قول "ولئن نصروھم لیولن الادبار" یعنی اگر وہ ان کی مدد پر قادر ہوئے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے اگر انہوں نے یہود کی مدد کا ارادہ کیا تو شکست خوردہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ "ثم لا ینصرون" یعنی بنو نضیر مدد نہ کیے جائیں گے جب ان کے مددگار شکست کھا کر بھاگ جائیں گے۔

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ. ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ⑬ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ. بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ. تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ

قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ بے شک تم لوگوں کا خوف ان (منافقین) کے دلوں میں اللہ سے بھی زیادہ ہے اور یہ (ان کا تم سے ڈرنا خدا سے نہ ڈرنا) اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھتے نہیں یہ لوگ (تو) سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے مگر حفاظت والی بستیوں میں یا دیوار (قلعہ وشہر پناہ) کی آڑ میں ان کی لڑائی آپس ہی میں بڑی تیز ہے اے مخاطب تو ان کو (ظاہر میں) متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے قلوب غیر متفق ہیں اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (دین کی) عقل نہیں رکھتے ان کی مثال ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں جو دنیا میں بھی) اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں اور آخرت میں بھی ان کے لئے دردناک عذاب ہونے والا ہے ان کی شیطان کی سی مثال ہے کہ (اول تو) انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو (اس وقت صاف) کہہ دیتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

تفسیر ﴿۱۳﴾ "لانتم" "اے مسلمانوں کی جماعت!" "اشد رهبة فی صدورهم من الله" ان کا رعب تمہارے لیے اتنا سخت نہیں ہے جتنا اللہ تعالیٰ کا رعب ان کے لیے۔ "ذلک" یہ خوف "بانهم قوم لایفقهون" اللہ کی عظمت کو نہیں جانتے۔

"لایقاتلونکم" کفار اور منافق تم سے نہیں لڑیں گے۔ "جمیعًا الا فی قری محصنة" یعنی تمہارے مقابلے میں آ کر تم سے نہیں لڑیں گے کیونکہ وہ تم سے سخت خوفزدہ ہیں۔ "او من وراء جدر" بعض حضرات نے اس کو (جدار) پڑھا ہے۔ "باسهم بينهم شديد" وہ ایک دوسرے کے ساتھ خوب لڑتے ہیں ان کی آپس میں دشمنی ہے۔ "باسهم بينهم شديد" کا بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ جب یہ اپنے قلعوں میں موجود ہوتے ہیں تو مضبوط ہوتے ہیں اور جب اپنے قلعوں سے نکل آتے ہیں تو اللہ ان کے دلوں میں بزدلی ڈال دیتا ہے۔ "تحسبهم جمیعًا وقلوبهم شتی" ان کے دل جدا جدا ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اہل باطل کی مختلف رائے اور مختلف گواہی ہوتی ہیں۔ اعمال ان کے مختلف ہوتے ہیں لیکن وہ سب اہل حق کے مقابلے میں ایک ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ منافقین کا دین یہود کے دین کے مخالف ہے۔ "ذلک بانهم قوم لایعقلون"

﴿۱۵﴾ "کمثل الذین من قبلهم" یعنی یہود کی مثال ایسی ہے جو ان سے پہلے ہے۔ "قریبًا" مشرکین مکہ کے قریب "ذاقوا وبال امرهم" اس سے مراد بدر کے دن کا قتال ہے اور اس سے پہلے غزوہ بنی نضیر ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ "کمثل الذین من قبلهم" سے مراد بنی قینقاع ہے اور بعض نے کہا کہ بنو قریظہ کی مثال ایسی ہے جیسے بنی نضیر "ولهم عذاب الیم" پھر منافقین اور یہود سب کی مثال بیان کی ہے ان کے دھوکہ دینے میں۔

⑯ "کمثل الشیطان" منافقین کے غرور کی مثال اور بنونضیر کی مثال شیطان کے رسوا ہونے کی طرح ہے۔ "اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریٔ منک"

ایک راہب کا قصہ اور کفر پر اس کا انجام

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ ایام فطرت (انقطاع نبوت کا زمانہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک تھا) میں ایک راہب (تارک الدنیا درویش) تھا جس کو برصیصا کہا جاتا ہے۔ ستر برس تک یہ راہب اپنے عبادت خانہ میں اللہ کی عبادت کرتا رہا، کبھی ایک لحہ کے لیے اللہ کی نافرمانی نہیں کی اس کے سلسلہ میں ابلیس اپنی ساری تدبیریں کر کے عاجز آ گیا مگر اس کو نہیں بہکا سکا۔ آخر ایک دن اس نے تمام خبیث شیطانوں کو جمع کیا اور کہنے لگا مجھے کوئی بھی اب تک ایسا نہ ملا جو برصیصا کے معاملہ میں میرا کام پورا کر دیتا۔ حاضرین میں ایک شیطان ابیض (گورا شیطان) بھی تھا۔ یہ شیطان وہی تھا جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ لگا رہتا تھا اور جبرئیل علیہ السلام کی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی آیا تا کہ بطریق وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں وسوسہ پیدا کر سکے۔ جبرئیل علیہ السلام نے اس کو دھکے دے کر ہندوستان کے آخری حصہ تک بھگا دیا تھا۔

اس گورے شیطان نے ابلیس سے کہا میں آپ کا کام پورا کر دوں گا۔ چنانچہ وہ اس مجلس سے چلا اور راہبوں جیسا لباس پہنا اور وسط سر کے بال مونڈ کر برصیصا کے عبادت خانہ تک جا پہنچا اور (نیچے سے) برصیصا کو آواز دی، برصیصا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ برصیصا دس دن میں صرف ایک دن نماز سے فارغ اور دس ہی دن میں صرف ایک دن روزہ ناغہ کرتا تھا۔ گورے شیطان نے جب دیکھا کہ برصیصا نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا تو برصیصا کی خانقاہ کے نیچے ہی عبادت میں مشغول ہو گیا۔ عبادت سے (مقررہ وقت پر) فارغ ہو کر جب برصیصا نے اپنے عبادت خانے سے جھانک کر دیکھا تو گورے شیطان کو بہترین راہبانہ ہیئت میں نماز میں کھڑا ہوا پایا۔ یہ صورت دیکھ کر اس کا جواب نہ دینے پر اپنے دِل میں پشیمانی ہوئی اور کہنے لگے آپ نے مجھے پکارا تھا مگر میں آپ کی طرف متوجہ نہیں ہوا، آپ کو مجھ سے کیا کام ہے؟ گورے شیطان نے کہا: میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں تا کہ آپ کے ساتھ مل کر عبادت کروں اور آپ کے علم و عمل سے بہرہ اندوز ہوں اور ہم دونوں عبادت میں لگ جائیں۔ آپ میرے لیے دُعا کریں اور میں آپ کے لیے دُعا کروں۔ راہب نے کہا میں تمہاری طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اگر تم مؤمن ہو تو میں عام مؤمنوں کے لیے جو دُعا کرتا ہوں اگر وہ دُعا خدا قبول فرمائے گا تو تم کو بھی ان میں شامل کر دے گا۔ یہ کہہ کر برصیصا پھر نماز میں متوجہ ہو گیا اور گورے شیطان کو چھوڑ دیا۔ گورا شیطان بھی نماز میں مشغول ہو گیا۔

برصیصا نے چالیس روز تک اس کی طرف کوئی التفات نہیں کیا (نماز میں مشغول رہا) چالیس روز کے بعد جب نماز سے فارغ ہوا تو گورے شیطان کو نماز میں کھڑا پایا۔ آخر شیطان کی اتنی سخت کوشش دیکھ کر برصیصا نے پوچھا تمہارا کیا مطلب ہے؟ گورے شیطان نے کہا، میرا مقصد یہ ہے کہ آپ مجھے اجازت دے دیں۔ میں بھی اوپر آپ کے پاس آ جاؤں۔ برصیصا نے اجازت دے

دی۔ گوراشیطان اوپر برصیصا کے پاس خانقاہ میں آ گیا اور اس کے ساتھ ایک سال تک عبادت میں مشغول رہا۔ پورا چلہ ختم ہونے سے پہلے روزہ کا افطار (ناغہ) نہیں کرتا تھا اور نہ چالیس روز پورے ہونے سے پہلے نماز ختم کرتا تھا اور اکثر دو چلے بھی یونہی گزر جاتے تھے۔ برصیصا نے جب (عبادت میں) اس کی یہ محنت دیکھی تو خود اپنی ذات اس کو حقیر معلوم ہونے لگی اور شیطان کی حالت پر اس کو تعجب ہوا۔ سال پورا ہو گیا تو گورے شیطان نے برصیصا سے کہا: اب میں جا رہا ہوں کیونکہ آپ کے علاوہ میرا ایک اور ساتھی ہے (میں اُس کے پاس جاؤں گا) میرا خیال تو یہ تھا کہ آپ اس سے زیادہ عبادت گزار ہوں گے لیکن آپ کے متعلق جو کچھ میں نے سنا تھا، آپ کی حالت اس سے غیر پائی۔ یہ بات سن کر برصیصا کو (اپنی محنت کے کم ہونے کی) شدید تکلیف ہوئی اور چونکہ شیطان ابیض کی شدید ریاضت دیکھ چکا تھا اس لیے اس کی جدائی راہب پر شاق گزری۔ رُخصت ہوتے وقت گورے شیطان نے برصیصا سے کہا مجھے کچھ دُعائیں آتی ہیں، میں آپ کو وہ سکھاتا ہوں جس مشغلہ میں آپ ہیں وہ دُعائیں اس سے بہتر ہیں۔ آپ ان کو پڑھ کر اللہ سے دُعا کریں گے تو اللہ بیمار کو شفا عطا کرے گا۔ دُکھی کو سکھی کردے گا اور آسیب زدہ کو ٹھیک کردے گا۔

برصیصا نے کہا: مجھے یہ مرتبہ پسند نہیں، میرے لیے اپنا ہی مشغلہ (بہت کافی) ہے، مجھے ڈر ہے کہ جب لوگ اس کی خبر پائیں گے تو میری عبادت میں خلل انداز ہو جائیں گے، گوراشیطان برابر اصرار کرتا رہا۔ آخر راہب کو وہ دُعائیں سکھا کے چھوڑا۔ اس کے بعد چلا گیا اور ابلیس سے جا کر کہا واللہ! میں نے اس شخص کو تباہ کر دیا، پھر یہاں سے واپس چلا گیا، راستہ میں ایک آدمی ملا۔ اس شیطان نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور طبیب کی ہیئت میں اس شخص کے گھر والوں سے جا کر کہا تمہارے ساتھی کو آسیب (یا جنون کا دورہ) ہے، کیا میں اس کا علاج کر دوں؟ لوگوں نے کہا: ہاں! جا کر مریض کو دیکھا اور بولا اس پر چڑیل (جنات کی عورت) کا اثر ہے میں اس پر قابو نہیں پا سکتا، البتہ تم کو ایک ایسے آدمی کا پتہ بتاتا ہوں جو اللہ سے دُعا کر کے اس کو اچھا کر سکتا ہے۔

غرض اس نے برصیصا کا پتہ بتا دیا اور کہا تم اس کے پاس جاؤ۔ اس کے پاس اسم اعظم ہے جب وہ اسم اعظم لے کر دُعا کرتا ہے تو اللہ قبول کر لیتا ہے۔ لوگ برصیصا کے پاس گئے اور اس سے دُعا کرنے کی درخواست کی، اس نے انہی الفاظ سے دُعا کر دی جو گورے شیطان نے اس کو سکھائے تھے، فوراً مریض پر جس شیطان کا تسلط تھا وہ شیطان بھاگ گیا۔ گورے شیطان نے بہت سے لوگوں سے ایسی ہی حرکت کی اور برصیصا کا پتہ بتاتا رہا اور لوگ اچھے ہوتے رہے۔ ایک بار شیطان ابیض بنی اسرائیل کی کسی شہزادی پر اثر انداز ہوا۔ اس لڑکی کے تین بھائی تھے اور باپ بادشاہ تھا۔ بادشاہ مر گیا اور اپنے بھائی کو اپنا جانشین بنا گیا، لڑکوں کا چچا بادشاہ ہو گیا تو گورا شیطان اس شہزادی کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کو سخت اذیت دی اور گلا گھونٹ دیا، پھر اس کے بھائیوں کے پاس طبیب کی شکل میں آیا اور بولا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس کا علاج کر دوں؟ ان لوگوں نے کہا: ہاں! کہنے لگا ایک بڑا خبیث اس کے درپے آزار ہے اور مجھ میں اس کو دُور کرنے کی طاقت نہیں۔ البتہ ایک شخص کا میں پتہ بتاتا ہوں جس پر تم اعتماد رکھتے ہو، لڑکی کو اس کے پاس لے جاؤ، جب اس پر وہ خبیث آئے گا اور وہ شخص اس کے لیے دُعا کرے گا تو لڑکی اچھی ہو جائے گی۔ تم کو یہ بات معلوم ہو جائے گی اور لڑکی کو بعافیت واپس لے آؤ گے۔ لوگوں نے کہا: وہ کون شخص ہے؟ گورے شیطان نے کہا برصیصا زاہد۔ شہزادوں نے کہا وہ ہماری بات کیسے مانیں

گے ان کا مقام تو بہت بلند ہے، شیطان نے کہا اس کی خانقاہ کے برابر ایک اور عبادت خانہ تعمیر کرو، اتنا اونچا کہ وہاں سے اس کی خانقاہ کے اندر جھانک سکو۔ پھر وہاں سے اپنا مقصد اس سے کہو۔ اگر مان لے تو خیر، نہ مانے تو اپنے تعمیر کردہ عبادت خانہ میں لڑکی کو چھوڑ آؤ اور برصیصا سے کہہ دو، یہ (تمہاری نگرانی میں) ہماری امانت ہے۔ بغرض ثواب اس کی نگرانی رکھنا۔

الحاصل شہزادے برصیصا کی طرف گئے اور اس سے درخواست کی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ شیطان کے مشورے کے مطابق شہزادوں نے راہب کی خانقاہ کے برابر ایک عبادت خانہ تعمیر کرادیا اور لڑکی کو اس میں رکھ دیا اور راہب سے کہا: یہ ہماری امانت ہے بغرض ثواب اس کی نگرانی رکھنا۔ یہ کہہ کر واپس آ گئے۔ جب (مقررہ ایام گزرنے کے بعد) برصیصا نے نماز ختم کی تو ایک حسین لڑکی پر نظر پڑی اور ایسی نظر پڑی کہ وہ لڑکی اس کے دل نشین ہوگئی اور اس پر بڑی مصیبت آ گئی اس کے بعد شیطان نے آ کر اس لڑکی کا گلا گھونٹ دیا۔ برصیصا نے اس کے لیے گورے شیطان کی بتائی ہوئی دُعائیں کیں، شیطان اُتر گیا۔ برصیصا نماز میں مشغول ہوگیا، شیطان نے آ کر پھر اس کا گلا گھونٹ دیا۔ اس مرتبہ بیہوشی میں وہ اپنا ستر بھی کھولنے لگی، گورے شیطان نے آ کر برصیصا سے کہا، اب تو اس پر جا پڑ، پھر توبہ کر لینا، اللہ گناہ معاف کرنے والا ہے، معاف کر دے گا اور تیرا مقصد پورا ہو جائے گا۔ ردوکد کے بعد برصیصا لڑکی پر جا پڑا اور اس کے بعد مسلسل لڑکی کے پاس جاتا رہا، آخر لڑکی حاملہ ہوگئی اور اس کا حمل نمایاں ہوگیا تو شیطان اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: ارے برصیصا تو رُسوا ہوگیا، اب مناسب یہ ہے کہ تو لڑکی کو قتل کر دے، پھر توبہ کر لینا، اگر وہ لوگ پوچھیں تو کہنا اس کا جن اس کو لے گیا، مجھ میں بچانے کی قدرت نہیں تھی، برصیصا نے لڑکی کو قتل کر دیا۔ پھر (رات کو) لے جا کر پہاڑی کے کنارے دفن کر دیا۔

دفن کرتے وقت شیطان نے آ کر لڑکی کی چادر کا ایک کونہ پکڑ لیا۔ اس طرح چادر کا ایک گوشہ قبر کی مٹی سے باہر رہ گیا۔ برصیصا اپنی خانقاہ میں لوٹ آیا اور نماز میں مشغول ہوگیا، لڑکی کے بھائی اپنی بہن کی خبر گیری کے لیے آئے اور وہ دریافت حال کے لیے آتے رہتے تھے۔ انہوں نے آ کر دریافت کیا، برصیصا ہماری بہن کیا ہوئی؟ برصیصا نے جواب: شیطان آ کر اس کو اُڑا لے گیا اور مجھ میں بچانے کی قدرت نہیں تھی۔ ان لوگوں نے برصیصا کی بات پر یقین کر لیا، سب لوٹ آئے۔ شام ہوئی تو بھائی غم زدہ تو تھے ہی سوتے میں شیطان نے بڑے بھائی سے خواب میں کہا کہ برصیصا نے تمہاری بہن کے ساتھ یہ حرکتیں کیں، پھر اس کو فلاں جگہ دفن کر دیا۔ اس بھائی نے اپنے دل میں کہا یہ خواب ہے اور شیطانی خیال ہے برصیصا تو بہت بزرگ آدمی ہے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ تین رات برابر شیطان اس کو یہی خواب دکھاتا رہا لیکن اس نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ آخر شیطان خواب میں منجھلے بھائی کے پاس گیا اور اسے بھی یہی بات کہی مگر اس نے بھی وہی خیال کیا جو بڑے بھائی نے کیا تھا اور کسی سے کچھ بیان نہیں کیا۔

آخر میں تیسرے بھائی کے پاس خواب میں جا کر شیطان نے یہی بات کہی اس نے اپنے دونوں بھائیوں سے یہ خواب بیان کر دیا۔ منجھلے اور بڑے نے بھی اپنے خواب ظاہر کر دیئے۔ پھر تینوں برصیصا کے پاس گئے اور کہا برصیصا! ہماری بہن کیا ہوئی؟ برصیصا نے کہا میں تو تم کو پہلے ہی بتا چکا ہوں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم مجھے تہمت زدہ کرنا چاہتے ہو۔ یہ بات سن کر شہزادوں کو اس سے شرم آئی اور کہنے لگے: ہم آپ کو تہمت نہیں دھرتے، یہ کہہ کر لوٹ آئے، شیطان نے پھر (خواب میں آ کر) ان سے کہا:

ارے تمہاری بہن تو فلاں مقام پر دفن ہے اور اس کی چادر کا ایک گوشہ قبر کی مٹی سے اوپر نظر آ رہا ہے، ان لوگوں نے جا کر دیکھا تو جیسا خواب میں دیکھا تھا ویسا ہی پایا، پھر تو مزدوروں اور غلاموں کو لے کر کسیوں اور کدالوں سے ان لوگوں نے برصیصا کا عبادت خانہ ڈھا دیا اور اس کو عبادت خانہ سے اُتار کر مشکیں کس کر بادشاہ کے پاس لے گئے۔ ادھر گورے شیطان نے برصیصا سے کہا (تو انکار نہ کرنا) اگر تو نے انکار کیا تو تجھ پر دو جرم عائد ہو جائیں گے، قتل کا اور پھر انکار قتل کا، برصیصا نے اقرار کر لیا تو بادشاہ نے اس کو قتل کرنے اور سولی چڑھانے کا حکم دے دیا۔ سولی پر چڑھاتے وقت وہی گورا شیطان آیا اور برصیصا سے کہا: کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ برصیصا نے کہا نہیں، بولا میں وہی ہوں جس نے تجھے دُعائیں سکھائی تھیں اور تیری دُعائیں قبول ہوئیں، امانت میں خیانت کرتے تجھے خدا سے ڈر نہیں لگا۔ تیرا تو دعویٰ تھا کہ میں تمام بنی اسرائیل سے بڑھ کر عبادت گزار ہوں مگر تجھے شرم نہیں آئی۔ اسی طرح برابر شرم دلاتا رہا۔ پھر آخر میں کہنے لگا کیا جو کچھ تو نے کیا وہی کافی نہ تھا کہ تو نے اقرار جرم کر لیا اور خود اپنے کو بھی رسوا کیا اور اپنے جیسے دوسرے (عبادت گزار) لوگوں کو بھی رسوا کیا، اگر تو اسی حالت پر مر گیا تو تیری مثال دوسرے (عابد، زاہد) لوگ کبھی فلاح یاب نہیں ہوں گے (ہر ایک عابد کو لوگ مکار، دھوکہ باز کہیں گے) برصیصا نے پوچھا: تو اب میں کیا کروں؟ کہنے لگا میری ایک بات مان لے اگر وہ بات مان لے گا تو میں تجھے موجودہ حالات سے بچا کر لے جاؤں گا۔ میں لوگوں کی نظر بندی کر دوں گا اور تجھے اس جگہ سے نکال لے جاؤں گا۔ برصیصا نے پوچھا وہ کیا بات ہے؟ کہنے لگا: بس مجھے سجدہ کر لے۔ برصیصا نے کہا: میں ایسا کرتا ہوں۔ شیطان نے کہا: برصیصا میرا مقصد پورا ہوا میں یہی چاہتا تھا، تیرا انجام یہی ہوا کہ تو کافر ہو گیا، اب میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔

"اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ" میں اللہ سے جو رب العالمین ہے ڈرتا ہوں، شیطان نے یہ بات محض دکھاوے کے لیے کہی (سچے دل سے نہیں کہی) کیونکہ خدا کا خوف شیطانوں کی سرشت میں ہی نہیں رکھا گیا ہے۔ اہل تفسیر کے بعض اقوال میں آیا ہے کہ الانسان سے جنس انسان مراد ہے اور جس طرح آمر اپنے مامور کو حکم دے کر کسی کام پر آمادہ کرتا ہے اسی طرح شیطان انسان کو کفر پر برانگیختہ کرتا ہے اور اس اندیشہ سے کہ انسان کے ساتھ (اغوا کرنے کا) اس پر عذاب نہ ہو قیامت کے دن یہ بات کہے گا۔

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا.وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۷﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ. وَاتَّقُوا اللّٰهَ. اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ.اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ.اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ. وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ.عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ. هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ

الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ. سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى. يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: سو آخری (انجام دونوں کا یہ ہوا) کہ دونوں دوزخ میں گئے جہاں ہمیشہ رہیں گے (ایک گمراہ کرنے کی وجہ سے دوسرے ہونے کی وجہ سے) اور ظالموں کو یہی سزا ہے اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ کے احکام) سے بے پروائی کی سو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے ان کو بے پرواہ بنا دیا یہی لوگ نافرمان ہیں اہل نار اور اہل جنت باہم برابر نہیں جو اہل جنت ہیں وہ کامیاب لوگ ہیں اور (اہل نار ناکام ہیں اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو (اے مخاطب) تو اس کو دیکھتا کہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا اور ان مضامین عجیبہ کو ہم (ان لوگوں کے) نفع کے) لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سوچیں وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود بننے کے لائق نہیں وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا وہی بڑا مہربان رحم والا ہے وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے سالم ہے امن دینے والا نگہبانی کرنے والا ہے زبردست ہے خرابی کا درست کر دینے والا ہے بڑی عظمت والا ہے اللہ تعالیٰ (جس کی شان یہ ہے کہ لوگوں کے شرک سے پاک ہے وہ معبود (برحق) ہے پیدا کرنے والا ہے ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے صورت بنانے والا ہے اس کے اچھے نام ہیں سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر: ⑰ "فکان عاقبتھا" یعنی شیطان اور اسی انسان کی "انھما فی النار خالدین فیھا وذلک جزاء الظالمین" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ مثال اہل مدینہ کے یہود بنونضیر اور بنوقریظہ کی بیان کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا بنونضیر کو مدینہ سے جلاوطن کرنے کا تو منافقین نے ان کی طرف ایک سازش کی کہ جس کی طرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں بلایا ہے تم اس کو قبول نہ کرو اور اپنے گھروں سے نہ نکلو۔ پس اگر انہوں نے تم سے قتال کیا تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اگر ہم تمہیں نکالو گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے تو انہوں نے ان کی بات مان لی اور اپنے قلعوں کے دروازے بند کر لیے اور اپنے شہروں میں پناہ لی۔ منافقین کی مدد کی اُمید پر حتیٰ کہ ان کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو انہوں نے آپ علیہ السلام سے لڑائی کا اعلان کر دیا۔ منافقین کی مدد کی اُمید کرتے ہوئے تو منافقین نے ان کو رسوا کر دیا اور ان سے بیزاری ظاہر کی۔ جیسا کہ شیطان نے برصیصا سے بے زاری و برأت ظاہر کی تھی اور اس کو رُسوا کر دیا تھا تو دونوں فریقوں کا انجام آگ ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے بعد راہب لوگ بنی

اسرائیل میں جھوٹ اور اپنی حالت چھپا کر چلتے تھے اور فاسق و فاجر لوگ علماء میں لالچ کرتے تھے اور ان پر بہتان لگاتے اور بری باتیں کرتے تھے حتیٰ کہ جریج راہب کا واقعہ ہوا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے اس کو اس الزام سے بری کر دیا جو وہ لگا رہے تھے تو اس کے بعد راہب لوگ خوش ہو گئے اور لوگوں کے سامنے ظاہر ہو گئے۔

جریج راہب کا قصہ

اور جریج کا قصہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا بچپن کی حالت میں نہیں کلام کی مگر تین افراد نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور صاحب جریج اور صاحب یوسف۔ اور جریج عبادت گزار بندے تھے۔ انہوں نے ایک عبادت خانہ بنایا، وہ اس میں تھے کہ ان کی ماں آئی اور وہ نماز پڑھ رہے تھے تو کہا اے جریج تو جریج نے کہا اے میرے رب! میری ماں اور میری نماز۔ پھر نماز کی طرف متوجہ ہو گئے، وہ چلی گئی، پھر اگلے دن وہ آئی وہ نماز پڑھ رہے تھے، کہنے لگی اے جریج! اس نے کہا اے میرے رب! میری ماں اور میری نماز، پھر نماز کی طرف متوجہ ہو گیا تو اس نے کہا اے اللہ! تو اس کو موت نہ دینا حتیٰ کہ یہ بدکار عورتوں کا چہرہ دیکھ لے۔ پھر بنی اسرائیل میں جریج اور اس کی عبادت کے چرچے ہونے لگ گئے اور ایک زانیہ عورت تھی اس کے حسن کی مثالیں دی جاتی تھیں تو اس نے کہا اگر تم چاہو تو تمہارے لیے میں اس جریج کو فتنہ میں مبتلا کر سکتی ہوں۔ پھر وہ جریج کے پیچھے پڑ گئی لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے تو وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو جریج کے عبادت خانہ کے قریب آرام کر رہا تھا تو اس کو خود پر قدرت دی تو اس نے جماع کر لیا، وہ حاملہ ہو گئی۔ جب بچہ جنا تو کہا یہ جریج کا بچہ ہے تو لوگ جریج کے پاس آئے اس کو اس کے عبادت خانہ سے اُتارا اور اس کا عبادت خانہ توڑ دیا اور اس کو مارنے لگے۔ اس نے کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا تو نے اس بدکار عورت سے زنا کیا ہے اور اس سے تیرا بچہ پیدا ہوا ہے تو جریج نے کہا بچہ کہاں ہے؟ تو وہ اس کو لائے، اس نے کہا مجھے چھوڑ دو تا کہ میں نماز پڑھ لوں، پھر نماز پڑھی۔ پھر جب نماز پڑھ لی تو بچہ کے پاس آیا اور اس کے پیٹ میں انگلی ماری اور کہا اے بچہ تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا فلاں چرواہا۔ تو وہ لوگ جریج کو چمٹ گئے اور بوسے دینے لگے اور کہنے لگے ہم آپ کے لیے سونے کا عبادت خانہ بنا دیں گے۔ اس نے کہا نہیں، تم واپس مٹی کا بنا دو جیسے پہلے تھا تو انہوں نے ایسا ہی کیا اور اسی اثناء میں ایک بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا تو ایک شخص سواری پر گزرا، بڑا خوبصورت، عمدہ لباس والا تو اس کی ماں نے کہا اے اللہ! تو میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے تو بچے نے پستان چھوڑ دیا اور اس شخص کی طرف دیکھا اور کہا اے اللہ! تو مجھے اس جیسا نہ بنانا، پھر دودھ پینے لگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ علیہ السلام اپنے منہ میں شہادت والی انگلی ڈال کر اس کے دودھ پینے کو نقل کر رہے ہیں، پھر اس کو چوسنے لگے۔ فرمایا اور لوگ ایک باندی کو مارتے ہوئے گزرے اور وہ کہتے تھے تو نے زنا کیا اور تو نے چوری کی اور وہ کہتی تھی "حسبی اللہ و نعم الوکیل" تو

اس بچہ کی ماں نے کہا اے اللہ! تو میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا تو بچے نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اس باندی کو دیکھا اور کہا اے اللہ! تو مجھے اس جیسا بنا دے۔ پس اس وقت ان دونوں نے بات میں مراجعت کی۔ پس اس نے کہا ایک شخص اچھی حالت والا گزرا تو میں نے کہا اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے تو تو نے کہا اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا اور لوگ ایک باندی کو مارتے ہوئے اور زنا و چوری کا الزام لگاتے گزرے تو میں نے کہا اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا تو تو نے کہا اے اللہ! تو مجھے اس جیسا بنانا تو بچہ نے کہا بے شک وہ آدمی متکبر تھا تو میں نے کہا مجھے اس جیسا نہ بنانا اور وہ لوگ اس کو کہتے تھے تو نے زنا کیا حالانکہ اس نے زنا نہ کیا تھا اور اس کو کہتے تھے تو نے چوری کی حالانکہ اس نے چوری نہ کی تھی تو میں نے کہا اے اللہ! مجھے اس جیسا بنا دے۔

⑱ "یا یھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد" یعنی قیامت کے دن کے لیے۔ یعنی چاہیے کہ تم میں سے ہر ایک دیکھے کہ کون سی چیز اس نے اپنے لیے آگے بھیجی ہے، نیک عمل جو اس کو نجات دے یا برا عمل جو اس کو ہلاک کردے۔ "واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ خبیر بما تعملون"

⑲ "ولا تکونوا کالذین نسوا اللّٰہ" یعنی انہوں نے اللہ کے امر کو چھوڑ دیا۔ "فانساھم انفسھم" یعنی اپنے نفسوں کا حصہ حتیٰ کہ ان کے لیے کوئی خیر آگے نہیں بھیجی۔ "اولئک ھم الفاسقون"

⑳ "لایستوی اصحاب النار واصحاب الجنّۃ اصحاب الجنۃ ھم الفائزون"

㉑ "لو انزلنا ھٰذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللّٰہ" کہا گیا ہے اگر پہاڑ میں تمیز رکھ دی جاتی اور اس پر قرآن اُتارا جاتا تو وہ پھٹ جاتا اور جھک جاتا اللہ کے خوف سے اپنی مضبوطی اور ٹھوس ہونے کے باوجود، اس ڈر سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق نہ ادا کر سکے گا قرآن کی تعظیم میں اور کافر اس کی عبرتوں سے اعراض کرتا ہے گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں ہے اس کی سخت دلی بیان کررہے ہیں۔ "وتلک الامثال نضربھا للنّاس لعلھم یتفکرون"

㉒ "ھو اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ" غیب جو بندوں سے غائب ہو نہ انہوں نے اس کا معائنہ کیا ہو اور نہ اس کو جانتے ہوں اور الشہادۃ جس کا انہوں نے مشاہدہ کیا ہو اور اس کو جانتے ہوں۔ "ھو الرحمٰن الرحیم"

㉓ "ھو اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس" ہر عیب سے پاک ہر اس چیز سے پاک جو اس کے لائق نہیں۔ "السلام" جو نقائص سے محفوظ ہو۔ "المؤمن" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ ذات جو لوگوں کو اپنے ظلم سے امن دے جو اس پر ایمان لائے اس کو اپنے عذاب سے امن دے۔ یہ امان (امن دینا) سے ہے جو تخویف (ڈرانے) کی ضد ہے۔ جیسا کہ فرمایا "وآمنھم من خوف" اور کہا گیا ہے اس کا اپنے رسولوں کی تصدیق کرنا معجزات کو ظاہر کرکے اور مؤمنین کے لیے سچ کرنے والا ہے جو ان سے ثواب کے وعدے کیے ہیں اور کافروں سے جو عذاب کے وعدے کیے ہیں ان کو سچ کرنے والا ہے۔ "المھیمن" اپنے بندوں پر ان کے اعمال کا گواہ ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، مجاہد، قتادہ، سدی اور مقاتل رحمہم اللہ کا قول ہے۔ کہا جاتا ہے "ھیمن، یھیمن، فھو مھیمن" جب کسی چیز پر نگہبان ہو اور کہا گیا ہے یہ اصل میں مؤیمن تھا ہمزہ کو ھاء سے تبدیل کردیا ہے۔ ان

کے ارقت وحرقت کی طرح اور اسی کا مؤمن ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں امین اور خلیل رحمہما اللہ فرماتے ہیں نگہبان حفاظت کرنے والا۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں تصدیق کرنے والا۔ سعید بن مسیب اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں فیصلہ کرنے والا۔

اور ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ کتابوں میں اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی تاویل کو زیادہ جانتے ہیں۔ "العزیز الجبار" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں الجبار وہ عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی جبروت اس کی عظمت ہے اور یہ اس قول پر اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفت ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ جبر سے اور وہ اصلاح ہے۔ کہا جاتا ہے "جبرت الکسر والامر وجبرت العظم" جب تو ہڈی یا کسی چیز کے ٹوٹنے کے بعد اس کی اصلاح کرے۔ پس وہ فقیر کو غنی کر دیتا ہے اور ٹوٹی ہوئی چیز کی اصلاح کرتا ہے۔ سدی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں جبار وہ جو لوگوں پر غالب ہو اور ان کو اپنے ارادہ پر مجبور کر دے اور ان میں سے بعض نے بعض سے جبار کا معنی پوچھا تو اس نے کہا وہ ایسا غالب جو جب کسی امر کے کرنے کا ارادہ کر لے تو اس کو کوئی روکنے والا نہ روک سکے۔ "المتکبر" جو ہر برائی سے تکبر کرتا ہے اور کہا گیا ہے ہر اس چیز سے عظیم ہے جو اس کے لائق نہیں اور کبر اور کبریاء کی اصل رُکنا ہے اور کہا گیا ہے ذوالکبریا اور وہ ملک یہ ہے۔ "سبحان اللہ عمّا یشکرون"

㉔ "ھو اللہ الخالق" اندازہ لگانے والا اور شے کو اپنی تدبیر سے اس کے غیر کی طرف تبدیل کرنے والا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے "یخلقکم فی بطون امھاتکم خلقا من بعد خلق"...... "الباری" اعیان کو عدم سے وجود کی طرف پیدا کرنے والا ہے۔ "المصور" مخلوقات کی صورتیں بنانے والا ہے ان علامات کے ذریعے جس سے ان میں سے بعض بعض سے جدا ہو جاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے "ھذہ صورۃ الامر" یعنی اس کی مثال ہے۔ پس پہلے خلق (پیدائش) ہوتی ہے پھر تندرست ہوتی ہے پھر تصویر بنتی ہے۔

"لہ الاسماء الحسنٰی یسبح لہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم" معقل بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صبح کے وقت تین مرتبہ "اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم" کہا اور سورۃ الحشر کی آخری تین آیات پڑھیں تو ستر ہزار فرشتوں کو مقرر کر دیا جاتا ہے جو اس کے لیے شام تک استغفار کرتے ہیں۔ پس اگر وہ اس دن میں مر گیا تو شہید مرے گا اور جس شخص نے شام کو ایسا کہا تو وہ اس مرتبہ میں ہوگا۔ ابو عیسیٰ رحمہ اللہ نے اس کو اپنی سند سے نقل کر کے فرمایا ہے۔ یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف اسی وجہ سے پہچانتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة

یہ سورۃ مکی ہے اس میں ۱۳ آیات اور ۲ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ. اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ. وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ①

ترجمہ: اے ایمان والو تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کرنے لگو حالانکہ تمہارے پاس جو دین آ چکا ہے وہ اس کے منکر ہیں رسول کو اور تم کو اس بنا پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے شہر بدر کر چکے ہیں اگر تم میرے رستہ پر جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضامندی ڈھونڈھنے کی غرض (اپنے گھروں سے) نکلے ہو تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا خوب علم ہے تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور (آگے اس پر وعید ہے) کہ جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہ راست سے بھٹکے گا۔

حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ

تفسیر ① "یایها الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء"

حضرت عبداللہ بن ابی رافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت عمار، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت مقداد بن اسود اور حضرت ابو مرثد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو (سارہ کے تعاقب میں) روانہ کر دیا۔ یہ حضرات گھوڑوں پر سوار ہو کر چل دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا، روانہ ہو جاؤ۔ جب نخلستان خاخ پر پہنچنا تو وہاں تم کو ایک عورت ملے گی جو اونٹ پر سوار ہوگی، اس کے پاس مشرکوں کے نام حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط ہوگا۔ وہ خط اس سے لے لینا اور پھر اس کو جانے دینا، اگر وہ خط نہ دے تو اس کی گردن مار دینا۔ یہ حضرات اس مقام پر پہنچے جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے کیا تھا تو وہاں واقعی وہ عورت ملی۔ ان حضرات نے کہا وہ خط کہاں ہے؟ وہ قسم کھا کر بولی، میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ ان صاحبان نے ہر چند تلاش کیا اور اس کے سامان کی تفتیش کی لیکن خط نہیں ملا۔ آخر (بے نیل و مرام) واپسی کا ارادہ کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! نہ ہم جھوٹے ہیں، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ فرمایا (خط ضرور اس کے پاس ہے) یہ کہہ کر آپ نے تلوار نیام سے کھینچ لی اور فرمایا: خط نکال ورنہ میں تجھے ننگا کر کے تیری گردن اُڑا دوں گا۔ جب عورت نے دیکھا کہ واقعی یہ لوگ ایسا کریں گے تو اپنے چونڈے سے خط نکال کر دے دیا۔ چوٹی کے بالوں میں اس نے وہ خط چھپا رکھا تھا، ان بزرگوں نے وہ خط لے کر اس کا راستہ چھوڑ دیا، نہ اس سے کوئی تعرض کیا، نہ اس کے سامان سے اور خط لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب کو طلب کیا اور ان سے فرمایا کیا تم اس خط کو پہچانتے ہو؟ حاطب نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: تم نے ایسی حرکت کیوں کی؟ حاطب نے کہا: واللہ! میں جب سے مسلمان ہوا ہوں، میں نے کفر نہیں کیا اور جب سے آپ کا خیر خواہ ہوں، کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھوٹ نہیں کی اور جب سے کافروں کو چھوڑا کبھی ان سے محبت نہیں کی۔

لیکن بات یہ ہے کہ ہر مہاجر کا کوئی نہ کوئی (عزیز، دوست) مکہ میں موجود ہے جو اس کے گھر والوں کا محافظ ہے اور میں وہاں اجنبی تھا اور میرے بیوی، بچے وہاں ان کے پاس موجود تھے، مجھے اپنے گھر والوں کی فکر ہوئی اور میں نے ارادہ کیا کہ کوئی احسان ان پر کر دوں (تاکہ وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں) اور مجھے یہ یقین بھی تھا کہ اللہ مکہ والوں پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا اور اللہ کے عذاب کے مقابلے میں میری یہ تحریر ان کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب کے قول کی تصدیق کی اور ان کے عذر کو قبول فرما لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اجازت دیجئے، میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! (رضی اللہ عنہ) تم کو کیا معلوم، شاید اللہ نے اہل بدر کے (اچھے برے) تمام احوال دیکھنے کے بعد ہی فرمایا ہے: "اعملوا ما شئتم قد غفرت لکم" جو چاہو کرو، میں نے تم کو معاف کر دیا۔

ابو عمرو بن صفی بن ہاشم بن عبد مناف کی باندی سارہ مکہ سے مدینہ آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں فتح مکہ کی تیاری کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو مسلمان ہو کر آئی ہے؟ کہنے لگی نہیں۔ فرمایا: تو پھر کس وجہ سے آئی ہے؟ بولی آپ ہی لوگ میرے گھر والے، کنبہ والے اور آقا تھے، اپنے آقاؤں کے چلے آنے کے بعد میں سخت محتاج ہو گئی، اس لیے آپ لوگوں کے پاس آئی ہوں کہ آپ لوگ مجھے کھانے (پینے) کو دیں، کپڑے دیں اور سواری کے لیے اونٹ دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ کے جوان کیا ہوئے وہ تیری خبر گیری نہیں کرتے؟ سارہ مغنیہ بھی تھی اور نوحہ خواں بھی، کہنے لگی بدر کے واقعہ کے بعد کسی کام کی (نہ مرثیہ خوانی کی نہ گانے کی) کوئی فرمائش نہیں آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد المطلب کو اس کی مدد کے لیے ترغیب دی۔ بنی عبد المطلب نے اس کو خرچ بھی دیا، کپڑے بھی دیئے اور سواری بھی دی۔

حاطب بن ابی بلتعہ ایک شخص تھے (جو بدری تھے، مترجم) جو بنی اسد بن عبد العزیٰ کے حلیف (معاہد) تھے۔ حاطب نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا اور سارہ کے پاس گئے۔ اس کو ایک چادر اور دس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ حاطب کا خط مکہ والوں کو

پہنچا دے۔ حاطب نے لکھا تھا از حاطب بن ابی بلتعہ بنام اہل مکہ! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر حملہ کرنے کا ارادہ کررہے ہیں، اپنی احتیاط کرلو، سارہ خط لے کر روانہ ہوگئی۔ جبرئیل علیہ السلام نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاطب کے خط کی اطلاع دے دی۔ اس کے بعد وہی واقعہ بیان کیا جو ماقبل ابتداء سورۃ میں گزر چکا ہے۔

"**تلقون الیھم بالمودة**" بعض اہل تفسیر کے نزدیک باء زائدہ ہے۔ یعنی ان کی طرف محبت سے ہاتھ نہ بڑھاؤ۔ زجاج کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبریں مشرکوں کی دوستی کے سبب تم ان کو پیش کرتے ہو۔ "**وقد کفروا**" واؤ حال کے لیے ہے کہ حال یہ ہے کہ وہ کافر ہیں۔ "**بما جاء کم من الحق**" اس سے مراد قرآن ہے۔ "**یخرجون الرسول وایاکم**" اس سے مراد مکہ ہے۔ "**أن تؤمنوا**" کہ تم ایمان لاؤ۔ گویا کہ انہوں نے یوں کہا کہ تم نے اپنے ایمان کے باعث ایسا کیا۔ "**باللہ ربکم ان کنتم خرجتم**" یہ شرط ہے اس کا جواب پہلے ہے۔ "**لاتتخذوا عدوی وعدوکم**"...... "**جھادًا فی سبیلی وابتغاء مرضاتی تسرون الیھم بالمودة**" مقاتل کا بیان ہے کہ اس سے مراد نصیحت ہے۔ "**وانا اعلم بما اخفیتم**" کفار سے دوستی کو تم چھپاتے ہو۔ "**وما اعلنتم**" اور جو تم اپنی زبانوں سے ظاہر کرتے ہو **ومن یفعلہ منکم** اور تم میں سے جو کوئی ایسا کام کرتا ہے۔ "**فقد ضل سواء السبیل**" ہدایت کے راستے سے بھٹک گیا۔

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ. وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ. رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ④ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑤

(ترجمہ) اگر ان کو تم پر دسترس ہو جائے تو (فوراً) اظہار عداوت کرنے لگیں اور (وہ) اظہار عداوت یہ کہ) تم پر برائی کے ساتھ دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں (یہ دنیوی اصرار ہے) اور (دینی اصرار یہ ہے) وہ اس بات کے متمنی ہیں کہ تم کافر (ہی) ہو جاؤ تمہارے رشتہ دار اور اولاد قیامت کے دن تمہارے کام نہ آویں گے خدا تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کو خوب دیکھتا ہے تمہارے لئے ابراہیمؑ میں اور ان لوگوں میں جو کہ (ایمان و اطاعت میں ان کے شریک حال تھے ایک عمدہ نمونہ ہے جب کہ ان سب نے مختلف اوقات میں اپنی

قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض زیادہ ظاہر ہو گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ لیکن ابراہیم کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں گا اس سے زیادہ) مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے اے ہمارے پروردگار ہم کو کافروں کا تختہ مشق نہ بنا اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف کر دیجئے بے شک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

تفسیر ② "ان یثقفوکم" تم پر کامیاب ہو جائیں اور تمہیں دیکھیں۔ "یکونوا لکم اعداء ویبسطوا الیکم ایدیھم" مارنے اور قتل کے ساتھ "والسنتھم بالسوء" گالیوں کے ساتھ۔ "وودوا لو تکفرون" جیسا کہ وہ خود کافر ہیں۔ فرماتے ہیں تم ان کی خیر خواہی نہ کرو کیوں کہ وہ بھی تمہاری خیر خواہی نہیں کرتے اور نہ تم سے محبت کرتے ہیں۔

③ "لن تنفعکم ارحامکم" اس کا معنی ہے نہ پکارے تم کو اور نہ اُبھارے تم کو تمہاری رشتہ داریاں اور قریبی تعلقات اور تمہاری اولاد جو مکہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کی خیانت پر اور ان کی خیر خواہی چھوڑنے پر اور ان کے دشمنوں سے دوستی کرنے پر کیونکہ یہ رشتہ داریاں تمہیں ہرگز کوئی نفع نہ دیں گی۔ "ولا اولادکم" جن کی وجہ سے تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ "یوم القیامة یفصل بینکم" پس اس کی اطاعت کرنے والے جنت میں اور اس کی نافرمانی کرنے والے جہنم میں داخل ہوں گے۔ عاصم اور یعقوب رحمہما اللہ نے "یفصل" یاء کے زبر اور صاد کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے تخفیف کے ساتھ اور حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے یاء کی پیش اور صاد کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے تشدید کے ساتھ اور ابن عامر رحمہ اللہ نے یاء کی پیش اور صاد کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے تشدید کے ساتھ اور دیگر حضرات نے یاء کے پیش اور صاد کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے تخفیف کے ساتھ۔ "واللّٰہ بما تعملون بصیر"

④ "قد کانت لکم اسوة" پیشوا "حسنة فی ابراھیم والذین معه" اہل ایمان میں سے۔ "اذ قالوا لقومھم" مشرکین سے۔ "انا برء ٰؤا منکم" بریٔ کی جمع ہے۔ "ومما تعبدون من دون اللّٰہ کفرنا بکم" ہم نے تمہارے دین کا انکار کیا۔ "وبدا بیننا وبینکم العداوة والبغضاء ابدا حتی تؤمنوا باللّٰہ وحدہ" حضرت حاطب رضی اللہ عنہ اور دیگر مؤمنوں کو ابراہیم علیہ السلام کی اقتداء کرنے کا حکم دیا ہے اور ان لوگوں کا جو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھے مشرکین سے برأت ظاہر کرنے میں۔ "الا قول ابراھیم لابیه لاستغفرن لک" یعنی تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے امور میں اچھا طریقہ ہے مگر ان کے اپنے مشرک باپ کے لیے استغفار کرنے میں کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو کہا تھا "لاستغفرن لک" میں آپ کے لیے ضرور استغفار کروں گا۔ پھر ان سے برأت ظاہر کی جو ہم نے سورۃ توبہ میں ذکر کر دی ہے۔ "وما املک لک من اللّٰہ من شیٔ" ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو کہا کہ میں آپ کو کچھ نفع نہ دوں گا اور نہ آپ سے اللہ کے عذاب کو دور کر سکتا ہوں اگر آپ نے اس کی نافرمانی کی اور اس کے ساتھ شرک کیا۔ "ربنا علیک توکلنا" اس کو ابراہیم علیہ

السلام اوران کے ساتھ والے مؤمنوں نے کہا۔"والیک انبنا والیک المصیر"

⑤"ربنا لاتجعلنا فتنة للذین کفروا" زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کو ہم پر غلبہ نہ دے۔ پس وہ گمان کرنے لگیں گے کہ وہ حق پر ہیں تو وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔

اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں تو ہمیں ان کے ہاتھوں سے عذاب نہ دے اور نہ اپنی طرف سے عذاب دے۔ پس وہ کہیں گے کہ اگر یہ حق پر ہوتے تو ان کو یہ چیز نہ پہنچتی۔"واغفرلنا ربنا انک انت العزیز الحکیم"

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ. وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ⑥عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً. وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ. وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑦لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ. اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑧

ترجمہ بے شک ان لوگوں میں تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کے سامنے جانے) کا اور قیامت کے دن (کے آنے) کا اعتقاد رکھتا ہو اور جو شخص (اس حکم سے) روگردانی کرے گا سو (اسی کا ضرر ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ (تو) بالکل بے نیاز اور سزاوار حمد ہے اللہ تعالیٰ سے امید ہے (یعنی ادھر سے وعدہ ہے) کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری عداوت ہے دوستی کر دے اور اللہ کو بڑی قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔

تفسیر ⑥"لقد کان لکم فیهم" یعنی ابراہیم علیہ السلام اور ان لوگوں میں جو ان کے ساتھ ایمان لائے۔"اسوة حسنة لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر" یہ بدل ہے اللہ تعالیٰ کے قول لکم سے اور یہ بیان ہے کہ یہ اسوہ اس کے لیے ہے جو اللہ سے ڈرے اور آخرت کے عذاب سے۔"ومن یتول" ایمان سے اعراض کرے اور کفار سے دوستی کرے۔"فان اللہ هو الغنی اپنی مخلوق سے الحمید" پس اپنے اولیاء اور اہل طاعت کا دوست ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو کفار سے دشمنی کا حکم دیا تو مؤمنین نے اپنے مشرک رشتہ داروں سے دشمنی کی اور ان کے لیے دشمنی اور براءۃ کو ظاہر کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے تھے مؤمنین کی سخت مشقت کو تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔

⑦"عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منهم" یعنی کفار مکہ سے۔"مودة" پس اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کہ ان میں سے اکثر اسلام لے آئے۔ پس ان کے دوست اور بھائی بن گئے اور آپس میں مل جل گئے اور ان سے نکاح کیے۔"واللہ قدیر واللہ غفور رحیم" پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے بارے میں رخصت بیان کی جنہوں

نے مؤمنین سے دشمنی نہیں کی اور ان سے لڑائی نہیں کی تو فرمایا:

8 "**لاینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم**" یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں پر احسان نیکی کرنے سے نہیں روکتے جنہوں نے تم سے لڑائی نہیں کی۔ "**وتقسطوا الیھم**" تم ان کے بارے میں احسان کر کے انصاف کرو۔ "**ان اللہ یحب المقسطین**"

آیات کا شان نزول

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر صلح کی تھی کہ وہ آپ علیہ السلام سے لڑائی نہ کریں گے، آپ علیہ السلام کے خلاف اور لڑائی پر کسی کی مدد بھی نہ کریں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کرنے میں رُخصت دی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ اسماء بنت ابی بکر کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ ان کی اُمہات قتیلہ بنت عبدالعزیٰ مدینہ آئی پنیر، گھی وغیرہ کے ہدایہ لے کر اور یہ عورت مشرکہ تھی تو اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا میں تجھ سے ہدیہ قبول نہ کروں گی اور تو میرے گھر داخل نہ ہو۔ حتیٰ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لوں تو اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کردی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ اس کو اپنے گھر داخل کرلیں اور اس کے ہدایہ قبول کرلیں اور اس کا اکرام کریں اور حسن سلوک کریں۔

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میری والدہ میرے پاس آئیں اور وہ مشرکہ تھیں قریش کے معاہدہ کے زمانہ میں۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو میں نے کہا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ رغبت رکھتی ہے کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا تو اس سے صلہ رحمی کر۔ ابن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے فرماتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اسماء کے بارے میں نازل کیا "**لاینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین**" پھر ان کا ذکر کیا جن کی صلہ رحمی سے منع کیا ہے۔ پس فرمایا:

اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑨ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ. اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ. لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ. وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا. وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا. ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ. يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ. وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑩ وَاِنْ

فَاٰتَكُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَی الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ⑪

ترجمہ صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے ہوں (خواہ بالفعل یا بالعزم) اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو اور (اگر نکالا بھی نہ ہو لیکن) تمہارے نکالنے میں (نکالنے والوں کی) مدد کی ہو اور جو شخص ایسوں سے دوستی کرے گا سو وہ گنہگار ہوں گے اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (دارالحرب سے) ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان کر لیا کرو ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے ا) پس اگر ان کو (اس امتحان کی رو سے) مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو کیونکہ نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لئے حلال ہیں اور ان کافروں نے جو خرچ کیا ہو وہ ان کو ادا کر دو اور تم کو عورتوں سے نکاح کر لینے میں کچھ گناہ نہ ہوگا جب کہ تم ان کے مہر ان کو دے دو اور (اے مسلمانو) تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو اور (اس صورت میں) جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو (ان کافروں سے) مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ تم سے مانگ لیں یہ اللہ کا حکم ہے (اس کا اتباع کرو) وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ بڑا علم اور حکمت والا ہے اور اگر تمہاری بیبیوں میں سے کوئی بی بی کافروں میں رہ جانے سے (بالکل ہی) تمہارے ہاتھ نہ آئے پھر تمہاری نوبت آئے تو جن کی بیبیاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا (مہر) انہوں نے (ان بیبیوں) پر خرچ کیا تھا اس کے برابر ان کو دے دو اور اللہ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو۔

تفسیر ⑨ "انما ینهاكم الله عن الذین قاتلوكم فی الدین واخرجوكم من دیاركم وظاهروا علی اخراجكم" اور وہ مشرکین مکہ ہیں۔ "ان تولوهم ومن یتولهم فاولئك هم الظالمون"

آیت مبارکہ کا شان نزول

⑩ "یا یها الذین اٰمنوا اذا جاء كم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن" مروان اور مسور بن مخرمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے خبر دیتے ہیں کہ جب اس دن سہیل بن عمر نے لکھا تو جو شرائط سہیل بن عمرو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ہماری طرف سے اگر کوئی شخص آپ علیہ السلام کے پاس آئے گا، اگرچہ وہ آپ علیہ السلام کے دین پر ہو تو آپ علیہ السلام اس کو ہمارے پاس واپس بھیج دیں گے تو مؤمنین نے اس شرط کو ناپسند سمجھا اور سہیل نے اس پر اصرار کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر لکھوا دیا تو اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل کو ان کے والد سہیل بن عمرو کو واپس کر دیا اور اس مدت میں آپ علیہ السلام کے پاس جو مرد بھی آتا، آپ علیہ السلام اس کو واپس کر دیتے۔ اگرچہ وہ مسلمان ہوتا اور مؤمن عورتیں ہجرت کر کے آئیں اور ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی ان عورتوں میں تھی جو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نکلیں تھیں اس دن ہجرت کر کے۔ تو ان کے گھر والے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرنے لگے کہ ان عورتوں کو واپس کر دیں تو آپ علیہ السلام نے ان کو عورتوں کو واپس نہیں کیا کیونکہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "اذا جاء کم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن الله اعلم بايمانهن" سے "ولاهم يحلون لهن" تک۔ عروہ فرماتے ہیں مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے ذریعے ان کا امتحان لیتے تھے۔ "يا يها النبي اذا جاء ک المؤمنات" سے "غفور رحيم" تک۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پس جو ان میں سے اس شرط کا اقرار کرتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فرماتے تحقیق میں نے تجھے بیعت کر لیا۔ یہ کلام کے ذریعے ہوتا تھا۔ اللہ کی قسم! آپ علیہ السلام کے ہاتھ نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا بیعت میں۔ آپ علیہ السلام ان سے اپنے قول کے ذریعے بیعت کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے متوجہ ہوئے حتیٰ کہ جب حدیبیہ پہنچے تو آپ علیہ السلام سے مشرکین مکہ نے صلح کی اس شرط پر کہ اہل مکہ میں سے جو آپ علیہ السلام کے پاس آئے گا اس کو ان کی طرف واپس کر دیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جو اہل مکہ کے پاس آیا وہ اس کو واپس نہ کریں گے اور انہوں نے اس کی ایک تحریر لکھ کر اس پر مہر لگا دی۔ تو سبیعہ بنت حارث اسلمیہ اس تحریر سے فارغ ہونے کے بعد مسلمان ہو کر آئی تو اس کے پیچھے ان کا خاوند بنومخزومہ سے سفر کرتا آیا اور مقاتل رحمہ اللہ نے کہا ہے صیفی بن راہب اس کی تلاش میں اور یہ کافر تھا تو کہنے لگا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میری بیوی مجھے واپس کر دیں کیونکہ آپ علیہ السلام نے شرط لگائی ہے کہ ہم سے جو آپ علیہ السلام کے پاس آئے گا آپ اس کو واپس کر دیں گے اور یہ تحریر کی سیاہی ابھی تک خشک نہیں ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "يا يها الذين امنوا اذا جاء كم المؤمنات مهاجرات" دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف۔ "فامتحنوهن" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا امتحان یہ ہے کہ اس سے قسم اُٹھوائی جائے کہ وہ اپنے خاوند سے بغض کی وجہ سے نہیں نکلی اور نہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کے عشق میں آئی ہے اور نہ اس کو اس زمین کی طرف رغبت ہے اور نہ کوئی ضرورت اس کو پیش آئی ہے۔

اور نہ دُنیا کو طلب کرنے آئی ہے اور وہ تو صرف اسلام میں رغبت کی وجہ سے نکلی ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں۔ فرماتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حلف لیا اس پر اس نے حلف اُٹھا لیا تو آپ علیہ السلام نے اس کو واپس نہیں کیا اور ان کے خاوند کو اس کا مہر اور جو ان پر خرچ کیا تھا وہ دے دیا۔ پھر ان سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا اور آپ علیہ السلام جو مردوں میں سے آتا اس کو واپس کر دیتے اور جو عورتیں آتیں امتحان کے بعد ان کو روک لیتے اور ان کے خاوندوں کو ان کے مہر دے دیتے۔ "الله اعلم بايمانهن" یعنی یہ امتحان تمہارے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتے ہیں۔

"فان علمتموهن مؤمنات فلا ترجعوهن الى الكفار لاهن حل لهم ولاهم يحلون لهن" اللہ تعالیٰ نے کسی مؤمن عورت کو کافر کے لیے حلال نہیں کیا۔ "و آتوهم" یعنی ان کے کافر خاوندوں کو۔ "ما انفقوا" ان عورتوں پر یعنی مہر جو

انہوں نے ان عورتوں کو دیا ہے۔"ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا اٰتیتموھن اجورھن"یعنی ان کے مہر۔اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں سے نکاح کرنا مسلمانوں کے لیے مباح کردیا۔اگرچہ دارالکفر میں ان کے خاوند موجود ہوں اس لیے کہ اسلام نے ان عورتوں اور ان کے کافر خاوندوں کے درمیان تفریق کردی ہے۔

"ولا تمسکوا" ابوعمرو اور یعقوب رحمہما اللہ نے شد کے ساتھ اور دیگر حضرات نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے امساک سے۔"بعصم الکوافر" العصم عصمۃ کی جمع ہے اور وہ جس کو عقد اور نسب کے ذریعے باندھا گیا ہو اور کوافر کافرہ کی جمع ہے۔اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو مشرک عورتوں کے نکاح سے روکا ہے۔فرماتے ہیں جس کی مکہ میں کافر بیوی ہو تو اس کا اعتبار نہ کرے۔تحقیق ان کے درمیان نکاح کا تعلق ختم ہوگیا ہے۔زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دے دی جو مکہ میں تھیں اور مشرکہ تھیں۔قریبہ بنت ابواُمیہ بن مغیرہ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد معاویہ بن ابی سفیان نے نکاح کیا۔مکہ میں یہ دونوں اس وقت مشرک تھے اور دوسری اُم کلثوم بنت عمرو بن جرول نزاعیہ آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ۔پس ان سے ابوجہم بن حذافہ بن غانم نے نکاح کیا،یہ دونوں بھی مشرک تھے اور اروٰی بنت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب،طلحہ بن عبیداللہ کے نکاح میں تھی تو طلحہ نے ہجرت کی اور یہ بیوی مکہ میں اپنی قوم کے دین پر تھی تو اسلام نے ان دونوں کے درمیان تفریق کردی تو اسلام میں اس سے خالد بن سعید بن عاص بن اُمیہ نے نکاح کیا۔

شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالعاص بن ربیع کی بیوی تھیں۔وہ اسلام لے آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آملیں اور ابوالعاص مکہ میں شرک کی حالت میں رہے۔پھر وہ مدینہ آئے اور اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کو واپس ان کو دے دیا۔"واسئلوا" اے مؤمنو!"ما انفقتم"یعنی اگر تمہاری کوئی عورت مرتد ہوکر مشرکین سے جاملے تو جو تم نے مہر خرچ کیا ہے اس کا سوال کرو جب وہ اس عورت کو روک لیں اس سے مطالبہ کرو،جس نے نکاح کیا ہے اس عورت سے۔"ولیسئلوا"یعنی مشرکین جن کی بیویاں تمہارے پاس آگئی ہیں۔"ما انفقوا"مہر کا تم میں سے اس شخص سے جس نے اس عورت سے نکاح کیا ہے۔"ذلکم حکم اللہ یحکم بینکم واللہ علیم حکیم"

زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان صلح اور معاہدہ نہ ہوا ہوتا حدیبیہ کے دن تو ان عورتوں کو روک لیتے اور ان کا مہر بھی نہ دیتے اور اسی طرح آپ علیہ السلام ان عورتوں کے بارے میں کرتے تھے جو اسلام قبول کرکے آتی تھیں معاہدہ سے پہلے۔پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو مؤمنین نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا اقرار کیا اور انہوں نے ادا کیا جو ان کو حکم دیا گیا مشرکین کی خرچ کردہ چیزیں واپس کرنے کا اور مشرکین نے اللہ کے فیصلہ کا اقرار کرنے سے انکار کردیا جو ان کو حکم دیا گیا جو مؤمنوں نے اپنی بیویوں پر خرچ کیا ہے اس کو لوٹانے کا۔

⑪"وان فاتکم"اے اہل ایمان۔"شیء من ازواجکم الی الکفار"پس وہ ان کو جاملیں مرتد ہوکر۔

فعاقبتم کے معنی میں مفسرین کے اقوال

"فعاقبتم" مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی ہے تم غنیمت حاصل کرو یعنی تم جہاد کرو پھر تم کفار سے عقبیٰ یعنی غنیمت حاصل کرو۔ اور کہا گیا ہے تم غالب ہو جاؤ اور انجام تمہارے لیے ہو اور کہا گیا ہے تم ان کو قتال میں سزا پہنچاؤ حتیٰ کہ تم غنیمت حاصل کرلو۔ حمید اعرج نے "فعقبتم" تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور زہری رحمہ اللہ نے "فعقبتم" تخفیف کے ساتھ بغیر الف کے پڑھا ہے اور مجاہد رحمہ اللہ نے "فاعقبهم" پڑھا ہے یعنی تم ان کے ساتھ ویسا کرو جیسا انہوں نے تمہارے ساتھ کیا اور یہ تمام لغات ایک معنی دیتی ہیں۔ کہا جاتا ہے "عاقب، عقب وعقب، واعقب وتعقب، وتعاقب واعتقب" جب وہ غنیمت حاصل کرے اور کہا گیا ہے "التعقیب" لڑائی کے بعد لڑائی کرنا۔

"فاتوا الذین ذهبت ازواجهم" کفار کی تمہاری طرف۔ "مثل ما انفقوا" ان پر ان غنیمتوں میں سے جو تمہارے ہاتھوں میں کفار کے اموال میں سے آئی ہیں اور کہا گیا ہے "فعاقبتم" پس تم سزا دو مرتدہ کو قتل کے ذریعے۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے، فرماتے ہیں مؤمن مہاجر عورتوں میں سے مشرکین کے پاس چھ عورتیں گئی ہیں اُم الحکم بنت ابوسفیان، یہ عیاض بن شداد فہری کے نکاح میں تھی اور فاطمہ بنت ابواُمیہ بن مغیرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بہن جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ پس جب عمر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو اس نے انکار کردیا اور مرتد ہوگئی اور بروع بنت عقبہ یہ شماس بن عثمان کے نکاح میں تھی اور عزہ بنت عبدالعزیز بن نضلہ اس سے عمر بن عبدود نے نکاح کیا اور ہند بنت ابی جہل بن ہشام، یہ ہشام بن عاص بن وائل کے نکاح میں تھی اور اُم کلثوم بنت جرول یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ پس یہ تمام اسلام سے پھر گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خاوندوں کو غنیمت سے ان کا مہر ادا کیا۔ "واتقوا اللّٰه الذی انتم به مؤمنون"

اور اس بات میں اختلاف ہوا ہے کہ جو عورت اسلام لے آئے اس کے خاوند کو اس کا مہر دینا واجب ہے یا مستحب؟ اور اس کی اصل یہ ہے کہ صلح عورتوں کو واپس کرنے پر واقع ہوئی تھی؟ اس میں دو قول ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ صلح مردوں اور عورتوں سب کو واپس کرنے پر ہوئی تھی۔ اس روایت کی وجہ سے جو ہم تک پہنچی کہ آپ کے پاس ہم میں سے کوئی نہیں آئے گا اگرچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہو مگر آپ علیہ السلام اس کو ہمیں واپس کردیں گے۔ پھر عورتوں کو لوٹانے کا حکم منسوخ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "فلا ترجعوهن الی الکفار" کی وجہ سے۔

پس اس تفصیل پر مہر کا لوٹانا واجب ہوگا اور دوسرا قول یہ ہے کہ صلح عورتوں کو واپس کرنے پر نہیں ہوئی تھی اس لیے کہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کے پاس ہم میں سے جو مرد آئے گا، اگرچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہو، آپ علیہ السلام اس کو ہم پر لوٹائیں گے۔ اس لیے کہ مرد کو لوٹانے میں اتنا فتنہ کا خوف نہیں ہے جتنا عورت کے لوٹانے پر خوف ہے مشرک کے اس عورت کو پہنچنے سے اور اس پر ارتداد کا بھی ڈر ہے جب وہ اس کو ڈرایا گیا اور اس پر مجبور کی گئی اس کے دل کمزور

ہونے کی وجہ اور عقل کم ہونے کی وجہ سے اور ان کو اس مصیبت سے نکلنے کا راستہ معلوم نہیں ہے کلمہ کفر کو ظاہر کر کے، توریہ کر کے اور ایمان کو چھپا کر۔ اور آدمی پر اس کا خوف نہیں ہوتا اس کی طاقت اور تقیہ کے راستے معلوم ہونے کی وجہ سے تو اس تفصیل پر مہر کا لوٹانا مستحب ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ کیا آج کے دن مال کا واپس کرنا واجب ہے جب کفار کے معاہدہ میں شرط لگائی گئی ہو؟ تو ایک قوم نے کہا واجب نہیں ہے اور انہوں نے گمان کیا ہے کہ آیت منسوخ ہے اور یہ عطاء، مجاہد اور قتادہ رحمہم اللہ کا قول ہے اور ایک قوم نے کہا ہے یہ منسوخ نہیں ہے اور جو انہوں نے خرچ کیا ہے وہ ان کو لوٹایا جائے گا۔

عورتوں کی بیعت کرنے کا ذکر

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰى أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫

ترجمہ: اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے) آویں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اولا دلاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان نطفہ شوہر سے جنی ہوئی دعویٰ کر کے) بنالیویں اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کیا کیجئے بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

تفسیر: ⑫ "یا یھا النبی اذا جاء ک المؤمنات یبایعنک" اور یہ فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے اور آپ علیہ السلام صفا پر تھے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام سے نیچے تھے اور وہ عورتوں کی بیعت کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اور آپ علیہ السلام سے ان کو باتیں پہنچا رہے تھے اور ہند بنت عتبہ ابوسفیان کی بیوی پردہ کرتے ہوئے چھپتی چھپاتی آئی عورتوں کے ساتھ اس خوف سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہچان لیں گے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان سے بیعت کرتا ہوں "علی ان لا یشر کن باللّٰہ شیئا" تو ہند نے اپنا سر اُٹھایا اور کہا اللہ کی قسم! آپ علیہ السلام ہم پر ایسا امر لے رہے ہیں جو ہم نے آپ علیہ السلام کو مردوں سے لیتے نہیں دیکھا اور اس دن آپ علیہ السلام نے مردوں سے صرف اسلام اور جہاد پر بیعت کی تھی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ولا یسرقن" تو ہند نے کہا بے شک ابوسفیان بخیل آدمی ہیں تو میں اس کے مال سے تھوڑا سا اُٹھا لیتی ہوں، میں نہیں جانتی کہ کیا مرے لیے یہ حلال ہے یا نہیں؟ تو ابوسفیان نے کہا جو پہلے میرا مال لیا اور جو آئندہ لے گی وہ تیرے لیے حلال ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہنس پڑے اوراس کو پہچان لیا تو اس کو فرمایا تو ہند بنت عتبہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں پس آپ علیہ السلام معاف کر دیں جو پہلے ہو چکا اللہ تعالیٰ آپ سے معاف کریں۔ "و لا یزنین "تو ہند نے کہا کیا آزاد عورت زنا کرے گی؟ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: "و لا یقتلن اولادھن" تو ہند نے کہا ہم نے ان کی بچپن میں پرورش کی اور تم نے ان کو بڑے ہونے کی حالت میں قتل کر دیا۔ پس تم اور وہ خوب جانتے ہو اور ان کا بیٹا حنظلہ بن ابی سفیان بدر کے دن قتل کیا گیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنستے ہنستے لیٹ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"و لا یأتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن و ارجلھن" اور وہ یہ کہ اپنے خاوندوں پر ایسا بچہ منسوب کریں جو ان سے نہیں ہے تو ہند نے کہا اللہ کی قسم بہتان تو بہت برا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیں سیدھے راستے اور عمدہ اخلاق کا حکم دے رہے ہیں۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا "و لا یعصینک فی معروف" تو ہند نے کہا ہم اس جگہ اس لیے نہیں بیٹھے کہ ہمارے دلوں میں آپ علیہ السلام کی نافرمانی کا خیال ہو تو جو عہد عورتوں سے لیا گیا ان سب نے اس کا اقرار کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کا قول "و لا یقتلن اولادھن" بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا مراد ہے جو اہل جاہلیت کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا قول "و لا یأتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن و ارجلھن" اس سے مراد ان کو زنا سے روکنا نہیں ہے کیونکہ زنا سے نہی تو اس سے بہت پہلے ہو چکی تھی بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کوئی بچہ اُٹھائے اور اپنے خاوند کو کہے یہ تیرا بچہ ہے مجھ سے۔ پس یہ بہتان ہے جو ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑا گیا ہے۔ اس لیے کہ بچہ جب ماں اس کو جنتی ہے تو وہ اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول "و لا یعصینک فی معروف" یعنی ہر اس امر میں جو اللہ تعالیٰ کی طاعت کے موافق ہو۔ بکر بن عبداللہ مزنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر اس کام میں جس میں ان کے رشد و صلاح ہو اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت مردوں کے ساتھ خلوت نہ اختیار کرے اور سعید بن مسیّب اور کلبی اور عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ نوحہ (میت پر بین کرنے) سے نہی ہے اور ہلاکت کی دُعا کرنے اور کپڑے پھاڑنے اور بال منڈانے اور اکھیڑنے اور چہروں کو نوچنے سے نہی ہے اور عورت مردوں سے بات نہ کرے مگر محرم سے اور غیر محرم مرد کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے اور صرف محرم مرد کے ساتھ سفر کرے۔

اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کیا تو ہم پر پڑھا "ان لا یشرکن باللّٰہ شیئا" اور ہمیں نوحہ سے روکا تو ایک عورت نے اپنا ہاتھ بند کر لیا اور کہا فلانی عورت نے میری نوحہ میں مدد کی تھی۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اس کو بدلہ دوں۔ پس اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ کہا تو وہ چلی گئی اور لوٹی اور آپ علیہ السلام سے بیعت کی۔ ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں میری اُمت میں جاہلیت کی ایسی ہیں جن کو وہ نہیں چھوڑیں گے حسب پر فخر کرنا اور نسب پر اعتراض کرنا اور ستاروں سے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا۔ اور فرمایا نوحہ کرنے والی جب نوحہ سے توبہ نہ کرے اپنی موت سے پہلے تو قیامت کے دن کھڑی ہوگی اور اس پر تارکول کی ایک شلوار اور جرب کی قمیص ہوگی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم میں سے نہیں ہے وہ

شخص جو رُخساروں کو مارے اور گریبان پھاڑ ڈالے اور جاہلیت کے پکارنے کی طرح پکارے۔ "فبایعھن" یعنی جب وہ عورتیں آپ علیہ السلام سے بیعت کرنے آئیں تو آپ علیہ السلام ان سے بیعت کرلیں۔ "واستغفرلھن اللّٰہ ان اللّٰہ غفور رحیم"
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو کلام کے ذریعے بیعت کرتے تھے۔ اس آیت کے ذریعے "لا یشرکن باللّٰہ شیئا" فرماتی ہیں آپ کے ہاتھ نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا مگر اس عورت کو جس کے آپ علیہ السلام مالک ہیں۔ امیمہ بنت رقیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند عورتوں کی جماعت میں بیعت کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ بیعت ان کاموں میں ہے جن کی تم استطاعت وطاقت رکھتی ہو تو میں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے نفس پر ہم سے زیادہ شفیق ورحم کرنے والے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں بیعت کرلیں۔ سفیان کہتے ہیں یعنی ہم سے مصافحہ کرلیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا بے شک میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا اور میری بات ایک عورت کیلئے میری سو عورتوں کے لیے بات کی طرح ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ⑬

ترجمہ: اے ایمان والو ان لوگوں سے (بھی) دوستی مت کرو) جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے کہ وہ آخرت (کے خیر وثواب سے) ایسے ناامید ہوگئے ہیں جیسے کفار جو قبروں میں (مدفون) ہیں ناامید ہیں۔

تفسیر: ⑬ "یا یھا الذین امنوا لا تتولوا قوما غضب اللّٰہ علیھم" اور وہ یہود ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہا کہ فقراء مسلمانوں میں سے چند لوگ یہود کو مسلمانوں کی خبریں دیتے تھے وہ اس کے ذریعے تعلق بناتے تھے، پھر ان کے پھل حاصل کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے منع کیا۔ "قد یئسوا" یعنی یہ یہود لوگ۔ "من الآخرۃ" کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی ثواب وخیر ہو۔ "کما یئس الکفار من اصحاب القبور" یعنی جیسا کہ کفار ان لوگوں سے مایوس ہوگئے جو مرگئے اور قبروں میں چلے گئے۔ اس بات سے مایوس ہوئے کہ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ اور ثواب ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کفار جب قبروں میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوگئے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ آخرت سے ناامید ہوئے جیسا کہ کفار ناامید ہوئے جو مرگئے ہیں۔ پس انہوں نے آخرت کا معائنہ کرلیا ہے اور کہا گیا ہے جیسا کہ کفار اصحاب قبور سے ناامید ہوگئے ہیں کہ وہ ان کی طرف لوٹیں گے۔

سُوْرَۃُ الصَّف

مدنی ہے اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں مکی ہے اور اس کی چودہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴿۴﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ. فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (۵) وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ. فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶﴾

ترجمہ: سب چیزیں اللہ ہی کی پاکی بیان کرتی ہیں (قالاً یا حالاً) جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو (خاص طور پر) پسند کرتا ہے جو اس کے رستہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے کہ جس میں سیسہ پلایا گیا ہے اور (وہ وقت قابل ذکر ہے) جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں پھر جب اس فہمائش پر بھی) وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور زیادہ ٹیڑھا کر دیا اور اللہ (کا معمول ہے) کہ وہ اپنے نافرمانوں کو ہدایت (کی توفیق) نہیں دیتا اور اسی طرح) وہ وقت بھی قابل تذکرہ ہے) جبکہ عیسیٰ بن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ

مجھ سے جو پہلے تو راۃ آچکی ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والا ہے جن کا نام (مبارک) احمد ہوگا میں ان کی بشارت دینے والا ہوں پھر وہ جب ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ (ان دلائل یعنی معجزات کی نسبت) کہنے لگے یہ صریح جادو ہے۔

تفسیر ①"**سبح للّٰہ ما فی السماوات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم.** (۲) **یا یھا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون**" مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں مؤمنین نے کہا اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اعمال میں سے کون سا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے تو ہم وہ کرتے اور اس میں اپنے مال و جان کو خرچ کرتے تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "**ان اللّٰہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا**" تو ان کو اس کے ذریعے اُحد کے دن آزمایا گیا تو وہ پیٹھ دکھا گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُتارا "**لم تقولون مالا تفعلون**"

② اور محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شہداء بدر کے ثواب کی خبر دی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا اگر ہماری اس کے بعد کوئی لڑائی ہوئی تو ہم اس میں اپنی کوشش کریں گے۔ پھر وہ اُحد کے دن بھاگے تو اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان کو عار دلائی۔ قتادہ اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ قتال کی شان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کوئی آدمی کہتا تھا میں نے قتل کیا ہے حالانکہ اس نے قتل نہیں کیا ہوتا تھا اور کہتا میں نے نیزہ مارا حالانکہ نیزہ نہیں مارا ہوتا تھا اور میں نے تلوار ماری حالانکہ اس نے تلوار نہیں ماری ہوتی تھی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ مؤمنین کی مدد کا وعدہ کرتے تھے حالانکہ وہ جھوٹے تھے۔

③"**کبر مقتا عند اللّٰہ ان تقولوا**" اللہ تعالیٰ کا قول "**ان تقولوا**" رفع کی جگہ میں ہے۔ جیسے تیرا قول "**بئس رجلا اخوک**" ہے اور آیت کا معنی ہے یعنی یہ بات ناراضگی اور غضب میں اللہ کے ہاں بڑی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہوتے ہیں کہ تم کہو "**مالا تفعلون**" یعنی تم اپنے آپ سے کسی چیز کا وعدہ کرو، پھر تم اس کو پورا نہ کرو۔

④"**ان اللّٰہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا**" یعنی وہ اپنی صفیں باندھتے ہیں قتال کے وقت اور اپنی جگہوں سے نہیں ہٹتے۔ "**کانھم بنیان مرصوص**" تحقیق وہ ایک دوسرے کے ساتھ مضبوطی سے ملا دی گئی ہو۔ پس اس میں کوئی شگاف اور خلل نہ ہو اور کہا گیا ہے سیسہ کے ذریعے مضبوط کی گئی ہو۔

⑤"**واذ قال موسیٰ لقومہ**" بنی اسرائیل سے۔ "**یا قوم لم تؤذوننی**" یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام پر آدر (پھولے ہوئے خصیوں والا) ہونے کا عیب لگایا۔ "**وقد تعلمون انی رسول اللّٰہ الیکم**" اور رسول کی عزت واحترام کی جاتی ہے۔ "**فلما زاغوا**" حق سے مائل ہوگئے۔ "**ازاغ اللّٰہ قلوبھم**" اس کو حق سے مائل کر دے گا۔ یعنی جب انہوں نے اپنے نبی کو ایذاء دے کر حق کو چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو حق سے ہٹا دیا۔ "**واللّٰہ لایھدی القوم الفاسقین**" زجاج

رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی اس کو ہدایت نہ دیں گے جس کے بارے میں اللہ کے علم میں یہ بات سبقت کر چکی ہے کہ وہ فاسق ہے۔

⑥"واذ قال عیسٰی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللّٰہ الیکم مصدقا لما بین یدیّ من التوراۃ ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد" اور الف اس میں حمد میں مبالغہ کے لیے ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں ان میں سے ایک یہ کہ یہ فاعل سے مبالغہ ہے یعنی تمام انبیاء علیہم السلام اللہ کی حمد کرنے والے ہیں اور آپ علیہ السلام اللہ کی اپنے غیر سے زیادہ تعریف کرنے والے ہیں اور دوسری یہ کہ یہ مفعول کی طرف سے مبالغہ ہے یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کی تعریف کی گئی ہے ان کی عمدہ عادات وخصال کی وجہ سے اور آپ علیہ السلام کے ان سب سے مناقب زیادہ اور فضائل جامع اور ایسی خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے آپ علیہ السلام کی تعریف کی جاتی ہے۔"فلما جاء ھم بالبیّنات قالوا ھذا سحر مبین"

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُوَ یُدْعٰی اِلَی الْاِسْلَامِ. وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ⑦یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ. وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْکَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ⑧ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ⑨یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ⑩ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ. ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑪یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَیُدْخِلْکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ⑫ وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَھَا. نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ⑬یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰہِ کَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُاللّٰہِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْ ، بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ وَ کَفَرَتْ طَّآئِفَۃٌ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّھِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰھِرِیْنَ ⑭

(ترجمہ) اور (واقعی) اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت (کی توفیق) نہیں دیا کرتا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مارکر) بجھادیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں (چنانچہ) وہ اللہ ایسا ہی ہے جس نے (اس تمام نور کے لئے) اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا

دین (یعنی اسلام) دے کر بھیجا ہے تا کہ اس (دین کو بقیہ) دینوں پر غالب کردے (کہ یہی اہتمام ہے) گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے اور وہ یہ کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ ہی کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو جب ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں داخل کرے گا جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں (بنے) ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے (اور اس ثمرہ اخرویہ) کے علاوہ ایک اور ثمرہ دنیویہ) بھی ہے کہ تم اس کو بھی خاص طور پر پسند کرتے ہو (یعنی) اللہ کی طرف سے مدد اور جلدی فتح یابی لہٰذا اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ مومنین کو بشارت دے دیجئے اے ایمان والو تم اللہ کے (دین کے) مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے (ان) حواریین سے فرمایا کہ اللہ کے واسطے میرا کون مددگار ہوتا ہے وہ حواری بولے ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں اس کوشش کے بعد بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ لوگ منکر ہوئے سو ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی سو وہ غالب ہو گئے۔

تفسیر ⑦ "ومن اظلم ممن افتری علی اللّٰہ الکذب وھو یدعی الی الاسلام واللّٰہ لا یھدی القوم الظالمین

⑧ یریدون لیطفؤا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون"

⑨ "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون"

⑩ "یا یھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم" ابن عامر رحمہ اللہ نے "تنجیکم" تشدید کے ساتھ اور دیگر حضرات نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

"من عذاب الیم" یہ آیت نازل ہوئی جب انہوں نے کہا اگر ہم جانتے کہ اعمال میں سے کون سا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے تو ہم اس کو کرتے اور اس کو تجارت کے مرتبہ میں کر دیا گیا ہے اس لیے کہ وہ اس اللہ کی رضا اور جنت کے حصول اور آگ سے نجات کا نفع حاصل کریں گے۔ پھر اس تجارت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

⑪ "تؤمنون باللّٰہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللّٰہ باموالکم وانفسکم ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون

⑫ یغفر لکم ذنوبکم ویدخلکم جنات تجری من تحتھا الانھار و مساکن طیبۃ فی جنّت عدن ذلک الفوز العظیم"

⑬ "واخری تحبونھا" اور تمہارے لیے دوسری خصلت ہے تم اس آخرت کے ثواب کے ساتھ جلدی پسند کرتے ہو اور وہ خصلت "نصر من اللّٰہ وفتح قریب" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ قریش کے خلاف مدد کرنا ہے اور فتح مکہ اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں فارس اور روم کی فتح مراد ہے۔

"وبشر المؤمنین" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) دُنیا میں مدد کی اور آخرت میں جنت کی۔ پھر ان کو دین کی مدد اور مخالفین سے جہاد کرنے کی ترغیب دی ہے۔

⑭ "یا یھا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللّٰہ" اہل حجاز اور ابوعمرو نے "انصارا" تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔ "للّٰہ" لام اضافت کے ساتھ اور دیگر حضرات نے "انصار اللّٰہ" اضافت کے ساتھ پڑھا ہے۔ اللہ کے فرمان "نحن انصار اللّٰہ" کی طرح۔ "کما قال عیسٰی ابن مریم للحواریین" یعنی تم اللہ کے دین کی مدد کرو حواریوں کی مدد کی مثل جب ان کو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا "من انصاری الی اللّٰہ" یعنی کون میرا مددگار ہوگا اللہ کے ساتھ۔ "قال الحواریون نحن انصار اللّٰہ فآمنت طائفۃ من بنی اسرائیل و کفرت طائفۃ"
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اور یہ اس وجہ سے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو اوپر اُٹھایا گیا تو ان کی قوم تین فرقوں میں بٹ گئی۔ ایک فرقہ نے کہا وہ اللہ تھے خود بلند ہوگئے اور ایک فرقہ نے کہا اللہ کے بیٹے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اُٹھالیا ہے اور ایک فرقہ نے کہا وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اُٹھالیا ہے اور یہ مؤمنین تھے اور ہر فرقہ کے چند لوگ متبع ہوگئے۔ پس ان کی آپس میں لڑائیاں ہوئیں۔ پس دو کافر فرقے غالب آگئے مؤمنوں پر حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تو مؤمن گروہ کافر پر غالب ہوگیا۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا قول "فایدنا الذین اٰمنوا علی عدوھم فاصبحوا ظاھرین" غالب و بلند۔ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے فرماتے ہیں پس جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے ان کی حجت غالب ہوگئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی وجہ سے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے کلمہ اور اس کی روح ہیں۔

سُوْرَةُ الْجُمُعَه

مدنی ہے اوراس کی گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۱ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۲ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ. وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۳

ترجمہ: سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں (قالاً یا حالاً) اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کہ بادشاہ ہے (عیبوں) سے پاک ہے زبردست حکمت والا ہے وہی ہے جس نے (عرب کے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے ایک پیغمبر بھیجا (جوان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اوران کو عقائد باطلہ واخلاق ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں اوران کو کتاب اور دانشمندی کی باتیں سکھلاتے ہیں اور یہ لوگ (آپ کی بعثت) کے پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے وہ علاوہ ان موجودین کے) دوسروں کے لئے بھی ان میں سے جو ہنوز ان میں شامل نہیں ہوئے وہ زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر: (۱۔۲)......"يسبح لله ما في السموات ......تا ...... بعث في الاميين" یعنی عرب ان پڑھ اُمت تھے نہ لکھتے تھے اور نہ پڑھتے تھے۔ "رسولا منهم" یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا نسب ان کا نسب ہے۔ "يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين" یعنی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے نہیں تھے مگر واضح گمراہی میں بتوں کی عبادت کرتے تھے۔

وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ کی اعراب کی وجہ

۳ "و آخرين منهم" اور آخرین میں اعراب کی دو وجہیں ہیں۔ ان میں سے ایک جر ہے الامیین کی طرف لوٹاتے ہوئے اس کا مجاز وفی آخرین ہے اور دوسری نصب ہے ھاء اور میم کی طرف ردّ کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کے قول "ويعلمهم"

میں ہے یعنی اوران میں سے دوسروں کو تعلیم دیتے ہیں یعنی وہ مؤمنین جوان کا دین رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ جب اسلام لے آئے تو ان میں سے ہوگئے کیونکہ تمام مسلمان ایک اُمت ہیں اور علماء کا ان میں اختلاف ہے تو ایک قوم نے کہا وہ عجم ہیں اور یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول ہے اور لیث کی مجاہد سے روایت ہے اور اس پر دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔

جب آپ علیہ السلام پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی۔ پس جب آپ علیہ السلام نے پڑھا "و آخرين منهم لما يلحقوا بهم" تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کون لوگ ہیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ اس نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ پوچھا۔ کہتے ہیں اور ہم میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے۔ کہتے ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ سلمان پر رکھا پھر کہا اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس ہو تو اس کو ان لوگوں میں سے چند لوگ حاصل کرلیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دین ثریا کے پاس ہوتا تو اس کی طرف جاتا ایک مرد یا فرمایا کئی مرد بناء فارس میں سے حتیٰ کہ وہ اس کو حاصل کرلیتے اور عکرمہ اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ تابعین ہیں اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ وہ تمام لوگ جو اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد داخل ہوئے اور یہ ابن ابی نجیح کی مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول "لمّا يلحقوا بهم" یعنی ان کو نہیں پایا لیکن وہ ان کے بعد ہوں گے اور کہا گیا "لمّا يلحقوا بهم" یعنی فضل و مرتبہ میں پہلے لوگوں کے ساتھ اس لیے کہ تابعین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کسی چیز کو نہ پاسکے۔ "وهو العزيز الحكيم"

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ. وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑤ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑥ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ⑦ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ. ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑨

(ترجمہ) یہ رسول کے ذریعہ سے گمراہی سے نکل کر ہدایت کی طرف آنا) خدا کا فضل ہے وہ فضل جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے جن لوگوں کو توراۃ پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی

حالت اس گدھے کی سی حالت ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے غرض ان لوگوں کی بری حالت ہے جنہوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا (جیسے یہود ہیں) اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو (توفیق) ہدایت (کی) نہیں دیا کرتا (اور اگر یہ لوگ یہ کہیں کہ ہم باوجود اس حالت کے بھی اللہ کے مقبول ہیں تو) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اے یہودیو اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم بلاشرکت غیرے اللہ کے مقبول (ومحبوب) ہو تو تم (اس کی تصدیق کے لئے) موت کی تمنا کر (کے دکھلا دو) اگر تم (اس دعویٰ میں) سچے ہو اور وہ کبھی اس کی تمنا نہ کریں گے بوجہ (خوف وسزا) ان اعمال (کفریہ) کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور اللہ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں (کے حال کی آپ (ان سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ (موت ایک روز) تم کو آ پکڑے گی پھر تم پوشیدہ اور ظاہر جاننے والے (خدا کے پاس لے جائے جاؤ گے پھر وہ تم کو تمہارے سب کیے ہوئے کام بتلا دے گا اور (سزا بھی دے گا) اے ایمان والو جب جمعہ کے روز نماز (جمعہ) کے لئے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز وخطبہ) کی طرف (فوراً) چل پڑا کرو اور خرید وفروخت (اور اسی طرح دوسرے مشاغل جو چلنے سے مانع ہوں) چھوڑ دیا کرو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو (کیونکہ اس کا نفع باقی ہے) اور بیع وغیرہ کا فانی)

تفسیر ④ ”ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء“ یعنی اسلام اور ہدایت ”واللہ ذوالفضل العظیم“

⑤ ”مثل الذین حملوا التوراۃ“ یعنی اس کے ساتھ قائم ہونے اور اس عمل کے کرنے کے مکلف بنائے گئے۔ ”ثم لم یحملوھا“ جو اس میں ہے اس پر عمل نہیں کیا اور اس کا حق ادا نہیں کیا۔ ”کمثل الحمار یحمل اسفارا“ یعنی علم کی کتابیں اس کا واحد سفر ہے۔ فراء کہتے ہیں وہ بڑی کتابیں ہیں یعنی جیسے گدھے ان کتابوں کو اُٹھاتے ہیں اور جو اس میں ہے اس کو نہیں جانتے اور اس سے نفع نہیں اُٹھا سکتے۔ اسی طرح یہود تو ریت پڑھتے ہیں اور اس سے نفع نہیں اُٹھاتے اس لیے کہ انہوں نے توریت کے احکام کی مخالفت کی ہے۔ ”بئس مثل القوم الذین کذبوا بآیات اللہ واللہ لا یھدی القوم الظالمین“ جن لوگوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کر کے یعنی وہ لوگ کہ اللہ کے علم میں سبقت کر گیا ہے کہ وہ ان کو ہدایت نہ دے گا۔

⑥ ”قل یا یھا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء للہ من دون الناس“ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ”فتمنوا الموت“ پس اپنے نفس پر موت کی بددعا کرو۔ ”ان کنتم صادقین“ کہ تم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہو کیوں کہ موت تمہیں اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے گی۔

(⑦-⑧)...... ”ولا یتمنونہ ابدا بما قدمت ایدیھم واللہ علیم بالظالمین. قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم ثم تردون الی عالم الغیب والشھادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون“

⑨ ”یا یھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلاۃ من یوم الجمعۃ“ یعنی یوم یوم الجمعہ اللہ تعالیٰ کے قول ”ارونی ماذا خلقوا من الارض“ یعنی فی الارض کی طرح۔

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ کی تفسیر

اوراس نداء سے امام کے منبر پر خطبہ کے لیے بیٹھنے کے وقت اذان مراد ہے۔ سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جمعہ کے دن پہلی اذان جب امام منبر پر بیٹھ جاتا، ہوتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکراور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور میں پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور لوگ زیادہ ہوگئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زوراء (جگہ کا نام) پر دوسری اذان کو زیادہ کیا۔ اعمش رحمہ اللہ نے "من یوم الجمعة" میم کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور اکثر حضرات نے میم کے پیش کے ساتھ اوراسی دن کا نام جمعہ رکھنے میں اختلاف ہوا ہے۔ ان میں سے بعض نے کہا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن میں آدم علیہ السلام کی تخلیق کو جمع کیا اور کہا گیا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس دن تمام اشیاء کے پیدا کرنے سے فارغ ہوئے تو اس دن میں تمام مخلوقات جمع ہوگئیں اور کہا گیا ہے اس دن میں جماعتوں کے جمع ہونے کی وجہ سے اور کہا گیا ہے اس دن میں لوگوں کے نماز کے لیے جمع ہونے کی وجہ سے اور کہا گیا ہے پہلا شخص جس نے اس کا نام جمعہ رکھا کعب بن لوی ہے۔

ابوسلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں پہلا شخص جس نے امابعد کہا کعب بن لوی ہے اور یہ پہلا شخص تھا جس نے جمعہ کا نام جمعہ رکھا اور اس کو یوم العروبہ کہا جاتا تھا اور ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اہل مدینہ نے مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے جمعہ کی نماز قائم کی اور کہا گیا ہے کہ جمعہ کے دن کے نازل ہونے سے پہلے اورانہی لوگوں نے اس کا نام جمعہ رکھا اور کہنے لگے یہود کے لیے ایک دن ہے جس میں وہ ہر سات دن میں جمع ہوتے ہیں اور نصاریٰ کا ایک دن ہے۔ پس آؤ ہم بھی ایک دن مقرر کرلیں جس میں ہم جمع ہوجائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور نماز پڑھیں۔

پھر کہا کہ ہفتہ کا دن یہود کا ہے اور اتوار کا دن نصاریٰ کا پس تم اس کو عروبہ کے دن بنالو تو وہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوگئے تو انہوں نے ان کو دو رکعت پڑھائیں اور ان کو نصیحت کی۔ پس انہوں نے اس کا نام یوم الجمعہ رکھ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس دن کے بارے میں بعد میں آیت نازل کی۔ کعب سے روایت کیا گیا ہے کہ جب وہ جمعہ کے دن اذان سنتے تو اسعد بن زرارہ کے لیے رحم کی دُعا کرتے تو میں نے ان کو کہا جب آپ رضی اللہ عنہ اذان سنتے ہیں تو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ پر رحم کی دُعا کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا اس لیے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہمیں ھزم بنت بنی بیاضہ کی زمین پر بقیع میں جمعہ پڑھایا۔ اس کو بقیع الخضمات کہا جاتا تھا۔ میں نے کہا آپ لوگ اس دن کتنے تھے؟ کہا چالیس اور بہرحال پہلا جمعہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھایا تو اہل سیر نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں ہجرت کرکے تشریف لائے تو قباء میں پڑاؤ ڈالا بنوعمرو بن عوف کے پاس اور یہ ربیع الاوّل بارہ تاریخ سوموار کا دن تھا جب چاشت کا وقت لمبا ہوگیا۔ پھر آپ علیہ السلام نے قباء میں سوموار، منگل، بدھ، جمعرات کا دن قیام کیا اور ان کی مسجد کی بنیاد رکھی۔ پھر ان کے درمیان سے نکلے جمعہ کے دن مدینہ کا ارادہ کرکے تو آپ علیہ السلام کو جمعہ کی نماز کا وقت بنوسالم بن عوف میں آگیا، ان کی ایک وادی کے

درمیان میں اور تحقیق انہوں نے اس جگہ میں مسجد بنائی ہوئی تھی تو وہاں آپ علیہ السلام نے جمعہ پڑھایا اور خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کا قول: "فاسعوا الی ذکر اللّٰہ" یعنی اس کے لیے چلو اور تیاری کرو اور یہاں سعی سے دوڑنا مراد نہیں اس سے مراد صرف تیاری اور عمل کرنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا "واذا تولّٰی سعٰی فی الارض" اور کہا۔ "انّ سعیکم لشتّٰی" اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھتے تھے "فامضوا الی ذکر اللّٰہ" اور اسی طرح یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! یہ قدموں سے سعی کرنا مراد نہیں ہے کیونکہ ان کو روکا گیا ہے کہ وہ نماز کے لیے آئیں مگر ان پر سکینہ اور وقار ہو لیکن دلوں اور نیت اور خشوع کے ساتھ اور قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں ہے "فاسعوا الی ذکر اللّٰہ" فرمایا۔ پس سعی یہ ہے کہ تو اپنے دل اور عمل کے ساتھ دوڑے اور وہ اس کی طرف چلنا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے قول "فلمّا بلغ معہ السعی" کی تاویل کرتے ہوئے فرماتے تھے۔ پس جب وہ چلا اس کے ساتھ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کھڑی کی جائے تو تم اس کی طرف دوڑتے ہوئے نہ آؤ اور لیکن تم چلتے ہوئے آؤ اور تم پر وقار اور سکینہ لازم۔ پس جو تم پالو تو نماز پڑھو اور جو تم سے فوت ہو جائے تو اس کو مکمل کرلو۔ قولہ "الی ذکر اللّٰہ" یعنی نماز کی طرف اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں "فاسعوا الی ذکر اللّٰہ" فرمایا وہ امام کی نصیحت ہے۔ "وذروا البیع" یعنی خرید و فروخت اس لیے کہ بیع کا اسم ان دونوں کو شامل ہے اور خرید و فروخت دوسری اذان کے وقت حرام ہوتی ہے اور زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں امام کے نکلنے کے وقت اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب سورج کا زوال ہو جائے تو خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے۔ "ذٰلکم" جو ذکر کیا گیا ہے جمعہ میں حاضر ہونا اور بیع کو چھوڑنا۔ "خیر لکم" بیع و شراء سے۔ "ان کنتم تعلمون" اپنے نفس کی ضروریات کو اور تو جان لے کہ جمعہ کی نماز فرض عین ہے۔ پس ہر اس شخص پر فرض ہے جو عقل، بلوغ، آزادی، مذکر اور مقیم ہونے کی شرائط کا جامع ہو اور اس کو کوئی عذر بھی نہ ہو۔ پس جس نے جمعہ کو چھوڑ دیا وہ وعید کا مستحق ہے۔ بہرحال بچہ اور مجنون تو ان پر کوئی جمعہ فرض نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں اس کے اہل نہیں ہیں کہ ان پر ابدان کے فرض لازم ہوں، ان کے بدنوں کے ناقص ہونے کی وجہ سے اور بالاتفاق عورتوں پر بھی جمعہ نہیں ہے۔

جمعہ کس پر واجب نہیں

محمد بن کعب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بنو وائل کے ایک شخص کو سنا وہ کہہ رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا چھوڑنا کسی مسلمان کیلئے صحیح نہیں۔ سوائے عورت، بچے یا غلام کے اور اکثر اس طرف گئے ہیں کہ غلاموں پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

اور حسن، قتادہ اور اوزاعی رحمہم اللہ فرماتے ہیں اس غلام پر واجب ہے جو تجارت کے لیے باہر نکلتا ہے اور اکثر کے نزدیک مسافر پر واجب نہیں ہے اور نخعی اور زہری رحمہما اللہ فرماتے ہیں مسافر پر واجب ہے جب وہ اذان سنے اور ہر وہ شخص جس کو مرض کا عذر ہو یا مریض کی دیکھ بھال کرتا ہو یا خوف ہو تو اس کے لیے جمعہ کو چھوڑنا جائز ہے اور اسی طرح اگر اس کو بارش اور کیچڑ کے عذر

سے چھوڑ دے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے مؤذنوں کو بارش کے دن فرماتے تھے جب تو "اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ" کہے تو "حیّ علی الصلوٰۃ" نہ کہنا بلکہ کہنا "صلّوا فی بیوتکم" گھروں میں نماز پڑھو) تو لوگوں نے اس کو ناپسند سمجھا تو فرمایا اس کو اس نے کیا ہے جو مجھ سے بہتر ہے اور جمعہ عزیمت ہے اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ تم اپنے گھروں سے نکلو، پھر مٹی اور کیچڑ میں چلتے آؤ اور ہر وہ شخص جس پر جمعہ میں حاضر ہونا واجب نہیں جب وہ حاضر ہوگیا اور امام کے ساتھ نماز پڑھ لی، جمعہ کی تو اس سے ظہر کا فرض ساقط ہوگیا لیکن اس کے ذریعے جمعہ کی تعداد مکمل نہ کی جائے گی مگر صاحب عذر شخص کیونکہ وہ حاضر ہوگیا تو اس سے جمعہ کی تعداد مکمل ہو جائے گی۔ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا ہے کہ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اور آپ علیہ السلام منبر کی لکڑیوں پر تھے "کہ قوم میں جمعہ کو چھوڑنے سے باز آ جائیں یا اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کر دیں گے۔ پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔" ابو الجعد یعنی ضمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تین مرتبہ سستی کی وجہ سے جمعہ چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیں گے۔

جمعہ کہاں قائم کیا جائے گا

اور اہل علم کا جمعہ کے قائم کرنے کی جگہ میں اختلاف ہوا ہے اور ان لوگوں کی تعداد میں جن کی وجہ سے جمعہ منعقد ہو جائے گا اور اس مسافت میں جس سے جمعہ کے لیے آنا واجب ہے۔ بہر حال ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ ہر بستی جس میں چالیس آدمی اہل کمال میں سے جمع ہو جائیں بایں طور کہ وہ آزاد، عاقل، بالغ ایسے مقیم ہوں جو وہاں سے سردیوں کو کوچ کرتے ہوں اور نہ گرمیوں کو مگر کسی ضرورت کے لیے جاتا ہو تو ان پر اس جگہ میں جمعہ قائم کرنا واجب ہے اور یہ عبید اللہ بن عبد اللہ اور عمر بن عبد العزیز کا قول ہے اور اسی کے امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ قائل ہیں اور ان حضرات نے کہا ہے کہ جمعہ نہیں منعقد ہوگا مگر اس صفت کے چالیس آدمیوں سے کم کے ساتھ اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ان چالیس کی تعداد کے ساتھ یہ شرط بھی لگائی ہے کہ ان میں والی ہو اور والی کا ہونا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک شرط نہیں ہے۔

جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ صرف مصر جامع میں جائز ہے اور اصحاب رائے کا قول ہے۔ پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک چار افراد سے جمعہ منعقد ہو جائے گا اور والی شرط ہے اور اوزاعی اور ابو یوسف رحمہما اللہ فرماتے ہیں تین کے ساتھ منعقد ہو جائے گا۔ جب ان میں والی موجود ہو اور حسن اور ابو ثور رحمہما اللہ فرماتے ہیں دو افراد کے ساتھ منعقد ہو جائے گا تمام نمازوں کی طرح اور ربیعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں بارہ افراد کے ذریعے منعقد ہوگا اور اس کے بستیوں میں قائم کرنے کی دلیل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد پہلا جمعہ جو قائم کیا گیا وہ مسجد عبد القیس میں بحرین کے مقام جواثی میں کیا گیا اور جب بندہ کسی ایسی بستی میں مقیم ہو جہاں جمعہ نہ قائم کیا جاتا ہو یا جنگل

میں مقیم ہو تو ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ اگر ان کو جمعہ کی جگہ سے اذان پہنچتی ہو تو ان پر جمعہ میں حاضر ہونا لازم ہے اور اگر ان کو اذان نہ پہنچتی ہو تو ان پر جمعہ لازم نہیں اور یہ امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے اور شرط یہ ہے کہ ان کو آواز ایسے مؤذن کی پہنچے جو بلند آواز والا ہے ایسے وقت میں جب آوازیں خاموش اور ہوائیں تھمی ہوئی ہوں۔ پس ہر بستی جو جمعہ کی جگہ سے اتنی مقدار قریب ہو تو اس کے اہل پر جمعہ میں حاضر ہونا واجب ہے اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر اس شخص پر واجب ہے جس کو رات گزارنے کے لیے اپنے گھر کا ٹھکانہ مل جائے اور زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر اس شخص پر واجب ہے جو چھ میل کے فاصلہ پر ہو اور ربیعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار میل پر اور مالک اور لیث رحمہما اللہ فرماتے ہیں تین میل پر۔ اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دیہات والوں پر جمعہ واجب نہیں ہے قریب ہو بستی یا دور۔

اور ہر وہ شخص جس کو جمعہ کی نماز لازم ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ جمعہ کے دن زوال کے بعد جمعہ کی نماز پڑھنے سے پہلے سفر کرے اور اصحاب رائے نے اس کو جائز قرار دیا ہے کہ وہ زوال کے بعد سفر کرے جب وہ شہر سے وقت نکلنے سے پہلے جدا ہو جائے۔ بہر حال جب فجر کے طلوع ہونے کے بعد زوال سے پہلے سفر کرے تو جائز ہے مگر یہ مکروہ ہے مگر یہ کہ اس کا سفر کسی عبادت حج یا جہاد وغیرہ کا ہو اور ان میں سے بعض اس طرف گئے ہیں کہ جب وہ جمعہ کے دن مقیم ہونے کی حالت میں صبح کرے تو سفر نہ کرے حتیٰ کہ جمعہ کی نماز پڑھ لے اور اس کے جواز پر دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ کو ایک سو چھوٹے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تو یہ جمعہ کے دن میں موافق ہو گیا ہے تو آپ علیہ السلام کے اصحاب رضی اللہ عنہم صبح کو چلے گئے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں پیچھے رہ جاتا ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ کر ان کو جاملوں گا۔ پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کو جائے؟ انہوں نے کہا میرا ارادہ ہوا کہ میں آپ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھوں، پھر ان کو جاملوں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر تو وہ تمام خرچ کر دے جو زمین میں ہے تو تُو ان کے صبح جانے کی فضیلت کو نہ پہنچ سکے گا اور روایت کیا گیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سنا جس پر سفر کی ہیئت تھی کہہ رہا تھا اگر آج جمعہ کا دن نہ ہوتا تو میں نکلتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نکل جا کیونکہ جمعہ کسی کو سفر سے نہیں روکتا۔

جمعہ کے دن کی سنتوں اور فضیلتوں کے بیان میں

تحقیق جمعہ کے دن کی سنتوں اور اس کی فضیلت میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں طور کی طرف نکلا تو میں کعب احبار رحمہ اللہ کو ملا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا تو انہوں نے مجھے تورات سے باتیں بتائیں اور میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنائیں۔ پس ان حدیثوں میں سے جو میں نے ان کو کہیں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس

میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی میں زمین پر اُتارے گئے اور اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی اور اسی میں وفات پائی اور اس دن میں قیامت قائم ہوگی اور زمین کا ہر مویشی جمعہ کے دن چیختا ہے صبح کو سورج کے طلوع ہونے کے وقت قیامت کے خوف سے مگر جن و انس اور اس میں ایک گھڑی ہے نہیں پاتا اس کو مسلمان بندہ اس حال میں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگ رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز دے دیتے ہیں۔ کعب رحمہ اللہ نے پوچھا یہ سال کے ایک دن میں ہوتی ہے۔ میں نے کہا بلکہ ہر جمعہ میں۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر کعب نے توریت پڑھی۔ کہتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر میں عبداللہ بن سلام کو ملا تو میں نے ان کو اپنی کعب احبار کے ساتھ مجلس کا بتایا اور جو میں نے جمعہ کے دن کے بارے میں ان کو بیان کیا تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا میں جانتا ہوں وہ کون سی گھڑی ہے۔ وہ جمعہ کے دن میں آخری گھڑی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ جمعہ کے دن آخری گھڑی کیسے ہوسکتی ہے؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا کہ بندہ اسی وقت نماز یا دُعا مانگ رہا ہو اور اس آخری گھڑی میں تو نماز نہیں پڑھی جاتی؟ تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کہا جو کسی مجلس میں بیٹھا نماز کا انتظار کر رہا ہو تو وہ نماز میں ہے حتیٰ کہ وہ نماز پڑھ لے؟ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیوں نہیں۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا پس وہ یہ ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی پر جمعہ کا دن آئے تو چاہیے کہ غسل کرے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جتنا طاقت رکھے پاک ہو اور تیل لگائے اور اپنے گھر کی خوشبو لگائے پھر نکلے اور دو آدمیوں کے درمیان تفریق نہ کرے، پھر وہ نماز پڑھے جو اس پر فرض کی گئی ہے۔ پھر جب امام کلام کرے تو خاموش ہو جائے تو اس کے اس دن اور دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور مسواک کیا اور خوشبو لگائی، اگر وہ اس کے پاس ہو اور اپنے اچھے کپڑوں میں سے پہنے، پھر نکلا حتیٰ کہ مسجد آیا، پھر لوگوں کی گردنیں نہیں پھلانگیں، پھر نماز پڑھی جو اللہ نے چاہا پڑھی اور جب امام نکلا تو خاموش ہوگیا تو یہ اس کے درمیان اور اس جمعہ کے درمیان جو اس سے پہلے تھا کفارہ ہوگا اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اور تین دن کی زیادتی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص نیکی لایا تو اس کے لیے اس کا دس گنا ہے۔

اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو شخص جمعہ کے دن غسل کا حکم کرے اور خود غسل کرے اور جلدی کا حکم کرے اور خود جلدی کرے اور پیدل جائے سوار نہ ہو اور امام کے قریب ہو جائے اور توجہ سے سنے اور لغو کام نہ کرے تو اس کے ہر قدم پر ایک سال کا عمل اس کے روزوں اور قیام کا اجر ہوگا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو مسجد کے ہر دروازہ پر فرشتے کھڑے ہوتے ہیں، وہ لوگوں پر ان کے مراتب لکھتے ہیں جو پہلے آئیں ان کا زیادہ، پس جب امام نکلتا ہے تو صحیفے لپیٹ دیئے جاتے ہیں اور وہ خطبہ کو

سنتے ہیں اور نماز کی طرف جلدی کرنے والا ایک اونٹ ہدیہ کرنے والے کی طرح ہے۔ پھر جو اس سے بعد ہے وہ ایک بیل ہدیہ کرنے والے کی طرح، پھر جو اس کے بعد ہے وہ بکری ہدیہ کرنے والے کی طرح، پھر جو اس کے بعد ہے وہ مینڈھا ہدیہ کرنے والے کی طرح حتیٰ کہ مرغی اور انڈے کو بھی ذکر کیا۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا. قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ. وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ پھر جب نماز جمعہ پوری ہو چکے تو (اس وقت تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو اور (اس میں بھی) اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تا کہ تم کو فلاح ہو اور بعضے لوگوں کا یہ حال ہے کہ) وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کی طرف دوڑنے کے لئے بکھر جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ جو چیز (از قسم ثواب و قرب) خدا کے پاس ہے وہ ایسے مشغلے اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے۔

تفسیر ﴿۱۰﴾ "فاذا قضیت الصلاۃ فانتشروا فی الارض" یعنی جب نماز سے فارغ ہو تو زمین میں تجارت کے لیے اور اپنی ضروریات میں تصرف کرنے کے لیے پھیل جاؤ۔ "وابتغوا من فضل اللّٰہ" یعنی رزق اور یہ امر اباحت ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "واذا احللتم فاصطادوا" ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اگر تو چاہے تو نکل اور اگر چاہے تو بیٹھ جا اور اگر تو چاہے تو عصر تک نماز پڑھ اور کہا گیا ہے کہ "فانتشروا فی الارض" دُنیا طلب کرنے کے لیے نہیں ہے لیکن مریض کی عیادت اور جنازہ میں حاضر ہونے اور اخ فی اللہ کی زیارت کے لیے ہے اور حسن، سعید بن جبیر اور مکحول رحمہم اللہ فرماتے ہیں "وابتغوا من فضل اللّٰہ" یہ علم طلب کرنے کے لیے ہے۔ "واذکروا اللّٰہ کثیر العلّکم تفلحون"

﴿۱۱﴾ "واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما" حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک تجارتی قافلہ جمعہ کے دن آیا اور ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو سارے لوگ چلے گئے سوائے بارہ افراد کے تو اللہ تعالیٰ نے نازل کی "واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا" اور اس حدیث سے وہ حضرات استدلال کرتے ہیں جو بارہ افراد کے ساتھ جمعہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔

اور حدیث میں یہ بیان نہیں ہے کہ آپ علیہ السلام نے ان بارہ افراد کے ساتھ جمعہ کو قائم کیا تا کہ یہ ان کی دلیل بنے اتنی تعداد کی شرط لگانے پر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کلبی رحمہ اللہ کی روایت میں کہا ہے کہ مسجد میں صرف آٹھ افراد باقی رہے اور حسن اور ابو مالک رحمہما اللہ فرماتے ہیں اہل مدینہ کو بھوک اور غلہ کی قیمت بڑھ جانے کے مسائل پہنچے تو دحیہ بن خلیفہ شام سے زیتون کے تیل

کی تجارت کرنے آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے۔ پس جب لوگوں نے اس کو دیکھا تو اس کی طرف بقیع میں کھڑے ہوئے اور ڈرے کہ لوگ ان سے سبقت نہ کر جائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک تھوڑی سی جماعت باقی رہ گئی۔ ان میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے تو یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان جس کے قبضہ میں ہے اگر تم سب چلے جاتے اور کوئی باقی نہ رہتا تو وادی تم پر آگ بہاتی۔

اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے جب دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ شام سے سامان تجارت لائے اور وہ جب آتے تھے تو سارے مدینہ کے لوگ ان کے پاس آتے اور وہ جب آتے تو عام ضرورت کی چیزیں گندم، آٹا وغیرہ لاتے تو وہ زیت کے پتھروں کے پاس سامان اُتارے اور یہ جگہ ہے مدینہ کے بازار میں پھر باجا بجایا جاتا تاکہ لوگوں کو ان کے آنے کی اطلاع ہو جائے تو لوگ ان سے خریداری کرنے نکل پڑتے تو وہ جمعہ کے دن آئے اور یہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کی بات ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے تو لوگ اس کی طرف نکلے تو مسجد میں صرف بارہ مرد و عورتیں باقی رہ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں کتنے لوگ باقی بچ گئے ہیں؟

انہوں نے فرمایا بارہ (۱۲) مرد و عورتیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ نہ ہوتے تو تم پر آسمان سے نشان زدہ پتھر برسائے جاتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور لھو سے باجا مراد ہے اور کہا گیا ہے کہ تجارتی قافلہ جب مدینہ آتا تو لوگ اس کا باجوں اور تالیوں سے استقبال کرتے اور اللہ تعالیٰ کا قول "انفضّوا الیھا" ضمیر کو تجارت کی طرف لوٹایا ہے اس لیے کہ وہ اہم ہے۔ علقمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے یا بیٹھ کر؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو نے نہیں پڑھا "وترکوک قائما" (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا چھوڑ دیا)۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن دو خطبے دیتے تھے کھڑے ہو کر ان دونوں کے درمیان بیٹھنے کا فاصلہ کرتے تھے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خطبے ہوتے تھے ان دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے، قرآن پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے اور اسی سند سے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ آپ علیہ السلام کی نماز معتدل اور آپ علیہ السلام کا خطبہ معتدل ہوتا تھا اور خطبہ جمعہ کی نماز میں فرض ہے اور واجب ہے کہ کھڑا ہو کر دو خطبے دے اور کم وہ مقدار جس پر خطبہ کا اسم واقع ہوتا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجے اور اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرے۔

یہ تین چیزیں دونوں خطبوں میں فرض ہیں اور واجب ہے کہ پہلے خطبہ میں قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھے، دوسرے میں مسلمانوں کے لیے دُعا کرے۔ پس اگر ان پانچ میں سے ایک بھی چھوڑ دیا تو اس کا جمعہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح نہ ہوگا اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس طرف گئے ہیں کہ اگر ایک دفعہ تسبیح یا تحمید یا تکبیر کہہ دی تو اس کو کفایت کر جائے گی اور یہ مقدار اس پر خطبہ کا نام واقع نہیں ہوتا اور بندہ کو خطبہ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ عبداللہ بن رافع سے روایت ہے کہ مروان نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا تو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو جمعہ کی نماز پڑھائی تو سورۃ الجمعہ پہلی رکعت میں پڑھی اور دوسری میں "اذا جاء ک المنافقون" پڑھی تو عبید اللہ نے کہا جب وہ نماز سے پھرے تو میں ان کے پہلو میں چلا اور میں نے کہا تحقیق آپ رضی اللہ عنہ نے وہ دو سورتیں پڑھی ہیں کہ میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سنا کہ ان دونوں کو نماز میں پڑھتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دونوں سورتیں پڑھتے سنا ہے۔

ضحاک بن قیس نے نعمان بن بشیر سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن سورۃ الجمعہ کے بعد کیا پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا آپ علیہ السلام "هل اتاک حدیث الغاشية" پڑھا کرتے تھے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عیدوں میں اور جمعہ میں "سبح اسم ربک الاعلیٰ" اور "هل اتاک حدیث الغاشية" پڑھتے تھے اور بسا اوقات یہ دونوں نمازیں ایک دن میں جمع ہو جاتیں تو ان دونوں میں یہی دو سورتیں پڑھتے اور جمعہ کے جائز ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔

ظہر کا وقت سورج کے زوال سے عصر کا وقت داخل ہونے تک اور تعداد اور امام اور خطبہ اور دار اقامت۔ پس جب ان پانچ شرطوں میں سے ایک بھی مفقود ہو تو واجب ہے کہ وہ ظہر کی نماز پڑھیں اور امام کے لیے جائز نہیں کہ تعداد کے جمع ہونے سے پہلے خطبہ کی ابتداء کرے اور وہ چالیس کی تعداد ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک۔ پس اگر وہ جمع ہو جائیں اور ان کو خطبہ دے پھر وہ نماز شروع کرنے سے پہلے چلے جائیں یا تعداد میں سے ایک شخص کم ہو جائے تو ان کو جمعہ پڑھانا جائز نہیں ہے بلکہ ظہر پڑھائے اور اگر ان کے ساتھ نماز کو شروع کر دیا پھر وہ چلے گئے۔

تو امام شافعی رحمہ اللہ کے اقوال میں اصح یہ ہے کہ چالیس کا باقی رہنا نماز کے آخر تک شرط ہے۔ جیسا کہ وقت کا باقی رہنا نماز کے آخر تک شرط ہے اور اگر ان میں سے ایک بھی کم ہو گیا امام کے سلام سے پہلے تو باقیوں پر واجب ہے کہ چار رکعت نماز پڑھیں اور اس میں دوسرا قول ہے اگر امام کے ساتھ دو افراد باقی رہ جائیں تو اس کو جمعہ مکمل کرے اور کہا گیا ہے اگر اس کے ساتھ ایک باقی رہ جائے تو اس کو جمعہ مکمل کرے اور مزنی رحمہ اللہ کے نزدیک جب وہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھنے کے بعد چلے جائیں تو اس کو جمعہ مکمل کرے اور اگر امام اکیلا باقی رہ جائے تو اگر پہلی رکعت میں ہو تو اس کو چار مکمل کرے۔ اگرچہ تعداد میں سے ایک کم ہوا ہو اور اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس تعداد کے بارے میں فرمایا ہے جس کی انہوں نے شرط لگائی ہے مسبوق کی طرح۔ جب وہ امام کے ساتھ جمعہ کی ایک رکعت پالے تو اس کو جمعہ کی نماز مکمل کرے اور اگر ایک رکعت سے کم پائے تو اس کو چار مکمل کرے۔ اللہ تعالیٰ کا قول "قل ما عند الله خير من اللهو ومن التجارة" یعنی جو اللہ کے پاس ہے نماز پر ثواب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے پر وہ لھو اور تجارت سے بہتر ہے۔ "والله خير الرازقين" اس لیے کہ وہ رزق کو وجود دینے والا ہے۔ پس تم اسی سے سوال کرو اور اسی سے رزق طلب کرو۔

سُوْرَةُ الْمُنَافِقُوْن

مدنی ہے اور اس کی گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَ کَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ م وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ. وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَکٰذِبُوْنَ ❶ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ❷ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ❸

ترجمہ: جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم دل سے گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اس میں تو ان کے قول کی تکذیب نہیں کی جاتی اور (باوجود اس کے) اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین (اس کہنے میں) جھوٹے ہیں ان لوگوں نے اپنی قسموں کو اپنی جان و مال بچانے کے لئے سپر بنا رکھا ہے پھر یہ لوگ (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں بے شک ان کے یہ اعمال برے ہیں (اور ہمارا یہ کہنا کہ ان کے اعمال بہت برے ہیں اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ (اول ظاہر میں ایمان لائے پھر (کلمات کفریہ کہہ کر) کافر ہو گئے سو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی تو یہ (حق بات کو) نہیں سمجھتے۔

تفسیر ❶ "اذا جاء ک المنافقون" یعنی عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھی۔ "قالوا نشهد انک لرسول اللّٰہ واللّٰہ یعلم انک لرسوله واللّٰہ یشهد ان المنافقین لکاذبون" اس لیے کہ انہوں نے جو ظاہر کیا اس کا خلاف دل میں چھپایا ہے۔

❷ "اتخذوا ایمانهم جنّة" ڈھال۔ "فصدوا عن سبیل اللّٰہ" لوگوں کو جہاد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے روکا ہے۔ "انهم ساء ما کانوا یعملون"

❸ "ذلک بانهم اٰمنوا" زبان سے اقرار کیا جب مؤمنوں کو دیکھا۔ "ثم کفروا" جب مشرکین کی طرف تنہائی اختیار کی۔ "فطبع علی قلوبهم" کفر کی "فهم لا یفقهون" ایمان کو۔

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ. وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ. يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ. هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْلَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُ وْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ⑤ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ. لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ. اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑥

ترجمہ اور جب آپ ان کو دیکھیں تو (شان وشوکت کی وجہ سے) ان کے قد وقامت آپ کو خوشنما معلوم ہوں اور اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی باتیں سن لیں گویا یہ لکڑیاں ہیں جو (دیوار کے) سہارے سے لگائی ہوئی (کھڑی) ہیں ہر غل پکار کو (خواہ کسی وجہ سے ہو) اپنے اوپر پڑنے والی) خیال کرنے لگتے ہیں یہی لوگ (تمہارے پورے) دشمن ہیں آپ ان سے ہوشیار رہیے خدا ان کو غارت کریں (دین حق سے) کہاں پھرے جاتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (رسول اللہ کے پاس) آؤ تمہارے لئے رسول اللہ استغفار کر دیں تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ (اس نصیحت اور تحصیل استغفار سے) تکبر کرتے ہیں بے رخی کرتے ہیں (جب ان کے کفر کی یہ حالت ہے تو) ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ ان کے لئے آپ استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا بے شک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو (توفیق) ہدایت (کی) نہیں دیتا۔

تفسیر ④ "واذا رایتهم تعجبک اجسامهم وان يقولوا تسمع لقولهم كانهم خشبٌ مّسنّدة" "اور جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے قد وقامت آپ کو خوشنما معلوم ہوں اور اگر وہ بات کہیں تو آپ ان کی بات سن لیں گے گویا وہ لکڑیاں ہیں جو (دیوار کے سہارے لگائی ہوئی) کھڑی ہیں۔"

"تعجبک" یعنی قد آور ہیں، رنگ شگفتہ ہیں، دیکھنے میں خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ "وان یقولوا" اور اگر وہ کچھ بات کریں تو آپ ان کی بات سنیں یعنی سچی جانیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ابن اُبی قد آور اور فصیح اللسان تھا۔ جب وہ بات کرتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات سنتے تھے۔ "کانهم خشب مسنّدة" حالانکہ وہ دیوار کے سہارے سے کھڑی ہوئی لکڑیاں ہیں، علم ومعرفت اور عقل سلیم سے خالی، کھوکھلی۔

"یحسبون کل صیحة علیهم، هم العدوّ فاحذرهم، قاتلهم الله انّی یؤفکون"...... "وہ ہر غل پکار کو اپنے اوپر پڑنے والی خیال کرتے ہیں (خواہ وہ پکار کسی وجہ سے ہو) یہی لوگ (تمہارے پکے) دشمن ہیں، ان سے ہوشیار رہو، ان کو خدا غارت کرے کہاں پھرے چلے جاتے ہیں۔"

"یحسبون" یعنی ان کے دل چونکہ رعب زدہ ہیں، اس لیے ہر پکار اور اونچی آواز کو اپنے اوپر ٹوٹ پڑنے والی خیال کرتے ہیں۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان کو ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں ان کا نفاق ظاہر نہ ہو جائے جس کی وجہ سے ان کا خون مباح

کر دیا جائے اور ان کو قتل کر دیا جائے۔ اس لیے لشکر میں جو اونچی آواز سنائی دیتی ہے، مثلاً کوئی کسی کو پکارتا ہے یا کوئی جانور چھوٹ کر بھاگ پڑتا ہے یا گم شدہ اونٹ کو ڈھونڈا جاتا ہے تو وہ خیال کرتے کہ ان کے قتل اور گرفتاری کا حکم ہو گیا اور اب ان کو پکڑا جائے گا۔ "ھم العلو" یہ منافق پکے دشمن ہیں، ان سے ہوشیار رہو۔ ہوشیار رہنے اور احتیاط رکھنے کے حکم کا مقصد یہ ہے کہ ان کی صحبت میں نہ ہو، ان کو ساتھ نہ رکھو، ان سے بے خوف نہ رہو کیونکہ جو شخص ہر وقت اپنی جان کے اندیشے میں رہے اور خوف جان ہر وقت اس کو لگا رہے وہ یقیناً پکا دشمن ہوتا ہے اور جس کی طرف سے اس کو خوف لگا رہتا ہے اس کو دُکھ پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

"قاتلھم اللّٰہ" ان پر اللہ کی لعنت۔ بظاہر یہ بددُعا ہے اور خود اپنی ذات سے منافقوں پر لعنت کرنے کی طلب ہے لیکن حقیقت میں یہ مسلمانوں کو لعنت اور بددُعا کرنے کی تعلیم ہے۔ "انّی یؤفکون" یعنی وہ کس طرح حق سے پھیرے جاتے ہیں۔ ابن جریر، قتادہ اور ابن المنذر نے عکرمہ کا یہی تشریحی قول نقل کیا ہے، اس قصہ میں ہم نے اوپر ذکر کر دیا ہے کہ مسلمانوں نے عبداللہ بن ابی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر استغفار کرنے کی درخواست کرے مگر اس نے گردن نیوڑائی۔ اس پر آیت ذیل نازل ہوئی۔

۵ "واذا قیل لھم تعالوا یستغفرلکم رسول اللّٰہ لوّوارءُ وسھم ورایتھم یصدون وھم مستکبرون

۶ سوآءٌ علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفرلھم لن یغفراللّٰہ لھم، انّ اللّٰہ لا یھدی القوم الفٰسقین"

"لوّوارء وسھم" یعنی وہ بار بار متواتر اعراض کرتے اور غرور سے سر پھیر لیتے ہیں۔ "ورایتھم" مسلمانوں نے منافقوں سے جو کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے دُعائے مغفرت کر دیں۔ اس قول کے وقت جو لوگ حاضر تھے، یہ خطاب انہی سے ہے۔ "یصدون" یہ صدود سے مشتق ہے یعنی استغفار سے روگردانی کرتے ہیں۔ "وھم مستکبرون" یعنی عذرخواہی سے غرور کرتے ہیں۔ "سوآء علیھم" ابن المنذر نے بروایت عروہ ومجاہد وقتادہ رحمہم اللہ بیان کیا کہ جب آیت "استغفرلھم اولا تستغفرلھم ان تستغفرلھم سبعین مرّۃ فلن یغفر اللّٰہ لھم" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ستر سے زیادہ بار دُعائے مغفرت کروں گا۔ اس پر آیت "سوآء علیھم" نازل ہوئی۔

ایک شخص کو بھیج کر مجھے طلب فرمایا اور یہ آیات پڑھیں، پھر فرمایا: اللہ نے تیری "بات" کی تصدیق کر دی۔ محمد بن اسحٰق اور دوسرے علماء سیر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنی مصطلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے جمع ہو رہے ہیں اور ان کا سپہ سالار اُم المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا باپ حارث بن ضرار ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر پا کر مدینہ میں اپنا جانشین بقول محمد بن عمرو وابن سعد حضرت زید بن حارثہ کو بنایا اور ابن ہشام کے قول پر حضرت ابوذر غفاری کو جانشین مقرر کیا اور مسلمانوں کی جمعیت ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔

اس لشکر میں مسلمانوں کے پاس تیس گھوڑے تھے جن میں سے دس مہاجروں کے تھے اور دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور باقی انصار کے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیوی مال کے لالچ میں بہت سے منافق بھی ہو گئے۔ بنی مصطلق

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ مریسیع کے چشمہ پر جو قدید کی طرف سے سمت ساحل پر تھا، ہوا۔ حارث نے لڑائی کی تیاری کرلی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صف بستہ ہوگئے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق منادی کردی کہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دو تمہاری جانیں اور مال محفوظ رہیں گے۔

اس کے بعد طرفین سے تیراندازی ہونے لگی اور مڈ بھیڑ ہوگئی، خوب لڑائی ہوگئی۔ بنی مصطلق میں سے جن کو (بتقدیر الٰہی) مارا جانا تھا وہ مارے گئے، باقی شکست کھا کر بھاگ پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عورتوں اور بچوں پر قبضہ کرلیا اور اللہ نے آپ کو مال غنیمت عطا فرمایا۔ ابھی لوگ اس چشمہ پر فروکش تھے کہ ایک حادثہ ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بنی غفار کے قبیلہ کا ایک مزدور تھا جو آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر چلتا تھا، اس کا نام جہجاہ بن سعید تھا۔ سنان بن وبرہ جہنی سے جہجاہ کا ٹکراؤ ہوگیا۔ قبیلہ جہنیہ، قبیلہ عوف بن خزرج کا حلیف تھا، دونوں لڑ پڑے، جہجاہ نے سنان کو اتنا زخمی کردیا کہ خون بہنے لگا۔ سنان نے گروہ انصار کو مدد کے لیے پکارا اور غفاری نے گروہ مہاجرین کو بلایا۔ طرفین میں سے ایک گروہ جمع ہوگیا اور ہتھیار نکل آئے۔ مہاجرین کی طرف سے ایک آدمی نے جس کو جعال کہا جاتا تھا جہجاہ کی مدد کی۔ قریب تھا کہ ایک بڑا فتنہ بپا ہوجائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل آئے اور فرمایا، یہ کیا جاہلیت (کے دور) کی پکار مچا رکھی ہے، لوگوں نے واقعہ کی اطلاع دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو یہ فتنہ ہے۔ یعنی شریعت میں مذموم ہے، آدمی کو اپنے بھائی کی روک کرنی چاہیے خواہ اس کا بھائی ظالم ہو یا مظلوم۔ ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روک دے، یہی اس کی مدد ہے اور مظلوم ہو تو اس کی حمایت کرے۔ اس کے بعد مہاجرین کے کچھ لوگوں نے حضرت عبادہ بن صامت اور دوسرے انصاریوں سے گفتگو کی اور انہوں نے سنان سے بات کی۔ آخر سنان اپنے حق سے دست بردار ہوگئے۔

عبداللہ بن ابی سلول اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا اس کے پاس دس منافق بھی بیٹھے ہوئے تھے جن میں من جملہ مالک، سوید، قاعس، اوس بن قبطی، زید بن صلعت، عبداللہ بن نبیل اور معتب بن قشیر بھی تھے۔ حضرت زید بن ارقم بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ یہ کم سن لڑکے تھے۔ ابن ابی نے کہا کیا ان لوگوں نے یہ یہ حرکت کی کہ اب ہم پر فخر کرنے اور ہماری بستیوں میں ہم سے مقابلہ کرنے لگے۔ ہماری اور ان کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے کہاوت ہے، اپنے کتے کو (کھلا کھلا کر) موٹا کر کہ تجھے کاٹ کھائے۔ خدا کی قسم! جب ہم مدینہ کو لوٹیں گے تو ہم میں سے جو عزت میں اونچا ہوگا وہ ذلیل کو نکال کر باہر کردے گا۔ اونچی عزت والا، اس نے اپنے آپ کو کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذلیل کہا (نعوذ باللہ) پھر اپنی قوم کے لوگوں کو خطاب کر کے کہا یہ سب کچھ تم نے کیا۔ تم نے ان کو اپنے شہروں میں اُتارا اور اپنا مال بانٹ کردیا۔ خدا کی قسم! اگر تم جعال (کو دینے) سے رُک جاتے اور بچا ہوا کھانا نہ دیتے تو یہ لوگ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوجاتے اور تمہاری بستیوں سے کہیں دوسری جگہ منتقل ہوجاتے، اب بھی ان پر کچھ خرچ نہ کرو تاوقتیکہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے ہٹ جائیں۔

حضرت زید بن ارقم نے کہا خدا کی قسم! تو اپنی قوم میں ذلیل، حقیر اور قابل نفرت ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خداداد عزت کے مالک ہیں اور مسلمانوں کے دلوں میں محبوب ہیں۔ عبداللہ بن ابی نے کہا خاموش ہوجا، میں تو یونہی مذاق سے کہہ رہا تھا۔ حضرت

زید بن ارقم نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع دے دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ناگوار ہوئی اور چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا، پھر فرمایا: لڑکے شاید تو نے اس پر دروغ بندی کی۔ حضرت زید نے کہا نہیں، خدا کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خود سنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید تیرے سننے میں کچھ غلطی ہوئی۔ حضرت زید نے کہا، نہیں یا رسول اللہ (میرے سننے میں غلطی بھی نہیں ہوئی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید تجھے کچھ اشتباہ ہو گیا۔ حضرت زید نے کہا نہیں یا رسول اللہ! (کچھ اشتباہ بھی نہیں ہوا) لشکر میں عبداللہ کی یہ بات پھیل گئی۔ سوائے ابن ابی کی اس بات کے لوگوں میں اور کوئی بات ہی نہیں ہوتی تھی۔ کچھ انصاری حضرت زید کو ملامت کرنے لگے کہ تو نے اپنی قوم کے سردار پر تہمت لگائی اور جو بات اس نے نہیں کی تھی تو نے وہ بات اس کی طرف منسوب کر دی، یہ تو نے بڑی بے جا حرکت کی اور رشتہ داری کو منقطع کیا۔

حضرت زید نے جواب دیا خدا کی قسم! جو کچھ اس نے کہا تھا میں نے خود سنا تھا، خدا کی قسم (سارے قبیلہ) خزرج میں میرے باپ کو عبداللہ بن ابی سے زیادہ کسی سے محبت نہیں تھی، اگر میں اپنے باپ سے بھی یہ بات سنتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ضرور نقل کرتا۔ مجھے اُمید ہے کہ اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ایسا کلام ضرور نازل فرمائے گا جس سے میری بات کی تصدیق ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اجازت دیجئے، میں اس کی گردن ماردوں۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ عباد بن بشرؓ کو حکم دیجئے کہ وہ ابن ابی کا سر کاٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ ایک روایت میں عباد بن بشر کی جگہ محمد بن مسلمہ کا نام آیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں نے یہ اجازت دی، لوگ کہیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں (کوئی ان کا ساتھ نہ دے) لیکن کوچ کرنے کا اعلان کردو (یہی مناسب ہے) یہ وقت ایسا تھا کہ (معمولاً) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت سفر پر روانہ نہیں ہوتے تھے۔ سخت گرمی کا وقت تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سخت گرمی کے وقت روانہ نہیں ہوتے تھے بلکہ) ٹھنڈا وقت ہو جاتا تو روانہ ہوتے تھے۔ لشکر والوں کو کچھ پتہ بھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصویٰ سامنے سے برآمد ہوگئی (مجبوراً) لوگ بھی روانہ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کو طلب فرمایا، وہ حاضر ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جو بات پہنچی ہے کیا تم نے وہ کہی تھی؟ ابن ابی نے کہا اس خدا کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر کتاب نازل فرمائی ہے، میں نے اس میں سے کچھ نہیں کہا، زید قطعاً جھوٹا ہے۔ عبداللہ بن ابی اپنی قوم میں بڑا سردار (مانا جاتا) تھا۔ اس کے ساتھیوں نے جو انصار تھے اور وہاں موجود تھے، عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ممکن ہے اس لڑکے کو کچھ اشتباہ ہو گیا ہو۔ جو بات ابن ابی نے کہی ہو وہ اس کو محفوظ نہ رہی ہو۔ غرض ابن ابی کے عذر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لیا اور انصار کی طرف سے زید پر ملامت کی بوچھاڑ ہونے لگی اور لوگوں نے ان کو جھوٹا قرار دے دیا۔

زید اپنے چچا کے ساتھ رہتے تھے۔ چچا نے کہا میں (تم کو جھوٹا قرار دینا) نہیں چاہتا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور سارے لوگوں نے تمہاری تکذیب کر دی اور تم سے متنفر ہو گئے۔ زید کا قاعدہ تھا کہ سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

ساتھ چلتے تھے لیکن اس بات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے جھجکنے لگے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے تو سب سے پہلے حضرت سعد بن عبادہ آپ سے ملے۔ ابن اسحٰق نے سعد کی بجائے اسید بن حضیر کا نام ذکر کیا ہے اور کہا "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: "وعلیک السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ" سعد (یا اسید) نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ایسے ناگوار وقت میں روانہ ہوئے ہیں کہ ایسے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر روانہ نہیں ہوتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو وہ بات نہیں پہنچی جو تمہارے ساتھی نے کہی تھی۔ سعد نے کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کونسا ساتھی؟ فرمایا: ابن ابی کہتا ہے کہ جب وہ مدینے لوٹ کر جائے گا تو بڑی عزت والا، وہاں سے بڑے ذلیل آدمی کو نکال دے گا۔ سعد نے عرض کیا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو اس کو نکال دیں، وہ بڑا ذلیل ہے اور آپ بڑی عزت والے ہیں۔ عزت تو اللہ کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مؤمنوں کے لیے ہے۔ کچھ دیر کے بعد عرض کیا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے نرمی کیجئے۔

یا رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ کو مدینے میں لایا گیا تھا، اس زمانے میں اس کی قوم والے اس کو ہار پہنانے (اور بادشاہ بنانے) کے لیے ہار پرو رہے تھے، جس جس کے پاس کوئی پوتھ تھا وہ ہار پرونے کے لیے آرہا تھا۔ یہاں تک کہ سوائے یوشع یہودی کے کسی کے پاس کوئی پوتھ نہیں بچا تھا۔ یوشع جانتا تھا کہ خزرج والوں کو ابن ابی کی تاج پوشی کے لیے پوتھ کی ضرورت ہے، اس لیے اس نے ان لوگوں سے پوتھ کی زیادہ قیمت لی، یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اللہ آپ کو یہاں لے آیا۔ ابن ابی نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کو اپنے لیے حکومت سے محرومی کا سبب سمجھا اور) خیال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے اس کی حکومت چھین لی گئی۔ ابن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ کو جب اس قول کی اطلاع ملی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر اس بات کی وجہ سے جو ابن ابی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہے۔ ابن ابی کو آپ قتل کر دینا چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیجئے میں خود اس کا سر لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اتنی جلدی پیش کر دوں گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے اُٹھنے بھی نہ پائیں گے۔ خدا کی قسم! خزرج والے خوب جانتے ہیں کہ سارے خزرجیوں میں کوئی بھی اپنے والدین کا اتنا اطاعت گزار نہیں ہے جتنا میں ہوں، اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میرے علاوہ کسی اور کو میرے باپ کے قتل کرنے پر مامور کیا اور اس نے قتل کر دیا تو مجھے میرا نفس اجازت نہیں دے گا کہ میرے باپ کا قاتل لوگوں میں چلتا پھرے اور میں اس کو یوں ہی چھوڑ دوں (لامحالہ میں اس کو قتل کر دوں گا) تو کافر کے عوض مؤمن کو قتل کر کے میں دوزخی ہو جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معافی (انتقام سے) افضل و اعظم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عبداللہ میرا ارادہ تو (تمہارے باپ کو) قتل کرانے کا نہیں ہے، نہ میں نے اس کا حکم دیا ہے، جو لوگ ہماری صحبت میں رہتے ہیں، ہم تو ان سے اچھا سلوک کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کھاڑی کے رہنے والوں نے ابن ابی کو تاج پہنانے پر اتفاق کر لیا تھا لیکن جب اللہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہاں

لے آیا تو اس کو پست کر دیا اور ہم کو آپ کی وجہ سے سر بلند فرمایا۔ اب بھی کچھ لوگ اس کے آس پاس گھومتے اور ان پچھلی باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں ان کو اللہ نے مغلوب کر دیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کو لے کر روانہ ہوگئے، دن بھر چلتے چلتے شام ہوگئی، پھر رات بھر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور دن چڑھ گیا، جب دھوپ سے تکلیف ہونے لگی تو ایک جگہ اُتر پڑے اور ٹھہر گئے، لوگ فوراً زمین کو چھوتے ہی (یعنی اُترتے ہی) بیتاب ہو کر سو گئے (گویا سوتے میں گر پڑے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (روانگی میں عجلت) اس وجہ سے کی تا کہ لوگوں میں ابن ابی کے قول کا جو تذکرہ ہو رہا تھا اس سے لوگ باز رہیں (اور ایک جگہ بیٹھ کر آپس میں بات چیت کرنے کا موقع نہ رہے) اس کے بعد پچھلے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر شروع کر دیا، یہاں تک کہ چشمہ بقاء تک جو نقیع کے بالائی جانب علاقہ حجاز میں واقع تھا، پہنچ کر اُتر پڑے۔ مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے کے قریب پہنچے تو ایک طوفانی ہوا ایسی اُٹھی کہ سوار بھی اس کی وجہ سے ریت میں دفن ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ طوفان ایک منافق کی موت کے لیے (اللہ کی طرف سے) بھیجا گیا ہے۔ چنانچہ جب ہم مدینہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایک بڑا منافق مر گیا۔ محمد بن عمرو کا بیان ہے جب طوفان آیا تو لوگوں نے کہا یقیناً مدینہ میں کوئی بڑا حادثہ ہوا ہے اور وہاں ہمارے بال بچے ہیں (ہم کو ان کی فکر ہے) عیینہ بن حصن فزاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک مقررہ مدت کے لیے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ تھا اور معاہدے کی مدت ختم ہونے والی تھی (اس لیے لوگوں کا خیال ہوا کہ کہیں عیینہ بن حصن نے مدینہ پر حملہ کر دیا ہو)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے کوئی بات (اندیشہ کی) نہیں ہے۔ مدینہ کی ہر گھاٹی پر ایک فرشتہ محافظ موجود ہے کوئی دشمن مدینے میں داخل نہیں ہو سکتا، تم ہی داخل ہوگے۔ واقعہ یہ ہوا کہ مدینہ میں ایک بڑا منافق مر گیا، اسی وجہ سے یہ طوفانی ہوا چلتی تھی، اس کے مرنے کا منافقوں کو سخت غم ہوا تھا کیونکہ وہ منافقوں کا پشت پناہ تھا، یہ مرنے والا زید بن رفاعہ بن تابوت تھا۔

محمد بن عمرو نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ زوال آفتاب تک آندھی بہت تیز رہی، زوال کے بعد سکون ہوگیا۔ حضرت عبادہ بن صامت نے اس روز ابن ابی سے فرمایا، تیرا گہرا دوست زید بن رفاعہ بن تابوت مر گیا، جس کے مرنے سے اسلام اور اہل اسلام کی فتح ہوئی۔ ابن ابی نے کہا افسوس وہ میرا (دوست ہی) تھا۔ ابو ولید یہ تو بتاؤ کہ تم کو کس نے اطلاع دی؟ حضرت عبادہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ ابھی وہ مر گیا۔ ابن ابی بڑا پشیمان، پریشان اور غمگین ہوا۔ محمد بن عمرو نے حضرت ابن عمر کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصویٰ اونٹوں (کے گلے) میں سے گم ہوگئی، مسلمان ہر طرف اس کو تلاش کرنے لگے، ایک منافق تھا زید بن صلت جو انصار کی اس جماعت میں شامل تھا جس میں عبادہ بن بشر بن وقس اور اسید بن حضیر شامل تھے، زید بن صلت نے پوچھا، یہ لوگ ہر سمت کہاں جا رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کھو گئی ہے، اس کو تلاش کر رہے ہیں۔ کہنے لگا جہاں اونٹنی ہو وہ جگہ اللہ ان کو بتا کیوں نہیں دیتا؟ مسلمانوں کو یہ بات ناگوار ہوئی اور انہوں نے کہا: دشمن خدا! تجھ پر خدا کی مار تو منافق ہوگیا۔

حضرت اسید بن حضیر بولے مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا فعل پسند ہوگا یا نہیں؟ اگر یہ بات نہ ہوتی تو خدا کی قسم! میں برچھا تیرے آر پار کر دیتا، جب یہ نفاق تیرے دل میں تھا تو ہمارے ساتھ نکل کر کیوں آیا تھا؟ کہنے لگا میں تو دنیوی مال کی طلب میں آیا تھا۔ خدا کی قسم! محمد اس اونٹنی سے کہیں بڑی آسمانی باتوں کی خبر تو ہم کو دیتے ہیں (اونٹنی کی کوئی خبر نہیں) مسلمانوں نے کہا: خدا کی قسم! ہماری کبھی تجھ سے (ملاپ کی) کوئی راہ نہیں ہوگی اور نہ کسی ٹیلے کے سائے میں ہم تیرے ساتھ بیٹھیں گے، اگر ہم کو تیرے دل کی حالت معلوم ہوتی تو تیرے ساتھ ہی نہ رہتے، اس کے بعد زید کود کر بھاگ پڑا، اس کو ڈر لگا کہ مسلمان مجھ پر حملہ کر دیں گے، مسلمانوں نے اس کا سامان پھینک دیا۔

زید ساتھیوں سے بھاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر پناہ گزین ہو گیا۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وحی لے کر آ گئے (اور اونٹنی کی اطلاع دے دی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اور وہ منافق سن رہا تھا) منافقوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کھو گئی اور اللہ نے ان کی اونٹنی کا مقام نہیں بتایا، باوجودیکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو اونٹنی کی گم شدگی سے بہت بڑی باتیں بتایا کرتے ہیں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) علم غیب سوائے خدا کے کسی کو نہیں اور اللہ نے اب مجھے اونٹنی کا مقام بتا دیا ہے، تمہارے سامنے گھاٹی کے اندر اونٹنی موجود ہے اس کی مہار ایک درخت میں پھنس گئی ہے تم اسی طرف جاؤ حسب الحکم لوگ وہاں جا کر اونٹنی کو لے آئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ منافق نے جب اونٹنی کو آتے دیکھ لیا تو پشیمان ہوا اور فوراً تیزی کے ساتھ ان ساتھیوں کے پاس آیا جن کے ساتھ وہ پہلے تھا، آ کر دیکھا کہ اس کا سامان پھینک دیا گیا ہے اور لوگ سب اپنی جگہ بیٹھے ہیں، کوئی ایک بھی اپنی جگہ سے نہیں اُٹھا ہے۔ جب وہ منافق ان حضرات کے قریب آنے لگے تو انہوں نے کہا ہمارے پاس نہ آنا، کہنے لگا: مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے، یہ کہہ کر قریب آ گیا اور بولا میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، یہ بتاؤ کہ کیا تم میں سے کوئی یہاں سے اُٹھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میری بات کی اطلاع دی جو میں نے یہاں کہی تھی؟ سب نے جواب دیا نہیں، خدا کی قسم! ہم میں سے تو کوئی اپنی جگہ سے اُٹھا ہی نہیں، کہنے لگا: میری کہی ہوئی بات تو (یہاں) لوگوں کے پاس ہی رہی اور (وہاں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی۔

پھر زید نے واقعہ نقل کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔ کہنے لگا، پہلے مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں شک تھا لیکن اب شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ گویا پہلے میں مسلمان ہی نہیں ہوا تھا، اب اسلام لایا ہوں۔ ساتھیوں نے کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر معافی کا طلبگار رہتا کہ وہ (اللہ سے) تیرے لیے استغفار کریں۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے گناہ کا اقرار کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دُعائے مغفرت کی۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۷ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۚ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۚ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۱

ترجمہ یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (جمع) ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جائیں گے اور (ان کا یہ کہنا جہل محض ہے کیونکہ) اللہ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں کے اور زمین کے ولیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں (اور) یہ (لوگ) کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینہ میں لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا) اور (یہ کہنا جہل محض ہے بلکہ) اللہ ہی کی ہے عزت (بالذات) اور اس کے رسول کی (بواسطہ تعلق مع اللہ کے) اور مسلمانوں کی بواسطہ تعلق مع اللہ اور رسول کے) لیکن منافقین جانتے نہیں اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد (مراد اس سے مجموعہ دنیا ہے) اللہ کی یاد اور اطاعت سے (مراد اس سے مجموعہ دین ہے) غافل نہ کرنے پاویں اور جو ایسا کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں اور منجملہ طاعت کے ایک طاعت عالیہ کا حکم کیا جاتا ہے کہ) ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے (حقوق واجبہ) کے اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو پھر وہ (بطور تمنا و حسرت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اور تھوڑے دنوں کیوں مہلت نہ دی کہ میں خیر خیرات دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جبکہ اس کی میعاد (عمر کے ختم ہونے پر) آ جاتی ہے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے (ویسی ہی جزاء کے مستحق ہو گے)۔

تفسیر ۷ **"ھم الذین یقولون"** یعنی منافق انصار سے کہتے ہیں، یہ عدم مغفرت کی دلیل ہے۔ **"لاتنفقوا علی من عند رسول اللہ"** یعنی نادار مہاجرین جیسے جہجاہ وغیرہ۔ **"خزآئن السمٰوات"** یعنی جنت کی نعمتیں، بارش اور تقدیر رزق۔ **"والارض"** اور زمین کے خزانے یعنی روزی، رزق سب اللہ ہی کے ہیں۔ اسی کے دست قدرت میں ہر چیز ہے، کوئی کسی کو اللہ کی اجازت اور مقدرہ تقسیم کے بغیر کچھ نہیں دے سکتا، نہ اس کی مشیت کے بغیر روک سکتا ہے۔ **"ولکن المنافقین لایفقھون"** یعنی منافقین اللہ کی شان اور قدرت سے واقف نہیں، اس لیے ایسی بات کہتے ہیں، اگر سمجھ لیتے تو ایسی بات نہ کہتے۔

۸ **"يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۚ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ"**...... "کہتے ہیں اگر ہم مدینے کو لوٹ کر پہنچے تو جو عزت (اور قوت و غلبہ) والا ہو گا وہ ذلت

والے کو (یعنی کمزور کو) مدینے سے نکال کر باہر کرے گا، عزت (اور غلبہ اور قوت) تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو ہی حاصل ہے لیکن منافق (یہ بات) نہیں جانتے۔"

"العزة" یعنی حقیقت میں غلبہ اور قوت تو اللہ ہی کو حاصل ہے وہ اللہ کی عطاء کردہ ہے۔ اسی نے اپنے دین کو غالب کیا۔ دشمنوں پر ان کو فتح عنایت فرمائی ہے۔ "لایعلمون" یعنی منافق جہالت اور غرور کے سبب اس بات کو نہیں جانتے۔

⑨ "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِاللّٰهِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ"...... "اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد (یعنی ساری دُنیا) اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کریں گے وہی ناکام رہنے والے ہوں گے۔"

"اموالکم ولا اولادکم" یعنی مال اور اولاد کا انتظام واہتمام "عن ذکر اللّٰہ" لفظ ذکر عام ہے، تمام عبادتوں کو شامل ہے لیکن اہل تفسیر کے نزدیک اس جگہ پانچوں وقت کی نمازیں مراد ہیں۔ "ومن یفعل ذٰلک" یعنی جو لوگ مال واولاد میں ایسا اشتغال رکھیں گے جو ذکر اللہ سے مانع ہو تو ایسے ہی لوگ گھاٹا اُٹھانے والے ہیں کہ انہوں نے حقیر، فنا پذیر چیز کو پسند کرلیا اور لازوال عالی قدر نعمت کو ترک کردیا۔ "فاولٰئک هم الخاسرون"

⑩ "وانفقوا مما رزقناکم" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مال کی زکوٰۃ مراد ہے۔ "من قبل ان یأتی احدکم الموت" پھر وہ لوٹنے کا مطالبہ کرے۔ "فیقول ربّ لولا اخرتنی" کیوں نہیں تو نے مجھے مہلت دی اور کہا گیا ہے کہ "لا" صلہ ہے۔ پس کلام تمنی کے معنی میں ہوگی۔ یعنی اگر آپ مجھے مہلت دے دیتے۔ "الٰی اجل قریب فاصدّق" فاتصدق میں صدقہ دوں اور اپنے مال کی زکوٰۃ دوں۔ "واکن من الصالحین" یعنی "من المؤمنین" مؤمنین میں سے۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول "ومن صلح من آبائهم" ہے۔ یہ مقاتل رحمہ اللہ اور جماعت کا قول ہے اور ان حضرات نے کہا ہے کہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور کہا گیا ہے کہ آیت مؤمنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہاں صلاح سے مراد حج ہے۔ ضحاک اور عطیہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں جو شخص بھی مرگیا اور اس کا مال تھا جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی اور حج کی طاقت تھی لیکن حج نہیں کیا تو وہ موت کے وقت لوٹنے کا سوال کرے گا اور یہ آیت پڑھی "واکن من الصالحین" ابوعمرو نے "واکون" واؤ کے ساتھ اور نون کے نصب کے ساتھ تمنی کے جواب کی بناء پر پڑھا ہے اور فاصدق کے لفظ پر۔ کہا واؤ کو مصحف سے اختصار کے لیے حذف کیا گیا ہے اور دیگر حضرات نے واکن جزم کے ساتھ پڑھا ہے اللہ تعالیٰ کے قول فاصدق پر عطف کرتے ہوئے۔ اگر اس میں فاء نہ ہو اس لیے کہ اگر فاء نہ ہو تو اس پر جزم ہوگی یعنی "ان اخرتنی اصدق واکن" اور اس لیے کہ مصحف میں واؤ کے حذف کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

⑪ "ولن یؤخرّ اللّٰہ نفسا اذا جاء اجلها واللّٰہ خبیر بما تعملون" ابوبکر نے "یعملون" یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

سُوْرَۃُ التَّغَابُنِ

عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کی ہے مگر تین آیات اللہ تعالیٰ کے قول "یا یھا الذین امنوا ان من ازواجکم" سے ان کے آخر تک اور اس کی اٹھارہ (۱۸) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ❶ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ. وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ❷ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ❸ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ. وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ❹ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ❺ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ. وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ❻

(ترجمہ) سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ کہ زمین میں ہیں اللہ کی پاکی (قالاً یا حالاً) بیان کرتی ہیں اسی کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا باوجود اس کے بھی) تم میں بعضے کافر ہیں اور بعضے مومن اور اللہ تمہارے (ایمانیہ) و کفریہ کو دیکھ رہا ہے اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر پیدا کیا اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا اور اسی کے پاس (سب کو) لوٹنا ہے (اور) وہ سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سب چیزوں کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو اور جو علانیہ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے (تم سے) پہلے کفر کیا پھر انہوں نے اپنے (ان) اعمال کا وبال (دنیا میں بھی چکھا اور اس کے علاوہ آخرت میں بھی) ان کے لئے عذاب دردناک ہونے والا ہے یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں کے پاس ان کے پیغمبر دلائل واضحہ لے کر آئے تو ان لوگوں نے (ان رسولوں کی نسبت) کہا کہ کیا آدمی ہم کو ہدایت کریں گے غرض انہوں نے کفر کیا اور خدا نے (بھی ان کی کچھ) پرواہ نہ کی اور اللہ سب سے بے نیاز ہے۔

تقدیر مخلوق کے متعلق تفسیر

تفسیر ❶ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو مؤمن اور کافر پیدا کیا۔ پھر ان کو قیامت کے دن لوٹائے گا مؤمن اور کافر جیسا کہ ان کو پیدا کیا تھا اور ہمیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک وہ غلام جس کو خضر علیہ السلام نے قتل کیا اس پر کافر ہونے کی مہر لگائی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "و لا یلدوا الا فاجرا کفارا" حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے۔ پس وہ کہتا ہے اے میرے رب! نطفہ ہے۔ اے میرے رب! جما ہوا خون ہے۔ اے میرے رب! گوشت کا لوتھڑا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کی پیدائش کا ارادہ فرماتے ہیں تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! کیا لڑکا ہے یا لڑکی؟ کیا بدبخت ہے یا نیک بخت؟ پس رزق کتنا ہے؟ پھر مدت کتنی ہے؟ پس اسی طرح سب کچھ اس کے ماں کے پیٹ میں ہوتے ہوئے لکھ دیا جاتا ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے آیت کا معنی ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، پھر وہ کافر ہوئے اور ایمان لائے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق ذکر کیا، پھر ان کے فعل کو بیان کیا تو فرمایا "فمنکم کافر و منکم مؤمن" جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واللّٰہ خلق کلّ دابّۃ من ماء فمنھم من یمشی علیٰ بطنہ" پس اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا اور چلنا ان کا فعل ہے۔ پھر اس کی تاویل میں ان کا اختلاف ہوا ہے۔

❷ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا پس تم میں سے بعض اپنی زندگی میں کافر ہیں اور انجام میں مؤمن ہیں اور تم میں سے بعض اپنی زندگی میں مؤمن ہیں انجام میں کافر ہیں۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں پس تم میں سے بعض اللہ کا انکار کرنے والے ستاروں پر ایمان لانے والے ہیں اور تم میں سے بعض اللہ پر ایمان لانے والے ستاروں کا انکار کرنے والے ہیں اور کہا گیا ہے "فمنکم کافر" کہ اس بات کا اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے اور یہ دھریہ کا مذہب ہے۔ "و منکم مؤمن" اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے اور اس میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو پیدا کیا ہے اور اس کا کفر اس کا اپنا فعل اور کسب ہے اور مؤمن کو پیدا کیا ہے اور اس کا ایمان اس کا اپنا فعل اور کسب ہے۔ پس دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کے لیے کسب واختیار ہے اور ان کا کسب واختیار اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور مشیت کے ساتھ ہے۔ پس مؤمن اللہ تعالیٰ کے اس کو پیدا کرنے کے بعد ایمان کو اختیار کرتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اس کا ارادہ کیا ہے اور اس کو اس پر قدرت دی ہے اور اس سے ایمان کو جانتا ہے اور کافر اللہ تعالیٰ کے اس کو پیدا کرنے کے بعد کفر کو اختیار کرتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اس کا ارادہ کیا اور اس کو اس پر قدرت دی ہے اور اس سے اس کفر کا علم رکھا ہے اور یہ اہل سنت والجماعت کا راستہ ہے جو اس پر چلے گا، جبریہ اور قدریہ سے محفوظ ہو جائے گا۔

❸ "خلق السموات والارض بالحق وصوّرکم فاحسن صوّرکم والیہ المصیر

④ یعلم مافی السموات والارض"
"ویعلم ما تسرون وما تعلنون واللہ علیم بذات الصدور

⑤ الم یاتکم" کفار مکہ کو خطاب کیا ہے۔"نبأ الذین کفروا من قبل"یعنی گزشتہ اُمتوں کی۔"فذاقوا وبال امرھم"یعنی جوان کو دُنیا میں عذاب لاحق ہوا۔"ولھم عذاب الیم"آخرت میں۔

⑥ "ذلک" عذاب۔"بانہ کانت تأتیھم رسلھم بالبیّنات فقالوا ا بشر یھدوننا"اور"یھدینا"نہیں کہا اس لیے کہ البشر اگرچہ اس کا لفظ واحد ہے لیکن یہ جمع کے معنی میں ہے اور یہ اسم جنس ہے اس کے لفظ سے اس کا کوئی واحد نہیں ہے اور اس کا واحد انسان ہے۔

اور اس کا معنی وہ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے جیسا آدمی ہمیں ہدایت دے گا۔"فکفروا وتولوا واستغنی اللہ" ان کے ایمان سے۔"واللہ غنی"اپنی مخلوق سے۔"حمید"اپنے افعال میں۔ پھر ان کے بعث کا انکار کرنے کی خبر دی۔

زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ. وَذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ⑦ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ⑧ یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّکَفِّرْ عَنْہُ سَیِّاٰتِہٖ وَیُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَآ اَبَدًا. ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ⑨ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ⑩ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ. وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَہْدِ قَلْبَہٗ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ⑪ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ⑫ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ. وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬

ترجمہ اور (ستودہ صفات ہے یہ کافر (مضمون عذاب آخرت کو سن کر) یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز ہرگز دوبارہ زندہ نہ کیے جاویں گے آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں واللہ ضرور دوبارہ زندہ کیے جاویں گے پھر جو کچھ تم نے کیا ہے تم کو سب جتلا دیا جائے گا اور اس پر سزا دی جاوے گی) اور یہ (بعث وجزاء) اللہ کو بالکل آسان ہے سو (تم کو چاہئے کہ) اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر (یعنی قرآن پر) کہ ہم نے نازل کیا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے اور اس دن کو یاد کرو کہ) جس دن تم سب کو ایک جمع ہونے کے دن جمع کرے گا یہی دن ہے سود و زیاں کا اور بیان اس کا یہ ہے کہ) جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نیک کام کرتا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کر دے

گا اور اس کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا یہ لوگ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے کوئی مصیبت بدوں حکم خدا کے نہیں آتی اور جو شخص اللہ پر (پورا) ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو (صبر و رضا کی) راہ دکھا دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر امر میں جس میں مصائب بھی داخل ہیں) اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اگر تم (اطاعت سے) اعراض کرو گے تو (یاد رکھو) کہ ہمارے رسول کے ذمہ صاف صاف پہنچا دینا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود بننے کے قابل نہیں) اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر (مصائب وغیرہ میں توکل رکھنا چاہئے۔

تفسیر ⑦ "زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ "بلی و ربّی لتبعثن ثم لتنبّؤن بما عملتم وذلک علی اللہ یسیر"

⑧ فآمنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا" اور وہ قرآن ہے۔ "واللہ بما تعملون خبیر"

⑨ "یوم یجمعکم لیوم الجمع" یعنی قیامت کے دن اس میں آسمانوں اور زمینوں والوں کو جمع کریں گے۔ "ذلک یوم التغابن" یہ باب تفاعل ہے غبن سے اور وہ حصہ کا فوت ہو جاتا ہے اور مراد پس مغبون وہ شخص جو اپنے گھر والوں اور جنت میں منازل سے غبن کیا گیا۔ پس اس دن ہر کافر کا غبن ظاہر ہو جائے گا، ایمان کو چھوڑنے کی وجہ سے اور ہر مؤمن کا غبن اس کی نیکیوں میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے۔ "ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا یکفر عنہ سیئاتہ ویدخلہ جنات تجری من تحتھا الانھار" اہل مدینہ اور اہل شام نے نکفر پڑھا ہے۔ "وندخلہ" اور سورہ الطلاق میں "ندخلہ" نون کے ساتھ ان میں اور باقی حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ "خالدین فیھا ابدا ذلک الفوز العظیم"

⑩ "والذین کفروا و کذّبوا بآیاتنا اولئک اصحاب النار خالدین فیھا وبئس المصیر"

⑪ "ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ" اس کے ارادے اور قضاء کے ساتھ۔ "ومن یؤمن باللہ" پھر تصدیق کرے کہ اس کو جو مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے ساتھ ہے۔ "یھد قلبہ" اس کو یقین کی توفیق دیتا ہے حتیٰ کہ وہ جان لے کہ جو کچھ اس کو پہنچا ہے اس سے چوکنے والا نہیں تھا اور جو اس سے ہٹ گیا وہ اس کو پہنچنے والا نہیں تھا۔ پس وہ اس کی قضاء پر سر جھکا دیتا ہے۔ "واللہ بکل شیء علیم"

⑫ "واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولّیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین

⑬ اللہ لا الٰہ الاّ ھو وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون"

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا

وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑮ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑯ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ. وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ⑰ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑱

ترجمہ اے ایمان والو تمہاری بعض بیبیاں اور اولاد تمہارے دین کی دشمن ہیں سوتم ان سے ہوشیار رہو (اور ان کے ایسے امر پر عمل مت کرو) اور اگر تم معاف کردو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ (تمہارے گناہوں کا) بخشنے والا اور تمہارے حال پر رحم کرنے والا ہے تمہارے اموال اور اولاد بس تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہے اور جو شخص ان میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھے گا تو اللہ کے پاس اس کے لئے بڑا اجر ہے تو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو (اور اس کے احکام کو سنو اور مانو اور (بالخصوص مواقع حکم میں) خرچ بھی کیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں اور اگر تم اللہ کو اچھی طرح (یعنی خلوص کے ساتھ) قرض دو گے تو وہ اس کو تمہارے لئے بڑھاتا چلا جائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بڑا قدردان ہے کہ عمل صالح کو قبول فرماتا ہے اور بڑا بردبار ہے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کا جاننے والا ہے (اور) زبردست ہے اور (حکمت والا ہے)۔

تفسیر ⑭ "**یا یھا الذین امنوا ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم فاحذروھم**" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ اہل مکہ کے چند مرد تھے اسلام لائے اور مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی بیویوں اور اولادوں نے ان کو روکا اور کہا ہم نے تمہارے اسلام پر صبر کرلیا ہے لیکن ہم تمہاری جدائی پر صبر نہ کرسکیں گے تو انہوں نے گھر والوں کی بات مان کر ہجرت چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "**فاحذروھم**" اگر تم ان کی اطاعت کرو اور ہجرت چھوڑ دو۔ "**وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان اللہ غفور رحیم**" یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو اپنے گھر والوں اور اولاد میں مقیم رہے اور ہجرت نہیں کی۔ پھر جب ہجرت کی تو ان لوگوں کو دیکھا جو ہجرت میں سبقت کر گئے کہ انہوں نے فقاہت فی الدین حاصل کرلی ہے تو ان کا ارادہ ہوا کہ اپنی بیویوں اور اولاد کو سزا دیں جنہوں نے ان کو ہجرت سے روکا اور اگر وہ دارالہجرت میں آ کر ملیں تو پھر خرچ نہ کریں اور ان کو خیر نہ پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کرنے اور ان سے درگزر کرنے کا حکم دیا اور عطاء بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں عوف بن مالک اشجعی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ اہل اور اولاد والے تھے اور جب جہاد کا ارادہ کیا تو گھر والے رونے لگ جاتے اور ان کا دل نرم کرتے اور کہتے کس کے پاس آپ ہمیں چھوڑ رہے ہیں تو ان کا دل پسیج گیا اور ٹھہر گئے تو اللہ تعالیٰ نے

نازل کیا"ان من ازواجکم و اولادکم عدوّا لکم" ان کے تمہیں اطاعت عبادت چھوڑنے پر مجبور کرنے کی وجہ سے۔پس تم ان سے بچو کہ تم ان سے قبول کرلو۔"وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا" پس تم ان تمہاری مخالفت کرنے پر سزا نہ دو۔فان اللہ غفور رحیم پس اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

(15)"انما اموالکم واولادکم فتنة" آزمائش وامتحان اور آخرت سے روکنا ہے کہ اس کے سبب انسان بڑے گناہوں اور حق کو روکنے اور حرام کھانے میں واقع ہوجاتا ہے۔"واللہ عندہ اجر عظیم" ان میں سے بعض نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے دشمن کو ذکر کیا تو اس میں "من تبعیض" کا داخل کردیا۔پھر فرمایا "انّ من ازواجکم و اولادکم عدوّالکم" اس لیے کہ سارے گھر والے اور اولاد دشمن نہیں ہیں اور اپنے قول "انما اموالکم واولادکم فتنة" میں من کو ذکر نہیں کیا۔اس لیے کہ یہ فتنہ اور دل کے مشغول ہونے سے خالی نہیں ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی یہ نہ کہے "اللّٰھم انی اعوذبک من الفتنة" کیونکہ تم میں سے ہر ایک جب مال اور گھر والوں کی طرف لوٹتا ہے تو وہ فتنہ پر مشتمل ہوتا ہے لیکن چاہیے کہ یوں کہے "اللّٰھم انّی اعوذبک من مفصلات الفتن" ابو بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے تو حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے اور ان دونوں پر سرخ قمیصیں تھیں، یہ چلتے اور گرتے پڑتے آرہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اُترے، ان دونوں کو اُٹھایا اور اپنے سامنے رکھا، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے "انما اموالکم واولادکم فتنة" میں نے ان دو بچوں کی طرف دیکھا کہ گرتے پڑتے چلے آرہے ہیں تو مجھ سے صبر نہ ہوا اور میں نے اپنی بات درمیان میں چھوڑ دی اور ان دونوں کو اُٹھالیا۔

(16)"فاتقوا اللّٰہ ما استطعتم" یعنی تم طاقت رکھو۔یہ آیت اللہ تعالیٰ کے قول "اتقوا اللّٰہ حق تقاتہ" کے لیے ناسخ ہے۔"واسمعوا واطیعوا" اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی "وانفقوا خیرا لانفسکم" یعنی تم اپنے مالوں سے خرچ کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔"ومن یوق شحّ نفسہ" حق کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق اپنے مال سے عطاء کرے۔"فاولئک ھم المفلحون"

(17)"ان تقرضوا اللّٰہ قرضا حسنا یضاعفہ لکم ویغفرلکم واللّٰہ شکور حلیم.

(18)عالم الغیب والشھادة العزیز الحکیم"

سُوْرَةُ الطَّلاق

مدنی ہے اور اس کی بارہ (۱۲) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ م بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ. لَا تَدْرِىْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ①

ترجمہ: اے پیغمبر (آپ لوگوں سے کہہ دیجئے) کہ جب تم لوگ اپنی (مدخول بہا) عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو (زمانہ) عدت (یعنی حیض سے پہلے یعنی طہر میں) طلاق دو اور تم عدت کو یاد رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے ان عورتوں کو (ان کے رہنے کے) گھروں سے مت نکالو (کیونکہ سکنی مطلقہ کا مثل منکوحہ کے) واجب ہے اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں مگر ہاں کوئی کھلی ہوئی بے حیائی کریں تو اور بات ہے اور یہ سب خدا کے مقرر کئے ہوئے احکام ہیں اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے (مثلاً اس عورت کو گھر سے نکال دے تو) اس نے اپنے اوپر ظلم کیا تجھ کو خبر نہیں شاید اللہ بعد اس (طلاق دینے) کے کوئی نئی بات تیرے دل میں) پیدا کردے۔

حالت حیض میں طلاق کا حکم

تفسیر ① "يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا دی ہے۔ پھر اپنی اُمت کو خطاب کیا ہے اس لیے کہ وہ سردار مقدم ہیں۔ پس سب کا خطاب آپ علیہ السلام کے ساتھ ہے اور کہا گیا ہے اس کا مجاز "یا یھا النبی قل لامتک اذا طلّقتم النسآء" ہے۔ یعنی جب تم ان کو طلاق دینے کا ارادہ کرو جیسے اللہ کا فرمان ہے۔ "فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللّٰہ" یعنی جب تو قرأت کا ارادہ کرے۔ "فطلّقوھن لعدتھن" یعنی اس طہر میں جس کو وہ اپنی عدت میں شمار کرلیں اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم دونوں نے پڑھا۔ "فطلّقوھن فی قبل عدّتھن" یہ آیت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی۔ نافع کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے عمر! تو اس کو حکم دے کہ وہ اس سے رجوع کرلے، پھر اس کو روک لے حتیٰ کہ وہ پاک ہوجائے، پھر اس کو حیض آئے، پھر پاک ہوجائے، پھر اگر چاہے تو اس کو روک لے اس کے بعد اور اگر چاہے تو جماع سے پہلے اس کو طلاق دے۔ پس یہ عدت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس میں عورتوں کو طلاق دی جائے۔ سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کو حکم دے کہ وہ رجوع کرلے، پھر اس کو پاک ہونے کی حالت میں یا حمل کی حالت میں طلاق دے۔ یونس بن جبیر اور انس بن سیرین نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں ان دونوں نے یہ نہیں کہا کہ پھر حیض آئے پھر پاک ہو۔

ابوالزبیر نے خبر دی ہے کہ عبدالرحمٰن بن ایمن عروہ کے مولی، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا اور ابوالزبیر سن رہے تھے کہ آپ کیا دیکھتے ہیں، اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی ہو؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو حکم دے کہ وہ اس سے رجوع کرلے، پھر جب وہ پاک ہوجائے تو چاہے تو اس کو طلاق دے اور چاہے تو اس کو روک لے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "**یایھا النّبی اذا طلقتم النساء فطلّقوھن فی قبل عدتھن او تقبل عدتھن**" شافعی رحمہ اللہ کو شک ہے۔ ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا "**یا یھا النّبی اذا طلقتم النساء فطلّقوھن فی قبل عدتھن**"

حالت حیض ونفاس میں طلاق دینا کیسا ہے؟

حالت حیض اور نفاس میں طلاق دینا بدعت ہے اور اس طرح اس طہر میں طلاق دینا جس میں اس عورت سے جماع کیا ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے "اور اگر چاہے تو طلاق دے۔ جماع سے پہلے" اور طلاق سنت یہ ہے کہ اس کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو اور یہ اس عورت کے حق میں ہے جس کو عدت حیضوں کے ذریعے لازم ہوتی ہو۔ بہرحال جب غیر مدخول بہا بیوی کو طلاق دی حالت حیض میں یا ایسی چھوٹی بیوی کو طلاق دی جس کو ابھی تک حیض نہیں آیا یا حیض سے نا اُمید عورت کو جماع کرنے کے بعد طلاق دی یا حاملہ عورت کو جماع کرنے کے بعد طلاق دی یا خون دیکھنے کی حالت میں تو یہ طلاق بدعی بھی نہ ہوگی اور سنی بھی نہ ہوگی اور ان عورتوں کی طلاق میں کوئی بدعت نہیں ہے اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر چاہیے کہ اس کو طلاق دے پاکی یا حمل کی حالت میں اور خلع کرنا حیض کی حالت میں یا ایسے طہر کی حالت میں جس میں جماع کیا ہو بدعت نہ ہوگی۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی سے خلع کرنے کی اجازت دے دی اس عورت کی حالت معلوم کیے بغیر اور اگر خلع ہر حال میں جائز نہ ہوتی تو آپ علیہ السلام اس عورت

کا حال ضرور پوچھتے اور اگر اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی یا ایسے طہر میں جس میں جماع کیا ہو قصداً تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے لیکن طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رجوع کا حکم دیا تھا اگر طلاق واقع نہ ہوئی ہوتی تو آپ علیہ السلام ان کو مراجعت کا حکم نہ دیتے اور جب حالت حیض میں رجوع کرلے تو جائز ہے کہ اس کو اس طہر میں طلاق دے جو اس حیض کے بعد ہے جماع سے پہلے۔

جیسا کہ اس کو یونس بن جبیر اور انس بن سیرین رحمہما اللہ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے اور جو نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ پھر چاہے تو اس کو روک لے حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائے پھر حیض آئے پھر پاک ہو جائے تو یہ استحباب ہے، انہوں نے طلاق کو دوسرے طہر تک مؤخر کرنے کو مستحب قرار دیا ہے تاکہ اس شخص کا اس عورت سے رجوع کرنا طلاق کے لیے نہ ہو جیسا کہ طلاق کے لیے نکاح کرنا مکروہ ہے اور تین طلاقوں کو جمع کرنے میں بعض اہل علم کے نزدیک کوئی بدعت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر اپنی بیوی کو طہر کی حالت میں تین مرتبہ طلاق دے دی تو یہ بدعی نہ ہوگی اور یہی امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور ان میں سے بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ بدعت ہے اور یہی امام مالک اور اہل رائے رحمہم اللہ کا قول ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قول ”واحصوا العدۃ“ یعنی اس کے حیضوں کی تعداد کو محفوظ کرو۔ کہا گیا ہے کہ عدت کے شمار کرنے کا حکم دیا ہے طلاق کو حیضوں پر جدا جدا کرنے کے لیے۔ جب اس کا تین طلاق دینے کا ارادہ ہو اور کہا گیا ہے رجوع کی مدت کے باقی ہونے کے علم کے لیے اور نفقہ اور رہائش کے حکم کی رعایت کرنے کے لیے۔ ”واتقوا اللہ ربکم لاتخرجوھن من بیوتھن“ اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ گھر جس میں طلاق دی ہے خاوند کا ہو تو عورت کو اس سے نکالنا جائز نہیں ہے۔ ”ولا یخرجن“ اور اس کے لیے بھی نکلنا جائز نہیں ہے جب تک عدت ختم نہ ہو۔ پس اگر بغیر ضرورت کے یا کسی ضرورت کی وجہ سے نکلی تو گناہ گار ہو جائے گی۔ پس اگر کوئی ضرورت واقع ہوگئی جیسے مکان گرنے کا خوف ہو یا عورت کے ڈوب جانے کا تو اس کے لیے جائز ہے کہ دوسری جگہ چلی جائے اور اسی طرح اگر اس عورت کو سوت بیچنے یا کپاس خریدنے کی ضرورت ہو تو اس کے لیے دن کو نکلنا جائز ہے رات کو نکلنا جائز نہیں ہے۔

کیونکہ کچھ مرد اُحد میں شہید کیے گئے تو ان کی بیویوں نے کہا ہم اپنے گھروں میں وحشت میں مبتلا ہو جاتی ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی کہ وہ کسی عورت کے پاس جا کر گپ شپ لگا آیا کریں۔ پھر جب نیند کا وقت ہو تو ہر عورت اپنے گھر کی طرف ٹھکانہ حاصل کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ کو کہا جب ان کے خاوند نے ان کو طلاق دے دی کہ وہ اپنی کھجوروں کی کٹائی کے لیے نکل جایا کریں اور جب اس کو سفر میں عدت لازم ہو تو وہ اپنے گھر والوں میں عدت گزارنے جارہی ہو یا آرہی ہو اور خانہ بدوش عورت وہیں ٹھکانہ بنائے گی عدت میں جہاں اس کے اہل ٹھکانہ بنائیں۔ اس لیے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ان کے حق میں ایسے ہے جیسے مقیم کے حق میں اقامت ہے۔ ”الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”ان تبذأ علی اھل زوجھا“ تو اس کا نکلنا حلال ہو جائے گا

اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ فاحشہ سے مراد یہ ہے کہ وہ زنا کرے پھر حد قائم کرنے کے لیے نکالی جائے۔ پھر اس کے گھر واپس لائی جائے اور یہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔

اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی ہے مگر یہ کہ اس عورت کے جھگڑے کی وجہ سے اس کو طلاق دے دے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر سے منتقل ہو جائے اور فاحشہ جھگڑا کرنا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا عدت ختم ہونے سے پہلے نکلنا فاحشہ ہے۔ "**وتلک حدود اللّٰہ**" یعنی جو سنت طلاق اور اس کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ "**ومن یتعدّ حدود اللّٰہ فقد ظلم نفسہ لا تدری لعلّ اللّٰہ یحدث بعد ذلک امرا**" خاوند کے دل میں اس سے رجوع کرنے کا خیال ڈال دے۔ ایک طلاق اور دو طلاقوں کے بعد اور یہ دلالت کرتا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ طلاقیں جدا جدا دے اور تین طلاقیں ایک دفعہ نہ واقع کرے حتیٰ کہ جب وہ شرمندہ ہو جائے تو اس کو رجوع کرنا ممکن ہو۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْفَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ② وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ③

ترجمہ (مثلاً) طلاق پر ندامت ہو تو رجعی میں اس کا تدارک ہو سکتا ہے پھر جب وہ (مطلقہ عورتیں اپنی مدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو تم کو دو اختیار ہیں یا تو ان کو قاعدے کے موافق نکاح میں رہنے دو یا قاعدے کے موافق ان کو رہائی دو آپس میں دو معتبر شخصوں کو گواہ کر لو اے گواہو اگر گواہی کی حاجت پڑے تو ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے بلا رو رعایت گواہی دو اس مضمون سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور یوم قیامت پر یقین رکھتا ہو اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح مہمات) کے لئے کافی ہے اللہ تعالیٰ اپنا کام (جس طرح چاہے) پورا کر کے رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا اندازہ (اپنے علم میں) مقرر کر رکھا ہے۔

تفسیر ② "**فاذا بلغن اجلھن**" یعنی ان کی عدت پوری ہونے کے قریب ہو جائے۔ "**فامسکوھن**" یعنی ان سے رجوع کر لو۔ **بمعروف او فارقوھن بمعروف**" یعنی ان کو چھوڑ دو حتیٰ کہ ان کی عدت ختم ہو جائے۔ پھر وہ تم سے جدا ہو جائیں۔ "**واشھدوا ذوی عدل منکم**" رجوع یا فراق پر۔ رجوع اور طلاق پر گواہ بنانے کا حکم دیا ہے۔

"**واقیموا الشھادۃ للّٰہ**" اے گواہو! "**ذلکم یوعظ بہ من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الآخر ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا**" عکرمہ، شعبی اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں اور جو اللہ سے ڈرے پس سنت کے مطابق طلاق دے تو اللہ تعالیٰ اس

کے لیے نکلنے کا ذریعہ بنادے گا اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ نے فرمایا ہے۔ یہ عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مشرکین نے ان کے بیٹے مالک کو قید کرلیا تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا یا رسول اللہ! دشمنوں نے میرے بیٹے کو قید کرلیا ہے اور آپ علیہ السلام کو فاقہ کی بھی شکایت کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اللہ سے ڈر اور صبر کر اور "لاحول ولا قوۃ الا" کثرت سے کہا کر تو اس شخص نے ایسا کیا تو وہ ایک دن اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ ان کا بیٹا ان کے پاس آیا، دشمن اس سے غافل ہوئے تو وہ ان کو ایک اونٹ لے کر اپنے والد کے پاس آ گیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ دشمن اس سے غافل ہوئے تو وہ ان کی بکریوں کے ریوڑ کو والد کے پاس ہانک کر لے آیا اور وہ چار ہزار بکریاں تھیں تو آیت نازل ہوئی۔ "ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا" اس کے بیٹے میں۔

3 "ویرزقہ من حیث لایحتسب" جو بکریاں ہانکیں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس نے بکریاں اور دوسرا سامان حاصل کیا پھر اپنے والد کے پاس آیا تو اس کے والد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ علیہ السلام کو واقعہ سنایا اور سوال پوچھا کہ کیا جوان کا بیٹا لایا ہے۔ اس کا کھانا ان کیلئے حلال ہے؟

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری۔ ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا" وہ یہ کہ وہ جانے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کا رازق ہے اور ربیع بن خثیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں "یجعل لہ مخرجا" ہر اس چیز سے جو لوگوں پر تنگ ہو اور ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "یجعل لہ مخرجا" ہر سختی سے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں "مخرجا" اس سے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔

"ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ" اللہ سے ڈرے۔ اس میں جو اس کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی پریشانیوں سے کافی ہو جائیں گے اور روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ پر توکل کرو جیسا اس پر توکل کا حق ہے تو تمہیں ایسے رزق دے گا جیسا کہ پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔

صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں۔ "ان اللّٰہ بالغ امرہ" طلحہ بن مصرف اور حفص نے عاصم رحمہ اللہ سے پڑھا ہے۔

"بالغ امرہ" اضافت کے ساتھ۔ اور دیگر نے حضرات نے "بالغ" تنوین کے ساتھ "امرہ" نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی اپنے امر کو نافذ کرنے والا ہے، اپنی مخلوق میں اپنی قضاء کو جاری کرنے والا ہے۔

"قد جعل اللّٰہ لکل شیء قدرا" یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر سخت اور نرم چیز کے لیے ایک مدت مقرر کی ہے جس کی طرف اس کی انتہاء ہوگی۔ مسروق رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں "ان اللّٰہ بالغ امرہ" اس پر توکل کریا توکل نہ کرلیکن توکل کرنے والے کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور اس کا اجر بڑا کیا جائے گا۔

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ④ ذٰلِکَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَیْکُمْ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُکَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ⑤

ترجمہ (اوپر عدت کا اجمالاً ذکر تھا) اور تفصیل یہ کہ) تمہاری مطلقہ بیبیوں میں جو عورتیں بوجہ (زیادت سن کے) حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تم کو ان کی عدت کی تعیین میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن عورتوں کو (اب تک بسبب کم عمری کے) حیض نہیں آیا اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کا حمل کا پیدا ہو جانا ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر ایک کام میں آسانی کر دے گا یہ (جو کچھ مذکور ہوا) اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور جو شخص (ان معاملات میں اور دوسرے امور میں بھی) اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا وہ اس کے گناہ دور کر دے گا (کہ مغفرت غطیہ کا سبب ہے اور اس کو بڑا اجر دے گا۔

تفسیر ④ "واللائی یئسن من المحیض من نساء کم" پس ان کو حیض آنے کی اُمید نہیں ہے۔ "ان ارتبتم" یعنی تمہیں شک ہو۔ پس تم نہ جانو کہ ان کی عدت کیا ہے۔ "فعدتھن ثلاثة اشھر" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب نازل ہوئی۔ "والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثة قروء" تو خلاد بن نعمان بن قیس انصاری نے کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کو حیض نہیں آتا ان کی عدت کیا ہے؟ اور جس کو ابھی تک حیض نہیں آیا اور حاملہ کی عدت کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "واللائی یئسن من المحیض من نساء کم" یعنی وہ عورتیں جو حیض سے بیٹھ گئی ہیں۔ "ان ارتبتم" تم ان کے حکم میں شک کرو۔ "فعدتھن ثلاثة اشھر واللائی لم یحضن" یعنی وہ چھوٹی لڑکیاں جس کو ابھی تک حیض نہیں آیا تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ بہرحال نوجوان جس کو حیض آتا ہے لیکن نااُمیدی کی عمر تک پہنچنے سے پہلے اس کا حیض ختم ہو گیا۔ تو اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس کی عدت ختم نہیں ہوگی حتیٰ کہ اس کا خون دوبارہ آجائے۔

پس وہ تین حیض عدت گزارے گی یا اگر نااُمیدی کی عمر کو پہنچ گئی ہے تو تین مہینے عدت گزارے گی اور یہ عثمان، علی، زید بن ثابت اور عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا قول ہے اور اس کے عطاء رحمہ اللہ قائل ہیں اور اسی کی طرف امام شافعی رحمہ اللہ اور اصحاب رائے گئے ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ نو مہینے انتظار کرے گی۔ پس اگر اس کو حیض نہ آئے تو تین مہینے عدت گزارے گی اور یہ مالک رحمہ اللہ کا قول ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک سال انتظار کرے، پس اگر حیض نہ آئے تو تین مہینے عدت گزارے اور یہ تمام طلاق کی عدت کے بارے میں ہے۔ بہرحال جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ علاوہ ازیں کہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو اور بہرحال حاملہ عورت تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ خاوند نے اس کو طلاق دی ہو یا فوت ہو گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کے قول "واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن" سبیعہ بنت حارث نے خاوند کی وفات کے چند دن بعد بچہ جنا تو ان پر ابوالسنابل بن بعلبک کا گزر ہوا تو کہا خاوند تلاش کرنے کے لیے تیار ہوگئی ہے حالانکہ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے تو سبیعہ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ابوالسنابل نے جھوٹ کہا یا فرمایا معاملہ ویسے نہیں جیسے ابوالسنابل نے کہا ہے۔ تیری عدت گزر گئی ہے پس تو نکاح کرلے۔ "ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا" یعنی اس پر دُنیا اور آخرت کے معاملہ کو آسان کردے گا۔

⑤ "ذلک" یعنی جو احکام ذکر کیے گئے ہیں۔ "امر اللہ انزلہ الیکم ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیئاتہ ویعظم لہ اجرا"

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗ اُخْرٰى ⑥

ترجمہ: ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو ان کو تنگ کرنے کے لئے (اس کے بارے میں) تکلیف مت پہنچاؤ اور اگر وہ مطلقہ عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان کو (کھانے پینے کا) خرچ دو پھر اگر وہ (مطلقہ) عورتیں (جبکہ پہلے ہی سے بچے والیاں ہوں یا بچہ ہی پیدا ہونے سے ان کی عدت ختم ہوئی ہے) تمہارے لئے بچہ کو (اجرت پر) دودھ پلادیں تو تم ان کو (مقررہ) اجرت دو اور (اجرت کے بارے میں باہم مناسب طور پر مشورہ کرلیا کرو اور اگر تم کشمکش کرو گے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلادے گی۔

تفسیر: ⑥ "اسکنوھن" یعنی اپنی طلاق شدہ بیویوں کو۔ "من حیث سکنتم" من صلہ ہے یعنی ان کو وہاں رہائش دو جہاں تم رہائش رکھتے ہو۔ "من وجدکم" تمہاری گنجائش وطاقت کے مطابق۔ یعنی اگر مالدار ہو تو اس پر خرچ اور رہائش میں وسعت دو اور اگر فقیر ہو تو اس کی طاقت کے مطابق۔ "ولا تضاروھن" تم ان کو تکلیف نہ دو۔ "لتضیقوا علیھن" اس کے مساکن کو کہ وہ نکل جائیں۔ "وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن" پس وہ اپنی عدت سے نکل جائیں۔

معتدہ رجعیہ کا خرچہ خاوند کے ذمہ ہے

رجعی عدت گزارنے والی خاوند پر خرچ اور رہائش کا حق رکھتی ہے جب تک عدت میں ہو اور سکنی سے ہماری مراد رہائش کا خرچ ہے۔ پس اگر وہ گھر جس میں اس نے طلاق دی ہے وہ خاوند کی ملک ہو تو خاوند پر واجب ہے کہ اس گھر سے نکل جائے اور گھر کو اس بیوی کے لیے اس کی عدت کی مدت چھوڑ دے اور اگر مکان کرایہ کا ہو تو خاوند پر کرایہ واجب ہے اور اگر مکان عاریت کا ہو اور عاریت دینے والا رجوع کرلے تو اس پر لازم ہے کہ بیوی کے لیے کرایہ پر گھر لے جس میں وہ رہے۔ بہر حال طلاق بائنہ کی عدت گزارنے والی خلع یا تین طلاقوں کے ذریعے یا لعان کے ذریعے تو اس کے لیے رہائش ہوگی حاملہ ہو یا غیر حاملہ اکثر اہل علم کے نزدیک۔

اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے لیے رہائش نہیں ہے مگر یہ کہ وہ حاملہ ہو اور یہ حسن، عطاء اور شعبی رحمہم اللہ کا قول ہے اور علماء کا اس عورت کے خرچہ میں اختلاف ہوا ہے۔ پس ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ اس کے لیے کوئی نفقہ نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ حاملہ ہو۔ یہی بات ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی گئی ہے اور یہی حسن، عطاء اور شعبی رحمہم اللہ کا قول ہے اور اسی کے امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ قائل ہیں اور ان میں سے بعض نے ہر حال میں اس کو واجب کیا ہے۔

یہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے اور یہی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے اور اسی کے ثوری رحمہ اللہ اور اصحاب رائے قائل ہیں اور قرآن کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مستحق نہ ہوگی مگر یہ کہ حاملہ ہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن" اور اس پر سنت کی جہت سے دلیل یہ ہے کہ فاطمہ بنت قیس کو ان کے خاوند ابو عمرو بن حفص نے طلاق بتہ دی اور وہ شام میں غائب تھے تو اس کے پاس اپنا وکیل جَو دے کر بھیجا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا اس پر ناراض ہوئیں تو اس نے کہا اللہ کی قسم! تیرے لیے ہم پر کچھ واجب نہ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ علیہ السلام کو یہ بات ذکر کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تیرے لیے اس پر کوئی نفقہ نہیں ہے اور اس کا امر یہ ہے کہ وہ اُم شریک کے گھر میں عدت گزارے، پھر فرمایا یہ عورت اس کے پاس میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آتے جاتے ہیں پس تو ابن ام مکتوم کے پاس عدت گزار کیونکہ وہ نابینا شخص ہیں تو اپنے کپڑے رکھ دے، پھر جب تیری عدت گزر جائے تو مجھے اطلاع دینا۔ فاطمہ کہتی ہیں جب میری عدت گزر گئی تو میں نے ذکر کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان اور ابوجہم نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہرحال ابوجہم وہ اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے نہیں رکھتا۔

اور بہرحال معاویہ تو وہ فقیر ہیں ان کے پاس کوئی مال نہیں ہے تو اسامہ بن زید سے نکاح کر لے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے اس کو ناپسند سمجھا۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا تو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لے تو میں نے اس سے نکاح کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر رکھ دی اور مجھ پر رشک کیا گیا اور جنہوں نے اس کے لیے رہائش نہیں بنائی تو انہوں نے استدلال کیا ہے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر میں عدت گزاریں اور اس میں ان کی کوئی دلیل نہیں ہے کیوں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا فاطمہ ایک ویران مکان میں تھی تو اس پر اردگرد کا خوف تھا اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس گھر سے منتقل کیا گیا ان کے اپنے سسرالی رشتہ داروں پر زبان درازی کرنے کی وجہ سے اور ان کی زبان تیز تھی۔

بہرحال شبہ سے وطی ہو جانے کی عدت گزارنے والی اور جس کا نکاح عیب یا آزادی کی وجہ سے ملنے والے اختیار (خیارِ عتق) کی وجہ سے فسخ ہو گیا ہو تو نہ اس کے لیے رہائش ہے اور نہ کوئی نفقہ اگرچہ وہ حاملہ ہو اور خاوند کی وفات کی عدت گزارنے والی اس کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔ اکثر اہل علم کے نزدیک اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ اس کے لیے نفقہ ہوگا اگر حاملہ ہو وضع حمل تک ترکہ سے اور یہی شریح، شعبی، نخعی اور ثوری رحمہم اللہ کا قول ہے اور ان کا

اس کی رہائش میں اختلاف ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اس میں دو قول ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ اس عورت کے لیے کوئی رہائش نہیں ہے بلکہ وہ عدت گزارے گی جہاں وہ چاہے گی اور یہی علی، ابن عباس اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے اور اسی کے عطاء اور حسن رحمہما اللہ قائل ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور دوسرا یہ کہ اس عورت کے لیے سکنی ہے اور عمر، عثمان، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے اور اسی کے امام مالک، سفیان ثوری، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ قائل ہیں اور جن حضرات نے اس کے لیے سکنی واجب کیا ہے انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ فریعہ بنت مالک بن سنان، یہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں۔

انہوں نے خبر دی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں آپ علیہ السلام سے یہ پوچھنے کہ یہ اپنے اہل کی طرف بنی خدرہ میں لوٹ جائیں کیونکہ ان کے خاوند اپنے چند بھگوڑے غلاموں کی تلاش میں گئے حتیٰ کہ وہ قدوم کی ایک طرف میں ان کو ملے تو ان غلاموں نے ان کو قتل کر دیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤں؟ کیونکہ میرے خاوند نے مجھے کسی ایسے گھر میں نہیں چھوڑا جس کا وہ مالک ہو اور نہ ہی نفقہ چھوڑا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ پھر میں لوٹی حتیٰ کہ جب میں حجرہ میں یا مسجد میں تھی مجھے بلایا یا میرے بلانے کا حکم دیا تو مجھے بلایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو نے کیسے کہا تھا؟ کہتی ہیں میں نے واقعہ دوبارہ سنایا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تو اپنے گھر میں ٹھہری رہ حتیٰ کہ کتاب اپنے وقت کو پہنچ جائے۔ کہتی ہیں پس میں نے اس میں چار مہینے دس دن عدت گزاری۔

کہتی ہیں پس جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا تو میری طرف پیغام بھیجا تو مجھ سے اس بارے میں پوچھا تو میں نے خبر دی تو اس کے ذریعے انہوں نے فیصلہ کیا۔ پس جن حضرات نے یہ قول کیا ہے انہوں نے کہا آپ علیہ السلام نے ابتداءً فریعہ کو اجازت دی ان کے گھر والوں کی طرف لوٹنے کی تو یہ حکم آپ علیہ السلام کے دوسرے قول سے منسوخ ہو گیا کہ تو اپنے گھر ٹھہری رہ حتیٰ کہ کتاب اپنے وقت کو پہنچ جائے اور جن حضرات نے سکنی کو واجب نہیں کیا انہوں نے کہا کہ آپ علیہ السلام نے فریعہ کو دوسری مرتبہ گھر میں رہنے کا حکم دیا وہ استحباباً تھا نہ کہ وجوباً۔

اللہ تعالیٰ کا قول "**فان ارضعن لکم**" یعنی تمہاری اولاد کو دودھ پلائیں۔ "**فاٰتوھن اجورھن**" ان کے دودھ پلانے پر۔ "**واتمروا بینکم بمعروف**" تاکہ تم ایک دوسرے سے قبول کرلو جب وہ اس کو نیکی کا حکم دے اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشورہ کرو۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں باپ اور اس کی متعین اجرت پر رضامندی کے ساتھ اور خطاب دونوں میاں بیوی کو ہے۔ ان کو حکم دیا ہے کہ وہ نیکی کو لائیں اور اس طریقہ کو جو اچھا ہو اور نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ کریں۔

"**وان تعاسرتم**" دودھ پلانے اور اُجرت دینے میں۔ پس خاوند بیوی کو اس کی اُجرت دینے سے انکار کر دے اور ماں دودھ پلانے سے انکار کر دے تو اس کے لیے اس عورت کو دودھ پلانے پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے لیکن وہ بچے کے لیے اس کی ماں کے علاوہ کوئی دودھ پلانے والی اُجرت پر رکھ لے اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول "**فسترضع لہ اخریٰ**" ہے۔

لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ. وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ. لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝۷ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝۸ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝۹ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ. الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝۱۰ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ. وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا. قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝۱۱ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ. يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝۱۲

ترجمہ آگے بچے کے نفقے کے بارے میں ارشاد ہے کہ وسعت والے کو موافق اپنی وسعت کے بچہ پر خرچ کرنا چاہئے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہئے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے خدا کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو اللہ نے دیا ہے خدا تعالیٰ تنگی کے بعد فراغت دے گا گو بقدر ضرورت وحاجت روائی سہی اور بہت سی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے رب کے حکم ماننے سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی سو ہم نے ان (کے اعمال کا) سخت حساب کیا اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سزا دی (کہ وہ سزا ہلاک بالعذاب ہے) غرض انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور ان کا انجام کار خسارہ ہی ہوا یہ تو دنیا میں ہوا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک سخت عذاب تیار کر رکھا ہے اور جب انجام نافرمانی کا یہ ہے تو اے سمجھدارو جو کہ ایمان لائے ہو تم خدا سے ڈرو خدا نے تمہارے پاس ایک نصیحت نامہ بھیجا اور وہ نصیحت نامہ دے کر ایک ایسا رسول (بھیجا) جو تم کو اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ کر سناتے ہیں تا کہ ایسے لوگوں کو کہ جو ایمان لاویں اور اچھے عمل کریں (کفر وجہل کی) تاریکیوں سے (ایمان وعلم وعمل کے نور کی طرف لے آویں اور آگے ایمان وغیرہ طاعت پر وعدہ ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان لاوے گا اور اچھے عمل کرے گا خدا اس کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے بلاشک اللہ نے (ان کو بہت) اچھی روزی دی (آگے اللہ کا واجب الاطاعت ہونا بیان کیا جاتا ہے (یعنی اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان ہی کی طرح زمین بھی اور ان سب میں (اللہ تعالیٰ کے) احکام نازل ہوتے رہتے ہیں اور یہ اس لئے بتلایا گیا ہے کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور اللہ ہر شے کو اپنے احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے۔

تفسیر ❼"لینفق ذو سعة من سعته" اپنے غنا کی مقدار پر۔"ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما اٰتاه اللّٰه" مال سے۔"لا یکلف اللّٰه نفسا" نفقہ میں "الا ما آتاھا" جواس کو مال دیا ہو۔"سیجعل اللّٰه بعد عسر یسرا" یعنی اور تنگی کے بعد مالداری اور وسعت۔

❽"وکاین من قریة عتت" نافرمانی کی اور سرکشی کی۔"عن امر ربھا و رسله" یعنی اور اپنے رسول کے امر سے۔ "فحاسبناھا حسابا شدیدا" سخت حساب مناقشہ اور پورا حساب لینا۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے دین کے اعمال پر اس کا حساب کیا۔ پھر اس کو آخرت میں عذاب کا بدلہ دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول "وعذّبناھا عذابا نکرا" ہولناک اور وہ آگ کا عذاب ہے۔ ان دونوں کا لفظ ہے اور دونوں کا معنی استقبال کا ہے اور کہا گیا ہے کہ آیت میں تقدیم وتاخیر ہے اس کی عبارت یوں بنے گی "فعذبناھا فی الدنیا، بالجوع والقحط والسیف" بھوک، قحط، تلوار اور تمام مصائب کے ذریعے "وحاسبناھا فی الآخرة حسابا شدیدا"

❾"فذاقت وبال امرھا" اس کے امر کی جزاء اور کہا گیا ہے اس کے کفر کے انجام کا بوجھ۔"وکان عاقبة امرھا خسرا" دُنیا اور آخرت میں خسارہ ہے۔

❿"اعداللّٰه لھم عذابا شدیدا فاتقوا اللّٰه یا اولی الالباب الذین امنوا قد انزل اللّٰه الیکم ذکرا" یعنی قرآن۔

⓫"رسولا" یہ ذکرا سے بدل ہے۔ اور کہا گیا ہے تمہاری طرف قرآن کو اُتارا ہے اور رسول کو بھیجا اور کہا گیا ہے مع الرسول اور کہا گیا ہے ذکر وہی رسول ہیں اور کہا گیا ہے ذکرا یعنی شرف۔ پھر بیان کیا کہ وہ کیا ہے تو فرمایا "یتلوا علیکم آیات اللّٰه مبینات لیخرج الذین امنوا وعملوا الصالحات من الظلمات الی النور ومن یؤمن باللّٰه ویعمل صالحا یدخله جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا قد احسن اللّٰه له رزقا" یعنی جنت جس کی نعمتیں ختم نہ ہوں گی۔

⓬"اللّٰه الذی خلق سبع سماوات ومن الارض مثلھن" تعداد میں۔"یتنزل الامر بینھن" ساتویں آسمان سے نچلی زمین کی طرف وحی کرنے کے ساتھ۔ اہل معانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں وہ جوان میں اپنی عجیب تدبیر کرتا ہے پس بارش کو اُتارتا ہے اور نباتات کو نکالتا ہے اور رات و دن کو اور گرمی وسردی کو لاتا ہے اور حیوانات کو ان کی مختلف ہیئت پر پیدا کرتا ہے اور ان کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرتا ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی زمینوں میں سے ہر زمین اور آسمانوں میں سے ہر آسمان میں اس کی مخلوق میں سے مخلوق ہے اور اس کے امر میں سے امر ہے اور اس کی قضاء میں سے قضاء ہے۔"لتعلموا ان اللّٰه علیٰ کل شیءٍ قدیر. وان اللّٰه قد احاط بکل شیءٍ علما" پس اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْم

یہ سورۃ مدنی ہے، اس میں ۱۲ (بارہ) آیات اور ۲ رکوع ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ. وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ②

ترجمہ: اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ (قسم کھا کر) اس کو (اپنے اوپر) کیوں حرام فرماتے ہیں (پھر وہ بھی) اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسم کا کھولنا (یعنی قسم توڑنے کے بعد اس کے کفارہ کا طریقہ) مقرر فرمایا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہ بڑا جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

شہد کو حرام کرنے کا واقعہ

تفسیر: ① **"يا يها النبي لم تحرم ما احل الله لك تبتغي مرضات أزواجك والله غفور رحيم"** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیرینی اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ عصر کی نماز کے بعد بیبیوں کے گھر جایا کرتے تھے۔ ایک روز (عصر کے بعد) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو وہاں ہر روز کے معمول کے خلاف زیادہ دیر توقف کیا۔ میں نے جب پوچھ پاچھ کی تو معلوم ہوا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کی کسی عورت نے حفصہ کو بطور ہدیہ شہد کی ایک کپی بھیجی تھی۔ انہوں نے اس شہد کا شربت بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے یہ بات سن کر کہا: خدا کی قسم! ہم کوئی تدبیر کریں گے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں شربت نہ پئیں) چنانچہ میں نے سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس آئیں تو تم کہنا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغافیر کھایا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیں گے نہیں (میں نے مغافیر نہیں کھایا) اس پر تم کہنا پھر یہ بو کیسی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت

ناگوار تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی کو یہ بو محسوس ہو۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور فرمائیں گے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھے شہد کا شربت پلایا تھا۔ اس کے جواب میں تم یہ کہنا کہ اس شہد کی مکھیوں نے عرفط کا عرق چوسا ہوگا۔

میرے پاس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے تو میں بھی یہی کہوں گی اور صفیہ رضی اللہ عنہا جب تمہارے پاس تشریف لے آئیں تو تم بھی یہی کہنا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور قریب آئے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا پھر یہ بو کیسی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا تھا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تو اس کی مکھیوں نے عرفط کا عرق چوسا ہوگا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ میں ہی تھے کہ خدا کی قسم میں نے تمہارے خوف سے پکار کر وہ بات اسی وقت کہنا چاہی تھی (لیکن توقف کیا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس پہنچ گئے تو میں نے وہ بات کہی) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے وہی (طے شدہ) بات عرض کی۔ پھر صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی وہی بات عرض کی۔ بالآخر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میں اسی شہد کا شربت پلاؤں، فرمایا، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس کے بعد سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شربت سے محروم کر دیا، میں نے کہا: خاموش رہو۔ صحیحین میں بروایت عطاء بیان کیا گیا ہے کہ عبید بن عمیر نے کہا: میں نے خود سنا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرما رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اُم المؤمنین) زینب بنت جحش کے پاس ٹھہر کر شہد کا شربت پیا کرتے تھے۔ میں نے اور اُم المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے باہم مشورہ کر کے طے کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کسی کے پاس تشریف لائیں تو وہ کہے کہ مجھے کچھ آپ کی طرف سے مغافیر کی بو محسوس ہو رہی ہے۔ چنانچہ جب حضور والا ہم دونوں میں سے ایک کے پاس تشریف لائے تو اس بی بی نے (حسب مشاورت) وہی بات کہہ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تو کوئی بات نہیں ہے بس زینت بنت جحش کے پاس میں نے شہد کا شربت پیا تھا، دوبارہ ایسا ہرگز نہیں کروں گا یعنی زینب کے گھر شہد کا شربت ہرگز نہ پیوں گا۔ اس پر آیت ذیل نازل ہوئی۔ "ان تتوبا الی اللّٰہ" حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا "واذ اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا" بلکہ آپ نے شہد پیا تھا۔

اس سند کے ساتھ ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا نہیں لیکن میں نے زینت بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے میں دوبارہ نہ پیوں گا اور میں نے قسم اُٹھالی ہے۔ پس تو اس کی خبر کسی کو نہ دینا۔ آپ علیہ السلام اس کے ذریعے اپنی بیویوں کی رضا تلاش کرتے تھے۔ اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ آیت مذکورہ کا نزول حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں کی باریاں بانٹ دیا کرتے (ایک بار) جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے اپنے میکے جانے اور اپنے والد کو دیکھنے کی اجازت کی درخواست کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جب چلی گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی باندی حضرت ماریہ قبطیہ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہی طلب فرمایا، ماریہ آ گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے قربت کی۔ حضرت حفصہ لوٹ کر آئیں تو دروازہ کے پاس ہی بیٹھ گئیں۔ کچھ دیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ حضرت حفصہ بیٹھی رو رہی تھیں، فرمایا: کیوں رو رہی ہو؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی غرض سے مجھے اجازت دی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں اپنی باندی کو بلایا اور میری باری کے دن میرے بستر پر اس سے قربت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا اتنا پاس لحاظ بھی نہیں کیا جتنا دوسری کسی بی بی کا کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ میری باندی نہیں ہے جو اللہ نے میرے لیے حلال کر دی ہے (خیر) اب تم خاموش ہو جاؤ تمہاری خوشنودی کی خاطر میں نے اس کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ کسی بی بی کو اس کی اطلاع نہ دینا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، جونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہو گئے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ دیوار کھٹکھٹائی جو ان کے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے درمیان تھی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا: میں تم کو ایک خوشخبری سناتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی باندی ماریہ کو اپنے لیے حرام کر لیا، اب ہم کو اللہ نے اس کی طرف سے سکھ دے دیا۔ حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا باہم گہری دوست تھیں اور دوسری بیبیوں کے مقابلہ میں آپس میں ایک دوسری کی مددگار۔ اسی لیے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ساری سرگزشت بیان کر دی۔ یہ بات سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو غصہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہد پر اس وقت تک قائم رہے جب تک یہ آیت نازل ہوئی۔ "یا یھا النبی لم تحرم ما احلّ اللہ لک" یعنی شہد اور ماریہ "تبتغی مرضات ازواجک واللہ غفور رحیم" اور حکم دیا گیا کہ آپ علیہ السلام اپنی قسم کا کفارہ دیں اور اپنی لونڈی سے رجوع کریں۔ پس فرمایا:

❷ "قد فرض اللہ لکم تحلّۃ ایمانکم" یعنی بیان کیا اور واجب کیا کہ تم ان کا کفارہ دو جب تم حانث ہو جاؤ اور کفارہ سورۃ المائدہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ "واللہ مولاکم" تمہارا ولی اور تمہارا مددگار ہے۔ "وھو العلیم الحکیم" اہل علم کا لفظ تحریم میں اختلاف ہوا ہے۔ پس ایک قوم نے کہا ہے یہ قسم نہیں ہے۔ پس اگر اپنی بیوی کو کہا تو مجھ پر حرام "انت علیّ حرام" یا کہا "حرّمتک" میں نے تجھے حرام کر دیا ہے۔ پس اگر اس سے طلاق کی نیت کی تو وہ طلاق ہے اور اگر اس سے ظہار کی نیت کی تو یہ ظہار ہے۔ اور اگر اس کی ذات کو حرام کرنے کی نیت کی یا مطلق چھوڑا تو اس پر کفارہ یمین لازم ہوگا محض لفظ کی وجہ سے اور اگر یہ کہا اپنی لونڈی کو، پس اگر آزاد کرنے کی نیت کی تو آزاد ہو جائے گی اور اگر لونڈی کی ذات کو حرام کرنے کی نیت کی یا مطلق چھوڑ دیا تو اس پر کفارہ یمین لازم ہے۔

پس اگر کسی کھانے کی چیز کا کہا "حرمتہ علٰی نفسی" میں نے اس کو اپنے نفس پر حرام کر دیا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور اسی کی طرف امام شافعی رحمہ اللہ گئے ہیں اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ قسم ہے۔

پس اگر یہ اپنی بیوی کو کہا یا اپنی لونڈی کو تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا جب تک ان کے قریب نہ جائے۔ جیسا کہ اگر قسم کھائی کہ اس سے وطی نہیں کرے گا اور اگر کھانے کو حرام کیا تو وہ ایسے ہے جیسے اگر قسم کھائی کہ اس کو نہیں کھائے گا تو اس پر کفارہ نہیں ہے جب تک اس کو نہ کھائے۔ یہ ابوبکر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے اور اسی کے امام اوزاعی اور ابوحنیفہ رحمہما اللہ قائل ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے لفظ حرام کے بارے میں کہا کہ کفارہ دیا جائے گا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ وَاَظْھَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَاَعْرَضَ عَنْ م بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَھَا بِہٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَکَ ھٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا وَاِنْ تَظٰھَرَا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ ④

ترجمہ اور جبکہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی پھر جب اس بی بی نے وہ بات (دوسری بی بی) کو بتلا دی اور پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے (بذریعہ وحی) اس کی خبر کر دی تو پیغمبر نے (اس ظاہر کرنے والی بی بی کو تھوڑی سی بات تو بتلا دی اور تھوڑی سی بات کو ٹال گئے سو جب پیغمبر نے اس بی بی کو وہ بات جتلائی وہ کہنے لگی کہ آپ کو اس کی کس نے خبر دی آپ نے فرمایا مجھ کو بڑے جاننے والے (خبر رکھنے والے (یعنی خدا) نے خبر کر دی اے (پیغمبر کی دونوں بیبیو) اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں اور اگر (اسی طرح) پیغمبر کے مقابلہ میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں تو (یاد رکھو کہ) پیغمبر کا رفیق اللہ اور جبریل ہے اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے (آپ کے) مددگار ہیں۔

تفسیر ③ "واذ اسرّ النّبی الٰی بعض ازواجه حدیثا" اور وہ اپنی لونڈی کو خود پر حرام کرنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہنا کہ اس کی کسی کو خبر نہ دینا۔

اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے بعد خلافت کے امر کو چھپایا۔ پس اس کو حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کر دیا۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی طرف یہ بات چھپائی کہ تیرا باپ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا باپ میرے بعد میری اُمت کے خلیفہ ہوں گے اور میمون بن مہران نے کہا اس بات کو پوشیدہ رکھا کہ ابوبکر میرے بعد میرے خلیفہ ہوں گے۔ "فلمّا نبّات به" اس کی حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی۔ "واظھره اللّٰه علیه" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو اطلاع دی کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کی آگے خبر کر دی ہے۔ "عرّف بعضه" عبدالرحمٰن سلمی اور کسائی رحمہما اللہ نے "عرف" راء کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی اس کے بعض فعل

کو پہچان لیا جو اس نے آپ علیہ السلام کے راز کو کھولنے میں کیا۔ یعنی اس وجہ سے ناراض ہوا اور اس کو اس کی جزاء دی۔ یہ قائل کے قول سے مشتق ہے "لاعرفن لک ما فعلت" جب کوئی اس سے برا معاملہ کرے۔

یعنی میں تجھے اس کا بدلہ دوں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بدلہ دیا کہ ان کو طلاق دے دی۔ پس جب یہ بات عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا اگر آل خطاب میں کوئی خیر ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے طلاق نہ دیں گے۔ پس جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ علیہ السلام کو حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے ایک مہینہ جدائی اختیار کی اور ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کی باری میں بیٹھے حتیٰ کہ تخییر کی آیت نازل ہوئی اور مقاتل ابن حیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق نہیں دی تھی۔ صرف طلاق کا ارادہ کیا تھا تو جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ علیہ السلام ان کو طلاق نہ دیں کیونکہ وہ کثرت سے روزے رکھنے والی اور کثرت قیام والی ہیں اور یہ جنت میں آپ علیہ السلام کی بیویوں میں سے ہیں تو آپ علیہ السلام نے ان کو طلاق نہیں دی اور دیگر حضرات نے "عرّف" تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی اس بات کے بعد حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتایا یعنی ان کو اس بعض قول کی خبر دی جو ان سے ہوا تھا۔ "واعرض عن بعض" یعنی وہ اس کو نہیں بتایا اور اس کی خبر بھی نہیں دی۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کریم کبھی تمام کوتاہی نہیں بتاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "عرّف بعضه و اعرض عن بعض" کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حفصہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر ناگواری دیکھی تو ان کو راضی کرنے کے لیے چپکے سے دو باتیں بتائیں۔ (۱) لونڈی کو اپنے اوپر حرام کرنا اور ان کو خوشخبری دینا کہ آپ علیہ السلام کے بعد خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے والد عمر رضی اللہ عنہ میں ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس پر مطلع کیا تو حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتایا اور اس تھوڑی بات کی خبر دی جو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتائی تھی اور وہ لونڈی کو حرام کرنا ہے اور بعض سے اعراض کیا یعنی خلافت کے ذکر سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ناپسند سمجھا کہ یہ بات لوگوں میں پھیل جائے۔ "فلمّا نبّاها به" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی اس کی جو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر ظاہر کیا۔ "قالت" حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا "من انبأک هذا" یعنی کس نے آپ علیہ السلام کو خبر دی ہے کہ میں نے راز افشاء کیا ہے۔ "قال نبّانی العليم الخبير"

4 "ان تتوبا الی الله" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایذاء کا تعارف کرنے سے۔ اس سے عائشہ صدیقہ اور حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خطاب کیا ہے۔ "فقد صغت قلوبکما" یعنی حق سے مائل ہوگئے اور تم توبہ کی سزاوار ٹھہریں۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمہارے دل مائل ہوئے کہ ان دونوں کا راز وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لونڈی سے اجتناب کرنے سے۔

بخاری وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات دریافت کرنے کی بڑی خواہش تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دو بیویاں کون

سی تھیں جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے: "ان تتوبا الی اللّٰہ فقد صغت قلوبکما" (مگر موقع نہیں ملتا تھا) ایک بار جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کو گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ حج کو گیا اور (راستہ میں قضائے حاجت کی ضرورت ہوئی اور) آپ ایک طرف کو مڑ گئے۔ میں بھی لوٹا لیے (راستہ چھوڑ کر) آپ کے ساتھ ایک طرف کو مڑ گیا۔ آپ ضرورت پوری کر کے واپس آئے تو میں نے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور اس وقت کہا امیر المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دو بیویاں کون سی تھیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ان تتوبا الی اللّٰہ فقد صغت قلوبکما"

فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا سے کون دو عورتیں مراد ہیں

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "ابن عباس! (رضی اللہ عنہ) تیرے اوپر تعجب ہے وہ دونوں عائشہ اور حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) تھیں۔" پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوری سرگزشت بیان کی اور فرمایا "میں اور بنی اُمیہ بن زید کے قبیلہ کا ایک انصاری جو عوالی مدینہ کا رہنے والا تھا، باہم طے کر چکے تھے کہ باری باری ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا کریں گے، ایک دن میں ایک دن وہ۔ میری باری کے دن جو وحی نازل ہو یا کوئی دوسرا اہم واقعہ ہو اس کی اطلاع میں اُس انصاری کو دوں گا اور اس کی باری کے دن جو کچھ ہو وہ مجھ سے آ کر بیان کرتا ہے۔

ہمارا قریش کا گروہ اپنی عورتوں پر غالب رہتا تھا لیکن جب ہم مدینہ میں آئے تو ہم نے ایسے لوگ پائے جن کی عورتیں اُن پر غالب تھیں۔ ہماری عورتیں بھی انصاری عورتوں کی خو اور خصلت سیکھنے لگیں۔ ایک روز میں اپنی عورت پر چلایا، اس نے بھی ویسا ہی (چلا کر) جواب دیا، مجھے اس کا جواب دینا غیر معمولی معلوم ہوا۔ اُس نے کہا "آپ کو میرا جواب دینا کیوں ناگوار گزرا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہیں بلکہ بعض عورتیں تو آج دن بھر شام تک حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑے رہی ہیں" (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام بھی نہیں کیا)۔

میں یہ بات سن کر گھبرا گیا اور میں نے کہا: نامراد ر ہے گی جو ایسا کرے گی، اس کے بعد میں نے کپڑے پہنے اور جا کر حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس اُترا اور پوچھا "کیا تم میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی ناراض ہوتی ہے کہ دن بھر شام تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑے رکھتی ہے؟" حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا "ہاں!" میں نے کہا تو ناکام و نامراد ہوگی (اگر تو نے ایسی حرکت کی) کیا تجھے ڈر نہیں لگتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے اللہ ناراض ہو جائے گا پھر تو تباہ ہو جائے گی۔ (خبردار)! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ (مصارف) طلب نہ کرنا اور کسی معاملے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب نہ دینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑے نہ رہنا (یعنی ترکِ کلام نہ کرنا) اور جو کچھ تجھے ضرورت ہو مجھ سے مانگ لینا اور تجھے اس بات پر رشک نہ ہونا چاہیے کہ تیری ہمسائی تجھ سے زیادہ چمکیلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ سے زیادہ پیاری ہے، یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس زمانہ میں ہم باہم تذکرہ کرتے تھے کہ غسانیوں نے ہم سے لڑنے کے لیے اپنے گھوڑوں

کی نعل بندی کرائی ہے۔ ایک روز انصاری (دوست) اپنی باری کے دن (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا اور) عشاء کے وقت ہمارے پاس لوٹ کر آیا اور آتے ہی میرا دروازہ زور، زور سے پیٹ ڈالا اور پوچھا: کیا عمر (رضی اللہ عنہ) ہے؟ میں گھبرا کر فوراً باہر نکلا۔ انصاری نے کہا: آج ایک عظیم حادثہ ہوگیا۔ میں نے کہا، کیا ہوا؟ کیا غسان (شاہ شام) آ گیا؟ بولا اس سے بھی بڑا لمبا حادثہ ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی۔ میں نے کہا حفصہ رضی اللہ عنہا نا کام و نامراد ہوگئی، میرا تو پہلے ہی خیال تھا کہ عنقریب (شاید) ایسا ہوگا، اس کے بعد میں نے کپڑے پہنے اور جا کر فجر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالا خانے پر تشریف لے گئے اور وہاں سب سے کنارہ کش ہوگئے اور میں حفصہ کے پاس گیا، وہ رو رہی تھی۔

میں نے کہا: اب کیوں روتی ہے؟ کیا میں نے تجھے پہلے ہی نہیں ڈرا دیا تھا، کیا تم عورتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی؟ بولی: مجھے نہیں معلوم کیا وجہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے الگ بالا خانے پر گوشہ نشین ہوگئے ہیں۔ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے نکل کر (مسجد میں) منبر کے پاس پہنچا۔ اس وقت منبر کے آس پاس کچھ لوگ بیٹھے رو رہے تھے۔ میں بھی ان کے پاس تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ گیا لیکن اندرونی غم کی وجہ سے مجھ سے وہاں زیادہ رُکا نہ گیا، فوراً بالا خانے کی طرف آیا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گوشہ گیر تھے۔ میں نے غلام سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر کے لیے اجازت کی درخواست کرو۔ غلام اندر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بات کی اور پھر واپس آ کر غلام نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تھی اور تمہارا تذکرہ کر دیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ مجبوراً میں واپس آ کر پھر منبر کے پاس ان لوگوں کے قریب بیٹھ گیا جو وہاں موجود تھے لیکن زیادہ دیر رُکا نہ گیا، پھر جا کر اسی غلام سے کہا: میرے لیے داخلہ کی اجازت کی استدعا کرو۔ اس نے اندر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کلام کیا اور کچھ دیر کے بعد واپس آ گیا اور بولا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارے لیے داخلہ کی درخواست کی تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔

میں (مایوس ہو کر) لوٹ آیا اور انہی لوگوں میں جا کر بیٹھ گیا جو منبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے لیکن کچھ ہی دیر کے بعد اندرونی احساس کے غلبہ کی وجہ سے اُٹھا اور غلام سے جا کر کہا: عمر کے لیے اجازت کی درخواست کرو۔ غلام اندر گیا اور کچھ دیر کے بعد لوٹ کر آیا اور کہا میں نے تمہارا ذکر کیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ میں نے واپسی کے لیے پشت پھیری ہی تھی کہ اس غلام نے مجھے پکار کر کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ یہ بات سن کر میں اندر چلا گیا، میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ننگی چٹائی پر استراحت فرما ہیں جس کی وجہ سے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے اور سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ ہے جس میں کھجور کے درخت کے ریشے بھرے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام کیا اور کھڑے کھڑے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف نظر اُٹھائی اور فرمایا: نہیں۔ اللہ اکبر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جھجک کو دُور کرنے کے لیے میں نے کھڑے ہی کھڑے عرض کیا۔ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا قریش کا جتھا پہلے اپنی عورتوں پر غالب تھا لیکن مدینہ آنے کے بعد ہم نے ایسے لوگ پائے جن کی عورتیں اُن پر غالب ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر مسکرا دیئے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ملاحظہ فرمایئے میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تھا اور میں نے اس سے کہہ دیا کہ تجھے اس بات پر رشک نہ ہونا چاہیے کہ تیری ہمسائی تجھ سے زیادہ چمکیلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر دوبارہ مسکرا دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مسکراتے دیکھ کر میں بیٹھ گیا اور نظر اُٹھا کر گھر کے اندر کی چیزوں کو دیکھا، خدا کی قسم تین کچے چمڑوں کے علاوہ میں نے کوئی چیز قابل دید نہیں پائی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ سے دُعا کیجئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو فراخی حاصل ہو جائے۔ روم اور فارس کو اللہ نے فراخ حال کیا ہے اور اُن کو دُنیا عطا کی ہے باوجودیکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تکیہ لگائے ہوئے تھے میری بات سنتے ہی بیٹھ گئے اور فرمایا: ابن خطاب! کیا تم اس خیال میں ہو، اُن لوگوں کو تو اللہ نے اُن کی عمدہ (دِل پسند) چیزیں دُنیا میں دے دی ہیں (آخرت میں اُن کا حصہ نہیں) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لیے دُعائے مغفرت فرمایئے۔ بس یہی بات تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں سے الگ ہو کر گوشہ نشین ہو گئے تھے کیوں کہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز کہہ دیا تھا۔

اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب کیا تھا، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں سے سخت ناراض تھے اور عہد کیا تھا کہ میں ایک ماہ تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ جب انتیس راتیں گزر گئیں تو سب سے پہلے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ایک مہینہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے (یعنی کسی بی بی کے) پاس تشریف نہیں لائیں گے لیکن آج تو انتیس کے بعد کی صبح ہے۔ میں برابر گن رہی ہوں، فرمایا: مہینہ انتیس کا (بھی ہوتا ہے) ہے۔ واقعی وہ مہینہ انتیس کا (ہوا) تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے اس کے بعد آیت تخییر نازل ہوئی۔ نزول آیت کے بعد سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور (مجھے نکاح میں باقی رہنے یا آزاد ہو جانے کا اختیار دیا) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کے ساتھ رہنے) کو اختیار کیا۔

پھر دوسری بیبیوں کو بھی یہی اختیار دیا اور سب نے اسی بات کو اختیار کیا جو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اختیار کی تھی۔ (یعنی کیسا ہی فقر وفاقہ ہو کسی بی بی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہونے کو پسند نہیں کیا) بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں بغیر ماں، باپ کے مشورہ کے فوری عجلت میں اس کا جواب دینا تیرے لیے لازم نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ میرے والدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہونے کا مجھے مشورہ نہیں دیں گے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ نے ارشاد فرمایا ہے: "**یایھا النبی قل لازواجک ان کنتن**" (دونوں آیات کے ختم تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرمائی) میں نے عرض کیا: اس معاملہ میں والدین سے کیا مشورہ کروں (اس کی کوئی ضرورت نہیں) میں اللہ کو اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور دار آخرت (کی بھلائی) کو چاہتی ہوں۔ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک ماہ تک اپنی بیبیوں سے کنارہ کش رہے، اس کا سبب وہی افشاءِ راز تھا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز کہہ دیا تھا۔

(وان تظاهر اعليه) یعنی اگر تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باہم تعاون کرلوگے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار ہے۔ (فان الله هو مولاه) وہ اس کا ولی اور مددگار ہے۔ (وجبريل وصالح المومنين) اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ کلبی کا بیان ہے کہ صالح المومنین سے مراد مخلص مومن جو منافق نہیں ہیں۔ (والملائكة بعد ذلک ظهير) یعنی اللہ کی جبرئیل کی اور مومنین صالحین کی مدد کے بعد ملائکہ بھی اپنی پوری کثرت کے ساتھ مددگار ہیں۔

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ⑤ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ⑥ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑦ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ⑧ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ⑨

ترجمہ اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے میں ان کو تم سے اچھی بیبیاں دے دے گا جو اسلام والیاں ایمان والیاں فرمانبرداری کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں عبادت کرنے والیاں ہوں گی کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں اے ایمان والو تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند خو اور مضبوط فرشتے متعین ہیں جو خدا کی (ذرا) نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے (فوراً) بجالاتے ہیں اور کافروں کو دوزخ میں داخل کرتے وقت ان سے کہا جاوے گا کہ (اے کافرو آج تم عذر (ومعذرت) مت کرو کہ بے سود ہے بس تم کو اسی کی سزا مل رہی ہے جو کچھ تم دنیا میں کیا کرتے تھے اے ایمان والو تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو (توبہ کا ثمرہ فرماتے ہیں کہ) امید (یعنی وعدہ) ہے کہ تمہارا رب (اس توبہ کی بدولت) تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو جنت کے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور یہ اس روز ہوگا) جس دن کہ اللہ تعالیٰ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور جو مسلمان (دین کی مدد سے) ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے داہنے اور سامنے دوڑتا ہوگا اور یوں

دعا کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے لئے اس نور کو اخیر تک رکھیے یعنی وہ گل نہ ہو جائے اور ہماری مغفرت فرما دیجئے آپ ہر شے پر قادر ہیں اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کفار (سے بالسنان) اور منافقین سے (باللسان) جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے (دنیا میں تو یہ اس کے مستحق ہیں) اور آخرت میں) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

تفسیر ⑤ "عسٰی ربّه ان طلقکن" یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے اگر تمہیں اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دے دیں۔ "ان یبدله ازواجا خیرا منکن مسلمات" جو اللہ کی اطاعت کے ساتھ فرمانبردار رہوں گی۔ "مؤمنات" اللہ کی توحید کی تصدیق کرنے والی ہیں۔ "قانتات" فرمانبردار اور کہا گیا ہے وہ دعوت دینے والیاں اور کہا گیا ہے نماز پڑھنے والیاں۔ "تائبات عابدات سائحات" روزے رکھنے والیاں اور زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہجرت کرنے والیاں اور کہا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کریں گے جہاں آپ علیہ السلام چاہیں گے۔ "ثیبات و ابکارا" اور یہ قدرت کی خبر دی نہ کہ وجود بتایا ہے اس لیے کہ فرمایا ہے "ان طلقکن" اور تحقیق اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ آپ علیہ السلام ان کو طلاق نہ دیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول "وان تتولّوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم" کی طرح ہے اور یہ بھی قدرت کی خبر دی ہے نہ یہ کہ کوئی ایسی اُمت موجود ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے بہتر ہے۔

⑥ "یا یها الّذین امنوا قوا انفسکم" عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ یعنی ان چیزوں سے رُکنے کے ساتھ جن سے تمہیں اللہ تعالیٰ نے روکا ہے اور اس کی طاعت کے ساتھ عمل کرنے کے ساتھ "واهلیکم نارا" یعنی ان کو خیر کا حکم دو اور شر سے روکو اور ان کو تعلیم دو اور ان کو ادب سکھاؤ ان کو اس کے ذریعے آگ سے بچاؤ۔ "وقودها النّاس والحجارة علیها ملائکة" یعنی جہنم کے داروغے "غلاظ" اہل نار پر سخت ہیں۔ "شداد" قوی ان میں سے ایک ایک دھکے سے ستر ہزار لوگوں کو جہنم میں داخل کردے گا اور وہ زبانیہ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں رحمت کو پیدا نہیں کیا۔ "لا یعصون اللّٰه ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون"

تَوْبَةً نَّصُوْحًا کی تفسیر

⑦ ...... "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ. اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا" حسن اور ابوبکر رحمہما اللہ نے عاصم رحمہ اللہ سے "نصوحا" نون کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور اکثر حضرات نے اس کے زبر کے ساتھ یعنی "توبۃ" ذات نصح جو صاحب توبہ کی خیر خواہی کرے جس چیز سے توبہ کی ہے اس کی طرف عود کو چھوڑنے کے ساتھ اور اس کے معنی میں اختلاف ہوا ہے۔ عمر، ابی و معاذ فرماتے ہیں "التوبة النصوح" یہ کہ توبہ کرے پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے۔ جیسا کہ دودھ تھن میں واپس نہیں جاتا۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ توبہ یہ ہے کہ بندہ گزشتہ پر شرمندہ ہو اور پختہ ارادہ ہو کہ دوبارہ گناہ نہ کرے گا۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زبان سے استغفار کرے اور دل سے نادم ہو اور بدن سے رُک جائے۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایسی توبہ جس کے ذریعے تم اپنی خیر خواہی کرتے ہو۔ قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو چار چیزیں جمع کرتی

ہیں، زبان سے استغفار کرنا اور بدن سے رُک جانا اور دل میں اس کام کی طرف لوٹنے کو چھوڑنے کی نیت کرنا اور برے دوستوں کو چھوڑنا۔ "عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ" یعنی ان کو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل کرنے کا عذاب نہ دیں گے۔ "نورهم يسعٰى بين ايديهم وبايمانهم" پل صراط پر "يقولون" جب منافقین کا نور بجھا دیا جائے گا۔ "ربّنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انك على كل شيءٍ قدير"

⑨ "يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ. وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ. وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ" پھر اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں اور نیک عورتوں کی مثال بیان کی ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ. كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ⑩ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ م اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ⑪ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ⑫

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے نوح (علیہ السلام) کی بی بی اور لوط علیہ السلام کی بی بی کا حال بیان فرماتا ہے وہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں سو ان عورتوں نے ان دونوں بندوں کا حق ضائع کیا تو وہ دونوں نیک بندے اللہ کے مقابلہ میں ان کے ذرا کام نہ آسکے اور ان دونوں عورتوں کو (بوجہ کافر ہونے کے حکم ہو گیا اور جانے والوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں (کی تسلی) کے لئے فرعون کی بی بی حضرت آسیہ کا حال بیان کرتا ہے جبکہ ان کی بی بی نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے جنت میں اپنے قرب میں مکان بنایئے اور مجھ کو فرعون کے شر سے اور اس کے عمل (کفر کے ضرر اور اثر) سے محفوظ رکھیے اور مجھ کو تمام ظالم (یعنی کافر) لوگوں سے محفوظ رکھیے اور نیز مسلمانوں کی تسلی کے لئے) عمران کی بیٹی (حضرت) مریم (علیہا السلام) کا حال بیان کرتا ہے جنہوں نے اپنے ناموس کو (حرام اور حلال دونوں سے) محفوظ رکھا سو ہم نے ان کے چاک گریبان میں اپنی روح پھونک دی اور انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کی (جو ان کو ملائکہ کے ذریعے پہنچے تھے) اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت والوں میں سے تھیں۔

تفسیر: ⑩ "ضرب الله مثلا للذين كفروا امرأة نوح" اس کا نام واعلہ تھا۔ "وامرأة لوط" اس کا نام والہلہ تھا۔ مقاتل رحمہ اللہ نے کہا والعہ اور والھہ "كانتا تحت عبدين من عبادنا صالحين" اور یہ دونوں نوح اور لوط علیہما السلام ہیں۔ "فخانتاهما" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔ ان دونوں کی خیانت یہ تھی کہ یہ دونوں عورتیں اپنے خاوند کے دین کے علاوہ دین پر تھیں۔ پس نوح علیہ السلام کی بیوی لوگوں کو کہتی تھی یہ مجنون ہیں اور جب نوح

علیہ السلام پر کوئی شخص ایمان لاتا تو وہ "جبابرۃ" کو بتا دیتی اور لوط علیہ السلام کی بیوی تو وہ لوط علیہ السلام کے مہمان پر اپنی قوم کی رہنمائی کرتی تھی۔ جب رات کو کوئی مہمان آ جاتا تو آگ روشن کر دیتی اور جب دن کو کوئی مہمان آتا تو دھواں اُڑاتی تا کہ اس کی قوم کو پتہ چل جائے کہ کوئی مہمان آیا ہے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان دونوں نے نفاق کو چھپایا اور ایمان کو ظاہر کیا۔

"فلم یغنیا عنهما من الله شیئا" وہ دونوں اپنے نبی علیہ السلام ہونے کے باوجود اپنی بیویوں سے عذاب الٰہی کو دور نہ کر سکے۔
"وقیل ادخلا النار مع الداخلین" اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے ہر اس شخص کی اُمید ختم کر دی ہے جو گناہ کا ارتکاب کرتا ہے کہ اس کو اس کے غیر کی نیکی نفع دے گی۔ پھر خبر دی کہ کسی اور کی معصیت بندہ کو نقصان نہیں دے گی جب وہ خود فرمانبردار ہو۔

⑪ پھر فرمایا "وضرب الله مثلا للذین امنوا امرأة فرعون" وہ آسیہ بنت مزاحم ہے۔ مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں جب موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آ گئے تو فرعون کی بیوی ایمان لے آئی جبکہ فرعون پر اس کا اسلام ظاہر ہوا تو اس کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں چار میخیں ٹھونکوا دیں اور اس کو دھوپ میں ڈلوا دیا۔ سلمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرعون کی بیوی سورج کے ذریعے عذاب دی جاتی تھی۔ پس جب وہ وہاں سے جاتے تو اس پر فرشتے سایہ کرتے۔ "اذ قالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنّة"
تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جنت کا گھر اس کے سامنے مکشوف کر دیا حتیٰ کہ اس نے اس کو دیکھ لیا اور قصہ میں یہ ہے کہ فرعون نے حکم دیا کہ اس پر بڑی چٹان پھینکی جائے جب وہ لوگ اس کے پاس چٹان لائے تو اس نے کہا "ربّ ابن لی عندک بیتا فی الجنّة" تو اس نے جنت میں موتی کا بنا اپنا گھر دیکھ لیا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ پھر چٹان ایسے جسم پر پھینکی گئی جس میں روح نہ تھی اور اس کو کوئی تکلیف نہ ہوئی اور حسن اور ابن کیسان رحمہما اللہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کو اوپر اُٹھا لیا، پس وہ جنت میں کھاتی پیتی ہیں۔ "ونجنی من فرعون وعمله" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وعمله" یعنی شرک سے اور ابو صالح نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے "وعمله" یعنی اس کے جماع سے۔ "ونجنی من القوم الظالمین" کافر لوگوں سے۔

⑫ "ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجها فنفخنا فیه" یعنی اس کی قمیص کے گریبان میں اور اس ضمیر کو ذکر کیا ہے۔ "من روحنا و صدقت بکلمات ربها" یعنی وہ شرائع جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کی ہیں اپنے اُتارے ہوئے کلمات کے ذریعے۔ "و کتبه" اہل بصرہ اور حفص رحمہم اللہ نے "و کتبه" جمع کے ساتھ
اور دیگر حضرات نے "و کتابه" واحد پڑھا ہے اور مراد اس سے بھی کثرت ہے اور وہ کتب مراد ہیں جو ابراہیم، موسیٰ، داؤد اور عیسیٰ علیہم السلام پر نازل کی گئی ہیں۔ "و کانت من القانتین" یعنی اس قوم میں سے تھی جو اپنے رب کی اطاعت کرنے والے ہیں اور اس لیے "القانتات" نہیں کہا اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں "من القانتین" یعنی نماز پڑھنے والوں میں سے اور ممکن ہے کہ "القانتین" سے اس کا قبیلہ اور خاندان مراد ہو کیونکہ یہ لوگ نیک، اللہ کے فرمانبردار تھے۔

اور ہم تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت پہنچی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا تجھے جہان کی عورتوں سے مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور آسیہ فرعون کی بیوی کافی ہیں۔

سُوْرَةُ الْمُلْک

مکی ہے اور اس کی تیس (۳۰) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ① نِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا. وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ②

ترجمہ: وہ (خدا) بڑا عالیشان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔

تفسیر ① "تبارک الذی بیدہ الملک وهو علی کل شیءٍ قدیر.

② الذی خلق الموت والحیاۃ" عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دُنیا میں موت اور آخرت میں زندگی مراد ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں انسان کی موت اور اس کی زندگی دُنیا میں مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کو زندگی اور فناء کا گھر بنایا اور آخرت کو جزاء اور بقاء کا گھر بنایا۔ کہا گیا ہے موت کو مقدم کیا ہے اس لیے کہ وہ قہر کے زیادہ قریب ہے اور کہا گیا ہے اس کو مقدم کیا ہے اس لیے کہ وہ زیادہ مقدم ہے اس لیے کہ تمام اشیاء ابتداء میں موت کے حکم میں تھیں جیسے نطفہ، مٹی اور ان دونوں کی مثل۔ پھر ان پر زندگی واقع ہوئی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ موت کو ایک سفید و سیاہ رنگ والے مینڈھے کی صورت پر پیدا کیا جس چیز پر گزرتا اور جو چیز اس کی بدبو سونگھ لیتی مر جاتی اور زندگی کو ایک چتکبرے رنگ کی گھوڑی کی صورت پر پیدا کیا۔ یہ وہی ہے جس پر جبرئیل علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام سواری کرتے تھے۔ یہ جس چیز پر گزرتی اور جو چیز اس کی خوشبو سونگھتی وہ زندہ ہو جاتی۔ یہ وہی گھوڑی ہے جس کے نشانِ قدم سے سامری نے ایک مٹھی لی تھی۔ پھر بچھڑے پر ڈالی تو وہ زندہ ہو گیا۔ "لیبلو کم" زندگی و موت کے درمیان "ایکم احسن عملا" ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ احسن عملا اچھی عقل والا اور اللہ کے محارم سے پرہیز کرنے والا اور اللہ کی فرمانبرداری میں جلدی کرنے والا اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں احسن عملا اخلاص اور درست عمل والا اور فرمایا کہ عمل نہیں قبول کیا جاتا جب تک خالص درست نہ ہو۔ پس خالص وہ عمل ہے جو اللہ کے لیے ہو اور درست جو سنت کے طریقہ پر ہو اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم میں سے

کون دُنیا سے زیادہ بے رغبت اور اس کو زیادہ چھوڑنے والا ہے۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں بلوی کا لفظ اسی پر تب واقع ہوتا ہے جب دونوں کے درمیان ضمیر لائی جائے جیسے تو کہے گا"بلوتکم لانظر ایکم اطوع"اور اس کی مثل"سلھم ایھم بذلک زعیم" ہے یعنی"سلھم وانظر ایھم"پس اگر ابتداء کی بناء پر رفع دیا جائے اور احسن اس کی خبر ہے۔"وھو العزیز"اپنے انتقام لینے میں اس سے جس نے اس کی نافرمانی کی ہے۔"الغفور"اس کے لیے جس نے اس کی طرف توبہ کی ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا. مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ. فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ③ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ④وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ⑤ وَلِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ. وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ⑥اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ⑦تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ. كُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ⑧

ترجمہ: جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کیے تو خدا کی اس صفت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا سو تو (اب کی بار) پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے (یعنی بلا تامل تو نے بہت بار دیکھا ہوگا اب کی بار تامل سے نگاہ کر) پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ (آخر کار) نگاہ ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آوے گی اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں (یعنی ستاروں) سے آراستہ کر رکھا ہے اور ہم نے ان (ستاروں) کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بھی بنا دیا ہے اور ہم نے ان (شیاطین) کے لئے (آخرت میں بوجہ ان کے کفر کے) دوزخ کا عذاب (بھی) تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اپنے رب (کی توحید) کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور وہ بری جگہ ہے جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی ایک بڑی زور کی آواز سنیں گے اور وہ اس طرح جوش مارتی ہوگی جیسے معلوم ہوتا ہے کہ (ابھی) غصہ کے مارے پھٹ پڑے گی اور جب اس میں کوئی گروہ (کافروں کا) ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ ان لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں آیا تھا۔

تفسیر ③"الذی خلق سبع سماوات طباقا" تہہ بتہہ ایک دوسرے کے اوپر"ما تریٰ فی خلق الرّحمٰن من تفاوت" حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ"من تفوت"واؤ کی شد کے ساتھ بغیر الف کے پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے واؤ کی تخفیف اور اس سے پہلے الف کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دو لغتیں ہیں جیسے تحمّل اور تحامل اور"تظھّر"اور تظاہر اور اس کا معنی اے ابن آدم تو رحمٰن کی تخلیق میں کوئی کجی وٹیڑھا پن اور اختلاف تناقض نہ دیکھے گا بلکہ وہ تو بالکل سیدھی برابر ہے اور اس کی اصل فوت سے ہے۔ وہ یہ کہ اس میں سے بعض بعض سے فوت ہو جائے اور اس کے قلت استواء کی وجہ سے۔"فارجع البصر"نظر کو بار بار ڈال۔ اس کا معنی تو دیکھ پھر دوبارہ دیکھ۔"ھل تریٰ من فطور"پھٹن اور شگاف۔

۴ "ثم ارجع البصر کرتین" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایک مرتبہ کے بعد "ینقلب" پھرے گی اور لوٹے گی۔ "الیک البصر خاسئا" ذلیل جو اس کا مقصد ہوگا اس کو نہ دیکھ سکے گی۔ "وھو حسیر" منقطع ہونے والی رات کی طرح نہیں پایا اس کو جو طلب کیا اور کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا دُنیا کا آسمان موج مکفوف ہے اور دوسرا سفید موتی کا اور تیسرا لوہے کا اور چوتھا زرد رنگ کا ہے اور کہا تانبے کا ہے اور پانچواں چاندی کا اور چھٹا سونے کا اور ساتواں سرخ یاقوت کا اور ساتویں آسمان سے ساتویں حجاب تک نور کے صحراء ہیں۔

۵ "ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح" مراد زمین سے قریب والا ہے جس کو لوگ دیکھتے ہیں اور اس کا قول "بمصابیح" ستارے اس کا واحد مصباح ہے اور وہ چراغ ہے ستارے کا نام چراغ رکھا گیا۔ اس کے روشنی دینے کی وجہ سے "وجعلناھا رجوما" تیر پھینکنے کے آلے ہیں۔ "للشیاطین" جب وہ بات کو چوری سننے لگیں۔ "واعتدنا لھم" آخرت میں۔ "عذاب السعیر" بھڑکائی ہوئی آگ۔

۶ "وللذین کفروا بربھم عذاب جھنم وبئس المصیر.

۷ اذا القوا فیھا سمعوا لھا شھیقا" اور یہ گدھے کے ڈھینچوں کرنے کی ابتداء ہے اور یہ قبیح ترین آواز ہوتی ہے۔ "وھی تفور" ان کے ساتھ جوش مارے گی جیسے ہنڈیا جوش مارتی ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے ساتھ بہے گی جیسے بہت زیادہ پانی تھوڑے سے دانوں کے ساتھ بہتا ہے۔

۸ "تکاد تمیز" پھٹ جائے۔ "من الغیظ" ان پر غصہ کی وجہ سے۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں قریب ہے کہ کفار پر غصہ کی وجہ سے پھٹ جائے۔ "کلما القی فیھا فوج" ان میں سے ایک جماعت "سالھم خزنتھا" ڈانٹ کا سوال "الم یاتکم نذیر" رسول جو تمہیں ڈراتے۔

قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَ نَا نَذِیْرٌ فَکَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ کَبِیْرٍ ۝۹ وَقَالُوْا لَوْکُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝۱۰ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِھِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝۱۱ اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ۝۱۲ وَاَسِرُّوْا قَوْلَکُمْ اَوِاجْھَرُوْا بِہٖ. اِنَّہٗ عَلِیْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۳ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ. وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝۱۴ ھُوَالَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ. وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ ۝۱۵ ءَ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا ھِیَ تَمُوْرُ ۝۱۶

ترجمہ: وہ کافر (بطور اعتراف کے) کہیں گے کہ واقعی ہمارے پاس ڈرانے والا پیغمبر آیا تھا سو (یہ ہماری شامت تھی

کہ) ہم نے (اس کو) جھٹلایا اور کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ نے (از قبیل احکام و کتب) کچھ نازل نہیں کیا (اور) تم بڑی غلطی میں پڑے ہو اور (کافر فرشتوں سے یہ بھی) کہیں گے کہ ہم اگر سنتے یا سمجھتے تو ہم اہل دوزخ میں (شامل) نہ ہوتے غرض اپنے جرم کا اقرار کریں گے سو اہل دوزخ پر لعنت ہے بیشک جو لوگ اپنے پروردگار سے بے دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم (مقرر) ہے اور تم لوگ خواہ چھپا کر بات کہو یا پکار کر کہو (اس کو سب خبر ہے کیونکہ) وہ دلوں تک کی باتوں سے خوب واقف ہے (اور بھلا) کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے اور وہ باریک بین (اور) پورا باخبر ہے وہ ایسا (منعم) ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کر دیا سو تم اس کے رستوں میں چلو (پھرو) اور خدا کی روزی میں سے (جو زمین میں پیدا کی ہے) کھاؤ (پیو) اور کھا پی کر اُس کو بھی یاد رکھنا کہ) اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے کیا تم لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہو جبکہ وہ آسمان میں (بھی اپنا حکم وتصرف رکھتا) ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ زمین تھرتھرا کر الٹ پلٹ ہونے لگے۔

تفسیر ⑨ "قالوا بلیٰ قد جاء نا نذیر فکذبنا وقلنا" رسولوں کو "ما نزل اللّٰہ من شیٔ ان انتم الا فی ضلال کبیر"

⑩ "وقالوا لو کنا نسمع" رسولوں سے جو وہ ہمارے پاس لائے ہیں۔ "او نعقل" ان سے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اگر ہم ہدایت کو سنتے یا اس کو سمجھتے پھر اس پر عمل کرتے۔ "ما کنا فی اصحاب السعیر" زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر ہم سنتے اس شخص کی طرح سننا جو غور وفکر کرتا ہے یا ہم سمجھتے اس کی طرح جو شعور وتمیز رکھتا ہے تو ہم جہنم والوں میں نہ ہوتے۔

⑪ "فاعترفوا بذنبھم فسحقا" دوری ہے۔ "لاصحاب السعیر" ابو جعفر اور کسائی رحمہما اللہ نے "فسحقا" حاء کی پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے حاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دو لغتیں ہیں الرعب اور الرعب اور السحت اور السحت کی طرح۔

⑫ "ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرة واجر کبیر.

⑬ واسروا قولکم او اجھروا بہ انہ علیم بذات الصدور" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں باتیں کرتے تھے تو آپ علیہ السلام کو جبرئیل علیہ السلام خبر کر دیتے تھے تو وہ آپس میں کہتے آہستہ بات کرو تا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا نہ سن لے۔

⑭ "الا یعلم من خلق" کیا نہیں جانتا دلوں کے حال جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ "وھو اللطیف الخبیر" اس کا علم لطیف ہے دلوں میں اور دلوں میں راز اور وسوسے ہیں ان سے باخبر ہے اور کہا گیا ہے "من مخلوق کی طرف لوٹتا ہے۔ یعنی کیا اللہ اپنی مخلوق کو نہیں جانتا۔

⑮ "ھو الذی جعل لکم الارض ذلولا" نرم کہ اس کی نرمی کی وجہ سے اس پر چلنا مشکل نہ ہو۔ "فامشوا فی مناکبھا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے پہاڑوں میں اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے ٹیلوں میں اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے راستے اور وادیوں میں۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے سبل میں اور کلبی رحمہ

اللہ فرماتے ہیں اس کے اطراف میں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے اِردگرد۔ فراء فرماتے ہیں اس کے جوانب میں اور اصل کلمہ میں جانب ہے اور اس سے "منکب الرجل" آدمی کا کندھا "الریح النکباء" اور "تنکب فلان" کے جملے ہیں۔ "وکلوا من رزقه" اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین میں رزق پیدا کیا ہے۔ "والیه النشور" یعنی اور اسی کی طرف تم اپنی قبروں سے اُٹھائے جاؤ گے۔ (فستعلمون) وہ آخرت کے دن یا موت کے وقت جان لیں گے (کیف نذیر) میرا اڈرانا کیسا ہوگا جب وہ اللہ کے عذاب کو دیکھ لیں گے۔

⑯ پھر کفار کو ڈراتے ہوئے فرمایا "ء أمنتم من فی السماء" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس کے عذاب سے جو آسمان میں ہے اگر تم اس کی نافرمانی کرو۔ "ان یخسف بکم الارض فاذا ھی تمور" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنے اہل کے ساتھ حرکت کرے گی اور کہا گیا ہے ان کو گرا دے گی اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دھنسانے کے وقت زمین کو حرکت دیتے حتیٰ کہ وہ ان کو نیچے ڈال کر ان پر بلند ہو جاتی ہے اور لوگ ان پر گزرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے ماریمور جب آئے اور جائے۔

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا. فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ⑰ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ⑱ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۢ بَصِیْرٌ ⑲ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ. اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ⑳ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ㉑ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ㉒ قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ㉓ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ㉔ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ㉕ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ㉖ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَقِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ㉗

ترجمہ: یا تم لوگ اس سے بےخوف ہو گئے ہو جو کہ آسمان میں (بھی اپنا حکم وتصرف رکھتا) ہے کہ وہ تم پر (مثل عاد کے) ایک تند ہوا بھیج دے (جس سے تم ہلاک ہو جاؤ) سو عنقریب (مرتے ہی) تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ میرا ڈرانا (عذاب سے) کیسا (صحیح) تھا اور ان سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں انہوں نے جھٹلایا تھا سو (دیکھ لو ان پر) میرا عذاب کیسا واقع ہوا کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی کہ پر پھیلائے (اڑتے پھرتے) ہیں اور (کبھی اسی حالت میں) پر سمیٹ لیتے ہیں بجز (خدائے) رحمٰن کے ان کو کوئی تھامے

ہوئے نہیں ہے بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے (اور جس طرح چاہے) اس میں تصرف کر رہا ہے) ہاں رحمٰن کے سوا وہ کون ہے کہ وہ تمہارا لشکر بن کر (آفات سے) تمہاری حفاظت کرے (اور) کافر جو اپنے معبودوں کی نسبت ایسا خیال رکھتے ہیں) تو (وہ) نرے دھوکے میں ہیں اور ہاں (یہ بھی بتلاؤ کہ) وہ کون ہے جو تم کو روزی پہنچادے اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی بند کر دے مگر یہ لوگ اس سے بھی متاثر نہیں ہوتے) بلکہ یہ لوگ سرکشی اور نفرت (عن الحق) پر جم رہے ہیں سو (جن کافر کا حال اوپر سنا ہے اس کو سن کر سوچو) کہ کیا جو شخص منہ کے بل گرتا ہوا چل رہا ہو وہ منزل مقصود پر زیادہ پہنچنے والا ہوگا) یا وہ جو سیدھا ہموار سڑک پر چلا جا رہا ہو آپ (ان سے) کہیے کہ وہی (ایسا قادر منعم) ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیے مگر تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو اور آپ یہ بھی کہیے کہ وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلایا اور تم اس کے پاس (قیامت کے روز) اکٹھے کیے جاؤ گے اور یہ لوگ (جب قیامت کا ذکر سنتے ہیں تو) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ) آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ (یہ تعیین کا) علم تو خدا ہی کو ہے اور میں تو محض (علی الاجمال مگر) صاف صاف ڈرانے والا ہوں پھر جب اس (عذاب موعود) کو پاس آتا ہوا دیکھیں گے اس وقت مارے غم کے) کافروں کے منہ بگڑ جاویں گے اور (ان سے) کہا جاوے گا یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے (عذاب لاؤ عذاب لاؤ)۔

تفسیر ⑰ "**ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا**" ہوا پتھروں والی جیسا کہ قوم لوط علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا۔

⑱ "**ولقد کذب الذین من قبلھم**" یعنی گزشتہ اُمتوں کے کفار نے۔ "**فکیف کان نکیر**" یعنی میرا ان پر عذاب کے ذریعے انکار۔

⑲ "**اولم یروا الی الطیر فوقھم صافات**" جو اپنے پروں سے ہوا میں صف بناتے ہیں۔ "**ویقبضن**" اپنے پَروں کو پھیلانے کے بعد۔ "**ما یمسکھن**" پَر پھیلانے اور سکیڑنے کی حالت میں گرنے سے۔ "**الا الرحمٰن انه بکل شیٔ بصیر**"

⑳ "**امن ھذا الذی ھو جند لکم**" استفہام انکاری ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کون سا لشکر ہے تمہارے پاس۔ "**ینصرکم من دون الرحمٰن**" جو تم کو اس کے عذاب سے روکے اور تم سے اس کو دور کرے جو وہ تمہارے بارے میں ارادہ کرے۔ "**ان الکافرون الا فی غرور**" یعنی شیطان کے دھوکے میں وہ ان کو دھوکہ دے رہا ہے کہ ان پر عذاب نہ آئے گا۔

㉑ "**امن ھذا الذی یرزقکم ان امسک رزقه**" یعنی کون ہے جو تمہیں بارش دے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ تم سے بارش کو

روک لے۔"بل لجوا فی عتو"گمراہ میں سرگرداں ہیں۔"ونفور"حق سے دور ہونا۔

㉒ پھر مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا"افمن یمشی مکبا علی وجھه" اپنے سر کو گمراہی اور جہالت میں جھکائے ہوئے آنکھوں اور دل کا اندھا دائیں بائیں نہ دیکھتا ہوا اور وہ کافر ہے۔قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دُنیا میں معاصی پر سوار۔پس اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے منہ کے بل جمع کریں گے۔"اھدیٰ امن یمشی سویا" معتدل راستے کو دیکھتا ہوا اور وہ"علیٰ صراط مستقیم" اور وہ مؤمن ہے۔قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کے دن سیدھا چلے گا۔

㉓"قل ھو الذی انشا کم وجعل لکم السمع والابصار والافئدة قلیلا ماتشکرون"
مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی وہ ان نعمتوں کے رب کا شکر نہیں کرتے۔

㉔"قل ھو الذی ذرأکم فی الارض والیه تحشرون.

㉕ویقولون متی ھٰذا الوعد ان کنتم صادقین.

㉖قل انما العلم عند اللّٰہ وانما انا نذیر مبین، ㉗فلما رأوہ"

یعنی آخرت میں عذاب کو اکثر مفسرین رحمہم اللہ کے قول پر اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں بدر میں عذاب کو۔"زلفة" یعنی قریب اور یہ اسم اس کے ساتھ مصدر کو موصوف کیا جاتا ہے۔اس میں مذکر اور مؤنث اور واحد، تثنیہ اور جمع برابر ہیں۔"سیئت وجوہ الذین کفروا" سیاہ ہوگئے۔ان پر غم چھا گیا۔پس معنی یہ ہے کہ ان کے چہرے سیاہی کی وجہ سے انتہائی بدصورت ہوگئے ہوں گے۔کہا جاتا ہے"ساء الشیء یسوء فھو سیئ" جب بدصورت ہو اور"سیئ یساء" جب قبیح ہو۔"وقیل" اس کو یعنی ان کو داروغ کہیں گے۔"ھٰذا" یعنی یہ عذاب

"الذی کنتم به تدعون"......"تفتعلون" کے وزن پر دُعاء سے ہے۔یعنی تم تمنا و دُعا کرتے تھے کہ وہ تمہارے لیے بنایا جائے اور یعقوب رحمہ اللہ نے تدعون تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ قتادہ رحمہ اللہ کی قرأت ہے اور ان دونوں کا معنی ایک ہے جیسے"تذکّرون و تذکرون"

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ㉘ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ㉙ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ㉚

ترجمہ: آپ (ان سے) کہیے کہ تم یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھ والوں کو (موافق تمہاری تمنا کے) ہلاک کردے یا (موافق ہماری امیدوار اپنے وعدہ کے) ہم پہ رحمت فرمادے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچالے گا اور آپ ان سے یہ بھی) کہیے کہ وہ بڑا مہربان ہے ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اس پر توکل کرتے ہیں سو

عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون ہے (یعنی تم جیسا کہ ہم کہتے ہیں یا ہم جیسا کہ تم کہتے ہو آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہارا پانی جو کنوؤں میں ہے) نیچے کو اتر کر غائب ہو جائے) سو وہ کون ہے جو تمہارے پاس سوت کا پانی لے آئے (یعنی کنوئیں کی سوت کو جاری کر دے۔

تفسیر ㉘ "قل" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) مشرکین مکہ کو جو آپ علیہ السلام کی ہلاکت کی تمنا کرتے ہیں۔ "**ارأیتم ان اھلکنی اللہ ومن معی**" مؤمنین میں سے۔ "**او رحمنا**" پس ہم کو باقی رکھا ہماری مدتوں کے ختم ہونے تک۔ "**فمن یجیر الکافرین من عذاب الیم**" کیونکہ وہ ان پر واقع ہونے والا ہے لامحالہ اور کہا گیا ہے اس کا معنی کیا تم دیکھتے ہو اگر مجھے اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے۔ پھر مجھے عذاب دے اور ان کو جو میرے ساتھ ہیں یا ہم پر رحم کرے۔ پس ہماری مغفرت کر دے۔ پس ہم اپنے ایمان کے باوجود خوفزدہ ہیں کہ وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہ کر دے۔ اس لیے کہ اس کا حکم ہم میں نافذ ہونے والا ہے۔ پس کافروں کو کون پناہ دے گا۔ پس کون تمہیں پناہ دے گا اور تمہیں اس کے عذاب سے روکے گا حالانکہ تم تو کافر ہو اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا معنی ہے۔

㉙ "**قل ھو الرّحمٰن**" جس کی ہم عبادت کرتے ہیں۔ "**آمنّا بہ وعلیہ توکّلنا فستعلمون**" کسائی رحمہ اللہ نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ "**من ھو فی ضلال مبین**" یعنی عنقریب تم عذاب کے معائنہ کے وقت جان لو گے کون گمراہ ہے ہم یا تم؟

㉚ "**قل ارأیتم ان اصبح ماؤکم غورًا**" یعنی خشک ہو کر ختم ہونے والا اس تک ہاتھ اور ڈول نہ پہنچ سکتے ہوں اور کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی زمزم کا پانی۔ "**فمن یاتیکم بماء معین**" ظاہر اس کو آنکھیں دیکھیں اور ہاتھ اور ڈول حاصل کر سکیں۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے معین یعنی جاری۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں ایک سورۃ ہے جو صرف تیس (۳۰) آیتوں کی ہے آدمی کی سفارش کرے گی۔ پس اس کو قیامت کے دن نکالے گی اور جنت میں داخل کر دے اور وہ سورۃ تبارک ہے۔

سُوْرَۃُ الْقَلَم

مکی ہے اور اس کی باون آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ① مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ② وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ③ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ④

ترجمہ: ن قسم ہے قلم کی اور قسم ہے ان (فرشتوں) کے لکھنے کی (جو کاتب الاعمال ہیں کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں (جیسا منکرین نبوت کہتے ہیں) اور بے شک آپ کے لئے (اس تبلیغ احکام پر) ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں اور بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیانہ پر ہیں۔

سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا گیا

تفسیر ① "نٓ" اس میں اختلاف ہوا ہے۔ پس ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ وہ مچھلی ہے جس کی پیٹھ پر زمین ہے اور یہ مجاہد اور مقاتل، سدی اور کلبی رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ابوظبیان نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں پہلا وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ قلم ہے۔ پس وہ جاری ہوا ہر اس چیز کے ساتھ جو قیامت تک ہونے والی ہے پھر نون کو پیدا کیا، پھر زمین کو اس کی پیٹھ پر بچھا دیا۔ پس نون نے حرکت کی تو زمین ڈگمگائی تو اس کو پہاڑوں کے ذریعے جمایا گیا اور بے شک پہاڑ زمین پر فخر کرتے ہیں۔ پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پڑھا "نٓ والقلم وما یسطرون" اور اس کے اسم میں اختلاف ہوا ہے۔ پس کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں بھموت۔ اور واقدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں لیوثا اور کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوثیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کا نام "بلھوث" ہے اور راوی کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور اس کو سرسبز کیا تو عرش کے نیچے سے ایک فرشتہ بھیجا جو زمین پر اُترا حتیٰ کہ سات زمینوں کے نیچے داخل ہو گیا۔

پس اس کو اپنے کندھوں پر رکھ لیا۔ ایک ہاتھ پر مشرق اور دوسرے پر مغرب دونوں ہاتھ پھیلا لیے، سات زمینوں کو قبضہ میں لیا حتیٰ کہ ان کو ضبط کر لیا۔ پس اس کے قدموں کے لیے کوئی ٹھہرنے کی جگہ نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر فردوس سے ایک بیل اُتارا اس کے

چالیس سینگ اور چالیس ہزار پاؤں تھے اور فرشتے کے دونوں پاؤں کا قرار اس کی کوہان پر کردیا۔ پھر بھی قدم نہ جم سکے تو اللہ تعالیٰ نے سبز یاقوت لیا، فردوس کے اعلیٰ درجہ سے اس کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت ہے تو اس کو بیل کی کوہان سے کانوں کے درمیان رکھ دیا تو فرشتے کے پاؤں اس پر جم گئے اور اس بیل کے سینگ زمین کے اطراف سے نکلے ہوئے ہیں اور اس کے نتھنے سمندر میں ہیں۔ پس وہ ہر دن ایک سانس لیتا ہے۔ پس جب وہ سانس خارج کرتا اور اندر لیتا ہے تو سمندر میں مدوجزر ہوتا ہے۔ جب سانس خارج ہوتا ہے تو مد اور جب اندر کھینچتا ہے تو جزر ہوتا ہے۔ پس بیل کے پاؤں کے لیے کوئی ٹکنے کی جگہ نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے ایک چٹان پیدا کی سات آسمانوں اور سات زمینوں کی موٹائی جیسی تو بیل کے پاؤں اس پر جم گئے۔ یہ وہی چٹان ہے جس کے بارے میں لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کہا تھا "فتکن فی صخرة" اور اس چٹان کے لیے جائے قرار نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے نون کو پیدا کیا اور وہ بڑی مچھلی ہے پھر چٹان کو اس کی پیٹھ پر رکھا اور اس کا تمام جسم خالی ہے اور مچھلی سمندر پر اور سمندر ہوا کی پشت پر اور ہوا قدرت پر ہے۔ کہا گیا ہے پس تمام دُنیا اس کے ساتھ جو اس پر ہے دو حرف ہیں جن کو جبار نے کہا "کونی" (تو ہوجا) "فکانت" (پس وہ ہوگئی)۔

کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں بے شک شیطان نے اس مچھلی کو جس کی پیٹھ پر زمین ہے اس کو پیغام بھیجا اور وسوسہ ڈالا اور اس کو کہا اے لوثیا کیا تو جانتی ہے کہ تیری پیٹھ پر اُمتوں اور چوپایوں، درختوں اور پہاڑوں میں سے کیا کیا ہے اگر تو ان کو جھاڑ دے تو اپنی پیٹھ سے گرادے گی تو لوثیا نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک چوپایہ بھیجا جو اس کے نتھنے میں داخل ہوگیا اور اس کے دماغ تک پہنچ گیا تو مچھلی چلائی اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو نکلنے کی اجازت دے دی۔ کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ اس کی طرف دیکھتی ہے اور وہ اس کی طرف دیکھتا ہے۔ اگر وہ کسی چیز کا ارادہ کرے تو وہ اس طرف لوٹ آتی ہے جیسے پہلے تھی اور ان میں سے بعض نے کہا ہے بے شک نون رحمٰن کے حروف میں سے آخری ہے۔

اور یہی عکرمہ کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور حسن، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ نے فرمایا ہے نون دوات ہے اور کہا گیا ہے یہ قسم ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے قسم اُٹھائی ہے اور کہا گیا ہے سورۃ کی ابتداء ہے اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے نام ناصر اور نور کا شروع ہے اور محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی مدد کرنے کی قسم کھائی ہے۔

"والقلم" جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ذکر کو لکھا اور یہ نور کا قلم ہے اس کا طول آسمانوں و زمین کے درمیان جتنا ہے اور کہا جاتا ہے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے وہ قلم ہے اور اس کی طرف دیکھا تو دو حصے ہوگئے۔ پھر فرمایا تو لکھ اس کو جو قیامت تک ہونے والا ہے تو اس نے لوح محفوظ پر اس کو لکھ دیا۔ "وما یسطرون" لکھتے ہیں یعنی نگرانی کرنے والے فرشتے جو بنی آدم کے اعمال لکھتے ہیں۔

❷ "ما انت بنعمة" نبوت کی۔ "ربک بمجنون" یہ ان کے قول "یا یھا الذی نزل علیه الذکر انک لمجنون" کا جواب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نون اور قلم کی قسم کھائی ہے اور جو اعمال لکھے جاتے ہیں۔ پس فرمایا "ما انت بنعمة ربک" تیرے رب کی نبوت کے ساتھ۔ "بمجنون" یہ جواب قسم ہے۔ یعنی بے شک آپ مجنون نہیں ہوسکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر نبوت و حکمت کا انعام کیا ہے اور کہا گیا ہے آپ کے رب کی عصمت کی وجہ سے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ اس طرح ہے جو کہا جاتا ہے "ما

انت بمجنون والحمدللّٰہ“ اور کہا گیا ہے اس کا معنی ”ما انت بمجنون“ آپ علیہ السلام مجنون نہیں ہیں اور نعمت آپ کے رب کے لیے ہے۔ جیسے ان کا قول ”سبحانک اللّٰھم وبحمدک“ یعنی ”والحمدلک“ حمد تیرے لیے۔

③ ”وان لک لاجرا غیر ممنون“ یعنی کم نہ ہوگا اور نہ ختم ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکی افتراء پردازی پر صبر کی وجہ سے۔

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ کی تفسیر

④ ”وانک لعلی خلق عظیم“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں عظیم دین پر ہیں نہ اس سے زیادہ کوئی دین مجھے محبوب ہے اور نہ میرے ہاں پسندیدہ ہے اور وہ دین اسلام ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ قرآن کے آداب ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ کے اوامر کو بجالاتے تھے اور اللہ کی نہی سے رُکتے تھے اور معنی یہ ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان اخلاق پر ہیں جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حکم دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق کے متعلق احادیث مبارکہ

اور کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے اخلاق کو عظیم قرار دیا ہے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تادیب پر عمل کیا جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قول ”خذالعفو“ میں دی۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا ہے اور اچھے افعال کے مکمل کرنے کے لیے۔

براءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ حسین چہرے والے اور سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے، بہت زیادہ اور چھوٹے قد کے بھی نہ تھے۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی اُف نہیں کہا اور نہ کسی کام کے کرنے پر مجھے یہ کہا کہ تو نے یہ کیوں کیا ہے اور نہ کسی چیز کی وجہ سے جس کو میں نے چھوڑ دیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ اچھے تھے اور میں نے کبھی کسی ریشم اور کسی اور چیز کو نہیں چھوا جو آپ علیہ السلام کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور نہ میں نے کستوری اور کوئی خوشبو ایسی سونگھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے زیادہ خوشبودار ہو۔

عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحش گو اور بدکلامی کرنے والے نہ تھے اور آپ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے بہترین لوگ تم میں سے اچھے اخلاق والے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستے میں آئی اور کہا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے آپ علیہ السلام سے ایک کام ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا اے فلاں کی ماں! تو مدینہ کی گلیوں میں سے جس میں جا بیٹھ میں تیرے ساتھ بیٹھ جاؤں گا۔ راوی کہتے ہیں اس نے ایسا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس بیٹھ گئے حتیٰ کہ اس کی جو ضرورت تھی وہ پوری کی۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر اہل مدینہ کی لونڈیوں میں سے کوئی لونڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو پکڑ کر جہاں چاہتی آپ علیہ السلام کے ساتھ چلتی۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مرد کو مصافحہ کرتے تو اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہ کھینچتے جب تک وہ خود اپنا ہاتھ نہ کھینچ لے اور اپنے چہرے کو اس کے چہرے سے نہ پھیرتے حتیٰ کہ وہ خود اپنے چہرے کو پھیر لے اور آپ علیہ السلام کو کبھی کسی سامنے بیٹھے ہوئے شخص کی طرف ٹانگیں پھیلائے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کسی چیز کو نہیں مارا مگر یہ کہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور نہ کسی خادم کو مارا اور نہ کسی بیوی کو۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ علیہ السلام پر نجرانی چادر تھی موٹے کنارے والی تو آپ علیہ السلام کو ایک بدو ملا، اس نے آپ علیہ السلام کی چادر پکڑ کر زور سے کھینچی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدو کے سینے کی طرف لوٹ گئے حتیٰ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کی جانب دیکھا کہ اس پر چادر کے کنارے نشان ڈال چکے ہیں اس کے سختی سے کھینچنے کی وجہ سے۔ پھر اس نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لیے اس مال میں سے حکم کریں جو آپ علیہ السلام کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے پھر ہنسے اور اس کے لیے عطاء کا حکم دیا۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ سب سے وزنی چیز جو مؤمن کے میزان میں رکھی جائے گی قیامت کے دن وہ اچھے اخلاق ہیں اور اللہ تعالیٰ فحش گو، بیہودہ بات کرنے والے کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کیا تم جانتے ہو سب سے زیادہ کون سی چیز ہے جو لوگوں کو جہنم میں داخل کرے گی؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) زیادہ جانتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا سب سے زیادہ لوگوں کو جہنم میں دو جوف (سوراخ) داخل کریں گے شرمگاہ اور منہ۔ کیا تم جانتے ہو لوگوں کو سب سے زیادہ کیا چیز جنت میں داخل کرے گی؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) زیادہ جانتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا بے شک سب سے زیادہ جو چیز لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی وہ اللہ سے ڈرنا اور اچھے اخلاق ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بے شک مؤمن اپنے اچھے اخلاق کے ذریعے رات کو قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کے درجہ کو پا لیتا ہے۔

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ⑤ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ⑥ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ⑦ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ⑧ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ⑨ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ⑩

ترجمہ: سوان کے خلاف کا غم نہ کیجئے کیونکہ عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کس کو جنون تھا آپ کا پروردگار اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ راہ راست پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے تو آپ ان تکذیب کرنے والوں کا کہنا نہ مانئے (جیسا اب تک بھی نہیں مانا) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے مذہبی کام یعنی تبلیغ میں ڈھیلے ہو جائیں (تو یہ) لوگ بھی ڈھیلے ہو جائیں اور آپ (بالخصوص) کسی ایسی شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا ہے۔

تفسیر ⑤ "فستبصر ويبصرون" پس عنقریب اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ دیکھ لیں گے اور وہ یعنی اہل مکہ بھی دیکھ لیں گے جب ان پر عذاب اُترے گا۔

⑥ "بايكم المفتون" کہا گیا ہے اس کا معنی تم میں سے کون مجنون ہے۔ پس مفتون مفعول کے وزن پر مصدر کے معنی میں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے مابفلان مجلود معقول یعنی سمجھ و عقل نہیں ہے اور یہ ضحاک رحمہ اللہ کے قول کا معنی ہے اور عوفی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور کہا گیا ہے کہ باء فی کے معنی میں ہے اس کا مجاز "فستبصر ويبصرون" کہ دونوں فریقوں میں سے کون مجنون ہے آپ علیہ السلام کے فریق میں یا ان کے فریق میں اور کہا گیا ہے "بايكم المفتون" اور وہ شیطان ہے جنون کے ذریعے فتنہ میں ڈالتا ہے اور یہ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے اور دیگر حضرات نے کہا ہے باء اس میں زائد ہے اس کا معنی "ايكم المفتون؟" یعنی وہ جنون جس کو مجنون کے ذریعے آزمایا گیا ہے اور یہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

⑦ "ان ربّک هو اعلم بمن ضلّ عن سبيله وهو اعلم بالمهتدين."

⑧ فلا تطع المكذبين" یعنی مشرکین مکہ کو کیونکہ وہ آپ علیہ السلام کو اپنے آباء واجداد کے دین کی طرف بلاتے تھے تو آپ علیہ السلام کو ان کی اطاعت کرنے سے روک دیا ہے۔

⑨ "ودّوا لو تدهن فيدهنون" ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر آپ علیہ السلام کافر ہو جائیں (نعوذ باللہ) تو وہ بھی کافر ہو جائیں اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر آپ علیہ السلام ان کے لیے نرم ہو جائیں تو وہ آپ علیہ السلام کے لیے نرم ہو جائیں۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر آپ ان سے اپنے دین میں نرمی کریں تو وہ اپنے دین میں نرمی کریں گے۔ زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر آپ "لو تنافق و ترائی فينافقون" ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہوں نے ارادہ کیا کہ کچھ عرصہ آپ علیہ السلام ان کے معبودوں کی عبادت کریں اور وہ کچھ عرصہ اللہ کی عبادت کریں۔

⑩ "ولا تطع کل حلاف" کثرت سے جھوٹی قسمیں اُٹھانے والا۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ولید بن مغیرہ۔ اور کہا گیا ہے اسود بن عبد یغوث اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخنس بن شریق "مھین" کمزور حقیر۔ کہا گیا ہے وہ فعیل کا وزن ہے "مھانۃ" سے اور وہ کم رائے اور کم تمیز والا ہونا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں بڑا جھوٹا۔ اور یہ پہلے کے قریب ہے اس لیے کہ انسان اپنے آپ کو ذلیل کرنے کے لیے جھوٹ بولتا ہے۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ⑪ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيمٍ ⑫ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ ⑬ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ ⑭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ⑮

ترجمہ: بے وقت طعنہ دینے والا ہو چغلیاں لگاتا پھرتا ہو نیک کام سے روکنے والا ہو حد (اعتدال) سے گزرنے والا ہو سخت مزاج ہو (اور) ان (سب) کے علاوہ حرامزادہ (بھی) ہو اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد والا ہو جب ہماری آیتیں اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آئی ہیں۔

تفسیر ⑪ "ھمّاز" غیبت کرنے والا لوگوں کے گوشت عیب نکالنے اور غیبت کرنے کے ذریعے کھاتا ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ وہ شخص جو اپنے بھائی کے بارے میں مجلس میں آنکھ سے اشارے کرتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "ھمزہ" ہے۔ "مشاء بنمیم" چغل خور لوگوں کے درمیان چغلیاں لگاتا پھرتا ہے تاکہ ان کے درمیان فساد ڈال دے۔

⑫ "مناع للخیر" مال پر بخیل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مناع للخیر یعنی اسلام سے اپنی اولاد اور خاندان کو روکتا ہے۔ کہتا ہے اگر تم میں سے کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو گیا تو میں اس کو کسی چیز کا نفع نہ دوں گا کبھی بھی۔ "معتد" بڑا ظالم حق سے تجاوز کرنے والا۔ "اثیم" فاجر۔

عتل کی مختلف تفاسیر

⑬ "عُتل" العتل سخت مزاج ظالم۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں فحش گو بداخلاق۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ باطل میں سخت جھگڑنے والا۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنے کفر میں سخت اور ہر سخت چیز عرب کے نزدیک عتل ہے اور اس کی اصل العتل سے ہے وہ سختی کے ساتھ دفع کرنا۔ عبید بن عمیر کہتے ہیں العتل بہت زیادہ کھانے پینے والا سخت طاقتور میزان میں ایک جو کے برابر وزن نہ رکھے گا۔ فرشتہ ان لوگوں میں سے ستر ہزار کو ایک دھکے سے جہنم میں ڈال دے گا۔

"بعد ذلک" اس کے ساتھ یعنی جو ہم نے بیان کیا اس کے ساتھ۔ "زنیم" اور وہ نسب میں شبہ کی وجہ سے کسی قوم کے ساتھ نسب ملایا گیا ہو۔ حالانکہ ان میں سے نہ ہو۔

زنیم کی تفاسیر

عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا ہے مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ قریش میں اس کا نسب ملایا گیا ہے حالانکہ ان میں سے نہیں۔ مرہ ہمدانی فرماتے ہیں اس کے باپ نے اٹھارہ سال بعد اس کے نسب کا دعویٰ کیا اور کہا گیا ہے "زنیم" وہ شخص جس کے حلق کے نیچے گوشت لٹکا ہوا ہو، بکری کے گوشت کی طرح۔

عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں اس شخص کی صفت بیان کی گئی ہے جس کو پہچانا نہ جاتا ہو حتیٰ کہ جب یوں کہا جائے وہ زنیم ہے تو وہ پہچانا جائے اور اس کی گردن میں گوشت لٹکا ہوا تھا جس کے ذریعے وہ پہچانا جاتا تھا۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ شر کے ذریعے پہچانا جائے جیسے بکری اپنی گردن کے لٹکے ہوئے گوشت کے ذریعے پہچانی جاتی ہے۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے اتنے اوصاف وعیوب ذکر کیے ہوں جتنے ولید بن مغیرہ کے عیوب ذکر کیے ہیں۔

پس اس کے ساتھ ایسی عار لاحق کردی ہے جو اس سے دُنیا اور آخرت میں جدا نہ ہوگی۔ حارث بن وہب خزاعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں اہل جنت کی خبر نہ دوں ہر ضعیف جس کو ضعیف سمجھا جائے۔ اگر اللہ پر قسم اُٹھالے تو اس کی قسم کو پورا کردے، کیا میں تمہیں جہنم والوں کی خبر نہ دوں ہر سرکش، اُجڈ، متکبر شخص ہے۔

⑭ "ان کان ذا مال و بنین" ابوجعفر، ابن عامر، حمزہ، ابوبکر اور یعقوب رحمہم اللہ نے "أأن" استفہام کے ساتھ پڑھا ہے۔ پھر حمزہ اور ابوبکر رحمہما اللہ نے دو ہمزوں کو تخفیف دی ہے بغیر مد کے اور پہلے ہمزہ کو مد دی ہے ابوجعفر، ابن عامر اور یعقوب رحمہم اللہ نے اور دوسرے کو لین کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے بغیر استفہام کے خبر کی بناء پر پڑھا ہے۔ پس جس نے استفہام کے ساتھ پڑھا ہے اس کا معنی کیا اب ہے مال اور اولا د والا۔

⑮ "اذا تتلٰی علیه آیاتنا قال اساطیر الاوّلین" یعنی اس نے ان نعمتوں کی جزاء جو اس کی بیٹوں اور مال کی صورت میں دی گئی ہیں ہماری آیات کے انکار کو بنایا ہے اور کہا گیا ہے اس کا معنی کیا اب ہے مال اور ایسی اولا د والا جو اس کی فرمانبرداری کرے اور جس نے اس کو خبر پر پڑھا ہے تو اس کا معنی ہر قسمیں اُٹھانے والے جھوٹے کی اطاعت نہ کریں اس لیے کہ وہ مال اور بیٹوں والا ہے۔ یعنی وہ اپنے مال و بیٹوں کی وجہ سے اللہ کی اطاعت نہیں کرتا۔ "اذا تتلٰی علیه آیاتنا قال اساطیر الاوّلین"

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ⑯ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ⑰ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ⑱ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ⑲ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ⑳

ترجمہ: ہم عنقریب ان کی ناک پر داغ لگادیں گے ہم نے ان کی آزمائش کر رکھی ہے جیسا ہم نے (ان سے پہلے) ایک باغ والوں کی آزمائش کی تھی جبکہ ان لوگوں نے (یعنی اکثر یا بعض نے) قسم کھائی کہ اس (باغ) کا پھل ضرور صبح چل کر

توڑلیں گے اور (ایسا وثوق ہو کہ) انہوں نے ان شاء اللہ ہی نہیں کہا سو اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے ایک پھرنے والا عذاب پھر گیا اور وہ سور ہے تھے پھر صبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا جیسا کٹا ہوا کھیت کہ خالی زمین رہ جاتی ہے)

تفسیر ⑯ پھر اس کو وعید سناتے ہوئے فرمایا "**سنسمه علی الخرطوم**" اور خرطوم ناک ہے۔ ابوالعالیہ اور مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی ہم اس کے چہرے کو سیاہ کردیں گے۔ پس ہم اس کے لیے آخرت میں علامت بنادیں گے جس کے ذریعے پہچانا جائے گا وہ چہرے کا سیاہ ہونا ہے۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں ناک کو علامت کے ساتھ خاص کیا ہے حالانکہ وہ سیاہی پورے چہرے پر چھائی ہوئی ہوگی۔ اس لیے کہ بعض کو کل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں عنقریب ہم تلوار کے ذریعے اس کا کام تمام کردیں گے اور یہ بدر کے دن کہا گیا۔

اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں عنقریب ہم اس کے ساتھ ایسی چیز لاحق کریں کے جو اس سے جدا نہ ہوگی۔ قتیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عرب کسی شخص کو کہتے ہیں "**سبّ الرجل سبة قبيحة قد وسمه ميسم سوء**" مراد یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ ایسی عار ملائی گئی ہے جو اس سے جدا نہ ہوگی۔ جیسا کہ علامت نہ مٹتی ہے اور نہ اس کا اثر جاتا ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عیب ذکر کرکے اس کے ساتھ ایسی عار لاحق کردی ہے جو اس سے دُنیا اور آخرت میں جدا نہ ہوگی۔ جیسے ناک پر علامت لگانا اور ضحاک اور کسائی رحمہما اللہ فرماتے ہیں عنقریب ہم اس کے چہرے پر داغ دیں گے۔

⑰ "**انّا بلوناهم**" یعنی ہم نے اہل مکہ کا قحط اور بھوک کے ذریعے امتحان لیا۔ "**کما بلونا**" ہم نے آزمائش۔ "**اصحاب الجنّة**" ابوصالح نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "**انا بلوناهم کما بلونا اصحاب الجنّة**" کے بارے میں۔

فرماتے ہیں یمن میں ایک باغ تھا جس کو ضروان کہا جاتا تھا صنعاء سے دو فرسخ پہلے اس کو اہل طریق روندتے تھے۔ اس کو اہل صلاۃ کی ایک قوم نے لگایا تھا یہ ایک شخص کا تھا جو مر گیا تو اس کے تین بیٹے وارث بنے اور جب اس کو ٹھنڈی ہوا لگتی اور جو چیز جدا ہوتی جس کو درانتی کاٹتی ہے جب وہ درختوں کے اوپر سے نیچے بچھونوں پر گرتی تو وہ مساکین کے لیے ہوتی اور جب کھیتی کاٹتے اور جس چیز کو درانتی کاٹنے سے چھوڑ دیتی وہ بھی مساکین کے لیے ہوتی اور جب دانہ نکالتے جو چیز نیچے گر جاتی وہ بھی مساکین کے لیے ہوتی۔ پھر جب باپ مرگیا اور یہ تین بھائی باپ سے وارث بنے تو کہنے لگے اللہ کی قسم! مال تھوڑا ہے اور عیال زیادہ ہیں اور یہ کام تو تب کیا جاتا ہے جب مال زیادہ اور عیال تھوڑے ہوں۔

بہرحال جب مال تھوڑا ہے اور عیال زیادہ ہیں تو ہم یہ کام کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو ایک دن انہوں نے آپس میں قسمیں کھائیں کہ وہ صبح کو لوگوں کے نکلنے سے پہلے جائیں گے اور وہ اپنی کھجوریں کاٹ لیں گے اور انہوں نے استثناء نہ کیا یعنی ان شاء اللہ نہ کہا تو وہ لوگ رات کی تاریکی میں اپنے باغ کی طرف گئے تاکہ مساکین کے نکلنے سے پہلے اس کو کاٹ لیں تو اس کو بالکل سیاہ دیکھا۔ تحقیق اُس پر رات کو عذاب کا ایک حصہ چکر لگا گیا تھا پس اس کو جلا دیا۔ پس وہ اس زمین کی طرف ہوگئی جس کی

کھیتی کٹ گئی ہو۔ پس یہ مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قول "اذ قسموا" انہوں نے قسمیں کھائیں۔ "لیصرمنها مصبحین" ضرور اس کے پھل کاٹیں گے جب صبح ہوگی مساکین کو معلوم ہونے سے پہلے۔

⑱ "ولا یستثنون" انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا۔

⑲ "فطاف علیها طائف" عذاب۔ "من ربک" رات کو اور طائف رات کو ہی ہوتا ہے اور یہ طائف آگ تھی جو آسمان سے اُتری اور باغ کو جلا دیا۔ "وهم نائمون"

⑳ "فاصبحت کالصریم" تاریک سیاہ رات کی طرح اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی اس سے خیر ختم کر دی گئی تھی۔ پس اس میں کچھ نہ تھا اور اخفش رحمہ اللہ فرماتے ہیں رات سے صبح صریم کی طرح اور صریم کی اصل مصروم کٹی ہوئی ہے جیسے قتیل اور مقتول اور ہر چیز جو کاٹی گئی ہو وہ صریم ہے۔ پس رات صریم ہے اور صبح صریم ہے اس لیے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے صاحب سے کٹی ہوئی جدا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں سیاہ راکھ کی طرح خزیمہ کی لغت کے مطابق۔

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ㉑ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَارِمِيْنَ ㉒ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ㉓ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ㉔ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ㉕ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ㉖ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ㉗ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ㉘ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ㉙ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ㉚ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ㉛

ترجمہ: سو صبح کے وقت (سو کر جو اٹھے تو) ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو اگر تم کو پھل توڑنا ہے پھر وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے چلے کہ آج تم تک کوئی محتاج نہ آنے پائے اور (بزعم خود) اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے پھر جب (وہاں پہنچے اور) اس باغ کو (اس حالت میں) دیکھا تو کہنے لگے کہ بیشک ہم رستہ بھول گئے بلکہ (جگہ تو وہی ہے) لیکن ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی (کہ باغ کا یہ حال ہوگیا) ان میں جو (کسی قدر) اچھا آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ کیوں میں نے تم کو کہا نہ تھا اب (توبا در ہوا) تسبیح کیوں نہیں کرتے سب (توبہ) کے طور پر کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار پاک ہے بے شک ہم قصوروار ہیں (یہ استغفار ہے) پھر ایک دوسرے کو مخاطب بنا کر باہم الزام دینے لگے (پھر سب متفق ہو کر) کہنے لگے بیشک ہم حد سے نکلنے والے تھے (سب مل کر توبہ کرلو)۔

تفسیر ㉑ "فتنادوا مصبحین" جب صبح ہوئی تو ایک دوسرے کو آوازیں دیں۔

㉒ "ان اغدوا علی حرثکم" یعنی پھل، کھیتیاں اور انگور۔ "ان کنتم صارفین" پھلوں کو کاٹنے والے ہو۔

㉓ "فانطلقوا" وہ اس کی طرف چلے۔ "وهم یتخافتون" سرگوشیاں کر رہے تھے آپس میں۔

(㉔ ـ ㉕)......"ان لا یدخلنها الیوم علیها مسکین، وغدوا علی حرد" حرد لغت میں قصد کرنا، منع کرنا اور

غضب کرنا کے معنی میں آتا ہے۔ حسن اور قتادہ اور ابوالعالیہ رحمہم اللہ نے کہا ہے جد و جہد پر۔ قرظی، مجاہد اور عکرمہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں اتفاقی امر پر جس کو انہوں نے آپس میں طے کیا تھا اور یہ قصد کے معنی کی بناء پر ہے اس لیے کہ کسی چیز کا ارادہ کرنے والا کوشش کرنے والا اور کام کا پختہ ارادہ رکھنے والا ہوتا ہے۔ ابوعبیدہ اور قتیبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ صبح کو گھروں سے نکلے مساکین کو محروم کرنے کے لیے، کہا جاتا ہے "حاردت السنة" جب اس کے لیے بارش نہ ہو اور "حاردت الناقة" جب اس کا دودھ نہ ہو اور شعبی اور سفیان رحمہما اللہ فرماتے ہیں مساکین سے غصہ اور گھٹن کی بناء پر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے قدرت پر۔ "قادرین" ان کے نزدیک اپنے باغ اور اس کے پھلوں پر ان کے درمیان اور پانچ کے درمیان کوئی رُکاوٹ نہیں ہے۔

۲۶ "فلما رأوها قالوا انا لضالّون" یعنی جب انہوں نے باغ کو جلا ہوا دیکھا تو کہنے لگے ہم تو باغ کا راستہ بھول گئے ہیں یہ ہمارا باغ نہیں ہے۔

۲۷ تو ان میں سے بعض نے کہا "بل نحن محرومون" ہم اس کی خیر اور نفع سے محروم کیے گئے ہیں، ہمارے مساکین کو نہ دینے کی وجہ سے اور استثناء چھوڑنے کی وجہ سے۔

۲۸ "قال اوسطهم" ان میں سے انصاف پسند اور زیادہ سمجھدار اور افضل نے۔ "الم اقل لکم لولا تسبحون" کیوں نہیں استثناء کیا تم نے ان پر ان کے قول "لیصرمنها مصبحین" میں استثناء چھوڑنے پر انکار کیا ہے اور استثناء کا نام تسبیح رکھا ہے اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے اور اس بات کا اقرار ہے کوئی کسی چیز پر اس کی مشیت کے بغیر قادر نہیں ہوسکتا اور ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کا استثناء سبحان اللہ تھا اور کہا گیا ہے کیوں نہیں تم اللہ کی تسبیح کرتے اور سبحان اللہ کہتے اور جو تم کو دیا ہے اس پر شکر کرتے اور کہا گیا ہے تم اپنے فعل سے استغفار کیوں نہیں کرتے۔

۲۹ "قالوا سبحان ربنا" اس کی پاکی بیان کی۔ اس لیے کہ وہ اپنے فعل میں ظالم ہو اور اپنے اوپر ظلم کا اقرار کرتے ہوئے کہا "انا کنا ظالمین" ہمارے مساکین کو منع کرنے کی وجہ سے۔

۳۰ "فاقبل بعضهم علی بعض یتلاومون" ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ مساکین کو ان کے حقوق سے منع کرنے میں اور اپنے اوپر ہلاکت کی آوازیں لگائیں۔

۳۱ "قالوا یاویلنا انا کنا طاغین" فقراء کے حق کو روکنے میں۔ ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم نے اللہ کی نعمتوں سے سرکشی کی۔ پس ہم نے ان کا شکر نہیں کیا اور ہم نے وہ نہیں کیا جو ہمارے آباء اس سے پہلے کرتے تھے۔

عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۳۲ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۳۳ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۳۴ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۳۵ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۳۶ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۳۷

اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ㊳ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ㊴ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ㊵ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ㊶ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ㊷

ترجمہ: شاید (توبہ کی برکت سے) ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ بدلہ میں دے دے (اب) ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں اس طرح عذاب ہوا کرتا ہے اور آخرت کا عذاب اس (دنیوی عذاب) سے بھی بڑھ کر ہے کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ (اس بات کو) جان لیتے (تا کہ ایمان لے آتے بیشک پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے نزدیک آسائش کی جنتیں ہیں کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کردیں گے تم کو کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو کیا تمہارے پاس کوئی (آسمانی) کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو کہ اس میں تمہارے لئے وہ چیز (لکھی) ہے جس کو تم پسند کرتے ہو کیا ہمارے ذمہ کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں اور قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی ہوں (جن کا مضمون یہ ہو) کہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم فیصلہ کر رہے ہو (یعنی ثواب و جنت) ان سے پوچھئے کہ ان میں اس کا کون ذمہ دار ہے کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک (خدائی) ہیں ان کو چاہئے کہ یہ اپنے ان شریکوں کو پیش کریں اگر یہ سچے ہیں وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے) جس دن کہ ساق کی تجلی فرمائی جائے گی اور سجدہ کی طرف لوگوں کو بلایا جاوے گا سو یہ (کافر) لوگ سجدہ نہ کرسکیں گے۔

تفسیر ㉜ پھر اپنے دل میں کہنے لگے "عسٰی ربنا ان یبدلنا خیرا منها انا الی ربنا راغبون" عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان لوگوں نے اخلاص دکھایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی سچائی کو پہچان لیا تو ان کو اس باغ کے بدلہ میں ایک اور باغ دیا جس کو حیوان کہا جاتا تھا۔ اس میں انگور کا درخت تھا اس کا ایک گچھا ایک خچر اُٹھاتا تھا۔

㉝ "کذلک العذاب" یعنی جیسے ہم نے ان کے ساتھ کیا ہم اسی طرح ان کے ساتھ کرتے ہیں جو ہماری حدود سے تجاوز کرے اور ہمارے حکم کی مخالفت کرے۔ "ولعذاب الآخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون"

㉞ پھر خبر دی اس کی جو اللہ تعالیٰ کے پاس متقین کے لیے ہے۔ "ان للمتقین عند ربهم جنات النعیم" پس مشرکین نے کہا تھا ہم آخرت میں اس سے افضل دیئے جائیں گے جو تم دیئے جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا:

㉟ "افنجعل المسلمین کالمجرمین.

㊱ مالکم کیف تحکمون

㊲ ام لکم کتاب" جو اللہ کی طرف سے اُتری ہو۔ "فیه" اس کتاب میں "تدرسون" تم پڑھتے ہو۔

㊳ "ان لکم فیه" اس کتاب میں۔ "لما تخیّرون" تم اختیار کرتے ہو اور چاہتے ہو۔

㊴ "ام لکم ایمان" معاہدے و میثاق ہیں۔ "علینا بالغة" پختہ جو تم نے ہم سے کیے ہیں۔ پس تم نے ان کو ہم سے پختہ کرلیا ہے کہ وہ نہ ٹوٹیں گے۔ "الی یوم القیامة ان لکم"......"ان" کو کسرہ دیا گیا ہے خبر میں لام داخل ہونے کی وجہ سے "ذلک العهد"...... "لما تحکمون" اپنے لیے خیر اور عند اللہ اعزاز کا۔

㊵ پھر اپنے نبی علیہ السلام کو کہا "سلهم ایهم بذلک زعیم" کفیل ہے یعنی کون ان کو ضمانت دے رہا ہے کہ ان کے لیے آخرت میں وہ کچھ ہوگا جو مسلمانوں کے لیے ہے۔

㊶ "ام لهم شرکآء" یعنی ان کے پاس اللہ کے شریک ایسے رب ہیں جو یہ کریں گے اور کہا گیا ہے گواہ جو ان کے لیے گواہی دیں جو ان کے دعویٰ کی تصدیق کریں۔ "فلیأتوا بشر کائهم ان کانوا صادقین"

آیت یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ کی تفسیر

㊷ "یوم یکشف عن ساق" کہا گیا ہے کہ یوم ظرف ہے اللہ تعالیٰ کے قول "فلیأتوا بشر کائهم" کا۔ یعنی پھر ان کو اس دن میں لائیں تا کہ ان کو نفع دیں اور ان کی سفارش کریں۔ "یوم یکشف عن ساق" کہا گیا ہے عن ساق، کہا گیا ہے ایسے امر سے جو سخت ہولناک ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ قیامت کی سخت ترین گھڑی ہوگی۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "یوم یکشف عن ساق" معاملہ کی سختی سے۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عرب کہتے ہیں ایسے آدمی کے لیے جو کسی بڑے کام میں واقع ہو گیا ہو جس میں بڑی سخت کوشش اور جان توڑ محنت کی ضرورت ہو۔ "شمرّ عن ساقه" اور جب لڑائی میں سخت وقت آ جائے تو کہا جاتا ہے "کشفت الحرب عن ساق" حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چند لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں کیا تمہیں چاشت کے وقت صاف دن میں جس میں کوئی بادل نہ ہو سورج کے دیکھنے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ اور کیا تمہیں چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے۔ ایسی صاف رات میں جس میں بادل نہ ہوں، انہوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تمہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیکھنے میں کوئی تکلیف نہ ہوگی جیسا کہ تمہیں ان دونوں میں سے ایک کے دیکھنے میں نہیں ہوتی۔

جب قیامت کا دن ہوگا تو آواز لگانے والا آواز لگائے گا کہ ہر اُمت جس کی عبادت کرتی تھی اس کے پیچھے جائے۔ پس اللہ کے علاوہ بتوں اور انصاب کی عبادت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے مگر سب کے سب جہنم میں جا گریں گے حتیٰ کہ جب صرف اللہ کی عبادت کرنے والے باقی رہ جائیں نیک و گناہ گار اور اہل کتاب کے علاوہ تو یہود کو پکارا جائے گا، پھر ان کو کہا جائے گا تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہم عزیر اللہ کے بیٹے کی عبادت کرتے تھے تو کہا جائے گا تم نے جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ نے کوئی بیوی اور اولاد نہیں بنائی۔ پس تم کیا تلاش کرتے ہو؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم پیاسے ہیں تو آپ ہمیں پلائیں تو

ان کی طرف اشارہ کیا جائے گا کیا تم وارد نہیں ہوتے تو وہ جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے۔ گویا کہ وہ سراب ہے اور اس کا بعض بعض کو کوٹ رہا ہے۔ پس وہ آگ میں گرائے جائیں گے۔ پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا تو ان کو کہا جائے گا تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم اللہ کے بیٹے مسیح علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے تو ان کو کہا جائے گا تم نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ نے کوئی بیوی اور اولاد نہیں بنائی تو ان کو کہا جائے گا تم کیا تلاش کرتے ہو؟ وہ کہیں گے ہم پیاسے ہیں اے ہمارے رب! تو ہمیں پلا دے تو ان کی طرف اشارہ کیا جائے گا کیا تم وارد نہیں ہوتے۔ پھر وہ جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے گویا کہ وہ سراب ہے اس کا بعض بعض کو کوٹ رہا ہے۔ پس وہ جہنم میں گرائے جائیں گے حتیٰ کہ جب صرف وہ لوگ باقی رہ جائیں جو صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے نیک و فاجر تو رب العالمین ان کے پاس آئیں گے اس ادنیٰ صورت میں اس میں سے جس میں انہوں نے اس کو دیکھا ہوگا۔ فرمائیں گے تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ ہر اُمت نے اس کی اتباع کی جس کی اس نے عبادت کی تو وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم لوگوں سے دُنیا میں جدا رہے حالانکہ ہم ان کے بہت ضرورت مند تھے لیکن ہم نے ان کی مصاحبت اختیار نہیں کی۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تمہارا رب ہوں۔ پس وہ لوگ کہیں گے ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں تجھ سے، ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے، دو مرتبہ یا تین مرتبہ کہیں گے حتیٰ کہ ان میں سے بعض پلٹنے کے قریب ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تمہارے درمیان اور اس کے درمیان کوئی نشانی ہے جس کے ذریعے تم اس کو پہچان لو؟ وہ کہیں گے جی ہاں پس اللہ تعالیٰ ساق سے کھول دیں گے۔ پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی طرف سے سجدہ کرتے تھے ان سب کو اللہ تعالیٰ سجدہ کی اجازت دے دیں گے۔ پس جو لوگ نفاق اور ریاء کی وجہ سے سجدہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی پیٹھ کو ایک طبق کر دیں گے، جب بھی سجدہ کا ارادہ کریں گے اپنی گدی کے بل گر پڑیں گے۔ پھر وہ اپنے سر اُٹھائیں گے اور تحقیق اللہ تعالیٰ اس صورت میں منتقل ہو چکے ہوں گے جس میں انہوں نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ تو فرمائیں گے میں تمہارا رب ہوں۔ پس وہ لوگ کہیں گے آپ ہمارے رب ہیں، پھر جہنم پر جسر لگایا جائے گا اور شفاعت حلال ہو جائے گی اور وہ کہیں گے اے اللہ! تو سلامتی دے تو سلامتی دے۔ کہا گیا یا رسول اللہ! اور جسر کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا پھسلنے کی جگہ ہے اس میں ٹیڑھے لوہے کے کڑے اور کانٹے دار پودے جو نجد میں ہوتے ہیں۔ ان میں چھوٹے کانٹے ہوں گے اس کو سعدان کہا جاتا ہے۔ پس مؤمن آنکھ جھپکنے کی طرح گزریں گے اور بجلی کی طرح اور ہوا کی طرح اور پرندے کی طرح اور عمدہ گھوڑوں کی طرح اور اونٹوں کی طرح۔ پس نجات پانے والا محفوظ اور زخمی ہونے والا چھوڑا گیا ہے اور مکردس جہنم کی آگ میں ہوگا۔ حتیٰ کہ جب مؤمنین آگ سے نجات پا جائیں گے پس قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میرا نفس ہے تم میں سے کوئی شخص اپنے حق کی وصولی میں اللہ کی قسم کھانے میں سخت نہیں ہے جتنا قیامت کے دن مؤمنین اپنے ان بھائیوں کے لیے ہوں گے جو آگ میں ہیں وہ کہیں گے اے ہمارے رب! وہ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے اور نمازیں پڑھتے تھے اور حج کرتے تھے تو ان کو کہا جائے گا جن کو تم پہچانتے ہو ان کو باہر نکال لو۔ پس ان کی صورتوں کو آگ پر حرام کر دیا جائے گا تو وہ بہت زیادہ مخلوق کو نکالیں گے۔ تحقیق آگ

ان کی آدھی پنڈلی تک پہنچی ہوگی اور ان کے دونوں گھٹنوں تک۔ پھر وہ کہیں گے اے ہمارے رب! اس میں ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا جن کے بارے میں آپ نے ہمیں حکم دیا تھا۔ پس وہ کہیں گے تم لوٹو پس جس کے دل میں تم دینار کے برابر خیر پاؤ تو اس کو نکال لو۔

تو وہ بہت زیادہ مخلوق کو نکالیں گے۔ پھر کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اس میں ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا جن کا آپ نے ہمیں حکم دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم لوٹو پس جس کے دل میں تم آدھے دینار کے برابر خیر پاؤ تو اس کو نکال لاؤ۔ پھر وہ بہت زیادہ مخلوق کو نکالیں گے، پھر کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا، جن کا آپ نے ہمیں حکم دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کہیں گے تم لوٹ جاؤ پس جس کے دل میں تم ایک ذرہ کے برابر بھی خیر پاؤ تو اس کو نکال دو تو وہ خلق کثیر کو نکالیں گے۔ پھر کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے ان میں کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑا جن کے بارے میں آپ نے ہمیں حکم دیا تھا۔

اللہ رب العزت سب کی سفارش کے بعد مٹھی بھر کر دوزخ سے نکالیں گے

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر تم میری اس حدیث میں تصدیق نہیں کرتے تو اگر چاہو تو پڑھو "ان اللہ لایظلم مثقال ذرّة و ان تک حسنة یضاعفها ویؤت من لدنه اجرا عظیما" پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے فرشتوں نے سفارش کر لی اور انبیاء علیہم السلام نے سفارش کر لی اور مؤمنین نے سفارش کر لی۔ اب صرف "ارحم الرّاحمین" باقی رہ گئے تو اللہ تعالیٰ آگ سے ایک مٹھی بھریں گے اور ایسی قوم کو جہنم سے نکالیں گے جنہوں نے کبھی کوئی خیر کا کام نہیں کیا ہوگا، تحقیق وہ کوئلے بن چکے ہوں گے، پھر ان کو جنت کی ایک نہر میں ڈالیں گے جس کو نہر الحیات کہا جاتا ہے پھر وہ ایسے نکلیں گے جیسے دانہ سیلاب کے کوڑے کرکٹ میں نکلتا ہے۔ کیا تم اس کو نہیں دیکھتے کہ پتھروں کی طرف وہ ہوتا ہے اور جو سورج کی طرف ہو زرد و سبز رنگ کا ہوتا ہے اور جو ان میں سے سایہ کی طرف سفید ہوتا ہے۔ فرمایا پھر وہ موتیوں کی طرح نکالے جائیں گے ان کی گردنوں میں مہریں ہوں گی ان کو اہل جنت پہچانیں گے، یہ لوگ اللہ کے آگ سے آزاد کردہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں بغیر عمل کے داخل کر دیا ہے اور بغیر کسی خیر کے جو انہوں نے آگے بھیجی ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پس جو تم اس میں دیکھو وہ تمہارا ہے تو وہ کہیں گے اے ہمارے رب! آپ نے تو ہمیں اتنا کچھ دیا جو جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہارے لیے میرے پاس اس سے بھی افضل ہے تو وہ کہیں گے اے ہمارے رب! اس سے کون سی چیز افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میری رضا، پس میں تم پر اب ناراض نہ ہوں گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہمارے رب اپنی پنڈلی سے کھولیں گے پس ان کو تمام مؤمن و مؤمنات سجدہ کریں گے اور وہ باقی رہ جائیں گے جو دُنیا میں ریاء اور شہرت کے لیے سجدہ کرتے تھے تو وہ سجدہ کے لیے جائیں گے تو ان کی کمر ایک طبق ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ویدعون الی السجود فلا یستطیعون" یعنی کفار و منافقین ان کی پشتیں بیل کی سینگوں کی طرح ہو جائیں گی وہ سجدہ کی طاقت نہ رکھیں گے۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ. وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ. سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ. اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾ اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ. اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ: (اور) ان کی آنکھیں (مارے شرمندگی کے) جھکی ہوں گی (اور) وجہ اس کی یہ ہے کہ) یہ لوگ (دنیا میں) سجدہ کی طرف بلائے جایا کرتے تھے اور وہ صحیح سالم تھے (یعنی اس پر قادر تھے تو مجھ کو اور جو اس کام کو جھٹلاتے ہیں ان کو (اس حال موجود پر) رہنے دیجئے ہم ان کو بتدریج (جہنم) کی طرف لئے جا رہے ہیں اس طور پر کہ (ان کو خبر بھی نہیں اور (دنیا میں عذاب کر ڈالنے سے) ان کو مہلت دیتا ہوں بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ اس تاوان سے دبے جاتے ہیں (اس لئے آپ کی طاعت سے نفرت ہے) یا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ (اس کو) لکھ لیا کرتے ہیں تو آپ اپنے رب کی اس تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیئے اور (تنگدلی میں) مچھلی (کے پیٹ میں جانے) والے (پیغمبر یونسؑ) کی طرح نہ ہو جائیے جبکہ یونسؑ نے دعا کی اور وہ غم سے گھٹ رہے تھے اگر خداوندی احسان ان کی دستگیری نہ کرتا تو وہ (جس) میدان (میں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ڈالے گئے تھے اسی میں بدحالی کے ساتھ ڈالے جاتے (دستگیری سے مراد قبول توبہ ہے) پھر ان کے رب نے ان کو (اور زیادہ) برگزیدہ کر لیا اور ان کو صالحین میں سے کر دیا اور یہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو (شدت عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے اور اسی عداوت سے آپ کی نسبت) کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہیں حالانکہ یہ قرآن (جس کے ساتھ آپ تکلم فرماتے ہیں) تمام جہان کے واسطے نصیحت ہے۔

﴿۴۳﴾ "خاشعة ابصارهم" کیونکہ مؤمنین اپنے سروں کو سجدوں سے اُٹھائیں گے اور ان کے چہرے برف سے زیادہ سفید ہوں گے اور کافروں اور منافقوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ "ترهقهم ذلة" ان پر ندامت وحسرت کی ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ "وقد كانوا يدعون الى السجود" ابراہیم تیمی رحمہ اللہ کہتے ہیں یعنی فرض نمازوں کی طرف اذان واقامت کے ذریعے اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ "حيّ على الصلوٰة" اور "حيّ على الفلاح" سنتے ہیں اس کا جواب نہیں دیتے۔ "وهم سالمون" تندرست ہیں پھر بھی نماز میں نہیں آتے۔ کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! یہ آیت جماعت سے پیچھے رہ جانے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

㊹"فذرنی ومن یکذب بھٰذا الحدیث" یعنی پس آپ مجھے اور قرآن کو جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیں اور میرے اور ان کے درمیان میں راستہ چھوڑ دے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی ہے اپنے دل کو اس میں مشغول نہ کریں اس کو میرے سپرد کر دیں کیونکہ میں آپ کو اس کے معاملہ سے کافی ہوں۔ "سنستدرجھم" عنقریب ہم ان کو عذاب میں پکڑیں گے۔ "من حیث لایعلمون" پس وہ بدر کے دن عذاب دیئے گئے۔

㊺"واملی لھم ان کیدی متین،

㊻ام تسئلھم اجرا فھم من مغرم مثقلون.

㊼ام عندھم الغیب فھم یکتبون.

㊽فاصبر لحکم ربک" ان کی تکلیف پر صبر کریں، اپنے رب کی قضاء کے لیے۔ "ولا تکن" تنگی اور جلدی میں۔ "کصاحب الحوت" اور وہ یونس بن متی ہیں۔ "اذ نادی" اپنے رب کو اور وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے۔ "وھو مکظوم" غم سے بھرے ہوئے تھے۔

㊾"لولا ان تدارکہ" اس کو پایا۔ "نعمۃ من ربہ" جب ان پر رحم کیا اور ان کی توبہ قبول کی۔ "لنبذ بالعراء" مچھلی کے پیٹ سے کھلی فضاء میں پھینکے گئے۔ "وھو مذموم" مذمت کیے گئے اور گناہ پر ملامت کیے گئے۔

㊿"فاجتباہ ربہ" ان کو چن لیا۔ "فجعلہ من الصالحین

آیت وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ کی تفسیر

(51)وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم" کفار نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر کے ذریعے تکلیف پہنچائیں تو آپ علیہ السلام کی طرف قریش کی ایک جماعت نے نظر کی اور کہنے لگے ہم نے اس کی مثل نہیں دیکھا اور دلیل میں غالب آنے والا اور کہا گیا ہے کہ بنو اسد کی نگاہ بہت لگتی تھی حتیٰ کہ اونٹنی اور موٹی گائے ان میں سے کسی کے سامنے سے گزرتی تو وہ اس کو دیکھتا، پھر کہتا اے لونڈی تو برتن اور درہم لے اور ہمارے پاس اس کا کچھ گوشت لے آئے تو وہ نہ ٹھہرتی حتیٰ کہ موت واقع ہو جاتی، پھر نحر کی جاتی اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عرب کا ایک شخص دو یا تین دن کچھ نہ کھاتا پھر اپنے خیمہ کی طرف اٹھاتا، پھر اس کے سامنے سے اونٹ گزرتا تو وہ کہتا میں نے آج کے دن کی طرح کوئی اونٹ اور بکری اس سے اچھی نہیں دیکھی۔

پس وہ تھوڑا سا آگے جاتی حتیٰ کہ اس کا کچھ حصہ گر جاتا تو کفار نے اس سے سوال کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر لگائے اور آپ علیہ السلام کے ساتھ ایسا کرے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو بچایا اور اُتارا "وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم" یعنی اور قریب ہے اور لام "لیزلقونک" میں اَن کی جگہ داخل ہوا ہے اور اہل مدینہ نے "لیزلقونک" یاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے اس کے پیش کے ساتھ اور یہ دو لغتیں ہیں۔ کہا جاتا ہے

"زلقه یزلقه زلقًا و ازلقه یزلقه ازلاقًا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس کا معنی وہ آپ سے پار کردیں گے۔ کہا جاتا ہے "زلق اسھم" جب وہ جسم سے پار ہو جائے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ آپ کو اپنی آنکھوں سے تکلیف پہنچاتے۔ نضیر بن شمیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں "یعینونک" اور کہا گیا ہے وہ آپ کو پھسلا دیتے۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ کو پچھاڑ دیتے اور کہا گیا ہے آپ علیہ السلام کو پھیر دیتے اس سے جس پر آپ علیہ السلام ہیں رسالت کی تبلیغ وغیرہ سے۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مراد نہیں ہے کہ وہ آپ علیہ السلام کو اپنی آنکھوں کے ذریعے تکلیف پہنچائیں گے جیسا کہ نظر لگانے والا اپنی آنکھ سے اچھی لگنے والی چیز کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ یہاں تو یہ مراد ہے کہ وہ آپ علیہ السلام کو جب آپ علیہ السلام قرآن پڑھتے ہیں دشمنی اور بغض کی وجہ سے سخت نظروں سے دیکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ آپ کو گرادیں۔

اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی وہ اپنی سخت دشمنی کی وجہ سے بغض کی نگاہ کرتے ہیں۔ قریب ہے کہ وہ آپ علیہ السلام کو پچھاڑ دیتے۔ یہ کلام میں مستعمل ہے کہنے والا کہتا ہے۔ "نظر الیّ نظرایکاد" پھر "عنی و نظر ایکاد یاکلنی" ایسی نظر کی یہ مجھے پچھاڑنے کے قریب تھا اور مجھے کھانے کے قریب تھا۔ اس معنی کی صحت پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ اس نظر کو قرآن کے سننے کے ساتھ ملایا گیا ہے اور وہ باری تعالیٰ کا قول "لمّا سمعوا الذکر" ہے اور وہ لوگ اس کو سخت ناپسند کرتے تھے تو آپ علیہ السلام کی طرف بغض کی تیز نگاہ ڈالتے تھے۔ "ویقولون انه لمجنون" یعنی آپ علیہ السلام کی جنون کی طرف نسبت کرتے ہیں جب آپ علیہ السلام کو قرآن پڑھتے سنتے ہیں۔

㊷ "وما هو" یعنی قرآن۔ "الا ذکر للعالمین" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مؤمنوں کے لیے نصیحت ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں نگاہِ بد لگنے کی دوا یہ آیت ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، نظر حق ہے اور ہاتھوں پر گودنے سے روکا ہے۔ اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا بیٹا جعفر اس کو نظر لگ جاتی ہے کیا میں اس کے لیے جھاڑ پھونک کروں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں اگر کوئی چیز قضاء سے سبقت کرسکتی تو نظر اس سے سبقت کرتی۔

سُوْرَةُ الْحَاقَه

مکی ہے اور اس کی باون (۵۲) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَاقَّةُ ① مَا الْحَاقَّةُ ② وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحَاقَّةُ ③ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ④ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ⑤ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ⑥ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ⑦ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ⑧ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ⑨ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ⑩

ترجمہ: وہ ہونے والی چیز کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز اور ان کو کچھ خبر ہے کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز ثمود اور عاد نے اس کھڑکھڑانے والی چیز (یعنی قیامت کی) تکذیب کی سو ثمود ایک زور کی آواز سے ہلاک کردیئے گئے اور عاد جو تھے وہ ایک تیز وتند ہوا سے ہلاک کیے گئے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر سات رات اور آٹھ دن متواتر مسلط کردیا تھا سو (اے مخاطب اگر) تو (اس وقت وہاں موجود ہوتا تو) اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے (پڑے) ہیں سو کیا تجھ کو ان میں کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے (یعنی بالکل استیصال ہوگیا اور اسی طرح فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور (قوم لوط کی) کٹی ہوئی بستیوں نے بڑے بڑے قصور کیے (یعنی کفر وشرک اس پر ان کے پاس رسول بھیجے گئے سو انہوں نے اپنے رب کے رسول کا کہنا نہ مانا تو ان کو اللہ نے بہت سخت پکڑا۔

تفسیر: ① "الحاقة" یعنی قیامت۔ اس کا نام حاقہ رکھا گیا ہے اس لیے کہ یہ حق ہے اس کو جھٹلانے والی کوئی چیز نہیں ہے اور کہا گیا ہے اس لیے کہ اس میں امور کے حقائق اور حق ہیں اور اس لیے کہ اس اعمال پر جزاء ثابت ہوتی ہے یعنی واجب ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے "حق علیه الشئ یحق حقوقا" جب کوئی چیز واجب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ولکن حقت کلمة العذاب علی الکافرین" کسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں الحاقہ یوم حق ہے۔

②"ما الحاقة" یہ استفہام ہے اس کا معنی اس کی شان کو بڑا کرنا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے زید ما زید اس کی شان کی تعظیم کے لیے۔

③"وما ادراک ما الحاقة" یعنی آپ علیہ السلام اس کو نہیں جانتے اس لیے کہ آپ نے اس کا معائنہ نہیں کیا اور اس میں جو ہولناکیاں ہوں گی وہ نہیں دیکھیں۔

④"كذبت ثمود و عاد بالقارعة" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کو۔ اس کا نام قارعہ رکھا گیا ہے اس لیے کہ یہ بندوں کے دلوں کو کھڑکاتی ہے خوف دلانے کے ساتھ اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے اس عذاب کو جھٹلایا جس کی دھمکی ان کے نبیوں نے دی تھی حتیٰ کہ ان پر اُترا تو ان کے دلوں کو کھڑکایا۔

⑤"فاما ثمود فاهلكوا بالطاغية" یعنی اپنی سرکشی اور کفر کی وجہ سے اور کہا گیا ہے کہ مصدر ہے اور کہا گیا ہے صفت ہے۔ یعنی اپنے سرکشی والے افعال کی وجہ سے اور یہ مجاہد رحمہ اللہ کے قول کا معنی ہے جیسا کہ فرمایا "كذبت ثمود بطغواها" اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایسی چیخ کے ساتھ جو طاغیہ تھی اور وہ ایسی چیخ جو چیخ کی مقدار سے تجاوز کر جائے۔ پس ان کو ہلاک کر دیا۔

⑥"واما عاد فاهلكوا بريح صرصر عاتية" سخت تھی اپنے خزانوں پر۔ پس ان کی اطاعت نہ کی اور ان کے لیے اس پر کوئی سہل بھی نہ تھی اور مقدار سے تجاوز کر گئی۔ پس ان کو معلوم نہ ہو کہ اس سے کتنی نکلی ہے۔

⑦"سخرها عليهم" اس کو ان پر بھیجا اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان پر مسلط کر دیا۔ "سبع ليال و ثمانية ايام" وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ وہ دن ہیں جن کا نام عرب ایام العجوز رکھتے ہیں ٹھنڈ اور سخت ہواؤں والے۔ کہا گیا ہے ان کا نام عجوز رکھا گیا اس لیے کہ یہ سردی کی وجہ سے عاجز کر دیتے ہیں اور کہا گیا ہے اس کے ساتھ نام رکھا گیا ہے اس لیے کہ قوم عاد کی ایک بوڑھی عورت ایک سوراخ میں داخل ہوگئی تو ہوا اس کے پیچھے لگی رہی، پھر عذاب اُترنے کے آٹھویں دن اس کو قتل کر دیا اور عذاب ختم ہوگیا۔

"حسوما" مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں لگاتار اس میں کوئی وقفہ نہ تھا۔ پس اس پر یہ زخم کو داغنا ہے وہ یہ کہ بیماری کی جگہ پر لوہے سے داغا جائے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے۔ پھر ہر چیز کو کہا جاتا ہے جس کو پیچھے لگایا جائے۔ حاسم اور اس کی جمع حسوم ہے۔ جیسے شاہد و شھود۔ اور کلبی و مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں "حسوما دائمة" اور نضر بن شمیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کو کاٹ دیا اور ہلاک کر دیا اور حسم کاٹنا اور روکنا ہے اور اس سے "حسم الداء" بیماری کی وجہ سے رگ کاٹ کر خون روکنے کے لیے داغنا۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی "تحسمهم حسوما" ان کو فنا کر دے گی اور ختم کر دے گی اور عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "شئوم" یعنی نحوست گویا کہ اس خیر کو ان لوگوں سے کاٹ دیا۔ "فترى القوم فيها" یعنی ان راتوں اور دنوں میں۔ "صرعى" ہلاک شدہ صریع کی جمع ہے۔ "كانهم اعجاز نخل خاوية" گرے ہوئے۔ اور کہا گیا کھوکھلے تنے والے۔

⑧"فهل ترىٰ لهم من باقية" یعنی کوئی نفس باقی یعنی ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔

⑨"وجاء فرعون ومن قبله" اہل بصرہ اور کسائی نے قاف کی زیر کے ساتھ اور باء کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ومن معہ اور جو اس کے ساتھ تھے اس کے لشکروں اور پیروکاروں میں سے اور دیگر حضرات نے قاف کے زبر اور باء کے سکون کے

ساتھ پڑھا ہے یعنی اور جوان سے پہلے تھے کافر اُمتوں میں سے۔ "والمؤتفكات" یعنی لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں مراد، ان پلٹی ہوئی بستیوں کے لوگ ہیں اور کہا گیا ہے مراد وہ اُمتیں ہیں جو اپنے گناہوں کی وجہ سے پلٹی گئیں۔ "بالخاطئة" یعنی خطاء اور معصیت کی وجہ سے اور وہ شرک ہے۔

⑩ "فعصوا رسول ربهم" یعنی لوط اور موسیٰ علیہما السلام "فاخذهم اخذة رابية" بڑھنے والا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں سخت۔ اور کہا گیا ہے اُمتوں کے عذاب پر زائد۔

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ⑪ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ⑫ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ⑬ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ⑭ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ⑮ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ⑯ وَّ الْمَلَكُ عَلٰى اَرْجَآئِهَا. وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ⑰

ترجمہ: یعنی ہم نے جب کہ نوح کے وقت میں) طغیانی ہوئی تم کو کشتی میں سوار کیا (اور باقیوں کو غرق کر دیا) تا کہ ہم اس کے معاملہ کو تمہارے لئے یادگار (اور عبرت) بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اس کو یاد رکھیں پھر جب صور میں یکبارگی پھونک ماری جائے گی (مراد نفخہ اولیٰ ہے) اور (اس وقت) زمین اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) اٹھائے جاویں گے پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جاویں گے تو اس روز ہونے والی چیز ہو پڑے گی اور آسمان پھٹ جاوے گا (اور وہ آسمان) اس روز بالکل بودا ہوگا اور فرشتے جو آسمان پر پھیلے ہوئے ہیں اس کے کناروں پر آ جاویں گے اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے۔

تفسیر ⑪ "انا لما طغى الماء" یعنی سرکشی کی اور حد سے تجاوز کیا حتیٰ کہ ہر چیز پر چڑھا اور اس پر بلند ہو گیا یعنی نوح علیہ السلام کے زمانہ میں۔ "حملناكم" یعنی ہم نے تمہارے آباء کو اُٹھایا اور تم ان کی پشتوں میں تھے۔ "فی الجارية" اس کشتی میں جو پانی میں چلتی ہے۔

⑫ "لنجعلها" یعنی تا کہ ہم اس فعل کو جو ہم نے کیا نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کرنے اور ان کو نجات دینے کا جن کو ہم نے اس میں سوار کیا۔ "لكم تذكرة" عبرت ونصیحت۔ "وتعيها" تو اس نے ابن کثیر رحمہ اللہ سے اور سلیم نے حمزہ رحمہ اللہ سے عین کے اختلاس کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے اس کی زیر کے ساتھ یعنی اس کی حفاظت کرے گی۔ "اذن واعية" یعنی حفاظت کرنے والی اس کی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے گی۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اذن کانوں نے جو سنا اور جو سنا وہ سمجھا۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں تا کہ اس کی حفاظت ہر کان کرے۔ پس یہ عبرت اور نصیحت ہو جائے ان کے لیے جو بعد میں آئیں گے۔

⑬ "فاذا نفخ فی الصور نفخة واحدة" اور وہ پہلا نفخہ ہے۔

⑭"وحملت الارض والجبال" ان کی جگہیں اُٹھالی گئیں۔ "فدکتا" دونوں توڑے گئے۔ "دکۃ" توڑنا۔ "واحدۃ" پس وہ دونوں ریزہ ریزہ ہوکر ہوا میں بکھر گئے۔

⑮"فیومئذ وقعت الواقعۃ" قیامت قائم ہوگئی۔

⑯"وانشقت السماء فھی یومئذ واھیۃ" کمزور ہے۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وھیھا" اس کا پھٹ جانا ہے۔

⑰"والملک" یعنی فرشتے۔ "علی ارجائھا" اس کے اِردگرد اور اطراف میں۔ جب تک اس سے نہ پھٹے گا۔ اس کا واحد رجا ہے اور تثنیہ رجوان۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں فرشتے اس کے کناروں پر ہیں حتیٰ کہ ان کو رب تعالیٰ حکم دیں گے پس وہ اُتریں گے پھر زمین کو گھیر لیں گے اور جو لوگ زمین پر ہیں۔ "ویحمل عرش ربک فوقھم" یعنی ان کے سروں کے اوپر یعنی اُٹھانے والے۔ "یومئذ" قیامت کے دن۔ "ثمانیۃ" یعنی آٹھ فرشتے۔ حدیث میں آیا ہے کہ وہ آج چار ہیں۔ پس جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان کو چار دوسروں کے ساتھ قوت دیں گے تو آٹھ ہوجائیں گے۔ پہاڑی بکرے کی صورت میں ان کے کھروں سے ان کے گھٹنوں کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا اور حدیث میں آیا ہے کہ ان فرشتوں میں سے ہر ایک کا آدمی کا چہرہ اور شیر کا چہرہ اور بیل کا چہرہ اور گدھ کا چہرہ ہوگا۔

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے بطحاء میں تو ایک بادل گزرا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا بادل۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اور مزن ہم نے کہا اور مزن آپ علیہ السلام نے فرمایا اور عنان تو ہم نے کہا اور عنان تو ہم خاموش ہوگئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم جانتے ہو آسمان و زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا پانچ سو سال کی مسافت۔ اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے اور اسی طرح ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال ہے اور سات آسمانوں کے اوپر سمندر ہے اس کے اوپر اور نیچے والے حصہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جو آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ پھر اس کے اوپر آٹھ پہاڑی بکرے ہیں، ان کے کھروں اور گھٹنوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے اور اس کے اوپر عرش ہے اس کے نچلے اور اوپر والے حصے کے درمیان آسمان و زمین کے درمیان جتنا فاصلہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ہیں اور اللہ تعالیٰ پر بنی آدم کے اعمال میں سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کی گئی ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ ان کے اوپر اس دن آٹھ ہیں یعنی فرشتوں کی آٹھ صفیں ہیں ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ⑱ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ⑲ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ⑳ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ㉑ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ㉒

قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: جس روز خدا کے روبرو (حساب کے واسطے تم پیش کیے جاؤ گے اور تمہاری کوئی بات (اللہ تعالیٰ سے) پوشیدہ نہ ہوگی پھر (نامہ اعمال) ہاتھ میں دیئے جائیں گے تو) جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ تو خوشی کے مارے آس پاس والوں سے) کہے گا کہ لو میرا نامہ اعمال پڑھو میرا تو پہلے ہی سے اعتقاد تھا کہ مجھ کو میرا حساب پیش آنے والا ہے غرض وہ شخص پسندیدہ عیش یعنی بہشت بریں میں ہوگا جس کے میوے (اس قدر) جھکے ہوں گے (کہ جس حالت میں چاہیں گے لے لیں گے اور حکم ہوگا کہ) کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ ان کے اعمال صلہ میں جو تم نے گذشتہ ایام (یعنی زمانہ قیام (دنیا) میں کیے ہیں۔

تفسیر ⑱ "یومئذ تعرضون" اللہ پر۔ "لاتخفی" یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے تاء کے ساتھ۔ "منکم خافیۃ" یعنی کوئی فعل مخفی۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ پر تمہاری کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ ابوموسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگ تین مرتبہ پیش کیے جائیں گے۔ بہرحال دومرتبہ پیشیاں تو جھگڑوں اور معذرت کی ہوں گی اور تیسری پیشی کے وقت اعمال نامے اُڑیں گے پس وہ اپنے دائیں ہاتھ اور وہ اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑے گا۔

⑲ "فاما من اوتی کتاب بیمینہ فیقول ھاؤم اقرؤا کتابیہ" ھاء "کتابیہ" میں وقف کی ھاء ہے۔

⑳ "انی ظننت" میں نے جانا اور یقین کیا۔ "انی ملاق حسابیہ" یعنی میرا آخرت میں حساب کیا جائے گا۔

㉑ "فھو فی عیشۃ" یعنی گزران کی حالت میں۔ "راضیۃ" مرضیہ یعنی پسندیدہ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "ماءٓ دافق" ہے۔ اس سے راضی ہونے سے مراد یہ لیا ہے کہ وہ ثواب پائے گا اور عذاب سے محفوظ ہوگا۔

㉒ "فی جنۃ عالیۃ" بلند۔

㉓ "قطوفھا دانیۃ" اس کے پھل قریب ہیں حاصل کرنے والے کے لیے ان کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے حاصل کرلے گا اور جیسے چاہیں گے کاٹیں گے۔

㉔ ان کو کہا جائے گا "کلوا واشربوا ھنیئا بما اسلفتم" تم نے اپنی آخرت کے لیے جو نیک اعمال آگے بھیجے۔ "فی الایام الخالیۃ" گزشتہ مراد دُنیا کے ایام ہیں۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿۲۶﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿۲۷﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِىْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾

ترجمہ اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا سو وہ (نہایت حسرت سے) کہے گا کہ اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامہ عمل ہی نہ ملتا اور مجھ کو یہ بھی خبر نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے کیا اچھا ہوتا کہ موت (اولیٰ) ہی خاتمہ کر چکتی افسوس میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا میرا جاہ (بھی) مجھ سے گیا گزرا ایسے شخص کے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اس شخص کو پکڑ واور اس کو طوق پہنا دو پھر دوزخ میں اس کو داخل کرو پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو یہ شخص خدائے بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا اور (خود تو کسی کو کیا دیتا اوروں کو بھی) غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا (اس لئے مستحق عذاب ہوا)۔

تفسیر ㉕"واما من اوتی کتابه بشماله" ابن سائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا بایاں ہاتھ اس کی پیٹھ کے پیچھے لپیٹ دیا جائے گا۔ پھر اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا اور کہا گیا ہے کہ اس کا بایاں ہاتھ اس کے سینے سے کھینچا جائے گا، اس کی پیٹھ کے پیچھے کی طرف پھر اس کو اعمال نامہ دیا جائے گا۔"فیقول یالیتنی لم اوت کتابیه" تمنا کرے گا کہ اس کو اعمال نامہ نہ دیا جاتا کیوں کہ اس میں اپنے برے اعمال دیکھے گا۔

㉖"ولم ادرِ ما حسابیه"

㉗یالیتها کانت القاضیة" کہے گا کاش وہ موت آجائے جو دُنیا میں ہوتی تھی ہر بعد والی چیز کا فیصلہ کرنے والی اور زندگی کو ختم کرنے والی۔ پس میں اس کے بعد زندہ نہ رہوں اور "قاضیة" موت ہے اس کے بعد زندگی نہ ہو تمنا کرے گا کہ وہ حساب کے لیے نہ اُٹھایا گیا ہوتا۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں موت کی تمنا کرے گا۔ اگرچہ اس کے ہاں دُنیا میں موت سے زیادہ ناپسندیدہ چیز کوئی نہ تھی۔

㉘"ما اغنی عنی مالیة" مجھ سے اللہ کے عذاب کو تھوڑا سا بھی دور نہیں کر رہا۔

㉙"هلک عنی سلطانیه" مجھ سے میری دلیل گم ہوگئی۔ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کے نزدیک اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھ سے میرا ملک اور قوت چلی گئی۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی جب اس کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے شرک کی اللہ تعالیٰ جہنم کے داروغوں کو کہیں گے۔

㉚"خذوه فغلوه" تم اس کے ہاتھ گردن پر جمع کردو۔

㉛"ثم الجحیم صلوه" یعنی تم اس کو جہنم میں داخل کردو۔

㉜"ثم فی سلسلة ذرعها سبعون ذراعا فاسلکوه" پس تم اس کو اس میں داخل کردو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ستر گز فرشتے کے گز کے ہوں گے۔ پس اس کی دبر میں داخل ہوں اور نتھنوں سے نکلیں گے اور کہا گیا ہے اس کے منہ میں داخل ہوں اور دبر سے نکلیں گے اور نوف بکالی فرماتے ہیں ستر گز، ہر گز ستر باع کا، ہر باع تیرے اور مکہ کے درمیان فاصلہ سے زیادہ ہے اور وہ اس وقت کوفہ کے صحن میں تھے اور سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر گز ستر گز کا۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ یہ کون سا گز ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا اگر اس کی مثل اضافہ اور لکڑی کے پیالہ کی طرف اشارہ کیا آسمان سے زمین کی طرف چھوڑا جائے حالانکہ وہ پانچ سو سال کی مسافت ہے تو رات سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا اور اگر وہ اس سلسلہ کے اوپر سے چھوڑا جائے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہے تو یہ چالیس سال رات و دن چلتا رہے گا۔ اس کی تہہ تک پہنچنے سے پہلے اور کعب رحمہ اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اگر دُنیا کا تمام لوہا جمع کرلیا جائے تو اس کے ایک حلقہ (کڑی) کے برابر وزن نہ ہوگا۔

۳۳ "انه كان لا يؤمن بالله العظيم.

۳۴ ولا يحض على طعام المسكين" مسکین کو دُنیا میں کھانا نہ کھلاتا تھا اور نہ اپنے گھر والوں کو اس کا حکم کرتا تھا۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۳۵ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۳۶ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۳۷ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۳۸ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۳۹ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۴۰ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ. قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۴۱ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ. قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۴۲ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۴۳ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۴۴ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۴۵

ترجمہ سو آج اس شخص کا نہ کوئی دوست دار ہے اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہے بجز زخموں کے دھوون کے جس کو بجز بڑے گنہگاروں کے کوئی نہ کھاوے گا پھر (بعد بیان مضمون مجازاۃ کے) میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی بھی جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کو بھی جن کو تم نہیں دیکھتے کہ یہ قرآن (اللہ کا) کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا (پس جس پر آیا وہ ضرور رسول ہے) اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے (جیسا کہ کفار آپ کو شاعر کہتے تھے مگر تم بہت کم ایمان لاتے ہو اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے (جیسا بعض کفار آپ کو کہتے ہیں) تم بہت کم سمجھتے ہو (بلکہ) رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا کلام ہے اور اگر یہ (پیغمبر) ہمارے ذمہ کچھ (جھوٹی) باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے۔

تفسیر ۳۵ "فليس له اليوم ههنا حميم" قریبی جو اس کو نفع دے اور اس کی سفارش کرے۔

۳۶ "ولا طعام الا من غسلين" اور وہ اہل جہنم کی پیپ ہے۔ یہ غسل سے ماخوذ ہے۔ گویا کہ یہ ان کے زخموں اور پھنسیوں کا نچوڑ (دھوون) ہے۔ ضحاک اور ربیع رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ درخت ہے جس کو جہنمی لوگ کھائیں۔

۳۷ "لا ياكله الا الخاطئون" یعنی کافر لوگ۔

۳۸ "فلا اقسم" لا مشرکین کے کلام کی تردید ہے۔ گویا کہ کہا کہ معاملہ ویسے نہیں ہے جیسے مشرکین کہتے ہیں میں قسم کھاتا ہوں۔ "بما تبصرون".

۳۹ وما لا تبصرون" یعنی جو تم دیکھتے ہو اور جو تم نہیں دیکھتے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں تمام اشیاء کی قسم کھاتا

ہوں۔ پس اس میں تمام تکوینی اور موجود چیز میں داخل ہو جائیں گی اور کہا میں دُنیا اور آخرت کی قسم کھاتا ہوں اور کہا گیا ہے جو تم دیکھتے زمین کے اوپر جو کچھ ہے اور جو تم نہیں دیکھتے جو زمین کے اندر ہے اور کہا گیا ہے جو تم جسموں میں سے دیکھتے ہو اور جو تم روحوں کو نہیں دیکھتے اور کہا گیا ہے "ما تبصرون" انسانوں کو۔ "وما لا تبصرون" فرشتوں اور جنوں کو اور کہا گیا ہے ظاہری اور باطنی نعمتیں۔ اور کہا گیا ہے "ما تبصرون" جو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور لوح وقلم کے لیے ظاہر کیا ہے۔ "وما لا تبصرون" جو اپنا علم اختیار کیا ہے اس پر کسی کو مطلع نہیں کیا۔

㊵ "انه" یعنی قرآن۔ "لقول رسول کریم" یعنی معزز رسول کی تلاوت ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

㊶ "وما هو بقول شاعر قليلا ما تؤمنون.

㊷ ولا بقول كاهن قليلا ما تذكرون" ابن کثیر، ابن عامر اور یعقوب رحمہم اللہ نے "يؤمنون و يذكرون" یاء کے ساتھ ان دونوں میں پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ اور قلیل سے مراد ان کے ایمان کی بالکل نفی کرنا ہے جیسے تیرا قول اس شخص کے لیے جو تیرے پاس کبھی نہیں آتا۔ "قلما تاتينا" آپ ہمارے پاس بہت کم آتے ہیں۔

㊸ "تنزيل من ربّ العالمين ولو تقوّل" گھڑ لیا ہے "علينا" محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ "بعض الاقاويل" اور کوئی چیز اپنی طرف سے لائے ہیں۔

㊺ "لاخذنا منه باليمين" کہا گیا "من" صلہ ہے اس کا مجاز "لاخذناه وانتقمنا منه باليمين" یعنی حق کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "كنتم تاتوننا عن اليمين" یعنی حق کی جانب سے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں البتہ ہم اس کو قوت وقدرت کے ساتھ پکڑ لیں گے۔ شاعر نے کہا ہے یمن کے بادشاہ عرابہ کی تعریف کرتے ہوئے۔

جب بھی کوئی جھنڈا بزرگی کے لیے بلند کیا جاتا ہے   اس کو عرابہ قوت کے ذریعے حاصل کر لیتا ہے

شاعر نے قوت کو یمین کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اس لیے کہ ہر چیز کی قوت اس کے دائیں جانب میں ہوتی ہے اور کہا گیا ہے اس کا معنی البتہ ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیں گے۔

اور یہ مثال ہے اس کا معنی البتہ ہم اس کو ذلیل کر دیں اور اس کی توہین کریں گے جیسے بادشاہ جب کسی کی تذلیل کا ارادہ کرتا ہے جو اس کے سامنے ہو تو اپنے مددگاروں میں سے کسی کو کہتا ہے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو کھڑا کر دے۔

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ㊻ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ㊼ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ㊽ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ㊾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ㊿ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٥١﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٥٢﴾

(ترجمہ) پھر ہم ان کی رگ دل کاٹ ڈالتے پھر تم میں کوئی ان کا اس سزا سے بچانے والا بھی نہ ہوتا اور بیشک یہ قرآن

متقیوں کے لئے نصیحت ہے اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں بعضے تکذیب کرنے والے بھی ہیں (پس ہم ان کو اس کی سزا دیں گے) اور اس اعتبار سے) یہ قرآن کافروں کے حق میں موجب حسرت ہے اور یہ قرآن تحقیقی بات ہے سو (جس کا یہ کلام ہے اپنے (اس) عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

تفسیر ㊻"ثم لقطعنا منه الوتين" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یعنی دل میں اور یہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ رسی جو پیٹھ میں ہوتی ہے اور کہا گیا ہے وہ رگ ہے پیٹھ میں جاری ہوتی ہے دل تک پہنچتی ہے۔ جب یہ کٹ جائے تو انسان مرجاتا ہے۔

㊼"فما منكم من احد عنه حاجزين" روکنے والے جو ہمیں اس کی سزا سے روک دیں اور معنی یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری وجہ سے جھوٹ کا تکلف نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے بات کی تو ہم ان کو عقاب کریں گے اور کوئی ایک ہماری سزا کو ان سے دور کرنے پر قادر نہ ہے اور "حاجزين" کہا ہے جمع کے ساتھ اور یہ ایک فعل ہے معنی پر رد کرتے ہوئے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "لانفرق بين احد من رسله" ہے۔

㊽"وانه" یعنی قرآن۔ "لتذكرة للمتقين" یعنی نصیحت ہے اس کے لیے جو اللہ کی سزا سے ڈرتا ہے۔

(㊾۔㊿) "وانا لنعلم ان منكم مكذبين. وانه لحسرة على الكافرين" قیامت کے دن وہ اس پر ایمان کو چھوڑنے پر نادم ہوں گے۔

51"وانه لحق اليقين" اس کی اضافت کی ذات کی طرف کی ہے لفظوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے۔

52......"فسبّح باسم ربّك العظيم"

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ

مکی ہے اور اس کی پینتالیس (۴۵) آیات ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سَاَلَ سَآئِلٌ ۭ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ① لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ② مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ③ تَعْرُجُ الْمَلٰۗئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ④

ترجمہ: ایک درخواست کرنے والا (براہ انکار) اس عذاب کی درخواست کرتا ہے جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے (اور) جس کا کوئی رفع کرنے والا نہیں (اور) جو اللہ کی طرف سے واقع ہوگا جو کہ سیڑھیوں کا (یعنی آسمان کا) مالک ہے (جن سیڑھیوں سے) فرشتے اور (اہل ایمان کی) روحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں (اور وہ عذاب) ایسے دن میں ہوگا جس کی مقدار (دنیا کے پچاس ہزار سال (کی برابر) ہے۔

تفسیر: ① "سال سائل" اہل مدینہ اور اہل شام نے "سال" بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ پس جس نے ہمزہ پڑھا ہے پس وہ "سؤال" سے ہے اور جس نے بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے کہا گیا ہے کہ یہ "سؤال" کی لغت ہے۔ کہا جاتا ہے "سال یسال" خاف یخاف کی مثل یعنی سال یسال ہمزہ کی تخفیف کرتے ہوئے اس کو ہمزہ بنادیا ہے اور کہا گیا ہے یہ سیل سے ہے اور سال جہنم کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ یہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے اور پہلا قول اصح ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے قول "بعذاب" کی باء میں اختلاف کیا ہے۔ کہا گیا ہے یہ "عن" کے معنی میں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "فاسئل به خبیرا" ہے یعنی "عنه خبیرا" اور آیت کا معنی "سال سائل عن عذاب" سوال کیا سوال کرنے والے نے عذاب کے بارے میں۔ "واقع" اُترنے والا ہوکر رہے گا جس پر اُترے گا اور جس کے لیے یہ عذاب ہے۔

② اللہ تعالیٰ نے اس کو واضح کرتے ہوئے جواب دیا "للکافرین" اہل مکہ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب کا خوف دلایا تو آپس میں کہنے لگے اس عذاب کا کون مستحق ہوگا؟ اور کس کو ہوگا؟ اور اس بارے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو تو آپ علیہ السلام سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے اُتارا۔ "سال سائل بعذاب واقع للکافرین" یعنی وہ

کافروں کے لیے ہے۔ یہ حسن اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے اور کہا گیا ہے کہ تاء صلہ ہے اور آیت کا معنی دُعا مانگنے والے نے دُعا مانگی اور سوال کرنے والے نے اس عذاب کے بارے میں سوال کیا جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے۔ للکافرین میں لام علیٰ کے معنی میں ہے اور وہ نضر بن حارث ہے کہ اس نے اپنے اوپر بددعا کی اور عذاب مانگا۔ پس کہنے لگا، اے اللہ! اگر یہ حق ہے تیری طرف سے (الخ) پس اس پر اُترا بدر کے دن جس کا اس نے سوال کیا تھا تو باندھ کر قتل کیا گیا اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ کے قول کا معنی ہے۔ ''لیس له دافع''

③ ''من الله'' یعنی اللہ کی طرف سے عذاب کے ساتھ۔ ''ذی المعارج'' ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یعنی آسمانوں والے۔ نے اس کا نام معارج رکھا ہے اس لیے کہ فرشتے اس پر چڑھتے ہیں اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں درجات والا۔ اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں فضیلتوں اور نعمتوں والا اور فرشتوں کے معارج والا۔

④ ''تعرج الملائكة'' کسائی نے ''یعرج'' یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے اور دیگر حضرات نے ''تعرج'' تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ ''والروح'' یعنی جبرئیل علیہ السلام۔ ''الیه'' اللہ تعالیٰ کی طرف ''فی یوم کان مقداره خمسین الف سنة'' دُنیا کے سالوں سے اگر فرشتوں کے علاوہ بنو آدم میں سے کوئی چڑھے۔ اللہ تعالیٰ کے امر کی انتہا سے ساتویں زمین کے نیچے سے اللہ تعالیٰ کے امر کی انتہا تک ساتویں آسمان کے اوپر سے تو وہ پچاس ہزار سال سے کم میں نہ چڑھے گا اور فرشتہ یہ سارا سفر ایک لحظہ میں طے کر دے گا۔

مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں اگر بنو آدم دُنیا سے عرش کی جگہ تک چلیں تو پچاس ہزار سال چلیں گے اور عکرمہ اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ قیامت کا دن ہے اور حسن رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے وہ قیامت کا دن ہے اور مراد یہ ہے کہ ان کا حساب کے لیے ٹھہرنا حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیں پچاس ہزار سال ہوگا دُنیا کے سالوں سے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کی لمبائی کی مقدار یہ ہے نہ کہ اس کے غیر کی۔ اس لیے کہ قیامت کا دن اس کا اوّل ہے اور اس کا آخر نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ لمبا دن ہے اور اگر اس کا آخر ہو تو وہ منقطع ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں وہ قیامت کا دن ہے کافروں پر ہوگا اس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا ''فی یوم کان مقداره خمسین الف سنة'' کے بارے میں کہ اس دن کی لمبائی کیا ہوگی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ مؤمن پر ہلکا کیا جائے گا حتیٰ کہ فرض نماز سے ہلکا ہوگا جو وہ دُنیا میں پڑھتا تھا اور کہا گیا ہے اس کا معنی اگر کوئی بندوں کے حساب کا ولی ہو، اسی دن میں اللہ کے سوا تو اس سے پچاس ہزار سال میں فارغ نہ ہوگا اور یہ عطاء کے ابن عباس اور مقاتل رحمہ اللہ سے قول کا معنی ہے۔

اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے دُنیا کے ایام میں سے نصف یوم کی مقدار میں فارغ ہو جائیں گے۔ کلبی رحمہ اللہ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر میں اس دن کے حساب کا مالک فرشتوں، جنوں اور انسانوں کو بنا دوں اور ان کو حساب کی

طاقت دے دوں تو وہ اس سے پچاس ہزار سال میں فارغ نہ ہوں گے اور میں اس سے دن کی ایک گھڑی میں فارغ ہو جاؤں گا اور یمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ قیامت کا دن ہے اس میں پچاس موطن ہیں ہر موطن ہزار سال کا ہے اور اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ گویا کہ کہا "لیس له دافع من الله ذی المعارج فی یوم کان مقداره خمسین الف سنة تعرج الملائکة والروح الیه"

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ⑤ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ⑥ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ⑦ يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ⑧ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ⑨ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ⑩ يُبَصَّرُونَهُمْ. يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ⑪ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ⑫ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ⑬ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ⑭

ترجمہ تو آپ (ان کی مخالفت پر صبر کیجئے (اور صبر بھی ایسا جس میں شکایت کا نام نہ ہو یہ لوگ اس دن کو (بوجہ اعتقاد نفی کے وقوع سے) بعید دیکھ رہے ہیں اور ہم اس کو (وقوع سے) قریب دیکھ رہے ہیں (وہ عذاب اس دن واقع ہو گا) جس دن (کہ) آسمان رنگ میں) تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو جاوے گا اور (اس روز) پہاڑ رنگین اون کی طرح (جو کہ دھنی ہوئی ہو ہو جاویں گے (یعنی دوڑتے پھریں گے اور اس روز کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا باوجودیکہ ایک دوسرے کو دکھا بھی دیا جائے گا اور اس روز مجرم (یعنی کافر) اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹوں کو اور بیوی کو اور بھائی کو اور کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنے فدیہ میں دیدے پھر یہ (فدیہ دیدینا) اس کو عذاب سے) بچالے۔

تفسیر ⑤ "فاصبر صبرا جمیلا" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی تکذیب پر اور یہ قتال کا حکم دیئے جانے سے پہلے کی بات ہے۔

⑥ "انهم یرونه بعیدا" یعنی عذاب۔

⑦ "و نراه قریبا" اس لیے کہ جو آنے والی چیز ہے وہ قریب ہے اور وہ قیامت کا دن ہے۔

⑧ "یوم تکون السماء کالمهل" زیتون کے تلچھٹ کی طرح اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں جیسے چاندی جب پگھلائی جائے۔

⑨ "وتکون الجبال کالعهن" رنگی ہوئی اون کی طرح اور "عهن" صرف رنگی ہوئی اون کو کہا جاتا ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں دُھنکی ہوئی روئی کی طرح اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں سرخ روئی کی طرح اور وہ کپاس میں کمزور ترین ہے اور پہلے جب پہاڑ متغیر ہوں گے تو وہ بکھی ہوئی ریت ہو جائیں گے۔ پھر دُھنکی ہوئی روئی پھر ذرات ہوا میں اُڑتے ہوئے۔

⑩ "ولا یسأل حمیم حمیما" بزی نے ابن کثیر رحمہ اللہ سے "لا یسئل" پڑھا ہے یاء کے پیش کے ساتھ یعنی دوست سے دوست کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا یعنی یہ نہ کہا جائے گا تیرا دوست کہاں ہے؟ اور دیگر حضرات نے یاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی کسی قریبی شخص سے اس کے قریبی لوگوں کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا اس کے اپنی حالت میں مشغول ہونے کی وجہ سے۔

⑪ "یبصرونھم" وہ ان کو دیکھتے ہوں گے اور قیامت میں کوئی مخلوق نہیں ہے مگر اس کے جنوں وانسانوں میں سے ساتھی تک اس کی نگاہ پہنچے گی۔ پس آدمی اپنے والد اور اپنے بھائی اور قریبی رشتہ داروں کو دیکھے گا۔ پس اس سے سوال نہ کیا جائے گا اور اپنے دوست کو دیکھے گا۔ پس اس سے بات نہ کرے گا اپنی ذات میں مشغول ہونے کی وجہ سے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں دن کی ایک گھڑی میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے پھر اس کے بعد نہ پہچان پائیں گے اور کہا گیا ہے "یبصرونھم" وہ ان کو پہچانتے ہیں یعنی دوست دوسرے دوست کو دیکھے اور اس کو پہچان لے گا اور اس کے باوجود اس کی حالت نہ پوچھے گا اپنی حالت میں مشغول ہونے کی وجہ سے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ان کو پہچانیں گے۔ بہرحال مؤمن پس اپنے چہرے کی سفیدی و چمک کی وجہ سے اور بہرحال کافر تو اپنے چہرے کی سیاہی کی وجہ سے۔ "یود المجرم" مشرک تمنا کریں گے "لو یفتدی من عذاب یومئذ ببنیہ"

⑫ "وصاحبتہ" اس کی بیوی "واخیہ".

⑬ وفصیلتہ" اس کا خاندان جس سے وہ جدا ہوا ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا قبیلہ اور اس کے غیر نے کہا ہے اس کے قریبی رشتہ دار۔ "التی تؤویہ" یعنی اس کی طرف ٹھکانہ حاصل کرتا ہے۔

⑭ "ومن فی الارض جمیعا" دل سے چاہے گا کہ ان سب کے ذریعے اپنا فدیہ دے۔ "ثم ینجیہ" یہ فدیہ دینا اللہ کے عذاب سے۔

كَلَّا إِنَّهَا لَظٰى ⑮ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ⑯ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰى ⑰ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ⑱ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ⑲ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ⑳ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ㉑ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ㉒ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ㉓

ترجمہ: یہ ہرگز نہ ہوگا (بلکہ) وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو (کھال) تک) اتار دے گی (اور) وہ اس شخص کو (خود) بلاوے گی جس نے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور (اطاعت سے) بیرخی کی ہوگی اور (مال جمع کیا ہوگا پھر اس کو اٹھا اٹھا رکھا ہوگا انسان کم ہمت پیدا ہوا ہے (یعنی) جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو (حد اباحت سے زیادہ) جزع فزع کرنے لگتا ہے اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو (حقوق ضروریہ سے) بخل کرنے لگتا ہے مگر وہ نمازی (یعنی مومن) جو اپنی نماز پر برابر توجہ رکھتے ہیں (اور) ظاہراً یا باطناً دوسری طرف توجہ نہیں کرتے)۔

تفسیر ⑮ "کلا" اللہ کے عذاب سے کوئی چیز اس کو نجات نہ دے سکے گی، پھر ابتداء کرتے ہوئے فرمایا "انھا لظٰی" یہ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور کہا گیا ہے یہ دوسرا درجہ ہے۔ اس کے ساتھ نام رکھا گیا ہے اس لیے کہ یہ شعلے مارتا ہے۔

نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى کی تفسیر

⑯ "نزاعة للشوی" حفص نے عاصم رحمہ اللہ سے "نزاعة" پڑھا ہے حال کی بناء پر منصوب ہے اور دیگر حضرات نے

رفع کے ساتھ پڑھا ہے یعنی "ھی نزاعة للشوی" اور وہ اطراف، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں ہیں اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں سر کی کھال کے لیے اور ابراہیم بن مہاجر نے ان سے روایت کیا ہے گوشت ہڈیوں کے بغیر۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں آگ اطراف کو کھینچ لے گی۔ پس نہ گوشت چھوڑے گی نہ کھال اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کھال اور گوشت کو ہڈیوں سے کھینچ لے گی۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ پٹھوں اور پیٹھ کے لیے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں سر سے دماغ تک پہنچ جائے گی اور سارا دماغ کھا جائے گی۔ پھر وہ لوٹ آئے گا جیسے تھا تو پھر وہ آگ لوٹے گی اس کو کھانے کے لیے اسی طرح معاملہ چلتا رہے گا۔ اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی تخلیق اور اعضاء میں سے عمدہ کے لیے۔ ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے چہرے کے محاسن کے لیے اور ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الشوی" انسان کے زخم جو جائے قتل تک نہ پہنچے ہوں۔ کہا جاتا ہے "رمی فاشوی" جب تیر اعضاء کو لگے اور جائے قتل تک نہ پہنچے۔

⑰ "تدعوا" آگ اپنی طرف "من ادبر" ایمان سے۔ "وتولی" حق سے۔ پس آگ کہے گی میری طرف آ اے مشرک! میری طرف آ اے منافق! ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کافروں و منافقوں کو ان کے ناموں سے پکارے گی فصیح زبان میں پھر ان کو اُٹھا لے گی جیسے پرندہ دانہ کو چگ لیتا ہے۔ خلیل رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں "تدعوا" یعنی عذاب دے گی اور کہتے ہیں ایک بدو نے دوسرے کو کہا دعاک اللہ یعنی تجھے اللہ عذاب دے۔

⑱ "وجمع" یعنی مال کو جمع کیا۔ "فاوعی" اس کو برتن میں روکا اور اس سے اللہ کا حق ادا نہیں کیا۔

خُلِقَ هَلُوْعًا کی تفسیر

⑲ "ان الانسان خلق ھلوعا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے فرماتے ہیں "ھلوع" اس چیز پر حریص جو اس کے لیے حلال نہیں ہے اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کنجوس۔ اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تنگ دل والا۔ ضحاک و حسن رحمہما اللہ فرماتے ہیں بخیل اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں واویلا کرنے والا اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں تنگ دل والا اور "ھلع" سخت لالچ اور کم صبر۔ عطیہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کی تفسیر اس کے بعد والی آیت ہے۔

⑳ "اذا مسّه الشر جزوعا. ㉑ واذا مسّه الخیر منوعا" یعنی جب اس کو فقر پہنچے تو صبر نہ کرے اور جب اس کے پاس مال آئے تو خرچ نہ کرے۔ ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا جو چیز اس کو اچھی لگے اس کو پسند کرتا ہے اور جو ناپسند ہو اس سے بھاگتا ہے۔ پھر اس کو پابند کیا، پسندیدہ چیز کو خرچ کرنے اور ناپسند چیز پر صبر کرنے پر۔

㉒ پھر استثناء کرتے ہوئے فرمایا "الا المصلین" جمع کا واحد سے استثناء کیا ہے اس لیے کہ انسان جمع کے معنی میں ہے۔

㉓ "الذین ھم علی صلاتھم دائمون" ان نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرتے ہیں۔ ابوالخیر کہتے ہیں ہم نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے قول "الذین ھم علی صلاتھم دائمون" کے بارے میں پوچھا، کیا وہ لوگ ہمیشہ

نماز پڑھتے ہیں؟ فرمایا نہیں لیکن جب وہ نماز پڑھتے ہیں تو اپنے دائیں اور بائیں اور اپنے پیچھے متوجہ نہیں ہوتے۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: اور جن کے مالوں میں سوالی اور بے سوالی سب کا حق ہے اور جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں اور واقعی ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں (یہ جملہ معترضہ کے طور پر ہے) اور جو اپنی شرمگاہوں کو (حرام سے) محفوظ رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیبیوں سے یا اپنی (شرعی) لونڈیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان پر (اس میں) کوئی الزام نہیں ہاں جو اس کے علاوہ (اور جگہ شہوت رانی کا) طلب گار ہو ایسے ہی لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں اور جو اپنی (فرض) نمازوں کی پابندی کرتے ہیں (بس) ایسے لوگ بہشتوں میں عزت سے داخل ہوں گے تو کافروں کو کیا ہوا کہ (ان مضامین کی تکذیب کرنے کے لئے) آپ کی طرف کو داہنے اور بائیں سے جماعتیں بن بن کر دوڑے آ رہے ہیں کیا ان میں ہر شخص اس کی ہوس رکھتا ہے کہ وہ آسائش کی جنت میں داخل کر لیا جاوے گا یہ ہرگز نہ ہوگا ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا ہے جس کی ان کو خبر ہے۔

تفسیر: ۲۴...... "والذین فی اموالهم حق معلوم ۲۵ للسائل والمحروم ۲۶ والذین یصدقون بیوم الدین ۲۷ والذین هم من عذاب ربهم مشفقون۔ ۲۸ ان عذاب ربهم غیر مأمون۔ ۲۹ والذین هم لفروجهم حافظون ۳۰ الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین ۳۱ فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک هم العادون ۳۲ والذین هم لاماناتهم وعهدهم راعون۔ ۳۳ والذین هم بشهاداتهم قائمون" حفص نے عاصم اور یعقوب رحمہما اللہ سے "بشهاداتهم" جمع کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے "بشهادتهم" واحد پڑھا ہے۔ "قائمون" یعنی اس میں حق کے ساتھ قائم ہوتے ہیں اور اس کو چھپاتے نہیں ہیں اور تبدیل بھی نہیں کرتے۔

㉞ "والذین هم علی صلواتهم یحافظون. ㉟ اولٰئک فی جنات مکرمون"

㊱ "فمال الذین کفروا" یعنی ان لوگوں کا کیا حال ہے جنہوں نے کفر کیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "فمالهم عن التذکرة معرضین"...... "قبلک مهطعین" دوڑنے والے تیری طرف متوجہ ہونے والے اپنی گردنیں کھینچنے والے اور تیری طرف نگاہ لگانے والے تیری طرف جھانکنے والے۔ یہ کفار کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہو جاتے تھے آپ علیہ السلام کی کلام کو سنتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء کرتے تھے اور آپ علیہ السلام کو جھٹلاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو کیا ہو گیا ہے آپ کی طرف دیکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتے ہیں اور جو سنتے ہیں اس سے نفع نہیں اُٹھاتے۔

㊲ "عن الیمین وعن الشمال عزین" حلقے اور گروہ۔ اور عزون متفرق جماعتیں اس کا واحد عزة ہے۔

㊳ "ایطمع کل امریٔ منهم ان یدخل جنة نعیم" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس کا معنی کیا ان میں سے ہر آدمی طمع کرتا ہے کہ میری جنت میں داخل ہوگا جیسے کہ مسلمان داخل ہوں گے اور اس میں نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط کہا ہے؟

㊴ "کلا" وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ پھر ابتداء کی اور فرمایا: "انا خلقناهم مما یعلمون" یعنی نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے، لوگوں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ ایک اصل سے پیدا کیے گئے ہیں اور ان کا باہم فضیلت رکھنا اور جنت کا مستحق ہونا ایمان وطاعت کی وجہ سے ہے۔

بشر بن جحاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اپنی ہتھیلی میں لعاب ڈالا اور اس پر انگلی رکھی اور پھر فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ابن آدم! تو مجھے کیسے عاجز کر سکتا ہے حالانکہ میں نے تجھے اسی کی مثل سے پیدا کیا ہے حتیٰ کہ میں نے تجھے ٹھیک طرح بنایا اور تو دو چادروں کے درمیان چلا اور زمین تجھ سے سخت ہے۔ پس تو نے مال جمع کیا اور روکا حتیٰ کہ جب گلے تک پہنچا تو تو نے کہا میں صدقہ کرتا ہوں اور اب کہا صدقہ کا وقت ہے؟ اور کہا گیا ہے اس کا معنی بے شک ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اس وجہ سے جو وہ جانتے ہیں اور وہ امر ونہی، ثواب وعقاب ہے اور کہا گیا ہے کہ "ما"...... "من" کے معنی میں ہے اس کا مجاز "انا خلقناهم ممن یعلمون ویعقلون کالبهائم"

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ㊵ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ㊶ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ يُوْعَدُوْنَ ㊷ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ㊸ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ. ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِىْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ㊹

ترجمہ پھر دوسری طور پر وقوع قیامت کے لئے قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ (دنیا ہی میں) ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں (یعنی پیدا کردیں) اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑتے جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں (مارے شرمندگی کے) نیچے کو جھکی ہوں گی (اور) ان پر ذلت چھائی ہوگی (بس) یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (جو کہ اب واقع ہوا)۔

تفسیر ㊵ "فلا اقسم برب المشارق والمغارب" یعنی سال میں سے ہر دن کی مشرق اور اس کی مغرب۔ "انا لقادرون

㊶ علی ان نبدّل خیرا منھم" اس پر کہ ہم ان سے زیادہ فرمانبردار اور اللہ کی زیادہ بات ماننے والے پیدا کریں۔ "وما نحن بمسبوقین"

㊷ "فذرھم یخوضوا" اپنے باطل میں۔ "ویلعبوا" اپنی دُنیا میں "حتی یلاقوا یومھم الذین یوعدون" اس کو آیت قتال نے منسوخ کردیا ہے۔

㊸ "یوم یخرجون من الاجداث" یعنی قبروں سے۔ "سراعا" داعی کو جواب دینے کے لیے۔ "کانھم الی نصب" ابن عامر اور حفص نے "نصب" نون اور صاد کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے نون کے زبر اور صاد کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے، انہوں نے مراد لیا ہے منصوب چیز کی طرف۔ کہا جاتا ہے فلان نصب عین اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں علم و سمجھ کی طرف اور جس نے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ مقاتل اور کسائی رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی ان کے بتوں کی طرف جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ کے سوا۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اس کی طرف دوڑتے تھے کہ پہلے کون اس کا استلام کرے گا۔ "یوفضون" یعنی دوڑتے ہیں۔

㊹ "خاشعة" ذلیل و پست۔ "ابصارھم ترھقھم ذلّة" ان پر ذلت چھائی ہوگی۔ "ذلک الیوم الذی کانوا یوعدون" یعنی قیامت کے دن۔

سُوْرَةُ نُوْح

مکی ہے اور اس کی اٹھائیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ① قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ② اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ⑤ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ⑥ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ⑦ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ⑧

ترجمہ: ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس (پیغمبر بنا کر) بھیجا تھا کہ تم اپنی قوم کو (وبال کفر سے) ڈرائیو قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آئے انہوں نے (اپنی قوم) سے کہا کہ اے میری قوم میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا ہوں (اور کہتا ہوں) کہ اللہ کی عبادت (یعنی توحید اختیار کرو) اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو وقت مقررہ (یعنی وقت موت) تک (بلا عقوبت) مہلت دے گا (باقی موت کے لئے جو) اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت (ہے) جب (وہ) آ جاوے گا تو ٹلے گا نہیں کیا خوب ہوتا اگر تم (ان باتوں کو) سمجھتے ہوتے (جب مدتہائے دراز تک ان نصائح کا اثر قوم پر نہ ہوا تو) نوحؑ نے دعا کی کہ) اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات کو بھی اور (دن کو بھی) دین حق کی طرف) بلایا سو میرے بلانے پر (دین سے) اور زیادہ بھاگتے رہے اور میں نے جب کبھی ان کو (دین حق کی طرف) بلایا تا کہ (ان کے ایمان کے سبب) آپ ان کو بخش دیں تو ان لوگوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں (تا کہ حق بات کو سنیں بھی نہیں) اور (نیز زیادتی کراہت سے) اپنے کپڑے (اپنے اوپر) لپیٹ لیے اور کفر پر اصرار کیا اور (میری طاعت سے) غایت درجہ کا تکبر کیا پھر (بھی) میں نے ان کو آواز بلند بلایا۔

تفسیر ❶ "انا ارسلنا نوحا الی قومه ان انذر قومک"......."بان انذر قومک من قبل ان یأتیهم عذاب الیم" معنی بے شک ہم نے ان کو بھیجا تا کہ وہ ان کو عذاب سے ڈرائیں اگر وہ ایمان نہ لائیں۔

❷ "قال یاقوم انی لکم نذیر مبین" میں تمہیں ڈراتا ہوں اور تمہارے لیے بیان کرتا ہوں۔

❸ "ان اعبدوا الله واتقوه واطیعون.

❹ یغفرلکم من ذنوبکم" من صلہ ہے یعنی "یغفرلکم ذنوبکم" اور کہا گیا ہے یعنی جو تمہارے گناہوں میں سے پہلے ہو چکے ایمان لانے کے وقت تک اور یہ ان کے بعض گناہ ہیں۔ "ویؤخرکم الی اجل مسمّی" وہ تمہیں عافیت دے گا تمہاری مدتوں کے ختم ہونے تک۔ پس تم پر عقاب نہ کرے گا۔ "ان اجل الله اذا جاء لایؤخر لو کنتم تعلمون" فرماتے ہیں تم موت سے پہلے ایمان لے آؤ عذاب سے محفوظ رہو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اجل جب آتا ہے تو مؤخر نہیں ہوتا اور تمہیں ایمان لانے کی قدر نہ دے گا۔

❺ "قال ربّ انی دعوت قومی لیلا ونهارا.

❻ فلم یزدهم دعائی الا فرارا" بھاگنا اور ایمان سے پیٹھ پھیرنا۔

❼ "وانی کلمّا دعوتهم" آپ پر ایمان لانے کی طرف۔ "لتغفر لهم جعلوا اصابعهم فی آذانهم" تا کہ وہ میری دعوت نہ سن سکیں۔ "واستغشوا ثیابهم" ان کے ذریعے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتے ہیں تا کہ وہ مجھے نہ دیکھیں۔ "واصروا" اپنے کفر پر۔ "واستکبروا" آپ علیہ السلام پر ایمان لانے سے۔ "استکبارا"

❽ "ثم انی دعوتهم جهارا" اس کا معنی ہے دُعاء کے ساتھ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اپنی بلند آواز سے۔

ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ⑨ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ. اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ⑩ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ⑪ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ⑫ مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ⑬ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ⑭ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ⑮ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ⑯ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ⑰

ترجمہ پھر میں نے ان کو (خطاب خاص کے طور پر) علانیہ بھی سمجھایا اور ان کو بالکل خفیہ بھی سمجھایا اور (اس سمجھانے میں) میں نے (ان سے یہ) کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا زمین نے ان سے یہ بھی کہا کہ) تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہو (ورنہ شرک نہ کرتے) حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور

(کی چیز) بنایا اور سورج کو (مثل) چراغ (روشن کے) بنایا اور اللہ نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا۔

تفسیر ⑨ "ثم انی اعلنت لهم" یعنی دُعاء کا اعلانیہ تکرار کیا۔ "واسررت لهم اسرارا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ ایک ایک آدمی کو آہستہ دعوت دی، اس کو آپ کی عبادت اور توحید کی طرف بلایا۔

⑩ "فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا۔

⑪ یرسل السمآء علیکم مدرارا" اور یہ کہ قوم نوح علیہ السلام نے جب لمبا زمانہ ان کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی اور عورتوں کو بانجھ کر دیا چالیس (۴۰) سال تو ان کی اولاد، مال اور مویشی ہلاک ہوگئے تو ان کو نوح علیہ السلام نے کہا تم اپنے رب سے شرک سے معافی طلب کرو یعنی مغفرت طلب کرو توحید اپنا کر۔ وہ تم پر آسمان سے بہت زیادہ بارش بھیجے گا۔ شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے ساتھ بارش طلب کرنے نکلے، پس استغفار کیا اور لوٹ آئے تو ان کو کہا گیا ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو بارش طلب کرتے تو نہیں سنا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے بارش کو آسمان کے مجاریح سے طلب کیا ہے جن سے بارش اُتاری جاتی ہے۔ پھر پڑھا ہے ⑫ "استغفروا ربکم انه کان غفارا۔ یرسل السمآء علیکم مدرارا"

⑬ "ویمددکم باموال وبنین" عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمہارے اموال کو اولاد کو زیادہ کردے گا۔ "ویجعل لکم جنات ویجعل لکم انهارا۔ مالکم لا ترجون للّٰه وقارا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں تم اللہ کی عظمت نہیں دیکھتے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی تعظیم نہیں کرتے جیسا کہ اس کی تعظیم کا حق ہے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم اللہ سے نہیں ڈرتے جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور رجاء خوف کے معنی میں ہے اور وقار، عظمت، توقیر سے اسم ہے اور وہ تعظیم کرنا ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم اللہ کا حق نہیں پہچانتے اور تم اس کی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے۔ ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اللہ کی عبادت میں یہ اُمید نہیں کرتے کہ وہ تمہیں ثواب دے گا، تمہارے اس کی توقیر کرنے پر۔

⑭ "وقد خلقکم اطوارا" کئی مرتبہ ایک حال کے بعد دوسرے حال میں نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ مکمل تخلیق ہونے تک۔

⑮ "الم تروا کیف خلق اللّٰه سبع سماوات طباقا، وجعل القمر فیهن نورا" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی آسمان دُنیا میں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "اتیت بنی تمیم" حالانکہ تو ان میں سے بعض کے پاس گیا ہوتا ہے۔ وہ فلان متوارف دور بنی فلان فلاں بنو فلاں کے گھروں میں چھپا ہوا ہے حالانکہ وہ ایک گھر میں ہوتا ہے اور عبداللہ بن عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بے شک سورج و چاند ان دونوں کا رُخ آسمانوں کی طرف ہے اور سورج کی روشنی اور چاند کا نور ان میں ہے اور ان کی گدیاں زمین کی طرف ہیں اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے۔

⑯ "وجعل الشمس سراجا" روشن چراغ۔

⑰ "واللّٰه انبتکم من الارض نباتا" ابوالبشر آدم علیہ السلام کی تخلیق کا مبدأ مراد ہے یعنی ان کو زمین سے پیدا کیا اور لوگ ان کی اولاد ہیں۔ "نباتا" اسم ہے مصدر کی جگہ رکھا گیا ہے یعنی نباتا۔ خلیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا مجاز "فنبتم نباتا" ہے۔

ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾

ترجمہ پھر تم کو (بعد مرگ) زمین ہی میں لے جاوے گا اور (قیامت میں پھر اسی زمین سے) تم کو باہر لے آوے گا اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا تاکہ تم کھلے رستوں میں چلو (اور یہ سب حکایات عرض کر کے) نوحؑ نے (یہ) کہا کہ اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا اور ایسے شخصوں کی پیروی کی کہ جن کے مال اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا اور انہوں نے جن کا اتباع کیا ہے وہ ایسے ہیں کہ) جنہوں نے (حق میں) بڑی بڑی تدبیریں کیں اور جنہوں نے (اپنے تابعین سے) کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ (بالخصوص) ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور یعوق کو اور نسر کو چھوڑنا۔

تفسیر ﴿۱۸﴾ "ثم یعید کم فیھا" موت کے بعد۔ "ویخرجکم" اس سے بعث کے دن زندہ۔ "اخراجا"

﴿۱۹﴾ "واللہ جعل لکم الارض بساطا" اس کو تمہارے لیے بچھایا۔

﴿۲۰﴾ "لتسلکوا منھا سبلا فجاجا" کشادہ راستوں پر۔

﴿۲۱﴾ "قال نوح ربّ انھم عصونی" یعنی میری دعوت کو قبول نہیں کیا۔ "واتبعوا من لم یزدہ مالہ وولدہ الا خسارا" یعنی فقراء اور نچلے طبقہ کے لوگوں نے قائدین اور سرداروں کی اتباع کی جن کو ان کے مال اور اولاد کی کثرت نے صرف دُنیا میں گمراہی اور آخرت میں سزا زیادہ کی تھی۔

﴿۲۲﴾ "ومکروا مکرا کُبّارا" یعنی کبیر و عظیم۔ کہا جاتا ہے کبیر اور کبار تخفیف کے ساتھ اور کبّار شد کے ساتھ۔ شد مبالغہ کے لیے دی گئی ہے اور تمام ایک معنی میں ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے امر عجیب و عجاب و عجّاب شد کے ساتھ، مبالغہ میں اشد ترین اور ان کے مکر میں اختلاف کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں انہوں نے بہت بڑی بات کہی۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ پر جھوٹ گھڑا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور کہا گیا ہے کہ رؤسا نے اپنے پیروکاروں کو نوح علیہ السلام پر ایمان لانے سے روکا اور ان کے قتل پر اُبھارا۔

﴿۲۳﴾ "وقالوا" ان کو "لاتذرنّ آلھتکم" یعنی ان کی عبادت کو۔ "ولا تذرن ودّا" اہل مدینہ نے واؤد کے پیش کے ساتھ اور باقی حضرات نے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا" یہ ان کے معبودوں کے نام ہیں۔

یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ اور وَنَسْرًا کی تفسیر

محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ نیک لوگوں کے نام ہیں جو نوح اور آدم علیہما السلام کے درمیان گزرے پس جب یہ مر گئے تو ان کے متبعین تھے جو ان کی پیروی کرتے تھے اور ان کے بعد عبادت میں ان کا طریقہ اپناتے تھے۔ پس ان کے پاس ابلیس آیا اور ان کو کہا اگر تم ان نیک لوگوں کی صورتیں بنالو تو یہ عبادت میں تمہاری چستی اور شوق کا سبب بنے گا۔ انہوں نے ایسا کیا پھر ان کے بعد جو قوم آئی ان کو ابلیس نے کہا تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ انہی صورتوں کی عبادت کرتے تھے تم بھی ان کی عبادت کرو تو بتوں کی عبادت کی ابتداء ہوگئی اور ان صورتوں کو یہ نام دیئے گئے تھے اس لیے کہ انہوں نے ان مسلمان لوگوں کی جیسی صورتیں بنائی تھیں۔

عطاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ بت جو قوم نوح میں معبود تھے وہی عرب میں ان کے بعد معبود بنے۔ بہرحال وڈ یہ کلب کا تھا دومۃ الجندل میں اور سواع ہذیل کا تھا اور یغوث مراد کا تھا پھر بنو غطیف کا بنا جو سبأ کے پاس جرف مقام میں ہیں اور یعوق یہ ہمدان کا تھا اور نسر یہ حمیر آل ذی الکلاع کا تھا اور یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے۔ پس جب یہ مر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کو وحی کی کہ تم ان کی خصوصی نشست گاہوں میں ان کے بت گاڑھ دو اور ان کو ان نیک لوگوں کے نام دے دو تو انہوں نے ایسا کیا لیکن ان کی عبادت نہیں کی گئی۔

پھر جب یہ لوگ مر گئے اور علم ختم ہو گیا تو ان کی عبادت کی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ ان بتوں کو طوفان نے دفن کر دیا تھا، ان پر مٹی ڈال کر۔ پس یہ دفن ہی رہے کہ ان کو شیطان نے مشرکین عرب کے لیے نکالا اور عرب کے دوسرے بت تھے پس لات ثقیف کا تھا اور عزیٰ سلیم، غطفان اور جشم کا اور مناۃ قدید کا اور ایساف اور نائلہ اور ھبل اہل مکہ کے تھے۔

وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾

ترجمہ اور ان (رئیس) لوگوں نے بہتوں کو (بہکا بہکا کر) گمراہ کر دیا اور (اب آپ) ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دیجئے (ان لوگوں کا انجام یہ ہوا کہ) انہی گناہوں کے سبب وہ غرق کئے گئے پھر (بعد غرق) دوزخ میں داخل کئے گئے اور خدا کے سوا ان کو کوئی حمایتی بھی میسر نہ ہوئے اور نوحؑ نے (یہ بھی) کہا کہ اے میرے پروردگار ان میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ (بلکہ سب کو ہلاک کر دے کیونکہ) اگر آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے تو آپ کے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور (آگے بھی) ان کے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی اے میرے

رب مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو مومن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں ان کو (یعنی اہل وعیال باستثناء زوجہ وکنعان) اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے اور ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھایئے

تفسیر ㉔ "وقد اضلّوا کثیرا" یعنی بتوں کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہ ہوگئے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے "ربّ انھن اضللن کثیرا من النّاس" اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے بڑوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا۔ "ولا تزد الظالمین الا ضلالا" یہ ان پر بددُعا ہے۔ اس کے بعد جب نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول "انه لن یؤمن من قومک الا من قد آمن"

㉕ "مما خطیئاتھم" یعنی ان کی خطاؤں میں سے۔ اور (ما) صلہ ہے اور ابوعمرو نے "خطایاھم" پڑھا ہے اور یہ دونوں "خطیئة" کی جمع ہیں۔ "اغرقوا" طوفان کے ساتھ۔ "فادخلوا نارا" ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ دُنیا میں ایک حالت میں ہوا کہ ایک جانب سے غرق کیے گئے اور دوسری جانب سے جلائے گئے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں "فادخلوا نارا" یعنی آخرت میں۔ "فلم یجدوا لھم من دون اللّٰہ انصارا" یعنی کسی ایک کو نہیں پایا جو ان کو اللہ واحد قہار کے عذاب سے بچائے۔

㉖ "وقال نوح ربّ لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا" کوئی ایک جو زمین میں چکر لگائے، پس جائے اور آئے دوران سے ہے اور قتیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی اصل دار سے ہے یعنی گھر میں اُترنے والا۔

㉗ "انک ان تذرھم یضلّوا عبادک" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے بیٹے کے ساتھ نوح علیہ السلام کے پاس جاتا اور کہتا اس سے بچ کر رہنا یہ بڑا جھوٹا ہے اور میرے باپ نے بھی مجھے اس سے روکا تھا۔ پس بڑے مرجاتے اور چھوٹے اس حالت پر پیدا ہوتے۔ "ولا یلدوا الا فاجرا کفارا" محمد بن کعب، مقاتل اور ربیع اور ان کے علاوہ حضرات کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے یہ تب کہا جب اللہ تعالیٰ نے ہر مؤمن کو ان کی پشتوں سے نکال لیا اور ان کی بیویوں کے رحموں سے اور ان کی عورتوں کے رحموں کو بانجھ کردیا اور ان کے مردوں کی پشتوں کو خشک کردیا عذاب سے چالیس سال پہلے۔

اور کہا گیا ہے ستر سال پہلے اور اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو خبر دی کہ وہ ایمان نہ لائیں گے اور کسی مؤمن کو نہ جنیں گے۔ پس اس وقت نوح علیہ السلام نے ان پر بددُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دُعا قبول کرلی اور ان تمام کو ہلاک کردیا اور عذاب کے وقت ان میں کوئی چھوٹا بچہ نہ تھا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وقوم نوح لما کذبوا الرّسل اغرقناھم" اور بچوں سے تو تکذیب نہیں پائی جاسکتی۔

㉘ "ربّ اغفرلی ولوالدیّ" اور ان کے والد کا نام ملک بن متوشلخ اور والدہ کا نام سحاء بنت انوش تھا اور یہ دونوں مؤمن تھے۔ "ولمن دخل بیتی" میرے گھر میں۔ "مؤمنا" ضحاک اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں میری مسجد میں اور کہا گیا ہے میری کشتی میں۔ "وللمؤمنین والمؤمنات" یہ ہر اس شخص کے حق میں عام ہے جو اللہ تعالیٰ اور فرشتوں پر ایمان لایا اور رسولوں کی تصدیق کی۔ "ولا تزد الظالمین الا تبارا" ہلاکت اور تباہی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول کی اور ان کو ہلاک کردیا گیا۔

سُوْرَةُ جِنّ

مکی ہے اور اس کی اٹھائیس (۲۸) آیات ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ① يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ. وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ② وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ③ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ④

ترجمہ آپ (ان لوگوں سے) کہیے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا پھر (اپنی قوم میں واپس جا کر) انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست بتلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم (اب) اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ) ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ اولاد اور ہم میں جو احمق ہوئے ہیں وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں کہتے تھے۔

تفسیر ① "قل او حی الیّ انه استمع نفر من الجن" اور یہ تو تھے نصیبین کے جنوں میں سے اور کہا گیا ہے سات تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت توجہ سے سنی۔ ہم ان کا واقعہ سورۃ الاحقاف میں بیان کر چکے ہیں۔ "فقالوا" جب اپنی قوم کی طرف لوٹے۔ "انا سمعنا قرانا عجبا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "بلیغا" یعنی قرآن ذا عجب اس کی بلاغت کی وجہ سے تعجب کیا جاتا ہے۔

② "یھدی الی الرشد" وہ توحید و ایمان سے درستگی کی طرف بلاتا ہے۔ "فامنا به ولن نشرک بربنا احدا"

③ "وانه تعالٰی جدّ ربّنا" اہل شام اور اہل کوفہ نے ابوبکر کے علاوہ عاصم سے۔ "وانه تعالٰی" ہمزہ کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح اس کے بعد باری تعالیٰ کے قول "وانا منا المسلمون" تک۔ اور دیگر حضرات نے ان کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور ابو جعفر نے ان میں سے "وانه" کو زبر دی ہے جو وحی پر رد کیا گیا ہے اور جو جنوں سے حکایت ہے اس کو زیر دی ہے اور پسندیدہ سب میں کسرہ پڑھنا ہے اس لیے کہ یہ جنوں کا اپنی قوم کو قول ہے۔ پس یہ معطوف ہے اس کے قول "فقالوا انا

سمعنا قرآنا عجبا" پر اور انہوں نے کہا "وانه تعالٰی" اور جس نے فتحہ دیا ہے اس نے عطف باری تعالیٰ کے قول "فآمنّا به" پر ڈالا ہے اور ہم اس تمام پر ایمان لائے۔ پس "اَن" کو فتحہ دیا گیا ہے اس پر ایمان واقع ہونے کی وجہ سے۔

"جدّ ربّنا" ہمارے رب کا جلال وعظمت، اس کو مجاہد، عکرمہ اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا ہے کہا جاتا ہے "جدّالرجل" یعنی عظیم ہوگیا اور اسی سے انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے جب کوئی آدمی ہم میں سے سورۃ البقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا تو "جدّفینا" یعنی اس کا مرتبہ عظیم ہوجاتا اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "جدّربّنا" یعنی ہمارے رب کا امر اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے رب کا تمنی اور اسی سے جد کو حظ بمعنٰی حصہ کہا جاتا ہے اور رجل مجدود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے ہمارے رب کی قدرت۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا فعل۔ قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی نعمتیں اس کی مخلوق پر اور اخفش رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے رب کا ملک بلند ہوگیا۔ "ما اتخذ صاحبة و لا ولدا" کہا گیا ہے اس کا جلال وعظمت بلند ہے اس سے کہ وہ کوئی بیوی یا اولاد بنائے۔

❹ "وانه كان يقول سفيهنا" وہ ابلیس ہے۔ "على الله شططا" جھوٹ اور ظلم اور وہ اللہ تعالیٰ کو شریک اور اولاد کے ساتھ موصوف کرنا۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ❺ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ❻ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ❼ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ❽ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ. فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ❾

(ترجمہ) اور ہمارا پہلے یہ خیال تھا کہ انسان اور جنات خدا کی شان میں جھوٹ نہیں کہیں گے اور بہت سے لوگ آدمیوں میں سے ایسے تھے کہ وہ جنات میں سے بعضے لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے سو ان آدمیوں نے ان جنات کی بد دماغی اور بڑھادی اور جیسا تم نے خیال کر رکھا تھا ویسا ہی آدمیوں نے بھی خیال کر رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ کرے گا اور ہم نے آسمان (کی خبروں) کی تلاشی (موافق عادت سابقہ کے) لینا چاہی سو ہم نے اس کو سخت پہروں (یعنی محافظ فرشتوں) اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا اور اس کے قبل) ہم اس آسمان کی خبر سننے) کے موقعوں میں (خبر) سننے کے لئے جابیٹھا کرتے تھے سو جو کوئی اب سننا چاہتا ہے تو اپنے لئے ایک تیار شعلہ پاتا ہے۔

(تفسیر) ❺ "وانا ظننا" ہم نے گمان کیا۔ "ان لن تقول الانس والجن" یعقوب نے "تقول" واؤ کی زبر اور اس کی شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ "على الله كذبا" یعنی ہم ان کو ان کے اس قول میں کہ "اللہ تعالیٰ نے بیوی اور اولاد بنائی ہے" گمان کرتے تھے حتیٰ کہ ہم نے قرآن سن لیا۔

❻ "وانه كان رجال من الانس يعوذون برجال من الجن" کیونکہ کوئی آدمی عرب میں سے جاہلیت میں جب

سفر کرتا تھا پس اس وادی میں چٹیل زمین میں شام کرتا تو کہتا میں سردار کی پناہ مانگتا ہوں اس کی قوم کے بیوقوفوں سے تو وہ ان میں امن و پڑوس میں رات گزارتا صبح تک۔ کردم بن ابوسائب انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ مدینہ کی طرف نکلا، کسی ضرورت کی وجہ سے اور یہ ابتدائی بات تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں تذکرہ ہو رہا تھا۔ پس ہم نے رات کو ایک بکریوں کے چرواہے کے پاس ٹھکانہ حاصل کیا۔ جب آدھی رات ہوئی تو ایک بھیڑیا آیا اور بکری کا ایک بچہ پکڑ لیا تو چرواہا کود اور اے وادی کے عامر تیرا پڑوسی تو آواز لگانے والے نے آواز لگائی جس کو ہم نے نہیں دیکھا، کہا اے بھیڑیے اس کو چھوڑ دے تو بکری کا بچہ بھاگتا آیا اور ریوڑ میں داخل ہو گیا اور اس کو ہلکا سا زخم بھی نہ لگا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں اُتارا "وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوھم" یعنی انسانوں نے جنوں کے سردار سے پناہ مانگ کر ان کو زیادہ کر دیا۔ "رھقا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں گناہ اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں سرکشی اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں شر۔ ابراہیم رحمہا اللہ فرماتے ہیں عظمت کیونکہ وہ اس پناہ مانگنے کی وجہ سے سرکشی میں بڑھتے جا رہے تھے، وہ کہتے تھے ہم جنوں و انسانوں کے سردار ہو گئے اور "رھق" کلام عرب میں گناہ اور محارم کا ارتکاب کرنا ہے۔

⑦ "وانھم ظنوا" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بے شک جنوں نے گمان کیا۔ "کما ظننتم" اے انسانوں میں سے کافروں کی جماعت۔ "ان لن یبعث اللہ احدا" اس کے مرنے کے بعد۔

⑧ "وانا" جن کہنے لگے۔ "لمسنا السمآء" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں آسمانِ دُنیا "فوجدناھا ملئت حرسا شدیدا" فرشتوں میں سے۔ "وشھبا" ستاروں سے۔

⑨ "وانا کنا نقعد منھا" آسمان سے۔ "مقاعد للسمع" یعنی ہم سنتے تھے۔ "فمن یستمع الآن یجدلہ شھابا رصدا" اس کا گھات لگایا ہے تاکہ اس کو مارے۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں بے شک مارنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تھا اور آپ علیہ السلام کی بعثت کے بعد سخت چوکیداری کی کوئی مثال ہی نہیں ہے اور وہ بعض حالات میں بات چرا لیتے تھے، پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا تو وہ اس سے بالکل روک دیئے گئے۔ پھر انہوں نے کہا۔

وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَبِھِمْ رَبُّھُمْ رَشَدًا ⑩ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِکَ. کُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ⑪ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰہَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَہٗ ھَرَبًا ⑫ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْھُدٰٓی اٰمَنَّا بِہٖ. فَمَنْ یُّؤْمِنْ م بِرَبِّہٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَھَقًا ⑬ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِکَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ⑭ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَھَنَّمَ حَطَبًا ⑮ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَی الطَّرِیْقَۃِ لَاَسْقَیْنٰھُمْ مَّآءً غَدَقًا ⑯

(ترجمہ) اور ہم نہیں جانتے کہ (ان جدید پیغمبر کے مبعوث فرمانے سے) زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان

کے رب نے ان کو ہدایت کرنے کا قصد فرمایا ہے اور ہم سے (پہلے سے بھی) بعضے نیک (ہوتے آئے) ہیں اور بعضے اور طرح کے (ہوتے آئے) ہیں ہم مختلف طریقوں پر تھے اور ہمارا طریقہ تو یہ ہے کہ) ہم نے سمجھ لیا ہے ہم زمین (کے کسی حصہ) میں (جا کر) اللہ تعالیٰ کو ہرا نہیں سکتے اور نہ (اور کہیں) بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں اور ہم نے جب ہدایت کی بات سن لی تو ہم نے تو اس کا یقین کر لیا سو (ہماری طرح) جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آوے گا تو اس کو نہ کسی کمی کا اندیشہ ہوگا اور نہ زیادتی کا اور ہم میں بعضے تو مسلمان (ہو گئے) ہیں اور بعضے ہم میں (بدستور سابق) بے راہ ہیں سو جو شخص مسلمان ہو گیا انہوں نے تو بھلائی کا رستہ ڈھونڈ لیا اور جو بے راہ ہیں دوزخ کے ایندھن ہیں اور (مجھ کو ان مضامین کی بھی وحی ہوئی کہ) کہ اگر یہ (مکہ والے) لوگ (سیدھے) رستہ پر قائم ہو جاتے تو ہم ان کو فراغت کے پانی سے سیراب کرتے۔

تفسیر ⑩ "وانا لاندری اشرارید بمن فی الارض "شہاب ثاقب کے مارنے کے ذریعے سے۔ "ام اراد بھم ربھم رشدا"

⑪ "وانا منا الصالحون ومنا دون ذلک" نیک لوگوں کے علاوہ۔ "کنّا طرائق قددا" یعنی متفرق جماعتیں اور مختلف قسمیں اور "قدۃ" کسی چیز کا ٹکڑا کہا جاتا ہے "صارا لقوم قددا" جب ان کے حالات مختلف ہوں اور اس کی اصل قد سے ہے اور وہ کاٹنا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کی مراد مسلمان و کافر تھے اور کہا گیا ہے مختلف خواہشات والے اور حسن اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں جن تمہاری طرح ہیں پس ان میں سے قدریہ، مرجہ اور رافضہ ہیں اور ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں گروہ و فرقے ہر فرقہ کی خواہش نفس تھی لوگوں کی خواہشات کی طرح اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مختلف رنگ کے اور ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں قسمیں۔

⑫ "وانا ظننا" ہم نے جانا اور یقین کیا۔ "ان لن نعجز اللّٰہ فی الارض" یعنی ہم اس سے نہیں چھوٹ سکتے، اگر وہ ہمارے بارے میں کسی امر کا ارادہ کرے۔ "ولن نعجزہ ھربا" اگر وہ ہمیں طلب کرے۔

⑬ "وانا لما سمعنا الھدیٰ" قرآن اور جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ "آمنا بہ فمن یؤمن بربہ فلا یخاف بخسا" اپنے عمل اور ثواب میں نقصان کا۔ "ولا رھقا" پیاس کا اور کہا گیا ہے ناپسند چیز کا جو اس کو ڈھانپ لے گی۔

⑭ "وانا منا المسلمون" یہ وہ لوگ ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں۔ "ومنا القاسطون" ظالم حق سے اعراض کرنے والے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جن لوگوں نے اللہ کے لیے شریک بنایا۔ کہا جاتا ہے "اقسط الرجل اذا عدل" جب وہ انصاف کرے "فھو مسقط و قسط" جب وہ ظلم کرے "فھو قاسط"......"فمن اسلم فاولئک تحرّوا رشدا" یعنی انہوں نے حق کے راستہ کا ارادہ کیا۔

⑮ "واما القاسطون" جنہوں نے کفر کیا۔ "فکانوا لجھنم حطبا" وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے قیامت کے دن۔

⑯ پھر کفار مکہ کی طرف لوٹے اور فرمایا "وان لو استقاموا علی الطریقۃ" اس کی تاویل میں اختلاف کیا ہے۔ پس ایک قوم نے کہا ہے اگر وہ حق اور ایمان اور ہدایت کے طریقہ پر قائم رہتے تو وہ فرمانبردار مؤمن ہوتے۔ "لاسقیناھم ماءً غدقا" زیادہ۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ان سے سات سال بارش ہٹا لینے کے بعد کی بات ہے اور انہوں نے کہا اس کا معنی

اگر وہ ایمان لے آتے تو ہم ان پر دنیا میں وسعت دیتے اور ان کو کثیر مال دیتے اور آسانی والی زندگی دیتے اور کثیر پانی کی مثال دی گئی ہے اس لیے کہ خیر اور رزق سارا کا سارا بارش میں ہے۔ جیسا کہ کہا "ولو انهم اقاموا التوراة والانجيل وما انزل اليهم من ربهم لاكلوا من فوقهم" اور کہا "لو ان اهل القرىٰ امنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء"

لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾ وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ﴿١٨﴾ وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾

ترجمہ تاکہ ہم اس میں ان کا امتحان کریں اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد (یعنی ایمان واطاعت) سے روگردانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا اور (ان وحی شدہ مضامین سے ایک یہ ہے کہ) جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں سو اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو اور جب خدا کا خاص بندہ (مراد رسول اللہ ہیں) خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو یہ (کافر) لوگ اس بندہ پر بھیڑ لگانے کو جمع ہو جاتے ہیں۔

تفسیر ⑰ "لنفتنهم فيه" یعنی تاکہ ہم ان کا امتحان لیں کہ ان کا شکر کیسا ہے ان نعمتوں میں جو وہ دیے گئے اور یہ سعید بن مسیب، عطاء بن ابی رباح، ضحاک، قتادہ، مقاتل اور حسن رحمہم اللہ کا قول ہے اور دیگر حضرات نے کہا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ کفر اور گمراہی کے طریقہ پر ڈٹ جاتے تو ہم ان کو کثیر مال دیتے اور ان پر وسعت کرتے تاکہ ہم ان کو اس میں آزمائیں سزا ہے ان کے لیے اور ڈھیل ہے حتیٰ کہ وہ اس کے ذریعے آزمائے جائیں گے پھر ہم ان کو عذاب دیں گے اور یہ ربیع بن انس، زید بن اسلم، کلبی اور ابن کیسان رحمہم اللہ کا قول ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فلما نسوا ما ذكروا به فتحنا عليهم ابواب كل شيء" الآیہ...... "ومن يعرض عن ذكر ربه يسلكه" اہل کوفہ اور یعقوب رحمہم اللہ نے "یسلکه" یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے نون کے ساتھ۔ یعنی ہم اس کو داخل کریں گے "عذابا صعدا"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مشقت والے اور معنی "ذا صعد" یعنی مشقت والا۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں کوئی راحت نہ ہوگی اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں کوئی خوشی نہ ہوگی۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف سختی ہی زیادہ کرے گا اور اس میں اصل یہ ہے کہ صعود (چڑھنا) انسان پر سخت مشقت والا ہے۔

⑱ "وان المساجد لله" یعنی وہ جگہیں جو نماز اور ذکر اللہ کے لیے بنائی گئی ہیں۔ "فلا تدعوا مع الله احدا" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہود و نصاریٰ جب اپنے گرجوں اور عبادت خانوں میں داخل ہوتے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم دیا کہ جب وہ مسجدوں میں داخل ہوں تو اللہ تعالیٰ کے لیے دعوت کو خالص کریں اور مراد تمام مساجد ہیں۔

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ کی تفسیر

حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس نے تمام جگہیں مراد لی ہیں اس لیے کہ ساری زمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسجد بنائی

گئی ہے اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا ہمارے لیے کیسے ہوگا اگر ہم آپ علیہ السلام کے ساتھ نماز میں شریک ہوں اور ہم دور رہوں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی "وان المساجد للّٰہ" سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے ہی روایت کیا گیا ہے کہ مساجد سے وہ تمام اعضاء مراد ہیں جن پر انسان سجدہ کرتا ہے اور وہ سات ہیں پیشانی، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں، فرماتے ہیں یہ اعضاء جن پر سجدہ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں تم ان پر اللہ کے غیر کے لیے سجدہ نہ کرو۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں پیشانی اور اپنے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کیا اور دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور پاؤں کے اطراف اور میں کپڑا اور بال نہ سمیٹوں۔ پس اگر مساجد کو نماز کی جگہیں قرار دیا جائے تو اس کا واحد مسجد جیم کی زیر کے ساتھ ہے اور اگر تو اس کو اعضاء کے معنی میں قرار دے تو اس کا واحد مسجد جیم کے زبر کے ساتھ ہے۔

⑲ "وانہ" نافع اور ابوبکر رحمہما اللہ نے ہمزہ کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے اس کے زبر کے ساتھ۔ "لما قام عبداللّٰہ" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم "یدعوہ" یعنی اس کی عبادت کرتے ہیں اور قرآن پڑھتے۔ یہ اس وقت جب آپ علیہ السلام بطن نخلہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور قرآن پڑھ رہے تھے۔ "کادوا" یعنی جن۔ "یکونون علیہ لبدا" یعنی ایک دوسرے پر سوار ہو جاتے اور قرآن سننے کی حرص میں بھیڑ کر دیتے۔ یہ ضحاک کا قول اور عطیہ کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ اس جماعت کا قول ہے جو اپنی قوم جن کی طرف لوٹے ان کو خبر دی جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی اطاعت دیکھی اور ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں اقتداء کرنے کو دیکھا اور حسن، قتادہ اور ابن زید رحمہم اللہ نے کہا ہے یعنی جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا دعوت دینے تو انسانوں اور جنوں نے آپ علیہ السلام پر غلبہ کیا تاکہ اس حق کو باطل کر دیں جو آپ علیہ السلام ان کے پاس لائے ہیں۔

تاکہ اس حق کو باطل کر دیں جو آپ علیہ السلام ان کے پاس لائے ہیں اور اللہ کے نور کو بجھا دیں تو اللہ تعالیٰ نے انکار کر دیا مگر یہ کہ وہ اپنے نور کو مکمل کرے گا اور اس امر کو مکمل کرے گا اور آپ علیہ السلام کی مدد کرے گا ان پر جو آپ علیہ السلام سے مقابلہ کریں گے اور ہشام نے ابن عامر سے "لبدا" لام کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور لبد کی اصل کئی جماعتیں جو ایک دوسرے کے اوپر ہوں اور اسی سے وہ لبد ہے اون کا بچھونا جو بچھایا جاتا ہے اس کے گھنے (موٹا) ہونے کی وجہ سے اور بالوں کو لپیٹنا جب وہ موٹا لیپ ہو۔

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِکُ بِہٖٓ اَحَدًا ⑳ قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ㉑ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا ㉒ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِسٰلٰتِہٖ ۚ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَآ اَبَدًا ㉓ حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ㉔ قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ

اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ㉕ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ㉖ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ㉗ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ㉘

ترجمہ آپ ان سے یہ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا) آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ میں تو تمہارے نہ کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا آپ کہہ دیجئے کہ (اگر خدانخواستہ میں ایسا کروں تو) مجھ کو خدا (کے غضب) سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ (کی جگہ) پا سکتا ہوں لیکن خدا کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغاموں کا ادا کرنا یہ میرا کام ہے اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے تو یقیناً ان لوگوں کے لئے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (لیکن یہ کفار اس حالت سے باز نہ آویں گے) یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اس وقت جانیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آیا وہ نزدیک (آنے والی) ہے یا میرے پروردگار نے اس کے لئے کوئی مدت دراز مقرر کر رکھی ہے اور غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا (جبکہ اس میں مصلحت نہ ہو) ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو (اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ) اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتے بھیج دیتا ہے اور یہ انتظام اس لئے کیا جاتا ہے (تاکہ ظاہری طور پر) اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ ان فرشتوں نے اپنے پروردگار کے پیغام (رسول تک بحفاظت) پہنچا دیے اور اللہ تعالیٰ ان (پہرہ داروں کے تمام احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے۔

تفسیر ⑳ "قل انما ادعوا ربی" ابوجعفر، عاصم اور حمزہ رحمہم اللہ نے "قل" امر کا صیغہ اور باقی حضرات نے "قال" پڑھا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا "انما ادعوا ربیّ" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کفار مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا آپ علیہ السلام بہت بڑا امر لائے ہیں، آپ علیہ السلام اس سے رجوع کر لیں، ہم آپ کو پناہ دیں گے تو آپ علیہ السلام نے ان کو کہا "انما ادعوا ربیّ ولا اشرک بہ احدا"

㉑ "قل انی لا املک لکم ضرا" میں قادر نہیں ہوں اس پر کہ تمہارے نقصان کو دور کروں۔ "ولا رشدا" یعنی میں تمہارے لیے نہیں ہانکتا یا تمہاری طرف رشد و خیر کو یعنی بے شک اللہ تعالیٰ اس کے مالک ہیں۔

㉒ "قل انی لن یجیرنی من اللہ احد" مجھے اس سے کوئی نہ بچائے گا، اگر میں نے اس کی نافرمانی کی۔ "ولن اجد من دونہ ملتحدا" جائے پناہ جس کی طرف میں مائل ہوں اور ملتحد کا معنی یعنی مائل ہونے والا۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حفاظت کی جگہ۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں زمین میں داخل ہونے کی جگہ جیسے تہہ خانہ وغیرہ۔

㉓"الا بلاغا من اللہ و رسالاتہ" پس اس میں پناہ، امن اور نجات ہے۔ اس کو حسن نے کہا ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ وہ چیز ہے جو مجھے اللہ کے عذاب سے پناہ دے گی یعنی تبلیغ۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الا بلاغا من اللہ" پس یہ وہ چیز ہے جس کا میں مالک ہوں اللہ کی مدد اور توفیق کے ساتھ اور کہا گیا ہے میں تمہارے لیے نقصان اور خیر کا مالک نہیں ہوں لیکن میں پہنچاتا ہوں اللہ کے پیغام کیونکہ میں اس کے ساتھ بھیجا گیا ہوں میں مالک نہیں ہوں مگر اسی چیز کا جس کا میں مالک بنایا گیا ہوں۔ "و من یعص اللہ و رسولہ" اور ایمان نہیں لایا۔ "فانّ لہ نار جھنم خالدین فیھا ابدا"

㉔"حتّٰی اذا رأوا ما یوعدون" یعنی عذاب قیامت کے دن۔ "فسیعلمون" عذاب نازل ہونے کے وقت۔ "من اضعف ناصرا و اقل عددا" کیا وہ یا مؤمنین۔

㉕"قل ان ادری" یعنی میں نہیں جانتا۔ "اقریب ما توعدون" عذاب کا اور کہا گیا ہے قیامت کا دن۔ "ام یجعل لہ ربی امدا"

㉖"عالم الغیب" یہ مرفوع ہے صفت کی بناء پر اجل اور انتہا جس کی مدت لمبی ہو۔ یعنی بے شک عذاب کے وقت کا علم غیب ہے جس کو نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ۔

اس کا قول "ربّی" اور کہا گیا ہے "ھو عالم الغیب. فلایظھر" نہیں مطلع کرتا۔ "علی غیبہ احدا.

㉗الا من ارتضٰی من رسول" مگر جس کو اپنی رسالت کے لیے چن لے۔ پس اس کو غیب میں سے جس پر چاہے مطلع کر دے اس لیے کہ وہ اپنی نبوت پر ایسی نشانی کے ذریعے استدلال کرے گا جو عاجز کرنے والی ہو اور غیب کی خبر دے۔ "فانہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصدا" بعض جہات کو ذکر کیا ہے تمام پر دلالت کرنے کے لیے۔ "رصدا" یعنی اس کے سامنے اور پیچھے حفاظت کرنے، فرشتے مقرر کر دے گا جو اس کی شیاطین سے حفاظت کریں گے کہ وہ بات نہ چوری کر لیں اور جن سے یہ کہ وہ وحی کو کان لگا کر سنتے، پھر وہ کاہن کی طرف ڈال لیتے۔ مقاتل رحمہ اللہ اور ان کا غیر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی رسول کو بھیجتے تو ابلیس اس کے پاس فرشتے کی صورت میں آتا اس کو خبر دیتا تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے اور اس کے پیچھے حفاظت کرنے والے فرشتے بھیجتے جو ان کی حفاظت کرتے اور شیاطین کو دھتکارتے۔ پس جب اس کے پاس شیطان فرشتے کی صورت میں آتا تو فرشتے اس کو خبر دیتے کہ وہ شیطان ہے تو اس سے بچ اور جب فرشتہ آتا تو اس کو کہتے یہ تیرے رب کا رسول ہے۔

㉘"لیعلم" یعقوب رحمہ اللہ نے "لیعلم" یاء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے یعنی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ "ان" رسول۔ "قد ابلغوا" اور دیگر حضرات نے یاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی تاکہ رسول جان لیں کہ فرشتوں نے تحقیق پہنچا دیا۔ "رسالات ربھم واحاط بما لدیھم" یعنی اللہ کو علم ہے جو رسولوں کے پاس ہے، پس اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ "واحصٰی کل شیء عددا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جو پیدا کیا اس کا احصار کیا اور اپنی مخلوق کی تعداد کو پہچانتا ہے۔ پس اس سے کسی چیز کا علم فوت نہیں ہوتا حتیٰ کہ ذرہ اور رائی کے برابر بھی اور "عددا" کا نصب حال کی بناء پر ہے اور اگر تو چاہے تو مصدر کی بناء پر نصب سمجھ یعنی "عدّ عددا"

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل

مکی ہے اور اس کی بیس (۲۰) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ① قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ② نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ③ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ④

ترجمہ اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو (نماز میں) کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات کہ اس میں قیام نہ کرو بلکہ آرام کرو) یا اس نصف سے کسی قدر کم کردو یا نصف سے کچھ بڑھا دو اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھا کرو (کہ ایک ایک حرف الگ الگ ہو۔

تفسیر ① "یا یھا المزمل" یعنی اپنے کپڑے میں لپٹنے والے اور اس کی اصل "متزمل" تاء کا زاء میں ادغام کیا گیا ہے اور اس کی مثل مدثر ہے تاء کو دال میں ادغام کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے "تزمّل و تدثر" بثوبہ جب اس کو اچھی طرح ڈھانپ لے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ اے سونے والے تو کھڑا ہو اور نماز پڑھ۔ حکماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا ابتداء وحی میں رسالت کی تبلیغ سے پہلے۔ پھر اس کے بعد آپ علیہ السلام کو نبی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خطاب کیا گیا۔

② "قم اللیل" یعنی نماز کیلئے۔ "الا قلیلا" اور رات کا قیام (تہجد) فرض تھی ابتداء میں پھر اسکی مقدار بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

③ "نصفه او انقص منه قلیلا" تہائی تک۔

④ "او زد علیه" نصف پر دو تہائی تک۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مراتب کے درمیان اختیار دیا ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان مقداروں پر قیام کرتے تھے اور ایک شخص یہ نہیں جانتا تھا کہ رات کا تہائی کب ہوتا ہے اور رات کا نصف کب ہوتا ہے اور دو تہائی کب ہوتا ہے تو وہ صبح تک قیام کرتا اس خوف سے کہ وہ واجب مقدار کی حفاظت نہ کرسکا ہو اور یہ ان پر بڑا مشکل ہوا حتیٰ کہ ان کے پاؤں سوج گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور ان سے تخفیف کردی اور اس کو اپنے قول "فاقرؤا ما تیسّر من القرآن علم ان سیکون منکم مرضی" سے منسوخ کردیا ہے۔ پس آیت کے اوّل اور آخر کے درمیان ایک سال کا فاصلہ ہے۔

سعید بن ہشام کہتے ہیں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا اور کہا اے اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی خبر دیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کہا بے شک اللہ کے نبی کے اخلاق قرآن ہے۔ میں نے کہا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اے اُم المؤمنین؟ انہوں نے کہا کیا تو نے ''یا یھا المزمّل'' نہیں پڑھا۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتداء میں قیام کو فرض قرار دیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے ایک سال قیام کیا حتیٰ کہ ان کے پاؤں سوج گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت کا آخری حصہ آسمان میں بارہ مہینے روکے رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف نازل کی۔ اس سورت کے آخر میں پھر رات کا قیام فرض کے بعد نفل ہو گیا۔

مقاتل اور ابن کیسان رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ حکم مکہ میں تھا پانچوں نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے۔ پھر اس کو پانچ نمازوں کے ذریعے منسوخ کر دیا گیا۔ ''ورتّل القرآن ترتیلا'' ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس کو واضح بیان کریں۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو واضح قرأت سے پڑھیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام اس کو اپنے وقار پر پڑھیں تین آیات یا چار آیات یا پانچ آیات۔ قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کیسے تھی؟ تو فرمایا کھینچ کھینچ کر۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو پڑھا۔ بسم اللہ کو کھینچا اور الرحمٰن کو کھینچا اور الرحیم کو کھینچا۔ ابو وائل کہتے ہیں ایک شخص ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔ اس نے کہا میں نے آج رات مفصل کو ایک رکعت میں پڑھا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا شعر کے پڑھنے کی طرح پڑھا۔ تحقیق میں ان نظائر کو پہچانتا ہوں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملاتے تھے۔ پھر مفصل میں سے بیس سورتیں ذکر کیں ہر دو سورتیں ایک رکعت میں۔ علقمہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم اس کو ردّی کھجور کے پھینکنے کی طرح پھینک نہ دو اور شعر کے پڑھنے کی طرح نہ پڑھو۔ اس کے عجائب پر رکو اور اس سے دلوں کو حرکت دو اور تم میں سے کسی کا ارادہ سورۃ کا آخر نہ ہو۔

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم قرأت کر رہے تھے جب ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو فرمایا الحمدللہ اللہ کی کتاب ایک ہے اور تم میں سرخ، سیاہ، سفید ہیں۔ تم قرآن پڑھو اس سے پہلے کہ ایسی قومیں آجائیں جو اس کو پڑھیں گی اس کے حروف کو ایسے سیدھا کریں گی جیسا کہ تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے یہ ان کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا اس کا اجر دُنیا میں جلدی لے لیں گے اور مؤخر نہ کریں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی آیت پر ایک رات کھڑے رہے اور اس کو ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے حتیٰ کہ صبح کر دی ایک ہی آیت پر۔ اور آیت ''ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم''

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۵ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۶

ترجمہ ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں مراد قرآن مجید ہے) بے شک رات کے وقت اٹھنا ہی ایسا عمل ہے جس سے نفس اچھی طرح کچلا جاتا ہے اور بات بھی بہتر طریقے پر کہی جاتی ہے۔

آیت اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا کی تفسیر

تفسیر 5 ”انا سنلقی علیک قولا ثقیلا“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں سخت۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں بے شک آدمی البتہ سورت کو جلدی ختم کر دے گا لیکن اس پر عمل کرنا ثقیل ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”ثقیلا“ اللہ کی قسم! اس کے فرائض وحدود ہیں۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ثقیل ہیں اس وجہ سے کہ اس میں امر، نہی اور حدود ہیں۔ ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وعدا اور وعید اور حلال وحرام میں ثقیل ہے اور محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں منافقین پر ثقیل ہے۔ حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں زبان پر ہلکی بات ہے اور ترازو میں وزنی ہے۔

فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں ثقیلا ہلکی سطحی بات نہیں ہے اس لیے کہ وہ ہمارے رب کی کلام ہے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اللہ کی قسم ثقیل مبارک ہے جیسے دُنیا میں ثقیل ہے قیامت کے دن تولنے میں ثقیل ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یارسول اللہ! آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی میرے پاس آتی ہے گھنٹی کی مسلسل آواز کی مثل اور یہ مجھ پر بڑی سخت ہوتی ہے پھر مجھ سے جدا ہوتی ہے اور میں یاد کر چکا ہوتا ہوں جو کہا اور کبھی فرشتہ میرے لیے آدمی کی شکل اختیار کر لیتا ہے پھر مجھ سے کلام کرتا ہے تو میں جو وہ کہتا ہے محفوظ کر چکا ہوتا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اور میں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتر رہی تھی سخت ٹھنڈے دن میں۔ پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوئی اور آپ علیہ السلام کی پیشانی پسینہ بہا رہی تھی۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ کی تفسیر

6 ”ان ناشئة اللیل“ یعنی اس کی تمام گھڑیاں اور اس کی ہر گھڑی ”ناشئة“ ہے اس کے ساتھ نام رکھی گئی اس لیے کہ وہ ظاہر ہوتی ہے اس سے ”نشأت السحابة“ ہے جب بادل ظاہر ہوا اور ہر چیز جو رات کو پیدا ہوا اور ظاہر ہو تو اس کو ”نشأ فهو ناشئ“ کہا جاتا ہے اور جمع ”ناشئة“ ہے۔ ابن ابی ملیکہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابن زبیر سے اس کے بارے میں سوال کیا تو دونوں نے فرمایا رات ساری ناشئہ ہے۔ سعید بن جبیر اور ابن زید فرماتے ہیں رات کی جس گھڑی قیام کرے تو ”فقد نشأ“ (اور وہ کھڑا ہوا) اور وہ حبشی لغت میں قیام ہے۔ کہا جاتا ہے ”نشأ فلاں یعنی کھڑا ہوا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ”الناشئة“ سونے کے بعد کھڑا ہونا اور ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ رات کے اوّل حصہ میں قیام کرنا۔ علی بن حسین سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ مغرب وعشاء کے درمیان نماز

پڑھتے تھے اور کہتے تھے یہ "ناشئة اللیل" ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر نماز جو عشاء آخرۃ کے بعد ہو تو وہ "ناشئة من اللیل" ہے اور ازہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ناشئة اللیل" رات کا قیام ہے۔ جاء کا مصدر فاعلہ کے وزن پر جیسے عافیة بمعنی عفو ہے۔ "ھی اشد وطا" ابن عامر اور ابوعمرو نے "وطا" واؤ کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے ممدود مواطاۃ اور موافقت کے معنی میں۔

هِیَ اَشَدُّ وَطْاً کی تفسیر

کہا جاتا ہے "وطات فلان مواطاۃ القلب والسمع والبصر واللسان" میں نے فلاں سے دل، کانوں، آنکھوں اور زبان کے ساتھ موافقت کی۔ یہ موافقت رات کو دن کی بنسبت زیادہ ہوتی ہے اور دیگر حضرات نے واؤ کے زبر کے ساتھ اور طاء کے سکون کے ساتھ یعنی سخت ہے نماز پڑھنے والے پر اور دن کی نماز سے ثقیل ہے۔ اس لیے کہ رات نیند اور آرام کے لیے ہوتی ہے اور اسی سے آپ علیہ السلام کا قول ہے "اللھمّ اشدد وطاتک علی مضر" ہے۔ اے اللہ! مضر پر اپنی پکڑ سخت کر دے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ان کی نماز ابتدائی رات میں زیادہ سخت تھی۔ فرماتے ہیں وہ زیادہ لائق ہے کہ تم شمار کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر قیام کو فرض کیا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ انسان جب سو جاتا ہے تو نہیں جانتا کہ کب بیدار ہوگا اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں خیر میں زیادہ ثابت قدم اور قرأت کو زیادہ یاد کرنے والا اور فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کھڑے ہونے میں زیادہ ثابت قدم یعنی قیام کے لیے زیادہ موافق اور دن کی گھڑیوں سے نمازی پر زیادہ آسان اس لیے کہ دن بندوں کے تصرف کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور رات خلوت کے لیے۔ پس اس میں عبادت کرنا زیادہ آسان ہے اور کہا گیا ہے زیادہ نشاط دینے والی ہے اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں دن کی بنسبت دل زیادہ فارغ ہوتا ہے اس لیے کہ اس میں ضروریات رُکاوٹ نہیں بنتیں اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں خیر میں زیادہ موافق اور شیطان سے زیادہ روکنے والی "واقوم قیلا" اور درست قرأت والا اور صحیح قول والا لوگوں کے آرام کرنے اور آوازیں خاموش ہونے کی وجہ سے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن کے واضح قول والا اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ رات کی عبادت میں نشاط زیادہ ہوتا ہے اور اخلاص مکمل ہوتا ہے اور برکت زیادہ اور ثواب میں خوب اضافہ ہوتا ہے۔

اِنَّ لَکَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ۝۷ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ۝۸ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَکِیْلًا ۝۹ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ۝۱۰

ترجمہ بے شک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے (دنیوی) بھی اور دینی بھی اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں تو اسی کو اپنے کام سپرد کر دینے کے لئے قرار دیے رہو اور یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کرو اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ۔

تفسیر ۷ "ان لک فی النهار سبحا طویلا" یعنی تصرف کرنا اور پلٹنا اور آنا جانا اپنی ضروریات اور مشغولیت میں اور سبح کی اصل تیزی سے جانا اور اسی سے پانی میں تیرا کی کرنے کو "سباحة" کہتے ہیں اور کہا گیا ہے "سبحا طویلا"

یعنی فراغت اور وسعت تیرے سونے اور اپنی ضروریات میں تصرف کرنے کے لیے۔ پس تورات کا کچھ حصہ نماز پڑھ اور یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ نے "سبخا" خاء نقطہ والی کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی آرام اور بدن کے لیے ہلکی اور اسی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے جو آپ علیہ السلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا جب انہوں نے چور کو بددُعا کی۔ "لاتسبخی عنه بدعائک علیه" یعنی تو اس پر بددعا کر کے اس پر تخفیف نہ کر۔

⑧ "واذکر اسم ربک" توحید اور تعظیم کے ذریعے۔ "وتبتّل الیه تبتیلا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے علاوہ فرماتے ہیں اس کے لیے مکمل اخلاص کریں۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کوشش کریں۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی عبادت کے لیے فارغ ہوں اور سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس پر بھروسہ کریں، بھروسہ کر، اور کہا گیا ہے اس لیے عبادت میں کامل یکسوئی اختیار کریں اور یہ اسی باب میں اصل ہے۔ کہا جاتا ہے "تبتلت الشئ" یعنی میں نے اس کو کاٹ کر جدا کر دیا اور اس کی تصدیق ان کا قول کرتا ہے "انت بتة بتلة" یعنی اپنے خاوند سے جدا ہے اس کے لیے تجھ پر کوئی راہ نہیں ہے اور "تبتیل تفعیل" سے ہے اسی سے کہا جاتا ہے "بتلتبی، فتبتل" معنی یہ ہے کہ اس کی طرف اپنے نفس کو جدا کریں اس لیے فرمایا "تبتیلا" ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں "التبتل" دُنیا و مافیہا کو چھوڑنا اور جو اللہ کے پاس ہے اس کو تلاش کرنا۔

⑨ "ربّ المشرق والمغرب" اہل حجاز، ابوعمر اور حفص رحمہم اللہ نے "رب" کو باء کی پیش کے ساتھ ابتداء پر پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے زیر کے ساتھ اس "ربّ" کی صفت ہونے کی بناء پر جو باری تعالیٰ کے قول "واذکر اسم ربک" میں ہے۔ "لا اله الاّ هو فاتخذه وکیلا" تیرے امور کا نگہبان پس تو تمام اُمور کو اس کے سپرد کر۔

⑩ "واصبر علی ما یقولون واهجرهم هجرا جمیلا" اس کو قتال کی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔

وَذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا ⑪ اِنَّ لَدَیْنَآ اَنْکَالًا وَّجَحِیْمًا ⑫ وَّطَعَامًا ذَاغُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا ⑬ یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَکَانَتِ الْجِبَالُ کَثِیْبًا مَّهِیْلًا ⑭ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ⑮ فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِیْلًا ⑯ فَکَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ کَفَرْتُمْ یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا ⑰ نِ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ. کَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ⑱ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْکِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا ⑲ اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَیْکُمْ فَاقْرَءُوْا مَاتَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ

يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

ترجمہ اور مجھ کو اور ان جھٹلانے والوں اور ناز و نعمت میں رہنے والوں کو (حالت موجودہ پر) چھوڑ دو (یعنی رہنے دو) اور ان لوگوں کو تھوڑے دنوں اور مہلت دے دو ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا (کھانا ہے) اور دردناک عذاب ہے (اور یہ سزا اس دن ہوگی) جس روز کہ زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر) ریگ رواں ہو جائیں گے (پھر اڑے پھریں گے) بیشک ہم نے تمہارے پاس ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر (قیامت کے روز) گواہی دیں گے جیسا کہ ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا پھر فرعون نے اس رسول کا کہنا نہ مانا تو ہمیں اس کو سخت پکڑنا پڑا سو اگر تم (بھی بعد بھیجے رسول کے نافرمانی اور) کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے جو (غایت درجہ اشتد اد و امتداد سے) بچوں کو بوڑھا کر دے گا جس میں آسمان پھٹ جائے گا بے شک اس کا وعدہ ضرور ہو کر رہے گا (یہ تمام مضمون) ایک (بلیغ) نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے آپ کے رب کو معلوم ہے کہ آپ اور اس کے ساتھ رہنے والوں میں سے بعضے آدمی (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور کبھی) تہائی رات (نماز میں) کھڑے رہتے ہیں اور رات اور دن کا پورا اندازہ اللہ ہی کر سکتا ہے اس کو معلوم ہے کہ تم اس (تقدیر وقت) کو ضبط نہیں کر سکتے تو (ان وجوہ سے) اس نے تمہارے حال پر عنایت کی سو (اب) تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ بعضے آدمی تم میں بیمار ہوں گے اور بعضے تلاش معاش کے لئے ملک میں سفر کریں گے اور بعضے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے سو (اس لئے بھی) تم کو اجازت ہے کہ (اب) تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو اور نماز (فرض) کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو اور جو نیک عمل اپنے لئے آگے (ذخیرہ آخرت بنا کر) بھیج دو اس کو اللہ کے پاس پہنچ کر اس سے اچھا اور ثواب میں بڑا پاؤ گے اور اللہ سے گناہ معاف کراتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

تفسیر ⑪ "وذرنی والمکذبین اولی النعمة ومهلهم قليلا" یہ قریش کے سرداروں کے بارے میں نازل ہوئی جو استہزاء کرنے والے تھے اور مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بدر میں کھانا کھلانے والے تھے۔ یہ تھوڑے سے تھے حتیٰ کہ بدر میں مارے گئے۔

⑫ "ان لدينا" ہمارے پاس آخرت میں۔ "انكالا" بڑی بیڑیاں ہیں جو کبھی جدا نہ ہوں گی۔ اس کا واحد نکل ہے۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوہے کے طوق ہیں "وجحيما"

⑬ "وطعاما ذا غُصّة" بدمزہ جو حلق کو پکڑے گا نہ نیچے اُترے گا اور نہ باہر نکلے گا اور زقوم اور ضریع ہے۔ "وعذابا اليما"

14 "یوم ترجف الارض والجبال" یعنی جھٹکے کھائیں گے اور حرکت کریں گے۔ "وکانت الجبال کثیبا مھیلا" ریت بہنے والی۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ریت جس سے تھوڑی سی لی جائے تو اس کا مابعد اس کے پیچھے سرکتا آئے، کہا جاتا ہے "اھلت الرمل اھیلہ ھیلا" جب تو اس کے نچلے حصہ کو حرکت دے حتیٰ کہ وہ اوپر سے گر پڑے۔

15 "انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا"

16 "فعصٰی فرعون الرّسول فاخذناہ اخذا وبیلا" سخت بوجھل یعنی ہم نے اس کو سخت سزا دی کفار مکہ کو ڈرا رہے ہیں۔

17 "فکیف تتقون ان کفرتم" یعنی تمہارے لیے قیامت کے دن بچنا کیسے ہوگا جب تم نے دُنیا میں کفر کیا؟ یعنی تمہارے لیے بچنے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور کہا گیا اس کا معنی تم قیامت کے دن عذاب سے کیسے بچو گے؟ اور کس چیز سے تم بچاؤ کرو گے جب تم نے کفر کیا؟ "یوما یجعل الولدان شیبا" اس کی سختی و ہولناکی کی وجہ سے بالکل سفید بالوں والا اور یہ اس وقت جب آدم علیہ السلام کو کہا جائے گا آپ کھڑے ہوں پس اپنی اولاد میں سے آگ میں لوگوں کو بھیجیں۔

18 پھر اس ہولناکی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "السماء منفطر بہ" پھٹنے والا ہے اس جگہ پر فرشتوں کے اُترنے کی وجہ سے اور کہا گیا ہے حاء "رب" کی طرف لوٹ رہا ہے یعنی اس کے حکم اور ہیبت سے "کان وعدہ مفعولا" ہونے والا۔

19 "ان ھذہ" یعنی قرآن کی آیات۔ "تذکرۃ" وعظ و نصیحت۔ "فمن شاء اتّخذ الی ربّہ سبیلا" ایمان اور طاعت کے ساتھ۔

20 "ان ربّک یعلم انک تقوم ادنیٰ" کم "من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ" اہل کوفہ نے "نصفہ وثلثہ" فاء کے زبر اور ثاء کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور دونوں حاء کے ضمہ کی طرف اشباع کے ساتھ یعنی "وتقوم نصفہ وثلثہ" اور دیگر حضرات نے فاء اور ثاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور دونوں حاء کو زیر کی طرف اشباع کرتے ہوئے ثلثی پر عطف کرتے ہوئے "وطائفۃ من الذین معک" یعنی مؤمنین اور وہ آپ علیہ السلام کے ساتھ قیام کرتے تھے۔ "واللّٰہ یقدر اللیل والنھار" عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کا علم اس سے نہیں فوت ہوتا۔ یعنی وہ رات و دن کی مقداروں کو جانتا ہے۔ پس وہ مقدار بھی جانتا ہے جو تم رات کا قیام کرتے ہو۔ "علم ان لن تحصوہ" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہوں نے رات کا قیام کیا حتیٰ کہ ان کے قدم سوج گئے تو نازل ہوا۔ "علم ان لن تحصوہ" تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں آدمی ساری رات نماز پڑھتا تھا اس خوف سے کہ وہ اس مقدار کو نہیں پہنچا جس کے قیام کا حکم دیا گیا ہے تو فرمایا "علم ان لن تحصوہ" تم اس کی پہچان کی طاقت نہیں رکھتے۔ "فتاب علیکم" پس تم پر عود کیا معافی اور تخفیف کے ساتھ "فاقرؤا ما تیسر من القرآن" یعنی نماز میں۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی مغرب و عشاء کی نماز میں۔ قیس بن حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے بصرہ میں نماز پڑھی تو انہوں نے پہلی رکعت میں الحمد اور سورۃ البقرہ کی پہلی آیت پڑھی۔ پھر دوسری میں کھڑے ہوئے اور الحمد اور سورۃ البقرہ کی دوسری آیت پڑھی، پھر رکوع کیا۔ پھر جب نماز

ختم کی تو ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ پھر فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "فاقرؤا ما تیسر منه" انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص پچاس آیات ایک دن میں یا رات میں پڑھ لے تو وہ غافلین میں نہ لکھا جائے گا اور جس نے سو آیات پڑھیں تو وہ قانتین میں لکھا جائے گا اور جس نے دو سو آیات پڑھیں تو قیامت کے دن قرآن اس سے جھگڑا نہ کرے گا اور جس نے پانچ سو آیات پڑھیں اس کے لیے اجر کا قنطار (بڑا حصہ) لکھا جائے گا۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کو ہر مہینہ میں پڑھ۔ کہتے ہیں میں نے کہا میں قوت رکھتا ہوں، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تو اس کو بیس دن میں پڑھ۔ کہتے ہیں میں نے کہا میں قوت رکھتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا پس تو اس کو سات دن میں پڑھ اور اس پر زیادہ نہ کر۔ "علم ان سیکون منکم مرضی و آخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللّٰہ" یعنی تجارت کے لیے سفر کرنے والے اللہ کے رزق کو تلاش کرتے ہیں۔ "وآخرون یقاتلون فی سبیل اللّٰہ" رات کے قیام کی طاقت نہیں رکھتے۔

ابراہیم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص بھی مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر میں کوئی چیز باہر سے لائے اس حال میں کہ صبر کرنے والا ثواب کی نیت کرنے والا ہو، پھر اس کو اسی دن کے نرخ پر فروخت کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہداء کے مرتبہ میں ہوگا۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھا "وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللّٰہ، وآخرون یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فاقرؤا ما تیسّر منه" یعنی تم پر قرآن میں سے آسان ہو۔ اہل تفسیر فرماتے ہیں یہ ابتداءِ اسلام میں تھا پھر پانچ نمازوں کی وجہ سے منسوخ کر دیا گیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول "واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکاۃ واقرضوا اللّٰہ قرضا حسنا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں زکوٰۃ کے علاوہ صلہ رحمی اور مہمان نوازی وغیرہ مراد ہیں۔ "وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللّٰہ ھو خیرا" تم اس کا ثواب آخرت میں پاؤ گے۔ اس سے افضل جو تم نے دیا ہے۔ "واعظم اجرا" اس سے جو تم نے مؤخر کیا ہے اور اس کو آگے نہیں بھیجا اور "خیرا واعظم" کا نصب مفعول ثانی ہونے کی بناء پر ہے کیونکہ وجود جب رؤیت کے معنی میں ہو تو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اور وہ فصل ہے بصریوں کے قول میں اور عماد ہے کوفیوں کے قول میں، اس کا کوئی محل نہیں ہے اعراب میں۔

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون ہے جس کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے؟ تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! تو یہی جانتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے ہر ایک کو اپنے مال سے وارث کا مال زیادہ محبوب ہے۔ انہوں نے کہا یہ کیسے ہے یا رسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تم میں سے کسی ایک کا مال وہ ہے جو آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو پیچھے چھوڑا۔ "واستغفروا اللّٰہ" اپنے گناہوں کی۔ "ان اللّٰہ غفور رحیم"

سُوْرَةُ الْمُدَثِّر

مکی ہے اور اس کی چھپن (۵۶) آیات ہیں۔

سورۃ مدثر کا شان نزول

یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے قرآن میں سے پہلے نازل ہونے والی آیات کے بارے میں پوچھا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا "یا یھا المدثر" میں نے کہا وہ کہتے ہیں۔

"اقرأ باسم ربک" ہے تو ابوسلمہ رحمہ اللہ نے کہا میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے مجھے ایسے کہا جیسے میں نے تجھے کہا۔ پھر مجھے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں تجھے وہی بات بیان کر رہا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا میں ایک مہینہ حراء میں معتکف رہا جب میں نے اپنا اعتکاف ختم کیا تو میں نیچے اُترا تو مجھے آواز دی گئی، میں نے اپنے دائیں نظر کی کچھ نہ دیکھا اور بائیں نگاہ کی کچھ نہ دیکھا اور اپنے سامنے نظر کی پھر بھی کچھ نہ دیکھا اور پیچھے نظر کی پھر وہاں بھی کچھ نہ دیکھا تو میں نے اپنا سر اُٹھایا تو بڑی چیز دیکھی تو میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا، میں نے کہا مجھے چادر اوڑھا دو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا پھر انہوں نے مجھے چادر اوڑھائی اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو آیت نازل ہوئی "یا یھا المدثر قم فانذر و ربک فکبر" جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فطرت وحی کے بارے میں بیان کرتے سنا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا میں چل رہا تھا کہ میں نے آسمان سے آواز سنی تو میں نے نگاہ اُٹھائی تو اچانک وہ فرشتہ جو میرے پاس حراء میں آیا تھا آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا تھا تو میں اس سے مرعوب ہوا حتیٰ کہ زمین پر گر گیا۔ پھر میں اپنے گھر والوں کے پاس آیا تو میں نے کہا "زمّلونی زمّلونی زمّلونی" تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "یا یھا المدثر قم فانذر" اللہ تعالیٰ کے قول "فاھجر" تک۔ ابوسلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں الرجز بت پھر اس کے بعد وحی لگاتار آنے لگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ③ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ④ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ⑤

ترجمہ: اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو (یعنی اپنی جگہ سے اٹھو) یا یہ کہ مستعد رہو) پھر (کافروں کو ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے اور بتوں سے الگ رہو (جس طرح کہ اب تک الگ ہو)

تفسیر: (①-②)......"یا یھا المدثر. قم فانذر" یعنی کفار مکہ کو ڈرائیں۔

③"وربک فکبّر" یعنی اس کی بڑائی وعظمت بیان کریں۔ اس سے جو اس کو بتوں کے پجاری کہتے ہیں۔

④"وثیابک فطھّر" قتادہ اور مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کریں تو الثوب کے ذریعے نفس سے کنایہ کیا ہے اور یہ ابراہیم، ضحاک، شعبی اور زہری رحمہم اللہ کا قول ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول "وثیابک فطھّر" کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا تو ان کو گناہ اور دھوکہ پر نہ پہن، پھر فرمایا کیا تو نے غیلان بن سلمہ ثقفی کا قول نہیں سنا۔ میں نے اللہ کی قسم نہ گناہ کے کپڑے پہنے اور نہ غدر کا نقاب اوڑھا اور عرب آدمی کا سچ اور وفاء میں وصف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ طاہر الثیاب یعنی پاک دامن ہے اور تو اس کے لیے کہے گا جو غدر کرے۔ بے شک اس کا دامن داغدار ہے۔ "انه لانس الثیاب" ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تو اس کو غدر اور ظلم اور گناہ پر نہ پہن تو اس کو پہن اس حال میں کہ تو نیک پاک صاف ہو۔

ابوروق نے ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی اپنے عمل کی تو اصلاح کر۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب آدمی نیک ہو تو اس کو کہا جاتا ہے "انه لطاھر الثیاب" وہ پاک دامن ہے اور جب گناہ گار ہو کہا جاتا ہے "انه لخبیث الثیاب" اس کا دامن داغدار ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور اپنے دل اور نیت کو تو صاف کر اور حسن وقرظی رحمہما اللہ فرماتے ہیں اور اپنے اخلاق کو آپ اچھا کریں۔ ابن سیرین اور ابن زید فرماتے ہیں کپڑوں کو ان نجاستوں سے پاک کرنے کا حکم دیا ہے جن کے ساتھ نماز جائز نہیں ہوتی کیونکہ مشرکین نہ خود پاک ہوتے تھے اور نہ کپڑے پاک کرتے تھے اور طاؤس فرماتے ہیں اپنے کپڑوں کو چھوٹا کریں اس لیے کہ کپڑوں کا چھوٹا ہونا ان کی پاکی کا ذریعہ ہے۔

⑤"والرجز فاھجر" ابوجعفر اور حفص نے عاصم اور یعقوب سے "الرُّجز" راء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے ان دونوں کی زیر کے ساتھ اور یہ دو لغتیں ہیں اور ان دونوں کا معنی ایک ہے۔ مجاہد، عکرمہ، قتادہ، زہری، ابن زید اور ابو اسلمہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں الرجز سے مراد بت ہیں۔ فرمایا "فاھجرھا" ان کے قریب نہ جاؤ اور کہا گیا ہے اس میں زا سین سے تبدیل کی گئی ہے اور عرب سین اور زاء کو ایک دوسرے کی جگہ لاتے رہتے ہیں ان کے مخرج کے قریب ہونے کی وجہ سے اور اس تاویل کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "واجتنبوا الرجس من الاوثان" ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے

کہ اس کا معنی آپ گناہوں کی جگہوں کو چھوڑ دیں اور ابوالعالیہ اور ربیع رحمہما اللہ فرماتے ہیں "الرّجز" راء کی پیش کے ساتھ بت اور زیر کے ساتھ نجاست اور معصیت۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی شرک اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی عذاب اور آیت کا مجاز یہ ہے "اهجرما اوجب لک العذاب من الاعمال" یعنی جو اعمال آپ پر عذاب کو واجب کریں ان کو چھوڑ دیں۔

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ⑥ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ⑦ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ⑧ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ⑨ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ⑩ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ⑪ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ⑫ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ⑬ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ⑭

ترجمہ اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ (دوسرے وقت) زیادہ معاوضہ چاہو اور پھر ایذا میں جو ایذا پیش آئے اس پر اپنے رب کی خوشنودی کے واسطے صبر کیجئے پھر جس وقت صور پھونکا جاوے گا سو وہ وقت یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا (جس میں ذرا آسانی نہ ہوگی) (آگے بعض خاص کفار کا ذکر ہے یعنی) مجھ کو اور اس شخص کو (اپنے اپنے حال پر) رہنے دو جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا اور اس کو کثرت سے مال دیا اور پاس رہنے والے بیٹے (دیے) اور سب طرح کا سامان اس کے لیے مہیا کر دیا۔

تفسیر ⑥ "ولا تمنن تستكثر" یعنی آپ اپنا مال مدارات و رشوت کے طور پر نہ دیں تاکہ اس سے زیادہ دیا جائے اور یہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ضحاک اور مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھا۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حلال و حرام سے ربا ہے۔ بہرحال حلال تو وہ ہدایا ہیں اور حرام تو وہ سود ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی چیز دُنیا کے بدلہ کی طمع پر نہ دیں یعنی اپنے رب کے لیے دیں اور اس سے اللہ کا ارادہ کریں اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی ہے کہ اپنے عمل کا اللہ پر احسان نہ جتائیں کہ آپ اس کو زیادہ کریں گے۔ ربیع فرماتے ہیں اپنی نگاہ میں اپنے عمل کو زیادہ نہ سمجھیں کیونکہ وہ ان میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر انعام کیا ہے اور آپ کو تھوڑا دیا ہے۔ خصیف نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کمزور نہ ہوں خیر کی کثرت کرنے سے یہ ان کے قول حبل متین سے مشتق ہے جب وہ کمزور ہو۔ اس کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ہے۔ "ولا تمنن ان تستكثر من الخير" ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی آپ علیہ السلام نبوت کا لوگوں پر احسان نہ جتائیں کہ اس پر اجر لیں یا دُنیا کا سامان۔

⑦ "ولربک فاصبر" کہا گیا ہے پس تو صبر کر اس کی طاعت پر اور اس کے اوامر و نواہی پر اللہ کے ثواب کی وجہ سے۔ اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں پس آپ اللہ تعالیٰ کے لیے صبر کریں اس پر جو آپ کو اس کے راستے میں تکلیفیں دی گئیں۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی آپ نے بڑا عظیم امر اُٹھایا ہے اس میں عرب و عجم سے لڑائی ہے۔ پس آپ علیہ السلام اس پر صبر کریں اللہ تعالیٰ کے لیے اور کہا گیا ہے پس آپ صبر کریں قضاء کے موارد کے تحت اللہ کی وجہ سے۔

⑧ "فاذا نقر فی الناقور" یعنی صور میں پھونک ماری جائے گی اور وہ سینگ ہے جس میں اسرافیل پھونک ماریں گے یعنی دوسری پھونک۔

⑨ "فذلک" یعنی صور میں پھونک مارنا۔ "یومئذ" یعنی قیامت کا دن۔ "یوم عسیر" سخت ہے۔

⑩ "علی الکافرین" اس میں ان پر معاملہ تنگ ہوگا۔ "غیر یسیر" آسان نہیں ہے۔

⑪ "ذرنی ومن خلقت وحیدا" یعنی میں نے اس کو اس کی ماں کے پیٹ تنہا خالی ہاتھ پیدا کیا نہ اس کے پاس مال تھا نہ اولاد۔ یہ ولید بن مغیرہ مخزومی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کا اس کی قوم میں نام وحید لیا جاتا تھا۔

⑫ "وجعلت له مالا ممدودا" یعنی کثیر۔ کہا گیا ہے جو بڑھنے کی وجہ سے زیادہ ہو جائے جیسے کھیتی، تھن، تجارت۔ اس کی انتہاء میں اختلاف ہے۔ مجاہد اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ فرماتے ہیں ایک لاکھ دینار اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار ہزار دینار۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں دس لاکھ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں نو (۹) ہزار چاندی کے برابر۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا طائف میں ایک باغ تھا اس کے پھل سردیاں، گرمیاں ختم نہ ہوتے تھے۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے مکہ اور طائف کے درمیان اونٹ، گھوڑے اور مویشی ہوتے تھے اور اس کی کثیر اولاد اور غلام اور پڑوس تھے اور کہا گیا ہے "مالا ممدودا" مہینے کا غلہ مہینے کے ساتھ۔

⑬ "وبنین شهودا" مکہ میں موجود اس سے غائب نہ ہوتے تھے، یہ دس بیٹے تھے۔ اس کو مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ نے کہا ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ سات تھے۔ ولید بن ولید، خالد، عمارہ، ہشام، عاص، قیس، عبدشمس، ان میں سے تین اسلام لائے خالد، ہشام اور عمارہ۔

⑭ "ومهدت له تمهیدا" یعنی میں نے اس کی عمر اور عیش میں اضافہ کر دیا اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی مال ایک دوسرے کے اوپر جیسے فرش بچھایا جاتا ہے۔

ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ⑮ كَلَّا. اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ⑯ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ⑰ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ⑱

ترجمہ: پھر بھی اس بات کی ہوس رکھتا ہے کہ اس کو) اور زیادہ دوں۔ ہرگز (وہ زیادہ دینے کے قابل نہیں) کیونکہ وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے اس کو عنقریب (یعنی مرنے کے بعد) دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا اس شخص نے سوچا پھر ایک بات تجویز کی۔

تفسیر: ⑮ "ثم یطمع" اُمید کرتا ہے۔ "ان ازید" یعنی میں اس کے مال و اولاد کو زیادہ کر دوں۔

⑯ "کلا" میں ایسا نہ کروں گا اور زیادہ نہ کروں گا۔ کہتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ولید اپنے مال و اولاد میں نقصان میں ہی رہا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ "انه کان لآیاتنا عنیدا" عناد رکھنے والا۔

⑰ "سارهقه صعودا" عنقریب میں اس کو عذاب کی مشقت کی تکلیف دوں گا جس میں کوئی راحت نہ ہوگی۔

سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا کی تفسیر

ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الصعود" جہنم میں پہاڑ ہے جس پر ستر سال چڑھے گا پھر اُترے گا۔ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے قول "سارهقه صعودا" کے بارے میں فرمایا وہ جہنم میں آگ کا پہاڑ ہے اس کو مکلف کیا جائے گا کہ اس پر چڑھے۔ پس جب وہ اپنا ہاتھ رکھے گا وہ پگھل جائے گا۔ پھر جب اُٹھائے تو وہ واپس لوٹ آئے گا، پھر پاؤں رکھے گا پگھل جائے گا اور جب اُٹھائے گا تو وہ اپنی حالت پر لوٹ آئے گا۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الصعود" چکنی چٹان ہے جہنم میں۔ اس کو اس پر چڑھنے کا مکلف بنایا جائے گا، اس کو چڑھنے میں سانس لینے کے لیے بھی نہ چھوڑا جائے گا اس کو آگے سے لوہے کی زنجیروں کے ذریعے کھینچا جائے گا اور پیچھے سے لوہے کے گرزوں سے مارا جائے گا۔ پس وہ چالیس سال میں اس پر چڑھے گا پھر جب اس کی چوٹی پر پہنچے گا تو اس کو نیچے لڑھکا دیا جائے گا۔ پھر تکلیف دی جائے گی کہ اوپر چڑھ اور آگے سے کھینچا جائے گا اور پیچھے سے مارا جائے گا۔ پس یہ اس کی حالت ہوگی ہمیشہ۔

⑱ "**انه فكّر و قدّر**" آیات میں۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا "**حم تنزيل الكتاب من الله العزيز العليم**" اللہ تعالیٰ کے قول "**المصير**" تک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں کھڑے تھے اور ولید بن مغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب آپ کی قرأت سن رہا تھا۔ پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قرأت سننے کو محسوس کیا تو آیت کی قرأت کا اعادہ کیا تو ولید چلا گیا اور اپنی قوم بنو مخزوم کی مجلس میں آیا اور کہا اللہ کی قسم! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ابھی ایک کلام سنی ہے نہ وہ انسان کی کلام ہے اور نہ جن کی کلام ہے اور بے شک اس کے اندر مٹھاس ہے اور بے شک اس پر بڑی رونق ہے اور بے شک اس کا اعلیٰ پھل دینے والا ہے اور اس کا اسفل سرسبز ہے اور بے شک وہ غالب ہوگی مغلوب نہ ہوگی۔ پھر اپنے گھر چلا گیا تو قریش نے کہا اللہ کی قسم ولید بے دین ہوگیا ہے۔ اللہ کی قسم! تم سب قریش بے دین ہو جاؤ گے اور ولید کو "ریحانة" قریش کہا جاتا تھا تو ان کو ابو جہل نے کہا میں تمہیں ولید سے کافی ہوں تو وہ گیا اور ولید کے پاس غمگین ہو کر بیٹھ گیا تو اس کو ولید نے کہا مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں تجھے غمگین دیکھتا ہوں اے بھتیجے؟ ابو جہل نے کہا مجھے غمگین ہونے سے کون سی چیز روکے گی کیونکہ یہ قریش آپ کے لیے خرچ جمع کر دیں گے تاکہ وہ آپ کی بڑھاپے میں مدد کریں اور ان کا گمان ہے کہ آپ نے محمد کی کلام کو مزین کیا ہے اور آپ ابن ابی کبشہ اور ابن ابی قحافہ پر داخل ہونا چاہتے ہیں تاکہ ان کے بچے ہوئے کھانے کھائیں۔

تو ولید بھڑک گیا اور کہنے لگا کیا قریش نہیں جانتے کہ میں ان میں سب سے زیادہ مال و اولاد والا ہوں اور کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھیوں کا پیٹ بھی بھرتا ہے کہ ان کا کھانا بچے؟ پھر ابو جہل کے ساتھ کھڑا ہوا اور اپنی قوم کی مجلس میں آیا اور ان کو کہا تم گمان کرتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون ہیں، کیا تم نے دیکھا ہے کہ ان کی گردن دبائی گئی ہو کبھی؟ انہوں نے کہا اے اللہ نہیں۔ ولید نے کہا تم گمان کرتے ہو کہ وہ کاہن ہیں؟ کیا تم نے ان کو کبھی کہانت کرتے دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا اے

اللہ نہیں۔ ولید نے کہا تم گمان کرتے ہو کہ وہ شاعر ہیں، کیا تم نے ان کو کبھی شعر بولتے سنا ہے؟ انہوں نے کہا اے ولید نہیں۔ ولید نے کہا تم گمان کرتے ہو کہ وہ جھوٹے ہیں، کیا تم نے ان پر کبھی کسی جھوٹ کا تجربہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت سے آپ علیہ السلام کی سچائی کی وجہ امین نام رکھا جاتا تھا تو قریش نے ولید کو کہا۔

پھر وہ کیا ہیں؟ تو اس نے دل میں غور و فکر کیا پھر دیکھا اور تیوری چڑھائی اور کہا وہ تو صرف جادوگر ہیں۔ (نعوذ باللہ) کیا تم ان کو نہیں دیکھتے کہ وہ آدمی اور اس کے گھر والوں اور اولاد اور غلاموں میں تفریق کر دیتے ہیں؟ پس وہ جادوگر ہیں جو وہ کہتے ہیں وہ جادو ہے جو نقل کیا گیا ہے۔ پس یہ مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قول "انه فکر" محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے بارے میں "وقدر" اپنے دل میں کہ اس کے لیے کیا ممکن ہے کہ وہ قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہے۔

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ⑲ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ⑳ ثُمَّ نَظَرَ ㉑ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ㉒ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ㉓ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ㉔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ㉕ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ㉖ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ㉗ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ㉘ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ㉙

ترجمہ سو اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی اور پھر (مکرر) اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی پھر (حاضرین کے چہروں کو دیکھا) پھر منہ بنایا (تاکہ دیکھنے والے سمجھیں کہ ان کو قرآن سے بہت کراہیت ہے) اور زیادہ منہ بنایا پھر منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا پھر بولا کہ بس یہ تو جادو ہے (جو اوروں سے) منقول (ہے) بس یہ تو آدمی کا کلام ہے میں اس کو جلدی دوزخ میں داخل کروں گا اور تم کو کچھ خبر بھی ہے کہ دوزخ کیسی ہے (مقصود اس سے تہویل ہے وہ ایسی ہے کہ) نہ تو باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی (اور) وہ (جلا کر) بدن کی حیثیت بگاڑ دے گی۔

تفسیر ⑲ "فقتل" لعنت کیا جائے اور زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں عذاب دیا گیا۔ "کیف قدر" تعجب، انکار اور ڈانٹ کے طریقہ پر۔

⑳ "ثم قتل کیف قدر" اس تاکید کے لیے تکرار کیا ہے اور کہا گیا ہے اس کا معنی ہے لعن لعنت کیا جائے جس حال پر بھی کلام پر قادر ہوا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "لاضربنه کیف صنع" یعنی جس حال پر بھی اس نے کیا۔

㉑ "ثم نظر" اس کو طلب کرنے میں جس کے ذریعے قرآن کی تردید کر سکے۔

㉒ "ثم عبس وبسر" تیوری چڑھائی پھر سخت ناگواری سے دیکھا اس شخص کی طرح جو کسی شے میں غور و فکر کرنے والا ہو۔

㉓ "ثم ادبر" ایمان سے۔ "واستکبر" تکبر کیا جب اس کی طرف بلایا گیا۔

㉔ "فقال ان هذا" نہیں ہے یہ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھتے ہیں۔ "الا سحر یؤثر" جادوگروں سے نقل و حکایت کرتے ہیں۔

㉕ "ان هذا الا قول البشر" یعنی یسار اور جبر۔ پس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان دونوں سے نقل کرتے ہیں اور

کہا گیا ہے اس کو مسیلمہ صاحب یمامہ سے روایت کرتے ہیں۔

㉖ اللہ فرماتے ہیں "ساصلیہ" عنقریب میں اس کو داخل کروں گا۔ "سقر" جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

(㉗۔㉘)...... "وما ادراک ما سقر. لاتبقی ولا تذر" یعنی نہیں باقی رکھے گی اور نہیں چھوڑے گی اس میں کوئی چیز مگر اس کو کھا جائے گی اور ہلاک کردے گی اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "لایمیت ولا تحیی" یعنی اس میں کسی زندہ کو باقی نہ رکھے گی اور نہ کسی مردہ کو چھوڑے گی جب بھی وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے تو نئے کیے جائیں گے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہ ان کا گوشت باقی رکھے گی اور نہ ان کی ہڈی چھوڑے گی اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب ان میں شروع ہوگی تو ان میں سے کچھ باقی نہ رکھے گی اور جب لوٹائے جائیں گے تو ان کو نہ چھوڑے گی حتیٰ کہ ان کو فنا کردے گی اور ہر چیز کے لیے اکتاہٹ اور سستی ہے سوائے جہنم کے۔

㉙ "لوّاحۃ للبشر" جلد کو تبدیل کرنے والی ہے حتیٰ کہ اس کو سیاہ کردے گی۔ کہا جاتا ہے "لاحۃ السقم والحزن" جب اس کو تبدیل کردے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جلد کو جھلسا دے گی حتیٰ کہ اس کو رات سے بھی زیادہ سیاہ کر کے چھوڑے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں جلد کو جلانے والی ہے اور حسن اور ابن کیسان رحمہما اللہ فرماتے ہیں ان کے سامنے جہنم واضح ہو جائے گی حتیٰ کہ اس کو عیاناً دیکھ لیں گے اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول "وبرّزت الجحیم للغاوین" ہے اور "لواحۃ" مرفوع ہے اس "سقر" کی صفت ہونے کی بناء پر جو باری تعالیٰ کے فرمان "وما ادراک ما سقر" میں ہے اور "البشر" بشرہ کی جمع ہے اور بشر کی جمع ابشار ہے۔

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ㉚ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً. وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا. كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ. وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ. وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ㉛ كَلَّا وَالْقَمَرِ ㉜

ترجمہ: (اور) اس پر انیس فرشتے (جو اس کے خازن ہیں) مقرر ہوں گے اور ہم نے دوزخ کے کارکن (آدمی نہیں بلکہ) صرف فرشتے بنائے ہیں اور ہم نے جو ان کی تعداد (ذکر و حکایت میں) صرف ایسی رکھی ہے جو کافروں کی گمراہی کا ذریعہ ہو تو اس لئے تاکہ اہل کتاب (سننے کے ساتھ) یقین کرلیں اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے اور اہل کتاب اور مومنین شک نہ کریں اور تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں (رشک کا) مرض ہے وہ اور کافر لوگ کہنے لگیں کہ اس عجیب مضمون سے اللہ تعالیٰ کا کیا مقصود ہے اور جس طرح اس خاص باب میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کو گمراہ کیا) اسی طرح اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کردیتا ہے اور (یہ انیس فرشتوں کا

مقرر ہونا کسی حکمت سے ہے ورنہ) تمہارے رب کے لشکروں یعنی فرشتوں کی تعداد کو) بجز رب کے کوئی نہیں جانتا اور دوزخ (کا حال بیان کرنا) صرف آدمیوں کی نصیحت کے لئے ہے بالتحقیق قسم ہے چاند کی۔

تفسیر 30 "علیها تسعة عشر" یعنی جہنم پر انیس (۱۹) فرشتے ہیں اور وہ اس کا داروغہ مالک اور اس کے ساتھ اٹھارہ ہیں اور اثر میں آیا ہے کہ ان کی آنکھیں اُچکنے والی بجلی کی طرح اور ان کی کچلیاں (نوکیلے دانت) ہرن کے سینگوں کی طرح نوکیلے ہیں ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے ہوں گے ان میں سے ایک کے کندھوں کے درمیان ایک سال کی مسافت ہوگی، ان سے رحمت چھین لی گئی ہوگی، ان میں سے ایک ستر ہزار کو اُٹھا کر جہنم میں جہاں کا ارادہ کرے گا پھینک دے گا۔

عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک دفعہ میں جہنم میں قبیلہ ربیعہ اور مضر سے زیادہ لوگوں کو پھینک دے گا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، قتادہ اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابوجہل نے قریش کو کہا تمہاری مائیں تمہیں گم پائیں۔ ابن ابی کبشہ نے سنایا ہے وہ خبر دیتا ہے کہ جہنم کے داروغے انیس (۱۹) ہوں گے اور تم تو بڑے بہادر ہو کیا تم میں سے دس افراد اس سے عاجز ہیں کہ جہنم کے داروغوں میں سے ایک کو پکڑ لیں؟ تو ابوالاشد اسید بن کلدہ بن خلف جمحی نے کہا میں تمہیں ان میں سے سترہ کو کافی ہوں، دس میری پیٹھ پر اور سات میرے پیٹ پر۔ پس تم مجھے دو سے کافی ہو جاؤ اور روایت کیا گیا ہے کہ اس نے کہا میں تمہارے آگے صراط پر چلوں گا۔ پس دس کو اپنے دائیں کندھے سے اور نو کو بائیں کندھے سے جہنم میں پھینک دوں گا اور ہم چلتے ہوئے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

31 تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "وما جعلنا اصحاب النار الا ملائكة" نہ کہ مرد اور آدمی پس کون ہے جو فرشتوں پر غالب آئے گا؟ "وما جعلنا عدتهم" یعنی ان کی کم تعداد "الا فتنة للذين كفروا" یعنی ان کو گمراہ کرنے کے لیے حتیٰ کہ انہوں نے کہا جو کچھ کہا "ليستيقن الذين اوتوا الكتاب" اس لیے کہ توریت وانجیل میں لکھا ہوا ہے کہ وہ انیس (۱۹) ہیں۔ "ويزداد الذين امنوا ايمانا" یعنی جو اہل کتاب میں سے ایمان لائے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں زیادہ ہوں گے جب وہ پائیں گے آپ علیہ السلام کے قول کو ان کی کتابوں کے موافق۔ "ولا يرتاب" نہیں شک کرتے۔ "الذين اوتوا الكتاب والمؤمنون" ان کی تعداد میں۔

"وليقول الذين فى قلوبهم مرض" شک اور نفاق۔ "والكافرون" مکہ کے مشرکین۔ "ماذا اراد الله بهذا مثلا" اس بات سے کیا چیز مراد لی ہے؟ اور مثل سے خود بات مراد ہے۔ "كذلك" یعنی جیسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا ان کو جنہوں نے داروغوں کی تعداد کا انکار کیا اور ان کو ہدایت دی جنہوں نے تصدیق کی۔ اسی طرح "يضل الله من يشاء ويهدى من يشاء وما يعلم جنود ربك الا هو" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ابوجہل کو جواب ہے جب اس نے کہا تھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تو صرف انیس (۱۹) مددگار ہیں۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وما يعلم جنود ربك الا هو" یعنی فرشتوں میں سے، وہ جن کو اس نے اہل جہنم کو عذاب دینے کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان کی تعداد کو صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور معنی یہ ہے کہ

انیس (۱۹) تو جہنم کے داروغے ہیں اور ان کے فرشتوں میں سے مددگار اور لشکر اتنے ہیں کہ ان کی تعداد کو صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، پھر سقر کے ذکر کی طرف رجوع کیا۔ پس فرمایا "وما ھی" یعنی جہنم "الا ذکری للبشر" مگر نصیحت و وعظ لوگوں کے لیے۔

32 "کلا والقمر" یہ قسم ہے حق کہتا ہے۔

وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ 33 وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ 34 اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ 35 نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ 36 لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْيَتَاَخَّرَ 37 كُلُّ نَفْسٍ ۢبِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ 38 اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ 39 فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ 40 عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ 41

ترجمہ: اور رات کی جب جانے لگی اور صبح کی جب روشن ہو جائے کہ وہ دوزخ بڑی بھاری چیز ہے جو انسان کے لئے بڑا ڈراوا ہے یعنی تم میں جو آگے (کی طرف) کو بڑھے ان کے لئے بھی یا جو (تیرے) پیچھے کو ہٹے اس کے لئے بھی ہر شخص اپنے اعمال (کفریہ) کے بدلے میں (دوزخ میں) محبوس ہوگا مگر داہنے والے کہ وہ بہشتوں میں ہوں گے (اور) مجرموں (یعنی کفار) کا حال (خود) ان کفار ہی سے) پوچھتے ہوں گے۔

تفسیر: 33 "والليل اذ ادبر" نافع، حمزہ، حفص اور یعقوب رحمہم اللہ نے "اذ" بغیر الف کے پڑھا ہے۔ "ادبر" الف کے ساتھ اور دیگر حضرات نے "اذا" الف کے ساتھ "دبر" بغیر الف کے اس لیے کہ اس کی شدید موافقت ہے۔ اس سے جو اس کو ملا ہوا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول "والصبح اذا اسفر" ہے اور اس لیے کہ قرآن میں کوئی قسم ایسی نہیں ہے جس کی جانب میں اذ ہو تمام قسموں کی جانب اذا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں کہا جاتا ہے "دبر الليل و ادبر" جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہی ہو۔ ابو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں دبر قریش کی لغت ہے اور قطرب رحمہ اللہ فرماتے ہیں دبر یعنی متوجہ ہوا عرب کہتے ہیں دبرنی فلان یعنی وہ میرے پیچھے آیا۔ پس رات دن کے پیچھے آتی ہے۔

34 "والصبح اذا اسفر" روشن ہو اور واضح ہو۔

35 "انها لاحدى الكبر" یعنی بے شک سقر بڑے امور میں سے ایک ہے اور کبر کا واحد کبریٰ ہے۔ مقاتل اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کبر سے مراد جہنم کے طبقات ہیں اور وہ سات ہیں۔ جہنم، لظی، حطمة، سعیر، سقر، جحیم، ہاویہ

36 "نذيراً للبشر" یعنی آگ انسانوں کو ڈرانے والی ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے اس سے زیادہ کسی دہشت ناک چیز سے نہیں ڈرایا اور اس کا نصب اللہ تعالیٰ کے قول "لاحدى الكبر" سے قطع پر ہے اس لیے کہ وہ معرفۃ ہے اور نذیراً نکرہ ہے۔ خلیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں نذیر مصدر ہے نکیر کی طرح اور اس لیے اس کے ساتھ مؤنث کو موصوف کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی صفت میں سے ہے اور اس کا مجاز "وما جعلنا اصحاب النار الا ملائكة نذيراً للبشر" یعنی "انذارا لهم" ان کو ڈرانے کے لیے۔ ابو رزین فرماتے ہیں فرمایا ہے کہ میں تمہارے لیے اس سے نذیر ہوں۔ پس تم اس سے ڈرو اور کہا ہے یہ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کی صفت ہے اس کا معنی "یا یھا المدثر قم نذیرا للبشر" یعنی اس کو ڈرائیں اور یہ ابن زید کے قول کا معنی ہے۔

㊲ "لمن شاء" بدل ہے اللہ تعالیٰ کے قول للبشر سے۔ "منکم ان یتقدم" خیر اور طاعت میں۔ "او یتاخر" اس سے شر اور معصیت اور معنی یہ ہے کہ انذار حاصل ہوا ہر اس شخص کے لیے جو ایمان لایا یا کفر کیا۔

㊳ "کل نفس بما کسبت رھینۃ" آگ میں مرتھن (رہن رکھا ہوا) ہے اپنے کسب کی وجہ سے اپنے عمل سے پکڑا گیا ہے۔

㊴ "الا اصحاب الیمین" کیونکہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے رہن نہ ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دیں گے۔

اصحاب الیمین کی تفسیر

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام لوگوں کو معلق کیا ہے سوائے اصحاب یمین کے اور ان میں اختلاف ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے بچے ہیں۔ ابوظبیان نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے وہ فرشتے ہیں۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اصحاب جنت ہیں جو آدم علیہ السلام کے دائیں جانب تھے یثاق کے دن۔ جب ان کو اللہ تعالیٰ نے کہا یہ لوگ جنت میں ہوں گے اور مجھے پرواہ نہیں اور ان سے یہ بھی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے نامہ اعمال دائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور ان سے یہ بھی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ پر بابرکت ہیں اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ مخلص مسلمان ہیں اور قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر نفس اپنے کسب کی وجہ سے ماخوذ ہے خیر ہو یا شر مگر وہ جو اللہ کے فضل پر بھروسہ کرے اور جو اپنے کسب پر اعتماد کرے گا تو وہ اس کی وجہ سے رہن ہوگا اور جو فضل پر اعتماد کرے گا تو وہ نہ پکڑا جائے گا۔

㊵ "فی جنات یتساء لون ㊶ عن المجرمین" مشرکین۔

مَاسَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ㊷ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ㊸ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ㊹ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ㊺ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ㊻ حَتّٰى اَتٰنَا الْيَقِيْنُ ㊼ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ㊽ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ㊾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ㊿ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ 51

ترجمہ: (یعنی مومن کفار سے پوچھیں گے) کہ تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا وہ کہیں گے ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ غریب کو (جس کا حق واجب تھا) کھانا کھلایا کرتے تھے اور مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی (اس) مشغلہ میں رہا کرتے تھے اور قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے یہاں تک کہ (اسی حالت میں) ہم کو موت آگئی سو اس حالت میں) ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی (اور جب کفر و اعراض کی بدولت ان کی یہ گت بنتی ہے تو ان کو کیا ہوا کہ اس نصیحت (قرآنی) سے روگردانی کرتے ہیں کہ گویا وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگے جا رہے ہیں۔

تفسیر ㊷ "ما سلککم" تمہیں داخل کیا۔ "فی سقر" پس انہوں نے جواب دیا۔

㊸ "قالوا لم نک من المصلین" اللہ کے لیے۔ ㊹ "ولم نک نطعم المسکین،

㊺ وکنا نخوض" باطل میں۔ "مع الخائضین. ㊻ وکنا نکذب بیوم الدین.

㊼ حتی اتانا الیقین" اور وہ موت ہے۔

㊽ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فما تنفعھم شفاعة الشافعین" ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں فرشتے سفارش کریں گے اور انبیاء اور شہداء اور نیک لوگ اور تمام مؤمنین۔ پس جہنم میں صرف چار قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے پھر تلاوت کی۔ "قالوا لم نک من المصلین" سے اللہ تعالیٰ کے قول "یوم الدین" تک۔ عمران بن حصین رحمہ اللہ فرماتے ہیں شفاعت ہر ایک کے لیے نفع دے گی سوائے ان لوگوں کے جن کا تم سن رہے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں کی صف بنائی جائے گی، پھر عذاب دیئے جائیں گے، فرمایا پھر ان پر اہل جنت میں سے ایک شخص گزرے گا تو ان میں سے ایک کہے گا اے فلاں! تو وہ کہے گا تو کیا چاہتا ہے؟ تو وہ کہے گا کیا تجھے ایک آدمی یاد نہیں جس نے فلاں دن تجھے پانی کا گھونٹ پلایا تھا؟ تو وہ کہے گا تو وہ ہے؟ وہ کہے گا ہاں۔ پس اس کی سفارش کرے گا تو اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔ فرمایا پھر ان پر اہل جنت میں سے ایک شخص گزرے گا تو وہ کہے گا اے فلاں! تو وہ کہے گا کیا ارادہ کرتا ہے؟ تو وہ کہے گا کیا تجھے ایک شخص یاد نہیں جس نے تجھے وضوء کا پانی ہبہ کیا تھا اس دن؟ تو وہ کہے گا تو وہ ہے؟ وہ کہے گا ہاں تو اس کی سفارش کرے گا تو سفارش قبول کی جائے گی۔

㊾ "فمالھم عن التذکرة معرضین" قرآن کے مواعظ سے معرضین حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور کہا گیا ہے وہ ہو گئے اعراض کرنے والے۔ ㊿ "کانھم حمر" حمار کی جمع ہے۔ "مستنفرة" اہل مدینہ اور اہل شام نے فاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے اس کی زیر کے ساتھ۔ پس جس نے زبر کے ساتھ پڑھا تو اس کا معنی متفرة مذعورة بھگائے ہوئے پاگل گدھے اور جس نے زیر کے ساتھ پڑھا ہے تو اس کا معنی بھاگنے والے کہا جاتا ہے نفر اور استنفر ایک معنی میں ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے عجب واستعجب ہیں۔

51 "فرّت من قسورة" مجاہد، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں "القسورة" تیر اندازوں کی جماعت اس کا اس کے لفظ سے کوئی واحد نہیں اور یہ عطاء کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔

قَسْوَرَةٍ کی تفسیر

سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ جال پھینکنے والے (شکاری) ہیں اور یہی عطیہ کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں طاقتور مردوں سے اور ہر قوت والا مرد عرب کے ہاں قسور اور قسورة ہے۔ ابو المتوکل سے روایت ہے فرمایا وہ قوم کا شور وغل اور ان کی آوازیں ہیں۔ عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ

شکاریوں کی رسیاں ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں وہ شیر ہیں اور وہ عطاء اور کلبی رحمہما اللہ کا قول ہے کیونکہ وحشی جنگلی گدھے جب شیر کو دیکھ لیں تو بھاگ جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ مشرکین جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھتے سنتے ہیں تو اس سے بھاگ جاتے ہیں۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ رات کی تاریکی ہے اور رات کی ابتداء کی سیاہی کو قسورۃ کہا جاتا ہے۔

بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿52﴾ كَلَّا. بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿53﴾ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿54﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿55﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿56﴾

ترجمہ بلکہ ان میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے (آسمانی) نوشتے دیئے جائیں آگے اس بیہودہ درخواست کا رد ہے بلکہ یہ لوگ آخرت (کے عذاب) سے نہیں ڈرتے پس یہ (ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ) قرآن (ہی) نصیحت (کے لئے کافی ہے سو جس کا جی چاہے اس نصیحت سے نصیحت حاصل کرے اور بدون خدا کے چاہے یہ لوگ نصیحت قبول نہیں کریں گے وہی ہے جس (کے عذاب) سے ڈرنا چاہئے اور (وہی ہے) جو (بندوں کے گناہ) معاف کرتا ہے۔

تفسیر ﴿52﴾ "بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً" مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا صبح ہم میں سے ہر شخص کے سرہانے ایک تحریر ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھی ہوئی ہو کہ آپ اس کے رسول ہیں اس میں ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیا گیا ہو۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشرکین نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ بنی اسرائیل کا کوئی شخص صبح کرتا تو اس کے سر کے پاس اس کا گناہ اور اس کا کفارہ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ پس آپ ہمارے پاس اس کی مثل لائیں اور صحف کتابیں یہ صحیفہ کی جمع ہے اور منشرۃ منشورۃ

﴿53﴾ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کلا" وہ صحیفے نہ دیئے جائیں گے اور کہا گیا ہے "حقًا" اور ہر چیز جو آپ پر اس سے وارد ہوئی ہے پس یہ اس کا چہرہ ہے۔ بل (بلکہ) "لايخافون الآخرة" یعنی وہ آخرت کے عذاب سے نہیں ڈرتے اور معنی یہ ہے کہ اگر وہ آگ سے ڈرتے تو دلائل قائم ہونے کے بعد ان آیات کا مطالبہ نہ کرتے۔

﴿54﴾ "کلا" حق ہے۔ "انه" یعنی قرآن "تذكرة" نصیحت۔ ﴿55﴾ "فمن شاء ذكره" اس سے نصیحت حاصل کرے۔

﴿56﴾ "وما يذكرون" نافع اور یعقوب رحمہما اللہ نے تذکرون تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ۔ "الا ان يشاء الله" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے ہدایت چاہیں۔ "هو اهل التقوىٰ واهل المغفرة" یعنی اس کا اہل ہے کہ اس کے محارم سے بچا جائے اور اس کا اہل ہے کہ جو اس سے ڈرے اس کی مغفرت کرے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت "هو اهل التقوىٰ واهل المغفرة" کے بارے میں فرمایا۔ تمہارے رب نے فرمایا ہے میں اس کا اہل ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میرے ساتھ میرے علاوہ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور میں اس کا اہل ہوں کہ جو شخص میرے ساتھ شریک کرنے سے ڈرے میں اس کی مغفرت کروں۔

سُوْرَةُ الْقِيَامَة

مکی ہے اور اس کی چالیس (۴۰) آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ① وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ② اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ③ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ④ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ⑤

ترجمہ: میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے آگے منکرین بعث پر رد ہے یعنی) کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز نہ جمع کریں گے ہم ضرور جمع کریں گے (اور یہ جمع کرنا کچھ دشوار نہیں کیونکہ) ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پوریوں تک درست کر دیں بلکہ بعض آدمی (قیامت کا منکر ہو کر) یوں چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی (بے خوف وخطر ہو کر) فسق وفجور کرتا رہے۔

تفسیر: ① "لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ" قواس نے ابن کثیر رحمہ اللہ سے "لاقسم" پڑھا ہے پہلا حرف بغیر الف کے ہمزہ سے پہلے۔

② "ولا اقسم بالنفس اللوامة" الف کے ساتھ اور اسی طرح عبدالرحمٰن اعرج نے پڑھا ہے اس معنی پر کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی قسم کھائی ہے اور نفس لوامہ کی قسم نہیں کھائی اور صحیح یہ ہے کہ ان دونوں کی قسم کھائی ہے اور "لا" ان دونوں میں صلہ ہے یعنی میں روز قیامت اور نفس لوامہ کی قسم کھاتا ہوں۔ ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ قسم کی تاکید ہے جیسے تیرا قول "لا واللّٰہ" اور فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں لا مشرکین منکرین کے کلام کی تردید ہے۔ پھر ابتداء کی اور فرمایا "اقسم بيوم القيامة وبالنفس اللوامة" اور مغیرہ بن شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کہتے ہیں قیامت اور ان میں کسی کی قیامت اس کا مرجانا ہے اور علقمہ رحمہ اللہ ایک جنازہ میں حاضر ہوئے۔ پس جب وہ دفن کیا گیا تو کہا بہرحال یہ پس تحقیق اس کی قیامت قائم ہوگئی۔

"ولا اقسم بالنفس اللوامة" سعید بن جبیر رحمہ اللہ اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں خیر اور شر پر ملامت کرتا ہے اور خوشی اور تنگی پر صبر کرتا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللوامہ گناہ گار۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو فوت ہو جائے اس پر نادم ہوتا ہے اور کہتا ہے اگر میں کرتا اور اگر میں نہ کرتا۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہیں ہے کوئی نیک اور گناہ گار نفس مگر وہ اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے۔ اگر خیر کا عمل کیا ہو تو کہتا ہے تو نے زیادہ کیوں نہیں کیا؟ اور اگر شر کا عمل کیا تو کہتا ہے کاش میں یہ کام نہ کرتا۔ حسن

رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ مؤمن نفس ہے، فرمایا بے شک مؤمن اللہ کی قسم تو اس کو نہیں دیکھے گا مگر وہ اپنے نفس کو ملامت کرے گا، میں نے اپنی کلام سے مراد نہیں لیا اور میں نے نہیں ارادہ کیا اپنے کھانے کے ساتھ اور بے شک گناہ گار قدم بہ قدم چلتا ہے اپنے نفس کا محاسبہ نہیں کرتا اور اس پر عتاب نہیں کرتا۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کافر نفس ہے جو اپنے نفس کو آخرت میں ملامت کرے گا اس پر جو اس نے دُنیا میں اللہ کے امر میں کوتاہی کی۔

آیت مبارکہ کا شانِ نزول

③ "**ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامه**" یہ عدی بن ربیعہ بنو زہرہ کے حلیف اخنس بن شریق ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اے اللہ! تو مجھے میرے دو برے پڑوسیوں سے کافی ہو جا یعنی عدی اور اخنس کیوں کہ عدی بن ربیعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے قیامت کے بارے میں بتائیں کب ہوگی؟ اور اس کا امر اور حال کیسا ہوگا؟ پس آپ علیہ السلام نے اس کو خبر دی تو اس نے کہا اگر میں آج کے دن معائنہ کرلوں تو آپ کی تصدیق نہ کروں گا اور آپ علیہ السلام پر ایمان نہ لاؤں یا اللہ تعالیٰ ہڈیوں کو جمع کردیں تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "**ایحسب الانسان**" یعنی کافر "**ان لن نجمع عظامه**" جدا ہونے اور بوسیدہ ہونے کے بعد۔ پس ہم اس کو زندہ کردیں گے۔ کہا گیا ہے ہڈیوں کو ذکر کیا ہے اور مراد اس کی ذات ہے اس لیے کہ ہڈیاں نفس کا قالب ہیں تخلیق ان کے برابر ہوئے بغیر درست نہیں ہوسکتی اور کہا گیا ہے یہ منکر کے قول پر نکلا ہے "**او یجمع الله العظام**" جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "**قال من یحی العظام وهی رمیم**" ہے۔

④ "**بلٰی قادرین**" یعنی ہم قادر ہیں صرف کے استقبال پر حال کی طرف۔ فرار رحمہ اللہ فرماتے ہیں "**قادرین**" یہ نصب ہے خروج پر نجمع سے۔ جیسا کہ تو کلام میں کہتا ہے کیا تو گمان کرتا ہے کہ ہم تجھ پر قادر نہیں ہیں؟ کیوں نہیں ہم تو تجھ سے زیادہ طاقتور پر قادر ہیں۔ مراد یہ ہے کہ بلکہ ہم اس سے اکثر پر قادر ہیں۔ آیت کا مجاز "**بلٰی نقدر علی جمع عظامه وعلی ماهو اعظم من ذلک**" اور وہ "**علی ان نسوّی بنانه**" اس کی انگلیوں کے پورے۔ پس ہم ان کے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو ایک چیز کی طرح کردیں۔ جیسے اونٹ کے پاؤں اور گدھے کے کھر۔ پس ان سے بند کرنے، کھولنے اور لطیف اعمال کتابت، سلائی وغیرہ کا نفع نہ اُٹھا سکے گا۔ یہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اور زجاج اور ابن قتیبہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی کافر نے گمان کیا کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع کرنے پر قادر نہ ہوں بلکہ ہم تو قادر ہیں اس پر کہ جوڑوں کو ان چھوٹے وجود کے باوجود دوبارہ پیدا کریں، پھر ان کو جوڑیں حتیٰ کہ پوروں کو برابر بنادیں۔ پس جو ذات چھوٹی ہڈیوں کے جمع کرنے پر قادر ہے پس وہ اس کے بڑوں کو جمع کرنے پر زیادہ قادر ہے۔

⑤ "**بل یرید الانسان لیفجر امامه**" فرماتے ہیں ابن آدم جاہل نہ ہو اس بات سے کہ اس کا رب اس کی ہڈیوں کو جمع کرنے پر قادر ہے لیکن وہ ارادہ کرتا ہے کہ اپنے آگے گناہ کرے یعنی وہ جب تک زندہ ہے اس میں قدم جاری رکھے نہ اس سے ہٹے اور نہ توبہ کرے۔ یہ مجاہد، حسن، عکرمہ اور سدی رحمہم اللہ کا قول ہے اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "**لیفجر امامه**"

گناہ کا اقدام کرے اور توبہ کو مؤخر کرے۔ پس کہے عنقریب میں توبہ کروں گا۔

عنقریب میں عمل کروں گا حتیٰ کہ اس پر موت آئے اسے برے حال اور برے اعمال پر اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اُمید سے کہتا ہے میں زندہ رہوں گا تو دُنیا سے اتنا دور اتنا حاصل کروں گا اور موت کو یاد نہیں کرتا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اس کی تکذیب کرتا ہے جو اس کے آگے ہے بعث اور حساب میں سے اور فجور کی اصل مائل ہونا اور فاسق اور کافر کو فاجر کا نام دیا گیا ان کے حق سے مائل (اعراض کرنے) ہونے کی وجہ سے۔

يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿۷﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ﴿۸﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿۹﴾ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿۱۱﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ ﴿۱۲﴾ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: (اس لئے بطور انکار کے) پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا سو جس وقت (مارے حیرت کے) آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا اور (چاند کی کیا تخصیص ہے بلکہ) سورج اور چاند دونوں) ایک حالت کے (یعنی بے نور) ہو جائیں گے اس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر بھاگوں (ارشاد ہوتا ہے) ہرگز (بھاگنا ممکن) نہیں (کیونکہ) کہیں پناہ کی جگہ نہیں اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانا (جانے کا) ہے اس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا ہوا جلا دیا جائے گا۔

تفسیر: ۶ "يسال ايان يوم القيامة" یعنی یہ کب ہوگا؟ اس کی تکذیب کرتے ہوئے۔

۷ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "فاذا برق البصر" اہل مدینہ نے "برق" راء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے اس کی زیر کے ساتھ اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں نگاہیں پھٹی رہ جائیں گی۔ پس وہ پلک نہ جھپکا سکے گا ان عجائب کو دیکھنے کی وجہ سے جن کی دُنیا میں تکذیب کرتا تھا۔ کہا گیا ہے یہ موت کے وقت ہوگا اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہنم کو دیکھنے کے وقت کفار کی آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی اور فراء اور خلیل رحمہما اللہ فرماتے ہیں برق بالکسر یعنی گھبرایا اور حیران ہوا عجائب کو دیکھنے کی وجہ سے اور "برق بالفتح" یعنی اس کی آنکھ پھٹ گئی اور اس کو چمک کی وجہ سے کھولا۔

۸ "وخسف القمر" تاریک ہو گیا اور اس کا نور و روشنی چلی گئی۔

۹ "وجمع الشمس والقمر" یعنی وہ دونوں سیاہ بے نور ہو جائیں گے۔ گویا کہ وہ دو بیل ہیں دہشت زدہ اور کہا گیا ہے ان دونوں کو روشنی ختم کرنے میں جمع کر دیں گے اور عطاء بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کے دن دونوں جمع کیے جائیں گے، پھر سمندر میں پھینکے جائیں گے۔ پس یہ دونوں اللہ کی بڑی آگ ہو جائیں گے اور کہا گیا ہے جمع کیے جائیں گے پھر دونوں آگ میں ڈالے جائیں گے اور کہا گیا ہے دونوں جمع کیے جائیں گے پھر مغرب سے طلوع کیے جائیں گے۔

⑩ "یقول الانسان" یعنی اس کا جھٹلانے والا۔ "یومئذ این المفر" یعنی بھاگنے کی جگہ اور کہا گیا ہے وہ مصدر ہے یعنی کہاں بھاگنا ہوگا؟

⑪ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "کلا لا وزر" نہ قلعہ ہے اور نہ کوئی جائے حفاظت اور نہ جائے پناہ اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کوئی پہاڑ نہیں اور وہ جب خوفزدہ ہوتے تھے تو پہاڑ میں پناہ لیتے تھے تو اس کے ذریعے بچاؤ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس دن کوئی پہاڑ نہ ہوگا جو ان کو بچائے۔

⑫ "الی ربک یومئذ المستقر" یعنی مخلوق کا ٹھکانہ۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لوٹنے اور رجوع کی جگہ۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول "الی ربک الرّجعٰی" ہے۔ "والی اللّٰہ المصیر" اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں انتہا ہے اس کی نظیر "وان الی ربّک المنتھی" ہے۔......

⑬ "ینبّا الانسان یومئذ بما قدّم واخّر" ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جو موت سے نیک اور برا عمل کیا اور جو موت کے بعد پیچھے اچھا طریقہ یا برا طریقہ چھوڑا جس پر عمل کیا جا رہا ہو۔ عطیہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے کہ "بما قدم" معصیت میں سے۔ "واخّر" طاعت میں سے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "بما قدّم" اللہ کی طاعت میں سے۔ "وما اخّر" اپنی عمر کے آخر میں اور زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "بما قدّم" اپنے اموال میں سے اپنے لیے "وما اخّر" اس کو ورثاء کے لیے پیچھے چھوڑا۔

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ⑭ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ⑮ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ⑯ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ⑰ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ⑱ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ⑲ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ⑳ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ㉑

ترجمہ (اور) بلکہ انسان خود (بھی) اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا گو (باقتضائے طبیعت اس وقت بھی (اپنے) حیلے (حوالے) پیش لاوے اور اے پیغمبر آپ (قبل وحی کے ختم ہوچکنے کے) قرآن پر اپنی زبان نہ چلایا کیجئے تاکہ آپ اس کو جلدی یاد کرلیں (کیونکہ) ہمارے ذمہ (آپ کے قلب میں) اس کا جمع کردینا اور (آپ کی زبان سے) اس کا پڑھوا دینا ہے (جب یہ ہمارے ذمہ ہے) تو جب ہم اس کو پڑھنے لگا کریں (یعنی ہمارا فرشتہ پڑھنے لگا کرے) تو آپ اس کے تابع ہوجایا کیجئے پھر اس کا بیان کروا دینا بھی ہمارا ذمہ ہے اے منکرو (قیامت کی بابت جیسا تم سمجھ رہے ہو) ہرگز ایسا نہیں (صرف بات یہ ہے کہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

تفسیر ⑭ "بل الانسان علی نفسه بصیرة" عکرمہ، مقاتل اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی ہے بلکہ انسان اس کے نفس پر اس کے نفس سے نگران ہیں جو اس کی نگرانی کرتے ہیں اور اس کے خلاف اس کے عمل کی گواہی دیں گے اور وہ اس کے کان اور

آنکھیں اور اعضاء ہیں اور ھاء داخل ہے بصیرۃ پر اس لیے کہ انسان سے مراد یہاں اس کے اعضاء ہیں اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس کا معنی ہو بلکہ انسان اس کے نفس یعنی اس کے اعضاء کے لیے دیکھنے والے ہیں۔ پس حرف جر کو حذف کر دیا گیا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم" ہے یعنی لاولادکم اور ممکن ہے کہ وہ صفت ہو مؤنث اسم کی یعنی "بل الانسان علی نفسه عین بصیرة" اور ابوالعالیہ اور عطاء رحمہما اللہ فرماتے ہیں بلکہ انسان اس کے نفس پر گواہ ہے اور یہی عوفی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور ھاء بصیرۃ میں مبالغہ کے لیے ہے۔ اس تاویل کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "کفٰی بنفسک الیوم علیک حسیبا" ہے۔

⑮ "ولو القٰی معاذیرہ" یعنی اس کے خلاف گواہ گواہی دے گا اگرچہ وہ عذر کرے اور اپنے آپ سے جھگڑے یہ اس کا نفع نہ دے گا۔ جیسا کہ فرمایا "یوم لاینفع الظالمین معذرتهم" اور یہ مجاہد، قتادہ، سعید بن جبیر، ابن زید اور عطاء رحمہم اللہ کے قول کا معنی ہے۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور اگر عذر کیا تو اس پر قول کا القاء ہے جیسا کہ فرمایا "فالقوا الیهم القول انکم لکاذبون" اور ضحاک اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں "ولو القٰی معاذیرہ" یعنی اگرچہ پردہ گرادے اور دروازے بند کر دے اس کے نفس سے وہ ہے جو اس کے عذر کو جھٹلائے گا اور اہل یمن پردہ کا نام معذار رکھتے ہیں اور اس کی جمع معاذیر ہے اور اس کا معنی اس قول پر اگرچہ پردہ لٹکا دے تا کہ اس کا عمل مخفی رہے تو اس کا نفس اس پر گواہ ہے۔

⑯ اللہ تعالیٰ کا قول "لاتحرّک به لسانک لتعجل به" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول "لاتحرّک به لسانک لتعجل به" کے بارے میں مروی ہے، فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر اُترتے تو اپنی زبان اور ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے تو یہ آپ پر گراں ہوا اور یہ آپ علیہ السلام سے پہچانا جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی "لا اقسم بیوم القیامة" سورت میں "لاتحرّک به لسانک لتعجل به"

⑰ "ان علینا جمعه وقرآنه" فرمایا ہم پر لازم ہے کہ ہم اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں جمع کر دیں۔

⑱ فاذا قراناہ فاتبع قرآنه۔ پس جب اس کو نازل کرے تو آپ توجہ سے سنیں۔

⑲ "ثم ان علینا بیانه" ہم پر لازم ہے کہ ہم اس کو آپ علیہ السلام کی زبان سے بیان کریں۔ فرمایا اور جب آپ علیہ السلام کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے تو آپ علیہ السلام سر جھکا کر خاموش ہو جاتے پھر جب وہ چلے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پڑھتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے۔ موسیٰ بن ابی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوتا، ڈرتے کہ آپ علیہ السلام سے چوک نہ جائے تو کہا گیا "لاتحرّک به لسانک، ان علینا جمعه" کہ ہم آپ کے سینہ میں جمع کر دیں گے۔ "وقرآنه" کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پڑھیں گے۔

⑳ "کلّا بل تحبّون العاجلة" ㉑ "وتذرون الآخرة" اہل مدینہ اور اہل کوفہ نے "تحبّون و تذرون" دونوں میں تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ یعنی وہ دُنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اس کے لیے عمل کرتے ہیں یعنی کفار

مکہ اور جس نے تاء پڑھا ہے اس تقدیر پر کہ "قل یا محمد بل تحبّون و تذرون"

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ㉒ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ㉓ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ㉔ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ㉕ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ㉖ وَقِيْلَ مَنْ (سکتہ) رَاقٍ ㉗ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ㉘ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ㉙

ترجمہ: بہت سے چہرے تو اس روز بارونق ہوں گے اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے (یہ تو مومنین کا حال ہے) لیکن بہت سے چہرے اس روز بدرونق ہوں گے (اور وہ لوگ) خیال کررہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا (یعنی ان کو عذاب شدید ہوگا) ہرگز ایسا نہیں جب جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے اور (نہایت حسرت سے اس وقت) کہا جاتا ہے کہ کوئی جھاڑنے والا بھی ہے اور (اس وقت) وہ (مردہ) یقین کرلیتا ہے کہ یہ مفارقت (دنیا) کا وقت ہے اور شدت سکرات موت سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جاتی ہے۔

تفسیر: ㉒ "وجوه یومئذ" قیامت کے دن۔ "ناضرة" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں خوبصورت ہوں گے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں خوش اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں تروتازہ اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں سفید ان پر نور چڑھا ہوا ہوگا اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں روشن، چمکدار اور یمان فرماتے ہیں روشن۔ فراء کہتے ہیں نعمتوں کی وجہ سے کھلے ہوئے۔ کہا جاتا ہے "نضر اللّٰہ وجهه ینضر نضرا ونضره اللّٰہ وانضره ونضر وجهه ینضر نضرة"...... "الی ربها ناظرة" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اکثر لوگ اپنے رب کی طرف عیاناً بغیر حجاب کے دیکھیں گے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں خالق کی طرف دیکھے گی۔ ㉓ "وحق لها ان تنضر وهی تنظر الی الخالق" ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت میں ادنیٰ مرتبہ کا شخص وہ ہے جو اپنے باغوں، بیویوں، نعمتوں، خادموں اور خوشی کی طرف ہزار سال کی مسافت سے دیکھے گا اور ان میں سے اللہ کے ہاں معزز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے چہرہ کو صبح وشام دیکھے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا "وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة"

㉔ "ووجوه یومئذ باسرة" تیوری چڑھائے غبار آلود سیاہ ہوں گے۔

㉕ "تظن ان یفعل بها فاقرة" وہ یقین رکھتا تھا کہ اس کے ساتھ بڑے عذاب کا معاملہ کیا جائے گا اور "فاقرة" بڑی مصیبت اور ایسا سخت معاملہ جو کمر کے مہرے توڑ دے۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کمر توڑنے والی۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ آگ میں داخل ہونا ہے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی رؤیت سے روک دیا جائے گا۔

㉖ "کلا اذا بلغت" یعنی نفس یہ کنایہ ہے غیر مذکور سے۔ "التراقی" پس موت کے وقت گھنگھرو بولیں اور "تراقی ترقوة" کی جمع ہے اور وہ ہڈیاں جو ہنسلی کی ہڈی کے درمیان گڑھے اور کندھے کے درمیان ہوتی ہیں۔ نفس کے تراقی تک پہنچنے کے ذریعے موت کے قریب ہونے سے کنایہ کیا گیا ہے۔

27 "وقيل من راق" یعنی کہے گا جس پر موت حاضر ہو کیا کوئی طبیب ہے جو اس کو جھاڑ پھونک کرے اور دواء دے تو یہ اس کے جھاڑنے یا دواء سے شفایاب ہوجائے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم اس کے لیے طبیبوں کو تلاش کرو وہ اس کو اللہ کی قضاء سے کچھ فائدہ نہ دیں گے۔ سلیمان تیمی اور مقاتل بن سلیمان فرماتے ہیں یہ فرشتوں کے قول میں سے ہے ان میں سے بعض بعض کو کہیں گے کون اس کی روح کو لے کر چڑھتا ہے، پھر اس کو رحمت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے لے جائینگے۔

28 "وظن" یقین کرلیا اس نے جس کی روح تراقی کو پہنچ گئی۔ "انه الفراق" دُنیا سے

29 "والتفت الساق بالساق" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سختی بختی کے ساتھ۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں موت کی سختی آخرت کی سختی کے ساتھ۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس پر لگاتار سختیاں آئیں۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک تکلیف سے نہیں نکلے کہ دوسری اس سے سخت آجائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں دُنیا کا امر آخرت کے امر کے ساتھ۔ پس دُنیا کے آخری دن اور آخرت کے ایام میں سے پہلے دن میں ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں موت وحیات جمع ہوگئیں۔
اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگ اس کے جسم کو تیار کررہے ہوتے ہیں اور فرشتہ اس کی روح کو اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ دونوں میت کی پنڈلیاں ہیں جب کفن میں لپیٹی جائیں اور شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ دونوں میت کی پنڈلیاں ہیں جب موت کے وقت مل جائیں۔

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِ الْمَسَاقُ 30 فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى 31 وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى 32 ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى 33 اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى 34 ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى 35 اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى 36 اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى 37 ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى 38 فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى 39 اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى 40

ترجمہ: اور اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے تو اس نے نہ تو (خدا اور سول کی) تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی اور (لیکن خدا اور سول) کی تکذیب کی تھی اور (احکام سے منہ موڑا تھا پھر ناز کرتا ہوا اپنے گھر چل دیتا تھا تیری کمبختی پر کمبختی آنے والی ہے پھر (مکرر سن لے) کہ تیری کمبختی پر کمبختی آنے والی ہے کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا کیا یہ شخص (ابتدا میں محض) ایک قطرہ منی نہ تھا جو (عورت کے رحم میں) ٹپکایا گیا تھا پھر وہ خون کا لوتھڑا ہوگیا پھر اللہ تعالیٰ نے (اس کو انسان) بنایا پھر اعضاء درست کیے پھر اس کی دو قسمیں کردیں مرد اور عورت (تو) کیا (جس نے ابتدا میں اپنی قدرت سے سب کچھ کیا) اس بات پر قدرت نہیں رکھتا (کہ قیامت میں مردوں کو زندہ کردے۔

تفسیر 30 "الى ربك يومئذ المساق" یعنی بندوں کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگا اس کی طرف ہانکے جائیں گے۔

31 "فلا صدق ولا صلّى" یعنی ابوجہل نے نہ قرآن کی تصدیق کی اور نہ اللہ کے لیے نماز پڑھی۔

۳۲"ولکن کذب وتولّٰی" ایمان سے۔ ۳۳"ثم ذھب الی اھلہ" ان کی طرف لوٹا۔ "یتمطّٰی" اکڑتا ہوا اور اترا کر چلتا ہوا۔ کہا گیا ہے اس کی اصل "یتمطط" یعنی یتمدد اور و المط بمعنی کھینچنا ہے۔

۳۴"اولیٰ لک فاولیٰ. ۳۵ثم اولیٰ لک فاولیٰ" یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابوجہل کے لیے وعید پر وعید ہے اور یہ کلمہ دھمکی اور وعید کے لیے وضع کیا گیا ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے تو اس عذاب کا زیادہ لائق اور زیادہ حق دار ہے اس آدمی کے لیے کہا جاتا ہے جس کو کوئی ناپسند چیز پہنچے۔ "یستوجبہ" یہ اس کا سزوار ہے اور کہا گیا ہے یہ کلمہ عرب اس کے لیے بولتے ہیں جس کے ناپسند چیز قریب ہو اور اس کی اصل ولی سے ہے اور وہ بمعنی "قریب" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "قاتلوا الذین یلونکم من الکفار" اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمیں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحاء میں ابوجہل کے کپڑے پکڑ کر کہا "اولیٰ لک فاولیٰ. ثم اولیٰ لک فاولیٰ" تو ابوجہل نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ مجھے دھمکی دیتے ہیں، اللہ کی قسم! آپ اور آپ کا رب میرے ساتھ کچھ بھی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور میں اس مکہ دو پہاڑوں کے درمیان چلنے والوں میں سب سے زیادہ قوی ہوں۔ پھر بدر کے دن اللہ تعالیٰ نے اس کو بری جگہ میں پچھاڑا اور اس کو برے طریقہ سے قتل کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ہر اُمت کا فرعون ہے اور اس اُمت کا فرعون ابوجہل ہے۔

۳۶"ایحسب الانسان ان یترک سدی" بے کار نہ حکم دیا جائے گا اور نہ نہی کیا جائے گا۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی ہے مہمل اور ابل سدی اس اونٹ کو کہتے ہیں جو چرواہے کے بغیر ہو یا جہاں چاہے چرے۔

۳۷"الم یک نطفۃ من منی یمنی" رحم میں ٹپکائی جاتی ہے۔ حفص نے عاصم سے "یمنی" یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ حسن رحمہ اللہ کی قرأت ہے اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے نطفہ کی وجہ سے۔

۳۸"ثم کان علقۃ فخلق فسوّٰی" پس اس میں روح ڈالی اور اس کی تخلیق کو درست کیا۔

۳۹"فجعل منہ الزوجین الذکر والانثٰی" اس کے پانی سے مذکر و مؤنث اولاد کو پیدا کیا۔......

۴۰"الیس ذلک" جس نے یہ کیا۔ "بقادر علی ان یحیی الموتٰی"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں سے "والتین والزیتون" پڑھے پھر اس کے آخر تک جائے۔ "الیس اللہ باحکم الحاکمین" تو کہے "بلیٰ" (کیوں نہیں) اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں اور جس نے پڑھا "لا اقسم بیوم القیامۃ" پھر آیت "الیس ذلک بقادر علی ان یحی الموتٰی" تک پہنچ گیا تو کہے کیوں نہیں اور جس نے پڑھا "والمرسلات" پھر پہنچا۔ "فبایّ حدیث بعدہٗ یؤمنون" پر تو کہے "آمنّا باللہ" ہم اللہ پر ایمان لائے۔ موسیٰ بن ابی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک شخص اپنے گھر کے اوپر نماز پڑھ رہا تھا وہ جب بھی پڑھتا "الیس ذلک بقادر علی ان یحی الموتٰی" تو کہتا "سبحانک بلیٰ" تیری ذات پاک ہے کیوں نہیں تو لوگوں نے اس بارے میں اس سے پوچھا تو اس نے کہا میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

سُوْرَةُ الدَّهْر

مدنی ہے اور اس کی اکتیس (۳۱) آیات ہیں۔

عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مکی ہے اور مجاہد اور قتادہ رحمہا اللہ فرماتے ہیں مدنی ہے۔ حسن اور عکرمہ رحمہا اللہ فرماتے ہیں یہ مدنی ہے سوائے ایک آیت کے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول "فاصبر لحکم ربک" ہے۔ "ولا تطع منهم آثما او کفورا" ہے اور اس کی اکتیس آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ④ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ⑤

ترجمہ: بے شک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آ چکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا (یعنی انسان نہ تھا بلکہ نطفہ تھا) ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں تو (اسی واسطے) ہم نے اس کو سنتا دیکھتا (سمجھتا) بنایا ہم نے اس کو (بھلائی برائی پر مطلع کر کے) رستہ بتلایا (یعنی احکام کا مخاطب بنایا پھر) یا تو وہ شکر گزار (اور مومن ہو گیا) یا ناشکر (اور) کافر) ہو گیا ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے (اور) جو نیک (لوگ) ہیں وہ ایسے جام شراب سے (شرابیں) پیویں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔

تفسیر: ① "هل اتى" تحقیق آیا ہے۔ "على الانسان" یعنی آدم علیہ السلام پر۔ "حين من الدهر" چالیس سال اور وہ مٹی گارے سے جو مکہ اور طائف کے درمیان ڈالا ہوا تھا روح پھونکے جانے سے پہلے۔ "لم یکن شیئا مذکورا" نہ ذکر کیا جاتا اور نہ پہچانا جاتا اور نہ یہ معلوم تھا کہ اس کا نام کیا ہے اور نہ وہ جو اس سے مراد ہے۔ مراد یہ ہے وہ شے تھا لیکن قابل ذکر نہ تھا اور یہ اس وقت جب اس کو مٹی سے پیدا کیا اس میں روح پھونکنے سے پہلے۔ روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو سنا جو یہ آیت پڑھ رہا تھا "لم یکن شیئا مذکورا" تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کاش کہ وہ مکمل ہو جائے۔ مراد یہ تھی

کاش کہ وہ اس پر باقی رہے جس پر تھا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں پھر اس کو ایک سو بیس (۱۲۰) سال بعد پیدا کیا۔

❷ "انا خلقنا الانسان" یعنی آدم علیہ السلام کی اولاد کو۔ "من نطفۃ" یعنی مرد اور عورت کی منی سے۔ "امشاج" ملے جلے۔ اس کا واحد مشج اور مشیج ہے جیسے خدن وخدین۔

امشاج کی تفسیر میں ائمہ کرام کے مختلف اقوال

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حسن، مجاہد اور ربیع رحمہم اللہ فرماتے ہیں یعنی آدمی کا پانی اور عورت کا پانی رحم میں ملتے ہیں تو ان دونوں سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ پس آدمی کا پانی سفید گاڑھا اور عورت کا پانی زرد پتلا ہے۔ پس ان دونوں میں سے جو دوسرے پر غالب ہو جائے تو بچہ اس کے مشابہ ہوگا اور جو پٹھے اور ہڈیاں ہیں تو وہ مرد کے نطفہ سے بنتے ہیں اور گوشت، خون اور بال عورت کے پانی سے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں امشاج سے نطفہ کے مختلف رنگ مراد ہیں۔ پس مرد کا نطفہ سفید اور سرخ اور عورت کا نطفہ سبز، سرخ اور زرد ہے اور یہ والبی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور اسی طرح کلبی رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ فرمایا الامشاج سفیدی، سرخی اور زردی میں اور یمان فرماتے ہیں جب دو رنگ مل جائیں تو وہ امشاج ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں وہ رگیں جو نطفہ میں ہوتی ہیں اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں نطفہ جو خون کے ساتھ ملایا جائے اور وہ حیض کا خون ہے۔ پس جب عورت حاملہ ہوتی ہے تو حیض مرتفع ہو جاتا ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ پیدائش کے مراحل ہیں۔ نطفہ پھر جما ہوا خون، پھر گوشت کا لوتھڑا۔ پھر ہڈی پھر اس پر گوشت چڑھاتے ہیں، پھر اس کو دوسری پیدائش دیتے ہیں۔ "نبتلیہ" ہم اس کا امر و نہی کے ذریعے امتحان لیتے ہیں۔ "فجعلناہ سمیعا بصیرا" بعض اہل عربیت نے کہا ہے اس میں تقدیم وتاخیر ہے اس کا مجاز "فجعلناہ سمیعا بصیر ابتلیہ" اس لیے کہ آزمائش تخلیق مکمل ہونے کے بعد ہوتی ہے۔

❸ "انا ھدیناہ السبیل" یعنی ہم نے اس کے لیے حق و باطل اور ہدایت وضلالت کے راستے کو بیان کیا اور ہم نے اس کو خیر و شر کے راستہ کی معرفت دی۔ "اما شاکر او اما کفورا" یا مؤمن نیک بخت یا کافر بدبخت ہے اور کہا گیا ہے کلام کا معنی جزاء ہے۔ یعنی ہم نے اس کے لیے راستے کو بیان کر دیا، اگر وہ شکر کرے یا کفر کرے۔

❹ پھر دونوں فریقوں کے لیے جو ہے اس کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "انا اعتدنا للکافرین سلاسل" یعنی جہنم میں۔ اہل مدینہ، کسائی اور ابوبکر نے عاصم سے "سلاسلا" اور "قواریر قواریر" الف کے ساتھ پڑھا ہے وقف میں اور تنوین کے ساتھ پڑھا ہے ان تمام میں وصل کی صورت میں اور حمزہ اور یعقوب نے بغیر الف کے وقف کی صورت میں اور بغیر تنوین کے ان میں وصل کی صورت میں پڑھا ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے "قواریر" پہلا وقف میں الف کے ساتھ اور وصل میں تنوین کے ساتھ اور "سلاسل" اور "قواریر" دوسرا بغیر الف اور بغیر تنوین کے اور ابوعمرو، ابن عامر اور حفص رحمہم اللہ نے "سلاسلا" اور پہلا قواریرا وقف کی صورت میں الف کے ساتھ حظ پر اور بغیر تنوین کے وصف میں اور "قواریرا" دوسرا بغیر الف اور بغیر تنوین کے

۔اللہ تعالیٰ کا قول "واغلالا" یعنی ان کے ہاتھوں میں ۔ان کی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے۔"وسعیرا" سخت ایندھن۔

❺ "ان الابرار" یعنی مؤمنین جو اپنے ایمان میں سچے اور اپنے رب کی اطاعت کرنے والے ہیں، اس کا واحد "بارٌّ" ہے جیسے شاہد اور اشہاد۔ ناصر اور انصار اور "برّ" بھی جیسے نھر اور انھار۔ "یشربون" آخرت میں۔ "من کأس" اس میں شراب ہوگی۔ "کان مزاجھا کافورا" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کو کافور کے ساتھ ملایا جائے گا اور کستوری کی مہر لگائی گئی ہوگی۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مزاجھا اس کا ذائقہ اور اہل معانی کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ وہ اپنی سفیدی اور عمدہ خوشبو اور ٹھنڈک میں کافور کی طرح ہوگی۔ اس لیے کہ کافور پیا نہیں جاتا اور وہ اللہ تعالیٰ کے قول "حتی اذا جعله نارا" کی طرح ہے یعنی کنار اور یہ مجاہد، مقاتل رحمہما اللہ کے قول کا معنی ہے۔ اس کا مزاج کافور کی خوشبو کی طرح ہوگا۔ ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو کافور، کستوری اور زنجبیل کے ساتھ عمدہ بنایا گیا ہوگا۔ عطاء اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کافور جنت میں پانی کے چشمے کا نام ہے۔

عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا عِبَادُ اللّٰہِ یُفَجِّرُوْنَھَا تَفْجِیْرًا ❻ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا ❼ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ❽ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَانُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ❾

ترجمہ یعنی ایسے چشمہ سے (پیویں گے) جس سے خدا کے خاص بندے پییں گے (اور) جس کو وہ (خاص بندے جہاں چاہیں گے) بہا کر لے جائیں گے وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی اور وہ لوگ (محض) خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تم کو محض خدا کی رضامندی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے (اس کا عمل) بدلہ چاہیں اور نہ (اس کا قول) شکریہ (چاہیں)۔

تفسیر ❻ "عینا" اس پر نصب کافور کے تابع ہونے کی وجہ سے ہے اور کہا گیا ہے مدح کی بناء پر نصب ہے اور کہا گیا ہے اصل عبارت "اعنی عینا" ہے یعنی میں چشمہ مراد لیتا ہوں اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں زیادہ عمدہ یہ ہے کہ معنی ہوں من عین۔ "یشرب بھا" کہا گیا ہے "یشربھا" اور باء صلہ ہے اور کہا گیا ہے بھا یعنی منھا۔ "عباد اللہ"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اللہ کے اولیاء "یفجرونھا تفجیرا" یعنی اس کو کھینچیں گے جہاں چاہیں گے اپنے گھروں اور محلات کی طرف۔ جیسا کہ کسی کی نہر ہو، یہاں دُنیا میں تو وہ اس کو کھود کر جہاں چاہے لے جاسکتا ہے۔

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ کی مختلف تفاسیر

❼ "یوفون بالنذر" یہ ان کی دُنیا کی صفات ہیں۔ یعنی وہ دُنیا میں اس طرح تھے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ وہ پورا ادا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج وعمرہ اور اس کے علاوہ واجبات کو فرض کیا ہے اور النذر کا معنی واجب کرنا اور مجاہد اور عکرمہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں جب وہ اللہ کی طاعت کی منت مانتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے منت مانی کہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو چاہیے کہ وہ اس کی اطاعت کرے اور جس نے منت مانی کہ اللہ کی نافرمانی کرے گا تو اس کی نافرمانی نہ کرے۔

"ویخافون یوما کان شرّہ مستطیرا" پھیلنے والا لمبا۔ کہا جاتا ہے "استطار الصبح" جب وہ پھیل جائے اور لمبی ہو جائے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا شر آسمانوں میں پھیلنے والا ہوگا۔ پس وہ پھٹ جائیں گے اور ستارے ٹوٹ کر گر جائیں گے اور سورج و چاند بے نور کر دیئے جائیں گے اور فرشتے گھبرا جائیں گے اور زمین، پس پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے اور پانی خشک ہو جائیں گے اور زمین پر موجود ہر عمارت و پہاڑ ٹوٹ جائیں گے۔

⑧ "ویطعمون الطعام علی حبہ" یعنی کھانے کی محبت اور قلت اور ان کے کھانے کی چاہت کرنے اور ضرورت ہونے کے باوجود اور کہا گیا ہے اللہ کی محبت میں۔ "مسکینا" فقیر کو جس کا کوئی مال نہ ہو۔ "ویتیما" بچہ جس کا باپ نہ ہو۔ "و اسیرا" مجاہد، سعید بن جبیر اور عطاء رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ اہل قبلہ میں سے قید کیا ہوا شخص اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے امراء کو ان کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگرچہ ان دنوں ان کے قیدی مشرک ہوتے تھے اور کہا گیا ہے الاسیر مملوک غلام اور کہا گیا ہے عورت۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ سے عورتوں کے معاملہ میں ڈرو کیونکہ وہ تمہارے پاس عوان یعنی قیدی ہیں اور اس آیت کے سبب نزول میں اختلاف کیا ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ایک انصاری شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس نے ایک دن مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلایا۔ مجاہد اور عطاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے ایک یہودی کے پاس تھوڑے سے جَو کے بدلے مزدوری کی، پھر جَو لیے اس کے تہائی پیسا، پھر اس سے کوئی چیز بنائی تا کہ وہ اس کو کھا سکیں پھر جب وہ پک گئی تو مسکین آیا اور سوال کیا تو انہوں نے اس کو سارا کھانا دے دیا، پھر دوسرے تہائی کے ساتھ یہی معاملہ کیا۔ پس جب یہ پکا تو یتیم آیا سوال کیا تو انہوں نے اس کو کھلا دیا، پھر باقی تہائی کے ساتھ وہی معاملہ کیا۔ پس جب وہ پک گیا تو مشرکین میں سے ایک قیدی آیا۔ سوال کیا تو انہوں نے اس کو کھلا دیا اور اپنا دن بھوکے گزارا اور یہ حسن اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے کہ قیدی اہل شرک میں سے تھا اور اس میں دلیل ہے کہ قیدیوں کو کھانا کھلانا اگرچہ وہ مشرک ہوں اچھا کام ہے اس کے ثواب کی اُمید ہے۔

⑨ "انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاء ولا شکورا" اور شکور مصدر ہے عقود، دخول اور خروج کی طرح۔ مجاہد اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ان کے دلوں سے جان لیا۔ پھر ان کی تعریف کی۔

إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ⑩ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ⑪ وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ⑫ مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ⑬ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ⑭ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ⑮ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ⑯

ترجمہ: ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا اندیشہ رکھتے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان کو (اس اطاعت اور اخلاص کی برکت سے اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرماوے گا (یعنی چہروں پر تازگی اور قلوب میں خوشی دے گا اور ان کی پختگی (یعنی استقامت فی الدارین) کے بدلہ میں ان کو جنت اور ریشمی لباس دے گا اس حالت میں کہ وہ وہاں (جنت میں) مسہریوں پر آرام و عزت سے تکیہ لگائے ہوں نہ وہاں تپش (اور گرمی) پاویں گے اور نہ جاڑا (بلکہ فرحت بخش اعتدال ہوگا) اور یہ حالت ہوگی کہ (وہاں کے یعنی جنت کے درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور ان کے میوے ان کے اختیار میں ہوں گے (کہ ہر وقت ہر طرح بلا مشقت لے سکیں گے اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جائیں گے اور آبخورے جو شیشہ کے ہوں گے (اور) وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جن کو بھرنے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا۔

تفسیر: ⑩ "انا نخاف من ربنا یوما عبوسا" اس میں چہرے اس کی ہولناکی اور شدت کی وجہ سے ترش ہو جائیں گے اور عبوس کی نسبت یوم کی طرف کی گئی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے یوم صائم ولیل نائم۔ اور کہا گیا ہے کہ یوم کا وصف عبوس بیان کیا ہے اس لیے کہ اس میں شدت ہوگی۔ "قمطریرا" قتادہ، مجاہد اور مقاتل رحمہم اللہ فرماتے ہیں قمطریر جو چہروں اور پیشانیوں کو ترش کے ساتھ پکڑے گا اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عبوس وہ جس میں کوئی انبساط نہ ہو اور قمطریر سخت۔ اخفش رحمہ اللہ فرماتے ہیں قمطریر دنوں میں سے سخت ترین اور آزمائش میں طویل۔ کہا جاتا ہے "یوم قمطریر و قماطر" جب سخت ناپسند ہو اور "اقمطر الیوم فھو مقمطر"

⑪ "فوقاھم اللہ شرّ ذلک الیوم" جس سے وہ ڈرتے ہیں۔ "ولقاھم نضرۃ" ان کے چہروں میں حسن۔ "وسرورا" ان کے دلوں میں۔

⑫ "وجزاھم بما صبروا" اللہ کی طاعت پر اور اس کی معصیت سے اجتناب پر۔ اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں فقر پر اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں بھوک پر۔ "جنۃ وحریرا" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں داخل کیا اور ان کو ریشم پہنایا۔

⑬ "متکئین" حال پر۔ "فیھا" جنت میں۔ "علی الارائک" پردے والی سہریاں اور "اریکۃ" اسی وقت ہوسکتا ہے جب دونوں صفتیں جمع ہوں۔ "لایرون فیھا شمسا ولا زمھریرا" یعنی گرمی اور سردی۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی سورج اس کی گرمی ان کو تکلیف دے گی اور "زمھریر" اس کی ٹھنڈک ان کو تکلیف دے گی۔ اس لیے کہ وہ دونوں دُنیا میں تکلیف دیں گی اور "زمھریر" سخت ٹھنڈک ہے۔

⑭ "ودانیۃ علیھم ظلالھا" یعنی ان سے قریب ہوں گے ان کے درختوں کے سائے اور "دانیۃ" کا نصب اللہ تعالیٰ کے قول "متکئین" پر عطف کی وجہ سے ہے اور کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے قول "لایرون فیھا شمسا ولا زمھریرا" کی جگہ اور دیکھیں گے "دانیۃ" اور کہا گیا ہے مدح کی بناء پر۔ "وذللت" تابع کیے گئے اور قریب کیے گئے۔ "قطوفھا" اس کے پھل "تذلیلا" وہ اس کے پھلوں کو کھائیں گے کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور لیٹ کر اور ان کو توڑیں جیسے چاہیں گے جس حال پر چاہیں گے۔

قَوَارِيْرَاْ مِنْ فِضَّةٍ کی تفسیر

⑮ "ویطاف علیھم بآنیة من فضة واکواب کانت قواریرا

⑯ قواریرا من فضة" مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں شیشیوں کے صاف ہونے میں چاندی کی سفیدی مراد ہے۔ پس وہ شیشے کے صاف ہونے میں چاندی سے ہوں گی۔ ان کے اندر کی چیز باہر سے دیکھی جائے گی۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے قواریر ان کی زمین کی مٹی سے بنائے ہیں۔ پس جنت کی زمین چاندی کی ہے تو اس سے ان کے شراب کے برتن بنائے گئے جس میں وہ پئیں گے۔ "قدروھا تقدیرا" پیالوں کا ان کے رب نے ٹھیک اندازہ کیا ہے نہ زیادہ ہوں گے نہ کم۔ یعنی ان کے لیے اندازہ کیا ہے پلانے والوں اور خادموں کا جو ان پر چکر لگائیں گے وہ ان کا اندازہ کریں گے پھر پلائیں گے۔

وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ⑰ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ⑱ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ⑲ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ⑳ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ㉑

ترجمہ اور وہاں ان کو (علاوہ جام شراب مذکور کے) ایسا جام شراب پلایا جاوے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمہ سے (ان کو پلایا جاوے گا) جو وہاں ہوگا جس کا نام (وہاں) سلسبیل (مشہور) ہوگا اور ان کے پاس (یہ چیزیں لے کر) ایسے لڑکے آمد و رفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اور اس قدر حسین ہیں اے مخاطب اگر تو ان کو چلتے پھرتے دیکھے تو یوں سمجھے کہ موتی ہیں جو بکھر گئے ہیں اور اے مخاطب اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھ کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے اور ان جنتیوں پر باریک ریشم کے کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی (کیونکہ ہر لباس میں جدا لطف ہے) اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب ان کو پاکیزہ شراب پینے کو دے گا (جس میں نہ نجاست ہوگی نہ کدورت۔

تفسیر ⑰ "ویسقون فیھا کاسا کان مزاجھا زنجبیلا" وہ اس کی طرف خوب خواہش ظاہر کریں گے اور خوشی سے جھومیں گے اور زنجبیل ان چیزوں میں سے ہے جن کو عرب بہت عمدہ سمجھتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ جنت میں وہ جام پلائے جائیں گے جن میں جنت کی زنجبیل ملی ہوئی ہوگی۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں دُنیا کی زنجبیل کے مشابہ نہ ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہر وہ چیز جس کا قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جنت اور آسمان میں ہونے کا ذکر کیا ہے دُنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے اور کہا گیا ہے وہ جنت میں چشمہ ہے اس سے زنجبیل کا ذائقہ آتا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں

اس کو صرف مقربین پئیں گے اور تمام اہل جنت کیلئے ملائی جائے گی۔

⑱ "عینا فیھا تسمی سلسبیلا" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سلسلہ جو ان کے تابع ہوں جہاں چاہیں گے اس کو پھیریں گے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں تیز بہنے والا۔ ابوالعالیہ اور مقاتل بن حیان رحمہما اللہ فرماتے ہیں اس کا نام سلسبیل رکھا گیا ہے اس لیے کہ وہ ان کے راستوں اور ان کے گھروں میں بہے گا، عرش کے نیچے سے پھوٹے گا، جنت عدن سے اہل جنت کی طرف اور جنت کی شراب کافور جیسی ٹھنڈی زنجبیل کے ذائقے والی اور مشک کی خوشبو والی ہے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا نام سلسبیل رکھا گیا ہے اس لیے کہ یہ انتہائی عمدہ وخوشگوار ہونے کی وجہ سے حلق میں آسانی سے اُترتی چلی جائے گی اور اللہ تعالیٰ کا قول "تسمّی"۔ یعنی اس کی صفت بیان کی جاتی ہے اس لیے کہ اکثر علماء کے نزدیک سلسبیل صفت ہے نہ کہ اسم۔

⑲ "ویطوف علیھم ولدان مخلدون اذا رأیتم حسبتھم لؤلؤا منثورا" عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ وہ سفیدی اور حسن میں موتی ہیں جب ان کو دھاگے سے بچھونے پر بکھیر دیا جائے تو وہ پروئے ہوئے سے زیادہ اچھا ہوتا ہے اور اہل معانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں ان کو منثور کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے چونکہ یہ دوران خدمت بکھرے ہوتے ہیں اس وجہ سے۔ پس اگر وہ صف باندھے ہوتے تو ان کو لڑی میں پروئے ہوئے موتیوں کے ساتھ تشبیہ دی جاتی۔

⑳ "واذا رأیت ثمّ" یعنی جب آپ اپنی نگاہ سے دیکھتے۔ "ثمّ" یعنی جنت میں "رأیت نعیما" جو بیان نہیں کی جاسکتیں۔ "وملکا کبیرا" اور وہ یہ کہ ان میں سے ادنیٰ مرتبہ والا شخص اپنے ملک کی طرف دیکھے گا ایک ہزار سال کی مسافت میں۔ اس کی انتہاء کو ایسے دیکھے گا جیسے اپنے قریب کی جگہ کو دیکھتا ہے۔ مقاتل اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ رب العزت کا رسول فرشتوں میں سے اس کی اجازت کے بغیر اس پر داخل نہ ہوسکے گا اور کہا گیا ہے ایسا ملک جس کا زوال نہیں ہوگا۔

㉑ "عالیھم ثیاب سندس" اہل مدینہ اور حمزہ رحمہم اللہ نے "عالیھم" یاء ساکن اور ھاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ پس یہ رفع کی جگہ میں ہوگا ابتداء کی وجہ سے اور اس کی خبر ثیاب سندس ہے اور دیگر حضرات نے یاء کے زبر اور ھاء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے صفت کی بناء پر یعنی ان کے اوپر اور یہ منصوب ہے ظرف ہونے کی بناء پر ثیاب سندس کا۔ "خضر واستبرق" نافع اور حفص رحمہما اللہ نے "خضر واستبرق" دونوں کو مرفوع پڑھا ہے ثیاب پر عطف کرتے ہوئے اور ان دونوں کو حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے مجرور پڑھا ہے اور ابن کثیر اور ابوبکر نے "خضر" زیر کے ساتھ۔ "واستبرق" پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور ابوجعفر اور اہل بصرہ اور اہل شام نے اس کا اُلٹ پڑھا ہے۔ پس رفع ثیاب کی صفت ہونے کی بناء پر اور جر سندس کی صفت ہونے کی بناء پر۔ "وحلوا اساور من فضۃ وسقاھم ربھم شرابا طھورا" کہا گیا ہے گندگیوں سے پاک اس کو ہاتھوں اور پاؤں نے میلا نہ کیا ہوگا دُنیا کی شراب کی طرح۔ ابو قلابہ اور ابراہیم رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ ناپاک پیشاب نہ ہوگا لیکن ان کے جسموں سے پسینہ نکلے گا کستوری کی خوشبو کی طرح کا۔

اور ان کے پاس کھانا لایا جائے گا اس کو کھائیں گے تو جب کھانے کا آخر ہوگا تو پاکیزہ شراب دی جائے گی، اس کو پئیں گے تو ان کے پیٹ پاک ہوجائیں گے اور جو انہوں نے کھایا ہے وہ پسینہ بن کر ان کے جسم سے نکل جائے گا وہ پسینہ کستوری سے زیادہ

خوشبودار ہوگا اوران کے پیٹ خالی ہو جائیں گے اوران کی خواہش لوٹ آئے گی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ پانی کا چشمہ ہے جنت کے دروازہ پر جو اس کو پئے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل میں جو کینہ، کھوٹ اور حسد ہوگا کھینچ لیں گے۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾

ترجمہ (اوران سے کہا جاوے گا کہ) یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش (جو دنیا میں کرتے تھے) مقبول ہوئی ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے سو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر (کہ اس میں تبلیغ بھی داخل ہے) مستقل رہیے اوران میں سے کسی فاسق یا کافر کے کہنے میں نہ آیئے اور آگے عبادت لازمہ کا امر ہے یعنی) اپنے پروردگار (کا صبح وشام نام لیا کیجئے اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اس کو سجدہ کیا کیجئے (یعنی نماز فرض پڑھا کیجئے) اور رات کے بڑے حصہ میں اس کی تسبیح کیا کیجئے (مراد اس سے تہجد) ہے علاوہ فرائض کے یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے (آنے والے) ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں ہم ہی نے ان کو پیدا کیا ہے اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کیے (اور (نیز) جب (ہم چاہیں ان ہی جیسے لوگ ان کی جگہ بدل دیں یہ سب جو کچھ مذکور ہوا (کافی) نصیحت ہے سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف سے رستہ اختیار کرے بدوں خدا کے چاہے تم لوگ کوئی بات چاہ نہیں سکتے (اور بعض لوگوں کے لئے خدا کے نہ چاہنے میں بعض حکمتیں ہوتی ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ بڑا علم والا بڑا حکمت والا ہے وہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر دیتا ہے اور (جس کو چاہے کفر اور ظلم میں مبتلا رکھتا ہے پھر) ظالموں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر ﴿۲۲﴾ "ان هذا کان لکم جزاء و کان سعیکم مشکورا" یعنی جو جنت کی نعمتیں بیان کی گئی ہیں وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال کا بدلہ ہوں گی اور تمہاری سعی اور دُنیا میں عمل کرنا اللہ کی طاعت میں اس کی قدر دانی کی جائے گی۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے تمہاری اس پر قدر دانی کی ہے اور تم کو افضل ثواب دیا ہے۔

﴿۲۳﴾ "انا نحن نزلنا علیک القرآن تنزیلا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جدا جدا آیت

کے بعد آیت یکبارگی نہیں اُتارا گیا۔

㉔"فاصبر لحکم ربک ولا تطع منھم" یعنی مشرکین مکہ میں سے۔"آثما او کفورا" یعنی وکفورا اور الف صلہ ہے۔

اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا کی تفسیر

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آثم اور کافر سے ابوجہل مراد ہے کیونکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز فرض کی گئی تو آپ علیہ السلام کو ابوجہل نے اس سے روکا اور کہا اگر آپ دیکھیں اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ نماز پڑھیں تو میں آپ علیہ السلام کی گردن روند دوں گا اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں آثم سے عتبہ بن ربیعہ مراد ہے اور الکفور سے ولید بن مغیرہ ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا اگر آپ نے جو کچھ کیا ہے عورتوں اور مال کے لیے کیا ہے تو آپ علیہ السلام اس امر سے رجوع کرلیں۔ عتبہ نے کہا میں آپ علیہ السلام سے اپنی بیٹی کا نکاح کردیتا ہوں اور بغیر مہر کے اس کو آپ کے پاس بھیج دوں گا اور ولید نے کہا میں آپ کو اتنا مال دوں گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ بس آپ اس امر سے رجوع کرلیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

㉕"واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا.

㉖ومن اللیل فاسجد لہ" یعنی مغرب وعشاء کی نماز۔ "وسبحہ لیلا طویلا" یعنی فرض کے بعد نفل۔

㉗"ان ھؤلاء" یعنی کفار مکہ۔ "یحبون العاجلۃ" یعنی جلدی گھر کو اور وہ دُنیا ہے۔ "ویذرون وراء ھم" یعنی اپنے آگے۔ "یوم ثقیلا" سخت اور وہ قیامت کا دن ہے یعنی وہ اس کو چھوڑتے ہیں پس اس پر نہ ایمان لاتے ہیں اور نہ اس کے لیے عمل کرتے ہیں

㉘"نحن خلقناھم وشددنا" ہم نے قوت دی اور پختہ کیا۔ "اسرھم" مجاہد، قتادہ اور مقاتل رحمہم اللہ فرماتے ہیں "اسرھم" یعنی ان کی تخلیق کو۔ کہا جاتا ہے "رجل حسن الاسر" یعنی الخلق اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ان کے جوڑ ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ باندھے رگوں اور پٹھوں کے ذریعے۔ مجاہد سے اسر کی تفسیر میں روایت کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں شرمگاہ یعنی پیشاب اور پاخانہ کے گزرنے کی جگہ جب گندگی نکل جائے تو دونوں بند ہو جاتے ہیں۔ "واذا شئنا بدلنا امثالھم تبدیلا" یعنی جب ہم چاہیں گے ان کو ہلاک کردیں گے اور ان کے مشابہ لوگ لائیں گے۔ پس ہم ان کو ان کا بدل کردیں گے۔

㉙"ان ھذہ" یعنی یہ سورت۔ "تذکرۃ" وعظ ونصیحت ہے۔ "فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا" عبادت کے لیے وسیلہ۔

㉚"وما تشاء ون" ابن کثیر، ابن عامر اور ابوعمرو نے "یشاؤون" یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ "الا ان یشاء اللہ" یعنی تم نہیں چاہتے مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ اس لیے کہ امر اسی کی طرف ہے۔ "ان اللہ کان علیما حکیما"......

㉛"یدخل من یشاء فی رحمتہ والظالمین" یعنی مشرکین۔ "اعدلھم عذابا الیما"

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰت

مکی ہے اوراس کی پچاس (۵۰) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ① فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ② وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ③ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ④

ترجمہ: قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کے لئے بھیجی جاتی ہیں پھران ہواؤں کی جو تندی سے چلتی ہیں (جس سے خطرات کا احتمال ہوتا ہے اوران ہواؤں کی جو بادلوں کو اٹھا کر) پھیلاتی ہیں پھران ہواؤں کی جو بادلوں کو متفرق کردیتی ہیں۔ (جیسا بارش کے بعد ہوتا ہے)

تفسیر: ①"والمرسلات عرفا" یعنی ہوائیں جو لگاتار بھیجی جاتی ہیں گھوڑوں کی طرح آگے پیچھے اور کہا گیا ہے عرفا یعنی کثیراً بہت زیادہ۔ عرب کہتے ہیں "الناس الی فلان" عرف واحد جب لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں اور بہت زیادہ ہوجائیں۔ یہ مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ کے قول کا معنی ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں فرشتے جو اللہ کے اوامر اور نواہی میں سے معروف کے ساتھ بھیجے گئے ہیں اور یہی مسروق کی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

②"فالعاصفات عصفا" یعنی ہوائیں سخت تیز۔

③"والناشرات نشرا" یعنی نرم ہوائیں اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ہوائیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے آگے خوشخبری دینے کے لیے بھیجتے ہیں اور کہا گیا ہے یہ وہ ہوائیں ہیں جو بادلوں کو اُٹھاتی ہیں اور بارش لاتی ہیں اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ وہ فرشتے ہیں جو نامہ اعمال کو پھیلائیں گے۔

④"فالفارقات فرقا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مجاہد اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی فرشتے جو اس کو لاتے ہیں جو حق و باطل کے درمیان فرق کرتا ہے۔ قتادہ اور حسن رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ قرآن کی آیتیں ہیں جو حلال وحرام کے درمیان فرق کرتی ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے فرماتے ہیں وہ ہوائیں جو بادلوں کو جدا کرتی اور تقسیم کرتی ہیں۔

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ⑤ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ⑥ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ⑦ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ⑧ وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ⑨ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ⑩ وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ⑪ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ⑫ لِيَوْمِ

الْفَصْلِ ⑬ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ⑭ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑮ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ⑯ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ⑰ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ⑱ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑲ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ⑳ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ㉑ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ㉒ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ㉓

ترجمہ پھران ہواؤں کوجودل میں) اللہ کی یاد یعنی توبہ کا یا ڈرانے کا القا کرتی ہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور ہونے والی ہے (مراد قیامت ہے سو جب ستارے بے نور ہو جائیں گے اور جب آسمان پھٹ جاوے گا اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے اور جب سب پیغمبر وقت معین پر جمع کیے جاویں گے (کچھ معلوم ہے کہ) کس دن کے لئے پیغمبروں کا معاملہ ملتوی (کیا گیا ہے) آگے جواب ہے کہ) فیصلہ کے (دن کے لئے (ملتوی رکھا گیا ہے اور آگے اس فیصلہ کے دن کی کیفیت ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ وہ فیصلہ کا دن کیسا کچھ ہے (یعنی بہت سخت ہے) اس روز حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (آگے عذاب کی تذکیر ہے یعنی) کیا ہم اگلے کافرلوگوں کو عذاب سے) ہلاک نہیں کر چکے پھر پچھلوں کو بھی (عذاب) میں ان (پہلوں) ہی کے ساتھ ساتھ کر دیں گے ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں (یعنی ان کے کفر پر سزا دیتے ہیں) اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (آگے قدرت علی البعث کی تقریر ہے یعنی) کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی (یعنی نطفہ سے) نہیں بنایا پھر ہم نے اس کو ایک وقت مقرر تک ایک محفوظ جگہ (یعنی عورت کے رحم) میں رکھا غرض ہم نے (ان تصرفات کا) ایک انداز ہ ٹھہرایا سو ہم کیسے اچھے انداز ہ ٹھہرانے والے ہیں۔

تفسیر ⑤ "فالملقيات ذكرا" یعنی فرشتے جو ذکر کا انبیاء علیہم السلام کی طرف القاء کرتے ہیں۔ اس کی نظیر "یلقی الروح من امرہ" ہے۔

⑥ "عذرا او نذرا" یعنی عذر کرنے اور ڈرانے کے لیے۔ حسن رحمہ اللہ نے "عذرا" ذال کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور اس میں ابوبکر عن عاصم سے اختلاف کیا گیا ہے اور اکثر کی قرأت اس کے سکون کے ساتھ ہے اور ابوعمرو، حمزہ اور کسائی اور حفص رحمہم اللہ نے "نذرا" ذال کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے اس کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور جس نے سکون پڑھا ہے اس نے کہا اس لیے کہ یہ دونوں دو مصدروں کی جگہ ہیں "انذار" اور اعذار کے معنی میں اور جمع نہیں ہیں پھر ان کو مثقل کیا گیا ہے۔

⑦ "انما توعدون" قیامت اور بعث کے امر کا۔ "لواقع" البتہ ہونے والا ہے پھر ذکر کیا کہ کب واقع ہوگا۔

⑧ پس فرمایا "فاذا النجوم طمست" اس کا نور مٹا دیا گیا۔

⑨ "واذا السماء فرجت" پھاڑ دیا جائے گا۔

⑩ "واذا الجبال نسفت" اپنی جگہوں سے اکھیڑ دیے گئے ہیں۔

⑪ "واذا الرسل اقتت" اہل بصرہ نے "وقتت" واؤ کے ساتھ پڑھا ہے اور ابوجعفر نے واؤ اور قاف کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے الف اور قاف کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دو لغتیں ہیں اور عرب واؤ اور ہمزہ کو ایک دوسرے کی جگہ لا رہے ہیں۔ جیسے ان کا قول "......و کدت" اور "اکدت و رخت" اور ارخت ہے اور ان دونوں کا معنی جمع کرنا معلوم دن کے وقت کے لیے اور وہ قیامت کا دن ہے تا کہ وہ اُمتوں پر گواہی دیں۔

⑫ "لای یوم اجلت" یعنی مؤخر کیے گئے ان کے جمع کرنے کے لیے اجل مقرر کی گئی ہے تو بندے اس دن سے تعجب میں ہیں۔

⑬ پھر بیان کرتے ہوئے فرمایا "لیوم الفصل" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رحمٰن کے مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنے کے دن۔

⑭ "وما ادراک ما یوم الفصل. ⑮ویل یومئذ للمکذبین ⑯الم نهلک الاوّلین" یعنی گزشتہ اُمتوں کو دُنیا میں عذاب دے کر جب انہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی۔

⑰ "ثم نتبعهم الآخرین" کفر و تکذیب میں ان کے راستہ پر چلنے والوں کو۔ یعنی کفار مکہ ان کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے کی وجہ سے۔

⑱ "کذلک نفعل بالمجرمین. ⑲ویل یومئذ للمکذبین. ⑳الم نخلقکم من ماء مهین" یعنی نطفہ سے۔

㉑ "فجعلناه فی قرار مکین" یعنی رحم میں۔

㉒ "الی قدر معلوم" اور وہ ولادت کا وقت ہے۔

㉓ "فقدرنا" اہل مدینہ اور کسائی رحمہم اللہ نے "فقدرنا" تشدید کے ساتھ پڑھا ہے تقدیر سے اور دیگر حضرات نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے قدرۃ سے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "فنعم القادرون" کی وجہ سے......

اور کہا گیا ہے ان دونوں کا معنی ایک ہے اور اسی کا قول "فنعم القادرون" یعنی مقدرون ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنے والے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ㉔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ㉕ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ㉖ وَجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ㉗ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ㉘ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ㉙ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ㉚ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ㉛ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ㉜

ترجمہ اس روز حق کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (آگے اپنی بعض نعمتیں بیان فرماتے ہیں) کیا ہم نے زمین کو زندہ اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا اور ہم نے اس (زمین) میں اونچے اونچے پہاڑ بنائے ہیں (جن سے بہت سے منافع متعلق ہیں) اور ہم نے تم کو میٹھا پانی پلایا اس روز (حق) کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی اس

روز کفار سے کہا جائے گا تم اس عذاب کی طرف چلو جس کو جھٹلایا کرتے تھے ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں جس میں نہ (ٹھنڈا) سایہ ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے وہ انگارے برساوے گا جیسے بڑے بڑے محل۔

تفسیر ㉔ "ویل یومئذ للمکذبین. ㉕ الم نجعل الارض کفاتا" برتن اور کفت کا معنی ملانا اور جمع کرنا۔ کہا جاتا ہے "کفت الشیٔ" جب اس کو ملا دے اور جمع کر دے اور فراء فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ ان کو جمع کرتی ہے، زندہ ہونے کی حالت میں ان کے گھروں و رہائشوں میں اور مرنے کے بعد ان کو اپنے پیٹ میں جمع کرے گی۔

㉖ اور وہ اس کا قول "احیاء و امواتا"

㉗ و جعلنا فیها رواسی" پہاڑ۔ "شامخات" بلند۔ "و اسقینا کم ماء فراتا" میٹھا۔

㉘ "ویل یومئذ للمکذبین" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور یہ سب اس بعث سے زیادہ عجیب ہے جس کو تم جھٹلاتے ہو۔ پھر خبر دی کہ ان کو قیامت کے دن کہا جائے گا۔

㉙ "انطلقوا الی ما کنتم به تکذبون" دُنیا میں۔

㉚ "انطلقوا الی ظلّ ذی ثلاث شعب" یعنی جہنم کا دھواں جب بلند ہو اور تین حصوں میں بٹ جائے اور کہا گیا ہے آگ سے گردن نکلے گی، پس تین حصے ہو جائیں گے، نور، دھواں اور شعلے۔ بہر حال نور پس وہ مؤمنوں کے سروں پر کھڑا ہو گا اور دھواں منافقین کے سروں پر اور خالص کافروں کے سروں پر۔

㉛ پھر اس سائے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "لا ظلیل" گرمی سے سایہ حاصل کرے۔ "ولا یغنی من اللهب" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہنم کے شعلے تم سے نہ ہٹا سکے گا اور معنی یہ ہے کہ وہ جب اس سایہ کے نیچے آ جائیں گے تو وہ شعلوں کی گرمی ان سے دور نہ کرے گا۔

㉜ "انها" یعنی جہنم۔ "ترمی بشرر" وہ جو آگ سے اڑے۔ اس کا واحد "شررة" ہے۔ "کالقصر" اور وہ بلند عمارت۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یعنی قلعے اور عبدالرحمٰن بن عباس اللہ تعالیٰ کے قول "انها ترمی بشرر کالقصر" کے بارے میں فرماتے ہیں وہ کاٹی ہوئی بڑی بڑی لکڑیاں اور ہم جب لکڑی سے ستون وغیرہ بناتے ہیں تو اس کو تین گز یا اس سے زیادہ کاٹتے ہیں اور اس سے کم کو سردیوں کے لیے ذخیرہ بنا لیتے ہیں اور اس کا نام ہم قصر رکھتے ہیں۔ سعید بن جبیر اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ کھجور کے تنے اور بڑے درخت اس کا واحد قصرة ہے جیسے تمر اور تمرہ اور جمرة اور جمر اور علی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے "کالقصر" صاد کے زبر کے ساتھ۔ اس کی جمع قصر اور قصرات آتی ہے۔

كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ㉝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ㉞ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ㉟ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ㊱ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ㊲ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ㊳ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ

كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿39﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿40﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿41﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿42﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿43﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿44﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿45﴾ كُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿46﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿47﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿48﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿49﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿50﴾

ترجمہ بلکہ جیسے کالے کالے اونٹ اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی یہ وہ دن ہوگا جس میں وہ لوگ نہ بول سکیں گے اور نہ ان کو اجازت (عذر کی) ہوگی سو عذر بھی نہ کر سکیں گے اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (ان لوگوں سے کہا جاوے گا کہ) یہ ہے فیصلہ کا دن (جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے) ہم نے آج تم کو اور اگلوں کو (فیصلہ کے لئے) جمع کر لیا سو اگر تمہارے پاس (آج کے فیصلہ سے بچنے کی) کوئی تدبیر ہو تو تدبیر چلاؤ اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی پرہیزگار لوگ سایوں میں اور چشموں میں اور مرغوب میووں میں ہوں گے (اور ان سے کہا جاوے گا کہ) اپنے اعمال کے (نیک) صلہ میں خوب مزے سے کھاؤ پیو ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (اور یہ کفار نعماء جنت کی بھی تکذیب کرتے تھے سو سمجھ رکھیں کہ) اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (اے کافرو) تم (دنیا میں) تھوڑے دنوں اور کھا لو برت لو (عنقریب کمبختی آنے والی ہے کیونکہ) تم بے شک مجرم ہو اس روز (حق کے) جھٹلانے والے کی بڑی خرابی ہوگی اور (ان کافروں کی سرکشی اور جرم کی یہ حالت ہے کہ) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (خدا کی طرف) جھکو تو نہیں جھکتے اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی تو پھر اس (قرآن بلیغ الالفاظ والانذار) کے بعد اور پھر کونسی بات پر ایمان لاویں گے۔

تفسیر 33 "کانّه" ضمیر کو لفظ کی طرف لوٹایا ہے۔ "جمالة" حمزہ اور کسائی اور حفص رحمہم اللہ نے "جمالة" جمل کی جمع پڑھا ہے جیسے حجر اور حجارۃ اور یعقوب رحمہ اللہ نے جیم کے پیش کے ساتھ بغیر الف کے "بڑی اشیاء جو جمع کی گئی ہوں" مراد ہیں اور دیگر حضرات نے "جمالات" الف کے ساتھ اور جیم کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ جمال کی جمع ہونے کی بناء پر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کشتیوں کی رسیاں ہیں جوان کو ایک دوسرے کے ساتھ جمع کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ درمیانے قد کے مردوں کی طرح ہو جاتی ہیں۔ "صفر" اصفر کی جمع ہے یعنی ان کا رنگ اور کہا گیا ہے الصفر کا معنی سیاہ ہے اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے جہنم کی آگ کے شرارے سیاہ ہیں، تارکول کی طرح۔ اور عرب سیاہ اونٹ کا نام صفر رکھتے ہیں اس لیے کہ اس کی سیاہی میں زردی کی آمیزش ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہرنی کی سفیدی کو ادم (گندم گوں) کہا جاتا ہے اس لیے کہ اس کی سفیدی پر مٹیالا رنگ غالب ہوتا ہے۔

34 "ویل یومئذ للمکذبین."

35 هذا یوم لا ینطقون" یعنی قیامت میں۔ اس لیے کہ اس میں کئی مؤقف ہیں۔ بعض میں وہ جھگڑیں گے اور باہم گفتگو

کریں گے اور بعض میں ان کے منہ پر مہر لگادی جائے گی وہ بول نہ سکیں گے۔

㊱"ولا یؤذن لھم فیعتذرون" جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی اس شخص کا کوئی عذر قبول نہیں ہے جو اپنے انعام کرنے والے سے اعراض کرے اور اس کی نعمتوں ورحمتوں کا انکار کرے۔

㊲"ویل یومئذ للمکذبین.

㊳ھذا یوم الفصل" اہل جنت واہل جہنم کے درمیان۔ "جمعناکم والاوّلین" یعنی اس اُمت کے جھٹلانے والے اور پہلی اُمتوں کے مکذبین کو جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی۔

㊴"فان کان لکم کید فکیدون" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر تمہارے لیے حیلہ ہے تو اپنے نفس کے لیے حیلہ اپناؤ۔

㊵"ویل یومئذ للمکذبین.

㊶ان المتقین فی ظلال" ظل کی جمع ہے یعنی درختوں کے سایوں میں۔ "وعیون" مع پانی کے۔

㊷"وفواکہ مما یشتھون"

㊸اور ان کو کہا جائے گا "کلوا واشربوا ھنیئا بما کنتم تعملون" دُنیا میں میری طاعت میں۔

㊹"انا کذالک نجزی المحسنین. ㊺ویل یومئذ للمکذبین"

㊻ پھر کفار مکہ کو کہا "کلوا وتمتّعوا قلیلا" دُنیا میں۔ "انکم مجرمون" اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے ہو، عذاب کے مستحق ہو۔

㊼"ویل یومئذ للمکذبین.

㊽واذا قلیل لھم ارکعوا" یعنی تم نماز پڑھو۔ "لایرکعون" وہ نماز نہیں پڑھتے۔
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ ان کو قیامت کے دن کہا جائے گا جب وہ سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے۔ پس وہ اس کی طاقت نہ رکھیں گے۔

㊾"ویل یومئذ للمکذبین.

㊿فبایّ حدیث بعدہ" یعنی قرآن کے بعد۔ "یؤمنون" جب وہ اس پر ایمان نہیں لاتے۔

سُوْرَۃُ النَّبَاء

مکی ہے اوراس کی چالیس (۴۰) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ① عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ② الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ③ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ④ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ⑤ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ⑥ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ⑦ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ⑧

ترجمہ: یہ (قیامت کا انکار کرنے والے) لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں جس میں یہ لوگ (اہل حق کے ساتھ) اختلاف کررہے ہیں ہرگز ایسا نہیں (بلکہ قیامت آوے گی اور) ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے پھر (مکرر کہتے ہیں کہ جیسا یہ لوگ جو سمجھتے ہیں) ہرگز ایسا نہیں (بلکہ آوے گی) ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو زمین کی میخیں نہیں بنایا (اور اس کے علاوہ ہم نے اور بھی قدرت اپنی ظاہر فرمائی چنانچہ) ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا (یعنی مرد وعورت) بنایا

تفسیر ① "عمّ" اس کی اصل "عن ما" ہے۔ نون کو میم میں ادغام کیا گیا ہے اور ما کے الف کو حذف کردیا گیا ہے جیسے ان کے قول "فیم" اور "بم" میں "یتساء لون" یعنی کسی چیز کے بارے میں یہ مشرکین آپس میں سوال کرتے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو توحید کی طرف بلایا اور ان کو موت کے بعد اُٹھنے کی خبر دی اور ان پر قرآن کی تلاوت کی تو ایک دوسرے سے سوال کرنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا لائے ہیں؟ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں لفظ استفہام کا لفظ ہے اور اس کا معنی تفخیم (تعظیم) ہے۔ جیسا کہ تو کہے "ای شیء زید؟" جب تو اس کے امر اور اس کی شان کو عظیم سمجھے۔

② پھر ذکر کیا کہ ان کا باہم سوال وجواب کسی چیز کے بارے میں تھا تو فرمایا "عن النبا العظیم" مجاہد اور اکثر حضرات فرماتے ہیں وہ قرآن ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "قل ھو نبا عظیم" اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ بعث ہے۔

③ "الذی ھم فیہ مختلفون" پس تصدیق کرنے والے اور تکذیب کرنے والے۔

④ "کلا سیعلمون" کلا نفی ہے فرماتے ہیں وہ عنقریب جان لیں گے اپنی تکذیب کا انجام جب تمام اُمور واضح ہوجائیں گے۔

⑤ "ثم کلا سیعلمون" یہ ان کے لیے وعید ہے وعید کے پیچھے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں "کلا سیعلمون" ہرگز نہیں

عنقریب وہ جان لیں گے یعنی کافر ہیں۔"ثم کلا سیعلمون" یعنی مؤمنین۔ پھر اپنی کاریگری کو ذکر کیا تا کہ وہ اس کی توحید کو جان لیں۔

⑥ تو فرمایا "الم نجعل الارض مھادا" بچھونا۔

⑦ "والجبال اوتادا" زمین کے لیے تا کہ وہ ان کے ساتھ نہ ہلے۔

⑧ "وخلقناکم ازواجا" قسمیں مذکر و مؤنث۔

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ⑨ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ⑩ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ⑪ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ⑫ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ⑬ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ⑭ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ⑮ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ⑯ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ⑰ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ⑱

ترجمہ: اور ہم ہی نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز بنایا اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے اور ہم ہی نے (آسمان میں) ایک روشن چراغ بنایا (مراد آفتاب ہے) اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا تا کہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گنجان باغ پیدا کریں بیشک فیصلہ کا دن ایک معین وقت ہے یعنی جس دن صور پھونکا جاوے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے۔

تفسیر: ⑨ "وجعلنا نومکم سباتا" یعنی تمہارے بدنوں کے لیے راحت۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں سبات یہ ہے کہ حرکت ختم ہو جائے اور اس میں روح نہ ہو اور کہا گیا ہے اس کا معنی ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے اعمال کو کاٹنے والا بنا دیا اس لیے کہ سبت کی اصل کاٹنا ہے۔ ⑩ "وجعلنا اللیل لباسا" ڈھانپنا اور پردہ ہر چیز کو اپنی تاریکی میں ڈھانپ لیتی ہے۔

⑪ "وجعلنا النھار معاشا" المعاش زندگی اور ہر وہ چیز کہ اس سے زندگی گزاری جائے تو وہ معاش ہے۔ یعنی ہم نے اس میں معاش کے سبب اور مصالح میں تصرف کرنا بنایا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ تم اس میں اللہ کے فضل کو تلاش کرتے ہو اور جو تمہارے لیے اس کے رزق میں تقسیم کیا گیا۔

⑫ "وبنینا فوقکم سبعا شدادا" مراد سات آسمان ہیں۔

⑬ "وجعلنا سراجا" یعنی سورج۔ "وھاجا" روشن چمک دار۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں الوھاج ایندھن والا اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں نور اور حرارت بنادی اور "وھج" نور اور حرارت کو جمع کرتا ہے۔

معصرات کی مختلف تفاسیر

⑭ "وانزلنا من المعصرات" مجاہد، قتادہ، مقاتل اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں یعنی وہ ہوائیں جو بادلوں کو نچوڑتی ہیں اور یہ عوفی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ ازہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ہوائیں جو بگولوں والی ہیں اور اس تاویل پر من

باء کے معنی میں ہوگا یعنی "بالمعصرات" کیونکہ ہوا بارش کو گھماتی ہے۔ ابوالعالیہ، ربیع اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں "المعصرات" وہ بادل اور یہ والبی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں "المعصر" وہ بادل جو بارش سے لبریز ہو لیکن برسے نہ جیسے "المرأۃ المعصر" وہ عورت جس کا حیض قریب ہوا اور ابھی اس کو حیض نہ آیا ہو۔ ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ مغیثات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قول "فیہ یغاث الناس وفیہ یعصرون" میں مذکور ہے اور حسن، سعید بن جبیر، زید بن اسلم اور مقاتل بن حیان رحمہم اللہ فرماتے ہیں۔ "من المعصرات" یعنی آسمانوں سے۔ "ماء ثجاجا" یعنی بہت ہوا اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مدرار اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں بہت زیادہ۔

⑮ "لنخرج بہ" یعنی اس پانی کے ذریعے "حبا" جو لوگ کھاتے ہیں۔ "ونباتا" جس کو زمین اُگائے ان چیزوں میں سے جن کو جانور کھاتے ہیں۔

⑯ "وجنات الفافا" درختوں سے گنجان۔ اس کا واحد لف اور لیف ہے۔ کہا گیا ہے یہ جمع الجمع ہے۔ کہا جاتا ہے "جنۃ لفا" اور اس کی جمع لف ہے لام کے پیش کے ساتھ اور جمع کی جمع الفاف ہے۔

⑰ "ان یوم الفصل" مخلوق کے درمیان فیصلہ کا دن۔ "کان میقاتا" جب اللہ تعالیٰ نے ثواب و عقاب کا وعدہ کیا۔

⑱ "یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا" گروہ در گروہ ہر جگہ سے حساب کیلئے۔

وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ⑲ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ⑳ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ㉑ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ㉒ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ㉓ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ㉔ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ㉕

ترجمہ: اور آسمان کھل جاوے گا پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا دیے جائیں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جاویں گے (اس یوم الفصل میں جو فیصلہ ہوگا اس کا بیان ہے یعنی) بیشک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے سرکشوں کا ٹھکانا (ہے) جس میں وہ بے انتہا زمانوں تک (پڑے) رہیں گے (اور) اس میں نہ تو وہ کسی ٹھنڈک (یعنی راحت) کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا (جو کہ مسکن عطش ہو) بجز گرم پانی اور پیپ کے۔

تفسیر: ⑲ "وفتحت السماء" اہل کوفہ نے "فتحت" تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے تشدید کے ساتھ یعنی فرشتوں کے اُترنے کے لیے پھاڑ دیا جائے گا۔ "فکانت ابوابا" یعنی دروازوں والا اور کہا گیا ہے کھل جائے گا اور بکھر جائے گا حتیٰ کہ اس میں دروازے اور راستے بن جائیں گے۔

⑳ "وسیرت الجبال" زمین کے اوپر سے۔ "فکانت سرابا" یعنی اُڑتے ہوئے ذرات دیکھنے والے کی آنکھ کے لیے سراب کی طرح۔

21 "ان جھنم کانت مرصادا" راستہ اور گزرنے کی جگہ۔ پس کسی کے لیے جنت کا راستہ نہ ہوگا حتیٰ کہ آگ کو طے کرے اور کہا گیا ہے۔

مِرْصَادًا کی تفسیر

"کانت مرصادا" یعنی ان کے لیے تیار کی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے "ارصدت الشیء" جب تو اس کو ان کے لیے تیار کرے اور کہا گیا ہے وہ "رصدت الشیء" ارصدہ سے مشتق ہے جب تو اس کا انتظار کرے اور مرصاد وہ جگہ جس میں گھات لگانے والا دشمن کا انتظار کرے اور اللہ تعالیٰ کا قول "ان جھنم کانت مرصادا" یعنی کفار کا گھات لگائے ہوئے ہے۔ مقسم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جہنم کے پل پر سات رُکاوٹیں ہیں۔ ان میں سے پہلی کے پاس بندہ ہے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس اگر اس کو مکمل لایا تو دوسری تک پہنچ جائے گا۔ پھر اس سے نماز کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس اگر اس کو مکمل لایا تو تیسری تک پہنچ جائے گا پھر زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پس اگر اس کو مکمل لایا تو چوتھی تک پہنچ جائے گا پھر روزے کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس اگر اس کو مکمل لایا تو پانچویں تک پہنچ جائے گا۔ پھر حج کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس اگر اس کو پورا لایا تو چھٹی تک پہنچ جائے گا۔ پھر عمرہ کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس اگر اس کو مکمل لایا تو ساتویں تک تجاوز کر جائے گا۔ پھر مظالم کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ پس اگر ان سے نکل گیا ورنہ کہا جائے گا تم دیکھو۔ پس اگر اس کے کوئی نفل ہو تو ان کے ذریعے اس کے اعمال کو مکمل کرو، پھر جب فارغ ہو جائے گا تو جنت کی طرف چلے گا۔

22 "للطاغین" کافروں کیلئے۔ "مآبا" مرجع جس کی طرف وہ لوٹیں گے۔

23 "لابثین" حمزہ اور یعقوب نے "لبثین" بغیر الف کے پڑھا ہے اور اکثر حضرات نے "لابثین" الف کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دو لغتیں ہیں۔

احقابا کتنی مدت پر بولا جاتا ہے

"فیھا احقابا" حقب کی جمع اور ایک حقب اسی سال، ہر سال بارہ مہینے کا ہر مہینہ تیس دن، ہر دن ہزار سال۔ یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں احقاب ترتالیس (۴۳) حقب ہیں، ہر حقب ستر (۷۰) خریف کا ہر خریف سات سو سال کا، ہر سال تین سو ساٹھ دن کا، ہر دن ہزار سال۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں کی بلکہ فرمایا "لابثین فیھا احقابا" پس اللہ کی قسم نہیں ہے وہ مگر جب ایک حقب چلا جائے گا دوسرا داخل ہوگا، پھر دوسرا ہمیشہ تک۔ پس احقاب کی کوئی تعداد نہیں ہے مگر ہمیشہ رہنا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا اگر اہل جہنم جانتے کہ وہ جہنم میں دُنیا کی کنکریوں کی تعداد رہیں گے تو وہ خوش ہو جاتے اور اگر اہل جنت جانتے کہ وہ جنت

میں دُنیا کی کنکریوں کی تعداد رہیں گے تو وہ غمگین ہو جاتے اور مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک حقب سترہ ہزار سال کا ہے، فرمایا اور یہ آیت منسوخ ہے اس کو "فلن نزیدکم الاّ عذابا" نے منسوخ کردیا ہے یعنی تعداد اُٹھ گئی اور ہمیشگی حاصل ہوگئی۔

㉔ "لایذوقون فیھا بردا ولا شرابا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ برد نیند ہے اور اسی سے وہ ہے جو کسائی اور ابوعبیدہ رحمہم اللہ نے کہا ہے۔ عرب کہتے ہیں منع البرد البرد یعنی ٹھنڈ نیند کو لے گئی اور حسن اور عطاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں "لایذوقون فیھا بردا" یعنی راحت و آرام۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں "لا یذوقون فیھا بردا" جو ان کو گرمی سے نفع دے "ولا شرابا" جو ان کو پیاس سے نفع دے۔

㉕ "الا حمیما و غساقا" فرماتے ہیں غساق زمہریر ہے جو ان کو اپنی ٹھنڈک سے سخت تکلیف دے گا اور کہا گیا ہے اہل جہنم کی پیپ ہے اور ہم نے اس کو سورۃ صٓ میں ذکر کیا ہے۔

جَزَآءً وِّفَاقًا ㉖ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ㉗ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ㉘ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ㉙ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ㉚ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ㉛ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ㉜ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ㉝ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ㉞ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ㉟ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ㊱ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ㊲

ترجمہ: یہ (ان کو) پورا پورا بدلہ ملے گا (اور وہ اعمال جن کا یہ بدلہ ہے یہ ہیں کہ) وہ لوگ حساب (قیامت) کا اندیشہ نہ رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے اور ہم نے (ان کے اعمال میں سے) ہر چیز کو (ان کے نامہ اعمال میں) لکھ کر ضبط کر رکھا ہے سو (ان سے کہا جائے گا کہ اب ان اعمال کا مزہ چکھو کہ ہم تم کو سزا ہی بڑھائے جاویں گے خدا سے ڈرنے والوں کے لئے بیشک کامیابی ہے یعنی (کھانے اور سیر کو) باغ (جن میں طرح طرح کے میوے ہوں گے) اور انگور اور (دل بہلانے کو) نوخاستہ ہم عمر عورتیں اور (پینے کو) لبالب بھرے ہوئے جام شراب (اور) وہاں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ (کیونکہ یہ باتیں وہاں محض معدوم ہیں) یہ (ان کو ان کی نیکیوں کا) بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا ان کے رب کی طرف سے جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو دونوں کے درمیان میں ہیں (اور جو) رحمٰن ہے (اور) کسی کو اس کی طرف سے (مستقل) اختیار نہ ہوگا کہ (اس کے سامنے) عرض معروض کر سکے۔

تفسیر: ㉖ "جزاء وفاقا" یعنی ہم نے ان کو ایسا بدلہ دیا جو ان کے اعمال کے موافق ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں عذاب گناہ کے موافق ہو۔ پس شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے اور جہنم سے بڑا کوئی عذاب نہیں ہے۔

㉗ "انھم کانوا لایرجون حسابا" اس سے نہیں ڈرتے کہ ان کا حساب کیا جائے گا اور معنی یہ ہے کہ وہ بعث پر ایمان نہ لاتے تھے اور نہ اس پر کہ وہ حساب کیے جائیں گے۔

㉘ "وکذبوا بآیاتنا" یعنی اس کو جو انبیاء علیہم السلام لائے۔ "کذّابا" یعنی تکذیب۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ یمانی فصیح لغت ہے وہ تفعیل کے مصدر میں فعال کہتے ہیں مجھے ان میں سے ایک بدو نے کہا مروہ پر مجھ سے فتویٰ پوچھتے ہوئے "الحلق احب الیک ام القصار" کیا آپ کے نزدیک حلق زیادہ پسندیدہ ہے یا قصر کرنا؟

㉙ "وکل شیء احصیناہ کتابا" یعنی اور ہر چیز اعمال میں سے ہم نے اس کو لوح محفوظ میں بیان کر دیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "وکل شیء احصیناہ فی امام مبین"

㉚ "فذوقوا" یعنی ان کو کہا جائے گا پس تم چکھو۔ "فلن نزیدکم الا عذابا"

㉛ "انّ للمتقین مفازا" جہنم سے کامیابی اور نجات۔

㉜ "حدائق و اعنابا" مراد جنت کے درخت اور اس کے پھل ہیں۔

㉝ "وکواعب" اُبھرتے پستانوں والی لونڈیاں، ان کے پستان اُبھرے ہوئے ہوں گے۔ اس کا واحد کاعب ہے۔ "اترابا" عمر میں برابر۔

㉞ "وکاسا دھاقا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حسن، قتادہ اور ابن زید رحمہم اللہ فرماتے ہیں چھلکتے ہوئے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں لگاتار، عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں خالص۔

㉟ "لایسمعون فیھا لغوا" باطل کلام۔ "ولا کذّابا" تکذیب۔ وہ ایک دوسرے کی تکذیب نہ کریں گے اور کسائی رحمہ اللہ نے "کذابا" تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ "کاذبۃ" کا مصدر اور کہا گیا ہے وہ کذب (جھوٹ) ہے اور کہا گیا ہے وہ تکذیب کے معنی میں مشدد کی طرح۔

㊱ "جزاء من ربّک عطاء حسابا" یعنی ان کو بدلہ دیا۔ بدلہ دینا اور ان کو کافی وافی حساب عطاء کیا۔ کہا جاتا ہے "احسبت فلانا" یعنی میں نے اس کو اتنا دیا جو اس کو کافی ہو جائے حتیٰ کہ اس نے کہا مجھے کافی ہے اور ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "عطاءً حسابا" یعنی بہت زیادہ اور کہا گیا ہے وہ ان کے اعمال کے بقدر بدلہ ہے۔

㊲ "رب السموات والارض وما بینھما الرحمٰن" اہل حجاز اور ابو عمرو رحمہم اللہ نے (رب) استئناف کی بناء پر مرفوع پڑھا ہے اور الرحمٰن اس کی خبر ہے۔ اور دیگر حضرات نے جر کے ساتھ پڑھا ہے اللہ تعالیٰ کے قول "من ربّک" کے تابع کرتے ہوئے اور ابن عامر، عاصم اور یعقوب رحمہم اللہ نے "الرّحمٰن" جر کے ساتھ پڑھا ہے اللہ تعالیٰ کے قول "رب السماوات والارض" کے تابع کرتے ہوئے اور دیگر حضرات نے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ پس حمزہ اور کسائی رحمہم اللہ نے "رب" جر کے ساتھ پڑھا ہے اللہ تعالیٰ کے قول "جزاء من ربّک" سے قریب ہونے کی وجہ سے اور ان دونوں نے "رحمٰن" کو پیش کے ساتھ پڑھا ہے اس سے دور ہونے کی وجہ سے استئناف پر اور اللہ تعالیٰ کا قول "لایملکون" رفع کی جگہ میں اس کی خبر ہے اور معنی "لایملکون منہ خطابا" ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں مخلوق اس پر قادر نہ ہوں گے کہ وہ رب سے کلام کریں مگر اس کی

اجازت کے ساتھ اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ سفارش کے مالک نہ ہوں مگر اس کی اجازت کے ساتھ۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِىْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

ترجمہ: جس روز ذی ارواح اور فرشتے (خدا کے روبرو) صف بستہ (خشوع و خضوع کے ساتھ) کھڑے ہوں گے (اس روز) کوئی نہ بول سکے گا بجز اس کے جس کو رحمٰن (بولنے کی) اجازت دے دے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے یہ (جس کا اوپر ذکر ہوا) یقینی دن ہے سو جس کا جی چاہے (اس کے حالات سن کر) اپنے رب کے پاس (اپنا) ٹھکانا بنا رکھے ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے (جو کہ ایسے دن میں واقع ہونے والا ہے) جس دن ہر شخص ان اعمال کو (اپنے سامنے حاضر) دیکھ لے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں سے کئے ہوں گے اور کافر (حسرت سے) کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا (تا کہ عذاب سے بچتا)۔

روح سے کیا مراد ہے

تفسیر ﴿۳۸﴾ "یوم یقوم الروح" یعنی اس دن میں۔ "والملائکۃ صفا" اس روح میں اختلاف ہوا ہے۔ شعبی اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں اور عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے الروح فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑی کوئی مخلوق پیدا نہیں کی۔ پس جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ تنہا ایک صف میں کھڑا ہوگا اور سارے فرشتے ایک صف میں تو اس کے جسم کی بڑائی ان کی مثل ہوگی۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ الروح فرشتہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں سے بڑا ہے اور فرشتوں سے اور وہ چوتھے آسمان میں ہے ہر دن بارہ ہزار تسبیح کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا کرتے ہیں وہ قیامت کے اکیلا ایک صف میں آئے گا اور مجاہد، قتادہ اور ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں الروح بنو آدم کی صورت پر ایک مخلوق ہے اور یہ انسان نہیں ہیں وہ ایک صف میں کھڑے ہوں اور فرشتے ایک صف میں۔ یہ ایک لشکر ہیں اور وہ ایک لشکر ہیں اور مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یہ ایک مخلوق ہے بنو آدم کی صورت پر اور آسمان سے کوئی فرشتہ نہیں اُترتا مگر اس کے ساتھ ان میں سے ایک ہوتا ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ بنو آدم ہیں اور اس کو قتادہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور فرمایا یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما چھپاتے تھے۔ "والملائکۃ صفا" شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ دونوں رب العالمین کے سامنے صف بستہ ہوں گے جس دن کھڑے ہوں گے روح میں سے صف باندھے ہوئے اور فرشتوں میں سے

صف باندھے ہوئے۔ ”لایتکلمون الا من اذن له الرحمٰن وقال صوابا“ دُنیا میں یعنی حق اور کہا گیا ہے کہ لاالٰہ الا اللہ۔

㊴ ”ذلک الیوم الحق“ ہونے والا جو واقع ہو یعنی قیامت کا دن۔ ”فمن شاء اتخذ الٰی ربّه مآبا“ مرجع و راستہ اس کی طاعت کے ذریعے یعنی پس جو چاہے اللہ کی طرف لوٹے اس کی طاعت کرکے۔

㊵ ”انا انذرناکم عذابا قریبا“ یعنی آخرت میں عذاب اور ہر وہ چیز جو آنے والی ہے قریب ہے۔ ”یوم ینظر المرء ماقدمت یداه“ یعنی ہر بندہ اس دن دیکھے گا جو اس نے آگے عمل بھیجے اپنی صحیفے میں درج شدہ ”ویقول الکافر یالیتنی کنت ترابا“

چوپایوں کے مٹی مٹی ہو جانے پر کفار کی حسرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین چمڑے کی طرح کھینچی جائے گی اور مویشی، درندے اور وحشی جانور جمع کیے جائیں گے۔ پھر جانوروں کے درمیان قصاص جاری کیا جائے گا حتیٰ کہ بے سینگ والی بکری کا سینگوں والی بکری سے قصاص لیا جائے گا جو اس کو سینگ مارتی تھی۔

پھر جب قصاص سے فراغت ہوگی تو ان کو کہا جائے گا تم مٹی ہو جاؤ۔ پس اس وقت کافر کہے گا ”یالیتنی کنت ترابا“ اور اسی کی مثل مجاہد رحمہ اللہ سے ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ وحشی جانوروں، درندوں، حشرات اور پرندوں کو جمع کریں گے۔ پھر ان کے درمیان فیصلہ کریں گے حتیٰ کہ بے سینگ بکری کا سینگوں والی بکری سے قصاص لیا جائے گا۔ پھر ان کو کہیں گے میں نے تمہیں پیدا کیا اور مسخر کیا بنو آدم کے لیے اور تم ان کے فرمانبردار رہے تمہاری زندگی میں۔

پس تم اس کی طرف لوٹو جس پر تم تھے تم مٹی ہو جاؤ۔ پس جب کافر کسی چیز کی طرف متوجہ ہوگا تو وہ مٹی ہو جائے گی تو وہ تمنا کرتے ہوئے کہے گا اے کاش! میں دُنیا میں خنزیر کی صورت میں ہوتا اور آج مٹی ہو جاتا۔ ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان سے روایت ہے فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں گے اور جنتیوں کو جنت کا حکم دیں گے اور جہنمیوں کو جہنم کا اور تمام مخلوقات اور جنوں میں سے ایمان لانے والوں کو کہا جائے گا تم مٹی ہو کر لوٹ جاؤ۔ پس اس وقت کافر کہے گا اے کاش! میں مٹی ہو جاتا اور اسی کے قائل لیث بن ابی سلیم ہیں کہ مؤمنین جن مٹی ہو کر لوٹ جائیں گے اور کہا گیا ہے کہ کافر یہاں ابلیس ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام میں عیب نکالا کہ یہ مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور فخر کیا کہ وہ آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ پس جب قیامت کے دن معائنہ کریں گے کہ آدم علیہ السلام اور ان کی مؤمن اولاد کن رحمتوں اور ثواب میں ہیں اور وہ خود کس سختی اور عذاب میں ہے کہے گا اے کاش! میں مٹی ہو جاتا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پس وہ کہے گا مٹی نہیں اور تیرے لیے کوئی اعزاز نہیں ہے تجھے میرے جیسا بنا دینے میں۔

سُوْرَةُ النَّازِعَات

مکی ہے اور اس کی چھیالیس (۴۶) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ① وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًا ② وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ③ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ④ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ⑤ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ⑥ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ⑦

ترجمہ قسم ہے ان فرشتوں کی جو (کافروں کی) جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو (مسلمانوں کی) آسانی سے نکالتے ہیں گویا (ان کا) بند کھول دیتے ہیں اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں (ان سب کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ (قیامت ضرور آوے گی جس روز ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی (مراد نفخہ اولیٰ ہے) جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آوے گی (مراد نفخہ ثانیہ ہے)۔

تفسیر ① "والنازعات غرقا" یعنی فرشتے کفار کی روحوں کو ان کے جسموں سے کھینچیں گے۔ جیسا کہ کھینچنے والا کمان کے دھاگے کو کھینچتا ہے پھر اس کو بہت زیادہ کھینچتا ہے اور غرق اسم ہے اغراق مصدر کے قائم مقام کیا گیا ہے یعنی "والنازعات اغراقا" اور اغراق سے مراد کھینچنے میں مبالغہ کرنا ہے۔

مؤمنین اور کافروں کی نزع کے متعلق روایات

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس کو ملک الموت ہر بال کے نیچے سے کھینچے گا اور ناخنوں سے اور پاؤں کے نیچے اور اس کو اس کے جسم میں چکر دے گا جب بھی وہ نکلنے کے قریب ہوگی اس کو جسم میں واپس لوٹائے گا کھینچنے کے بعد۔

پس یہ اس کا معاملہ کفار کے ساتھ ہوگا اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ملک الموت اور اس کے مددگار کفار کی روح کھینچیں گے جیسے بہت زیادہ دندانوں والی گوشت بھوننے کی سیخ تر روئی سے کھینچی جاتی ہے۔ پس اس کی جان نکلے گی جیسے پانی میں ڈوبا ہوا شخص ہوتا ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ موت ہے جو جانوں کو کھینچتی ہے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ نفس ہے جب سینہ میں کھینچا جائے اور حسن اور قتادہ اور ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ستارے ہیں جو ایک افق سے دوسرے افق کی طرف کھینچے جاتے ہیں طلوع ہوتے ہیں، پھر

غائب ہوجاتے ہیں اور عطاء اور عکرمہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں وہ قسی ہے اور کہا گیا ہے وہ مجاہدین جو تیر اندازی کرنے والے ہوں۔

۲ "والناشطات نشطا" وہ فرشتے جو مؤمن کے جی کو نرمی سے نکالتے ہیں۔ یعنی نرمی سے اُترتے ہیں پھر اس کی روح قبض کرتے ہیں۔ جیسا کہ بیڑی اونٹ کے ہاتھ سے نکالی جاتی ہے یعنی نرمی سے اُتاری جاتی ہے۔ فراء نے یہ قول نقل کیا ہے پھر فرمایا جو میں نے عرب سے سنا وہ یہ کہتے ہیں "انشطت العقال" جب تو اس کی گرہ کھولے اور "نشطته" جب تو نے نرم گرہ سے اس کو باندھا ہو اور حدیث میں ہے "کانّما انشط من عقال" اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ مؤمن کا نفس ہے جو موت کے وقت نکلنے کے لیے چست ہوتا ہے اس کی وجہ سے جو وہ اعزاز دیکھتا ہے اس لیے کہ اس پر جنت پیش کی جاتی ہے موت سے پہلے۔

اور علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں وہ فرشتے جو کفار کی روحوں کو کھال اور ناخنوں کے درمیان سے کھینچ کر نکالتے ہیں حتیٰ کہ اس کو ان کے منہ سے مصیبت اور غم کے ساتھ نکالتے ہیں اور نشط کھینچنا۔ کہا جاتا ہے "نشطت الا او نشطا" جب تو اس کو کھینچ لے۔ خلیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں نشط اور انشاط "ملک الشی الی نفسک" حتیٰ کہ وہ کھل جائے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ موت جو نفوس کو چست کردے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ نفس جو قدموں سے نکالا جائے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ستارے جو ایک اُفق سے دوسرے اُفق کی طرف جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے "نشط من بلد الی بلد" جب تیزی سے نکلے اور کہا جاتا ہے "حمار ناسط ینشط من بلد الی بلد" اور عطاء اور عکرمہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ ازحاق یعنی آر پار ہوتا ہے۔

۳ "والسابحات سبحا" وہ فرشتے جو مؤمنوں کی روحیں قبض کرتے ہیں اور بڑی نرمی سے نکالتے ہیں۔ پھر ان کو چھوڑ دیتے ہیں تاکہ وہ راحت حاصل کرلیں جیسے پانی میں کسی چیز کے ساتھ تیرنے والا اس کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے اور مجاہد اور ابو صالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ فرشتے ہیں جو آسمان سے تیزی سے اُترتے ہیں عمدہ گھوڑے کی طرح اس کو سابح کہا جاتا ہے جب تیز دوڑے اور کہا گیا ہے وہ مجاہدین کے گھوڑے ہیں اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ستارے، سورج اور چاند ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وکل فی فلک یسبحون" اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کشتیاں ہیں۔

۴ "فالسابقات سبقا" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ فرشتے ہیں جو ابن آدم سے خیر اور نیک عمل میں سبقت کر گئے ہیں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ فرشتے ہیں جو مؤمنین کی روح کو لے کر جنت کی طرف سبقت کریں گے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ وہ مؤمنین کے نفوس ہیں جو جلدی کرتے اور ان فرشتوں کی طرف سبقت کرتے ہیں جو ان کی روح قبض کرتے ہیں اللہ کی ملاقات اور اس کے اعزاز کے شوق میں۔

تحقیق انہوں نے سرور کا معائنہ کیا ہوتا ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ستارے ہیں جو ایک دوسرے سے چلنے میں سبقت کرتے ہیں اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ گھوڑے ہیں۔

۵ "فالمدبرات امرا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ فرشتے ہیں جن کو کوئی کام سپرد کیے گئے ہیں جن کے کرنے کی اللہ تعالیٰ نے ان کو معرفت دی ہے۔ عبدالرحمٰن بن سابط فرماتے ہیں دُنیا میں تدبیر امور چار فرشتے کرتے ہیں۔

جبرئیل، میکائیل، ملک الموت اور اسرافیل علیہم السلام۔ بہرحال جبرئیل علیہ السلام کو تو وحی، پکڑ اور لشکروں کو شکست دینے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور بہرحال میکائیل کو تو بارش، پودوں اور رزق کی ذمہ داری دی گئی ہے اور بہرحال اسرافیل تو صاحب صور ہیں اور امر عظیم کے لیے ہی اُتریں گے اور ان قسموں کے جواب محذوف ہیں۔ اس کی تقدیر ''لتبعثن و لتحاسبن'' ہے اور کہا گیا ہے اس کا جواب اللہ تعالیٰ کا قول ''ان فی ذلک لعبرة لمن یخشٰی'' ہے اور کہا گیا ہے اس میں تقدیم و تاخیر ہے اصل عبارت ''یوم ترجف الراجفة تتبعها الرادفة والنازعات غرقا'' ہے۔

⑥ ''یوم ترجف الرّاجفة'' یعنی پہلا نفخہ اس کی وجہ سے ہر چیز ہلنے لگے اور اس کی وجہ سے تمام مخلوق مر جائے گی۔

⑦ ''تتبعها الرّادفة'' اور وہ نفخہ ثانیہ ہے جو پہلے کے پیچھے آئے گا اور ان دونوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ دو چیخیں ہیں۔ پس پہلی ہر چیز کو موت دے گی اور دوسری ہر چیز کو اللہ کی اجازت کے ساتھ زندہ کردے گی اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''ترجف الرّاجفة'' زمین و پہاڑ متزلزل ہو جائیں گے۔ ''تتبعها الرادفة'' جب آسمان پھٹ جائے گا اور زمین و پہاڑ اُٹھائے جائیں گے پھر کوٹ دیئے جائیں گے۔

عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''الراجفة'' قیامت اور ''الرادفة'' بعث اور ''الرجفة'' کی اصل آواز اور حرکت ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رات کا چوتھائی حصہ ختم ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے اور فرماتے اے لوگو! اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو راجفہ آ گئی اس کے پیچھے رادفہ آ رہی ہے، موت آ گئی اس کے ساتھ جو اس میں ہے موت آ گئی اس کے ساتھ جو اس میں ہے۔

قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ⑧ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ⑨ یَقُوْلُوْنَ ءَ اِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ ⑩ ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ⑪ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ⑫ فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ⑬ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ⑭

ترجمہ: بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے ان کی آنکھیں (مارے ندامت کے) جھک رہی ہوں گی کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے (پہلی حالت سے مراد حیات قبل از موت ہے) کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جاویں گے پھر (حیات کی طرف) واپس ہوں گے (اگر ایسا ہوا تو) اس صورت میں یہ واپسی (ہمارے لئے) بڑے خسارہ کی ہوگی (تو یہ سمجھ رکھیں کہ ہم کو کچھ مشکل نہیں بلکہ) بس وہ ایک سخت آواز ہوگی جس سے لوگ فوراً ہی میدان میں آ موجود ہوں گے۔

تفسیر: ⑧ ''قلوب یومئذ واجفة'' ڈرنے والے کانپنے والے پریشان اور چلنے میں وجیف نام رکھا گیا ہے اس لیے کہ وہ سخت مضطرب ہوگا۔ کہا جاتا ہے ''وجف القلوب ووجف وجوفا ووجفا ووجوبا ووجیبا'' اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کانپنے والے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنی جگہوں سے ہٹے ہوئے اس کی نظیر۔ ''اذالقلوب لدی الحناجر'' ہے۔

⑨"ابصارها خاشعة" ذلیل وپست۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "خاشعین من الذل" ہے۔

⑩"یقولون" یعنی منکرین بعث جب ان کو کہا جاتا تھا کہ تم موت کے بعد اُٹھائے جاؤ گے۔ "ء انا لمردودون فی الحافرة" یعنی پہلے حال کی طرف اور ابتداء امر کی طرف۔ پس ہم زندہ ہو جائیں گے موت کے بعد جیسا کہ ہم پہلے تھے؟ عرب کہتے ہیں "رجع فلان فی حافرته" یعنی جہاں سے آیا تھا وہاں لوٹ گیا اور حافرۃ ان کے نزدیک شے کی ابتداء کا نام ہے اور شئی کے اوّل کا اور ان میں سے بعض نے کہا ہے الحاضرۃ زمین کا اوپر والا حصہ جس میں ان کی قبریں کھودی جاتی ہیں اس کا نام حافرۃ رکھا گیا بمعنی محفورۃ۔ اللہ تعالیٰ کے قول "عیشة راضیة" یعنی مرضیہ کی طرح اور کہا گیا ہے اس کا نام حافرۃ رکھا گیا ہے اس لیے کہ وہ حوافر کا مستقر ٹھکانہ ہے یعنی کیا ہم زمین کی طرف لوٹائے جائیں گے پھر ہم نئی پیدائش کے ذریعے اُٹھائے جائیں گے کہ ہم اس پر چلیں گے؟ اور ابن زید نے کہا ہے "الحافرة" جہنم ہے۔

⑪"ء اذا کنا عظاما نخرة" نافع، ابن عامر، کسائی اور یعقوب رحمہم اللہ نے "ائنا" استفہام کے ساتھ پڑھا ہے۔ "اذا" اس کے چھوڑنے کے ساتھ۔ اس کی ضد ابو جعفر نے۔ باقی حضرات نے اس کے استفہام کے ساتھ اور حمزہ، کسائی اور ابوبکر رحمہم اللہ نے۔ "عظاما ناخرة" پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے "نخرة" پڑھا ہے اور یہ دو لغتیں ہیں جیسے طمع اور طامع اور حذر اور حاذر اور ان دونوں کا معنی بوسیدہ اور ایک قوم نے ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ پس انہوں نے کہا "النخرة" بوسیدہ اور "الناخرة" کھوکھلی جس میں ہوا گزرے تو سیٹی کی سی آواز آئے۔

⑫"قالوا" یعنی منکرین۔ "تلک اذا کرّة خاسرة" خسارے کا لوٹنا۔ یعنی اگر ہم موت کے بعد لوٹ آئے تو ہم اس سے خسارہ میں ہوں گے جو ہمیں موت کے بعد پہنچے گا۔

⑬ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فانما هی" یعنی آخری نفخہ۔ "زجرة" چیخ۔ "واحدة" جس کو وہ سنیں گے۔

⑭"فاذاهم بالساهرة" یعنی زمین کے اوپر یعنی وہ زمین کے پیٹ میں ہونے کے بعد زمین کے اوپر آ جائیں گے۔ اور عرب چٹیل میدان اور زمین کے اوپری حصہ کا نام ساھرہ رکھتے ہیں۔ بعض اہل لغت نے کہا ہے تو ان کو دیکھے گا کہ انہوں نے زمین کا نام ساھرہ رکھا ہے اس لیے کہ یہ حیوانات کی نیند اور بیداری ہے۔ سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ شام کی زمین ہے اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ جہنم ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑮ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ⑯ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ⑰ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ⑱ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ⑲ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ⑳ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ㉑ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ㉒ فَحَشَرَ فَنَادٰى ㉓ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ㉔ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ㉕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ㉖ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰىهَا ㉗

ترجمہ کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ پہنچا ہے جب کہ ان کو ان کے پروردگار نے ایک پاک میدان یعنی طوٰی میں (یہ اس کا نام ہے) پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی شرارت اختیار کی ہے سو اس سے (جا کر) کہو کہ تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے اور (تیری درستی کی غرض سے) میں تجھ کو تیرے رب کی طرف (ذات و صفات کی) رہنمائی کروں تو (تو یہ سن کر (اس سے) ڈرنے لگے پھر (جب اس نے دلیل نبوت طلب کی تو) اس کو بڑی نشانی (نبوت کی) دکھلائی تو اس (فرعون) نے (ان کو) جھٹلایا اور (ان کا) کہنا نہ مانا پھر (موسیٰ سے) جدا ہو کر (ان کے خلاف) کوشش کرنے لگا اور (لوگوں کو) جمع کیا پھر ان کے سامنے آواز بلند تقریر کی اور) کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا بیشک اس (واقعہ) میں ایسے شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو اللہ تعالیٰ سے) ڈرے بھلا تمہارا (دوسری بار) پیدا کرنا (فی نفسہٖ) زیادہ سخت ہے یا آسمان کا اللہ نے اس کو بنایا۔

تفسیر ⑮ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ھل اتاک حدیث موسٰی" فرماتے ہیں تحقیق آیا ہے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے پاس موسیٰ کا واقعہ۔

⑯ "اذ ناداہ ربہ بالواد المقدس طوی"

⑰ پس کہا اے موسیٰ! (علیہ السلام) "اذھب الی فرعون انہ طغی" بلند ہوا اور تکبر کیا اور اللہ تعالیٰ کا انکار کیا۔

⑱ "فقل ھل لک الی ان تزکّی" اہل حجاز اور یعقوب نے زاء کی شد کے ساتھ پڑھا ہے یعنی شرک سے پاک و صاف ہو جائے اور دیگر حضرات نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے یعنی تو اسلام لے آ اور نیک کام کرے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

⑲ "واھدیک الی ربک فتخشٰی" یعنی میں تجھے اللہ کی عبادت اور اس کی توحید کی طرف بلاتا ہوں پس تو اس کی سزا سے ڈر۔

⑳ "فاراہ الآیۃ الکبریٰ" اور وہ عصا اور ید بیضاء ہے۔

㉑ "فکذب" اس بات کی کہ وہ دونوں اللہ کی طرف سے ہیں۔ "وعصٰی"

㉒ "ثم ادبر" پیٹھ پھیری اور ایمان سے اعراض کیا۔ "یسعٰی" زمین میں فساد کے کام کرتا ہے۔

㉓ "فحشر" پس اپنی قوم اور لشکروں کو جمع کیا۔ "فنادیٰ" جب وہ جمع ہو گئے۔

㉔ "فقال انا ربکم الاعلی" پس میرے سے اوپر کوئی رب نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کی مراد یہ تھی کہ بت بھی رب ہیں اور میں تمہارا اور ان کا رب ہوں۔

㉕ "فاخذہ اللّٰہ نکال الآخرۃ والاولی" حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دی۔ پس اس کو پہلے اور پچھلوں کے لیے عبرت بنا دیا۔ یعنی دُنیا میں غرق کر کے اور آخرت میں آگ کے ذریعے اور مجاہد اور مفسرین رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے کہا ہے الآخرۃ اور الاولیٰ سے فرعون کے دو کلمے "ما علمت لکم من الٰہ غیری" اور اس کا

قول"انا ربکم الاعلیٰ" ہے اوران دونوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ تھا۔

㉖ "ان فی ذلک" جوفرعون نے کیا جب جھٹلایا اور نافرمانی کی۔"لعبرۃ" نصیحت۔"لمن یخشٰی" اللہ عزوجل سے۔

㉗ پھر منکرین بعث کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا"ء انتم اشد خلقا ام السماء" یعنی کیا تمہیں موت کے بعد پیدا کرنا تمہارے نزدیک زیادہ سخت ہے اور تمہاری تقدیر میں یا آسمان؟ اور وہ دونوں اللہ کی قدرت میں ایک ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے"لخلق السموات والارض ا کبر من خلق النّاس" ہے۔ پھر بیان کیا کہ کس نے آسمان کو پیدا کیا تو فرمایا"بناھا"

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا ㉘ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ㉙ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ㉚ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰهَا ㉛ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ㉜ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ㉝ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ㉞ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ㉟ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ㊱ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ㊲ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ㊳ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ㊴ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ㊵ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ㊶ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ㊷ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ㊸ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ㊹ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ㊺ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ㊻

ترجمہ (اس طرح سے کہ) اس کی سقف کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا (کہیں اس میں فتور وشقوق نہیں) اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا اور اس کے بعد زمین کو بچھایا (اور بچھا کر) اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو (اس پر) قائم کردیا تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ پہنچانے کے لئے سو جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ ظاہر کی جاوے گی تو (اس روز یہ حالت ہوگی کہ) جس شخص نے (حق سے) سرکشی کی ہوگی اور (آخرت کا منکر ہوکر) دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی سو دوزخ اس کا ٹھکانا ہوگا اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں اس کا وقوع کب ہوگا (سو اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق اس (کے علم کی تعیین) کا مدار صرف آپ کے رب کی طرف ہے (اور) آپ تو صرف (اخبار اجمالی سے) ایسے شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو (ان کو) ایسا معلوم ہوگا کہ گویا (دنیا میں) صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں۔

تفسیر ㉘ "رفع سمکھا" اس کی چھت کو۔"فسوّاھا" بغیر پھٹن اور بغیر شگاف کے۔

۲۹"واغطش" تاریک کیا۔ "لیلھا" اور غطش اور غبش تاریکی ہیں۔ "واخرج ضحاھا" اس کے دن اور نور کو واضح اور ظاہر کیا اور ان دونوں کی آسمان کی طرف نسبت کی ہے اس لیے کہ ظلمت و نور دونوں آسمان سے اُترتے ہیں۔

۳۰"والارض بعد ذلک" آسمان کے پیدا کرنے کے بعد۔ "دحاھا" اس کو بچھایا اور دحو بچھانا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس کے تمام رزقوں کے ساتھ پیدا کیا لیکن آسمان کے پیدا کرنے سے پہلے اس کو بچھایا نہیں تھا۔ پھر آسمان کی طرف استواء کیا۔ پس ان کو ٹھیک ٹھیک سات آسمان بنائے، پھر زمین کو اس کے بعد بچھایا اور کہا گیا ہے اس کا معنی جب زمین اس کے ساتھ اس کو بچھایا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "عتل بعد ذلک زنیم" یعنی مع ذلک ہے ایسے ہی بعد ذلک مع ذلک ہے۔

۳۱"اخرج منھا ماء ھا ومرعاھا. ۳۲والجبال ارساھا. ۳۳متاعالکم ولانعامکم.

۳۴فاذا جاء ت الطامۃ الکبریٰ" یعنی دوسرا نفخہ جس میں بعث اور قیامت کا قیام ہے اور قیامت کا نام طامہ رکھا گیا ہے اس لیے کہ وہ ہر ہولناک امر پر بلند ہوگی اور اپنے ماسوا کو ڈھانپ دے گی اور الطامۃ عرب کے نزدیک ایسی مصیبت جس کے برداشت کی طاقت نہ ہو۔ ۳۵"یوم یتذکر الانسان ماسعیٰ" جو دُنیا میں خیر و شر کا عمل کیا۔

۳۶"وبرزت الجحیم لمن یریٰ" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے پردہ کو کھول دیا۔ پس اس کی طرف مخلوق دیکھے گی۔

۳۷"فامّا من طغیٰ" اپنے کفر میں۔

۳۸"وآثر الحیوٰۃ الدنیا" آخرت پر۔ ۳۹"فان الجحیم ھی الماویٰ.

۴۰واما من خاف مقام ربّہ ونھی النفس عن الھویٰ" ان محارم سے جن کی اس کو خواہش ہوتی ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ آدمی جو معصیت کا پختہ ارادہ کرلے۔ پس اپنے حساب کے لیے کھڑا ہونے کو یاد کرے تو اس کو چھوڑ دے۔

۴۱"فان الجنّۃ ھی الماویٰ.

۴۲یسالونک عن الساعۃ ایان مرساھا" کب اس کا ظاہر ہونا اور ثابت ہونا ہے۔

۴۳"فیم انت من ذکراھا" تو اس کے عمل اور ذکر سے کسی چیز میں نہیں ہے یعنی تو اس کو نہیں جانتا۔

۴۴"الی ربّک منتھاھا" یعنی اس کے علم کی انتہا اللہ کے پاس ہے۔

۴۵"انما انت منذر من یخشاھا" ابو جعفر نے منذر تنوین کے ساتھ پڑھا ہے یعنی آپ ڈرانے والے ہیں اس کو جو اس کے قیام سے ڈرتا ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈرانا اس کو نفع دے گا جو اس سے ڈرتا ہے۔

۴۶"کانھم" یعنی کفار قریش۔ "یوم یرونھا" اس کا معائنہ کریں گے قیامت کے دن۔ "لم یلبثوا" دُنیا میں اور کہا گیا ہے اپنی قبروں میں۔ "الاّ عشیۃ او ضحاھا" فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عشیہ (شام کے وقت) کا ضحیٰ (چاشت کا وقت) نہیں ہوتا اس لیے کہ ضحیٰ تو دن کی ابتداء کا نام ہے لیکن یہ کلام عرب سے ظاہر ہے کہ وہ کہتے ہیں "آتیک العشیۃ او غداتھا" اس کا معنی ہے دن کا آخر یا اس کا اوّل اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول "یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار"

سُوْرَةُ عَبَسَ

مکی ہے اور اس کی بیالیس (۴۲) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰى ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ② وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى ③ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ④ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ⑤ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ⑥ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ⑦ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ⑧ وَهُوَ يَخْشٰى ⑨ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ⑩ كَلَّا اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ⑪ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ⑫ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ⑬ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ⑭ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ⑮

ترجمہ (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) چیں بجبیں ہوگئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا اور آپ کو کیا خبر تھی کہ یہ نابینا (آپ کی تعلیم سے پورے طور پر) سنور جاتا یا (کسی خاص امر میں) نصیحت قبول کرتا سو اس کو نصیحت کرنا (کچھ نہ کچھ) فائدہ پہنچاتا تو جو شخص (دین سے) بے پروائی کرتا ہے آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے اور جو شخص آپ کے پاس دین کے شوق میں) دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ (خدا سے) ڈرتا ہے آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں آپ (آئندہ) ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن (محض ایک) نصیحت کی چیز ہے جس کا جی چاہے اس کو قبول کرلے وہ (قرآن لوح محفوظ کے) ایسے صحیفوں میں (ثبت) ہے جو (عند اللہ) مکرم ہیں رفیع المکان ہیں مقدس ہیں جو ایسے لکھنے والوں (یعنی فرشتوں) کے ہاتھوں میں (رہتے) ہیں۔

تفسیر ① "عبس" تیوری چڑھائی۔ "وتولّٰی" اپنے چہرے سے اعراض کیا

عبداللہ بن ام مکتوم کے متعلق آیات کا نزول

② "ان جاءہ الاعمٰی" اور وہ ابن ام مکتوم ہیں اور ان کا نام عبداللہ بن شریح بن مالک بن ربیعہ الفہری ہے۔ بنو عامر بن لوی سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ علیہ السلام عتبہ بن ربیعہ اور ابوجہل بن ہشام اور عباس بن عبدالمطلب اور ابی بن خلف اور اس کے بھائی اُمیہ سے سرگوشی کررہے تھے اور ان کو اللہ کی طرف بلا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کو ان کے اسلام کی اُمید تھی تو ابن اُم مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے پڑھائیں اور مجھے اس میں سے سکھائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے تو وہ آپ علیہ السلام کو بار بار آواز دینے لگے اور وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور کی طرف متوجہ ہیں حتیٰ کہ ان کے قطع کلامی کرنے کی وجہ سے آپ علیہ السلام کے رُخ انور پر ناگواری ظاہر ہوئی اور دل میں کہا یہ سردار کہیں گے کہ اس کے پیروکار نابینا اور غلام اور کم حیثیت لوگ ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ترش گیا اور ان سے رُخ پھیر لیا اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد ان کا اکرام کرتے تھے اور جب ان کو دیکھتے تو فرماتے مرحبا (خوش آمدید) اس شخص کو جس کی وجہ سے مجھے میرے رب نے عتاب کیا اور ان کو کہتے کیا آپ رضی اللہ عنہ کو کوئی ضرورت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو مرتبہ دو غزوات میں اپنے پیچھے مدینہ میں نائب بنایا جن غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک ہوئے۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے ان کو قادسیہ کے دن دیکھا، ان پر زرہ تھی اور ان کے پاس سیاہ جھنڈا تھا۔

❸ "وما یدریک لعلّہ یزکّی" نیک عمل کی وجہ سے اور جو آپ سے سیکھے اس کی وجہ سے گناہوں سے پاک ہو جائے اور ابن زید فرماتے ہیں اسلام لے آئے۔

❹ "او یذکر" نصیحت حاصل کرے۔ "فتنفعہ الذکریٰ" نصیحت۔ عاصم نے "فتنفعہ" عین کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ لعل کے جواب کی بناء پر فاء کے ساتھ اور اکثر حضرات کی قرأت پیش کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ کے قول "یذکر" کی ترتیب پر۔

❺ "اما من استغنیٰ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اللہ سے اور ایمان سے اس کے ساتھ جو اس کے لیے مال ہے۔

❻ "فانت لہ تصدیٰ" اس کی طرف مائل ہوتے ہیں اور اس پر متوجہ ہوتے ہیں اور اس کی کلام کی طرف دھیان دیتے ہیں۔ اہل حجاز نے "تصدیٰ" صاد کی شد کے ساتھ پڑھا ہے یعنی "تتصدیٰ" اور دیگر حضرات نے صاد کی تخفیف کے ساتھ حذف پر پڑھا ہے۔

❼ "وما علیک الا یزکیٰ" نہ ایمان لاتا ہے اور نہ ہدایت حاصل کرتا ہے آپ پر صرف پہنچا دینا ہے۔

❽ "واما من جاءک یسعیٰ" چلتا ہوا یعنی ابن ام مکتوم۔

❾ "وھو یخشیٰ" اللہ عزوجل سے۔

❿ "فانت عنہ تلھّٰی" مشغول ہوتے ہیں اور اعراض کرتا ہے۔

⓫ "کلا" ڈانٹ ہے یعنی اس کے بعد آپ علیہ السلام اس کی مثل نہ کریں۔ "انھا" یعنی یہ نصیحت ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن کی آیات۔ "تذکرۃ" وعظ و نصیحت مخلوق کیلئے

⓬ "فمن شاء" اللہ کے بندوں میں سے۔ "ذکرہ" یعنی اس سے نصیحت حاصل کرے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں پس جو شخص اللہ چاہیں گے اس کو سمجھ دیں گے اپنی مشیت اور تفہیم کے ذریعے اور ھاء (ذکرہ) میں قرآن، تنزیل اور وعظ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ پھر اس کی اپنے یہاں عظمت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

⑬"فی صحف مکرمۃ" یعنی لوح محفوظ اور کہا گیا ہے انبیاء علیہم السلام کی کتابیں۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "ان هذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراهیم و موسیٰ"

⑭"مرفوعۃ" اللہ کے یہاں بلند مرتبہ والا ہے اور کہا گیا ہے "مرفوعۃ" یعنی ساتویں آسمان میں ہے۔ "مطهرة" اس کو صرف پاک لوگ چھوتے ہیں اور وہ فرشتے ہیں۔

⑮"بایدی سفرۃ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں لکھنے والے اور وہ معزز فرشتے لکھنے والے ہیں۔ ان کا واحد سافر ہے۔ کہا جاتا ہے سفرت یعنی میں نے لکھا اور اسی سے کتاب کو سفر کہا جاتا ہے اور اس کی جمع اسفار ہے اور دیگر حضرات نے کہا ہے وہ فرشتوں میں سے رسول اس کا واحد سفیر ہے اور وہ رسول (قاصد) اور قوم کا سفیر وہ شخص جو ان کے درمیان صلح کی کوشش کرے اور "سفرت بین القوم" جب تو ان کے درمیان صلح کرا دے۔

كِرَامٍ م بَرَرَةٍ ⑯ قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهُ ⑰ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ⑱ مِنْ نُّطْفَةٍ. خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ⑲ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهُ ⑳ ثُمَّ اَمَاتَهُ فَاَقْبَرَهُ ㉑ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهُ ㉒ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهُ ㉓ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ㉔ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ㉕

ترجمہ: کہ وہ مکرم (اور) نیک ہیں آدمی پر (جو ایسے تذکرہ سے تذکرہ حاصل نہ کرے) بلکہ مارا جائے جو ناشکر ہے (وہ دیکھتا نہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی (حقیر) چیز سے پیدا کیا (آگے جواب یہ ہے کہ) نطفہ سے (پیدا کیا آگے اس کی کیفیت مذکور ہے) اس کی صورت بنائی پھر اس (کے اعضاء) کو انداز سے بنایا پھر اس کو (نکلنے کا) راستہ آسان کر دیا پھر (بعد عمر ختم ہونے کے) اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا پھر جب اللہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا ہرگز (شکر) نہیں (اور کیا اور) اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا سو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے عجب طور پر پانی برسایا۔

تفسیر: ⑯ پھر ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا "کرام م بررۃ" یعنی اللہ کے ہاں معزز ہیں نیک فرمانبردار ہیں "بار" کی جمع ہے۔

⑰ اللہ تعالیٰ کا قول "قتل الانسان" یعنی کافر لعنت کیا جائے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں عتبہ بن ابی لہب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ "ما اکفرہ" اس کا کفر کتنا سخت ہے اس پر کثرت احسانات اور بے شمار نعمتوں کے باوجود۔ یہ تعجب کے طریقہ پر کہا ہے۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی ہے تم اس کے کفر سے تعجب کرو۔ کلبی اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ما" استفہام ن ہے یعنی کس چیز نے اس کو کفر پر اُبھارا؟ پھر اس کے امر میں سے وہ بیان کیا جو اس کے مناسب تھا کہ وہ جانے کہ اللہ اس کا خالق ہے۔

⑱"من ایّ شیء خلقه" اس کا لفظ استفہام ہے اور اس کا معنی تقریر ہے۔

⑲ پھر تفسیر کرتے ہوئے فرمایا"من نطفة خلقهٗ فقدره"مختلف مراحل میں،نطفہ پھر جما ہوا خون خلقت کے آخر تک۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی تخلیق کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا اس کے سر اور آنکھوں اور دونوں ہاتھوں پاؤں کا۔

⑳ "ثم السبیل یسّره"یعنی اس کے ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ۔سدی اور مقاتل رحمہم اللہ نے فرمایا ہے اور حسن اور مجاہد رحمہم اللہ فرماتے ہیں یعنی حق اور باطل کا راستہ اس کے لیے اس کا علم آسان کیا۔جیسا کہ فرمایا"انا ھدیناہ السبیل، وھدیناہ النجدین"اور کہا گیا ہے ہر ایک پر وہ آسان ہے جس کے لیے اس کو پیدا کیا اور اس کا اندازہ کیا۔

⑳ "ثم اماته فاقبره"اس کے لیے قبر بنائی جو اس کو چھپالے۔فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو قبر میں پوشیدہ کیا۔اس کو ایسے پھینک نہیں دیا جاتا جیسے درندوں اور پرندوں کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے۔کہا جاتا ہے"قبرت المیت"جب تو اس کو دفن کردے"اقبرہ اللہ"یعنی اس کو اس حیثیت میں بنادیا کہ اس کو دفنایا جائے اور اس کو قبر والا بنادیا۔جیسا کہ کہا جاتا ہے"طردت فلانا واللہ اطردہ"یعنی اللہ نے اس کو پھینکا ہوا بنادیا۔

㉒ "ثم اذا شاء انشره"اس کے مرنے کے بعد اس کو زندہ کرے گا۔

㉓ "کلا"اس کی تردید کی ہے۔یعنی معاملہ ویسے نہیں جیسے اس نے کہا اور جیسے یہ کافر گمان کرتا ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں حق ہے۔"لمّا یقض ما امره"یعنی اس نے وہ نہیں کیا جس کا اس کو اس کے رب نے حکم دیا ہے اور اس کو ادا نہیں کیا جو اس پر فرض کیا گیا ہے اور جب ابن آدم کی تخلیق کو ذکر کیا تو اس کے رزق کو ذکر کیا تاکہ وہ عبرت حاصل کرے۔

㉔ پس فرمایا"فلینظر الانسان الی طعامه"کیسے اس کا اندازہ کیا اس کے رب نے اور اس کے لیے اس کا انتظام کیا اور اس کو اس کی زندگی کا سبب بنادیا اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کھانے کے داخل اور خارج ہونے کی جگہ کو دیکھے۔

㉕ پھر بیان کرتے ہوئے فرمایا"انا"اہل کوفہ نے"اَنا"زبر کے ساتھ پڑھا ہے خافض کے تکرار پر۔اس کا مجاز"فلینظر الی اَنا"اور دیگر حضرات نے زبر کے ساتھ استئناف کی بناء پر پڑھا ہے۔"صببنا الماء صبًا"یعنی بارش۔

ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ㉖ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ㉗ وَّعِنَبًا وَّ قَضْبًا ㉘ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ㉙ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ㉚ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ㉛ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ㉜ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ㉝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ㉞ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ㉟ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ㊱ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ㊲ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ㊳ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ㊴ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ㊵ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ㊶ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ㊷

ترجمہ: پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارا پیدا کیا (یعنی بعض چیزیں تمہارے اور (بعض چیزیں) تمہارے مواشی کے فائدے کے لئے (اب

تو یہ ناشکری اور کفر کرتے ہیں) پھر جس وقت کانوں کا بہرہ کر دینے والا شور برپا ہوگا جس روز ایسا آدمی (جس کا اوپر بیان ہوا) اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا (یعنی کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے گا) اس دن ہر شخص کو (اپنا ہی) ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا (یہ تو کفار کا حال ہوا آگے مجموعہ مومنین و کفار کی تفصیل ہے کہ) بہت سے چہرے اس روز ایمان کی وجہ سے روشن (اور مسرت سے) خنداں شاداں ہوں گے اور بہت سے چہروں پر اس روز (کفر کی وجہ سے) ظلمت ہوگی (اور اس ظلمت کے ساتھ) ان پر (غم کی) کدورت چھائی ہوگی یہی لوگ کافر فاجر ہیں۔

تفسیر ㉖ "ثم شققنا الارض شقا" نباتات کے ذریعے۔

㉗ "فانبتنا فیھا حبا" یعنی وہ دانے جن سے غذا حاصل کی جاتی ہے۔

㉘ "وعنبا وقضبا" اور وہ تر جنگلی دانہ کی قسم ہے۔ اس کے ساتھ نام رکھا گیا ہے اس لیے کہ وہ تمام ایام میں کاٹی جاتی ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں "القضب" جانوروں کا چارہ ہے۔

㉙ "وزیتونا" اور وہ جس سے تیل نچوڑا جاتا ہے۔ "ونخلا" نخلۃ کی جمع ہے۔

㉚ "وحدائق غلبا" گھنے درختوں والے اس کا واحد اغلب ہے اور اسی سے کہا جاتا ہے گھنی گردن والے شیر کو اغلب اور مجاہد و مقاتل رحمہم اللہ فرماتے ہیں الغلب درختوں جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں لمبے۔

㉛ "وفاکھۃ" مختلف قسم کے میوے مراد ہیں۔ "وابا" یعنی گھاس پھوس اور جڑی بوٹیاں جن کو لوگ کاشت نہیں کرتے۔ جن کو چوپائے اور مویشی کھاتے ہیں۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الفاکھہ" جس کو لوگ کھاتے ہیں اور "الاب" جس کو مویشی کھاتے ہیں اور اس کی مثال قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں "فاکھۃ" تمہارے لیے اور اب تمہارے مویشیوں کے لیے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو کچھ زمین اُگائے ان چیزوں میں سے جن کو لوگ اور مویشی کھاتے ہیں اور ابراہیم تیمی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے قول "وفاکھۃ و ابا" کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کون سا آسمان مجھے سایہ دے گا اور کون سی زمین میرا بوجھ اُٹھائے گی جب میں اللہ کی کتاب میں ایسی بات کہوں جو میں نہیں جانتا۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ آیت پڑھتے سنا، پھر فرمایا اس تمام کو ہم نے پہچان لیا۔ پس یہ اَب کیا ہے؟ پھر لاٹھی اُٹھائی جو آپ کے ہاتھ میں تھی اور فرمایا یہ اللہ کی قسم تکلف ہے اور تجھ پر کیا حرج ہے کہ اے عمر کی ماں کے بیٹے کہ تو نہیں جانتا اَب کیا ہے۔ پھر فرمایا تم اس کی اتباع کرو جو

تمہارے لیے اس کتاب میں سے بیان کیا گیا ہے اور جو نہیں بیان کیا گیا پس تم اس کو چھوڑ دو۔

㉜ "متاعا لکم" تمہارے لیے نفع ہے یعنی میوے۔ "ولانعامکم" یعنی گھاس پوس

㉝ پھر قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "فاذا جاء ت الصاخّۃ" یعنی قیامت کی چیخ۔ اس کے ساتھ نام رکھا گیا ہے اس لیے کہ وہ کانوں کو بہرہ کردے گی یعنی ان کو سنانے میں اتنی انتہا کو پہنچے گی حتیٰ کہ ان کو بہرہ کرنے کے قریب کردے گی۔

㉞ "یوم یفرّ المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ" ان میں سے کسی ایک کی طرف متوجہ نہ ہوگا اپنی ذات میں مشغول ہونے کی وجہ سے۔ قتادہ رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا ہے "یفرّ المرء من اخیہ" فرمایا۔ ہابیل قابیل سے بھاگے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ سے بھاگیں گے اور ابراہیم علیہ السلام اپنے والد سے اور لوط علیہ السلام اپنی بیوی سے اور نوح علیہ السلام اپنے بیٹے سے۔

㉟ "لکل امری منھم یومئذ شان یغنیہ" جو اس کو غیر کی حالت سے بے نیاز کردے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن غیر مختون اُٹھائے جائیں گے۔ تحقیق ان کا پسینہ منہ اور کانوں کی لو تک پہنچا ہوا ہوگا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی شرمگاہیں وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوں گے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا لوگ اس دن مشغول ہوں ہر ایک کی اس دن ایسی حالت ہوگی جو اس کو بے نیاز کردے گی۔

㊳ "وجوہ یومئذ مسفرۃ" چمک دار روشن۔

㊴ "ضاحکۃ" خوشی کی وجہ سے۔ "مستبشرۃ" اس کی وجہ سے خوش ہوں جو اللہ تعالیٰ سے اعزاز پائیں گے۔

㊵ "ووجوہ یومئذ علیھا غبرۃ" سیاہی اور مصیبت اس کی وجہ سے جو وہ غم اور پریشانیوں کا مشاہدہ کریں گے۔

㊶ "ترھقھا قترۃ" اس پر بلند ہوگی اور اس کو ڈھانپ لے گی تاریکی اور گرہن۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس کو ذلت ڈھانپ لے گی۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الغبرۃ اور القترۃ" کے درمیان فرق یہ ہے کہ قترہ وہ غبار جو بلند ہوا اور آسمان کو جا ملے اور غبرۃ جو نیچے زمین میں ہو۔

㊷ "اولئک" وہ لوگ جن کے ساتھ یہ کہا گیا ہے۔ "ھم الکفرۃ الفجرۃ" کافر اور فاجر کی جمع ہے۔

سُوْرَۃُ التَّکْوِیر

مکی ہے اور اس کی انتیس (۲۹) آیات ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو پسند ہو کہ وہ احوالِ قیامت میں نظر کرے تو چاہیے کہ وہ پڑھے "اذا الشمس کوّرت"

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ① وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ② وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ③ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ④ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ⑤ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ⑥

ترجمہ: جب آفتاب بے نور ہو جائے گا اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور جب پہاڑ چلائے جاویں گے اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی اور جب وحشی جانور (مارے گھبراہٹ کے) سب جمع ہو جاویں گے اور جب دریا بھڑکائے جاویں گے۔

تفسیر: ① "اذا الشمس کوّرت" علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے تاریک کر دیا جائے گا اور قتادہ، مقاتل اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں اس کی روشنی چلی گئی اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، غروب ہو جائے گا اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نیست و نابود ہو جائیں اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں عمامہ کی طرح لپیٹ دیا جائے گا۔ کہا جاتا ہے "کوّرت العمامه علی راسی اکورھا کورا و کورتھا تکویرا" جب تو اس کو لپیٹ دے اور تکویر کی اصل ایک شے کو دوسری شے کی طرف جمع کرنا۔ پس اس کا معنی کہ سورج کے بعض حصہ کو دوسرے بعض میں جمع کیا جائے گا، پھر اس کو لپیٹ دیا جائے گا۔ پس جب اس کے ساتھ یہ کیا جائے گا تو اس کی روشنی چلی جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سورج، چاند اور ستاروں کو قیامت کے دن سمندر میں ڈبو دیں گے۔ پھر ان پر پچھوائی ہوا بھیجیں گے تو وہ اس کو مارے گی تو سارا آگ ہو جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا سورج اور چاند قیامت کے دن بے نور کر دیئے جائیں گے۔

② "واذا النجوم انکدرت" یعنی آسمان سے ٹوٹ کر زمین پر گریں گے۔ کہا جاتا ہے "انکدر الطائر" جب وہ گر پڑے۔ کلبی اور عطاء رحمہما اللہ فرماتے ہیں اس دن آسمان ستاروں کی بارش برسائے گا۔ پس کوئی ستارہ باقی نہ بچے گا سب نیچے گر پڑیں گے۔

③ "واذا الجبال سیّرت" زمین کے اوپر پھر اُڑنے والے ذرّات ہو جائیں گے۔

④ "واذا العشار عطلت" اور وہ حاملہ اونٹنیاں جن کے حمل کے دس ماہ پورے ہوگئے ہوں اس کا واحد عشراء ہے۔ پھر یہ نام اس کا تب تک رہتا ہے جب وہ مکمل سال ہونے پر بچہ پیدا کرے اور یہ عرب کے ہاں عمدہ ترین مال ہے۔ "عطلت" بغیر چرواہے کے چھوڑی گئی ہوگی، اس کے مالکوں نے اس کو چھوڑ دیا ہوگا حالانکہ وہ تو اس کی دُم کو چمٹے رہتے تھے اور ان کے ہاں اس سے زیادہ اچھا اور عمدہ کوئی مال نہ تھا تو جب ان پر قیامت کی ہولناکیاں آئیں گی تو اس کو بھی چھوڑ دیں گے۔

⑤ "واذا الوحوش" یعنی خشکی کے جانور۔ "حشرت" بعث کے بعد جمع کیے جائیں گے تاکہ ان کا آپس میں قصاص لیا جائے۔ عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کا حشر ان کی موت ہے اور فرمایا ہر چیز کا حشر اس کی موت سوائے جن وانس کے کیوں کہ وہ قیامت کے دن ٹھہرائے جائیں گے اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں خلط ملط ہو جائیں گے۔

⑥ "واذا البحار سجرت" اہل مکہ اور اہل بصرہ نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے تشدید کے ساتھ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ان کو بھڑکایا جائے گا۔ پس وہ شعلے مارتی آگ بن جائیں گے۔ مجاہد اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی میٹھے سمندر کو کھارے میں ملا دیا جائے گا تو تمام سمندر ایک سمندر بن جائیں گے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بھر دیے جائیں گے۔

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے قول "والبحر المسجور" کا معنی ہے "المسجور" بھرا ہوا اور کہا گیا ہے ان تمام کے پانی سے ایک سمندر بن جائے گا گرم کھولتے ہوئے پانی کا اہل نار کے لیے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں خشک کر دیے جائیں گے اور یہی قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ فرماتے ہیں اس کا پانی ختم ہو جائے گا۔ پس اس میں ایک قطرہ بھی نہ بچے گا۔ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے چھ نشانیاں ہوں گی قیامت سے پہلے۔ لوگ بازاروں میں ہوں گے جب سورج کی روشنی چلی جائے گی۔ پس وہ اسی اثناء میں ہوں گے کہ ستارے ٹوٹ کر گرنے لگیں گے تو اس وقت پہاڑ زمین کے اوپر آ گریں گے۔ پس حرکت کرنے لگے گی اور مضطرب ہوگی اور جن گھبرا کر انسانوں کی طرف اور انسان گھبرا کر جنوں کی طرف بھاگیں گے اور مویشی، پرندے، وحشی جانور اور درندے آپس میں مل جائیں گے۔

پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کا قول "واذا الوحوش حشرت" اور ملا دیے جائیں گے۔ "واذا العشار عطلت. واذا البحار سجرت" فرمایا جن انسانوں کو کہیں گے ہم تمہارے پاس خبر لائے ہیں۔ پس تم سمندر کی طرف چلو، پس اچانک وہ تو آگ ہوگی بھڑکتی ہوئی۔ فرماتے ہیں وہ اسی طرح ہو نگے۔

جب اچانک زمین یکبارگی نیچے ساتویں زمین تک پھٹ جائے گی اور اوپر ساتویں آسمان تک۔ پس وہ اس طرح ہوں گے کہ ان کے پاس ہوا آئے گی جو ان کو موت دے گی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے فرماتے ہیں وہ بارہ خصلتیں ہیں چھ دُنیا میں اور چھ آخرت میں۔

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ⑦ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ⑧ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ⑨ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ⑩ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ⑪ وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ⑫ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ⑬

ترجمہ: اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کیے جاویں گے اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی اور جب نامہ اعمال کھولے جاویں گے (تاکہ سب اپنے اپنے عمل دیکھ لیں) اور جب آسمان کھل جاوے گا (اور اس کے کھلنے سے آسمان کی اوپر کی چیزیں نظر آنے لگیں گی) اور جب دوزخ (اور زیادہ) دہکائی جاوے گی اور جب جنت نزدیک کردی جائیگی۔

تفسیر: 7 اور وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قول میں ذکر کیا ہے "واذا النفوس زوجت" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نیک آدمی کو دوسرے نیک آدمی کے ساتھ جنت میں ملا دیا جائے گا اور برے آدمی کو دوسرے برے آدمی کے ساتھ جہنم میں ملا دیا جائے گا اور یہ عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں ہر آدمی کو اس کی جماعت وگروہ کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا۔ یہودی کو یہودی کے ساتھ، نصرانی کو نصرانی کے ساتھ۔ ربیع بن خثیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں آدمی کا حشر اپنے عمل والے کے ساتھ کیا جائے گا اور کہا گیا ہے نفوس کو ان کے اعمال کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور عطاء اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں مؤمنین کے نفوس کو حورعین کے ساتھ ملایا جائے گا اور کافروں کے نفوس کو شیاطین کے ساتھ۔ اور عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ "واذا النفوس زوّجت" ارواح کو جسموں میں لوٹا دیا جائے گا۔

8 "واذا الموؤدة سئلت" وہ لڑکی جس کو زندہ دفن کر دیا گیا ہو اس کے ساتھ نام رکھا گیا کیوں کہ اس پر مٹی ڈال کر اس کو دفنایا جاتا ہے۔ یعنی اس بوجھ کے نیچے رکھا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ مر جاتی اور عرب بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے عار اور تنگ دستی کے خوف سے۔ کہا جاتا ہے "وأدئذ وأداً فهو وائد" اور مفعول موؤدہ ہے۔ عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عورت جاہلیت میں جب حاملہ ہوتی اور ولادت کا وقت ہوتا تو وہ ایک گڑھا کھودتی، پھر گڑھے کے سرہانے بچہ پیدا کرتی۔ پس اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو گڑھے میں پھینک دیتی اور اگر لڑکا پیدا ہوتا تو اس کو روک لیتی۔

9 "بایّ ذنب قتلت" اکثر حضرات نے ان دونوں میں فعل مجہول پڑھا ہے اور ابوجعفر نے "قتّلت" تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کا معنی زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا۔ پس اس کو کہا جائے گا "بایّ ذنب قتّلت" اور اس سے سوال کرنے کا معنی اس کے قاتل کو ڈانٹنا ہے اس لیے کہ وہ کہے گی میں تو بغیر گناہ کے قتل کی گئی ہوں اور روایت کیا گیا ہے کہ جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھا کرتے تھے "واذا الموؤدة سئلت. بایّ ذنب قتلت" اور اسی کی مثل ابوالضحیٰ نے پڑھا ہے۔

10 "واذا الصحف نشرت" اہل مدینہ اور اہل شام اور عاصم و یعقوب رحمہما اللہ نے "نشرت" تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "یتلوا صحفا منشرة" کی وجہ سے۔ یعنی اعمال نامے حساب کے لیے پھیلائے جائینگے۔

11 "واذا السماء کشطت" فراء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کھینچا جائے گا۔ پھر لپیٹا جائے گا اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں اکھاڑا جائے گا جیسا کہ چھت اکھاڑی جاتی ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو کچھ اس میں ہے اس کو کھول دے گا اور کشط کا معنی تیرا

کسی چیز کو دوسری چیز سے بلند کرنا۔ تحقیق اس نے اس کو ڈھانپ دیا ہو جیسا کہ کھال کوہان سے بلند ہوتی ہے اور اس کو ڈھانپ لیتی ہے۔

⑫ "واذا الجحیم سعرت" اہل مدینہ اور اہل شام اور حفص نے عاصم سے "سعّرت" تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے تخفیف کے ساتھ۔ یعنی اللہ کے دشمنوں کے لیے جلائی جائے گی۔

⑬ "واذا الجنّة ازلفت" اللہ کے اولیاء کے قریب کردی جائے گی۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ⑭ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ⑮ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ⑯ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ⑰ وَ الصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ⑱ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ⑲ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ⑳ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ㉑ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ㉒

ترجمہ: تو (اس وقت) ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے (اور جب ایسا واقعہ ہائلہ ہونے والا ہے) تو میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو (سیدھے چلتے چلتے) پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں (اور پھر پیچھے ہی کو) چلتے رہتے ہیں (اور اپنے مطالع میں) جلد پہنچتے ہیں اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے (آگے جواب قسم ہے) کہ یہ قرآن (اللہ کا) کلام ہے ایک معزز فرشتہ (یعنی جبرئیل علیہ السلام) کا لایا ہوا) جو قوت والا ہے (اور) مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے (اور) وہاں (یعنی آسمانوں میں) اس کا کہنا مانا جاتا ہے امانتدار ہیں (کہ وحی کو صحیح صحیح پہنچا دیتے ہیں) اور یہ تمہارے ساتھ رہنے والے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون نہیں ہیں

تفسیر ⑭ "علمت" اس وقت ہر ایک "نفس ما احضرت" خیر اور شر میں سے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول "اذا الشمس کوّرت" اور اس کے مابعد کا جواب ہے۔

⑮ "فلا اقسم بالخنس ⑯ الجوار الکنس" اور لا زائد ہے اس کا معنی اقسم بالخنس ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ستارے ہیں جو رات کو ظاہر ہوتے ہیں اور دن کو چھپ جاتے ہیں، پس دیکھے نہیں جاتے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے کہ یہ ستارے ہیں جو دن کو چھپ جاتے ہیں، دیکھے نہیں جاتے اور رات کو ظاہر ہوتے ہیں، پس اپنے چلنے کی جگہوں پر ٹھکانہ پکڑتے ہیں اور ایک قوم نے کہا وہ پانچ ستارے ہیں۔ زحل، مشتری، مریخ، زہرہ اور عطارد، اپنے چلنے کی جگہ میں ظاہر ہوتے ہیں یعنی اس کے پیچھے لوٹتے ہیں اور اپنے چھپنے اور غروب کے وقت چھپ جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہرنی اپنے غار میں چھپ جاتی ہے اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الخنس" کا معنی کہ وہ اپنے طلوع ہونے کی جگہوں سے ہر سال مؤخر ہو جاتے ہیں، اتنا مؤخر جو ان کو اس طلوع کی تعجیل سے مؤخر کردے۔ "تخنس عنه" اس سے مؤخر ہونے کی وجہ سے اور "الکنس" یعنی دن کو چھپ جاتے ہیں، پس دیکھے نہیں جاتے اور عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ وحشی جانور ہیں اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ ہرن ہیں اور یہی عوفی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور خنوس کی اصل پیچھے کی طرف لوٹنا

اور تنوس کی اصل یہ ہے کہ وہ اپنے مکانس کی طرف ٹھکانہ حاصل کرلے اور یہ وہ جگہیں جہاں وحشی جانور پناہ لیتے ہیں۔

⑰ "واللیل اذا عسعس" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنی تاریکیوں کے ساتھ متوجہ ہو اور دیگر حضرات نے کہا ہے پیٹھ پھیرے۔ عرب کہتے ہیں "عسعس اللیل وسعسع" جب پیٹھ پھیر کر جارہی ہو اور اس کا تھوڑا حصہ باقی ہو۔

⑱ "والصبح اذا تنفس" متوجہ ہو اور اس کا اوّل حصہ ظاہر ہو اور کہا گیا ہے اس کی روشنی لمبی ہوجائے اور بلند ہوجائے۔

⑲ "انہ" یعنی قرآن۔ "لقول رسول کریم" یعنی جبرئیل علیہ السلام، یعنی اس کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام اترے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ ⑳ "ذی قوۃ" اور ان کی قوت میں سے یہ ہے کہ انہوں نے قوم لوط کی بستیوں کو سیاہ پانی سے اکھاڑا اور ان کو اپنے سَر پر اُٹھایا۔ پھر ان کو آسمان تک بلند کیا، پھر ان کو پلٹ دیا اور انہوں نے ابلیس کو دیکھا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام سے ارضِ مقدس کے کسی ٹیلہ پر کلام کررہا ہے تو اس کو اپنے پَر سے ہوا دی تو اس کو ہندوستان کے آخری پہاڑ پر جا پھینکا اور انہوں نے قوم ثمود پر ایک چیخ ماری تو وہ اوندھے منہ گرے ہوئے ہوگئے اور وہ آسمان سے زمین پر اُتر کر واپس چڑھ جاتے ہیں پلک جھپکنے سے بھی زیادہ جلدی۔ "عند ذی العرش مکین" مرتبہ میں۔

㉑ "مطاع ثم" یعنی آسمانوں میں ان کی فرشتے اطاعت کرتے ہیں اور فرشتوں کی ان کی اطاعت کرنے میں سے یہ ہے کہ انہوں نے آسمان کے دروازوں کو معراج کی رات کھولا۔ ان کے قول کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور جنت کے دروازوں کو اس کے داروغوں نے کھولا۔ "امین" اللہ کی وحی پر اور اس کے انبیاء علیہم السلام کی طرف پیغام پہنچانے پر۔

㉒ "وما صاحبکم بمجنون" اہل مکہ کو کہا ہے۔ "وما صاحبکم" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم "بمجنون" اور یہ بھی جواب قسم ہے اس پر قسم کھائی ہے کہ قرآن کو جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے ہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ویسے نہیں ہیں جیسے اہل مکہ کہتے ہیں کیوں کہ انہوں نے کہا کہ یہ مجنون ہیں اور جو یہ کہتے ہیں وہ ان کی اپنی طرف سے ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ㉓ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ㉔ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ㉕ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ㉖ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ㉗ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ㉘ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ㉙

ترجمہ: انہوں نے اس فرشتے کو (اصلی صورت میں آسمان کے) صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے اور یہ پیغمبر مخفی (بتلائی ہوئی وحی کی) باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے (جب یہ بات ثابت ہے) تو تم لوگ (اس بارے میں) کدھر چلے جارہے ہو بس یہ تو (بالعموم دنیا جہان والوں کے لئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے (اور بالخصوص) ایسے شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔

تفسیر: ㉓ "ولقد رآہ" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی صورت پر دیکھا۔ "بالافق المبین" اور مشرق کی طرف سے بلند اُفق ہے اس کو مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ نے کہا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو کہا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ آپ علیہ السلام کو آپ کی اس صورت میں دیکھوں جس میں آپ آسمان میں ہوتے ہیں تو انہوں نے کہا آپ علیہ السلام اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ کہاں چاہتے ہیں کہ میں آپ کے لیے اصلی صورت اختیار کروں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ابطح میں۔ آپ علیہ السلام نے کہا وہ میری گنجائش نہیں رکھتا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تو یہاں۔ فرمایا یہ بھی میری گنجائش نہیں رکھتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو عرفات میں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ زیادہ لائق ہے کہ میری وسعت رکھ لے تو آپ علیہ السلام سے اس نے وعدہ کرلیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میں نکلے تو اچانک جبرئیل علیہ السلام عرفات کے پہاڑوں سے پَروں کی جھنکار و آواز کے ساتھ متوجہ ہوئے۔ تحقیق انہوں نے مشرق و مغرب کے درمیان کو بھر دیا تھا اور ان کا سر آسمان میں تھا اور دونوں پاؤں زمین میں۔ پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو تکبیر پڑھی اور غشی کھا کر گر گئے۔ فرماتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام اپنی صورت میں تبدیل ہو گئے۔ پھر آپ علیہ السلام کو اپنے سینے سے ملایا اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ خوف نہ کریں۔ پس آپ کا اس وقت کیا حال ہوتا، اگر آپ علیہ السلام اسرافیل کو دیکھ لیتے کہ ان کا سر عرش کے نیچے اور دونوں پاؤں ساتوں زمینوں کے نیچے ہیں اور عرش ان کی گردن کے قریب پیٹھ کے بالائی حصہ پر ہے اور وہ کبھی اللہ تعالیٰ کے خوف سے سکڑ جاتے ہیں حتیٰ کہ چڑیا کی طرح ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ آپ کے رب کے عرش کو صرف اس کی عظمت اُٹھاتی ہے۔

۲۴ "وما هو" محمد صلی اللہ علیہ وسلم "علی الغیب" یعنی وحی پر اور آسمان کی خبروں اور جس پر آپ علیہ السلام مطلع ہوتے ہیں ان چیزوں میں سے جو ان سے غائب ہیں۔ قصص اور خبریں "بضنین" اہل مکہ اور اہل بصرہ اور کسائی رحمہم اللہ نے ظاء کے ساتھ پڑھا ہے یعنی تہمت لگائے ہوئے۔ کہا جاتا ہے "فلان یظن بمال ویزن" یعنی اس سے متہم ہے اور "ظنۃ" یعنی تہمت اور دیگر حضرات نے ضاد کے ساتھ پڑھا ہے یعنی بخل کرنے والے۔ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس غیب کا علم آتا ہے۔ پس وہ اس کا تم پر بخل نہیں کرتے بلکہ تمہیں سکھاتے ہیں اور تمہیں اس کی خبر دیتے ہیں اور اس کو چھپاتے نہیں ہیں جیسا کہ کاہن جو اس کے پاس ہو اس کو چھپاتا ہے حتیٰ کہ اس پر انعام لے۔ عرب کہتے ہیں "ضننت بالشیء" نون کی زیر کے ساتھ "اضن به ضنا و ضنانة فانا به ضنین" یعنی بخیل ہوں۔

۲۵ "وما هو" یعنی قرآن۔ "بقول شیطان رجیم" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن نہ شعر ہے اور نہ کہانت جیسا کہ قریش نے کہا۔

۲۶ "فاین تذهبون" یعنی تم کہاں اس قرآن سے اعراض کر رہے ہو اور اس میں شفاء اور بیان ہے اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کون سا راستہ تم چلتے ہو جو اس طریقہ سے زیادہ واضح ہو جو میں نے تمہارے لیے بیان کیا ہے۔

۲۷ پھر بیان کرتے ہوئے فرمایا "ان هو" یعنی نہیں قرآن۔ "الا ذكر للعالمين" نصیحت تمام مخلوق کے لیے۔

۲۸ "لمن شاء منكم ان يستقيم" یعنی حق کی اتباع کرے اور اس پر قائم ہو۔ ۲۹ "وما تشاؤن الا ان يشاء الله رب العالمين" یعنی ان کو خبر دی کہ مشیت اس کی طرف توفیق میں ہے اور وہ اس پر قادر نہ ہوں گے مگر اللہ کی مشیت کے ساتھ اور اس میں خیر ہے کہ کوئی شخص خیر کا عمل نہیں کرسکتا مگر اللہ کی توفیق کے ساتھ اور نہ ہی شر کا مگر اس کی رسوائی کے ساتھ۔

سُورَۃُ الْاِنْفِطَار

مکی ہے اور اس کی انیس (۱۹) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ① وَاِذَا الْکَوَاکِبُ انْتَثَرَتْ ② وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ③ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ④ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ⑤ یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ ⑥

ترجمہ: جب آسمان پھٹ جاوے گا اور جب ستارے (ٹوٹ کر) جھڑ پڑیں گے اور جب سب دریا (شور اور شیریں) بہہ پڑیں گے اور جب قبریں اکھاڑ دی جاویں گی (یعنی ان میں کے مردے نکل کھڑے ہوں گے اسوقت) ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے جس نے تجھ کو (انسان) بنایا۔

تفسیر ① "اذا السماء انفطرت" جب آسمان پھٹ جائے گا۔

② "واذا الکواکب انتثرت" جب ستارے گر جائیں گے۔

③ "واذا البحار فجرت" جب سمندر ایک دوسرے میں بہا دیئے جائیں گے اور میٹھے کو کھارے میں ملا دیا جائے گا۔ پس سارا ایک سمندر ہو جائے گا اور ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں "فجرت" بہہ گئے۔

④ "واذا القبور بعثرت" اور جب قبریں کھول دی جائیں گی اور ان کی مٹی پلٹ دی جائے گی اور ان میں جو مُردے ہیں ان کو زندہ کر کے اُٹھا دیا جائے گا۔ کہا جاتا ہے "بعثرت الحوض وبحثرته" جب تو اس کو پلٹ دے پھر اس کے نچلے حصے کو اس کا اوپر والا حصہ بنا دے۔

⑤ "علمت نفس ما قدمت واخرت" کہا گیا ہے جو نیک یا برا عمل آگے بھیجا اور جو اچھا یا برا طریقہ پیچھے چھوڑا اور کہا گیا ہے جو صدقات میں سے آگے بھیجا اور ترکہ میں سے پیچھے چھوڑا۔ اس تفصیل پر جو ہم نے اللہ تعالیٰ کے قول "ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم واخر" میں ذکر کیا ہے۔

آیت یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ کا شانِ نزول

۶ "یا یھا الانسان ما غرّک بربّک الکریم" جو دھوکہ دیا اور تیرے لیے باطل کو مزین کیا حتیٰ کہ تو نے وہ رکھ دیا جو تجھ پر واجب تھا اور معنی یہ ہے کہ کون سی چیز تجھے اس کے عقاب سے امن دے گی؟ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں ابوالشریق کے بارے میں نازل ہوئی کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر عقاب نہیں کیا تو یہ آیت نازل کی۔ فرمایا کس چیز نے تجھے تیرے کریم رب سے دھوکہ میں ڈال دیا جب اس نے تجھے جلدی تیرے کفر کی وجہ سے عتاب نہیں کیا۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو اس کے دشمن نے دھوکہ دیا جو اس پر مسلط تھا یعنی شیطان۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ کے درگزر نے دھوکہ دیا کہ اس کو اوّل وقت میں جلدی سزا نہیں دی اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ کے اس کے ساتھ نرمی کرنے نے دھوکہ دیا اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک سے عنقریب اللہ تعالیٰ خلوت کریں گے قیامت کے دن، پھر فرمائیں گے اے ابن آدم! کس چیز نے تجھے میرے بارے میں دھوکہ میں ڈالا؟ اے ابن آدم! تو نے کیا عمل کیا ان میں جو تو نے عمل کیے؟ اے ابن آدم! تو نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کو کہا گیا اگر آپ کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کھڑا کریں پھر کہیں اے فضیل کس چیز نے تجھے تیرے رب کریم سے دھوکہ میں ڈالا؟ تو آپ رحمہ اللہ کیا کہیں گے؟ انہوں نے کہا میں کہوں گا مجھے تیرے لٹکائے ہوئے پردوں نے دھوکہ میں ڈالا۔

اور یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنے سامنے کھڑا کریں۔ پھر کہا اے یحییٰ! تجھے کس چیز نے میرے بارے میں دھوکہ میں ڈالا؟ میں کہوں گا مجھے آپ کے گزشتہ اور آئندہ احسانات جو مجھ پر ہیں انہوں نے دھوکہ میں ڈالا اور ابوبکر وراق کہتے ہیں اگر مجھے کہا "ما غرّک بربّک الکریم؟" تو میں کہوں گا مجھے تیرے بارے میں کریم کے کرم نے دھوکہ میں ڈالا۔ بعض اہل اشارہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "بربّک الکریم" کہا ہے دیگر صفات و اسماء ذکر نہیں کیے۔ گویا کہ اس بندہ کو جواب کی تلقین کی ہے کہ وہ کہے مجھے کریم کے کرم نے دھوکہ میں ڈالا ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ ۷ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ۸ کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ۹ وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۱۰ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ ۱۱ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۱۲ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۱۳ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۱۴ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ۱۵ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ ۱۶ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ۱۷ ثُمَّ مَآ اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ۱۸ یَوْمَ لَا تَمْلِکُ

نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـًٔا. وَالۡاَمۡرُ يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ ⑲

ترجمہ: پھر تیرے اعضاء کو درست کیا پھر تجھ کو (مناسب) اعتدال پر بنایا (اور) جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دیدیا (اوران امور کا مقتضا یہ ہے کہ تم کو) ہرگز (مغرور) نہیں (ہونا چاہیے مگر تم باز نہیں آتے) بلکہ تم (اس وجہ سے دھوکہ میں پڑ گئے ہو کہ تم) جزاوسزا (ہی) کو جھلاتے ہو اور تم پر (تمہارے سب اعمال) یادرکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں نیک لوگ بیشک آسائش میں ہوں گے اور بدکار (یعنی کافر) لوگ بیشک دوزخ میں ہوں گے روز جزا (وسزا) کو اس میں داخل ہوں گے اور (پھر داخل ہو کر) اس سے باہر نہ ہوں گے (بلکہ اس میں خلود ہوگا) اور آپ کو کیا کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے (اور ہم) پھر (مکرر کہتے ہیں کہ) آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کے لئے کچھ بس نہ چلے گا اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی۔

تفسیر ⑦ "الذی خلقک فسوّاک فعدلک" اہل کوفہ اور ابوجعفر نے "فعدلک" تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ پس تجھے پھیرا اور منتقل کیا جس صورت کی طرف چاہا اچھی اور بری اور لمبا اور چھوٹا اور دیگر حضرات نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے یعنی تجھے ٹھیک قائم کیا اور تجھے معتدل تخلیق اور اعضاء والا بنایا۔

⑧ "فی ایّ صورة ماشاء رکبک" مجاہد، کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں باپ یا ماں یا ماموں یا چچا میں سے جس کی مشابہت میں اور حدیث میں آیا ہے نطفہ جب رحم میں قرار حاصل کرتا ہے تو اس کے اور ابن آدم کے درمیان ہر رگ حاضر ہو جاتی ہے۔ پھر پڑھا "فی ایّ صورة ما شآء رکبک" اور فراء اور زجاج رحمہما اللہ نے ایک دوسرا قول ذکر کیا ہے "فی ایّ صورة ما شاء رکبک" یا لمبا یا چھوٹا یا حسین یا اس کے علاوہ۔ عکرمہ اور ابوصالح رحمہما اللہ فرماتے ہیں "فی ایّ صورة ماشاء رکبک" اگر چاہا تو انسان کی صورت میں اور اگر چاہا تو جانور کی صورت میں یا کسی دوسرے حیوان کی صورت میں۔

⑨ "کلا بل تکذبون" ابوجعفر رحمہ اللہ نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قول "وان علیکم لحافظین" کی وجہ سے۔ "بالدین" جزاء اور حساب کے ساتھ۔

⑩ "وان علیکم لحافظین" فرشتوں میں سے نگہبان تم پر تمہارے اعمال کی نگرانی وحفاظت کرتے ہیں۔

⑪ "کراما" اللہ پر۔ "کاتبین" تمہارے اقوال اور اعمال کو لکھتے ہیں۔

⑫ "یعلمون ما تفعلون" خیر اور شر میں سے۔

⑬ "ان الابرار لفی نعیم" ابرار وہ لوگ جو نیک ہیں اور اپنے ایمان میں سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ادا کرنے اور اس کے معاصی سے اجتناب کرنے کے ساتھ۔

⑭"وان الفجار لفی جحیم" روایت کیا گیا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے ابو حازم مزنی کو کہا "لیت شعری" ہمارے لیے اللہ کے پاس کیا ہوگا؟ فرمایا تو اپنے عمل کو اللہ کی کتاب پر پیش کر۔ پس تو جان لے گا کہ تیرے لیے اللہ کے پاس کیا ہے؟ تو اس نے کہا تو میں اس کو اللہ کی کتاب میں کہاں پاؤں گا؟ تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے قول "ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم" میں۔ سلیمان نے کہا پس اللہ کی رحمت کہاں ہے؟ انہوں نے کہا "قریب من المحسنین"

⑮"یصلونها" وہ اس میں داخل ہوں۔ "یوم الدین" قیامت کے دن

⑯"وماهم عنها بغائبین"

⑰ پھر اس دن کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا "وما ادراک ما یوم الدین" اس کا تکرار کیا اس کی عظمت شان کے لیے۔ ⑱"ثم ما ادراک ما یوم الدین"

⑲"یوم لا تملک" اہل مکہ اور اہل بصرہ نے یوم کو میم کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ پہلے یوم پر رد کرتے ہوئے اور دیگر حضرات نے میم کے نصب کے ساتھ پڑھا ہے یعنی فی یوم یعنی یہ اشیاء ایسے دن میں ہوں گی جس دن نہ مالک ہوگا "نفس لنفس شیئا" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی کافر نفس کے لیے کسی نفع کا۔ "والامر یومئذ للّٰہ" یعنی اس دن اللہ تعالیٰ کسی کو کسی چیز کا مالک نہ بنائیں گے جیسا کہ ان کو دُنیا میں مالک بنایا۔

سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْن

مکی یا مدنی ہے اور اس کی چھتیس (۳۶) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ① الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ② وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ③ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ④ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑤ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑥ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ⑦

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے (اپنا حق) ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں (آگے مطففین کو تہدید ہے کہ) کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے جس دن تمام رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے ہرگز (ایسا) نہیں ہوگا بدکار (یعنی کافر) لوگوں کا نامہ عمل سجین میں رہے گا۔

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے متعلق وعید

تفسیر ❶ "ویل للمطففین" یعنی وہ لوگ جو ماپ اور تول میں کمی کرتے ہیں اور لوگوں کو ان کے حقوق کم دیتے ہیں۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس شخص کو جو ماپ اور تول میں کمی کرے "مطفف" کہا گیا ہے اس لیے کہ وہ ماپ اور تول میں تھوڑی سی چیز چوری کرتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہ لوگ لوگوں میں سب سے خبیث ترین ماپ والے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ "ویل للمطففین" تو ان لوگوں نے ماپ کو خوب اچھا کر دیا اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور اس میں ایک شخص تھا جس کو ابو جہینہ کہا جاتا تھا اس کے پاس دو صاع (ماپ کے پیمانے) تھے ایک میں لوگوں کو کیل کر کے دیتا تھا اور دوسرے کے ذریعے خود ان سے ماپ کر لیتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ پس اللہ تعالیٰ ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے ویل کو مقرر کیا۔

❷ پھر بیان کیا کہ "مطففین" کون لوگ ہیں؟ تو فرمایا۔ "الذین اذا اکتالوا علی النّاس یستوفون" اور مراد یہ ہے کہ جب وہ لوگوں سے ماپ کر کوئی چیز لیتے ہیں۔ "یعنی اخذوا منھم"

اور "مِن" اور "علی" ایک دوسرے کی جگہ آتے رہتے ہیں۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں معنی یہ ہے جب وہ لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو ان پر ماپ پورا پورا وصول کرتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ جب خود کے لیے کوئی چیز خریدتے ہیں تو ماپ وتول پورا وصول کرتے ہیں۔

❸ ❹ "واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون" یعنی ان لوگوں کے لیے ماپ کریں یا وزن کریں۔ کہا جاتا ہے "وزنتک حقک وکلتک طعامک" یعنی میں نے تیرے لیے وزن کیا اور تیرے لیے کیل کیا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "نصحتک ونصحت لک و شکرتک وشکر لک کتبتک وکتبت لک" ابو عبیدہ کہتے ہیں عیسیٰ بن عمران دونوں کو دو حرف بناتے تھے وقف کرتے تھے۔ "کالوا او وزنوا" پر اور ابتداء کرتے تھے "ھم یخسرون" ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور پسندیدہ پہلا قول ہے یعنی یہ تمام ایک کلمہ ہے اس لیے کہ انہوں نے ان دونوں کو بغیر الف کے لکھا ہے اور اگر دونوں جدا ہوتے تو لکھا جاتا "کالوا او وزنوا" الف کے ساتھ جیسا کہ تمام افعال "جاؤا وقالوا" وغیرہ لکھے جاتے ہیں اور مصاحف متفق ہیں الف کے ساقط کرنے پر اور اس لیے کہ لغت میں کہا جاتا ہے "کلتک وزنتک" جیسا کہ کہا جاتا ہے "کلت لک وزنت لک" اور باری تعالیٰ کا قول "یخسرون" یعنی کم کرتے ہیں۔ نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ بائع پر گزرتے تو فرماتے اللہ سے ڈر اور ماپ وتول پورا کر۔ پس بے شک ماپ تول میں کمی کرنے والے قیامت کے دن ٹھہرائے جائیں گے حتیٰ کہ وہ اپنے پسینہ میں آدھے کانوں تک ڈوبے ہوں گے۔

❺ "الا یظن" یقین رکھتا۔ "اولئک" وہ لوگ جو یہ کرتے ہیں "انھم مبعوثون لیوم عظیم" یعنی قیامت کا دن۔

❻ "یوم یقوم النّاس" اپنی قبروں سے۔ "لربّ العالمین" یعنی اس کے امر اور جزاء اور حساب کے لیے۔ عبداللہ بن

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے حتیٰ کہ ان میں سے ایک اپنے پسینہ میں کانوں کے نصف تک چھپ جائے گا۔ مقداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب قیامت کا دن ہوگا، سورج بندوں کے قریب کردیا جائے گا حتیٰ کہ ایک میل یا دو میل کے بقدر ہوگا۔ سلیم کہتے ہیں (راوی حدیث) میں نہیں جانتا، زمین کی مسافت کا میل یا وہ میل (سرمچو) جس سے آنکھ میں سرمہ ڈالا جاتا ہے۔ فرمایا پھر سورج ان کو خوب گرم کردے گا۔ پس وہ پسینہ میں ہوں اپنے اعمال کے مطابق۔

پس ان میں سے بعض کو پسینہ ان کی ایڑیوں تک پکڑے گا اور ان میں سے بعض کو گھٹنوں تک لے گا اور ان میں سے بعض کو تہبند باندھنے کی جگہ تک اور ان میں سے بعض پسینہ میں ڈوبے ہوں گے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ علیہ السلام اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرکے فرمارہے تھے کہ پسینہ اس کو یہاں تک ڈبودے گا۔

❼ اللہ تعالیٰ کا قول "کلاّ" ان پر رد ہے۔ یعنی معاملہ ویسے نہیں ہے جس پر وہ تھے۔ پس چاہیے کہ وہ ہٹ جائیں اور کلام یہاں مکمل ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں "کلاّ" ابتداء ہے اپنے مابعد سے متصل ہے حقاً کے معنی پر۔ "ان کتاب الفجار" جس میں ان کے اعمال لکھے ہوئے ہیں۔ "لفی سجین" عبداللہ بن عمرو، قتادہ، مجاہد اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں "سجین" وہ ساتویں زمین نیچے والی اس میں کافروں کی روحیں ہیں۔

براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سجین" سات زمینوں میں سے سب سے نیچے والی ہے اور علیون ساتویں آسمان میں عرش کے نیچے ہے۔ سمرہ بن عطیہ کہتے ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعب احبار کے پاس آئے تو کہا آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے فرمان "ان کتاب الفجار لفی سجین" کے بارے میں خبر دیں تو انہوں نے کہا کہ فاجر کی روح کو آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے تو آسمان اس کو قبول کرنے سے انکار کردیتے ہیں۔ پھر وہ سات زمینوں کے نیچے داخل ہوتی ہے حتیٰ کہ اس کی انتہا "سجین" تک ہوتی ہے اور وہ ابلیس کے لشکر کی جگہ ہے۔

پھر اس کے لیے ابلیس کے لشکر کے نیچے سے ایک کاغذ نکالا جاتا ہے۔ پھر اس پر لکھا جاتا ہے اور مہر لگائی جاتی ہے اور اس کو ابلیس کے لشکر کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے اس کے یوم قیامت کے حساب کی وجہ سے اپنی ہلاکت کو پہچاننے کی وجہ سے اور اسی طرف سعید بن جبیر رحمہ اللہ گئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا "سجین جند ابلیس" کے نیچے ہے اور عطاء خراسانی فرماتے ہیں وہ نیچے والی زمین ہے اور اس میں ابلیس اور اس کی اولاد ہے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ چٹان سبز ہے ساتویں نیچے والی زمین کے نیچے اور آسمان کی سبزی اس کی وجہ سے فجار کی کتاب اس کے نیچے بنائی جائے گی۔ ابن ابی نجیح نے مجاہد سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ فرمایا "سجین" نچلی زمین کے نیچے چٹان ہے۔ پس فجار کی کتاب اس میں رکھی جائے گی اور وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ابلیس کی سلطان کا آخر ہے اور حدیث میں آیا ہے "فلق" جہنم میں ڈھانپا ہوا دانہ ہے اور سجین جہنم میں کھلا دانہ ہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "لفی سجین" خسارے اور گمراہی میں اور اخفش رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ فعیل کے وزن پر سجن سے ہے جیسا کہ کہا

جاتا ہے "فسیق و شریب" اس کا معنی البتہ قید اور سخت تنگی میں ہے۔

وَمَآ اَدْرٰكَ مَا سِجِّيْنٌ ⑧ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ⑨ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑩ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ⑪ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ⑫ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ⑬ كَلَّا بَلْ (سكته) رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭

ترجمہ اور آگے تہویل کے لئے سوال ہے کہ) آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا نامہ اعمال کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے اس روز (یعنی قیامت کے روز) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں اور اس (روز جزا) کو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد (عبودیت) سے گزرنے والا ہو (اور) مجرم ہو (اور) جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاویں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ بے سند باتیں ہیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں ہرگز ایسا نہیں بلکہ (اصلی وجہ ان کی تکذیب کی یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان کے اعمال (بد) کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔

تفسیر ⑧ "وما ادراک ما سجین" زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی یہ نہیں ہے یہ ان میں سے جن کو آپ جانتے ہیں اور نہ آپ کی قوم۔

⑨ "کتاب مرقوم" یہ سجین کی تفسیر نہیں ہے بلکہ وہ اس کتاب کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کے قول "ان کتاب الفجار" میں مذکور ہے یعنی "هو کتاب الفجار مرقوم" یعنی وہ لکھی ہوئی کتاب ہے جس میں ان کے اعمال لکھے ہوئے ہیں، ان پر ثابت ہیں جیسے کپڑے میں نقش، نہ وہ بھلائی جاتی ہے اور نہ مٹائی جاتی ہے حتیٰ کہ وہ اس کا بدلہ دیئے جائیں اور قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر اس کے شرکاء کی وجہ سے ایک علامت لکھی گئی ہے جس کے ذریعے پہچانا جائے گا کہ وہ کافر ہے اور کہا گیا مہر لگائی ہوئی ہے حمیر کی لغت میں۔

⑩ "ویل یومئذ للمکذبین. ⑪ الذین یکذبون بیوم الدین، ⑫ وما یکذب به الا کل معتد اثیم،

⑬ اذا تتلی علیه آیاتنا قال اساطیر الاوّلین"

⑭ "کلا" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی وہ ایمان نہ لائیں گے۔ پھر استئناف کرتے ہوئے فرمایا "بل ران علی قلوبهم ما کانوا یکسبون"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک مؤمن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے۔ پس اگر توبہ کرے اور کھینچے اور استغفار کرے تو اپنے دل کو اس سے صاف (مانجھ) کر دیا اور اگر گناہ زیادہ کیے تو نکتے زیادہ ہوں گے حتیٰ کہ اس کے دل پر غالب ہو جائیں گے۔ پس یہ ران ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ "کلا بل ران علی قلوبهم ما کانوا یکسبون" اور ران کی اصل غلبہ ہے۔ کہا جاتا ہے "رانت الخمر علی عقله ترین رینا و ریونا" جب شراب کا نشہ اس کی عقل پر غالب ہو جائے اور آیت کا معنی ان کے

دلوں پر معاصی غالب ہوگئے اور ان کا احاطہ کرلیا۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ گناہ پر گناہ ہے حتیٰ کہ دل مرجائے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "ران علی قلوبھم" مہر لگادی گئی ہے ان پر۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾

ترجمہ ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز (ایک تو) اپنے رب (کا دیدار دیکھنے) سے روک دیئے جاویں گے پھر (صرف اسی پر اکتفا نہ ہوگا) یہ دوزخ میں داخل ہونگے پھر (ان سے) کہا جاوے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے (یہ جو مومنین کے اجر و ثواب کے منکر ہیں) ہرگز ایسا نہیں نیک لوگوں کا نامہ عمل علیین میں رہے گا اور (آگے تفخیم کے لئے سوال ہے کہ) آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے۔

تفسیر ⑮ "کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کلا مراد یہ ہے کہ وہ سچ نہیں بولتے۔ پھر استئناف کرتے ہوئے فرمایا "انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون" ان میں سے بعض نے کہا ہے اس کے اعزاز اور رحمت سے روکے جائیں گے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ نہ ان کی طرف نظر کریں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں اس کو دیکھنے سے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر زاہدوں اور عابدوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ آخرت میں اپنے رب کو نہ دیکھ سکیں گے تو دُنیا میں ان کے نفوس نکل جائیں۔ حسین بن فضل فرماتے ہیں جیسا کہ دُنیا میں ان کو اپنی توحید سے روکا، آخرت میں ان کو اپنی رؤیت سے روک دے گا اور مالک رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا جب اپنے دشمنوں کے لیے رُکاوٹ کردیں گے تو اپنے اولیاء کے لیے ظاہر ہو جائیں گے حتیٰ کہ وہ اس کو دیکھ لیں گے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے قول "کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون" کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ دلالت ہے اس پر کہ اللہ کے اولیاء اللہ کو سامنے واضح دیکھیں گے۔ پھر خبر دی کہ کفار اللہ تعالیٰ سے محجوب ہونے کے باوجود جہنم میں داخل ہوں گے تو فرمایا۔

⑯ "ثم انھم لصالوا الجحیم" البتہ جہنم میں داخل ہوں گے۔

⑰ "ثم یقال" یعنی ان کو داروغے کہیں گے "ھذا" یعنی یہ عذاب "الذی کنتم بہ تکذبون"

⑱ "کلا" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اس عذاب سے امن میں نہ ہوں گے جس میں داخل ہوں گے۔ پھر ابرار کی کتاب کی جگہ بیان کرتے ہوئے فرمایا "ان کتاب الابرار لفی علیین" براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہے کہ علیین ساتویں آسمان میں عرش کے نیچے ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ سبز زمرد کی تختی ہے عرش کے نیچے لٹکی ہوئی ہے ان کے اعمال اس میں لکھے ہوئے ہیں اور کعب اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ عرش کا دایاں پایہ ہے اور عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے وہ جنت ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں سدرۃ المنتہیٰ ہے اور بعض اہل

معانی نے کہا ہے بلندی کے بعد بلندی اور شرف کے بعد شرف ہے۔ اس لیے اس کی جمع یاء اور نون کے ساتھ لائی گئی ہے اور فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اسم ہے جو جمع کے صیغہ پر وضع کیا گیا ہے اس کا اس کے لفظ سے کوئی واحد نہیں ہے جیسے عشرین اور ثلاثین۔

⑲ "وما ادراک ما علیون. ⑳ کتاب مرقوم" یہ علیین کی تفسیر نہیں ہے۔ یہ اس کتاب کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کے قول "ان کتاب الابرار لفی علیین" میں مذکور ہے۔ یعنی ان کے اعمال لکھے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے کتاب فجار میں ذکر کیا اور کہا گیا ہے وہاں لکھا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اعزاز تیار کر رکھا ہے۔

اور یہ مقاتل رحمہ اللہ کا قول کا معنی ہے اور کہا گیا ہے ان کے لیے خبر کو لکھا گیا ہے اور آیت کی تقدیر تقدیم وتاخیر پر ہے اس کا مجاز یہ ہے "انّ کتاب الابرار کتاب مرقوم فی علیین" اور وہ فرشتوں کی جگہ ہے اور اس کی مثل کتاب مرقوم فی سجین ہے اور وہ ابلیس اور اس کے لشکر کی جگہ ہے۔

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ㉑ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ㉒ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ㉓ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ㉔ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ㉕ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ㉖ وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ㉗

ترجمہ: جس کو مقرب فرشتے (شوق سے) دیکھتے ہیں (آگے ان کی جزائے آخرت کا بیان ہے کہ) نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے مسہریوں پر (بیٹھے بہشت کے عجائبات) دیکھتے ہوں گے اے مخاطب تو ان کے چہروں میں آسائش کی بشاشت پہچانے گا (اور) ان کے پینے کے لئے شراب خالص سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہئے اور اس (شراب) کی آمیزش تسنیم (کے پانی) کی ہوگی۔

تفسیر: ㉑ "یشهده المقربون" یعنی وہ فرشتے جو علیین میں ہیں وہ گواہ ہیں اور اس تحریر پر حاضر ہوتے ہیں اور یہ کتاب علیین کی طرف بلند کی جائے۔

(㉒۔㉓)......"ان الابرار لفی نعیم، علی الارائک ینظرون" اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اعزاز اور نعمت عطاء کی ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اپنے دشمنوں کی طرف دیکھیں گے کہ وہ کیسے عذاب دیئے جا رہے ہیں۔

㉔ "تعرف فی وجوههم نضرة النعیم" جب آپ ان کو دیکھو گے تو پہچان جاؤ گے کہ وہ نعمتوں والے ہیں اس کی وجہ سے جو آپ ان کے چہروں پر نور اور حسن اور سفیدی دیکھیں گے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں چہرہ پر رونق وتروتازگی اور دل میں خوشی۔ ابوجعفر اور یعقوب نے "تعرف" تاء کے پیش اور راء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے فعل مجہول کی بناء پر۔ "نضرة" مرفوع اور باقی حضرات نے تاء کے زبر اور راء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "نضرة" نصب کے ساتھ۔

㉕ "یسقون من رحیق" شراب صاف وشفاف پاکیزہ۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں سفید شراب۔ "مختوم" مہر لگائی

گئی ہوگی اور کسی کے ہاتھ کو اس تک پہنچنے سے روکا گیا ہوگا یہاں تک کہ اس کی مہر ابرار کھولیں گے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "مختوم" یعنی "مطین" مہر لگائی ہوئی یا خیر پر پیدا کی ہوئی۔

۲۶ "ختامہ" یعنی اس کا مزاج۔ "مسک" گویا کہ اس معنی کی طرف گئے ہیں۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی مہر عند اللہ کستوری ہے اور دُنیا کی مہر گارا ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "مختوم" یعنی اس کی مہر ملی ہوئی ہے یعنی اس کے ذائقہ کا آخر اور انجام مشک ہے۔ پس مختوم وہ چیز جس کے لیے ختام یعنی آخر ہو اور ہر چیز کا ختم ہونا اس سے فارغ ہونا ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے لیے کافور کے ساتھ ملایا جائے گا اور کستوری کے ذریعے مہر لگائی جائے گی اور اکثر کی قرأت "ختامه مسک" تاء کو مقدم کرنے کے ساتھ اور کسائی رحمہ اللہ نے "خاتمه" پڑھا ہے اور یہ علی اور علقمہ کی قرأت ہے اور ان دونوں کا معنی ایک ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے "فلان کریم الطباع" اور طباع، خاتم اور ختام ہر چیز کا آخر۔ "وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون" پس چاہیے کہ رغبت کرنے والے اللہ تعالیٰ کی طاعت کی طرف جلدی کر کے رغبت کریں اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں پس چاہیے کہ عمل کریں عمل کرنے والے۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول "لمثل هذا فلیعمل العاملون" اور مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں پس چاہیے کہ جھگڑیں جھگڑنے والے اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں پس چاہیے کہ سبقت کریں سبقت کرنے والے اور اس کی اصل وہ نفیس چیز جس پر لوگوں کے نفوس حرص کرتے ہیں اور اس کا ہر ایک اپنے نفس کے لیے ارادہ کرے اور اس کا اپنے غیر پر بخل کرے۔

۲۷ "ومزاجه من تسنیم" شراب جوان پر اوپر سے ان کے بالا خانوں اور منازل میں بہائی جائے گی اور کہا گیا ہے ہواء میں جاری ہوگی۔ پھر اہل جنت کے برتنوں میں ڈالی جائے گی ان کے بھرنے کے بقدر پھر جب وہ بھر جائیں گے تو رک جائے گی اور یہ قتادہ رحمہ اللہ کے قول کا معنی ہے۔ السنام کے کلمہ کی اصل علو و بلندی سے ہے۔

اور بلند چیز کو سنام کہا جاتا ہے اور اس سے سنام البعیر اونٹ کی کوہان ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ شراب ہے اس کا نام تسنیم ہے اور وہ عمدہ شراب ہے۔ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ خالص ہے مقربین کے لیے صرف وہ اس کو پئیں گے اور تمام اہل جنت کے لیے ملائی جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول "ومزاجه من تسنیم"

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۲۸ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۲۹ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۳۰ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۳۱ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۳۲ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۳۳ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۳۴ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۳۵ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۳۶

ترجمہ: یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے (آگے مجموعہ فریقین کا مجموعہ حال دنیا و آخرت مذکور

ہے یعنی) جو لوگ مجرم تھے (یعنی کافر) وہ ایمان والوں سے (دنیا میں تحقیراً) ہنسا کرتے تھے اور یہ (ایمان والے) جب ان (کافروں) کے سامنے سے ہوکر گزرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے اور جب اپنے گھروں کو جاتے تو (وہاں بھی ان کا تذکرہ کر کے) دل لگیاں کرتے اور جب ان کو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں (کیونکہ کفار اسلام کو غلطی سمجھتے تھے) حالانکہ یہ (کافر) ان (مسلمانوں) پر نگرانی کرنے والے کر کے نہیں بھیجے گئے سو آج (قیامت کے دن) ایمان والے کافروں پر ہنستے ہوں گے۔ مسہریوں پر (بیٹھے ان کا حال) دیکھ رہے ہوں گے واقعی کافروں کے کیے کا خوب بدلہ ملے گا۔

تفسیر ㉘ ”**عینا یشرب بھا المقربون**“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے قول ”**من تسنیم**“ کے بارے میں پوچھا گیا ہے۔ فرمایا یہ ان میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”**فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین**“ ...... ”**عینا**“ حال کی بناء پر منصوب ہے۔ ”**یشرب بھا**“ یعنی ”**منھا**“ اس سے اور کہا گیا ہے اس سے صرف مقرب لوگ پئیں گے۔

㉙ ”**ان الذین اجرموا**“ شرک کیا یعنی کفار قریش ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل اور ان کے ساتھی مکہ کے متکبرین مال داروں میں سے۔ ”**کانوا من الذین امنوا**“ عمار، خباب، صہیب اور بلال اور ان کے ساتھی فقراء مؤمنین میں سے۔ ”**یضحکون**“ اور ان کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں۔

㉚ ”**واذا مرّوا بھم**“ یعنی مؤمنین کفار کے ساتھ گزریں گے۔ ”**یتغامزون**“ اور غمز پپوٹوں اور ابرو کے ذریعے اشارہ کرنا۔ یعنی ان کی طرف آنکھوں سے اشارے کرتے ہیں استہزاء کرتے ہوئے۔

㉛ ”**واذا انقلبوا**“ یعنی کفار ”**الی اھلھم انقلبوا فکھین**“ خوش ہوتے ہوئے اس کے ساتھ جس پر وہ ہیں ان کے تذکرہ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے۔

㉜ ”**واذا رأوھم**“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھتے۔ ”**قالوا ان ھؤلاء لضالّون**“ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ کسی چیز پر ہیں۔

㉝ ”**وما ارسلوا**“ یعنی مشرکین۔ ”**علیھم**“ یعنی مؤمنین پر۔ ”**حافظین**“ ان کے اعمال کی یعنی ان کے اعمال کی نگرانی ان کے سپرد نہیں کی گئی۔

㉞ ”**فالیوم**“ یعنی آخرت میں۔ ”**الذین امنوا من الکفار یضحکون**“ ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کفار کے لیے جب وہ جہنم میں ہوں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور ان کو کہا جائے گا تم نکلو۔ پس جب وہ دروازے کھلے ہوئے دیکھیں گے تو ان کی طرف متوجہ ہوں گے تاکہ وہ نکل جائیں اور مؤمنین ان کو دیکھ رہے ہوں گے۔ پس جب وہ جہنم کے دروازوں تک پہنچیں گے تو ان کے سامنے بند کردیئے جائیں گے، یہ ان کے ساتھ کئی مرتبہ

کیا جائے گا اور مؤمنین ہنستے ہوں گے اور کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنت اور جہنم کے درمیان روشن دان ہیں۔ پس جب مؤمن اپنے دُنیا کے دشمن کو دیکھنے کا ارادہ کرے گا تو اس پر اس روشن دان سے جھانکے گا جیسا کہ فرمایا "فاطلع فرأه في سواء الجحيم" پس جب وہ جنت میں اپنے دشمنوں پر جھانکیں گے اور وہ عذاب دیئے جارہے ہوں گے تو وہ ہنسیں گے۔ پس یہ مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قول "فاليوم الذين آمنوا من الكفار يضحكون" کا۔

㉟ "على الارائک" موتی اور یاقوت کے۔ "ينظرون" ان کی طرف جہنم میں۔

㊱ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "هل ثوّب" کیا بدلہ دیئے گئے ہیں۔ "الكفار ما كانوا يفعلون" یعنی ان کے مؤمنین کے ساتھ استہزاء کی جزاء اور استفہام کا معنی یہاں تقریر (ثابت کرتا ہے) اور "ثوّب" اور "اثاب" ایک معنی میں ہیں۔

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاق

مکی ہے اور اس کی پچیس (۲۵) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ① وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ② وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ③ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ④ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ⑤ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ⑥

ترجمہ: جب (نفخہ ثانیہ کے وقت) آسمان پھٹ جاوے گا تاکہ اس میں سے غمام اور ملائکہ کا نزول ہو) اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ (آسمان) اسی لائق ہے اور جب زمین کھینچ کر بڑھا دی جائے گی اور وہ زمین اپنے اندر کی چیزوں کو (یعنی مردوں کو باہر) اگل دے گی اور خالی ہوجاوے گی اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک (یعنی مرنے کے وقت تک) کام میں کوشش کررہا ہے پھر (قیامت میں) اس (کام کی جزا) سے جاملے گا۔

تفسیر ① "اذا السماء انشقت" اس کا پھٹ جانا قیامت کی علامات میں سے ہے۔

② "واذنت لربها" یعنی اپنے رب کے انشقاق کے امر کو سن لیا اور اس کی اطاعت کی۔ یہ اذن سے ہے اور وہ توجہ سے سننا۔ "وحقت" اور اس کا حق ہے کہ اپنے رب کی اطاعت کرے۔

③ "واذا الارض مدت" چھوٹے چمڑے کو کھینچنا اور اس کی وسعت میں زیادتی کرنا اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں برابر کی گئی چمڑے کے کھینچنے کی طرح۔ پس اس میں نہ کوئی عمارت باقی رہے گی اور نہ کوئی پہاڑ۔

④ "والقت" نکال دیا "ما فيها" مردوں اور خزانوں میں سے۔ "وتخلت" اس سے خالی ہوجائے گی۔

⑤ "واذنت لربها وحقت" اور اذا کے جواب میں اختلاف کیا ہے۔ کہا گیا ہے اس کا جواب محذوف ہے اس کی تقدیر

جب یہ اشیاء ہوں گی تو انسان ثواب وعقاب دیکھے گا۔

⑥ اور کہا گیا ہے اس کا جواب "یا یھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا" اور اس کا مجاز "اذا السماء الشقت لقی کل کادح ما عملہ" ہے یعنی جب آسمان پھٹ جائے تو ہر کوشش کرنے والے اپنے عمل سے ملے گا اور کہا گیا ہے اس کا جواب "واذنت" ہے اور اس وقت واؤ زائد ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے قول "کادح الی ربک کدحا" کا معنی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے عمل میں کوشش کی اور "الکدح" انسان کی سعی وکوشش کرنا خیر اور شر کے امر میں حتیٰ کہ وہ اس میں اثر کرے اور قتادہ، کلبی اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں تو عمل کر اپنے رب کے لیے عمل کرنا۔ "فملاقیه" یعنی اپنے علم کی جزاء کو ملنے والا ہے خیر ہو یا شر۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ⑦ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ⑧ وَّیَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ⑨ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ⑩ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ⑪ وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ⑫ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ⑬ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ⑭ بَلٰۤی اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ⑮ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ⑯ وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ⑰

ترجمہ تو (اس روز) جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا سو اس سے آسان حساب لیا جاوے گا اور وہ (اس سے فارغ ہو کر) اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا اور جس شخص کا نامہ اعمال (اس کے بائیں ہاتھ میں) اس کی پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا سو وہ موت کو پکارے گا اور جہنم میں داخل ہوگا یہ شخص (دنیا میں) اپنے متعلقین میں خوش خوش رہا کرتا تھا (یہاں تک کہ فرط خوشی میں آخرت کی تکذیب کرتا تھا) اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اسے خدا کی طرف سے لوٹنا نہیں ہے (آگے رد ہے اس خیال کا کہ لوٹنا) کیوں نہ ہوتا اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا سو (اس بنا پر) میں قسم کھا کر کہتا ہوں شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ (کر جمع کر) لیتی ہے۔

تفسیر (⑦۔⑧)...... "فاما من اوتی کتابه" اپنے اعمال کا دفتر۔ "بیمینه فسوف یحاسب حسابا یسیرا" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب کوئی چیز سنتیں اور اس کو نہ پہچانتیں تو اس میں مراجعت (سوال وجواب) کرتیں حتیٰ کہ اس کو پہچان لیتیں اور بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا حساب کیا گیا وہ عذاب دیا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا "فسوف یحاسب حسابا یسیرا"؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ تو اعمال کا پیش کرنا ہے لیکن جس کا حساب تفصیل سے سختی کے ساتھ لیا گیا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

⑨ "وینقلب الی اهله" یعنی جنت میں حورعین اور انسان عورتوں میں سے۔ "مسرورا" اس کے ساتھ جو خیر اور اعزاز دیا گیا ہے۔

⑩ "واما من اوتی کتابه وراء ظهره" پس اس کا دایاں ہاتھ اس کی گردن کی طرف باندھا جائے گا اور اس کا بایاں ہاتھ اس کی پیٹھ کے پیچھے کر دیا جائے گا۔ پھر اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں اس کی پیٹھ کے پیچھے کر دیا جائے گا اور مجاہد

رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا بایاں ہاتھ اس کی پیٹھ کے پیچھے منتقل کردیا جائے گا۔

⑪ "فسوف یدعوا ثبورا" ویل اور ہلاکت کی آواز لگائے گا جب اپنا نامۂ اعمال پڑھے گا کہے گا اے ہلاکت اے بربادی! اللہ تعالیٰ کے فرمان "دعوا ھنالک ثبورا"

⑫ "ویصلٰی سعیرا" ابوجعفر، اہل بصرہ، عاصم اور حمزہ نے "ویصلٰی" یاء کے زبر کے ساتھ تخفیف پڑھا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "یصلی النار الکبریٰ" ہے اور دیگر حضرات یاء کے پیش کے ساتھ اور صاد کے زبر کے ساتھ اور لام کی شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "وتصلیة جحیم" اور "ثم الجحیم صلوہ" کی وجہ سے۔

⑬ "انہ کان فی اھلہ مسرورا" یعنی دُنیا میں اپنی خواہش کی اتباع اور شہوات پر سوار ہونے کی وجہ سے۔

⑭ "انہ ظنّ ان لن یحور" کہ وہ ہماری طرف ہرگز نہیں لوٹے گا اور ہرگز نہیں اُٹھایا جائے گا۔

⑮ پھر فرمایا "بلی" یعنی ویسے نہیں ہے جو اس نے گمان کیا بلکہ وہ ہماری طرف لوٹے گا اور اُٹھایا جائے گا۔ "ان ربّہ کان بہ بصیرا" اس کو پیدا کیا یہاں تک کہ اس کو اُٹھایا۔ ⑯ "فلا اُقسم بالشفق" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ مکمل دن ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو دن میں سے باقی رہا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اکثر مفسرین رحمہما اللہ نے فرمایا ہے وہ سرخی جو سورج کے غروب ہونے کے بعد اُفق کے باقی رہ جاتی ہے اور ایک قوم نے کہا ہے وہ سفیدی جو اس سرخی کے بعد آتی ہے۔

⑰ "واللیل وما وسق" یعنی جمع کیا اور ملایا۔ کہا جاتا ہے "وسقتہ اسقہ وسقا" یعنی میں نے اس کو جمع کیا اور "استوثقت الابل" جب وہ جمع کیے جائیں اور ملائے جائیں اور معنی قسم ہے رات کی اور اس کی جو جمع کیا جائے اور ملایا جائے جو دن میں چوپایوں میں سے منتشر تھے کیوں کہ رات جب آتی ہے تو ہر چیز اپنے ٹھکانہ کی طرف لوٹتی ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو لپیٹے اور ملائے اور اس پر تاریکی کرے اور مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو آگے آئے تاریکی یا ستاروں میں سے اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور جو اس میں عمل کیا۔

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ⑱ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ⑲ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑳ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ (آیت سجدہ) ㉑ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ㉒ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ㉓ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ㉔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ㉕

ترجمہ: اور قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہو جاوے کہ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے سو (باوجود ان مقتضیات خوف اور ایمان کے اجتماع کے) ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے اور (ان کے عناد کی یہ حالت ہے کہ) جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو (اس وقت بھی خدا کی طرف) نہیں جھکتے بلکہ یہ کافر (اور الٹی) تکذیب کرتے ہیں اور اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ (اعمال بد کا ذخیرہ) جمع کر رہے ہیں سو (ان اعمال

کفریہ کے سبب) آپ ان لوگوں کو ایک اور دردناک عذاب کی خبر دیدیجئے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے ان کے لئے (آخرت میں) ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں۔

تفسیر ⑱ "والقمر اذا اتسق" جمع ہوجائے اور سیدھا ہوجائے اور اس کا نور مکمل ہوجائے اور وہ ایام بیض میں ہوتا ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں گھومے اور یہ افتعل کے وزن پر وسق سے ہے جس کا معنی جمع ہونا ہے۔

⑲ "لتر کبن طبقا عن طبق" اہل مکہ، حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "لترکبن" باء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ضرور سوار ہوں گے۔ شعبی اور مجاہد نے کہا آسمان کے بعد آسمان۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی آپ ان پر چڑھیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہر درجہ کے بعد درجہ اور مرتبہ کے بعد مرتبہ اللہ تعالیٰ کے قرب اور بلندی میں۔ مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "لترکبن طبقا عن طبق" ایک حال کے بعد دوسرا حال۔ کہا یہ تمہارے نبی ہیں اور کہا گیا ہے اس سے آسمان کو مراد لیا ہے جو ایک رنگ کے بعد دوسرا رنگ تبدیل کرتا ہے۔ پس کبھی سرخ چمڑے کی طرح ہوتا ہے اور کبھی زیتون کے پتلے تیل کی طرح (یا پگھلی ہوئی دھاتوں کی طرح) پھر ایک مرتبہ بادلوں سے چھٹ جاتا ہے اور دوسری مرتبہ بادلوں میں لپٹ جاتا ہے اور دیگر حضرات نے باء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اس لیے کہ معنی لوگوں کے زیادہ مشابہہ اس لیے کہ اس سے پہلے ذکر کیا گیا ہے "فاما من اوتی کتابه بيمينه و شماله" اور اس کے بعد ذکر کیا "فمالهم لا یؤمنون" اور مراد یہ ہے کہ تم ایک حال کے بعد دوسری حالت اور ایک امر کے بعد دوسرے امر پر سوار ہوگے قیامت کے موقف میں۔ یعنی احوال جو ان پر پلٹیں گے تو وہ آخرت میں اس حال کے علاوہ پر ہوں گے جس پر وہ دُنیا میں تھے اور "عن" "بعد کے معنی میں ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی موت پھر زندگی پھر موت پھر زندگی اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کبھی فقیر اور کبھی مالدار۔ عمرو بن دینار نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے یعنی سختیاں اور ہولناکیاں، موت پھر اُٹھنا پھر پیش ہونا اور عکرمہ رحمہ اللہ ایک حالت کے بعد دوسری حالت دودھ پیتا بچہ پھر دودھ کا چھڑوانا پھر لڑکپن، پھر جوان، پھر بوڑھا اور ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں اور احوال پر سوار ہوگے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کی پیروی کروگے بالشت بالشت کے ساتھ اور گز گز کے ساتھ۔ حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم ان کے پیچھے جاؤ گے، کہا گیا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہود و نصاریٰ؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا تو اور کون۔

⑳ "فمالهم لایؤمنون" یہ استفہام انکار کا ہے۔ ㉑ "واذا قرئ علیهم القرآن لایسجدون" کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ "اقرأ باسم ربک" اور "اذا السماء انشقت" میں سجدہ کیا۔

ابورافع سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عتمہ (عشاء) کی نماز پڑھی تو انہوں نے "اذا السماء انشقت" پڑھی تو سجدہ کیا۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے اس پر ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ

کیا۔ پس میں ہمیشہ اس میں سجدہ کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میں ان کو جالوں۔ ㉒ "بل الذین کفروا یکذبون" قرآن اور بعث کو۔ ㉓ "واللہ اعلم بما یوعون" ان کے سینوں میں تکذیب سے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ چھپاتے ہیں۔ (㉔۔㉕)

......"فبشرھم بعذاب الیم. الا الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات لھم اجر غیر ممنون" نہ ختم ہوگا اور نہ کم ہوگا۔

سُوْرَةُ الْبُرُوْج

مکی ہے اور اس کی بائیس (۲۲) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ① وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ② وَشَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ③ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ④

ترجمہ: قسم ہے برجوں والے آسمان کی (مراد برجوں سے بڑے بڑے ستارے ہیں) اور (قسم ہے) وعدے کئے ہوئے دن کی اور حاضر ہونے والے کی اور (قسم ہے) اس (دن) کی جس میں (لوگوں کی) حاضری ہوتی ہے کہ خندق والے۔

تفسیر: ① "والسماء ذات البروج. ② والیوم الموعود" وہ قیامت کا دن ہے۔

وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ اور وَشَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ کی تفسیر میں مختلف اقوال

③ "وشاھد و مشھود" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الیوم الموعود" قیامت کا دن ہے اور "الیوم المشھود" عرفہ کا دن ہے اور شاہد جمعہ کا دن ہے اور سورج اس جمعہ کے دن سے افضل دن پر نہ طلوع ہوتا ہے اور نہ ہی غروب ہوتا ہے اس میں ایک گھڑی اس میں بندہ نہیں موافقت کرتا کہ اللہ تعالیٰ سے اس میں خیر کی دُعا کررہا ہو مگر اللہ تعالیٰ اس کی دُعا قبول کرلیتے ہیں اور نہ کسی چیز سے پناہ مانگتا ہے مگر اس کو پناہ دے دیتے ہیں اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اکثر حضرات کا قول یہ ہے کہ شاہد ہر جمعہ کا دن اور مشہود عرفہ کا دن اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ شاہد جمعہ کا دن اور مشہود یوم نحر ہے۔ سعید بن مسیب کا قول ہے کہ شاہد سے مراد یوم ترویہ اور مشہود سے مراد یوم عرفہ ہے۔

ابن نجیح مجاہد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ شاہد سے مراد آدم اور مشہود سے مراد قیامت کا دن ہے۔ یوسف بن مہران رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ شاہد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اللہ نے فرمایا ہے "وجئنا بک علٰی ھٰؤلاء شھیدا" اور مشہود سے مراد روزِ قیامت ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے: "ذٰلک یوم مجموع لہ النّاس وذٰلک یوم مشھود" اس قول پر تکرار لازم آئے گی۔ یوم موعود اور یوم مشہود دونوں ایک ہی ہوں گے۔ بعض لوگوں نے کہا: شاہد اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے ہیں اور مشہود آدمی ہے۔ حسین بن فضل نے کہا: شاہد سے مراد ہے یہ اُمت اور مشہود سے مراد

ہیں باقی اقوام۔ اللہ نے فرمایا ہے:"لتکونوا شھداء علی النّاس" سالم بن عبداللہ نے سعید بن جبیر سے اس آیت کی مراد پوچھی تو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: شاہد اللہ ہے اور مشہود ہم ہیں۔ آیت:"کفٰی باللّٰہ شھیدًا" سے اس پر روشنی پڑتی ہے۔ بعض نے کہا: اعضاء انسانی شاہد ہیں، اللہ نے فرمایا:"یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم" بعض کے نزدیک شاہد انبیاء ہیں اور مشہود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اللہ نے فرمایا:"واذ اخذ اللّٰہ میثاق النّبیین ...... فاشھدوا انا معکم من الشّٰھدین" میں کہتا ہوں اگر آیت کی تفسیر میں کسی حدیث کا ورود صحیح طور پر ثابت ہو جائے تو بس وہی تفسیر معین ہے ورنہ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں بلکہ شاہد سے ہر شاہد بالحق اور مشہود سے ہر مشہود بالحق مراد ہوگا، کوئی ہو۔ اللہ نے فرمایا:"شھد اللّٰہ انہ لا الٰہ الاّ ھو والملٰئکۃ واولوا العلم" پس شاہد اللہ بھی ہے، ملائکہ بھی، اعمال نامے لکھنے والے فرشتے بھی، انبیاء بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ تمام مؤمن خصوصاً اُمت محمدیہ بھی اور اس اُمت میں سے خصوصیت کے ساتھ علماء بھی اور وہ لوگ بھی جو مقدمات کے فیصلے کرنے اور حدود قائم کرنے کے لیے سچی شہادت دیتے ہیں اور مشہود ہے کلمہ توحید، انبیاء کی صداقت اور تبلیغ رسالت، انسان کے اعمال اور ہر کلمہ حق جو کسی سچے شاہد نے کہا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گواہوں کی عزت کرو، اللہ انہی کے ذریعے سے حقوق کو برآمد کرتا اور مظالم کو دفع فرماتا ہے۔ (رواہ الخطیب وابن عساکر بسند ضعیف عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

اصحاب الاخدود کون لوگ تھے اور ان کا تفصیلی واقعہ

④ قتل"اصحاب الاخدود" ملعون تھے، خندقوں والے یعنی آگ والے۔ حضرت صہیب راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ اقوام میں یمن میں ایک بادشاہ تھا۔ اس کے پاس ایک جادوگر تھا، جادوگر جب بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا: میں تو بوڑھا ہو گیا اس لیے کوئی لڑکا میرے پاس بھیج دیجئے کہ میں اس کو سحر سکھا دوں۔ بادشاہ نے ایک لڑکا اس کے پاس جادو سیکھنے کے لیے بھیج دیا۔ لڑکے کے راستہ میں ایک درویش پڑتا تھا۔ لڑکا درویش کے پاس جاتا تھا اور اس کی باتیں سنتا تھا تو اس کی باتیں اس کو پسند آجاتی تھیں۔ چنانچہ جادوگر کے پاس جانے میں درویش کے پاس راستہ میں بیٹھ جانے کی وجہ سے دیر ہو جاتی تھی۔ ساحر اس کو مارتا تھا اور جادوگر کے پاس سے واپسی میں بھی لڑکا اس درویش کے پاس بیٹھ جاتا اور اس کی باتیں سنتا تھا، اس لیے گھر پہنچنے میں بھی دیر ہو جاتی تھی۔ گھر والے بھی اس کو مارتے تھے۔ لڑکے نے درویش سے اس بات کی شکایت کی۔ درویش نے کہا: جب تم جادوگر کے پاس پہنچا کرو تو اس سے کہہ دیا کرو کہ مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا، اس لیے دیر ہو گئی اور گھر پہنچا کرو تو گھر والوں سے کہہ دیا کرو کہ مجھے جادوگر نے روک لیا تھا، اس لیے دیر ہو گئی۔

غرض لڑکا اسی طرح کرتا رہا۔ (ایک روز) جب راستہ میں جا رہا تھا تو دیکھتا کیا ہے کہ ایک بڑے جانور (درندہ) نے لوگوں کا راستہ روک رکھا ہے، لڑکا کہنے لگا: آج میں آزمائش کروں گا کہ درویش افضل ہے یا جادوگر؟ یہ سوچ کر پتھر لے کر کہنے لگا: اے

خدا! اگر درویش کا معاملہ جادوگر کے معاملہ سے تجھے زیادہ محبوب ہے تو اس جانور کو قتل کردے تاکہ لوگ راستہ پر چلنے لگیں۔ یہ دُعا کر کے لڑکے نے پتھر مارا اور جانور مرگیا۔ لوگ راستہ چلنے لگے اور لڑکے نے جا کر درویش سے یہ بات کہہ دی۔ درویش نے کہا: بیٹے اب تو مجھ سے افضل ہے، تیرا معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے جیسا تو دیکھ رہا ہے۔ عنقریب تو مصائب میں مبتلا ہوگا۔ مصائب میں مبتلا ہو کر کہیں میرا نام نہ بتا دینا۔

اس کے بعد وہ لڑکا مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کا اور لوگوں کے امراض کا (کامیاب) علاج کرنے لگا۔ ایک بار بادشاہ کے کسی ہم نشین نے لڑکے کی یہ شہرت سن لی، وہ نابینا ہوگیا تھا۔ لڑکے کے پاس بہت سے تحفے لے کر پہنچا اور کہا اگر تو مجھے اچھا کردے گا تو یہ سب تحفے تیرے لیے ہیں۔ لڑکے نے کہا: میں شفا کسی کو نہیں دیتا، اللہ شفا دیتا ہے اگر تو اللہ کو اور اللہ سے دُعا کرنے کو مان لے گا تو اللہ تجھے شفا عطاء فرمادے گا۔ وہ ایمان لے آیا، اللہ نے اُس کو شفا دے دی۔ وہ (بینا ہو کر) بادشاہ کے پاس پہنچا اور (نابینا ہونے سے پہلے) جیسا بیٹھتا تھا جا کر بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا، یہ بینائی کیسے لوٹ آئی؟ ہم نشین نے کہا میرے مالک نے لوٹا دی۔

بادشاہ نے کہا: کیا تیرا کوئی مالک میرے علاوہ اور بھی ہے؟ ہم نشین نے کہا: وہ میرا بھی رب ہے اور تیرا بھی۔ بادشاہ نے اس کو قید کردیا اور برابر دُکھ دیتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے لڑکے کا پتہ بتلا دیا۔ لڑکے کو لایا گیا، بادشاہ نے اس سے کہا: میرے بیٹے! تیرے سحر کی حالت اب اس حد تک پہنچ گئی کہ مادرزاد نابینا اور کوڑھی کو اچھا کرنے لگا۔ لڑکے نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا، اللہ ہی شفا دیتا ہے۔ بادشاہ نے اس کو بھی گرفتار کرلیا اور اتنا دُکھ دیا کہ بالآخر اس نے درویش کا پتہ بتا دیا۔ درویش کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا اپنے مذہب سے باز آ۔ درویش نے انکار کردیا۔ بادشاہ نے اس کے وسط سر پر آرہ رکھوا کر دو ٹکڑا کرا دیا۔ پھر لڑکے کو بلوایا گیا اور کہا: اب بھی اپنے دین سے باز آ جا۔ لڑکے نے انکار کیا۔ بادشاہ نے اپنے چند آدمیوں کو بلوا کر حکم دیا اس لڑکے کو فلاں فلاں پہاڑ کے اوپر لے جاؤ اور چوٹی پر پہنچ کر اگر یہ اپنا دین ترک کردے تو خیر! ورنہ اس کو نیچے پھینک دو۔ لوگ اس کو پہاڑ پر لے گئے۔ لڑکے نے دُعا کی: الٰہی! مجھے ان کے شر سے بچا، جس طرح تو چاہے۔ یک دم پہاڑ میں زلزلہ آ گیا، سب گر گئے، لڑکا پھر چلتا چلتا بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا تیرے ساتھیوں کا کیا ہوا؟ لڑکے نے کہا: اللہ نے مجھے اُن سے بچالیا۔ بادشاہ نے پھر لڑکے کو چند آدمیوں کے حوالے کر کے حکم دیا اس کو لے جا کر کشتی میں بٹھا کر سمندر میں لے جاؤ۔ اگر یہ اپنے مذہب سے توبہ کرلے تو خیر! ورنہ سمندر میں پھینک دو۔

لوگ لڑکے کو لے گئے۔ لڑکے نے دُعا کی الٰہی! جس طرح تو چاہے مجھے ان سے بچالے (طوفان کی وجہ سے) کشتی اُلٹ گئی، سب ڈوب گئے اور لڑکا چلتا چلتا پھر بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے ساتھ والوں کی کیفیت دریافت کی۔ لڑکے نے کہا: اللہ نے مجھے ان سے بچالیا (ان کو ڈبو دیا) پھر کہنے لگا: جب تک میرے کہنے کے موافق تو عمل نہیں کرے گا مجھ کو قتل نہیں کرسکتا۔ بادشاہ نے پوچھا: وہ کیا بات ہے؟ لڑکے نے کہا: ایک میدان میں لوگوں کو جمع کر اور مجھے کسی لکڑی کے ستون سے

باندھ کر لٹکا دو پھر میری ترکش سے ایک تیر لے کر کمان کے چلے میں رکھ کر ”بسم اللہ رب الغلام“ کہہ کر تیر مجھ پر چھوڑ دو اگر ایسا کرو گے تو مجھے قتل کر سکو گے۔ حسب مشورہ بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا۔ لڑکے کو لکڑی کے تنے سے باندھ کر لٹکا دیا اور اس کی ترکش سے ایک تیر لے کر کمان کے چلہ میں رکھ کر ”بسم اللہ رب الغلام“ کہہ کر مارا۔ فوراً لڑکے کی کنپٹی میں پیوست ہو گیا اور لڑکا مر گیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے تین بار کہا: ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ کچھ آدمیوں نے بادشاہ سے جا کر کہا: دیکھئے! جس بات کا آپ کو اندیشہ تھا وہی واقع ہو گئی۔ سب لوگ لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے۔

بادشاہ نے کوچوں کے دہانوں پر خندق کھودنے کا حکم دیا۔ خندقیں کھود دی گئیں تو ان میں لکڑیاں بھر کر آگ لگا دی اور حکم دے دیا کہ جو شخص اپنے مذہب سے نہ پھرے، اُس کو خندق میں ڈال دو۔ لوگ حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ آخر ایک عورت بھی آئی جس کے پاس چھوٹا بچہ تھا، عورت خندق میں گرنے سے جھجکی لیکن بچہ نے کہا: اماں ثابت قدم رہ! بلاشبہ تو حق پر ہے۔ (صحیح مسلم)

عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے ایسا ہی قصہ نقل کیا ہے۔ جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ بھی بیان کیا کہ نجران (علاقہ یمن) میں حمیری بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا جس کا نام یوسف ذونواس بن شرحبیل تھا۔ یہ واقعہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارک سے ستر سال پہلے کا ہے، اس زمانہ میں کوئی نبی نہ تھا اور اس لڑکے کا نام عبداللہ بن تامر تھا۔ محمد بن اسحٰق نے وہب بن منبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ذونواس نے بارہ ہزار آدمی جلا دیئے۔ پھر ارباط (حبشی) نے یمن فتح کر لیا اور ذونواس بھاگ کر مع گھوڑے کے سمندر میں گھس گیا اور ڈوب گیا۔ کلبی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ذونواس نے عبداللہ بن تامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا تھا۔

محمد بن عبداللہ بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کوئی نہر کھودی گئی تھی تو دیکھا گیا کہ سر کے زخم پر عبداللہ بن تامر (شہید) ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ جب ہاتھ کو زخم سے ہٹایا جاتا تو خون ابل پڑتا تھا اور جب ہاتھ کو چھوڑ دیا جاتا تھا تو ہاتھ لوٹ کر اپنی جگہ پہنچ جاتا تھا اور لوہے کی ایک مہر بھی عبداللہ کی انگلی میں پڑی تھی جس میں ”ربی اللہ“ لکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھ بھیجا کہ عبد (یعنی عبداللہ) اور اس کی انگوٹھی کو اسی حالت پر رہنے دو جس حالت میں تم نے اس کو پایا ہے۔ اس کے بعد اور واقعات بھی امام بغوی نے ذکر کیے ہیں جن کا ذکر ماقبل سورۃ یٰسین میں کر دیا گیا ہے۔ ”اصحاب الاخدود“ کے متعلق کچھ دوسری روایات بھی آئی ہیں لیکن قوت میں مسلم کی روایت کے ہم پلہ کوئی نہیں۔ اس لیے ناقابل التفات ہیں۔

النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ

يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ⑩ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ. ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ⑪

ترجمہ یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اس (آگ) کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ (ظلم وستم) کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے اور ان کافروں نے مسلمانوں میں کوئی عیب نہیں پایا بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور سزاوار حمد ہے۔ ایسا کہ اس کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی اور آگے ظالموں کے لئے عام وعید ہے اور مظلوموں کے لئے عام وعدہ ہے) اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور (جہنم میں بالخصوص) ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے (آگے مؤمنین کے حق میں جن میں مظلومین بھی آ گئے ارشاد ہے کہ) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے (بہشت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔

تفسیر ⑤ "النار ذات الوقود" بھڑکتی ہوئی۔ یہ آگ کی صفت ہے کہ کثرت التہاب کی وجہ سے آگ کی بڑائی کو ظاہر کر رہی ہے۔ الف لام جنسی ہے۔

ربیع بن انس کا قول ہے جن مؤمنوں کو آگ میں پھینکا گیا تھا۔ آگ کے مس کرنے سے پہلے ہی اللہ نے ان کی روحوں کو قبض کر لیا تھا اور اس طرح (جلنے سے) ان کو محفوظ رکھا تھا اور خندق کے کناروں پر بیٹھے ہوئے کافروں کو آگ کے شعلوں نے خندق سے نکل کر جلا دیا تھا۔

⑥ "اذھم علیھا قعود" یعنی جب خندقوں کے کناروں کے پاس کرسیوں پر وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ (مجاہد)

⑦ "وھم علی مایفعلون بالمؤمنین شھود" اور وہ مسلمانوں کے عذاب کو دیکھ رہے تھے یعنی ان کی غفلت کی حالت میں مؤمنوں پر یہ عذاب نہیں ہو رہا تھا یا یہ مطلب ہے کہ بادشاہ کے پاس جا کر شہادت دے رہے تھے کہ فلاں فلاں شخص کے متعلق جو ڈیوٹی کی گئی تھی اس میں کوتاہی اس نے نہیں کی، یا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے دن جبکہ ان کی زبانیں اور ہاتھ، پاؤں شہادت دیں گے وہ خود مؤمنوں کو عذاب دینے کے شاہد ہوں گے۔

⑧ "وما نقموا منھم الا ان یؤمنوا باللہ" یعنی کافروں کو مؤمنوں کی طرف سے سوائے اس کے اور کوئی ناگواری نہ تھی کہ مؤمنوں کا ایمان اللہ پر تھا۔ "ان یؤمنوا نقموا" کا مفعول ہے اور چونکہ "نقموا" ماضی ہے اس لیے "یؤمنوا" (مضارع) بھی ماضی کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مؤمنوں کی طرف سے کسی کمال، شرف اور ذاتی محاسن کا کوئی ایسا مظاہرہ نہ تھا جس کو کافروں نے اپنی جہالت اور بدبختی کی وجہ سے مذکورہ عذاب کا موجب قرار دیا ہو بلکہ (مؤمنوں کی بری بات بس یہ تھی کہ) وہ اللہ

پر ایمان لے آئے تھے۔ "العزیز" ایسا غالب جو اتنا با اقتدار ہے کہ اس کے عذاب کا اندیشہ کیا جاتا ہے۔ "الحمید" ایسا مستحق حمد محسن کہ اس سے ثواب کی اُمید کی جاتی ہے۔

⑨ (الذی له ملک السموات والارض والله علی کل شیء) ان کے تمام افعال میں (شھید) گواہیں۔

⑩ "ان الذین فتنوا" جن کو عذاب دیا گیا اور جن کو جلایا گیا۔ "المؤمنین والمؤمنات" جیسا کہ کہا جاتا ہے "فتنت الشیء" جب اس کو جلایا جائے۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے "یومھم علی النار یفتنون"...... "ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم" عذاب جہنم سے مراد ان کا کفر "ولھم عذاب الحریق" مؤمنین کو جلایا گیا۔ بعض نے کہا کہ "ولھم عذاب الحریق" سے مراد دُنیا کا عذاب ہے۔ ان کو دُنیاوی آگ میں جلایا گیا تو اللہ ان کو آخروی آگ میں جلائے گا۔

⑪ پھر ذکر کیا جو مؤمنین کے لیے تیار کیا ہے۔ پس فرمایا "ان الذین امنوا وعملوا الصالحات لھم جنات تجری من تحتھا الانھار ذلک الفوز الکبیر" اور انہوں نے جواب قسم میں اختلاف کیا ہے۔ پس ان میں سے بعض نے کہا ہے اس کا جواب "قتل اصحاب الاخدود" یعنی لقد قتل ہے اور کہا گیا ہے اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ اس کی تقدیر قتل "اصحاب الاخدود والسماء ذات البروج" ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا جواب

اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ ⑫ اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ ⑬ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ⑭ ذُوالْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ⑮ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ⑯ هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ⑰ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ⑱ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ تَکْذِیْبٍ ⑲ وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِیْطٌ ⑳ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ㉑ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ㉒

ترجمہ: آپ کے رب کی دارو گیر بڑی سخت ہے (پس کفار پر سزائے شدید واقع ہونا مستبعد نہیں اور نیز) وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ (قیامت میں بھی پیدا) کرے گا اور وہی بڑا بخشنے والا ہے اور بڑی محبت کرنے والا (اور) عرش کا مالک (اور) عظمت والا ہے وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے یعنی فرعون اور ثمود کا بلکہ یہ کافر (خود قرآن کی) تکذیب میں (لگے) ہیں اور (انجام کار اس کی سزا بھگتیں گے کیونکہ) اللہ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے (قرآن ایسی چیز نہیں جو جھٹلانے کے قابل ہو) بلکہ وہ ایک باعظمت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے۔

تفسیر: ⑫ "ان بطش ربک لشدید" ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں بے شک اس کا عذاب میں پکڑنا جب ظالموں کو پکڑتا ہے۔ البتہ بہت سخت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "ان اخذہ الیم شدید" ہے۔

⑬ "انه هو یبدئ و یعید" یعنی ان کو ابتداء دُنیا میں پیدا کرنے کے ساتھ پھر ان کو زندہ کر کے لوٹائے گا موت کے بعد۔

⑭ "وھو الغفور" مؤمنین کے گناہوں کو۔ "الودود" ان سے محبت کرنے والا ہے اور کہا گیا ہے اس کا معنی مودود محبت

کیا ہوا ہے۔ جیسے حلوب اور رکوب محلوب اور مرکوب کے معنی میں ہوتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ وہ معاف کرتا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے اور کہا گیا ہے اپنے اولیاء سے مغفرت کے ذریعے دوستی کرنے والا ہے۔

⑮ "ذوالعرش المجید" حمزہ اور کسائی نے "المجید" زیر کے ساتھ پڑھا، عرش کی صفت ہونے کی بناء پر یعنی بڑے تخت والا اور کہا گیا ہے اس کا حسن مراد ہے تو اس کو مجد کی صفت کے ساتھ موصوف کیا جیسا کہ اس کو کرم کی صفت کے ساتھ موصوف کرتے ہوئے فرمایا "ربّ العرش الکریم" اور اس کا معنی کمال ہے اور عرش تمام اشیاء میں سے احسن اور اکمل ہے اور دیگر حضرات نے پیش کے ساتھ پڑھا ہے ذوالعرش کی صفت ہونے کی بناء پر۔

⑯ "فعال لما یرید" اس کو وہ چیز عاجز نہیں کر سکتی جس کا وہ ارادہ کرے اور اس سے وہ چیز رُک نہیں سکتی جس کو وہ طلب کرے۔

⑰ اللہ تعالیٰ کا قول "ھل اتاک حدیث الجنود" تحقیق آپ کے پاس ان کافروں کے لشکر کی خبر آ چکی ہے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام پر لشکر کشی کی۔ پھر بیان کیا کہ وہ کون ہیں؟

⑱ تو فرمایا "فرعون و ثمود. ⑲ بل الذین کفروا" آپ علیہ السلام کی قوم میں سے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ...... "فی تکذیب" آپ علیہ السلام اور قرآن کی ان لوگوں کے طریقہ پر ہیں جو ان سے پہلے تھے اور انہوں نے اپنے سے پہلے کفار سے عبرت حاصل نہیں کی۔ ⑳ "واللہ من ورائھم محیط" ان کو جاننے والا ہے اس پر ان کے اعمال میں سے کچھ مخفی نہیں ہے وہ اس پر قادر ہے کہ ان پر وہ اُتارے جو ان سے پہلے لوگوں پر اُتارا۔

㉑ "بل ھو قرآن مجید" معزز مرتبہ والا کثرتِ خیر والا۔ یہ ویسا نہیں ہے جیسا کہ مشرکین نے گمان کیا کہ یہ شعر اور کہانت ہے۔

㉒ "فی لوح محفوظ" نافع نے محفوظ پیش کے ساتھ پڑھا ہے قرآن کی صفت ہونے کی بناء پر کیونکہ قرآن تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" اور دیگر حضرات نے زیر کے ساتھ پڑھا ہے لوح کی صفت ہونے کی بناء پر اور یہ وہ لوح ہے جو لوح محفوظ کے ساتھ مشہور ہے اور یہ اُم الکتاب ہے اور اس سے کتابیں لکھی گئی ہیں شیاطین سے محفوظ ہے اور اس میں کمی وزیادتی ہونے سے بھی محفوظ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ لوح کے شروع میں "لا الٰہ الا اللہ وحدہ، دینہ الاسلام و محمدا عبدہ و رسولہ" لکھا ہوا ہے۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس کے وعدہ کی تصدیق کی اور اس کے رسولوں کی اتباع کی اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ فرمایا اور لوح سفید موتی کی تختی ہے اس کی لمبائی آسمان اور زمین کے درمیان جتنی چوڑائی جو مشرق سے مغرب تک ہے اور اس کے دونوں کنارے موتی اور یاقوت کے اور اس کے دونوں پہلو سرخ یاقوت کے اور اس کا قلم نور ہے اور اس کی کلام قدیم اور ہر چیز اس میں چھپی ہوئی ہے اور کہا گیا ہے اس کا اعلیٰ عرش کے ساتھ بندھا ہوا ہے اور اس کی اصل فرشتے کی گود میں ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوح محفوظ عرش کے دائیں جانب ہے۔

سُوْرَۃُ الطَّارِق

مکی ہے اور اس کی سترہ (۱۷) آیات ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۱ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الطَّارِقُ ۲ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۳ اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْھَا حَافِظٌ ۴ فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۵ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۶ یَّخْرُجُ مِنْ م بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۷ اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۸ یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ ۹

ترجمہ قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے وہ روشن ستارہ ہے کوئی شخص ایسا نہیں جس پر (اعمال کا) کوئی یاد رکھنے والا (فرشتہ) مقرر نہ ہو (جب یہ بات ہے) تو انسان کو (قیامت کی فکر چاہئے اور) دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پشت اور سینہ (یعنی تمام بدن) کے درمیان سے نکلتا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ (وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے (اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اس روز ہوگا) جس روز سب کی قلعی کھل جاوے گی۔

تفسیر ۱ "والسمآء والطارق" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان کو تحفہ میں روٹی اور دودھ دیا تو وہ بیٹھے کھا رہے تھے کہ اچانک ستارہ ٹوٹ کر گرا پھر پانی سے بھر گیا، پھر آگ تو ابوطالب گھبرا گئے اور کہا یہ کیا چیز ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ستارہ ہے جس کے ذریعے مارا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے تو ابوطالب کو تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "والسماء والطارق" اور یہ قسم ہے اور الطارق وہ ستارہ جو رات کو ظاہر ہوتا ہے اور جو تیرے پاس رات کو آئے تو وہ بھی طارق ہے۔

۲ "وما ادراک ماالطارق"

۳ پھر اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا "النجم الثاقب" یعنی روشن چمکدار۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں روشن۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے ثریا مراد ہے اور عرب اس کا نام نجم رکھتے ہیں اور کہا گیا ہے وہ زحل ہے، اس کے ساتھ نام رکھا گیا اس کے بلند ہونے کی وجہ سے۔ عرب پرندے کو کہتے ہیں جب وہ بلندی میں آسمان کو چھولے "قد ثقب"

۴ "ان کلّ نفس" قسم کا جواب ہے۔ "لمّا علیھا حافظ" ابوجعفر، ابن عامر، عاصم اور حمزہ رحمہم اللہ نے "لمّا" تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ وہ مراد لیتے ہیں کہ نہیں ہے کوئی نفس مگر اس پر حافظ ہے اور وہ یہ ہذیل کی لغت ہے وہ "لمّا" کو "الاّ" کے مرتبہ میں کرتے ہیں وہ کہتے ہیں "نشدتک اللہ لما قمت" یعنی "الاّ قمت" اور دیگر حضرات نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے انہوں نے

31

(ما) کو صلہ بنایا ہے اس کا مجاز "ان کلّ نفس علیھا حافظ" ہے۔ آیت کی تاویل یہ ہے کہ ہر نفس پر اس کے رب کی طرف سے نگران ہے جو اس کے اعمال کی نگرانی کرتا ہے اور جو وہ شر و خیر کا کسب کرتا ہے اس کو لکھتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ فرشتوں میں سے حفاظت کرنے والے ہیں اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حافظ ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے قول و عمل کی بھی حتیٰ کہ اس کا دفاع کرتا ہے اور اس کو تقدیر کے سپرد کرتا ہے۔ پھر اس سے ہٹ جاتا ہے۔

❺ "فلینظر الانسان ممّ خلق" یعنی پس چاہیے کہ غور و فکر کرے کہ کس چیز سے اس کو اس کے رب نے پیدا کیا ہے۔ یعنی چاہیے کہ وہ غور و فکر کرنے والے کی طرح نظر کرے۔

❻ پھر بیان کرتے ہوئے فرمایا "خلق من ماء دافق" یعنی اللہ تعالیٰ کا قول "عیشة راضیة" ہے اور دفق بہانا اور آدمی اور عورت کا پانی مراد ہے اس لیے کہ بچہ ان دونوں سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو ایک بنایا ہے ان دونوں کے باہم مل جانے کی وجہ سے۔

❼ "یخرج من بین الصلب والترائب" یعنی آدمی کی پیٹھ اور عورت کے ترائب سے اور ترائب تربیت کی جمع ہے اور وہ سینہ اور نحر کی ہڈیاں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ سینہ میں ہار باندھنے کی جگہ ہے اور والبی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے عورت کے دونوں پستانوں کے درمیان اور قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا نحر اور ابن زید رحمہ اللہ نے فرمایا ہے سینہ۔

❽ "انّه علی رجعه لقادر" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نطفہ کو ذکر (شرمگاہ) میں لوٹانے پر اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں پانی کو اس پشت میں لوٹانے پر جس سے وہ نکلا ہے اور ضحاک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ انسان کو پانی بنا کر لوٹانے پر قادر ہے جیسا کہ اس سے پہلے تھا اور مقاتل بن حیان فرماتے ہیں۔ اگر میں چاہوں تو اس کو بڑھاپے سے جوانی کی طرف لوٹا دوں اور جوانی سے بچپن کی طرف اور بچپن سے نطفہ کی طرف اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اس پانی کے روکنے پر قادر ہے حتیٰ کہ وہ نہ نکل سکے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اُٹھانے اور اس کی موت کے بعد لوٹانے پر قادر ہے اور تمام اقوال میں اولیٰ ہے۔

❾ "یوم تبلی السرائر" اور یہ قیامت کا دن ہے کہ مخفی چیزیں ظاہر کی جائیں گی۔ قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں امتحان لیا جائے گا۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں "السراء" فرض اعمال جیسے نماز، روزہ، وضو، جنابت سے غسل کرنا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اور بندہ کے درمیان راز ہیں۔ پس اگر چاہے بندہ تو کہے میں نے روزہ رکھا حالانکہ اس نے روزہ نہیں رکھا اور میں نے نماز پڑھی حالانکہ اس نے نماز نہیں پڑھی۔

اور میں نے غسل کیا حالانکہ اس نے غسل نہ کیا ہو۔ پس وہ آزمایا جائے گا حتیٰ کہ وہ ظاہر کردے گا کہ اس نے اس کو ادا کیا اور کس نے اس کو ضائع کردیا۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں میں قیامت کے دن ہر راز ہوگا۔ پس وہ کئی چہروں پر زینت ہوگا اور کئی چہروں پر عیب۔ یعنی جس نے ان کو ادا کیا تو اس کا چہرہ چمکدار روشن ہوگا اور جس نے ان کو ضائع کیا تو اس کا چہرہ غبار آلود ہوگا۔

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ⑩ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ⑪ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ⑫ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ⑬ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ⑭ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ⑮ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ⑯ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ⑰

ترجمہ پھر اس انسان کو نہ تو خود (مدافعت کی) قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے اور زمین کی جو (بیج نکلتے وقت) پھٹ جاتی ہے (آگے جواب قسم ہے) کہ یہ قرآن (حق و باطل میں ایک فیصلہ کردینے والا کلام ہے کوئی لغو چیز نہیں ہے (ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ) یہ لوگ (نفی حق کے لئے) طرح طرح کی تدبیریں کررہے ہیں اور میں بھی (ان کی ناکامی اور عقوبت کے لئے) طرح طرح کی تدبیریں کررہا ہوں تو آپ ان کافروں (کی مخالفت) کو یونہی رہنے دیجئے (اور زیادہ نہیں بلکہ) تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے۔

تفسیر ⑩ "فماله من قوّة ولا ناصر" یعنی اس انسان کے لیے جو بعث کا انکار کرنے والا ہے، کوئی ایسی قوت نہیں ہے جو اس کو اللہ کے عذاب سے بچادے اور نہ کوئی مددگار ہے جو اس کی اللہ تعالیٰ سے مدد کرے۔

⑪ پھر دوسری قسم ذکر کرتے ہوئے فرمایا "والسماء ذات الرجع" یعنی بارش والا، اس لیے کہ وہ سال لوٹتی ہے اور اس کا تکرار ہوتا ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ بادل ہیں جو بارش کے ساتھ لوٹتے ہیں۔

⑫ "والارض ذات الصدع" یعنی نباتات درختوں اور نہروں سے پھاڑی گئی ہے۔

⑬ اور جواب قسم اللہ تعالیٰ کا قول "انه" ہے یعنی قرآن "لقول فصل" حق جو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرتا ہے۔

⑭ "وما هو بالهزل" لعب و باطل۔ ⑮ پھر مشرکین کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا "انهم يكيدون كيدا" وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرتے ہیں اور اس کا خلاف ظاہر کرتے ہیں جس پر وہ ہیں۔

⑯ "واكيد كيدا" اور اللہ کا کید و تدبیر ان کو ڈھیل دینا ہے۔ ایسی جگہ سے کہ وہ یہ نہیں جانتے۔

⑰ "فمهل الكافرين" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کو وعید ہے۔ "امهلهم رويدا" تھوڑی سی اور "مهل" اور "أمهل" کا معنی آپ انتظار کریں اور جلدی نہ کریں۔ پھر ان کو بدر کے دن پکڑا اور "امهال" کو آیت سیف کے ذریعے منسوخ کردیا۔

سُوْرَةُ الْاَعْلٰی

مکی ہے اور اس کی انیس (۱۹) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی ① الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ② وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ③ وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ④

ترجمہ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (اور جو مومن آپ کے ساتھ ہیں) اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے جس نے (ہر شے کو) بنایا پھر اس کو ٹھیک بنایا اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی اور جس نے (زمین سے) چارا نکالا۔

تفسیر ① "سبّح اسم ربّک الاعلیٰ" یعنی آپ سبحان ربی الاعلیٰ کہیں اور اسی طرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت گئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔ "سبّح اسم ربّک الاعلیٰ" پھر کہا "سبحان ربّی الاعلیٰ" اور ایک قوم نے کہا ہے اپنے "ربّ اعلیٰ" کی پاکی بیان کریں اس سے جو ملحدین بیان کرتے ہیں اور انہوں نے اسم کو صلہ بنایا ہے اور اس سے وہ استدلال کرتے ہیں جو اسم اور مسمّی کو ایک قرار دیتے ہیں مگر کوئی شخص یوں نہیں کہتا "سبحان اسم اللّٰہ و سبحان اسم ربّنا" سب یوں کہتے ہیں "سبحان اللّٰہ و سبحان ربّنا" اور یہ "سبّح اسم ربّک" کا معنی ہے اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ اپنے رب کے نام کی پاکی بیان کر۔ بایں طور کہ تو اس کا تذکرہ اس حال میں کر کہ تو اس کی تعظیم کرنے والا ہو اور اس کے ذکر کا احترام کرنے والوں کو اور انہوں نے اسم کو تسمیہ کے معنی میں قرار دیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "سبّح" یعنی اپنے رب اعلیٰ کے حکم سے نماز پڑھیں۔

② "الّذی خلق فسوّیٰ" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر ذی روح کو پیدا کیا۔ پس ان کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں اور دونوں آنکھیں ٹھیک بنائیں۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں انسان کو سیدھا پیدا کیا اور "سوّیٰ" کا معنی اس کی قامت کو سیدھا کیا۔

③ "والّذی قدّر فهدیٰ" کسائی رحمہ اللہ نے "قدر" دال کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے اس کو شد دی ہے اور یہ دونوں ایک معنی میں ہیں اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں انسان کی رہنمائی کی خیر و شر اور سعادت و شقاوت کے راستہ کی طرف اور چوپایوں کی رہنمائی کی ان کے چرنے کی جگہوں و چیزوں کی طرف اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر چیز کے لیے اس کے چلنے کی جگہ مقرر کی، پھر اس کی رہنمائی کی۔ اس کو معرفت دی کہ مذکر، مؤنث کے پاس کیسے آئے اور کہا گیا ہے کہ رزق کو

مقدر کیا، پھر رہنمائی کی رزق اور معاش کمانے کی طرف۔ اور کہا گیا ہے اشیاء میں منافع پیدا کیے اور انسان کی رہنمائی کی ان سے نفع نکالنے کے طریقوں کی طرف اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بچہ کے رحم میں رہنے کی مدت متعین کی۔ پھر اس کی رحم سے نکلنے کے لیے رہنمائی کی۔ واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان پر سعادت وشقاوت۔ کو مقدر کیا، پھر دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کے لیے اس پر چلنے کے راستے آسان کیے جن پر ان کی تقدیر بتائی گئی۔

4 "والذی اخرج المرعی" گھاس، پھوس اور جو مویشی چرتے ہیں وہ اُگایا سبز، زرد، سرخ اور سفید میں سے۔

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی 5 سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی 6 اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۔ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی 7 وَنُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰی 8 فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی 9 سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰی 10 وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی 11 الَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْكُبْرٰی 12 ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی 13 قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی 14

ترجمہ: پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا (اس قرآن کی نسبت ہم وعدہ کرتے ہیں کہ) ہم (جتنا) قرآن (نازل کرتے جاویں) آپ کو پڑھا دیا کریں گے (یعنی یاد کرا دیا کریں گے) پھر آپ (اس میں سے کوئی جز) نہیں بھولیں گے مگر جس قدر (بھلانا) اللہ کو منظور ہو کہ نسخ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے وہ ظاہر اور مخفی کو جانتا ہے اور (اسی طرح) ہم اس آسان شریعت کے لئے آپ کو سہولت دیں گے (یعنی سمجھنا بھی آسان ہوگا اور عمل بھی آسان ہوگا) تو آپ نصیحت کیا کیجئے اگر نصیحت کرنا مفید ہو وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو (خدا سے) ڈرتا ہے اور جو شخص بدنصیب ہو وہ اس سے گریز کرتا ہے جو (آخرکار) بڑی آگ میں (یعنی آتش دوزخ میں) داخل ہوگا پھر نہ اس میں مر ہی جاوے گا اور نہ (آرام کی زندگی) جئے گا بامراد ہوا جو شخص (قرآن سن کر خبائث عقائد واخلاق سے) سے پاک ہوگیا۔

تفسیر: 5 "فجعله" سرسبزی کے بعد۔ "غثاء" خشک ٹوٹا ہوا اس جھاگ کی طرح جس کو تو سیلاب کے اوپر دیکھتا ہے۔ "احوی" سیاہ سرسبز ہونے کے بعد کیوں کہ گھاس جب خشک ہو جائے تو سیاہ ہو جاتا ہے۔

6 "سنقرئک" عنقریب ہم آپ کو جبرئیل علیہ السلام کے آپ قراءت کرنے کا علم دیں گے۔ "فلا تنسٰی،

7 الا ماشاء اللّٰہ" کہ آپ اس کو بھول جائیں اور جس کی اللہ تعالیٰ قرآن میں سے تلاوت منسوخ کر دیں۔ جیسا کہ فرمایا "ما ننسخ من آیة او ننسها" اور بھلا دینا بھی نسخ کی ایک قسم ہے اور مجاہد اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جب آپ علیہ السلام پر جبرئیل علیہ السلام قرآن لے کر اُترتے تو وہ آیت کے آخر سے فارغ نہ ہوتے تھے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اوّل کا تکلم شروع کر دیتے تھے اس خوف سے کہ اس کو بھول جائیں تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "سنقرئک فلا تنسٰی" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد کوئی چیز نہیں بھولے۔ "انه یعلم الجهر" قول اور فعل میں سے۔ "وما یخفٰی" ان دونوں سے اور معنی یہ ہے کہ وہ پوشیدہ اور علانیہ کو جانتا ہے۔

⑧ "ویسرک للیسریٰ" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم آپ پر جنت کے عمل کو آسان کردیں گے اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کا معنی ہے کہ ہم آپ کو آسانی دیں گے اس بات کی کہ آپ خیر کے کام کریں اور "یُسریٰ" خیر کے کام اور کہا گیا ہے کہ ہم آپ کو شریعت "یُسریٰ" کی توفیق دیں گے اور وہ حنیفیہ سمحہ ہے اور کہا گیا ہے وہ پہلی کلام کے ساتھ متصل ہے اس کا معنی بے شک وہ جہر کو جانتا ہے ان میں سے جو آپ علیہ السلام جبرئیل علیہ السلام پر پڑھتے ہیں جب وہ تلاوت سے فارغ ہوتے ہیں اور مخفی کو جو آپ اپنے دل میں پڑھتے ہیں بھولنے کے خوف سے۔ پھر وعدہ کرتے ہوئے فرمایا "ونیسّرک للیسریٰ" یعنی ہم آپ علیہ السلام پر وحی کو آسان کردیں گے حتیٰ کہ آپ علیہ السلام اس کو یاد کریں گے اور جان لیں گے۔

⑨ "فذکر" قرآن کے ذریعے نصیحت کریں۔ "ان نفعت الذکریٰ" وعظ و نصیحت۔ اور معنی یہ ہے کہ نفع دے یا نفع نہ دے اور دوسری حالت کو ذکر نہیں کیا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "سرابیل تقیکم الحر" ہے کہ مراد سردی و گرمی دونوں ہیں۔

⑩ "سیذکّر" عنقریب نصیحت حاصل کرے گا۔ "من یخشیٰ" اللہ عزوجل سے۔

⑪ "ویتجنبھا" یعنی نصیحت سے بچتا ہے اور اس سے دور ہوتا ہے۔ "الاشقیٰ" اللہ کے علم میں بدبخت۔

⑫ "الّذی یصلی النار الکبریٰ" بڑی اور ہولناک اس لیے کہ وہ دُنیا کی آگ سے گرمائش میں سخت اور عظیم ہوگی۔

⑬ "ثم لا یموت فیھا" کہ وہ راحت حاصل کرے۔ "ولا یحییٰ" ایسی زندگی جو اس کو نفع دے۔

⑭ "قد افلح من تزکّی" جو شرک سے پاک ہوا اور کہا لا الٰہ الا اللہ۔ یہ عطاء اور عکرمہ رحمہما اللہ کے قول کا معنی ہے اور والبی اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کا عمل صاف ستھرا ہو اور دیگر حضرات نے کہا ہے وہ صدقۃ الفطر ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے قول "قد افلح من تزکّی" کے بارے میں مروی ہے فرماتے ہیں اس نے صدقہ فطر دیا۔

وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ⑮ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ⑯ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ⑰ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ⑱ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ⑲

ترجمہ: اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا (مگر اے منکرو تم آخرت کا سامان نہیں کرتے) بلکہ تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو حالانکہ آخرت (دنیا سے) بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے (اور یہ مضمون صرف قرآن کا ہی دعویٰ نہیں بلکہ) یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ (علیہما السلام) کے صحیفوں میں (پس زیادہ تو موکد ہوا)

تفسیر: ⑮ "وذکر اسم ربّہ فصلّٰی" فرمایا عید کے لیے نکلا اور اس کی نماز پڑھی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے اللہ تعالیٰ ایسے بندہ پر رحم کریں جو صدقہ دے، پھر نماز پڑھے، پھر یہ آیت پڑھتے اور نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب صبح کی نماز پڑھتے یعنی عید کے دن تو فرماتے اے نافع! تو نے صدقہ ادا کردیا۔ پس اگر میں کہتا جی ہاں تو

عیدگاہ کی طرف چل پڑتے اور اگر میں کہتا نہیں تو فرماتے اب ادا کرے کیونکہ یہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

"قد افلح من تزکّی وذکر اسم ربّه فصلّی" اور یہ ابوالعالیہ اور ابن سیرین رحمہما اللہ کا قول ہے اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ میں اس تاویل کی وجہ نہیں جان سکا اس لیے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور مکہ میں عید اور صدقہ فطر کا حکم نہ تھا۔ شیخ امام محی السنہ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ آیت کا نزول حکم سے پہلے ہوا ہے جیسا کہ فرمایا ہے "وانت حلّ بهٰذا البلد" پس سورۃ مکی ہے اور اس حل کا اثر فتح کے دن ظاہر ہوا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دن کی ایک گھڑی مکہ حلال کر دیا گیا ہے اور اسی طرح یہ آیت "سیهزم الجمع ویولّون الدبر" مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نہ جانتا تھا کہ کون سا لشکر شکست کھائے گا۔ پس جب بدر کا دن تھا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا زرّہ پہنے ہوئے تیزی سے چل رہے ہیں اور فرما رہے ہیں "سیهزم الجمع ویولّون الدّبر. وذکر اسم ربّه فصلّی" یعنی اور اپنے رب کا ذکر کیا اور نماز پڑھی اور کہا گیا ہے ذکر عید کی تکبیریں اور نماز سے عید کی نماز مراد ہے اور کہا گیا ہے یہاں صلوٰۃ دُعاء کے معنی میں ہے۔

⑯ "بل تؤثرون" ابوعمرو اور یعقوب رحمہما اللہ نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے یعنی وہ بدبخت لوگ جن کا ذکر کیا گیا اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اس کی دلیل ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ہے۔ "بل انتم تؤثرون الحیوٰة الدنیا"

⑰ "والاٰخرة خیر وّ ابقٰی" عرفجہ اشجعی کہتے ہیں ہم ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھے تو انہوں نے یہ قرأت پڑھی تو ہمیں کہا کیا تم جانتے ہو کہ ہم نے دُنیا کی زندگی کو آخرت پر کیوں ترجیح دی ہے؟ ہم نے کہا نہیں تو فرمایا اس لیے کہ دُنیا حاضر کی گئی ہے اور ہمارے لیے اس کا کھانا، پینا اور عورتیں اور لذات اور اس کی رونق جلدی کی گئی ہے اور بے شک آخرت ہمارے لیے بیان کی گئی ہے اور ہم سے دور کی گئی ہے تو ہم نے عاجل (جلدی) کو پسند کیا اور آجل (دور والی) کو چھوڑ دیا۔

⑱ "ان هٰذا" یعنی جو اللہ تعالیٰ کے قول "قد افلح من تزکّی" سے چار آیات تک ذکر کیا گیا ہے۔ "لفی الصحف الاولٰی" یعنی پہلی کتابوں میں جو قرآن سے پہلے اُتاری گئی ہیں ان میں زکوٰۃ وصدقات دینے والوں اور نماز پڑھنے والوں کی فلاح ذکر کی گئی ہے اور دُنیا کو ترجیح دینے اور آخرت کے بہتر اور دائمی ہونے کا ذکر ہے۔

⑲ پھر صحیفوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "صحف ابراهیم و موسٰی" عکرمہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ سورت ابراہیم اور موسیٰ علیہم السلام کے صحیفوں میں تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دو رکعتوں میں جن کے بعد وتر پڑھتے تھے "سبّح اسم ربّک الاعلٰی" اور "قل یاایها الکافرون" پڑھتے تھے اور وتر "قل هو اللّٰه احد" اور "قل اعوذ بربّ الفلق" اور "قل اعوذ بربّ النّاس" پڑھتے تھے۔

سُوْرَۃُ الْغَاشِیہ

مکی ہے اور اس کی چھبیس (۲۶) آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ① وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ② عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ③ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً ④ تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ ⑤ لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ ⑥

ترجمہ: آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے (مراد اس واقعہ سے قیامت ہے) بہت سے چہرے اس روز ذلیل (اور) مصیبت جھیلتے اور (مصیبت جھیلنے سے) خستہ ہونگے (اور آتش سوزاں میں داخل ہوں گے (اور) کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے (اور) ان کو بجز ایک خاردار جھاڑ کے کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا۔

تفسیر: ① "ھل اتاک حدیث الغاشیۃ" تحقیق آپ علیہ السلام کے پاس قیامت کی خبر آئی ہے جو اپنی ہولناکیوں سے ہر چیز کو ڈھانپ لے گی۔

② "وجوہ یومئذ" یعنی قیامت کے دن۔ "خاشعۃ" ذلیل ہونگے۔

③ "عاملۃ ناصبۃ" عطاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے یعنی جن لوگوں نے عمل کیا اور دُنیا میں دین اسلام کے علاوہ بتوں کی عبادت کرنے والوں میں سے اور اہل کتاب کے کفار جیسے راہبین وغیرہم نے اپنے آپ کو تھکایا اللہ تعالیٰ ان سے گمراہی میں ان کی کوششوں کو قبول نہ کریں گے۔ وہ جہنم میں داخل ہوں گے قیامت کے دن اور یہ سعید بن جبیر اور زید بن اسلم رحمہما اللہ کا قول ہے اور نصب کا معنی عمل میں مشقت کا طریقہ اپنانا اور عکرمہ اور سدی رحمہما اللہ نے فرمایا ہے کہ "عاملۃ" دُنیا میں معاصی کے کام کرنے والے "ناصبۃ" آخرت میں جہنم میں اور ان میں سے بعض نے کہا ہے "عاملۃ" جہنم میں "ناصبۃ" اسی جہنم میں۔

حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں دُنیا میں اللہ کی رضا کے لیے کوئی کام نہیں کیا تو ان سے کام کرایا اور ان کو آگ میں بیڑیوں اور طوقوں کے ساتھ باندھ دیا اور اسی کے قتادہ رحمہ اللہ قائل ہیں اور یہ عوفی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں جہنم میں ایسے گھسے گا جیسے اونٹ کیچڑ میں گھستا ہے۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنے چہروں کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کو تکلیف دی جائے گی کہ وہ جہنم میں لوہے

کے پہاڑ پر چڑھیں اور کلام کئی وجوہ پر نکلی ہے اور اس سے مراد اس کے اصحاب ہیں۔

❹ "تصلٰی نارا" اہل بصرہ اور ابوبکر نے "تُصلٰی" تاء کی پیش کے ساتھ پڑھا ہے اللہ تعالیٰ کے قول "تُسقٰی من عین اٰنیة" کا اعتبار کرتے ہوئے اور دیگر حضرات نے تاء کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "حامیة" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں تحقیق وہ گرم کی گئی ہوگی۔ پس وہ اللہ کے دشمنوں پر شعلے مارے گی۔

❺ "تُسقٰی من عین اٰنیة" حرارت میں انتہا کو پہنچا ہوا۔ تحقیق اس پر جہنم جلائی گئی ہے جب سے پیدا کی گئی ہے۔ پس وہ اس کی طرف دھکیلے جائیں گے پیاسے۔ مفسرین رحمہما اللہ فرماتے ہیں اگر اس کا ایک قطرہ دُنیا کے پہاڑوں پر گر جائے تو وہ پگھل جائیں یہ تو ان کا مشروب ہے، پھر ان کے کھانے کا ذکر کیا۔

❻ تو فرمایا "لیس لهم طعام الّا من ضريع"

ضریع کی تفسیر

مجاہد، عکرمہ اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ کانٹوں والے پودے زمین سے چمٹے ہوئے۔ اس کا نام قریش شبرق رکھتے تھے۔ پھر جب خشک ہو جاتا تو اس کا نام ضریع رکھتے اور یہ خبیث ترین کھانا اور بدمزہ ہوتا ہے اور یہ عوفی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب وہ خشک ہو جاتا ہے تو جانور اس کے قریب نہیں جاتے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں بہر حال دُنیا میں تو ضریع خشک کانٹے جو خشک ہو گئے ہوں اس کے پتے ہوں اور وہ آخرت میں آگ کے کانٹے ہوں گے۔

حدیث میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیا ہے کہ ضریع جہنم میں ایک چیز ہے جو کانٹوں کے مشابہ ہے۔ ایلوہ (کوڑتما) سے زیادہ کڑوا ہے اور مُردار سے زیادہ بدبودار اور آگ سے زیادہ گرم ہے۔ ابوالدرداء اور حسن رحمہما اللہ فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ اہل نار پر بھوک بھیجیں گے حتیٰ کہ اس کو ان کے نزدیک اس عذاب کے برابر کر دیں گے جس میں وہ ہیں تو وہ فریاد کریں گے تو ضریع کے ذریعے ان کی فریاد رسی کی جائے گی۔ پھر فریاد کریں طعام ذی غصہ کے ذریعے ان کی فریاد رسی کی جائے گی، پھر وہ یاد کریں گے کہ وہ دُنیا میں کھانے سے پھندا لگنے پر پانی کے ذریعے کھانا نیچے اُتار لیتے تھے تو وہ پانی مانگیں گے تو ان کو ہزار سال پیاسا رکھیں گے، پھر وہ عین آنیہ سے ایسا پانی پلائے جائیں گے جو بغیر مشقت کے نہ ہوگا۔ جب بھی اس کو اپنے چہروں کے قریب کریں گے تو وہ ان کے چہروں کی کھال کو کھینچ دے گا اور بھون دے گا۔ پس جب وہ ان کے پیٹوں تک پہنچے گا تو ان کو کاٹ دے گا۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا قول "وسقوا ماء حميما فقطع امعاء هم" ہے۔ مفسرین رحمہما اللہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرکین نے کہا کہ ہمارے اونٹ تو ضریع کھا کر موٹے ہو جاتے ہیں اور اس میں انہوں نے جھوٹ بولا کیونکہ اونٹ اس کو چرتے ہیں جب تک وہ تر ہو جس کا نام شبرق رکھا جاتا ہے پھر جب وہ خشک ہو جاتا تو اس کو کوئی چیز نہیں کھاتی۔

لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ⑦ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ⑧ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ⑨ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ⑩ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ⑪ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ⑫ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ⑬ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ⑭ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ⑮ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ⑯ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ⑰

ترجمہ جو نہ تو (کھانے والوں کو) فربہ کرے گا اور نہ (ان کی) بھوک کو دفع کرے گا بہت سے چہرے اس روز بارونق (اور) اپنے (نیک) کاموں کی بدولت خوش ہوں گے (اور) بہشت بریں میں ہونگے جس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے اس (بہشت) میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے (اور) اس (بہشت) میں اونچے اونچے تخت (بچھے) ہیں اور رکھے ہوئے آبخورے (موجود) ہیں اور برابر لگے ہوئے گدے (تکیے) ہیں اور سب طرف قالیں (ہی قالین) پھیلے پڑے ہیں تو (ان کی غلطی ہے کیونکہ) کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح (عجیب طور پر) پیدا کیا گیا ہے۔

تفسیر ⑦ تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔"لایسمن ولا یغنی من جوع"

⑧ پھر اہل جنت کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا"وجوہ یومئذ ناعمة" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں نعمتوں اور اعزاز میں۔

⑨ "لسعیها" دُنیا میں۔"راضیة" آخرت میں جب ان کے اعمال کی وجہ سے جنت دیئے جائیں گے۔

(⑩۔⑪)......"فی جنة عالیة لا تسمع فیها لاغیة" لغو اور باطل اہل مکہ اور اہل بصرہ نے۔"لایسمع" یاء کے ساتھ اور اس کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔"لاغیة" مرفوع اور نافع رحمہ اللہ نے تاء اور اس کے پیش کے ساتھ "لاغیة" مرفوع اور دیگر حضرات نے تاء اور اس کے زبر کے ساتھ "لاغیة" نصب کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہونے کی بناء پر۔

⑫ "فیها عین جاریة. ⑬ فیها سرر مرفوعة" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس کے تخت سونے کے ہوں گے زمرد، موتیوں اور یاقوت سے مزین کیے گئے ہوں گے، بلند ہوں گے جب تک اس کے اہل نہ آئیں گے۔ پس جب وہ ان پر بیٹھنے کا ارادہ کریں گے تو وہ نیچے آجائیں گے حتیٰ کہ وہ اس پر بیٹھ جائیں گے تو وہ اپنی جگہوں پر بلند ہو جائیں گے۔

⑭ "واکواب موضوعة" ان کے پاس۔

⑮ "ونمارق" تکیے اور تکیے لگانے کی جگہیں۔"مصفوفة" ایک دوسرے کے پہلو میں اس کا واحد "نمرقة" ہے نون کے پیش کے ساتھ۔

⑯ "وزرابی" یعنی چوڑے بچھونے۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ چٹائیاں جن کا اُٹھانا ہو اس کا واحد

زربیۃ "مبثوثۃ" بچھائے ہوئے اور کہا گیا ہے مجالس میں متفرق۔

⑰ "افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت" اہل تفسیر فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں وہ چیزیں بیان کیں جو جنت میں ہوں گی تو اہل کفر نے اس کو بڑا عجیب سمجھا اور اس کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنی کاریگری بیان کی اور فرمایا "افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت" اور اونٹ عرب کے لیے زندگی گزارنے کا سب سے بڑا ذریعہ تھا۔ ان کے لیے اس میں بہت سارے منافع تھے۔ پس جیسا کہ ان کے لیے دُنیا میں یہ بنایا تو ایسے ہی اہل جنت کے لیے جنت میں یہ تمام چیزیں بنائیں۔

آیت میں اونٹوں کی خصوصیت کی وجوہ

حکماء رحمہم اللہ نے تمام حیوانوں میں اونٹ کی تخصیص کی وجہ میں کلام کی ہے۔ پس مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے کبھی اونٹ سے بڑا کوئی جانور نہ دیکھا تھا اور ہاتھی کا ان میں سے گنتی کے چند افراد نے مشاہدہ کیا تھا اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس لیے وہ اپنے بوجھ کے ساتھ گھٹنوں کے بل اُٹھتا اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جنت کے تختوں اور بچھونوں کے بلند ہونے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا ہم ان پر کیسے چڑھیں گے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور حسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا اور کہا گیا کہ ہاتھی اس سے بڑا عجوبہ ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاتھی عرب سے بہت دور تھا پھر وہ خنزیر کی طرح ہے نہ اس کی پیٹھ پر سواری کی جاتی ہے اور نہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور نہ اس کا دودھ نکالا جاتا ہے اور اونٹ عرب کے ہاں عمدہ ترین مال ہے، گٹھلیاں اور پتے وغیرہ کھاتا ہے اور دودھ نکالتا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ اپنے بڑے ہونے کے باوجود بوجھل وزن کے لیے نرم ہے اور کمزور قائد کے سامنے تابعدار ہے حتیٰ کہ چھوٹا سا بچہ اس کی لگام کو پکڑ کر جہاں چاہے لے جائے اور شریح قاضی رحمہ اللہ فرماتے تھے ہمیں کوڑا کرکٹ کی جگہ لے جاؤ تا کہ ہم اونٹ کو دیکھیں کہ وہ کیسے پیدا کیا گیا ہے۔

وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ⑱ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ⑲ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ⑳ فَذَكِّرْ. اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ㉑ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ㉒ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ㉓ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ㉔ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ㉕ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ㉖

ترجمہ: اور آسمان کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح کھڑے کئے گئے ہیں اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بچھائی گئی ہے تو آپ (بھی ان کی فکر میں نہ پڑیے بلکہ صرف) نصیحت کر دیا کیجئے کیونکہ آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں (اور) آپ ان پر مسلط نہیں ہیں (جو زیادہ فکر میں پڑیں) مگر ہاں جو روگردانی اور کفر کرے گا تو خدا اس کو (آخرت میں) بڑی سزا دے گا (کیونکہ) ہمارے ہی پاس

ان کا آنا ہوگا پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے (آپ زیادہ غم میں نہ پڑیے)۔

تفسیر 18 "و الی السماء کیف رفعت" زمین سے حتیٰ کہ اس کو کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی جو اس کو تبدیل کر دے۔

19 "والی الجبال کیف نصبت" زمین کے اوپر گاڑھے ہوئے کہ ہٹتے ہی نہیں ہیں۔

20 "والی الارض کیف سطحت" بچھائی گئی ہے۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کیا کوئی شخص قادر ہے کہ اونٹ کی مثل پیدا کرے یا آسمان کی مثل بلند کرے یا پہاڑوں کی مثل گاڑھے یا زمین کی مثل بچھائے میرے علاوہ؟

21 "فذکر انما انت مذکر. 22 لست علیھم بمصیطر" مسلط کہ ان کو قتل کریں اور ان کو ایمان پر مجبور کریں۔ اس کو جہاد کی آیات نے منسوخ کر دیا ہے۔

23 "الا من تولی" یہ استثناء ماقبل سے منقطع ہے۔ اس کا معنی لیکن جس نے پیٹھ پھیری "و کفر" نصیحت کے بعد۔

24 "فیعذبہ اللّٰہ العذاب الاکبر" وہ یہ کہ اس کو جہنم میں داخل کر دے گا اور الاکبر کہا ہے اس لیے کہ وہ دُنیا میں بھوک، قحط، قتل اور قید کے عذاب دیئے گئے ہیں۔

25 "ان الینا ایابھم" ان کا لوٹنا موت کے بعد۔ کہا جاتا ہے "آب، یؤب اوبا و ایابا" اور ابو جعفر رحمہ اللہ نے "ایابھم" یاء کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور وہ شاذ ہے۔ اس کو زجاج رحمہ اللہ کے علاوہ کسی نے جائز قرار نہیں دیا کیوں کہ انہوں نے کہا۔ کہا جاتا ہے "ایب ایابا فعل فیعالا" کے وزن پر۔

26 "ثم ان علینا حسابھم" یعنی ان کی جزاء اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کے بعد۔

سُوْرَةُ الْفَجر

مکی ہے اور تیس (۳۰) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْفَجْرِ 1 وَلَيَالٍ عَشْرٍ 2 وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ 3 وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ 4

ترجمہ قسم ہے فجر (کے وقت) کی اور (ذی الحجہ کی) دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی اور (قسم ہے) رات کی جب وہ چلنے لگے (یعنی گزرنے لگے)

تفسیر 1 "و الفجر" اللہ عزوجل نے فجر کی قسم کھائی ہے۔ ابو صالح نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ ہر دن صبح کا روشن ہونا ہے اور یہی عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور عطیہ نے ان سے روایت کیا ہے کہ صبح کی نماز ہے اور قتادہ

رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ محرم کے پہلے دن کی صبح ہے کہ اس سے سال شروع ہوتا ہے اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ذوالحجہ کی فجر ہے اس لیے کہ اس کے ساتھ دس راتوں کو ملایا گیا ہے۔

❷ "ولیال عشر" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ یہ ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں اور یہی مجاہد، قتادہ، ضحاک، سدی اور کلبی رحمہم اللہ کا قول ہے اور ابو وراق نے ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ رمضان کی پہلی دس راتیں ہیں اور ابوظبیان نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ رمضان کے مہینہ کی آخری دس راتیں ہیں اور عین بن رباب فرماتے ہیں یہ محرم کی پہلی دس راتیں ہیں جن میں سے دسویں یوم عاشوراء ہے۔

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ کی تفسیر

❸ "والشفع والوتر" حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے الوتر کو واؤ کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے اس کی زبر کے ساتھ اور "الشفع والوتر" میں ان کا اختلاف ہوا ہے۔ کہا گیا ہے "الشفع" مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وخلقناکم ازواجا" اور وتر اللہ تعالیٰ ہیں۔ یہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے اور یہ عطیہ عوفی کا قول ہے اور مجاہد اور مسروق رحمہما اللہ فرماتے ہیں "الشفع" تمام مخلوق جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ومن کلّ شیء خلقنا زوجین" کفر و ایمان، ہدایت و ضلالت، سعادت و شقاوت، رات و دن، آسمان و زمین، خشکی و سمندر، سورج و چاند، جن و انس اور وتر اللہ تعالیٰ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "قل ھو اللہ احد" حسن اور ابن زید رحمہما اللہ فرماتے ہیں "الشفع والوتر" تمام مخلوق ہے اس میں سے جفت اور اس میں سے طاق ہیں۔ یہ عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہے اور عطیہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے "الشفع" صبح کی نماز اور الوتر مغرب کی نماز۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں "الشفع" نفرِ اوّل کا دن اور الوتر نفرِ اخیر کا دن۔ روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے "شفع" اور وتر اور "لیالی عشر" کے بارے میں پوچھا تو فرمایا بہرحال شفع اور وتر تو اللہ تعالیٰ کا قول ہے "فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه ومن تاخر فلا اثم علیه" پس یہ دونوں شفع اور وتر ہیں اور بہرحال "لیالی عشر" تو آٹھ اور عرفہ اور نحر۔ اور مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں الشفع راتیں اور دن اور وتر وہ دن جس کے بعد کوئی رات نہ ہوگی اور وہ قیامت کا دن ہے اور حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں الشفع جنت کے درجات اس لیے کہ یہ آٹھ ہیں اور وتر جہنم کے طبقات اس لیے کہ وہ سات ہیں۔ گویا کہ جنت اور جہنم کی قسم کھائی۔

اور ابوبکر وراق سے شفع اور وتر کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا شفع مخلوقات کے اوصاف کا تضاد عزت و ذلت، قدرت و عجز، قوت و ضعف، علم و جہالت، بینائی و نابینائی، زندگی و موت اور وتر اللہ تعالیٰ کی صفات کا متفرد ہونا کہ عزت ہے بغیر ذلت کے

اور قدرت بغیر عاجز ہونے کے اور قوت بغیر ضعف کے اور علم بغیر جہالت کے اور حیات بغیر موت کے۔

④ "والیل اذا یسر" یعنی جب چلی جائے۔ جیسا کہ فرمایا "والیل اذ ادبر" اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب آئے اور جائے اور مراد تمام رات ہے اور مجاہد، عکرمہ اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں وہ مزدلفہ کی رات ہے۔ اہل حجاز اور اہل بصرہ نے "یسریٰ" یاء کے ساتھ پڑھا ہے وصل کی صورت میں اور ابن کثیر اور یعقوب یاء کے ساتھ وقف بھی کرتے ہیں اور باقی حضرات اس کو دونوں حالتوں میں حذف کرتے ہیں۔ پس جس نے حذف کیا تو آیتوں کے اختتام کے ساتھ موافقت کے لیے اور جس نے ثابت رکھا تو اس لیے کہ یہ فعل کا لام کلمہ ہے اور فعل سے حالت وقف میں حذف نہیں کیا جاتا جیسے اس کا قول "ھو یقضی" اور "ان القضی" اور اخفش رحمہ اللہ سے یاء کے ساقط کرنے کی وجہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا "اللیل لا یسریٰ" (رات آسان نہیں ہے)...... "لکن یسریٰ فیہ" (لیکن اس میں آسانی ہے) پس اس میں تعریف کی گئی ہے تو جب اس میں تعریف کی تو اس کا اعراب کا حق کم کردیا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "وما کانت امک بغیا" ہے اور باغیۃ نہیں کہا اس لیے کہ وہ باغیۃ سے تعریف شدہ ہے۔

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ⑤ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ⑥ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ⑦ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ⑧

ترجمہ: کیوں اس (قسم مذکور) میں عقلمند کے واسطے کافی قسم بھی ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد (یعنی قوم ارم) سے کیا معاملہ کیا جن کے قد و قامت ستونوں جیسے (دراز) تھے (اور) جن کے برابر زور و قوت میں (دنیا بھر کے) شہروں میں کوئی شخص نہیں پیدا کیا گیا۔

تفسیر: ⑤ "ھل فی ذلک" یعنی اس میں جو میں نے ذکر کیا۔ "قسم" یعنی قناعت اور کفایت ہے قسم میں "لذی حجر" عقل والے کے لیے اس کے ساتھ نام رکھا گیا ہے اس لیے کہ وہ اپنے صاحب کو اس سے روکتی ہے جو حلال نہیں ہے اور نامناسب ہے۔ جیسا کہ اس کا نام عقل رکھا جاتا ہے اس لیے کہ وہ اس کو قبائح سے باندھ دیتی ہے اور "نُھٰی" نام رکھا جاتا ہے اس لیے کہ وہ نامناسب کاموں سے روکتی ہے اور حجر کی اصل روکنا ہے اور جواب قسم اللہ تعالیٰ کا قول "ان ربک لبالمرصاد" ہے اور قسم اور جواب قسم کے درمیان اللہ تعالیٰ کا قول عارضی ہے۔

⑥ "الم تر" فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کیا آپ کو خبر نہیں اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کیا آپ نہیں جانتے اور اس کا معنی تعجب ہے۔ "کیف فعل ربک بعاد"......

⑦ "ارم" اہل مکہ کو ڈرار ہے ہیں۔ یعنی کیسے ان کو ہلاک کیا حالانکہ وہ لمبی عمروں والے اور ان سے قوت میں بہت زیادہ تھے اور ارَم میں اختلاف ہوا ہے۔

عاد کی تفسیر

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ارم "ذات العماد" دمشق ہے اور اسی کے عکرمہ رحمہ اللہ قائل ہیں اور قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اسکندریہ ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اُمت ہے اور کہا گیا ہے اس کا معنی پرانی اور قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ عاد کا ایک قبیلہ ہیں۔

مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان میں بادشاہ تھا اور وہ مھرۃ میں تھے اور عاد ان کا باپ تھا تو ان کی اس کی طرف نسبت کی گئی اور وہ رام بن عاد بن شیم بن سام بن نوح ہے اور محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ عاد کا دادا ہے اور وہ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح ہے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ارم وہ شخص جس پر عاد اور ثمود اور اہل جزیرہ کا نسب جمع ہوجاتا ہے۔ کہا جاتا تھا عادِ ارم اور ثمودِ ارم۔ تو اللہ تعالیٰ نے عاد کو اور پھر ثمود کو ہلاک کردیا اور اہل سواد اور اہل جزیرہ باقی رہ گئے اور یہ خیموں اور بڑی بلند عمارتوں والے اور جانوروں والے موسم بہار میں سیر کرتے تھے۔ پس جب سفر ختم ہوتا تو اپنے گھروں میں واپس آجاتے اور یہ باغات اور کھیتیوں اور گھروں والے تھے وادی قریٰ میں اور وہ ایسی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

⑧ "التی لم یخلق مثلها فی البلاد" اور ان کا نام ذات البلاد اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ بڑی بلند عمارتوں والے تھے، چلنے والے تھے اور یہ قتادہ، مجاہدہ اور کلبی رحمہم اللہ کا قول ہے اور عطاء کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ ان کا نام ذات العماد رکھا گیا ان کے لمبے قد کی وجہ سے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یعنی ان کی لمبائی ستون کی طرح تھی اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان میں سے ایک کی لمبائی بارہ گز تھی۔ "لم یخلق مثلها فی البلاد" یعنی اس قبیلہ کی مثل لمبائی اور قوت میں نہیں پیدا کیا گیا اور یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کہا تھا "من اشد منا قوۃ"

مِثْلُهَا فِي الْبِلَاد کہنے کی کیا وجہ ہے

عماد کی وجہ تسمیہ بعض حضرات نے یوں بیان کی کہ وہ اونچی عمارتیں اور مضبوط ستون بناتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شداد بن عاد نے ایک ایسی عمارت بنائی تھی کہ ویسی عمارت دُنیا میں کسی نے نہیں بنائی اور قوم کو ساتھ لے کر اس عمارت کو دیکھنے گیا۔ ابھی ایک شبانہ روز کی مسافت پر ہی تھا کہ بحکم خدا آسمان کی طرف سے ایک چیخ پیدا ہوئی جس سے شداد اور سب قوم والے ہلاک ہوگئے۔

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے کہا: "ارم ذات العماد" ایک شہر کا نام ہے جس کو دمشق کہا جاتا ہے۔ قرطبی۔ نے اسکندریہ کو ارم ذات العماد کہا ہے۔ اس صورت میں یہ معنی ہوگا کہ اللہ نے عاد کو ہلاک کیا جو ارم ذات العماد کی رہنے والی تھی۔ (گویا ارم ایک شہر کا نام ہوا اور ذات العماد اس شہر کی صفت ہوئی) مراد یہ ہے کہ اس شہر میں بلند عمارتیں اور ستون تھے۔

"التی لم یخلق مثلها فی البلاد" یہ ارم کی صفت ہے، خواہ ارم کو قبیلہ کا نام کہا جائے یا شہر کا۔ اگر قوم (یا قبیلہ) مراد ہو تو "مثلها" کا معنی یہ ہوگا کہ اس قوم کی طرح قد و قامت اور قوت میں کوئی دوسری قوم نہیں پیدا کی گئی اور اگر بستی مراد ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ عمارات کی بلندی، پائیداری اور حسن میں اس جیسی کوئی بستی پیدا نہیں ہوئی۔

وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ⑨ وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ⑩

ترجمہ اور (آپ کو معلوم ہے کہ) قوم ثمود کے ساتھ (کیا معاملہ کیا گیا) جو وادی قریٰ میں (پہاڑ کے) پتھروں کو تراشا کرتے تھے (اور مکانات بنایا کرتے تھے اور میخوں والے فرعون کے ساتھ۔

تفسیر ⑨ "وثمود الذین جابوا الصخر بالواد" ثمود کا عطف عاد پر ہے۔ "جابوا" کا معنی ہے انہوں نے تراشا۔ "صخر" جمع ہے "صخرۃ" کی۔ "الواد" سے مراد وادیٔ قریٰ ہے۔ ثمود وادیٔ قریٰ میں پتھر تراش کر (پہاڑوں میں) رہنے کے لیے مکان بناتے تھے۔

وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ کی تفسیر اور واقعہ

⑩ "وفرعون ذی الاوتاد" الاوتاد: مضبوط عمارتیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور محمد بن کعب قرظی کا یہی قول ہے۔ بعض لوگوں نے کہا اوتاد سے مراد ہے مضبوط، طاقت ور، پائیدار حکومت۔ عرب کہتے ہیں: "هم فی العز ثابت الاوتاد" انہوں نے عزت کی میخیں گاڑ دیں۔ یعنی مستحکم اور دوامی عزت کے مالک ہیں۔ عطیہ کا قول ہے کہ "الاوتاد" سے فوجیں مراد ہیں۔ فوج اپنے ساتھ بکثرت ڈیرے، خیمے رکھتی تھی اور سفر میں جہاں جاتی تھی میخوں کے ذریعے ڈیرے قائم کرتی تھی۔ بروایت عطیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔ مقاتل اور کلبی نے کہا "اوتاد" وتد کی جمع ہے۔ فرعون لوگوں کو چومیخا کرتا تھا، سزا دینے کے لیے کسی ستون میں چومیخا کرا دیتا تھا یا ہوا میں لٹکا دیتا تھا۔ مجاہد اور مقاتل بن حبان نے کہا آدمی کو زمین پر چت لٹا کر ہاتھ، پاؤں سیدھے کر کے ان میں میخیں ٹھونک دیتا تھا۔ سدی نے کہا: آدمی کو لمبا، لمبا لٹا کر میخیں ٹھونکتا، پھر سانپ، بچھو اس پر چھوڑ دیتا تھا۔

قتادہ اور عطاء نے کہا فرعون نے اپنے سامنے اپنے خزانچی حزقیل کی بیوی کو چومیخا کرایا تھا۔ بغوی نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف اس بیان کی نسبت کی ہے کہ فرعون کو ذوالاوتاد کہنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اس کا خزانچی حزقیل مؤمن ہو گیا تھا اور سو برس تک اپنے ایمان کو چھپاتا رہا تھا۔ حزقیل کی بیوی فرعون کی بیٹی کی مشاطہ تھی۔ ایک روز مشاطہ فرعون کے سر میں کنگھی کر رہی تھی کہ کنگھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی۔ اس کے منہ سے فوراً یہ الفاظ نکلے کہ اللہ کو نہ ماننے والے ہلاک ہوں۔ فرعون کی لڑکی نے کہا، کیا میرے باپ کے علاوہ تیرا کوئی اور معبود ہے؟ مشاطہ نے کہا: میرے اور تیرے باپ کا اور زمین و آسمان کا اللہ ایک ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں۔ لڑکی فوراً کھڑی ہوگئی اور باپ کے پاس جا کر رونے لگی۔ فرعون نے رونے کی وجہ

پوچھی تو لڑکی نے کہا: آپ کے خزانچی کی بیوی میری مشاطہ ہے۔ اس کا خیال ہے کہ آپ کا اور اس کا اور زمین و آسمان کا الٰہ ایک ہے جس کا کوئی ساجھی نہیں۔ فرعون نے مشاطہ کو بلوا کر جواب طلب کیا۔ اس نے کہا اگر تو ستر مہینے تک مجھے عذاب دیتا رہے گا، تب بھی میں اللہ کا انکار نہیں کروں گی۔ مشاطہ کی دو لڑکیاں تھیں۔ بڑی لڑکی کو پکڑوا کر مشاطہ کے روبرو فرعون نے ذبح کروا دیا اور اس سے کہا اب بھی انکار کر دے، ورنہ تیرے سامنے ہی میں تیری چھوٹی لڑکی کو بھی ذبح کر دوں گا، چھوٹی لڑکی شیر خوار تھی۔ مشاطہ بولی اگر تو تمام روئے زمین والوں کو بھی میرے روبرو ذبح کر دے گا تب بھی اللہ کا انکار نہیں کروں گی۔ غرض بچی کو لے کر جب اوندھا لٹایا گیا اور قاتلوں نے اس کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو ماں بے صبر ہو گئی لیکن فوراً بچی کی زبان کو اللہ نے کھول دیا۔

دُنیا میں چار بچے بچپن میں بولے ہیں، ان میں سے یہ بھی ایک بچی تھی۔ بچی نے کہا: ماں بے صبر نہ ہو، اللہ نے تیرے لیے جنت میں ٹھکانہ کر دیا ہے، صبر کر۔ تو بلاشبہ اللہ کی رحمت اور عزت افزائی تک پہنچے گی۔ غرض بچی کو ذبح کر دیا گیا، وہ مر گئی اور اللہ نے اُس کو جنت میں جگہ عطا فرما دی۔

اس کے بعد اس عورت کے شوہر حزقیل کی طلب میں آدمی بھیجے گئے لیکن وہ لوگ گرفتار نہ کر سکے۔ کسی نے فرعون کو اطلاع دی کہ حزقیل فلاں پہاڑ میں فلاں مقام پر ہے۔ فرعون نے دو آدمی تلاش کے لیے بھیجے۔ یہ دونوں پہنچے تو حزقیل نماز پڑھ رہا تھا اور وحشی جانوروں کی تین صفیں نماز میں شریک تھیں۔ دونوں آدمیوں کو حزقیل نے دیکھ کر کہا، واپس چلے جاؤ۔ پھر اللہ سے دُعا کی کہ بارالہا میں نے اپنا ایمان سو برس چھپایا، کسی کو میرے ایمان کا علم نہ ہوا، ان دونوں میں سے جو بھی میرے ایمان کو ظاہر کر دے تو فوراً دُنیا میں اس کو سزا دے دے اور آخرت میں اُس کو دوزخ میں بھیج دے، دونوں آدمی واپس چلے گئے۔ ایک مؤمن ہو گیا اور اس کو بڑی عبرت ہوئی، دوسرے نے سٹاف کے سامنے فرعون کو اطلاع دے دی۔ فرعون نے کہا، کیا کوئی دوسرا بھی تیرے ساتھ تھا؟ مخبر نے کہا ہاں! فلاں شخص تھا۔ فرعون نے اس شخص کو بلوایا اور پوچھا، کیا یہ سچ کہہ رہا ہے۔ اس شخص نے کہا نہیں! اس نے جو بات کہی میں نے تو نہیں دیکھی۔ فرعون نے اس کو کثیر انعام دیا اور مخبر کو مروا ڈالا اور صلیب پر چڑھا دیا۔

خاندان میں ایک بڑی حسین عورت تھی۔ وہ فرعون کی بیوی تھی، اس کا نام تھا آسیہ بنت مزاحم۔ مشاطہ کے ساتھ فرعون نے جو حرکت کی تھی اس نے اس حرکت پر غور کیا اور کہنے لگی: میں مؤمن ہوں۔ فرعون کافر ہے، فرعون کی حرکتوں پر صبر کرنا اب میرے لیے ممکن نہیں، دل میں یہ کہہ ہی رہی تھی کہ فرعون آ گیا، بیوی کے پاس بیٹھ گیا، بیوی نے کہا: تو ساری مخلوق سے برا اور سب سے زیادہ خبیث ہے، تو نے مشاطہ کو قصداً مار ڈالا۔ فرعون نے کہا: کیا تجھے بھی اسی کی طرح جنون ہو گیا۔ آسیہ نے کہا: مجھے جنون نہیں بلکہ میرا، تیرا، اس کا اور آسمان و زمین کا خدا ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ فرعون نے اس کو مارا اور اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اس کے ماں، باپ کے پاس آدمی بھیج کر ان کو بلوایا، وہ آ گئے تو بولا: مشاطہ کو جو جنون تھا وہی اس کو بھی ہو گیا۔ آسیہ کہنے لگی: اللہ کی پناہ مجھے جنون نہیں، میں شہادت دیتی ہوں کہ میرا مالک اور تیرا مالک اور زمین و آسمان کا مالک ایک ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں۔ باپ نے کہا: آسیہ کیا (آج) تو خاندان عمالقہ کی سب سے اعلیٰ عورت نہیں اور

32

تیرا شوہر عمالقہ کا خدا ہے؟ آسیہ نے کہا: "اعوذ باللہ من ذٰلک" تم جو کچھ کہہ رہے ہو اگر سچ ہے تو اس سے کہو مجھے ایسا تاج پہنا دے جس کے سامنے سورج، پیچھے چاند اور گرد اگرد ستارے ہوں۔

آخر فرعون نے آسیہ کے ماں، باپ سے کہا: تم دونوں یہاں سے نکل جاؤ۔ پھر آسیہ کو لٹا کر چومیخا کر دیا اور اللہ نے اس عذاب (کی برداشت) کو اس پر سہل بنانے کے لیے اس کے سامنے جنت کا دروازہ کھول دیا۔ اس وقت آسیہ نے دُعا کی: یاالٰہی! جنت کے اندر اپنے قرب میں میرے لیے مکان بنا دے اور فرعون اور فرعون کی بداعمالیوں سے مجھے نجات عطا فرما دے (دُعا قبول ہوئی) اللہ نے اس کی روح قبض کر لی اور جنت میں اس کو سکونت عطا فرما دی۔ انتہیٰ

فرعون کی یہ بیوی وہی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے فرعون کے حکم سے بحکم خدا جب موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں پھینک دیا اور فرعون کے آدمیوں نے ان کو پا کر نکال لیا تو اسی بیوی نے فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے روکا تھا اور کہا تھا یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اُمید ہے کہ ہم کو اس سے فائدہ پہنچے۔ چنانچہ آسیہ کو اس بچہ سے فائدہ پہنچا، وہ مؤمنہ ہوگئی۔ پورا قصہ سورۂ قصص میں گزر چکا ہے۔

الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ⑪ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ⑫ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ⑬ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ⑭ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ⑮

ترجمہ جنہوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کو کوڑا برسایا بیشک آپ کا رب (نافرمانوں کی) گھات میں ہے سو آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو (ظاہراً) انعام و اکرام دیتا ہے تو وہ (بطور فخریہ) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھا دی۔

تفسیر ⑪ "الذین طغوا فی البلاد" جنہوں نے بستیوں میں حد سے زیادہ نافرمانیاں کی تھیں۔

⑫ "فاکثروا فیها الفساد" اور کفر و ظلم کی بہت تباہ کاریاں مچائی تھیں۔

⑬ "فصبّ علیهم ربّک سوط عذابٍ" نتیجہ میں اللہ نے ان پر عذاب کے کوڑے برسائے یعنی ہر قسم کا ملا جلا عذاب اُن پر نازل کیا۔

"سوط عذاب" میں صفت کی اضافت موصوف کی جانب ہے۔ اصل میں "عذابَ سوطٍ" تھا۔ یعنی مخلوط عذاب جیسے "اخلاق ثیابٍ" پرانے کپڑے۔ سوط کا اصل لغوی معنی ہے مخلوط کر دینا۔ کوڑے میں مختلف بل مخلوط ہوتے ہیں، اسی لیے اس کو سوط کہتے ہیں۔

⑭ "انّ ربک لبالمرصاد" اللہ کے مرصاد ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ بندوں سے اطاعت اور فرمانبرداری چاہتا ہے اور ان کے اعمال کو نگاہ میں رکھتا ہے اس کو تمام اعمال کا علم ہے۔ کلبی رحمہ اللہ کا بیان ہے یہ بندوں کا طریقہ ہے۔ مقاتل نے کہا کہ

لوگوں کے گزرنے کی جگہ اور مرصد راستے کو کہتے ہیں۔ حسن اور عکرمہ رحمہما اللہ کا بیان ہے کہ بنی آدم کے اعمال کا مقام ہے۔

۱۵ "فاما الانسان اذا ما ابتلاہ" ان کو آزمایا "ربہ" نعمت کے ذریعے۔ "فاکرمہ" اس کا اکرام کیا مال کے ذریعے۔ "ونعمہ" جس پر اللہ نے وسعت کی "فیقول ربی اکرمن" جو اللہ نے عطاء فرمایا۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۱۶ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۱۷ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۱۸ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۱۹ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۲۰ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۲۱

ترجمہ: اور جب اس کو (دوسری طرح) آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ (شکایۃً) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹا دی ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم (میں اور اعمال بھی موجب عذاب ہیں چنانچہ تم) لوگ یتیموں کی (کچھ) قدر (وخاطر) نہیں کرتے ہو اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے اور (تم) میراث کا مال (سارا) سمیٹ کر کھا جاتے ہو (یعنی دوسروں کا حق کھا جاتے ہو اور مال سے (تم لوگ) بہت ہی محبت رکھتے ہو (آگے ان افعال کے موجب العذاب نہ سمجھنے پر سرزنش ہے کہ) ہرگز ایسا نہیں (جیسا تم سمجھتے ہو) جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جاوے گا۔

تفسیر ۱۶ "واما اذا ما ابتلاہ" فقر کے ساتھ۔ "فقدر علیہ رزقہ" ابوجعفر اور ابن عامر رحمہ اللہ نے "فقدّر" دال کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے تخفیف کے ساتھ اور یہ دو لغتیں ہیں۔ یعنی اس پر اس کے رزق کو تنگ کر دیا اور کہا گیا ہے "قدّر" یعنی کم کر دیا اور اتنا دیا جو اس کو کافی ہو۔ "فیقول ربی اھانن" مجھے فقر کی وجہ سے ذلیل کر دیا اور اس سے کافر مراد لیا گیا ہے کہ اس کے نزدیک عزت اور ذلت مال کی کثرت اور دُنیا میں حصہ اور اس کے کم ہونے سے ہوتی ہے۔ کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ اُمیہ بن خلف جمحی کافر کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کی جس نے گمان کیا کہ رزق کی وسعت اکرام ہے اور فقر ذلت ہے۔

۱۷ پس فرمایا "کلا" میں نے اس کو مالداری کے ساتھ اس کے اعزاز کی وجہ سے نہیں آزمایا اور میں نے اس کو فقر کے ساتھ اس کے ذلیل ہونے کی وجہ سے آزمایا۔ پھر خبر دی کہ اکرام اور اہانت کا مدار مال اور وسعت رزق پر نہیں ہے لیکن فقر و غنیٰ تو اس کی تقدیر کی وجہ سے ہے۔ پس وہ کافر پر وسعت کر دیتا ہے اس کی کرامت کی وجہ سے نہیں اور مؤمن پر تنگی کر دیتا ہے اس کے ذلیل ہونے کی وجہ سے نہیں۔ آدمی کا اکرام و اعزاز تو اس کی طاعت کی وجہ سے کرتے ہیں اور اس کو ذلیل اس کی معصیت کی وجہ سے کرتے ہیں۔ اہل حجاز اور اہل بصرہ نے "اکرمن اور اھانن" کو وصل کی صورت میں یاء کو ثابت رکھنے کے ساتھ پڑھا ہے اور ابن کثیر اور یعقوب رحمہما اللہ یاء کے ساتھ وقف کرتے ہیں اور دیگر حضرات اس کو وصل و وقف دونوں میں حذف کرتے ہیں۔

"بل لاتکرمون الیتیم" اہل بصرہ نے "یکرمون و یحضون، یاکلون، یحبون" ان میں یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں اور دیگر حضرات نے تاء کے ساتھ "لاتکرمون الیتیم" تم اس کی طرف احسان نہیں کرتے اور کہا گیا ہے کہ تم اس کو اس کا حق نہیں دیتے۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں قدامہ بن مظعون یتیم تھا، اُمیہ بن خلف کی پرورش میں وہ اس کو اس کے حق سے روکتا تھا۔

۱۸ "ولا تحاضّون علی طعام المسکین" یعنی تم اس کے کھلانے کا حکم نہیں کرتے اور ابوجعفر اور اہل کوفہ نے "تحاضون" حاء کے زبر کے ساتھ اور اس کے بعد الف کے ساتھ پڑھا ہے یعنی تم ایک دوسرے کو اس پر نہیں اُبھارتے۔

۱۹ "وتاکلون التراث" یعنی میراث۔ "اکلا لمّا" سخت اپنا اور اپنے غیر کا حصہ کھا جاتے ہو کیونکہ وہ لوگ عورتوں اور بچوں کو وراثت نہ دیتے تھے اور ان کا حصہ کھا جاتے تھے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الا کل اللم" ایسا جو ہر چیز کھا جائے جو پائے اس کے بارے میں پوچھے نہ کہ کیا حلال ہے یا حرام؟ اور جو اس کے لیے اور اس کے غیر کے لیے ہے وہ کھا جائے۔ کہا جاتا ہے "لممت علی الخوان" جب تو آئے جو اس پر ہے پھر اس کو کھا جائے۔

۲۰ "وتحبّون المال حبّا جما" یعنی بہت زیادہ یعنی وہ مال کے جمع کرنے کو پسند کرتے ہیں اور اس پر حریص ہیں۔ کہا جاتا ہے "جمّ الماء فی الحوض" جب پانی حوض میں بہت زیادہ جمع ہو جائے۔

۲۱ "کلا" اس طرح مناسب نہیں ہے کہ معاملہ ہو اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی وہ نہیں کرتے جس کا ان کو حکم دیا گیا ہے یتیم کا اکرام کرنے اور مسکین کو کھانا کھلانے کا۔ پھر خبر دی کہ جو ان سے ہو چکا جب یہ ان کو نفع نہ دے تو وہ افسوس کریں گے تو فرمایا "اذا دُکّت الارض دکًّا دکًّا" ایک مرتبہ کے بعد مرتبہ اور ہر چیز جو اس کے اوپر ہے ٹوٹ جائے گی، پہاڑوں، عمارتوں اور درختوں میں سے۔ پس اس کے اوپر کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔

وَّجَآءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا ۲۲ وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰی لَهُ الذِّکْرٰی ۲۳ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ۲۴ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۲۵ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۲۶ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۲۷ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۲۸ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۲۹ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۳۰

ترجمہ اور آپ کا پروردگار اور جوق در جوق فرشتے (میدان حشر میں) آویں گے اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا (اور) اس روز انسان کو سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں رہا کہے گا کاش میں اس زندگی (اخروی) کے لئے کوئی عمل (نیک) آگے بھیج لیتا پس اس روز نہ تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا (اور جو اللہ کے فرمانبردار تھے ان کو ارشاد ہوگا) کہ اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار (کے جوار رحمت) کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر

(ادھر چل کر) تو میرے خاص بندوں میں شامل ہوجا (کہ یہ بھی نعمت روحانی ہے) اور میری جنت میں داخل ہوجا۔

تفسیر ㉒ "وجاء ربّک" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں آ گیا اس کا امر اور فیصلہ اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اُترے گا اس کا حکم۔ "والملک صفا صفا" عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں فرشتوں کی صفیں مراد ہیں اور ہر آسمان والوں کی علیحدہ صف ہوگی۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر آسمان والے جب قیامت کے دن اُتریں گے تو صف باندھے ہوں گے، زمین اور جو ان میں ہیں ان سے ملے ہوں گے تو سات صفیں ہوں گی۔

㉓ "وجیٓء یومئذ بجهنم" عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور مقاتل رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جہنم ستر لگاموں کے ذریعے کھینچی جائے گی ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے، اس کے لیے سخت غیظ وغضب اور گدھے کی سی آوازیں ہوں گی حتیٰ کہ عرش کے بائیں جانب ٹھہرائی جائے گی۔ "یومئذ" یعنی جس دن جہنم کو لایا جائے گا۔ "یتذکر الانسان" نصیحت حاصل کرے گا اور کافر توبہ کرے گا۔ "وانّی له الذکریٰ" زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں توبہ ظاہر کرے گا اور اس کے لیے توبہ کہاں ہوگی۔

㉔ "یقول یالیتنی قدّمت لحیاتی" یعنی میں نے خیر اور نیک عمل کو آگے بھیجا، میری آخرت کی زندگی کے لیے۔ یعنی اپنی آخرت کے لیے جس میں کوئی موت نہ ہوگی۔

㉕ "فیومئذ لا یعذّبُ عذابه احد.

㉖ ولا یوثق وثاقه احد" کسائی اور یعقوب رحمہما اللہ نے "لایعذّب، ولا یوثق" ذال اور ثاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اس معنی پر کہ کوئی ایک دُنیا میں عذاب نہ دیا گیا ہوگا اس دن اللہ کے عذاب کی طرح اور نہ کوئی باندھا گیا ہوگا اللہ تعالیٰ کے باندھنے کی طرح یعنی مخلوق میں سے کوئی شخص عذاب میں اللہ تعالیٰ کے انتہا تک پہنچنے کو نہیں پہنچ سکتا اور "وثاق" بیڑیوں اور طوقوں میں قید کرنا۔

㉗ "یا یتها النفس المطمئنة" اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اس حال میں کہ تصدیق کرنے والا ہے اس کی جو اللہ نے کہا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "المطمئنه" جس نے یقین کرلیا کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے اور اس کے امر اور طاعت کی ادائیگی پر صبر کیا اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں "المؤمنة" یقین کرنے والے اور عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قضاء پر راضی اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کے عذاب سے امن میں آنے والا اور کہا گیا ہے اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرنے والا۔ اس کا بیان اللہ تعالیٰ کے قول "وتطمئن قلوبهم بذکر اللّٰه" میں ہے اور ان کا اس مقالہ کے وقت میں اختلاف ہوا ہے تو ایک قوم نے کہا ہے یہ اس کو موت کے وقت کہا جائے گا، پھر اس کو کہا جائے گا۔

㉘ "ارجعی الی ربّک" اللہ کی طرف۔ "راضیة" ثواب کے ساتھ۔ "مرضیة" تجھ سے اور حسن رحمہ اللہ

فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ اس کو قبض کرنے کا ارادہ کریں گے تو وہ اللہ کی طرف مطمئن ہو جائے گا اور اللہ سے راضی ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوں گے۔

رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً کی تفسیر

عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں جب مؤمن بندہ وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو بھیج دیتے ہیں اور اس کے پاس جنت سے ایک تحفہ بھیج دیتے ہیں۔ پھر اس کو کہا جاتا ہے تو نکل اے مطمئن نفس! تو نکل روح اور ریحان کی طرف اور تیرا رب تجھ سے راضی ہے۔ پس کستوری کی خوشبو سے عمدہ خوشبو نکلتی ہے جس کو کوئی ایک اپنے ناک سے سونگھتا ہے اور فرشتے آسمان کے اوپر کہتے ہیں تحقیق زمین سے پاکیزہ روح اور پاکیزہ انسان آ رہا ہے۔ پس وہ جس دروازہ سے گزرتی ہے وہ کھول دیا جاتا ہے اور جس فرشتہ پر گزرتی ہے وہ اس کے لیے استغفار کرتا ہے۔

حتیٰ کہ اس کو رحمٰن کے پاس لایا جاتا ہے تو وہ سجدہ کرتی ہے۔ پھر میکائیل کو کہا جاتا ہے اس کو لے جاؤ اس کو مؤمنین کی روحوں میں ٹھہراؤ، پھر حکم دیا جاتا ہے تو اس کی قبر ستر گز لمبائی اور ستر گز چوڑائی میں وسیع کر دی جاتی ہے اور اس کے لیے ریحان لایا جاتا ہے اور اگر اس کے پاس قرآن میں سے کچھ ہو تو اس کو اس کا نور کافی ہے اور اگر نہ ہو تو اس کے لیے اس کا نور قبر میں سورج کی مثل کر دیا جاتا ہے اور اس کی مثال دُلہنوں کی سی مثال ہے کہ وہ سو جائے گا۔ پس اس کو نہیں بیدار کرے گا مگر اس کے گھر والوں میں سے اس کی طرف زیادہ پسندیدہ شخص اور جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو بھیجتے ہیں اور اس کے پاس ایک دھاری دار کپڑے کا ٹکڑا بھیجتے ہیں جو انتہائی بدبودار اور ہر کھردری چیز سے زیادہ کھردرا ہوتا ہے۔ پھر اس کو کہا جاتا ہے اے خبیث نفس! تو جہنم کی طرف نکل اور دردناک عذاب کی طرف اور رب تجھ پر ناراض ہے۔

اور ابو صالح اللہ تعالیٰ کے قول "**ارجعی الٰی ربک راضیۃ مرضیۃ**" کے بارے میں فرماتے ہیں یہ اس کے دُنیا سے نکلنے کے وقت ہوگا۔ پھر جب قیامت کا دن ہوگا کہا جائے گا "**فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی**" اور دیگر حضرات نے کہا ہے یہ اس کو بعث کے وقت کہا جائے گا کہ تو اپنے رب کی طرف لوٹ یعنی اپنے صاحب اور جسم کی طرف۔ پس اللہ تعالیٰ روحوں کو حکم دیں گے کہ وہ جسموں کی طرف لوٹ جائیں۔ یہ عکرمہ، عطاء اور ضحاک رحمہما اللہ کا قول ہے اور عوفی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی تو اپنے ثواب کی طرف، اس کے اعزاز کی طرف لوٹ۔ اس حال میں کہ اللہ تجھ سے راضی ہے اس کی وجہ سے جو اس کے لیے تیار کیا ہے مرضیہ یعنی اس سے اس کا رب راضی ہے۔

㉙ "**فادخلی فی عبادی**" یعنی میرے بندوں کے ساتھ جنت میں اور کہا گیا ہے میرے تمام نیک بندوں میں جو فرمانبردار چنے ہوئے ہیں۔ اس کی نظیر "**وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین**" ہے۔

㉚ "**وادخلی جنتی**" اور بعض اہل اشارہ نے کہا ہے کہ "**یایتھا النفس المطمئنۃ**" دُنیا کی طرف۔ "**ارجعی**

الی اللّٰہ" اس دُنیا کو چھوڑنے کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی طرف وہ آخرت کے راستے پر چلنا ہے اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما طائف میں وفات پا گئے تو ان کا جنازہ حاضر ہوا تو ایک پرندہ آیا، اس کی صورت کا کبھی دیکھا نہیں گیا تھا ان کی لاش میں داخل ہوگیا، پھر اس سے نکلتا ہوا نہیں دیکھا گیا، پھر جب ان کو دفن کیا گیا تو قبر کے کنارے پر یہ آیت تلاوت کی گئی اور ہم نہیں جانتے کہ اس کو کس نے پڑھا "یا یتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی"

سُوْرَةُ الْبَلَد

مکی ہے اور اس کی بیس (۲۰) آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ① وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ② وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ④

ترجمہ: میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی اور (بطور جملہ معترضہ تسلی کے لئے پیشینگوئی فرماتے ہیں کہ) آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے

① "لا اقسم" میں قسم کھاتا ہوں۔ "بھذا البلد" یعنی مکہ۔

تفسیر ② "وانت حلّ" حلال ہے۔ "بھذا البلد" آپ اس میں جو چاہیں کریں قتل اور قید میں سے۔ آپ پر کوئی گناہ نہیں اس میں جو لوگوں پر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مکہ کو فتح کے دن حلال کردیا تھا حتیٰ کہ آپ علیہ السلام نے لڑائی کی اور قتل کیا اور ابن اخطل کے قتل کا حکم دیا حالانکہ وہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکا ہوا تھا اور مقیس بن صبابہ اور ان دونوں کے علاوہ کا۔ پس ایک قوم کے خون کو حلال قرار دیا اور ایک قوم کے خون کو حرام قرار دیا۔ پس فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہوگیا وہ امن میں ہے، پھر فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرام قرار دیا، جس آسمانوں وزمینوں کو پیدا کیا اور یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور میرے بعد بھی کسی کے لیے حلال نہ ہوگا اور میرے لیے دن کی ایک گھڑی حلال کیا گیا ہے۔ پس وہ حرام ہے اللہ تعالیٰ کی حرمت کی وجہ سے قیامت کے دن تک اور معنی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مکہ کی قسم کھائی تو اس نے اس کے عظیم مرتبہ پر اس کے احترام کے ساتھ دلالت کی۔ پھر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے اس کو حلال کردیں گے حتیٰ کہ وہ اس میں قتال کریں گے اور اس کو آپ علیہ السلام کے ہاتھ پر فتح کریں گے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکہ کو آپ علیہ السلام کے لیے حلال کریں گے۔ شرحبیل بن سعد رحمہ اللہ فرماتے

ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قول "وانت حِلّ بھٰذا البلد" کا معنی یہ ہے کہ وہ اس کو تو حرام سمجھتے ہیں کہ اس مکہ میں کس شکار کو قتل کریں اور آپ علیہ السلام کے نکالنے اور آپ علیہ السلام کے قتل کو حلال سمجھتے ہیں۔

③ "ووالد وما ولد" یعنی آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد۔

④ "لقد خلقنا الانسان فی کبد" والبی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے "فی نصب" (مشقت میں)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ کی تفسیر

حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں دُنیا کے مصائب اور آخرت کے شدائد برداشت کرتا ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشقت میں۔ پس اس کو نہیں حاصل کرتا مگر دُنیا کے امر کی مشقتیں برداشت کرتا ہے اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں سختی میں اور عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا ہے سختی میں اس کے حمل اور ولادت اور دودھ پلانے اور دودھ چھڑانے اور معاش اور زندگی و موت کو پیدا کیا اور عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے دانتوں کے اُگنے کے وقت، یمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو ابن آدم کی طرح مشقتیں برداشت کرتی ہو۔ حالانکہ وہ تمام مخلوقات میں کمزور تر ہے اور کبد کی اصل سختی ہے۔ مجاہد، عکرمہ، عطیہ اور ضحاک فرماتے ہیں یعنی کھڑا معتدل قامت والا اور ہر مخلوق جھک کر چلتی ہے اور یہ مقسم کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور کبد برابر ہونا اور سیدھا کھڑا ہونا اور ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنی ماں کے پیٹ میں اپنے سر کو کھڑا کیا ہوا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو نکلنے کی اجازت دیتے ہیں تو اس کا سر ماں کے پاؤں کی طرف پلٹ جاتا ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں فی کبد یعنی قوت میں یہ ابوالاشد کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کا نام اسید بن کلدۃ جمحی تھا اور یہ بہت طاقتور تھا۔

دباغت دیا ہوا چمڑا اپنے دونوں پاؤں کے نیچے رکھ دیتا۔ پھر کہتا جو مجھے اس سے ہٹا دے تو اس کے لیے اتنا اور اتنا ہے۔ پس اس کے پاؤں کے نیچے سے چمڑا کھینچنے کی کسی کو طاقت نہ تھی، وہ چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور اس کے قدموں کی جگہ باقی رہ جاتی۔

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ ⑤ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ⑥ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ⑦ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ⑧ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ⑨ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ⑩ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ⑪

ترجمہ: کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا (اور) کہتا ہے کہ میں نے اتنا وافر مال خرچ کر ڈالا کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے اور (پھر) ہم نے اس کو دونوں رستے (خیر و شر) کے بتلا دیئے (وہ یہ کہ طریقہ مضر سے بچے اور نافع پر چلے) سو وہ شخص (دین کی) گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا۔

تفسیر: ⑤ "ایحسب" یعنی ابوالاشد اپنی قوت کی وجہ سے۔ "ان لن یقدر علیہ احد" یعنی وہ اپنی طاقت کی وجہ سے گمان کرتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ ہرگز قادر نہ ہو سکیں گے اور کہا گیا ہے ولید بن مغیرہ ہے۔

⑥ "یقول اهلکت" یعنی میں نے خرچ کیا۔ "مالا لبدا" یعنی بہت زیادہ ایک دوسرے پر تلبید سے ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دشمنی میں۔ ابوجعفر رحمہ اللہ نے لبدا باء کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے "لا بد" کی جمع ہے۔ جیسے راکع اور رکع اور دیگر حضرات نے تخفیف کے ساتھ جمع پر پڑھا ہے۔ "لبدة" اور کہا گیا ہے واحد پر ہے جیسے قُثم اور حطم۔

⑦ "ایحسب ان لم یره احد" سعید بن جبیر اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو نہیں دیکھ رہا اور اس سے اس کے مال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا کہ اس نے کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے اس قول میں جھوٹا ہے کہ میں نے اتنا اور اتنا خرچ کیا حالانکہ اس نے وہ تمام مال خرچ نہیں کیا جو اس نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کیا اس کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ نہیں دیکھا کہ وہ اس کے خرچ کی مقدار کو جانے۔ پھر اپنی نعمتیں اس کو یاد دلائیں تاکہ وہ عبرت حاصل کرے۔

⑧ فرمایا "الم نجعل له عینین ⑨ ولسانا وشفتین" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی نعمتیں ظاہر ہیں وہ تجھے ان پر قرار دے گا جتنا تو شکر ادا کرے گا اور حدیث میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ابن آدم اگر تجھ سے تیری زبان جھگڑا کرے، اس میں جو میں نے تجھ پر حرام کیا تو میں نے تیری اس پر دو جبڑوں کے ساتھ مدد کی ہے، پس تو ان کو بند کر دے اور تجھ سے تیری آنکھ جھگڑا کرے، اس چیز کی طرف جو میں نے تجھ پر حرام کی ہے تو میں نے تیری اس پر دو پلکوں کے ساتھ مدد کی ہے۔ پس تو ان کو بند کر دے اور اگر تجھ سے تیری شرمگاہ جھگڑا کرے اس چیز کی طرف جو میں نے تجھ پر حرام کی ہے تو میں نے تیری اس پر دو رانوں کے ساتھ مدد کی ہے۔ پس تو اس کو روک لے۔

⑩ "وهدیناه النجدین" اکثر مفسرین رحمہما اللہ فرماتے ہیں خیر اور شر کا راستہ اور حق و باطل اور ہدایت و گمراہی کا راستہ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "انا هدیناه السبیل امّا شاکرا واما کفورا" ہے اور محمد بن کعب نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "وهدیناه النجدین" فرمایا دو پستان اور یہی سعید بن مسیب اور ضحاک رحمہما اللہ کا قول ہے اور نجد بلند راستہ۔

⑪ "فلا اقتحم العقبة" فرماتے ہیں۔ پس کیوں نہیں اس نے اپنا مال ان کاموں میں خرچ کیا جو اس کے لیے جائز تھے۔ گردنیں چھڑانے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے سے۔ پس یہ اس کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی پر خرچ کرنے سے بہتر ہوتا۔ یہ ابن زید اور ایک جماعت کا قول ہے اور کہا گیا ہے "فلا اقتحم العقبة" یعنی نہ اس میں داخل ہوا اور نہ اس کو پار کیا۔ اقتحام سخت امر میں داخل ہونا اور عقبہ کا ذکر یہاں مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نفس کے مجاہدہ اور خواہش نفس اور شیطان سے مجاہدہ کرنے کے لیے نیکی کے اعمال میں بیان کیا ہے۔ پس اس کو بنایا اس شخص کی طرح جو گھاٹی پر چڑھنے میں مشقت برداشت کرتا ہے۔ فرماتے ہیں اس نے اپنے نفس پر غلام کو آزاد کرنے اور کھانا کھلانے کی مشقت کو برداشت نہیں کی اور یہ قتادہ رحمہ اللہ کے قول کا معنی ہے اور کہا گیا ہے کہ گناہوں کے بوجھ کو اس کے مرتکب پر تشبیہ دی ہے عقبہ کے ساتھ۔ پس جب گردن آزاد کی اور کھانا کھلایا تو یہ اس شخص کی طرح ہوگا جو گھاٹی میں داخل ہوا اور اس کو پار کر گیا اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا

گیا ہے کہ یہ عقبہ جہنم میں پہاڑ ہے اور حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں سخت گھاٹی ہے جہنم میں پل سے پہلے۔ پس اس کو انہوں نے اللہ کی طاعت کے ساتھ پار کیا اور مجاہد، ضحاک اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ صراط ہے جو جہنم پر بنایا جائے گا تلوار کی طرح تیز تین ہزار سال کی مسافت چڑھنے، چلنے اور اُترنے کی۔

اور بے شک اس کے دونوں طرف لوہے کے کنڈے ہیں۔ گویا کہ وہ سعدان کے کانٹے ہیں۔ پس صحیح سلامت نجات پانے والا اور زخمی ہو کر نجات پانے والا اور بیڑی ڈالا ہوا جہنم میں اوندھے منہ گرے گا۔ پس لوگوں میں سے وہ جو اُچکنے والی بجلی کی طرح گزریں گے اور ان میں سے بعض تیز وتند ہوا کی طرح گزریں گے اور ان میں سے بعض شہسوار کی طرح گزریں گے اور ان میں سے بعض دوڑتے ہوئے آدمی کی طرح گزریں گے اور ان میں سے بعض چلتے ہوئے آدمی کی طرح گزریں گے اور ان میں سے بعض گھسٹتے جائیں گے اور ان میں سے بعض پھسلنے والے ہوں گے اور ان میں سے بعض جہنم میں جاپڑیں گے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پس کیوں نہیں ایسا راستہ چلتا جس میں نجات ہے پھر بیان کیا وہ کیا ہے؟

وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَةُ ⑫ فَکُّ رَقَبَةٍ ⑬ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ⑭ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ⑮ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ⑯ ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ⑰ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ⑱ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ⑲ عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ⑳

ترجمہ: اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی (سے) کیا (مراد ہے) وہ کسی (کی) گردن کا غلامی سے چھڑا دینا ہے یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین محتاج کو (یعنی ان احکام الٰہیہ کو بجالانا چاہئے تھا) پھر (سب سے بڑھ کر یہ کہ) ان لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو (ایمان کی) پابندی کی فہمائش کی اور ایک دوسرے کو ترحم (علی الخلق) کی (یعنی ترک ظلم کی) فہمائش کی یہی لوگ داہنے والے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں وہ لوگ بائیں والے ہیں ان پر آگ محیط ہو گی جس کو بند کر دیا جائے گا۔

تفسیر: ⑫ "وما ادراک ما العقبة"...... "ما اقتحم العقبة" سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر چیز جس کے بارے میں "وما ادراک" فرمایا ہے تو اس کی خبر دی ہے اور جس کے بارے میں "وما یدریک" کہا ہے تو اس کی خبر نہیں دی۔

⑬ "فک رقبة، ⑭ او اطعام" ابن کثیر، ابو عمرو اور کسائی رحمہما اللہ نے "فکَّ" کاف کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "رقبةً" نصب کے ساتھ۔ "او اطعم" ہمزہ اور میم کے زبر کے ساتھ ماضی کا صیغہ اور دیگر حضرات نے "فکُّ" کاف کے پیش کے ساتھ۔ "رقبةٍ" جر کے ساتھ "او اطعام" مصدر اور "فکّ" رقبہ سے گردن کو آزاد کرنا اور اس کا چھڑوانا مراد ہے جو کسی گردن (غلام) کو آزاد کرے گا تو وہ گردن اس کا آگ سے فدیہ ہو گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص کسی مؤمن گردن کو آزاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کے عضو کو جہنم سے آزاد کریں گے حتیٰ کہ اس کی شرمگاہ کو اس کی شرمگاہ کے بدلہ میں آزاد کریں گے۔

براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے بات مختصر کی اور مسئلہ پیش کردیا تو نسمہ کو آزاد کر اور گردن کو چھڑا۔ اس نے کہا کیا یہ دونوں ایک نہیں ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا نسمہ کا آزاد کرنا یہ ہے کہ تو اس کو تنہا آزاد کرے اور گردن چھڑانا یہ ہے کہ تو اس کے ثمن (قیمت) میں مدد کر۔ "**والمنحة الوكوف والفيء على ذي الرحم المظلوم**" پس اگر تو طاقت نہ رکھے تو بھوکے کو کھانا کھلا اور پیاسوں کو پانی پلا اور امر بالمعروف کر اور نہی عن المنکر کر۔ پس اگر تو اس کی طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان کو روک لے مگر خیر سے اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول "**فک رقبة**" یعنی گناہوں سے توبہ کرکے گردن کو چھڑواؤ۔ "**او اطعام في يوم ذي مسغبة**" بھوک۔ کہا گیا ہے "**سغب يسغب سغبا**" جب وہ بھوکا ہو۔

⑮ "**يتيما ذا مقربة**" یعنی قرابت والا۔ مراد یہ ہے کہ ایسا یتیم کہ تیرے اور اس کے درمیان قریبی رشتہ ہو۔

⑯ "**او مسكينا ذا متربة**" تحقیق وہ اپنے اور تنگ دستی کی وجہ سے مٹی میں مل گیا ہو۔ مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ مٹی میں پھینکا ہوا جس کو کوئی چیز نہ بچائے اور "**المتربة**" مصدر ہے "**ترب، يترب، تربا و متربة**" جب وہ محتاج ہو جائے۔

⑰ "**ثم كان من الذين امنوا**" پھر بیان کیا کہ یہ عبادتیں ایمان کے ساتھ نفع دیں گی اور کہا گیا ہے "**ثم**" واؤ کے معنی میں ہے۔

"**وتواصوا**" ایک دوسرے کی طرف وصیت کریں۔ "**بالصبر**" اللہ کے فرائض اور اس کے احکامات پر۔

"**وتواصوا بالمرحمة**" لوگوں کی رحمت کے ساتھ۔

⑱ "**اولئک اصحاب الميمنة**. ⑲ **والذين كفروا بآياتناهم اصحاب المشئمة**."

⑳ **عليهم نار مؤصدة**" ان پر اس کے دروازے بند ہوں گے اس میں نہ خوشی داخل ہوگی اور نہ اس سے غم نکلے گا۔ ابو عمرو، حمزہ اور حفص نے یہاں اور "**الهمزة**" میں ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ کہا جاتا ہے "**آصدت الباب واصدته**" جب تو نے اس کو بند کردیا اور کہا گیا ہے "**الهمزة**" کا معنی بند اور "**غير الهمزة**" کا معنی تالے لگے ہوئے۔

سُوْرَةُ الشَّمْس

مکی ہے اور اس کی پندرہ (۱۵) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۴

ترجمہ: قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور چاند کی جب سورج (کے غروب) سے پیچھے آوے اور (قسم ہے) دن کی جب وہ اس (سورج) کو خوب روشن کرے اور (قسم ہے) رات کی جب وہ سورج کو چھپائے (یعنی خوب رات ہو جائے اور یہ بھی اسناد مجازی ہے)

تفسیر: ۱ "والشمس وضحاها" مجاہد اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں اس کی روشنی اور ضحیٰ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو پھر اس کی روشنی صاف ہو جاتی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ سارا دن ہے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی گرمی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول سورۃ طٰہٰ میں "ولا تضحی" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی گرمی تکلیف نہ دے گی۔

۲ "والقمر اذا تلاها" اس کے پیچھے آئے اور یہ مہینہ کے پہلے نصف میں سورج کے غروب ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے چاند چمک میں آتا ہے اور روشنی میں اس کا خلیفہ ہوتا ہے اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اس وقت جب وہ گھومے یعنی اس کی روشنی مکمل ہو جائے تو وہ روشنی میں سورج کے تابع ہوتا ہے اور یہ بعض کی راتوں میں ہوتا ہے۔

۳ "والنهار اذا جلها" یعنی جب تاریکی چھٹ جائے۔ ضمیر غیر مذکور کی طرف لوٹ رہی ہے اس کے معروف ہونے کی وجہ سے۔

۴ "والليل اذا يغشاها" یعنی سورج کو ڈھانپتی ہے جب وہ غائب ہو جاتا ہے تو آفاق کو تاریک کر دیتی ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا ۸

ترجمہ: اور (قسم ہے) آسمان کی اور اس (ذات) کی جس نے اس کو بنایا اور زمین کی اور اس (ذات) کی جس نے اس کو بچھایا اور (قسم ہے) انسان کی جان کی اور اس (ذات) کی جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کی بدی اور پرہیزگاری (دونوں باتوں کا) اس کو القا کیا۔

تفسیر 5 "والسمآء وما بناها" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "من بناها وخلقها" جیسے اللہ تعالیٰ کے قول "فانکحوا ما طاب لکم من النساء" میں من طاب کا معنی ہے۔ عطاء فرماتے ہیں "والذی بناها" مراد ہے یعنی اس کی قسم جس نے اس کو بنایا ہے اور فراء اور زجاج رحمہما اللہ فرماتے ہیں "ما" مصدر کے معنی میں ہے یعنی اور اس کی تعمیر کی جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "بما غفرلی ربّی" ہے۔

6 "والارض وما طحاها" اس کو بچھایا۔

7 "ونفس وما سوّاها" اس کی تخلیق کو ٹھیک کیا اور اس کے اعضاء کو برابر بنایا۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد وہ تمام جن وانس ہیں جن کو پیدا کیا ہے۔

فجور اور تقویٰ کے متعلق احادیث کا تذکرہ

8 "فالهمها فجورها وتقواها" علی بن ابی طلحہ کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس کے لیے خیر وشر کو واضح کیا اور عطیہ کی روایت میں فرمایا کہ اس کو طاعت ومعصیت کا علم دیا اور ابو صالح نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کو معرفت دی کہ وہ کیا کرے اور کس سے بچے اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو اس کا فجور اور تقویٰ لازم کر دیا۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں یہ بنا دیا یعنی اللہ تعالیٰ کے اس کو تقویٰ کی توفیق دینے کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے اس کو فجور (گناہوں) کے ساتھ ذلیل کرنے کے ساتھ اور زجاج رحمہ اللہ نے اس کو اختیار کیا ہے اور الہام کو توفیق اور خذلان پر محمول کیا ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن میں تقویٰ اور کافر میں فجور کو پیدا کیا ہے۔

اسود دیلی کہتے ہیں مجھے عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا تو دیکھتا ہے جو لوگ عمل کرتے ہیں اور اس میں مشقت اُٹھاتے ہیں، کیا یہ وہ چیز ہے جس کا ان پر فیصلہ کیا گیا ہے اور ان میں پہلے سے تقدیر جاری ہو چکی ہے؟ یا یہ ان میں سے ہے جس کا وہ سامنا کرتے ہیں ان میں سے جو ان کو ان کے نبی علیہ السلام نے دیا اور ان پر دلیل پختہ کی؟ میں نے کہا کیوں نہیں یہ ایسی چیز ہے جس کا ان پر فیصلہ کر دیا گیا تھا تو انہوں نے فرمایا تو کیا یہ ظلم ہوگا؟ کہتے ہیں میں اس سے سخت گھبرا گیا اور میں نے عرض کیا کہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس کا مالک ہے جو وہ کرے اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا اور مخلوق سے سوال کیے جائیں گے تو عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے کہا تجھے اللہ تعالیٰ نے سیدھے راستہ کی توفیق دی، میں نے تجھ سے سوال کیا تا کہ تیری عقل کا امتحان لوں۔

بے شک ایک شخص جہینہ یا مزینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو کہا یا رسول اللہ! آپ کیا دیکھتے ہیں جو لوگ عمل کرتے ہیں اور مشقت اُٹھاتے ہیں، کیا یہ ایسی چیز ہے جس کا ان پر فیصلہ کیا گیا ہے اور ان پر پہلے سے تقدیر جاری ہو گئی ہے؟ یا یہ ان کاموں میں سے ہیں جن کا وہ اب سامنا کر رہے ہیں کہ ان کے پاس ان کے نبی آئے اور ان پر دلیل کو پختہ کیا؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا نہیں بلکہ یہ ایسی چیز ہے جس کا ان پر فیصلہ کر دیا گیا ہے اور تقدیر جاری ہو چکی ہے۔ عمران کہتے ہیں میں نے کہا تو عمل کیوں ہوتا ہے

تب؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے دو مرتبوں میں سے ایک کے لیے پیدا کیا ہے اس کو اس کے لیے تیاری کی بھی توفیق دیتا ہے اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے "ونفس وما سوّاها. فالهمها فجورها وتقواها"

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سراقہ بن مالک بن جعشم آیا اور کہا یا رسول اللہ! ہمارے لیے ہمارا دین بیان کر دیں؟ گویا کہ ہم اب پیدا کیے گئے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ ہمارا یہ عمرہ اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ کے لیے۔ کہا یا رسول اللہ! ہمارے لیے ہمارا دین بیان کر دیں گویا کہ ہم ابھی پیدا کیے گئے ہیں۔ پس کس چیز میں عمل ہے آج کے دن اس میں جس پر قلم خشک ہو گئے اور تقدیر جاری ہو گئی؟ یا اس میں جو ہم نیا عمل کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ اس میں جس پر قلم خشک ہو گئے اور تقدیر جاری ہو گئی۔ اس نے کہا پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تم عمل کرتے رہو، پس ہر اسی عمل کی توفیق دی جاتی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ⑨ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ⑩ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ⑪ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ⑫ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ⑬ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ⑭ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ⑮

ترجمہ: یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس (جان) کو پاک کر لیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو (فجور میں) دبا دیا قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب (صالح علیہ السلام کی) تکذیب کی (اور یہ اس زمانہ کا قصہ ہے) جبکہ اس قوم میں جو سب سے زیادہ بد بخت تھا وہ اونٹنی کے قتل کرنے کیلئے) اٹھ کھڑا ہوا تو ان لوگوں سے اللہ کے پیغمبر (صالح علیہ السلام) نے فرمایا کہ اللہ کی اس اونٹنی اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا سو انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا پھر اس اونٹنی کو مار ڈالا تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس (ہلاکت) کو تمام قوم کے لئے عام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی (کے نکلنے) کا (کسی سے) اندیشہ نہیں ہوا۔

تفسیر ⑨ "قد افلح من زكّاها" اور یہ موضع قسم ہے یعنی کامیاب ہوا اور نیک بخت ہوا وہ نفس جس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا۔ یعنی اس کی اصلاح کی اور گناہوں سے اس کو پاک کیا اور طاعت کی توفیق دی۔

⑩ "وقد خاب من دسّها" یعنی خسارے میں پڑا وہ نفس جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا، پھر اس کو خراب کیا اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ تحقیق کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا، پھر اس کی اصلاح کی اور اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ابھارا۔ "وقد خاب من دسّاها" اس کو ہلاک کر دیا اور گمراہ کر دیا اور معصیت پر ابھارا۔ پس فعل کو نفس کے لیے بنایا ہے اور "دسّاها" اس کی اصل "دسّسها" ہے تدسیس سے اور وہ کسی شے کو چھپانا، پھر دوسری سین کو یاء سے تبدیل کر دیا گیا ہے اور معنی یہاں یہ ہے اس کو پوشیدہ رکھا اور اس کے محل کو چھپایا کفر و معصیت کے ساتھ۔ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں تمہیں وہی بات

کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کہی "اللھمّ انی اعوذبک من العجز والکسل والبخل والجبن والھرم وعذاب القبر اللھّم آت نفسی تقواھا و زکھا وانت خیر من زکّاھا انت ولیھا ومولاھا اللھمّ انی اعوذبک من علم لا ینفع ومن نفس لا تشبع ومن قلب لا یخشع ومن دعوۃ لایستجاب لھا"

⑪ "کذّبت ثمود بطغواھا" اس کی سرکشی کی وجہ سے جس نے ان کو تکذیب پر اُبھارا۔

⑫ "اذا نبعث اشقاھا" یعنی کھڑا ہوا اور "انبعاث" طاعت میں جلدی کرنا کسی وجہ سے۔ یعنی انہوں نے عذاب کو جھٹلایا اور صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ اس وجہ سے کہ ان میں سے بدبخت کھڑا ہوا اور وہ قدار بن سالف ہے وہ سرخ و زرد رنگ والا نیلی آنکھوں والا، چھوٹے قد کا تھا، کھڑا ہوا، اونٹنی کی کونچیں کاٹنے، عبداللہ بن زمعہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا اور آپ علیہ السلام نے اونٹنی اور اس کی کونچیں کاٹنے والے کا ذکر کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اذا نبعث اشقاھا" اس کے لیے ایک قوی شخص بدخلق اپنے اہل میں غالب، ابوزمعہ کی مثل کھڑا ہوا۔

⑬ "فقال لھم رسول اللّٰہ" صالح علیہ السلام نے "ناقۃ اللّٰہ" یعنی تم اللہ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے سے ڈرو اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں منصوب ہے اس معنی کی بناء کہ تم چھوڑ دو اللہ کی اونٹنی کو "ذروا ناقۃ اللّٰہ"...... "وسقیاھا" اس کے پانی کی باری کو۔ یعنی تم اللہ کی اونٹنی کو چھوڑ دو اور اس کے پانی پینے کی باری کو۔ پس تم اس کے پانی پینے کے دن میں چھیڑ چھاڑ نہ کرو۔

⑭ "فکذبوہ" یعنی صالح علیہ السلام کو "فعقروھا" یعنی اونٹنی کے۔

⑮ "فدمدم علیھم ربّھم" عطاء اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں، پس ان کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا ان کے رب نے پھر ان کو ہلاک کر دیا۔ مدرج فرماتے ہیں "الدمدمۃ" جڑ سے اکھاڑنے کے ساتھ ہلاک کرنا۔ "بذنبھم" ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے اور اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کی وجہ سے۔ "فسوّاھا" پس ہلاکت کو ان سب پر برابر کر دیا اور عام ہلاکت بھیجی کہ ان میں سے کوئی بھی نہ چھوٹ سکا اور فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں "سوی الدمۃ" اور ان کے چھوٹوں بڑوں پر عذاب نازل کیا یعنی ان کے درمیان برابری کر دی۔ "ولا یخاف عقباھا"

اہل مدینہ اور اہل شام نے فلا فاء کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح ان کے مصاحف میں ہے اور باقی حضرات نے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح ان کے مصاحف میں ہے۔ "عقباھا" اس کے انجام سے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہلاک کرنے میں کسی ایک سے بھی نہیں ڈرتے اور یہی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور ضحاک، سدی اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں یہ ضمیر عاقر کی طرف لوٹ رہی ہے اور کلام میں تقدیم و تاخیر ہے "اذا نبعث اشقاھا ولا یخاف عقباھا"

سُوْرَةُ اللَّيْل

مکی ہے اور اس کی اکیس (۲۱) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ① وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ② وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ③ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ④ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ⑤ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ⑥ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ⑦ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ⑧ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ⑨ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ⑩

ترجمہ: قسم ہے رات کی جب وہ (آفتاب کو اور دن کو) چھپالے اور (قسم ہے) دن کی جبکہ روشن ہو جائے اور (قسم ہے) اس (ذات) کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا کہ بیشک تمہاری کوشش (یعنی اعمال) مختلف ہیں سو جس نے اللہ کی راہ میں (مال) دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو سچا سمجھا تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے اور جس نے (حقوق واجبہ سے) بخل کیا اور (بجائے خدا سے ڈرنے کے خدا سے) بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات (یعنی اسلام) کو جھٹلایا تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دیدیں گے۔

تفسیر: ① "واللیل اذا یغشٰی" یعنی دن کو تاریکی کے ساتھ ڈھانپ لے۔ پس اس کی روشنی چلی جائے۔

② "والنهار اذا تجلّٰی" ظاہر ہو جائے تاریکی کے درمیان سے۔

③ "وما خلق الذکر والانثٰی" یعنی ومن خلق جس نے مذکر و مؤنث کو پیدا کیا اور کہا گیا ہے کہ یہ (ما) مصدر یہ ہے یعنی مذکر و مؤنث کو پیدا کرنا۔ مقاتل اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی آدم و حوا علیہما السلام کو اور ابن مسعود اور ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرأت میں "والذکر والانثٰی" جواب قسم ہے۔

④ "انّ سعیکم لشتّٰی" بے شک تمہارے اعمال مختلف ہیں۔ پس اپنے نفس کو چھڑانے کے لیے کوشش کرنے والے بھی ہیں اور اپنے نفس کو ہلاک کرنے میں کوشش کرنے والے بھی۔ ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام لوگ صبح کرتے ہیں۔ پس اپنے آپ کو بیچنے والے ہیں یا تو اس کو آزاد کرنے والے یا اس کو ہلاک کرنے والے۔

⑤"فاما من اعطٰی" اپنا مال اللہ کے راستہ میں۔"واتقٰی" اپنے رب سے۔

⑥"وصدّق بالحسنٰی" ابوعبدالرحمٰن سلمی اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں اور تصدیق لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ اور یہی عطیہ کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنت کی۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "للذین احسنوا الحسنٰی" یعنی جنت ہے اور کہا گیا ہے "صدّق بالحسنٰی" یعنی "بالخلف" یعنی یقین کیا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب اس کو خلیفہ بنائیں گے اور یہ عکرمہ کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور قتادہ، مقاتل اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں اللہ کے وعدہ کی جو اس نے وعدہ کیا ہے وہ پورا کرے گا۔

⑦"فسنیسرہ" پس ہم عنقریب اس کو تیار کریں گے دُنیا میں۔ "للیسرٰی" یعنی عادت یسریٰ کے لیے اور وہ عمل کرنا اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو۔

⑧"واما من بخل" خیر میں خرچ کرنے سے۔ "واستغنٰی" اللہ کے ثواب سے۔ پس اس میں رغبت نہ کی۔

(⑩-⑨)......"وکذّب بالحسنٰی. فسنیسّرہ للعسرٰی" ہم عنقریب ان کو شر کے لیے تیار کریں گے۔ بایں طور کہ شر کو اس کے ہاتھ پر جاری کریں گے حتیٰ کہ وہ عمل کرے گا جو اللہ کو پسند نہیں ہیں۔ پس ان کی وجہ سے آگ کا مستحق ہوگا۔ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم اس پر تنگ کردیں گے کہ وہ خیر کا کام کرے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے کوئی نفس سانس لینے والا مگر تحقیق اس کا مکان جنت، جہنم میں لکھ دیا گیا ہے تو ایک شخص نے کہا، کیا ہم اپنے لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کرلیں اور عمل چھوڑ دیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا نہیں لیکن تم عمل کرو، پس ہر شخص اس کے عمل کی توفیق دیا جاتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ بہرحال شقاوت والے تو وہ اہل شقاوت کے عمل کی توفیق دیئے جائیں گے اور بہرحال اہل سعادت، پس وہ اہل سعادت کے عمل کی توفیق دیئے جائیں گے۔

پھر تلاوت کی "فاما من اعطٰی واتقٰی. وصدّق بالحسنٰی، فسنیسّرہ للیسرٰی، واما من بخل واستغنٰی. وکذّب بالحسنٰی. فسنیسّرہ للعسرٰی" کہا گیا ہے یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُمیہ بن خلف سے ایک کالے کمبل اور دس اوقیہ کے بدلے خرید کر آزاد کردیا تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "واللیل اذا یغشٰی" سے اللہ تعالیٰ کے قول "ان سعیکم لشتّٰی" تک۔ یعنی ابوبکر اور اُمیہ کی کوشش۔ عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انصار میں سے ایک شخص کا باغ تھا اور اس کا ایک پڑوسی تھا اس باغ کی کچی کھجوریں اس کے گھر گرتی تھیں اور اس کے بچے وہ لے لیتے تھے تو اس نے اس بات کی شکایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تو وہ باغ مجھے جنت کے باغ کے بدلے بیچ دے، اس نے انکار کردیا، پھر وہ آپ علیہ السلام

کے پاس سے نکلا تو اس کو ابودحداح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے تو انہوں نے اس کو کہا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تو اس کو حش کے بدلے بیچ دے، حش حضرت ابودحداح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باغ تھا حش باغ میں درختوں کے جھنڈ کو بھی کہتے ہیں تو اس نے کہا وہ باغ آپ کا ہوا تو ابودحداح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! کیا آپ اس باغ کو مجھ سے جنت کے باغ کے بدلہ میں خریدتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں تو انہوں نے کہا یہ آپ کا ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری کے پڑوسی کو بلایا اور فرمایا تو اس باغ کو لے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "واللیل اذا یغشٰی" اللہ تعالیٰ کے قول "ان سعیکم لشتّٰی" ابودحداح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ انصاری باغ والا۔ "فامّا من اعطٰی واتّقٰی" ابودحداح رضی اللہ عنہ۔ "وصدّق بالحسنٰی. فسنیسرہ للیسرٰی" یعنی جنت۔ "واما من بخل واستغنٰی" یعنی انصاری۔ "وکذّب بالحسنٰی" یعنی ثواب۔ "فسنیسرہ للعسرٰی" یعنی جہنم۔

وَمَا یُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی ⑪ اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی ⑫ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی ⑬ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی ⑭ لَا یَصْلٰهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَی ⑮ الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ⑯ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ⑰ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی ⑱ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی ⑲ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ⑳ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ㉑

ترجمہ اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آوے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا (بربادی سے مراد جہنم میں جانا ہے) واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے اور (جیسی کوئی شخص راہ اختیار کرے گا ویسا ہی ثمرہ اس کو دیں گے کیونکہ) ہمارے قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا (آگے بطور توضیح کے ارشاد ہے کہ) تو میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں اس میں (ہمیشہ کے لئے) وہی بدبخت داخل ہوگا جس نے (دین حق کو) جھٹلایا اور (اس سے) روگردانی کی اور (اس سے) ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے اور جو اپنا مال (محض) اس غرض سے دیتا ہے کہ (گناہوں سے) پاک ہو جائے اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضاجوئی کے کہ (یہی اس کا مقصود ہے) اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ (اس دینے سے) اس کا بدلہ اتارنا (مقصود) ہو اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جاوے گا (یعنی آخرت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی)

تفسیر ⑪ "وما یغنی عنه ماله" جس کا اس نے بخل کیا۔ "اذا تردّٰی" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب وہ مر جائے گا اور قتادہ اور ابوصالح فرماتے ہیں جہنم میں گرے گا۔

⑫ "انّ علینا للهدٰی" یعنی بیان کرنا۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم پر لازم ہے کہ ہم ہدایت کے راستہ کو گمراہی کے راستہ سے جدا کر کے بیان کر دیں اور یہی قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

فرمایا اللہ پر اس کے حلال وحرام کا بیان ہے۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی جو ہدایت کا راستہ چلا پس اللہ پر اس کا راستہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وعلی اللہ قصد السبیل" فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ کرتا ہے پس وہ درمیانہ راستہ پر ہے اور کہا گیا ہے اس کا معنیٰ بے شک ہم پر البتہ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "بیدک الخیر" ہے۔

⑬ "وان لنا للآخرة والاولیٰ" پس جو ان دونوں کو ان کے مالک کے علاوہ کے پاس تلاش کرے گا تو اس نے غلط راستہ اختیار کیا۔

⑭ "فانذرتکم" اے اہل مکہ! "نارا تلظّٰی" یعنی شعلے مارتی ہوئی۔

⑮ "لا یصلاھا الا الاشقٰی ⑯ الذی کذب" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "وتولّٰی" ایمان سے۔

⑰ "وسیجنبھا الاتقٰی" اشقی سے بدبخت اور اتقی سے متقی مراد ہے۔

⑱ "الذی یؤتی ماله" اپنا مال دے۔ "یتزکّٰی" وہ طلب کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پاک صاف ہو جائے نہ ریاکاری کرتا ہے اور نہ شہرت مقصود ہے۔ یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام کے قول میں۔ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کمزور لوگوں کو خرید کر آزاد کر دیتے تھے تو ان کے والد نے کہا اے میرے بیٹے! اگر تو ایسا غلام خریدتا جو تیری پیٹھ کو روکتا (یعنی کاموں میں تیری مدد کرتا) تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی پیٹھ کے روکنے کا میں ارادہ رکھتا ہوں تو آیت نازل ہوئی "وسیجنبھا الاتقٰی" سورۃ کے آخر تک اور محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بنو جمح میں سے بعض کے غلام تھے اور وہ بلال بن رباح ہیں اور ان کی والدہ کا نام حمامہ ہے، یہ اسلام میں سچے، پاکیزہ دل والے تھے اور اُمیہ بن خلف جب دوپہر گرم ہو جاتی تو ان کو نکالتا، پھر ان کو پیٹھ کے بل مکہ کی پتھریلی زمین پر ڈال دیتا۔ پھر بڑے پتھر کو ان کے سینے پر رکھنے کا حکم دیتا وہ رکھ دیا جاتا، پھر ان کو کہتا تو اسی طرح رہے گا حتیٰ کہ تو مر جائے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کر دے اور وہ اس تکلیف میں کہتے احد احد۔

اور محمد بن اسحاق کی سند سے عروہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان پر گزر ہوا اور وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ سلوک کر رہے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھر بھی بنو جمح میں تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اُمیہ کو کہا کیا تو اس مسکین کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا ہے؟ اس نے کہا تو نے اس کو خراب کیا ہے اب تو اس کو بچا اس تکلیف سے جو تو دیکھ رہا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ میرے پاس ایک سیاہ غلام ہے جو اس سے زیادہ طاقتور اور مضبوط ہے تیرے دین پر ہے میں اس کو تجھے دے دیتا ہوں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے میں نے ایسا کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنا غلام دے دیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لے کر آزاد کر دیا۔ پھر ان کے ساتھ اسلام کی بناء ہجرت سے پہلے چھ گردنیں آزاد کیں۔ بلال رضی اللہ عنہ ان میں سے ساتویں ہیں۔

عامر بن فہیرہ بدر اور احد میں حاضر ہوئے اور بئر معونہ میں شہید ہوئے اور اُم عمیس اور زہرہ ان کی نگاہ چلی گئی تھی ان کو آزاد

کیا تو قریش نے کہا اس کی نگاہ لات اور عزیٰ نے چھین لی ہے تو انہوں نے کہا انہوں نے جھوٹ کہا اور اللہ کے گھر کی قسم! لات و عزیٰ نہ کسی کو نقصان دے سکتے ہیں اور نہ نفع تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نگاہ لوٹا دی اور نہدیہ اور ان کی بیٹی کو آزاد کیا۔ یہ دونوں بنو عبدالدار کی ایک عورت کی غلام تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں پر گزرے تو ان کی سیدہ نے ان کو بھیجا تھا، اس کے لیے گندم پیسنے اور اس نے کہا اللہ کی قسم! میں تمہیں کبھی آزاد نہ کروں گی۔

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہرگز نہیں اے فلاں کی ماں! اس نے کہا ہرگز نہیں، تو نے ان دونوں کو خراب کیا ہے تو ان دونوں کو آزاد کر۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کتنے میں؟ اس نے کہا اتنے اور اتنے میں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے ان دونوں کو پکڑا تھا حالانکہ یہ دونوں آزاد تھیں اور بنو مؤمل کی ایک لونڈی پر گزرے اس کو تکلیفیں دی جا رہی تھیں تو اس کو خرید کر آزاد کر دیا۔

اور سعید بن مسیّب فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اُمیہ بن خلف نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلال کے بارے میں کہا جب آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تو اس کو بیچتا ہے؟ کہا ہاں میں اس نسطاس کے بدلے میں بیچتا ہوں اور نسطاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام تھا دس ہزار دینار والا اور دو لڑکوں اور لونڈیوں اور مویشیوں کے بدلہ میں، اور یہ مشرک تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو اسلام کی ترغیب دی کہ اس کے لیے مال ہوگا اس نے انکار کر دیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا۔ پس جب آپ رضی اللہ عنہ کو اُمیہ نے کہا میں اس کو تیرے غلام نسطاس کے بدلے میں بیچتا ہوں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غنیمت جانا اور اس کو بیچ دیا بلال رضی اللہ عنہ کے بدلہ میں تو مشرکین نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کیا مگر ایک احسان کی وجہ سے جو بلال کا ان پر تھا۔

⑲ تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "وما لاحد عنده من نعمة تجزیٰ" احسان جس کا وہ بدلہ دے رہا ہو۔

⑳ "الا" لیکن "ابتغاء وجه ربه الاعلیٰ" یعنی یہ نہیں کیا ان پر کسی کے احسان کا بدلہ دینے کے لیے لیکن یہ کیا ہے اپنے رب اعلیٰ کی رضامندی کو تلاش کرنے کے لیے۔

㉑ "ولسوف یرضیٰ" اس کے ساتھ جو اس کو اللہ تعالیٰ آخرت میں دیں گے جنت اور اعزاز اس پر جو اس نے کیا۔

سُوْرَةُ الضُّحٰی

مکی ہے اور اس کی گیارہ (۱۱) آیات ہیں۔

سورۃ الضحیٰ کا شانِ نزول

جندب بن سفیان فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور دو راتیں یا تین راتیں رات کا قیام نہیں کر سکے تو

ایک عورت آئی اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اُمید کرتی ہوں کہ آپ کے شیطان نے آپ کو چھوڑ دیا ہے (نعوذ باللہ) میں نے اس کو آپ کے قریب آتے نہیں دیکھا دو یا تین راتوں سے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "والضحی. واللیل اذا سجی. ما ودعک ربک وما قلی" اور کہا گیا ہے کہ وہ عورت جس نے یہ کہا تھا ابولہب کی بیوی اُم جمیل تھی اور مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوالقرنین اور اصحاب کہف اور روح کے بارے میں سوال کیا۔

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں کل تمہیں اس کی خبر دوں گا اور ان شاء اللہ نہیں کہا تو آپ علیہ السلام سے وحی رُک گئی اور زید بن اسلم فرماتے ہیں جبرئیل علیہ السلام کے رُک جانے کا سبب ایک کتے کا بچہ آپ علیہ السلام کے گھر میں تھا۔ پس جب جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے تو آپ علیہ السلام نے دیر کرنے پر عتاب کیا تو انہوں نے کہا ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتے اور تصویر ہو اور مفسرین رحمہم اللہ کا وحی کے رُکنے کی مدت میں اختلاف ہے تو ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں اٹھارہ دن اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں پندرہ دن اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں چالیس دن تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل! آپ نہیں آئے حتیٰ کہ میں آپ کا بہت زیادہ مشتاق ہوگیا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا میں خود آپ علیہ السلام سے ملاقات کا بہت زیادہ شوق رکھتا ہوں اور لیکن میں عبد مامور ہوں تو آیت نازل ہوئی "وما نتنزّل الا بامر ربک"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالضُّحٰی ① وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ② مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ③ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ④ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ⑤

ترجمہ: قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جبکہ وہ قرار پکڑے (آگے جواب قسم ہے) کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے) دشمنی کی اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے (پس وہاں آپ کو اس سے زیادہ نعمتیں ملیں گی) اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (آخرت میں بکثرت نعمتیں) دے گا سو آپ خوش ہو جاویں گے۔

تفسیر: ① "والضحی" چاشت کے وقت کی قسم کھائی ہے اور اس سے مراد تمام دن ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مقابلہ "واللیل اذا سجی" لائے ہیں۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا قول ہے "ان یأتیھم باسنا ضحی" یعنی دن میں اور قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی چاشت کا وقت اور یہ وہ گھڑی ہے جس میں سورج بلند ہوتا ہے اور دن کا اعتدال سردی و گرمی میں ہوتا ہے۔

② "واللّیل اذا سجی" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنی تاریکی کے ساتھ آئے اور یہی عوفی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور والبی کی ان سے روایت ہے کہ جب چلی جائے۔ عطاء اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں ہر چیز کو تاریکی کے ساتھ ڈھانپ لے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں برابر ہو جائے اور قتادہ اور ابن زید رحمہما اللہ فرماتے ہیں ساکن ہو جائے اور اس کا اندھیرا ٹھہر جائے اس کے بعد نہ بڑھے۔ کہا جاتا ہے "لیل ساج و بحر ساج" جب وہ ساکن ہو۔

③ "ما ودّعک ربّک وما قلٰی" یہ جواب قسم ہے یعنی جب سے آپ کو چنا ہے تب سے آپ کو نہیں چھوڑا اور جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے آپ سے ناراض نہیں ہوئے۔

④ "وللاٰخرۃ خیرلک من الاولٰی" عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ہم اہل بیت اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آخرت کو دُنیا پر اختیار کیا ہے۔

⑤ "ولسوف یعطیک ربّک فترضٰی" عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ شفاعت آپ علیہ السلام کی اُمت کے حق میں حتیٰ کہ آپ علیہ السلام راضی ہوجائیں گے اور یہ علی اور حسن کا قول ہے اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! میری اُمت میری اور رو پڑے تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو کہا آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان کو کہو ہم عنقریب آپ علیہ السلام کو آپ کی اُمت کے بارے میں راضی کردیں گے اور ان کے بارے میں آپ کو غمگین نہ کریں گے۔ ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ بے شک تم اے اہل عراق کے گروہ تم کہتے ہو قرآن مجید میں اُمید کی آیت "قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللّٰہ" ہے اور ہم اہل بیت کہتے ہیں کہ اللہ کی کتاب میں سب سے زیادہ اُمید والی آیت یہ ہے "ولسوف یعطیک ربّک فترضٰی" کہا گیا ہے۔ "ولسوف یعطیک ربّک" ثواب میں سے اور کہا گیا ہے مدد اور شہروں پر قدرت دینے اور مؤمنین کی کثرت میں سے۔

"فترضٰی" پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کی خبر دی جس پر آپ علیہ السلام وحی سے پہلے تھے اور آپ علیہ السلام کو اپنی نعمت یاد دلائی۔

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ⑥ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ⑦ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ⑧

ترجمہ: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر (آپ کو) ٹھکانا دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو (آپ کو شریعت کا رستہ) بتلا دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا۔

تفسیر: ⑥ "الم یجدک یتیما فاٰوٰی" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے ایک مسئلہ پوچھا ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ میں نے وہ نہ پوچھا ہوتا۔ میں نے کہا اے میرے رب! بے شک تو نے سلیمان بن داؤد علیہم السلام کو عظیم ملک دیا اور فلاں کو اتنا دیا اور فلاں کو اتنا دیا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میں نے تجھے یتیم نہیں پایا تھا، پھر میں نے تجھے ٹھکانہ دیا؟ میں نے کہا کیوں نہیں اے میرے رب! فرمایا کیا میں نے آپ کو راہِ حق کا متلاشی نہیں پایا تھا، پھر میں نے آپ کو ہدایت دی؟ میں نے کہا کیوں نہیں اے میرے رب! فرمایا کیا میں نے آپ کو تنگدست نہیں پایا تھا، پھر میں نے آپ کو غنی کردیا؟ میں نے کہا کیوں نہیں اے میرے رب! اور ان کے علاوہ نے زیادہ کیا

ہے۔ فرمایا کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کے سینے کو نہیں کھولا یا اور آپ سے آپ کا بوجھ نہیں رکھا؟ میں نے کہا کیوں نہیں اے میرے رب! اور آیت کا معنی کیا آپ کو یتیم چھوٹا بچہ تنگدست نہیں پایا جب آپ کے والدین فوت ہوگئے اور پیچھے آپ علیہ السلام کے لیے نہ کوئی مال چھوڑا اور نہ کوئی ٹھکانہ۔ پھر آپ کے لئے ٹھکانہ بنایا جس کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرار حاصل کرتے ہیں اور آپ علیہ السلام کو آپ کے چچا ابوطالب کے ساتھ ملا دیا حتیٰ کہ انہوں نے آپ کی اچھی تربیت کی اور آپ کا خرچ اُٹھایا۔

❼ "ووجدک ضالاً فهدیٰ" یعنی راہ کا متلاشی جس پر آپ تھے۔ پس آپ علیہ السلام کو توحید اور نبوت کے لیے ہدایت دی۔ حسن اور ضحاک اور ابن کیسان رحمہم اللہ فرماتے ہیں "ووجدک ضالاً" نبوت کی علامات سے اور شریعت کے احکام سے غافل۔ پس آپ علیہ السلام کو ان کی طرف ہدایت دی۔ جیسا کہ فرمایا "وان کنت من قبله لمن الغافلین" اور فرمایا "ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان" اور کہا گیا ہے مکہ کی وادیوں میں بھٹکتا ہوا تو آپ علیہ السلام کی آپ کے دادا عبدالمطلب کی طرف رہنمائی کی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں مکہ کی وادیوں میں گم ہوگئے تو آپ علیہ السلام کو ابوجہل نے دیکھا وہ اپنی بکریوں کے ساتھ واپس آ رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبدالمطلب تک پہنچا دیا اور سعید بن مسیب فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ایک قافلہ میں نکلے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی ساتھ تھا۔ پس آپ علیہ السلام ایک تاریک رات میں اونٹنی پر سوار تھے کہ ابلیس آیا اور اونٹنی کی لگام پکڑ کر اس کو راستے سے ہٹا دیا تو جبرئیل علیہ السلام آئے تو ابلیس کو ایک پھونک ماری جس سے وہ حبشہ کی زمین میں جا پڑا اور آپ علیہ السلام کو واپس قافلہ میں پہنچا دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر اس کا احسان جتایا۔ اور کہا گیا ہے آپ علیہ السلام کو پایا کہ آپ اپنے نفس کو نہ پہچانتے تھے کہ آپ کون ہیں تو آپ علیہ السلام کو اپنے نفس اور حال کی معرفت دی۔

❽ "ووجدک عائلاً فاغنیٰ" یعنی فقیر۔ پس آپ علیہ السلام کو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال کے ذریعے غنی کر دیا۔ پھر غنیمتوں کے ذریعے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو راضی کیا اس کے ساتھ جو آپ علیہ السلام کو رزق دیا اور اس کو فراء نے اختیار کیا ہے اور فرمایا کہ آپ علیہ السلام مال کی کثرت کی وجہ سے غنی نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو دیا تھا اس پر آپ علیہ السلام کو راضی کر دیا تھا اور یہ تمنا کی حقیقت ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غنی سامان کی کثرت سے نہیں ہے لیکن غنا نفس کا غنا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق کامیاب ہوگیا وہ شخص جو اسلام لایا اور بقدر کفایت رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس پر قناعت دے دی جو اس کو دیا۔ پھر آپ علیہ السلام کو یتیموں اور فقراء کے بارے میں وصیت کی ہے۔

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ⑨ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ⑩ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ⑪

ترجمہ: تو آپ (اس کے شکریہ میں) یتیم پر سختی نہ کیجئے اور سائل کو مت جھڑکیے (یہ تو شکر فعلی ہے) اور اپنے رب

کے انعامات (مذکورہ) کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے (یعنی زبان سے قولی شکر بھی کیجئے۔

تفسیر ۹ "فاما الیتیم فلا تقهر" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ یتیم کو حقیر نہ سمجھیں کیونکہ آپ علیہ السلام خود یتیم تھے اور فراء اور زجاج رحمہما اللہ نے فرمایا ہے آپ اس کے مال پر قبضہ نہ کریں کہ اس کے حق کو لے لیں اس کے کمزور ہونے کی وجہ سے۔ اسی طرح عرب یتیموں کے معاملہ میں کیا کرتے تھے ان کے اموال لے لیتے تھے اور ان کے حقوق غصب کر لیتے تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور مسلمانوں کے گھروں میں برا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے۔ پھر اپنی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا، میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ علیہ السلام اپنی شہادت والی انگلی اور درمیان والی انگلی سے اشارہ کر رہے تھے۔

۱۰ "واما السائل فلا تنهر" مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں دروازے پر سوال کرنے والا مراد ہے۔ فرماتے ہیں اس کو نہ ڈانٹیں جب وہ آپ علیہ السلام سے سوال کرے۔ پس آپ علیہ السلام خود تنگدست تھے۔ پس آپ علیہ السلام یا تو ان کو کھانا کھلا دیں یا اس کو نرمی سے جواب دے دیں۔ کہا جاتا ہے "نهره و انتهره" جب اس کا استقبال ایسی کلام سے کرے جو اس کو ڈانٹے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سائل کو نرمی اور رحمت سے واپس کریں۔ ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں سوال کرنے والی قوم بہت اچھی ہے، وہ ہمارے سفر خرچ کو آخرت کی طرف اُٹھاتے ہیں اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں سائل ہمارا آخرت کی طرف ارادہ کرتا ہے۔ تم میں سے کسی ایک کے دروازہ پر آتا ہے، پھر کہتا ہے کیا تم اپنے اہل (مردوں) کی طرف کسی چیز کے ذریعے توجہ کرتے ہو؟ اور حسن رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے قول "واما السائل فلا تنهر" کے بارے میں مروی ہے کہ طالب علم مراد ہے۔

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ کی تفسیر

۱۱ "واما بنعمة ربک فحدث" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی نبوت۔ ان سے ابو بشر نے روایت کیا ہے اور اس کو زجاج رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور فرمایا یعنی آپ تبلیغ کریں اس کی جس کے ساتھ آپ علیہ السلام بھیجے گئے ہیں اور اس نبوت کو بیان کریں جو آپ علیہ السلام کو دی ہے اور لیث نے مجاہد سے نقل کیا ہے یعنی قرآن اور یہی کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ آپ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ قرآن کو پڑھیں اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان نعمتوں کا شکر کریں جو اس سورت میں آپ علیہ السلام کو یاد دلائی گئی ہیں ضلالت کے بعد ہدایت فقر کے بعد غنی کرنا اور اللہ کی نعمتوں کو شکرانہ کے طور پر بیان کریں۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی طرف بھلائی کی جائے تو اس کی جزا دے، اگر پائے۔ پس اگر نہ پائے وہ چیز جس کو بطور جزا دے تو اس کی تعریف کرے کیونکہ جب اس کی تعریف کر دی تو اس کا شکریہ ادا کر دیا اور اگر اس کو چھپا لیا تو اس

کی ناشکری کی اور جس نے زیب وزینت اختیار کی اس چیز کے ساتھ جو وہ نہیں دیا گیا تو وہ جھوٹ کے کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا جو شخص تھوڑی چیز کا شکر ادا نہیں کرتا وہ کثیر کا بھی شکر ادا نہیں کرتا اور جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا، اللہ کی نعمت کو بیان کرنا شکر ہے اور اس کو چھوڑنا ناشکری ہے اور جماعت رحمت ہے اور جدا ہونا عذاب ہے۔

اور اہل مکہ کی قرأت کا طریقہ یہ ہے کہ تکبیر کہے اوّل سورۃ سے اور والضحیٰ ہر سورت کے آخر میں حتیٰ کہ قرآن کو ختم کرلے پھر کہے اللہ اکبر۔اسی طرح میں نے امام مقریٔ ابونصر محمد بن احمد بن علی حامدی سے مرو شہر میں پڑھا۔انہوں نے سند کے ساتھ اپنے اساتذہ سے جو اصل کتاب میں موجود ہے اور تکبیر کا سبب یہ ہے کہ وحی جب رُک گئی تو مشرکین نے کہا اس کو اس کے شیطان نے چھوڑ دیا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وجہ سے غمزدہ ہوئے تو جب نازل ہوئی "والضحیٰ" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی نزولِ وحی پر خوش ہوتے ہوئے۔پس تم اس کو سنت بنالو۔

سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَح

مکی ہے اور اس کی (۸) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ① وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ② الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ③ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ④ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑤ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑥ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ⑦ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ⑧

ترجمہ: کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (علم وحلم سے) کشادہ نہیں کردیا اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا سو بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی (ہونے والی ہے بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی (ہونے والی) ہے تو آپ جب (تبلیغ احکام سے) فارغ ہوجایا کریں تو (دوسری عبادت) متعلقہ بذات خاص میں) محنت کیا کیجئے اور (جو کچھ مانگنا ہو اس میں) (اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیے۔

تفسیر ① "الم نشرح لک صدرک" کیا ہم نے نہیں کھولا اور وسیع کیا اور نرم کیا آپ کے لیے آپ علیہ السلام کے دل کو ایمان اور نبوت اور علم اور حکمت کے ساتھ۔

②"ووضعنا عنک وزرک" حسن، مجاہد، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں ہم نے آپ علیہ السلام سے گرادیا جو آپ علیہ السلام سے جاہلیت میں گزر چکا اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول "لیغفر لک اللّٰہ ما تقدّم من ذنبک وما تأخّر" کی طرح ہے اور حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی خطاء اور بھول۔

اور کہا گیا آپ علیہ السلام کی اُمت کے گناہ۔ پس ان کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کردی ہے۔ آپ علیہ السلام کے دل کو اُمت کی وجہ سے مشغول ہونے کی وجہ سے۔

③"الذی انقض ظھرک" آپ علیہ السلام کی پیٹھ پر بوجھ لاد دیا جس نے اس کو کمزور کردیا حتیٰ کہ اس کی آواز سنی جاتی تھی اور عبدالعزیز بن یحییٰ اور ابوعبیدہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں یعنی ہم نے ہلکا کردیا۔ آپ علیہ السلام سے نبوت کی ذمہ داریوں اور بوجھ کو اور اس کے امر کے ساتھ قیام کو۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کی تفسیر

④"ورفعنا لک ذکرک" ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا "ورفعنا لک ذکرک" تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ نے کہا ہے جب میرا تذکرہ کیا جائے گا آپ علیہ السلام کا میرے ساتھ تذکرہ کیا جائے گا اور حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے فرمایا "ورفعنالک ذکرک" جب میرا تذکرہ ہوگا آپ علیہ السلام کا تذکرہ ہوگا۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اذان، اقامت، تشہد اور منبروں پر خطبہ دینا مراد ہے اور اگر کوئی بندہ اللہ کی عبادت کرے اور اس کی ہر چیز میں تصدیق کرے اور یہ گواہی نہ دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو یہ اس کو کچھ نفع نہ دے گا اور یہ کافر ہوگا اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے ذکر کو دُنیا و آخرت میں بلند کردیا۔ پس نہیں ہے کوئی خطیب اور نہ ہی کوئی تشہد پڑھنے والا اور نہ کوئی نماز والا مگر پکار رہا ہے۔ "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمّدا رسول اللّٰہ" اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی نماز اس کے بغیر قبول نہیں اور کوئی خطبہ اس کے بغیر جائز نہیں اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی اذان دینے کے ساتھ اور اسی بارے میں حسان بن ثابت فرماتے ہیں:

"کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ نے اپنے بندہ کو بھیجا اپنی دلیل کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ بلند اور بزرگ تر ہے۔
روشن کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کی مہر۔ اللہ کی طرف سے گواہی دی ہوئی چمکتی ہے اور گواہی دیتی ہے۔
اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے۔ جب مؤذن پانچ نمازوں میں "اشھد" کہتا ہے۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے نام میں سے نام نکالا تاکہ ان کی تعظیم کریں۔ پس عرش والا محمود اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔"

اور کہا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کا بلند ہونا آپ علیہ السلام کے میثاق کا انبیاء علیہم السلام سے لینا ہے اور ان پر لازم کرنا ہے کہ آپ علیہ السلام پر ایمان لائیں اور آپ علیہ السلام کے فضل کا اقرار کریں۔ پھر آپ علیہ السلام سے آسانی اور سختی کے بعد نرمی کا وعدہ کیا ہے کیونکہ اس وقت آپ علیہ السلام مکہ میں تھے۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا کے تکرار کی وجہ

⑤ "فان مع العسر یسرا، ⑥ انّ مع العسر یسرا" یعنی اس سختی کے ساتھ جس میں آپ علیہ السلام ہیں، مشرکین کے جہاد سے نرمی اور آسانی ہے بایں طور کہ آپ علیہ السلام کو ان پر غلبہ دیں گے حتیٰ کہ وہ اس حق کے آگے سر جھکا لیں گے جو آپ علیہ السلام ان کے پاس لائے ہیں۔ "انّ مع العسر یسرا" اس کا تکرار کیا ہے وعدہ کی تاکید کے لیے اور اُمید کی تعظیم کے لیے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم خوش ہو جاؤ تمہارے پاس آسانی آ گئی، ایک تنگی ہرگز دو آسانیوں پر غالب نہ آ سکے گی۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر تنگی کسی سوراخ میں ہو تو اس کو آسانی تلاش کرلے گی حتیٰ کہ اس میں داخل ہو جائے گی کیونکہ ایک تنگی دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آ سکتی۔ مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں اور ان کے قول کا "لن یغلب عسر یسرین" (کہ ایک تنگی دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آ سکتی) کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ العسر کا تکرار معرفہ کے ساتھ کیا ہے اور یسر کا تکرار نکرہ لفظ کے ساتھ اور عرب کی عادت ہے جب اسم معرفہ ذکر کرتے ہیں پھر اس کو دوبارہ ذکر کریں تو دوسرے سے وہی پہلا مراد ہوتا ہے۔

اور جب اسم کو نکرہ پر کریں پھر اس کا اعادہ کریں نکرہ تو وہ دو ہو جاتے ہیں اور جب اس کا معرفہ لفظ کے ساتھ اعادہ کریں تو دوسرا وہی پہلا ہوتا ہے جیسے تیرا قول "کسبت درھما انفقت الدرھم" تو دوسرا درہم وہی پہلا ہے اور جب تو کہے "اذا کسبت درھما فانفق درھما" تو دوسرا پہلے کا غیر ہے۔

پس عسر آیت میں مکرر ہے لفظ معرفہ کے ساتھ تو عسر ایک ہوا اور یسر مکرر ہے لفظ نکرہ کے ساتھ تو دو یسر ہوئے۔ گویا کہ فرمایا ہے کہ "ان مع العسر یسران" کہ ایک تنگی کے ساتھ دو آسانیاں ہیں اور ابو علی حسین بن یحییٰ بن نصر رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگوں نے ان کے قول "لن یغلب عسر یسرین" میں کلام کیا ہے۔ پس اس سے ان کے اس قول کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا کہ عسر معرفہ ہے اور یسر نکرہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ایک عسر ہوا اور دو یسر۔ اور یہ قول قابل اعتراض ہے جب آدمی کہتا ہے "ان مع الفارس سیفًا ان مع الفارس سیفا" تو یہ ثابت نہیں کرتا کہ ایک گھڑ سوار کے پاس دو تلواریں ہیں۔ پس آپ رضی اللہ عنہ کے قول "لن یغلب عسرٌ یسرین" کا مجاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اس حال میں کہ آپ علیہ السلام کے پاس مال واسباب کم تھا تو قریش آپ علیہ السلام کو اس کی وجہ سے عار دلاتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے کہا اگر آپ کو مال داری کی طلب ہے تو ہم آپ علیہ السلام کے لیے مال جمع کر دیتے ہیں حتیٰ کہ آپ علیہ السلام اہل مکہ میں

سب سے مال دار شخص کی طرح ہو جائیں گے تو اس کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غمزدہ ہوئے تو آپ علیہ السلام نے گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم آپ کی تکذیب آپ کے فقر کی وجہ سے کر رہی ہے تو اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام پر اپنی نعمتیں شمار کرائیں اور آپ علیہ السلام سے غنا کا وعدہ کیا اس کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اس غم پر جو آپ علیہ السلام پر چھایا ہوا تھا تو فرمایا "فانّ مع العسر یسرا" اس کا مجاز جو وہ کہتے ہیں یہ آپ علیہ السلام کو غمزدہ نہ کردے۔ "فان مع العسر یسرا" دُنیا میں جلدی۔ پھر اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ علیہ السلام کو عرب کے شہروں پر فتح دی اور آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں وسعت دی۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام سینکڑوں اونٹ دے دیتے اور سال کا غلہ ہبہ کر دیتے۔ پھر دوسرے فضل کی ابتدا کی جو آخرت کے امر میں سے ہے۔

تو فرمایا "ان مع العسر یسرا" اور اس نیا جملہ ہونے کی دلیل اس کا واؤ اور فاء سے خالی ہونا ہے اور یہ تمام مؤمنوں کے لیے وعدہ ہے اور اس کا مجاز "ان مع العسر یسرا" یعنی دُنیا میں تنگی کے ساتھ مؤمن کے لیے آخرت میں آسانی ہے۔ پس بسا اوقات اس کے لیے دو آسانیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ دُنیا کی آسانی بھی جو دوسری آیت میں ذکر کی ہے تو آپ علیہ السلام کا قول "لن یغلب عسر یسرین" یعنی دُنیا کی تنگی ہرگز اس آسانی پر غالب نہیں ہو سکتی جس کا اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے دُنیا میں وعدہ کیا ہے اور اس آسانی پر جس کا ان سے آخرت میں وعدہ کیا اور عسر تو صرف ان دونوں یسر میں سے ایک پر غالب ہوتا ہے اور وہ دُنیا کا یسر ہے اور بہرحال آخرت کا یسر تو وہ دائمی کبھی زائل نہ ہونے والا ہے یعنی ان دونوں کو غلبہ میں جمع نہیں کر سکتا جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول عید کے دو مہینے کم نہیں ہوتے یعنی کمی میں جمع نہیں ہو سکتے۔

⑦ "فاذا فرغت فانصب" یعنی پس آپ مشقت اُٹھائیں اور نصب مشقت اُٹھانا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، قتادہ، ضحاک، مقاتل اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں پس جب آپ علیہ السلام فرض نماز سے فارغ ہوں تو اپنے رب کی طرف دُعا میں مشقت اُٹھائیں اور اس کی طرف سوال کرنے میں رغبت کریں وہ آپ علیہ السلام کو عطا کرے گا۔ عبدالوہاب بن مجاہد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے جب آپ نماز پڑھ لیں تو دُعا اور سوال کرنے میں خوب کوشش کریں اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب آپ فرائض سے فارغ ہوں تو رات میں قیام میں مشقت اُٹھائیں اور شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب آپ علیہ السلام تشہد سے فارغ ہوں تو اپنی دُنیا و آخرت کے لیے دُعا کریں اور حسن اور زید بن اسلم فرماتے ہیں جب آپ اپنے دشمنوں سے جہاد سے فارغ ہوں تو اپنے رب کی عبادت میں مشقت اُٹھائیں اور منصور نے مجاہد سے نقل کیا ہے جب آپ دُنیا کے معاملات سے فارغ ہوں تو اپنے رب کی عبادت میں مشقت اُٹھائیں اور نماز پڑھیں اور حیان نے کلبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسالت کی تبلیغ سے فارغ ہوں تو "فانصب" یعنی اپنے اور مؤمنین کے ذنوب کے لیے استغفار کریں۔

⑧ "والٰی ربّک فارغب" عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی عرف آہ و زاری کریں آگ سے ڈرتے ہوئے اور

جنت میں رغبت کرتے ہوئے اور کہا گیا ہے اس کی طرف اپنے تمام احوال میں رغبت کریں۔ زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی آپ اپنی رغبت صرف ایک اللہ کی طرف کریں۔

سُوْرَۃُ التِّیْن

مکی ہے اور اس کی آٹھ (۸) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ❶ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ❷ وَ ھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ❸ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ❹ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ❺ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ❻ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ❼ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ❽

ترجمہ: قسم ہے انجیر (کے درخت) کی اور زیتون (کے درخت) کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر (یعنی مکہ معظمہ کی) کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے پھر (ان میں جو بوڑھا ہو جاتا ہے) ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے ہیں لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے تو ان کے لئے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا پھر کون چیز تجھ کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے۔

وَالتِّیْنِ اور وَالزَّیْتُوْنِ کی تفسیر

تفسیر ❶ "والتین والزیتون" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حسن، مجاہد، ابراہیم، عطاء بن ابی رباح، مقاتل اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں یہ تمہاری انجیر ہے جس کو تم کھاتے ہو اور تمہارے زیت جس سے تم تیل نکالتے ہو۔ کہا گیا ہے انجیر کو قسم کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اس لیے کہ یہ خاص میوہ ہے جس میں گٹھلی نہیں ہوتی۔ جنت کے میووں کے مشابہ ہے اور زیتون مبارک درخت ہے اس کے بارے میں حدیث آئی ہے اور یہ پھل اور تیل ہے سالن پکانے اور روشنی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ دو پہاڑ ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "التین" وہ پہاڑ جس پر دمشق ہے اور "الزیتون" وہ پہاڑ جس پر بیت المقدس ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں انجیر اور زیتون اُگاتے ہیں اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ دو مسجدیں ہیں شام میں۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں "التین" دمشق کی مسجد ہے اور "الزیتون" بیت المقدس کی مسجد ہے اور محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں "التین" اصحاب کہف کی مسجد ہے اور "الزیتون" ایلیا کی مسجد ہے۔

❷ "وطور سینین" یعنی وہ پہاڑ جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کی اور ہم نے اس کا معنی اللہ تعالیٰ کے قول

"وشجرة تخرج من طور سیناء" پر ذکر کر دیا ہے۔ ③ "وھذا البلد الامین" یعنی امن والا۔ یعنی مکہ کے لوگ اس میں جاہلیت اور اسلام میں امن ٹں ہوتے ہیں یہ قسمیں ہیں اور مقسم اللہ تعالیٰ کا قول۔

④ "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" مناسب قد اور اچھی صورت میں کیونکہ ہر حیوان کو اپنے چہرہ پر جھک کر چلنے والا بنایا مگر انسان کو لمبی قامت والا بنایا، وہ اپنے کھانے کی چیز کو اپنے ہاتھ سے پکڑتا ہے عقل اور تمیز سے مزین ہے۔

⑤ "ثم رددناہ اسفل سافلین" مراد ہے کہ بڑھاپے اور نکمی عمر کی طرف تو اس کی عقل ناقص اور بدن کمزور ہو جاتا ہے اور سافلون کمزور لوگ، اپاہج اور بچے۔ پس بوڑھا آدمی بھی ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے اور اسفل سافلین نکرہ ہے جنس کو عام ہے جیسا کہ تو کہے فلان اکرم قائم اور عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصحف میں "اسفل السافلین" ہے اور حسن، قتادہ اور مجاہد رحمہم اللہ فرماتے ہیں یعنی پھر ہم اس کو آگ کی طرف لوٹاتے ہیں یعنی "اسفل السافلین" کی طرف کیوں کہ اس کے طبقات بعض دوسرے بعض سے نیچے ہیں۔ ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی آگ کی طرف بری صورت یعنی خنزیر کی صورت میں۔

⑥ پھر استثناء کرتے ہوئے فرمایا "الا الذین امنوا" کیونکہ وہ جہنم کی طرف نہ لوٹائے جائیں گے اور جو پہلے قول کے قائل ہیں انہوں نے کہا ہم اس کو "اسفل سافلین" کی طرف لوٹائیں گے۔ ان کی عقل چلی جائے گی اور عمل ختم ہو جائیں۔ پس ان کی کوئی نیکی نہ لکھی جائے گی مگر وہ لوگ جو ایمان لائے۔ "وعملوا الصالحات" کیونکہ ان کے لیے بڑھاپے اور جسم جواب دینے کے بعد اس کی مثل ہوگا جو وہ جوانی اور تندرستی کی حالت میں عمل کرتے تھے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ چند لوگوں کی جماعت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نکمی عمر کی طرف لوٹائے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا عذر نازل کیا اور خبر دی کہ ان کے اعمال کا اجر ہوگا جو انہوں نے عقل جانے سے پہلے کیے تھے۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس بوڑھے کو اس کے بڑھاپے نے کوئی نقصان نہیں دیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خاتمہ ان اچھے اعمال پر کیا جو وہ کرتا تھا۔ عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا فرمایا "الا الذین امنوا وعملوا الصالحات" مگر وہ لوگ جو قرآن پڑھیں اور فرمایا جو قرآن پڑھے گا وہ نکمی عمر کی طرف نہ لوٹایا جائے گا۔ "فلھم اجر غیر ممنون" ختم نہ ہونے والا۔ اس لیے کہ اس کے لیے لکھا جائے گا اس نیک عمل کی طرح جو وہ عمل کرے گا۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اجر بغیر عمل کے۔ پھر فرمایا الزام حجت کے لیے۔

⑦ "فما یکذبک" اے انسان! "بعد" یعنی اس دلیل و برہان کے بعد "بالدین" حساب و جزاء کا اور معنی یہ ہے کہ وہ اپنی صورت اور جوانی اور بڑھاپے میں غور و فکر نہیں کرتا کہ وہ عبرت حاصل کرے اور کہے بے شک جس نے یہ کیا وہ اس پر قادر ہے کہ مجھے اُٹھائے اور میرا محاسبہ کرے۔ پس کون آپ کی تکذیب کرتا ہے بدلہ دیئے جانے کی ان دلائل کے بعد۔

⑧ "الیس اللّٰہ باحکم الحاکمین" فیصلہ کرنے والوں میں سے زیادہ فیصلہ کرنے والا ہے۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے درمیان اور اہل تکذیب کے درمیان فیصلہ کریں گے اور ہم تک روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے "والتین والزیتون" پڑھی پھر اس کے آخر "الیس اللّٰہ باحکم

الحاکمین" تک پہنچ گیا۔ پس چاہیے کہ وہ کہے کیوں نہیں اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں۔ براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو عشاء کی دو رکعتوں میں سے پہلی میں "والتین والزیتون" کی قرأت کی۔

سُوْرَۃُ الْعَلَق

یہ سورۃ مکی ہے اس میں نو (۹) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ② اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ⑤ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى ⑥ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ⑦ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ⑧ اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى ⑨ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ⑩

ترجمہ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر جو قرآن نازل ہوا کرے گا) اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے (یعنی جب پڑھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر پڑھا کیجئے) جس نے مخلوقات کو پیدا کیا جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا اور آپ کا رب بڑا کریم ہے (جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے) جس نے (لکھے پڑھوں کو) علم سے تعلیم دی اور عموماً) انسان کو (دوسرے ذرائع سے ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا سچ مچ بیشک (کافر) آدمی حد (آدمیت) سے نکل جاتا ہے اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو (ابناء جنس سے) مستغنی دیکھتا ہے اے مخاطب (عام) تیرے رب ہی کی طرف سب کو لوٹنا ہوگا اے مخاطب (عام) بھلا اس شخص کا حال تو بتلا جو (ہمارے) ایک (خاص) بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ (بندہ) نماز پڑھتا ہے۔

نزول کے اعتبار سے پہلی سورت کون سی ہے

تفسیر "اقرا باسم ربک الذی خلق" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلی سورت "اقرا باسم ربک" نازل ہوئی۔ اکثر اہل تفسیر کا اسی پر اتفاق ہے۔ سورۃ "اقرا مالم یعلم" تک سب سے اوّل نازل ہوئی تھی۔ یہ کل آیات کا پانچواں حصہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب بھی دیکھتے تھے، وہ صبح کی پو پھٹنے کی طرح (سامنے) آجاتا تھا۔ کچھ مدت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تخلیہ پسند بنا دیئے گئے اور غار حراء میں خلوت گزیں ہونے لگے۔ وہاں آپ متعدد راتیں بغیر گھر آئے، عبادت میں گزارتے تھے (مگر) کھانے کا سامان ساتھ لے جاتے تھے (جب کھانا ختم ہو جاتا تھا تو) پھر خدیجہ کے پاس آکر حسب سابق کھانے کا سامان لے جاتے یہاں تک کہ حق آگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں ہی تھے کہ فرشتہ نے آکر کہا: "اقرا" (حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے (یہ جواب سن کر) مجھے پکڑ کر اتنے زور سے دبایا کہ میں بے طاقت ہوگیا، پھر چھوڑ کر کہا: "اقرأ" میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے (یہ جواب سن کر) مجھے پکڑ کر اتنے زور سے دبایا کہ میں بے طاقت ہوگیا۔ پھر چھوڑ کر کہا "اقرأ" میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اس نے پھر پکڑ کر اتنے زور سے مجھے دبایا کہ میں بے طاقت ہوگیا، پھر چھوڑ کر کہا "اقرأ" میں نے کہا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے تیسری بار مجھے دبایا اور کہا: "اقرأ باسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقرأ و ربک الاکرم الّذی علّم بالقلم، علّم الانسان مالم یعلم"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کے ساتھ لوٹ کر (گھر) آئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دھڑک رہا تھا۔ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچ کر فرمایا: مجھے کپڑا اوڑھاؤ، مجھے کپڑا اوڑھاؤ (گھر والوں نے کپڑا اوڑھا دیا) یہاں تک کہ جب خوف (دل سے) جاتا رہا تو خدیجہ کو وہ واقعہ بتایا اور فرمایا: مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رنج نہیں پہنچائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاجزوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناداروں کو مال دیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہمان کی میزبانی کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی مصائب میں امداد کرتے ہیں۔ اس کے بعد خدیجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسید بن عبدالعزیٰ کے پاس لے گئیں۔ ورقہ جاہلیت کے زمانہ میں عیسائی ہوگئے تھے۔ عبرانی کتاب لکھتے اور انجیل کو عربی میں حسب مشیت خدا تحریر کرتے تھے۔ بہت بوڑھے اور نابینا ہوگئے تھے۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُن سے کہا: میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے سے تو سنو (یہ کیا کہتے ہیں) ورقہ نے کہا: بھتیجے تم کو کیا نظر آتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تو وہ بتادیا۔ ورقہ نے کہا: یہ وہی ناموس ہے جس کو اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اُتارا تھا۔ کاش میں اس زمانہ میں جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ تم کو تمہاری قوم نکالے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا مجھے وہ نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں! جو چیز تم لے کر آئے ہو، جو شخص بھی ایسی چیز لے کر آیا اس کو ضرور ایذاء دی گئی۔ اگر مجھے تمہارا وہ زمانہ ملا تو میں تمہاری بڑی مضبوط مدد کروں گا، پھر کچھ مدت کے بعد ورقہ کا انتقال ہوگیا اور وحی رُک گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی اور فرمایا "اقرأ باسم ربک الذی خلق" حتیٰ کہ "مالم یعلم" تک پہنچ گئے اور اس کے آخر میں زیادہ کیا، پھر فرمایا اور وحی میں وقفہ آگیا "فترتِ وحی" حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوگئے۔ اس میں جو ہم تک پہنچی ہے کہ ایسا غم جس کی وجہ سے کئی مرتبہ آپ علیہ السلام گئے کہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے خود کو لڑھکا دیں۔ پس جب بھی آپ علیہ السلام پہاڑ کی چوٹی پر چڑھتے تاکہ اپنے آپ کو نیچے گرادیں تو جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور کہتے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) بےشک آپ اللہ کے سچے رسول ہیں تو اس کی وجہ سے آپ علیہ السلام کی بے قراری کو قرار آتا تو واپس لوٹ آتے۔ پھر جب فترتِ وحی (وحی کا وقفہ) لمبا ہوجاتا تو پھر ایسا کرنے جاتے۔ پس جب پہاڑ کی چوٹی پر چڑھتے تو جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور اسی کے مثل بات کہتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ پہلی سورت جو نازل ہوئی وہ اللہ تعالیٰ کا قول "اقرأ باسم ربک" ہے۔ ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا مجاز "اقرأ اسم

ربّک" ہے یعنی با زائد ہے۔ اور معنی آپ اپنے رب کا نام ذکر کریں۔ حکم دیا کہ قرأت کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کریں ادب سکھانے کے لیے۔ "الّذی خلق" کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی تمام مخلوقات کو، پھر تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

② "خلق الانسان" یعنی ابن آدم کو۔ "من علق" علقۃ کی جمع ہے۔

③ "اقرأ" اس کا تکرار کیا تاکید کے لیے۔ پھر استیناف کرتے ہوئے فرمایا "وربّک الاکرم" کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بندوں کی جہالت پر بردبار ہے ان کو جلدی سزا نہیں دیتا۔ ④ "الّذی علّم بالقلم" یعنی خط و کتابت

⑤ "علّم الانسان مالم یعلم" ہدایت اور بیان کی اقسام میں سے اور کہا گیا ہے آدم علیہ السلام کو تمام اسماء سکھائے اور کہا گیا ہے یہاں انسان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اس کا بیان "وعلّمک مالم تکن تعلم" ہے۔

⑥ "کلا" حق و ثابت ہے۔ "ان الانسان لیطغٰی" اپنی حد سے بڑھتا ہے اور اپنے رب پر تکبر کرتا ہے۔

⑦ "ان" اس لیے کہ "راٰہ استغنٰی" کہ وہ اپنے نفس کو غنی دیکھتا ہے۔ کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لباس و کھانے وغیرہ میں ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف بلند ہوتا ہے اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب اس کو مال حاصل ہوتا تو اپنے کپڑوں اور سواریوں اور کھانوں میں اضافہ کرتا تو یہ اس کی سرکشی ہے۔

⑧ "ان الی ربّک الرّجعٰی" یعنی آخرت میں لوٹنا ہے۔ ⑨ "ارأیت الّذی ینھٰی. ⑩ عبداً اذا صلّٰی" ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے روکا تھا۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ابوجہل نے کہا کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے چہرے کو تمہارے سامنے خاک آلود کرتے ہیں؟ کہا گیا ہاں تو اس نے لات و عزیٰ کی قسم، اگر میں نے ان کو دیکھ لیا تو میں ان کی گردن کو ضرور روند دوں گا اور میں ان کے چہرے کو مٹی میں خوب لت پت کر دوں گا۔ فرماتے ہیں پھر ابوجہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن روند دے گا۔ پس اچانک وہ اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگا اور اپنے ہاتھوں کے ذریعے کسی چیز سے بچنے لگا۔ اس کو کہا گیا اے ابوالحکم تجھے کیا ہو گیا تھا؟ کہنے لگا میرے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آگ کی خندق اور ہولناکی اور پَر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میرے قریب ہوتا تو فرشتے اس کا عضو عضواً اُچک لیتے۔ فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ ہم نہیں جانتے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے یا کسی اور میں جو ان کو پہنچی ہے۔

"کلا انّ الانسان لیطغٰی. ان راٰہ استغنٰی. انّ الی ربّک الرّجعٰی. ارأیت الّذی ینھٰی. عبداً اذا صلّٰی"

اور یہاں ارأیت کا معنی مخاطب کو تعجب دلانا ہے اور اس لفظ کا تکرار تاکید کے لیے کیا گیا ہے۔

اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰىٓ ⑪ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ⑫ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ⑬ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ⑭ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ⑮ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ⑯

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ۚ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (آیت سجدہ) ﴿۱۹﴾

ترجمہ (اور اے مخاطب) بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو (جو کہ کمال لازمی ہے) یا وہ (دوسروں کو بھی) تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص (ناحق دین کو) جھٹلاتا ہو اور (حق سے) روگردانی کرتا ہو کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ (اس کے طغیان وغیرہ کو) دیکھ رہا ہے ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے اور) اگر یہ شخص باز نہ آوے گا تو ہم اس کو پٹھے پکڑ کر جو کہ دروغ اور خطا میں آلودہ پٹھے ہیں (جہنم کی طرف) گھسیٹیں گے سو یہ اپنے ہم جلسہ لوگوں کو بلا لے (اگر اس نے ایسا کیا تو) ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلالیں گے (آگے پھر سرزنش ہے کہ اس کو) ہرگز (ایسا) نہیں (کرنا چاہئے مگر) آپ اس کا کہنا مانیے اور بدستور نماز پڑھتے رہیے اور خدا کا قرب حاصل کرتے رہیے۔

تفسیر ⑪ "ارأیت ان کان علی الھدیٰ" یعنی وہ بندہ جس کو روکا گیا ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

⑫ "او امر بالتقویٰ" یعنی اخلاص اور توحید کے ساتھ۔ ⑬ "ارأیت ان کذّب" یعنی ابوجہل "وتولّی" ایمان سے اور آیت کے الفاظ کی تقدیر یہ ہے "ارأیت الذی ینھٰی عبدا اذا صلّی. وھو علی الھدیٰ امر بالتقویٰ" اور روکنے والا جھٹلانے والا ایمان سے پیٹھ پھیرنے والا ہے۔ پس اس سے زیادہ تعجب خیز بات کون سی ہے؟ ⑭ "الم یعلم" یعنی ابوجہل۔ "بانّ اللّٰہ یریٰ" پس اس کو اس کا بدلہ دے گا۔ ⑮ "کلا" وہ یہ نہیں جانتا۔ "لئن لم ینتہ" محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے اور آپ کی تکذیب کرنے سے۔ "لنسفعا بالناصیۃ" ہم اس کی پیشانی سے پکڑیں گے پھر اس کو کھینچ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ جیسا کہ فرمایا "فیؤخذ بالنواصی والاقدام" کہا جاتا ہے "سفعت بالشیٔ" جب تو نے اس کو پکڑا اور سخت کھینچا اور ناصیہ سر کے اگلے حصہ کے بال۔

⑯ پھر بدل پر فرمایا "ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ" یعنی اس پیشانی والا جھوٹا خطا کار ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جب ابوجہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے روکا تو آپ علیہ السلام نے اس کو جھڑکا تو ابوجہل کہنے لگا کیا آپ مجھے جھڑکتے ہیں؟ پس اللہ کی قسم میں آپ پر اس وادی کو بھر دوں گا۔ اگر میں چاہوں تیز رفتار گھوڑوں اور بے ریش نوجوانوں سے۔

⑰ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فلیدع نادیہ" یعنی اپنی قوم اور قبیلہ کو یعنی پس چاہیے کہ ان سے مدد طلب کرے۔

⑱ "سندع الزبانیۃ" زبنی کی جمع ہے زبن سے لیا گیا ہے اور وہ دھکیلنا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جہنم کے زبانیہ مراد ہیں اس کے ساتھ نام رکھا گیا ہے۔ اس لیے کہ وہ اہل نار جہنم کو دھکیلیں گے۔ زجاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ فرشتے سخت رو سخت مزاج۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اگر وہ اپنے قبیلہ کو بلاتا تو اس کو اللہ کے زبانیہ پکڑ لیتے۔

⑲ پھر فرمایا "کلا" معاملہ اس پر نہیں جس پر ابوجہل ہے۔ "لاتطعہ" نماز چھوڑنے میں۔ "واسجد" اللہ کے لیے نماز پڑھیں۔ "واقترب" اللہ سے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ اپنے رب کے زیادہ قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ پس تم دُعا زیادہ کرو۔

سُوْرَةُ الْقَدْر

مکی ہے اور اس کی پانچ (۵) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ② لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ③ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ④ سَلٰمٌ. هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤

ترجمہ: بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے اور (شوق بڑھانے کے لئے فرماتے ہیں کہ) آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے (آگے جواب ہے) کہ شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے (اور وہ شب قدر ایسی ہے کہ) اس رات میں فرشتے اور روح القدس (یعنی جبرئیل علیہ السلام) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر (زمین کی طرف) اترتے ہیں (اور وہ شب) سراپا سلام ہے وہ شب (اسی صفت و برکت کے ساتھ) طلوع فجر تک رہتی ہے۔

تفسیر: ① "انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر" یعنی قرآن کو۔ یہ ضمیر غیر مذکور کی طرف لوٹ رہی ہے۔ قرآن مجید کو یکبارگی لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمانِ دُنیا کی طرف اُتارا۔ پھر اس کو بیت العزت میں رکھا۔ پھر وہاں سے جبرئیل علیہ السلام تھوڑا تھوڑا کر کے بیس سال میں نازل ہوتے رہے۔

لیلۃ القدر کی وجہ تسمیہ

② پھر اپنے نبی کو تعجب کرتے ہوئے فرمایا "وما ادراک ما لیلۃ القدر" اس کا نام لیلۃ القدر اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس رات میں امور و احکام کی تقدیر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رات میں اپنے بندوں اور اپنے شہروں میں سال کے امر کو آنے والے سال تک تقدیر میں لکھ دیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "فیھا یفرق کل امر حکیم" ہے اور وہ ان کے قول "قدر اللّٰہ الشیٔ" کا مصدر ہے تخفیف کے ساتھ قدرًا وقدرًا جیسے نھر اور نھر اور شعر اور شعر اور قدرۃ تشدید کے ساتھ تقدیرًا ایک معنی میں ہیں۔ حسین بن فضل رحمۃ اللہ علیہ کو کہا گیا کیا اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پہلے ہر چیز کی تقدیر کو لکھ نہیں دیا؟ فرمایا ہاں۔

لیلۃ القدر کا معنی

تو کہا گیا پھر لیلۃ القدر کا کیا معنی ہے؟ فرمایا مقادیر جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان کو ان کے اوقات پر جاری کرنا اور قضاء جو طے ہو چکی اس کو نافذ کرنا اور زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور عظمت و مرتبہ والی رات یہ ماخوذ ہے لوگوں کے قول "لفلان

عند الامیر قدر" سے یعنی مرتبہ و مقام ہے۔ کہا جاتا ہے قدرت فلاناً یعنی میں نے اس کی تعظیم کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وما قدروا اللہ حق قدرہ" یعنی انہوں نے اس کی تعظیم نہیں کی جیسا کہ اس کی تعظیم کا حق ہے اور کہا گیا ہے اس لیے کہ نیک عمل اس میں اللہ کے ہاں مرتبہ والا ہوتا ہے اس لیے کہ وہ مقبول ہوتا ہے اور اس کے وقت میں اختلاف ہوا ہے۔ پس ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوتی تھی پھر اُٹھالی گئی ہے اور اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قیامت تک باقی ہے۔ عبداللہ بن حسین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا لوگ گمان کرتے ہیں کہ لیلۃ القدر اُٹھالی گئی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے یہ کہا اس نے جھوٹ بولا۔ میں نے کہا وہ ہر مہینہ میں ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ رمضان کے مہینہ میں، پس تو اس کا استقبال کر۔

اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ سال کی راتوں میں سے ایک رات ہے حتیٰ کہ اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی کی طلاق کو اور اپنے غلام کی آزادی کو لیلۃ القدر کے ساتھ معلق کر دیا تو طلاق اور آزادی واقع نہ ہوگی۔ جب تک قسم کے وقت سے سال نہ گزر جائے۔ یہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ فرمایا جو سال بھر رات کا قیام کرے گا وہ اس کو پالے گا۔ تو یہ بات عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو فرمایا اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن پر رحم کریں وہ جانتے ہیں کہ یہ رمضان کے مہینہ میں ہے لیکن انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ لوگ بھروسہ نہ کریں (باقی سال عمل چھوڑ دیں)

اور جمہور اہل علم اس بات پر ہیں کہ یہ رمضان کے مہینہ میں ہے اور اس رات میں اختلاف ہوا ہے۔ ابورزین عقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ رمضان کے مہینہ کی پہلی رات ہے اور حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سترہویں رات اور یہ وہ رات ہے جس کی صبح کو بدر کا معرکہ ہوا تھا اور صحیح قول جس پر اکثر حضرات ہیں کہ یہ رمضان کے مہینہ کی آخری دس راتوں میں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دن کا اعتکاف کرتے اور فرماتے تم لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں عبادت میں اتنی کوشش کرتے تھے جو ان کے علاوہ دنوں میں نہ کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان کے آخری دس دن داخل ہوتے تو تہبند باندھ لیتے (کمر کس لیتے) اور ساری رات جاگتے اور گھر والوں کو بیدار کرتے۔

لیلۃ القدر کی تعیین میں ائمہ کا اختلاف

اور اس میں اختلاف ہوا ہے کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ کی کس رات میں ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نے ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے لیلۃ القدر کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا میں اس کو تلاش کرنے والا نہیں ہوں۔ اس چیز

کے بعد جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی مگر آخری دس دنوں میں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تم اس کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو، نو سے جو باقی بچیں یا سات سے جو باقی رہ جائیں یا پانچ سے جو باقی رہ جائیں یا تین سے جو باقی رہ جائیں یا آخری رات اور ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رمضان داخل ہوتا تو نماز پڑھتے۔ جیسا کہ سارے سال میں نماز پڑھتے تھے۔ پھر جب آخری دس دن داخل ہوتے تو خوب کوشش کرتے۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے تاکہ ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دیں تو مسلمانوں میں سے دو آدمی جھگڑ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گھر سے نکلا تاکہ تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دوں۔ پس فلاں اور فلاں جھگڑے تو اُٹھالی گئی اور اُمید ہے کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہو۔

پس تم اس کو نویں اور ساتویں اور پانچویں میں تلاش کرو۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے چند افراد نے لیلۃ القدر کو خواب میں رمضان کی آخری سات راتوں میں دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہارے خواب کو دیکھتا ہوں کہ وہ آخری سات میں موافق ہے۔ پس جو شخص اس کو تلاش کرنے والا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ اس کو آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اکیس کی رات ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے درمیانے عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے اور اس سال اعتکاف کیا یہاں تک کہ جب اکیس کی رات ہوئی، یہ وہ رات ہے جس کی صبح آپ علیہ السلام اپنے اعتکاف سے نکلے، فرمایا جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا، پس اس کو چاہیے کہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کرے اور تحقیق میں نے اس رات کو دیکھا، پھر میں بھلا دیا گیا اور تحقیق میں نے خود کو دیکھا کہ اس رات کی صبح کو پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔

پس تم اس کو آخری عشرہ میں تلاش کرو اور ہر طاق رات میں تلاش کرو تو ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو اس رات آسمان سے بارش برسی اور مسجد جھونپڑی پر تھی تو مسجد کی چھت ٹپکی۔

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تو میری آنکھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر پھرے اور آپ علیہ السلام کی پیشانی اور ناک پر پانی اور گارے کا اثر تھا اکیس کی صبح کو اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ وہ تئیس (۲۳) کی رات ہے۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا بے شک میں ایک دیہات میں ہوتا ہوں اس کو "وطاۃ" کہا جاتا ہے اور میں بحمد اللہ ان کو نماز پڑھاتا ہوں۔

لیلۃ القدر کے فضائل

پس آپ مجھے اس مہینے کی رات کے بارے میں حکم کریں کہ میں مسجد میں پڑاؤ کروں اور اس میں نماز پڑھوں تو آپ علیہ

السلام نے فرمایا تو تیئیس (۲۳) کی رات کو مسجد میں قیام کر اور اس میں نماز پڑھ اور اگر تو پسند کرے تو تو مہینہ کا آخر مکمل کرے تو ایسا کر اور اگر تو چاہے تو رُک جا۔ فرماتے ہیں پس جب وہ عصر کی نماز پڑھتے تو مسجد میں داخل ہو جاتے پھر اس سے نہ نکلتے مگر اپنی حاجت سے حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھتے۔ پھر جب صبح کی نماز پڑھتے تو ان کی سواری مسجد کے دروازہ پر ہوتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے لیلۃ القدر کا مذاکرہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینے کے کتنے دن گزر گئے؟ تو ہم نے کہا بائیس (۲۲) دن اور آٹھ باقی رہ گئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا بائیس دن گزر گئے اور سات باقی رہ گئے تم اس کو رات میں تلاش کرو، مہینہ انتیس دن کا ہے اور ایک قوم نے کہا ہے ستائیس کی رات میں اور یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے زر بن حبیش نے ابی بن کعب کو کہا اے ابو منذر ہمیں لیلۃ القدر کے بارے میں بتائیں کیوں کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو سال کا قیام کرے گا وہ اس کو پالے گا تو فرمایا اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمٰن پر رحم کریں۔

بہر حال وہ جانتے ہیں کہ وہ رمضان میں ہے لیکن انہوں نے ناپسند سمجھا کہ تمہیں اس کی خبر دیں تو تم اس پر بھروسہ کر لو، قسم اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اُتارا، وہ ستائیس کی رات ہے تو ہم نے کہا اے ابو منذر! آپ نے یہ کہاں سے جانا ہے؟ فرمایا اس نشانی کی وجہ سے جس کی ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تو ہم نے اس کو یاد کر لیا اور ہم نے اس کو شمار کیا، وہ اللہ کی قسم نہیں بھولتی۔ ہم نے کہا اور نشانی کیا ہے؟

فرمایا سورج طلوع ہوگا، گویا کہ وہ طاس ہے اس کی شعاع نہ ہوگی اور اس کی علامات میں سے وہ ہے جو حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا گیا ہے اس کو مرفوع قرار دیا ہے کہ وہ نرم رات ہے، نہ گرم اور نہ ٹھنڈی، اس کی صبح کو سورج طلوع ہوتا ہے۔ اس کی شعاع نہیں ہوتی اور خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات کو اس اُمت پر مبہم رکھا تا کہ وہ رمضان کی راتوں میں عبادت کی کوشش کریں اس کو پانے کی طمع میں جیسا کہ جمعہ کے دن میں قبولیت کی گھڑی کو مخفی رکھا گیا ہے اور پانچ نمازوں میں صلاۃِ وسطیٰ کو مخفی رکھا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں اسم اعظم کو مخفی رکھا گیا ہے اور عبادت میں اس کی رضا مندی کو تا کہ وہ ان تمام عبادت کے کاموں میں رغبت کریں اور معاصی میں اس کی ناراضگی کو مخفی رکھا گیا ہے۔

تا کہ وہ ان تمام سے باز آ جائیں اور قیامت کے قائم ہونے کو مخفی کیا گیا ہے تا کہ وہ عبادات میں خوب کوشش کریں اس کے قائم ہونے کے خوف سے۔

❸ "لیلة القدر خیر من الف شھر" عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذکر کیا گیا بنی اسرائیل کے ایک شخص کا جس نے اللہ کے راستہ میں اپنے کندھے پر ہزار مہینے ہتھیار اُٹھائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے تعجب ہوا اور اس کی اپنی اُمت کے لیے تمنا کی اور فرمایا اے میرے رب! آپ نے میری اُمت کو اور اُمتوں میں سے سب سے چھوٹی عمر والا بنایا اور کم عمل والا بنایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو لیلۃ

القدر دی اور فرمایا "لیلة القدر خیر من الف شهر" ایسے جن میں اسرائیلی نے اللہ کے راستے میں ہتھیار اُٹھایا اور آپ علیہ السلام کی اُمت کے لیے قیامت کے دن تک۔

مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں "لیلة القدر خیر من الف شهر" اس کا معنی نیک عمل لیلۃ القدر میں ان ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے لیلۃ القدر کا قیام کیا ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص مغرب وعشاء میں حاضر ہوا، جماعت میں تو اس نے لیلۃ القدر سے اپنا حصہ لے لیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا اگر میں لیلۃ القدر کو پالوں تو کیا کہوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا تو کہہ "اللهم انک عفو تحبّ العفو فاعف عنّی"

④ "تنزل الملائكة والرّوح" یعنی جبرئیل علیہ السلام ان کے ساتھ "فيها" یعنی لیلۃ القدر میں "باذن ربهم من كل امر" یعنی خیر اور برکت کے ہر امر کے ساتھ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے "یحفظونه من امر الله" یعنی بامر اللہ

⑤ "سلام" عطاء فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ اللہ کے اولیاء اور اہل طاعت پر سلامتی ہے۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فرشتوں کا لیلۃ القدر میں اہل مسجد کو سلام کرنا سورج کے غروب ہونے کے وقت سے فجر طلوع ہونے تک۔ کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فرشتے اس میں اُترتے ہیں جب بھی کسی مؤمن مرد وعورت کو ملتے ہیں تو اس پر سلام بھیجتے ہیں اس کے رب سے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو جائے اور کہا گیا ہے کلام اللہ تعالیٰ کے قول "باذن ربهم من كل امر" پر مکمل ہوگئی ہے پھر ابتداء کرتے ہوئے فرمایا "سلام هى" یعنی لیلۃ القدر مکمل سلامتی اور خیر ہے، اس میں کوئی شر نہیں ہے۔

ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس رات میں نہیں مقدر کرتے اور نہ فیصلہ کرتے ہیں مگر سلامتی کا اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی لیلۃ القدر محفوظ ہے، شیطان اس میں برا عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور کسی کو تکلیف پہنچانے کی۔ "حتّى مطلع الفجر" یعنی فجر کے طلوع ہونے تک۔ کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے مطلع لام کی زیر کے ساتھ اور دیگر حضرات نے لام کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ پسندیدہ ہے طلوع کے معنی میں مصدر کی بناء پر۔ کہا جاتا ہے "طلع الفجر طلوعا ومطلعا" اور زیر کے ساتھ طلوع کی جگہ۔

سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃ

مدنی ہے اور اس کی آٹھ (۸) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ❶ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ❷ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ❸ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ❹

ترجمہ: جولوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے (قبل بعثت نبویہ) کافر تھے وہ (اپنے کفر سے ہرگز) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی (یعنی) ایک اللہ کا رسول جو (ان کو) پاک صحیفے پڑھ کر سنا دے جن میں درست مضامین لکھے ہوئے ہوں اور جو لوگ اہل کتاب تھے (اور غیر اہل کتاب تو بدرجہ اولیٰ) وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد (دین میں) مختلف ہو گئے۔

تفسیر: ❶ "لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب" اور وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ "والمشرکین" اور وہ بتوں کی عبادت کرنے والے۔ "منفکین" ہٹنے والے جدا ہونے والے۔ کہا جاتا ہے "فککت الشیء فانفک" یعنی جدا ہو گئی۔ "حتّٰی تاتیھم البیّنۃ" لفظ مستقبل اور اس کا معنی ماضی کا ہے۔ یعنی حتیٰ کہ ان کے پاس واضح حجت آ جائے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس قرآن لائے تو ان کی گمراہی اور جہالت کو بیان کر دیا اور ان کو اسلام اور ایمان کی طرف بلایا۔ پس یہ آیت ان کے بارے میں ہے جو دونوں فریقوں میں سے ایمان لایا۔ خبر دی ہے کہ وہ کفر سے باز نہ آئیں گے حتیٰ کہ ان کے پاس رسول آئے پھر ان کو ایمان کی طرف بلایا، پھر وہ ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جہالت و گمراہی سے بچا لیا۔

❷ پھر بینہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا "رسول من اللہ یعلوا" پڑھتے ہیں۔ "صحفا" کتاب۔ صحیفے (اوراق) جس مکتوب کو متضمن ہوتے ہیں وہ مراد ہے اور وہ قرآن ہے اس لیے کہ آپ علیہ السلام قرآن کی تلاوت اپنے دل سے کرتے تھے کسی تحریر و کتاب کو دیکھ کر نہ کرتے تھے۔ "مطھرۃ" باطل اور جھوٹ سے۔

③ ”فیھا“ یعنی صحیفوں میں۔ ”کتب“ یعنی آیات واحکام جوان میں لکھے ہوئے ہیں۔ ”قیمۃ“ معتدل درست کجی والی نہیں ہے۔

④ پھران کاذکرکیاجواہل کتاب میں سے ایمان نہیں لائے تو فرمایا ”وما تفرق الذین اوتوا الکتاب“ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امر میں۔ ”الا من بعد ما جاء تھم البینۃ“ یعنی ان کی کتابوں میں واضح بیان کہ وہ نبی مرسل ہیں۔ مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں اہل کتاب ہمیشہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں متفق رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بھیج دیا۔ پھر جب آپ علیہ السلام کو بھیجا گیا تو آپ علیہ السلام کے معاملہ میں اختلاف کیا اور فرقے بن گئے تو ان میں سے بعض آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور دیگر نے کفر کیا اور بعض آئمہ لغت فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قول ”منفکین“ کا معنی ہلاک ہونے والے۔ یہ ماخوذ ہے ان کے قول ”انفک صلاء المرأۃ عند الولادۃ“ سے وہ یہ کہ وہ جدا ہو جائے پھر وہ نہ مل سکے۔ پس وہ عورت ہلاک ہو جائے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ ہلاک ہونے والے اور معذب نہیں تھے مگر ان پر رسول کو بھیجنے اور کتاب کے اُتارنے کے ذریعے حجت قائم کرنے کے بعد اور پہلا قول اصح ہے۔ پھر ذکر کیا جو وہ اپنی کتابوں میں حکم دیئے گئے تھے تو فرمایا:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ⑤ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا. اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ⑥ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ⑦ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا. رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ⑧

ترجمہ: حالانکہ ان لوگوں کو (کتب سابقہ میں) یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت اسی کے لئے خالص رکھیں (ادیان باطلہ شرکیہ سے) یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین (مذکورہ) کا (بتلایا ہوا) بیشک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) بدترین خلائق ہیں بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے اور (جنت اور رضا) اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

⑤ ”وما امروا“ یعنی یہ کفار ”الا لیعبدوا اللہ“ یعنی مگر یہ کہ وہ اللہ کی عبادت کریں۔ ”مخلصین لہ الدین“ ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کو توریت و انجیل میں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ عبادت خالص اللہ کے لیے کریں توحید کو اپنائیں۔ "حنفاء" تمام ادیان سے اعراض کر کے دین اسلام کی طرف مائل ہوں۔

تفسیر "ویقیموا الصلوٰۃ" فرض کی ہوئی ان کے اوقات میں۔ "ویؤتوا الزکاۃ" اس کے محل کے وقت۔ "وذلک" جس کا ان کو حکم دیا گیا "دین القیّمۃ" یعنی ملت اور سیدھی شریعت ہے دین کی اضافت قیمہ کی طرف کی ہے حالانکہ یہ اس کی صفت ہے لفظوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے اور "قیّمۃ" کو مؤنث لایا گیا ہے دین کو ملت کی طرف رد کرتے ہوئے اور کہا گیا ہے کہ اس میں ھاء مبالغہ کی ہے اور کہا گیا ہے قیمہ وہ کتابیں جن کا ذکر ابھی ہوا ہے یعنی اور یہ ان درست کتابوں کا دین ہے جس کی طرف آپ علیہ السلام بلاتے اور ان کا حکم دیتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا "وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین النّاس فیما اختلفوا فیه" نضر بن شمیل فرماتے ہیں میں نے خلیل بن احمد سے اللہ تعالیٰ کے قول "وذلک دین القیّمۃ" کے بارے میں پوچھا تو فرمایا "القیمۃ" قیم کی جمع ہے اور قیم اور قائم ایک ہیں۔ آیت کا مجاز "وذلک دین القائمین لله بالتوحید" اور یہ ان کا دین ہے جو اللہ کی توحید پر قائم ہیں۔

❻ پھر ذکر کیا جو دونوں فریقوں کو ملے گا تو فرمایا: "ان الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین فی نار جھنّم خالدین فیھا اولئک ھم شرّ البریّۃ" نافع اور ابن عمر نے "البریئۃ" ہمزہ کے ساتھ دو حرفوں میں پڑھا ہے۔ اس لیے کہ یہ ان کے قول "برأ اللہ الخلق" سے ماخوذ ہے اور دیگر حضرات نے شد کے ساتھ بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے جیسے "ذریّۃ" اس کا ہمزہ استعمال میں چھوڑ دیا گیا ہے۔

❼ "ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریّۃ.

❽ جزاؤھم عند ربھم جنات عدن تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنه ذلک لمن خشی ربّه" اور معاصی سے باز آ جائے اور کہا گیا ہے کہ رضا دو قسموں کی طرف تقسیم ہے رضا بہ (اس پر راضی ہونا) اور رضا عنہ (اس سے راضی ہونا) پس رضا بہ اس کے رب اور مدبر ہونے پر راضی ہونا اور رضا عنہ اس کے قضاء و قدر سے راضی ہونا۔ سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب تو اللہ سے راضی نہیں ہے تو پھر تو اس سے کیسے سوال کرتا ہے تجھ سے راضی ہونے کا؟ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی کو کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ پر "لم یکن الذین کفروا" پڑھوں۔ ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اور میرے رب نے میرا نام لیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں تو وہ رو پڑے۔ ہمام نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ پر قرآن پڑھوں۔

سُوْرَۃُ الزِّلْزَال

مدنی ہے اوراس کی آٹھ (۸) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ① وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ② وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا ③ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ④ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ⑤ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ⑥ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ⑦ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ⑧

ترجمہ: جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلا دی جائے گی اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی اور (اس حالت کو دیکھ کر کافر) آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا اس روز زمین اپنی سب (اچھی بری) خبریں بیان کرنے لگے گی اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر (موقف حساب سے) واپس ہوں گے تاکہ اپنے اعمال (کے ثمرات) کو دیکھ لیں سو جو شخص (دنیا میں ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔

تفسیر ①"اذا زلزلت الارض زلزالها" زمین کو سخت حرکت دی جائے گی قیامت کے قائم ہونے کی وجہ سے۔ "زلزالها" اس کا حرکت کرنا۔

②"واخرجت الارض اثقالها" اپنے مُردے اور خزانے، پس ان کو اپنے اوپر ڈال دے گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین اپنے اندر کے خزانوں کی قے کردے گی جو ستونوں کی مثل ہوں گے سونے اور چاندی کے۔ پس قتل کرنے والا آئے گا اور کہے گا اس کی وجہ سے میں نے قتل کیا اور قطع رحمی کرنے والا آئے گا اور کہے گا اس کی وجہ سے میں نے اپنے رشتہ توڑے اور چور آئے گا اور کہے گا اس کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا، پھر وہ اس کو چھوڑ دیں گے اس میں سے کچھ بھی نہ لیں گے۔

③"وقال الانسان مالها" کہا گیا ہے آیت میں تقدیم وتاخیر ہے، اس کی تقدیر یہ ہے۔

④ "یومئذ تحدث اخبارھا" پس انسان کہے گا مالھا۔ یعنی زمین خبر دے گی جو اس نے اس پر عمل کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی "یومئذ تحدث اخبارھا" فرمایا کیا تم جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: بے شک اس کی خبریں یہ ہیں کہ ہر وہ بندہ اور باندی پر گواہی دے ان اعمال کی جو انہوں نے اس کی پیٹھ پر کیے ہیں۔ کہے گی اس دن فلاں اور فلاں نے اتنا اتنا عمل کیا، فرمایا پس یہ اس کی خبریں ہیں۔

⑤ "بانّ ربّک اوحٰی لھا" یعنی اس کو کلام کا حکم دیا اور اس کو اجازت دی کہ وہ ان اعمال کی خبر دے جو اس پر کیے گئے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اوحیٰ الیھا" اور آیت کا مجاز یہ ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف وحی کریں گے۔ کہا جاتا ہے "اوحٰی لھا و اوحٰی الیھا" اور "وحٰی لھا اور وحٰی الیھا" یہ ایک ہے۔

⑥ "یومئذ یصدر النّاس" لوگ حساب کے لیے ٹھہرنے کی جگہ سے پیش ہونے کے بعد لوٹیں گے۔ "اشتاتا" جدا جدا۔ پس دائیں والے جنت کی طرف جائیں گے اور بائیں والے جہنم کی طرف جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "یومئذ یتفرّقون"...... "یومئذ یصدّعون" ہے۔ "لیروا اعمالھم" تاکہ ان کو ان کے اعمال کی جزاء دکھائی جائے اور معنی یہ ہے کہ وہ موقف سے جدا جدا ہو کر لوٹیں گے تاکہ وہ اپنی منازل پر اتریں جنت اور جہنم میں۔

⑦ "فمن یعمل مثقال ذرّۃ" چھوٹی چیونٹی کے وزن کے برابر۔ یہ عام چیونٹی سے بھی بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ "خیراً یرہ"

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ کی تفسیر

⑧ "ومن یعمل مثقال ذرّۃ شرّا یرہ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مؤمن و کافر نے دُنیا میں کوئی خیر و شر کا عمل نہیں کیا ہوگا مگر اللہ تعالیٰ اس کو وہ قیامت کے دن دکھائیں گے۔ پس بہر حال مؤمن تو اپنی نیکیاں اور برائیاں دیکھے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کی برائیاں معاف کر دیں گے اور نیکیوں پر ثواب دیں گے اور بہر حال کافر تو اس کی نیکیاں رد کر دی جائیں گی اور برائیوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔ محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں "فمن یعمل مثقال ذرّۃ شرّا یرہ" کافروں میں سے وہ اپنے ثواب کو دُنیا میں اپنے جان و مال اور اہل و اولاد میں دیکھ لے گا حتیٰ کہ دُنیا سے نکلے گا تو اس کے لیے اللہ کے ہاں کوئی خیر نہ ہوگی۔ "ومن یعمل مثقال ذرّۃ خیرا یرہ" مؤمن اپنی سزا دُنیا میں اپنی جان و مال، اہل و اولاد میں دیکھ لے گا حتیٰ کہ دُنیا سے نکلے گا اور اس کے لیے اللہ کے پاس کوئی شر نہ ہوگا۔

مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت دو آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب آیت نازل ہوئی "ویطعمون الطعام علی حبّہ" تو ان میں سے ایک کے پاس سائل آتا تو وہ مستقل اس کو تھوڑی سی کھجور اور بادام وغیرہ دیتا۔ وہ کہتا یہ کچھ بھی نہیں ہے تو اس پر اجر دیا جائے گا جو تو دے گا اور ہم اس کو پسند کرتے ہوں گے اور دوسرا شخص تھوڑے

گناہ میں سستی کرتا تھا جیسے غلط بیانی، غیبت اور بدنظری اور اس کے مشابہ چیزیں اور کہتا اللہ تعالیٰ نے کبیرہ گناہوں پر آگ کا وعدہ کیا ہے اور ان میں کوئی گناہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ان کو تھوڑے خیر کے کام میں رغبت دلائی کہ وہ اس کو دیں کیونکہ قریب ہے کہ وہ زیادہ ہوجائے اور ان کو تھوڑے گناہ سے ڈرایا ہے کیونکہ قریب ہے کہ وہ زیادہ ہوجائے۔ پس چھوٹا گناہ کرنے والے کی نگاہ میں اللہ کے ہاں قیامت کے دن پہاڑوں سے بڑا ہوگا اور اس کی تمام نیکیاں ہر چیز سے چھوٹی ہوں گی۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قرآن مجید میں محکم آیت **"فمن یعمل مثقال ذرّة خیرا یرہ، ومن یعمل مثقال ذرّة شرّا یرہ"** ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نام جامعہ فاذہ (جامع مانع) رکھتے تھے۔ آپ علیہ السلام سے گدھوں کی زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ان کے بارے میں مجھ پر کچھ نازل نہیں کیا گیا مگر یہ جامعہ فاذہ (جامع مانع) آیت **"فمن یعمل مثقال ذرّة خیراً یرہ، ومن یعمل مثقال ذرّة شرا یرہ"** اور عمر بن خطاب اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انگور کا دانہ صدقہ کیا اور دونوں نے فرمایا اس میں بہت سارے مثقال ہیں۔ ربیع بن خثیم فرماتے ہیں ایک شخص حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گزرا اور وہ یہ سورت پڑھ رہے تھے۔ پس جب وہ اس کے آخر میں پہنچے تو اس نے کہا مجھے کافی ہے۔ تحقیق نصیحت کی انتہا ہوگئی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **"اذا زلزلت الارض"** نصف قرآن کے برابر ہے۔ **"قل ھو اللہ احد"** قرآن کی تہائی کے برابر ہے۔ **"قل یا یھا الکافرون"** قرآن کے چوتھائی کے برابر ہے۔

سُوْرَةُ الْعَادِیَات

سورۃ العادیات: مکی ہے اور اس کی گیارہ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ① فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ② فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ③ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ④ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ⑤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ⑥ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ⑦ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ⑧ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ⑨ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ⑩ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ⑪

(ترجمہ) قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر (پتھر پر) ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں پھر صبح کے وقت تاخت وتاراج کرتے ہیں پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں پھر اس وقت (دشمنوں کی) جماعت میں جا گھستے ہیں بیشک (کافر) آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے (کبھی اول وہلہ میں کبھی بعد تامل) اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے کیا اس کو وقت معلوم نہیں کہ جب زندہ کئے جاویں گے جتنے مردے قبروں میں

ہیں اور آشکارا ہو جاوے گا جو کچھ دلوں میں ہے بیشک ان کا پروردگار ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے۔

تفسیر ❶ "والعادیات ضبحا" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عطاء، مجاہد، عکرمہ، حسن، کلبی، قتادہ، مقاتل، ابوالعالیہ رحمہم اللہ اور ان کے علاوہ نے فرمایا ہے یہ اللہ کے راستے میں دوڑنے والے گھوڑے جن کے دوڑنے کی وجہ سے پیٹ میں سے آوازیں آئیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں حیوانات میں سے گھوڑے، کتے اور لومڑی کے علاوہ کسی کے دوڑتے وقت پیٹ سے آواز نہیں آتی اور یہ آواز ان جانوروں سے تب آتی ہے جب تھکاوٹ یا گھبراہٹ کی وجہ سے ان کی حالت متغیر ہو جائے اور یہ عرب کے قول سے ہے "ضبحت النار" جب آگ اس کا رنگ تبدیل کردے اور اللہ تعالیٰ کا قول "ضبحا" مصدر کی بناء پر منصوب ہے۔ اس کا مجاز "والعادیات تضبح ضبحا" ہے اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ حج کے اونٹ ہیں جو عرفہ سے مزدلفہ کی طرف دوڑتے ہیں اور مزدلفہ سے منیٰ کی طرف اور فرمایا اسلام میں پہلا غزوہ بدر تھا اور ہمارے پاس صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑا زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ پس دوڑتے ہوئے گھوڑے کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس طرف ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، محمد بن کعب اور سدی رحمہما اللہ گئے ہیں اور بعض نے کہا ہے وہ اونٹ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قول "ضبحا" یعنی ضباحا چلنے میں اپنی گردنیں لمبی کرتے ہیں۔

❷ "فالموریات قدحا" عکرمہ، عطاء، ضحاک، مقاتل اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں وہ گھوڑے ہیں جو اپنے کُھروں میں آگ چھپاتے ہیں جب پتھروں میں چلتے ہیں یعنی آگ سلگانے والے اپنے ٹاپوں کے ذریعے آگ سلگاتے ہیں اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ گھوڑے ہیں جو لڑائی اور دشمنی کی آگ اپنے شہسواروں میں بھڑکاتے ہیں۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے یہ گھوڑے ہیں جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں، پھر رات کو آرام کرتے ہیں۔ پس وہ اپنی آگ روشن کرتے اور کھانا پکاتے ہیں اور مجاہد اور زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں وہ مردوں کا مکر ہے یعنی جنگجو مردوں کا اور جب کوئی شخص اپنے ساتھی کے ساتھ مکر کا ارادہ کرے تو عرب کہتے ہیں "اما واللہ لاقد هنّ لک ثم لاورین لک" اور محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ لوگوں کی جماعت میں آگ ہے۔

❸ "فالمغیرات صبحا" وہ گھوڑے جو اپنے سواروں کے ساتھ صبح کے وقت غارت کریں یہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اور قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اونٹ جو اپنے سواروں کو مزدلفہ سے منیٰ لے جائیں اور سنت یہ ہے کہ وہ نہ جائے صبح تک اور اغارۃ تیزی سے چلنا اور اسی سے ان کا قول ہے اشرف "ثبیر کیمانغیر"

❹ "فاثرن به" یعنی اپنے چلنے کی جگہ سے اُڑاتے ہیں۔ یہ ضمیر غیر مذکور کی طرف لوٹ رہی ہے اس لیے کہ معنی مفہوم ہو رہا ہے۔ "نقعا" غبار۔

❺ "فوسطن به جمعا" یعنی اس کے ساتھ دشمن کے درمیان میں داخل ہو جاتے ہیں اور وہ لشکر ہے۔ کہا جاتا ہے "وسطت القوم" تخفیف کے ساتھ اور "وسطتهم" تشدید کے ساتھ اور "توسّطهم" تشدید کے ساتھ سب کا ایک معنی ہے۔

قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مٹی کا مجمع مراد ہے۔اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی قسم کھائی ہے۔

⑥"ان الانسان لربّه لكنود" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، مجاہد، قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں "لکنود" ناشکرا اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا۔کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ مضر اور ربیعہ کی لغت میں کفور کے معنی میں ہے اور کندہ اور حضرت موت کی لغت میں نافرمان اور حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ شخص جو مصائب کو شمار کرتا ہے اور نعمتوں کو بھول جاتا ہے اور ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ کم خیر والا اور ارضِ کنود وہ زمین جو کچھ نہ اُگائے اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "الکنود" وہ شخص جس کو برائی میں سے ایک خصلت احسان کی کثیر خصلتوں سے مانوس کرے اور شکور وہ شخص جس کو احسان کی ایک خصلت برائی کی کثیر خصلتوں سے مانوس کردے۔

⑦"وانه على ذلك لشهيد" اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ناشکرا ہونے پر گواہ ہیں اور ابن کیسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ھاء انسان کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی انسان اپنے نفس پر گواہ ہے اس پر جو وہ کررہا ہے۔

⑧"وانّه" یعنی انسان "لحبّ الخير" یعنی مال کی محبت میں "لشديد" یعنی بخیل ہے یعنی وہ مال کی محبت کی وجہ سے بخیل ہے۔بخیل کو شدید اور متشدد کہا جاتا ہے اور کہا گیا ہے اس کا معنی "وانّه لحبّ الخير لقوی" یعنی مال کی سخت محبت رکھنے والے۔

⑨"افلا يعلم" یہ انسان۔"اذا بعثر" نکالا جائے گا۔"مافی القبور"

⑩"وحصّل ما فی الصدور" یعنی ظاہر اور جدا کیا جائے گا جو ان میں خیر اور شر ہے۔

⑪"انّ ربهم بهم" ضمیر کو جمع ذکر کیا ہے اس لیے کہ انسان اسم جنس ہے۔"يومئذ لخبير" جاننے والا ہے۔زجاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان سے اس دن میں باخبر ہے اور اس کے علاوہ میں بھی لیکن معنی یہ ہے کہ وہ ان کو ان کے کفر پر اس دن میں بدلہ دے گا۔

سُوْرَةُ الْقَارِعَه

مکی ہے اور کہا گیا ہے مدنی ہے اور اس کی گیارہ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْقَارِعَةُ ① مَاالْقَارِعَةُ ② وَمَآ اَدْرٰكَ مَاالْقَارِعَةُ ③ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ④ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ⑤ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ⑥ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ⑦ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ⑧ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ⑨ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا هِيَهْ ⑩ نَارٌ حَامِيَةٌ ⑪

ترجمہ: وہ کھڑ کھڑانے والی چیز کیسی کچھ ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز اور آپ کو معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے

(وجہ تشبیہ متفرق ہو کر اڑ جانا ہے) پھر (وزن اعمال کے بعد) جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا تو وہ خاطر خواہ آرام میں ہوگا (یعنی ناجی ہوگا) اور جس شخص کا پلہ (ایمان کا) ہلکا ہوگا (یعنی وہ کافر ہوگا) تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ (ہاویہ) کیا چیز ہے (وہ) ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

تفسیر ❶ "القارعة" قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس لیے کہ یہ دلوں کو گھبراہٹ کی وجہ سے کھٹکھٹاتی ہے۔

❷ "ماالقارعة" تعظیم ہے۔

❸ "وَمَآ اَدْرٰىکَ مَالْقَارِعَةُ ❹ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ" فراش وہ پرندے جن کو تو دیکھتا ہے کہ وہ آگ میں گرتے ہیں یعنی پروانے اور مبثوث جدا اور فراء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ٹڈیوں کے لشکر لوگوں کو بعث کے وقت ان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے میں ملے ہوئے ہوں گے اور ہولناکی کی وجہ سے ایک دوسرے پر سوار ہوں گے۔ جیسا کہ فرمایا: "کانھم جراد منتشر"

❺ "وتکون الجبال کالعھن المنفوش" دھنکی ہوئی روئی کی طرح۔

❻ "فامّا من ثقلت موازینہٗ" اس کی نیکیوں والا پلڑا جھک جائے۔

❼ "فھو فی عیشة راضیة" جنت میں پسندیدہ زندگی میں۔ زجاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رضامندی والی کہ اس زندگی والا اس سے راضی ہوگا۔

❽ "واما من خفت موازینہ" اس کی برائیاں نیکیوں پر بڑھ جائیں

❾ "فامّہ ھاویة" اس کا مسکن آگ ہے۔ مسکن کا نام ام رکھا گیا ہے یا تو اس لیے کہ اصل سکون میں ماؤں کی طرف ہے اور ھاویہ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور وہ ھواۃ اس کی گہرائی کو نہیں پہنچا جا سکتا اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ عربی کلمہ ہے جب کوئی آدمی کسی سخت کام میں واقع ہو تو کہا جاتا ہے "ھوت اُمہ" اور کہا گیا ہے اس کے سر کی جڑ مراد ہے۔ یعنی وہ جہنم میں اپنے سروں کے بل گریں گے اور اسی تاویل کی طرف قتادہ اور ابو صالح رحمۃ اللہ علیہما گئے ہیں۔

❿ "وما ادراک ماھیہ" یعنی ہاویہ اور اس کی اصل ماھی ہے ھاء کو وقف کے لیے اس میں داخل کر دیا گیا ہے پھر اس کی تفسیر کرتے ہوئے۔

⓫ فرمایا "نار حامیة" یعنی گرم اس کی گرمائش انتہا کو پہنچ چکی ہو۔

سُوْرَةُ التَّكَاثُر

مکی ہے اور اس کی آٹھ (۸) آیات ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ① حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ② كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ③ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ④ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ⑤ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ⑥ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ⑦ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ⑧

ترجمہ (دنیاوی ساز وسامان پر) فخر کرنا (جو کہ علامت ہے محبت وطلب کی) تم کو (آخرت سے) غافل کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچنے والے ہرگز نہیں تم کو بہت جلد (قبر میں جاتے ہی یعنی مرتے ہی) معلوم ہو جاوے گا پھر (دوبارہ تم کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ) ہرگز (تمہاری یہ حالت ٹھیک) نہیں بہت جلد معلوم ہو جاوے گا ہرگز نہیں (اور) اگر تم یقینی طور پر (دلائل صحیحہ سے اس بات کو) جان لیتے واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے پھر (مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ) واللہ تم لوگ اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو کہ خود یقین ہے پھر (اور بات سنو کہ) اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ گچھ ہوگی۔

تفسیر ① "الهاكم التكاثر" تم کو مال اور تعداد کی کثرت پر فخر وغرور نے تمہارے رب کی طاعت سے مشغول کر دیا اور اس سے جو تمہیں اس کی ناراضی سے نجات دے۔

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ کی تفسیر

② "حتی زرتم المقابر" حتیٰ کہ تم مر گئے اور قبروں میں دفن کیے گئے اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے انہوں نے کہا ہم بنو فلاں سے تعداد میں زیادہ ہیں اور بنو فلاں فلاں کی اولاد سے زیادہ ہیں۔ اس بات نے ان کو مشغول رکھا حتیٰ کہ وہ گمراہی میں مر گئے اور مقاتل اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں یہ قریش کے دو قبیلوں بنو عبد مناف بن قصی اور بنو سہم بن عمرو کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ان دونوں کے درمیان تفاخر ہے تو ان میں سرداروں اور معزز لوگوں

کی وجہ سے دشمنی ہوگئی کہ ان میں تعداد میں کون زیادہ ہے؟ تو بنو عبد مناف نے کہا ہمارے سردار اور عزت والے زیادہ ہیں اور ہم تم سے تعداد میں زیادہ ہیں اور بنو سہم نے بھی اسی کی مثل کہا تو بنو عبد مناف نے ان پر کثرت کی پھر کہا ہم اپنے مُردوں کو شمار کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ قبروں پر گئے اور مُردوں کو شمار کیا۔ پھر کہنے لگے یہ فلاں کی قبر ہے اور یہ فلاں کی قبر ہے تو بنو سہم تین آباء سے ان سے زیادہ ہوگئے۔ اس لیے کہ ان کی جاہلیت میں تعداد زیادہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ مطرف بن عبداللہ بن شخیر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ علیہ السلام یہ آیت پڑھ رہے تھے "الھاکم التکاثر" آپ علیہ السلام نے فرمایا ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال اور تیرے لیے تیرے مال میں سے صرف وہ ہے جو تو نے کھالیا اور فنا کردیا یا پہن لیا، پھر بوسیدہ کردیا یا صدقہ کیا، پھر اس کو آگے جاری کردیا۔ انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں۔ پس دو لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ باقی رہ جاتی ہے۔ اس کے پیچھے اس کے گھر والے اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے۔ پس اس کے گھر والے اور مال لوٹ آتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے، پھر ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔

③ "کلا" معاملہ تفاخر کے ساتھ نہیں ہے۔ "سوف تعلمون" ان کو وعید ہے پھر اس کا تاکید کے لیے تکرار کیا تو فرمایا۔

④ "ثم کلا سوف تعلمون" حسن اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ وعید کے بعد وعید ہے اور معنی یہ ہے کہ عنقریب تم اپنے فخر وغرور کا انجام جان لوگے۔ جب تم پر موت اُترے گی اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کلا سوف تعلمون" یعنی کفار "ثم کلاّ سوف تعلمون" یعنی مؤمنین اور پہلی کو تاء کے ساتھ اور دوسرے کو یاء کے ساتھ پڑھتے تھے۔

⑤ "کلاّ لو تعلمون علم الیقین" یعنی علم یقینی۔ پس علم کی اضافت یقین کی طرف ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "لھو حق الیقین" ہے اور "لو" کا جواب محذوف ہے۔ یعنی اگر تم جان لو علم یقین تو تمہیں مشغول کردے۔ اس سے جو تم تکاثر وتفاخر کرتے ہو۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم یہ باتیں کرتے ہیں کہ علم یقین یہ ہے کہ وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ اس کو موت کے بعد اُٹھانے والے ہیں۔

⑥ "لترونّ الجحیم" ابن عامر اور کسائی رحمہما اللہ نے "لترون" تاء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے "اریتہ الشیء" سے اور دیگر حضرات نے تاء کے زبر کے ساتھ یعنی تم اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے، اس کے بعد

⑦ "ثمّ لترونھا" مشاہدہ کرکے "عین الیقین"

⑧ "ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم" مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی کفار مکہ وہ دُنیا میں خیر اور نعمت میں تھے۔ پس وہ قیامت کے دن اس کے لشکر کے بارے میں سوال کیے جائیں گے جس میں وہ تھے اور انہوں نے نعمتوں کے رب کا شکر ادا نہیں کیا کہ اس کے غیر کی عبادت کی، پھر وہ شکر کے چھوڑنے پر عذاب دیئے جائیں گے۔ یہ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اس کو مرفوع نقل کیا ہے فرمایا "لتسئلن یومئذ عن النعیم" فرمایا امن اور صحت اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہر نعمت والے سے سوال کریں گے اس نعمت کے بارے میں جو اس پر کی ہے۔

بندے سے اس پر نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بندہ سے پہلا سوال نعمتوں کے بارے میں کیا جائے گا، اس کو کہا جائے گا کیا ہم نے تیرے جسم کو تندرست نہیں کیا؟ اور ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے وقت میں نکلے کہ اس میں گھر سے نہ نکلتے تھے اور نہ کسی سے ملاقات کرتے تھے تو آپ علیہ السلام کے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو فرمایا اے ابوبکر! تجھے کیا ضرورت لائی؟ انہوں نے کہا کہ میں گھر سے نکلا تا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں اور آپ علیہ السلام کے چہرہ کی طرف دیکھوں اور آپ علیہ السلام پر سلام کرنے کے لیے۔

پس وہ تھوڑی دیر نہ ٹھہرے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے تو فرمایا اے عمر! تجھے کیا ضرورت لائی؟ کہا بھوک یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں نے بھی اس کا بعض پایا تو وہ ابوہیثم بن تیہان انصاری کے گھر کی طرف چل پڑے اور ان کے بہت سارے کھجور کے درخت اور بکریاں تھیں اور ان کے خادم نہ تھے تو انہوں نے اس کو نہ پایا تو انہوں نے اس کی بیوی کو کہا تیرا خاوند کہاں ہے؟ تو اس نے کہا وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گیا ہے تو وہ تھوڑی دیر نہ ٹھہرے تھے کہ ابوہیثم پانی سے بھرا مشکیزہ لے کر آ گئے تو اس کو رکھ دیا، پھر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لپٹ گئے اور اپنے ماں و باپ کا فدیہ دینے لگا، پھر ان کو اپنے باغ میں لے گیا، پھر ان کے لیے چٹائی بچھا دی۔ پھر ایک درخت کی طرف گیا اور ایک گچھا لے کر آیا اور رکھ دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے ہمارے لیے اس کی کچی اور پکی کھجوریں الگ کیوں نہیں کر دیں؟ تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے ارادہ کیا کہ تم اس کی کچی اور پکی کھجوروں کو چن لیں تو انہوں نے وہ کھجوریں کھائیں اور پانی پیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ ان نعمتوں میں سے ہے جن کے بارے تم قیامت کے دن سوال کیے جاؤ گے، ٹھنڈا سایہ ہے اور عمدہ پکی کھجوریں اور ٹھنڈا پانی ہے۔ پھر ابوہیثم گئے تا کہ ان کے لیے کھانا تیار کریں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تو دودھ والی کو ذبح نہ کرنا تو ابوہیثم نے ان کے لیے بکری کا چھوٹا بچہ ذبح کیا پھر وہ ان کے پاس لائے تو انہوں نے کھایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرا کوئی خادم ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس جب ہمارے پاس کوئی بچہ آئے تو تو ہمارے پاس آنا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو غلام آئے، ان کے ساتھ تیسرا نہیں تھا تو آپ علیہ السلام کے پاس ابوہیثم آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ان دونوں میں سے ایک کو اختیار کر لے تو انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ میرے لیے اختیار کریں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت دار ہے تو اس کو لے کیونکہ یہ نماز پڑھتا ہے اور اس بارے میں نیکی کی وصیت قبول کریں تو ابوہیثم

اس کو لے کر اپنی بیوی کے پاس گئے اور اس کو خبر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تو اس کی بیوی نے کہا تو اس میں اس کو پہنچنے والا نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے مگر یہ کہ تو اس کو آزاد کردے تو ابوالہیثم نے کہا یہ آزاد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک! اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوئی نبی اور خلیفہ نہیں بھیجا مگر اس کے لیے دو راز دار ہوتے ہیں ایک راز دار اس کو نیکی کا حکم کرتا ہے اور منکر سے روکتا ہے اور ایک راز دار اس کو فساد کی طرف مائل کرتا ہے اور جو شخص برے راز دار سے بچا دیا گیا، تحقیق وہ محفوظ کر دیا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں "النعیم" بدن، کانوں، آنکھوں کا صحیح ہونا، اللہ تعالیٰ بندوں سے سوال کریں گے کن کاموں میں تم نے ان کو استعمال کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو ان سے زیادہ جانتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول "**ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنه مسؤلا**" عکرمہ فرماتے ہیں تندرستی اور فراغت کے بارے میں اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تندرستی اور فراغت اور مال کے بارے میں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکے میں ہیں، صحت اور فراغت۔ محمد بن کعب فرماتے ہیں یعنی اس کے بارے میں جو تم پر انعام کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اور ابوالعالیہ فرماتے ہیں اسلام اور سنتوں کے بارے میں اور حسین بن فضل فرماتے ہیں شرائع کی تخفیف اور قرآن مجید کے آسان کرنے کے بارے میں۔

سُوْرَةُ الْعَصر

مکی ہے اور کہا گیا ہے مدنی ہے اور اس کی تین آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعَصْرِ ۝١ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝٢ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝٣

ترجمہ: قسم ہے زمانہ کی (جس میں نفع ونقصان واقع ہوتا ہے) کہ انسان (بوجہ تضیع عمر کے) بڑے خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے (کہ یہ کمال ہے) اور ایک دوسرے کو (اعتقاداً) حق (پر قائم رہنے) کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

تفسیر: ❶ "والعصر" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ زمانے کی قسم ہے۔ کہا گیا ہے اس کی قسم کھائی اسی لیے کہ اس میں دیکھنے والے کے لیے عبرت ہے اور کہا گیا ہے اس کا معنی زمانے کے رب کی قسم ہے اور اسی طرح اس کی مثل دوسری قسموں میں ہے۔ ابن کیسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں العصر سے مراد رات اور دن ہیں۔ ان دونوں کو عصران کہا جاتا ہے

اور حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سورج کے زوال سے اس کے غروب ہونے تک اور قتادہ فرماتے ہیں دن کی گھڑیوں میں سے آخری گھڑی اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے عصر کی نماز کی قسم کھائی اور یہی صلوٰۃ وسطیٰ ہے۔

② "ان الانسان لفی خسر" یعنی خسارے اور نقصان میں۔ کہا گیا ہے اس سے کافر مراد ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مؤمنین کا استثناء کیا ہے اور خسران انسان کا اصل سرمایہ چلا جانا اپنے نفس اور عمر کو معاصی میں ہلاک کرنے میں اور یہ دونوں اس کا بڑا سرمایہ ہیں۔

③ "الا الذین امنوا وعملوا الصالحات" کیونکہ یہ لوگ خسارہ میں نہیں ہیں۔ "وتواصوا" ایک دوسرے کو وصیت کریں۔ "بالحق" قرآن کی۔ اس کے قائل حسن اور قتادہ رحمہما اللہ ہیں اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایمان وتوحید کے ساتھ۔ "وتواصوا بالصبر" فرائض کی ادائیگی اور اللہ کے امر کو قائم کرنے پر۔

ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ انسان دُنیا میں جب عمر گزارے اور بوڑھا ہو جائے تو وہ نقصان اور خسارہ میں ہے سوائے مؤمنین کے کیونکہ ان کے لیے ان کے اجر اور اچھے اعمال جو وہ اپنی جوانی اور صحت میں کرتے تھے لکھے جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین امنوا وعملوا الصالحات" کی مثل ہے۔

سُوْرَةُ الْهُمَزَة

مکی ہے اور اس کی نو (۹) آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ ① الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ② يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ③ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ④ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ⑤ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ⑥ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ⑦

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو (اور) طعنہ دینے والا ہو جو (غایت حرص سے) مال جمع کرتا ہو اور (غایت حب وفرح سے) اس کو بار بار گنتا ہو وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا ہرگز نہیں رہے گا (پھر آگے اس ویل کی تفسیر ہے کہ) واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جس میں جو کچھ پڑے وہ اس کو توڑ پھوڑ دے اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑ پھوڑنے والی آگ کیسی ہے (وہ) اللہ کی آگ ہے جو (اللہ کے حکم سے) سلگائی گئی ہے جو (کہ بدن کو لگتے ہی) دلوں تک جا پہنچے گی۔

ہمزہ اور لمزہ کی تفسیر

تفسیر: ① "ویل لکل ھمزۃ لمزۃ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ چغلی کے ساتھ چلنے والے پیاروں کے

درمیان فرق ڈالنے والے اوران دونوں کا معنی ایک ہے اور وہ عیب جو۔ اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "الھمزۃ" جو پیٹھ پیچھے تیرے عیب نکالے اور "اللمزۃ" جو سامنے تیرے عیب نکالے اور ابو العالیہ اور حسن نے اس کا اُلٹ کہا ہے اور سعید بن جبیر اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں "الھمزہ" جو لوگوں کے گوشت کھائے اور ان کی غیبت کرے اور "اللمزہ" ان پر بہت زیادہ طعنہ مارنے والا اور ابن زید "الھمزۃ" ایسا شخص جو لوگوں کو اپنے ہاتھ سے مارے اور "اللمزہ" جو اپنی زبان سے ان میں عیب نکالے۔

اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنی زبان سے عیب نکالے اور آنکھوں سے اشارے کرے اور اسی کی مثل ابن کیسان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے "الھمزۃ" جو اپنے ہم نشین کو برے الفاظ کے ساتھ تکلیف دے اور "اللمزہ" جو سر سے اشارے کرے اور آنکھوں اور پلکوں سے اشارے کرے اور دو لغتیں ہیں فاعل کی۔ جیسے "سخرۃ و ضحکہ" اس شخص کے لیے جو لوگوں سے ہنسی مذاق کرے اور ھمز کی توڑنا اور کسی شئی پر سختی سے دانت گاڑھنا اور ان کا اختلاف ہوا ہے کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اخنس بن شریق بن وہب ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ لوگوں کی آبرو کے پیچھے پڑتا اور ان کی غیبت کرتا تھا اور محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم ہمیشہ یہ سنتے رہے کہ سورۃ ہمزہ اُمیہ بن خلف جمحی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبت کرتا تھا، آپ علیہ السلام کے پیچھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے طعنے مارتا تھا اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت عام ہے ہر اس شخص کے بارے میں جس کی یہ صفت ہو۔

② پھر اس کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا "الذی جمع مالا" ابو جعفر، ابن عامر، حفص، حمزہ اور کسائی نے "جمع" میم کی تشدید کے ساتھ کثرت کے معنی پر پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے تخفیف کے ساتھ۔ "وعددہ" اس کو شمار کیا۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کو روکا اور ذخیرہ کیا۔ کہا جاتا ہے "اعددت الشئ وعددتہ" جب تو نے اس کو روک لیا۔

③ "یحسب انّ مالہ اخلدہ" دُنیا میں۔ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ اپنی دولت کی وجہ سے نہ مرے گا۔

④ "کلا" اس کی تردید کی ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ نہیں رکھ سکتا۔ "لینبذن" وہ ضرور پھینکا جائے گا۔ "فی الحطمۃ" جہنم میں اور "حطمہ" جہنم کے اسماء میں سے ہے جیسے سقر اور لظی۔ اس کا نام "حطمۃ" اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ ہڈیوں کو کوٹ کر توڑ دے گی۔

⑤ "وما ادراک مالحطمۃ. ⑥ نار اللہ الموقدۃ.

⑦ التی تطلع علی الافئدۃ" یعنی ایسی جس کی تکلیف و درد دلوں تک پہنچ جائے گا اور اطلاع اور بلوغ اور تطلع کا ایک معنی۔ عرب سے نقل کیا گیا ہے "من طلعت ارضنا" یعنی پہنچ گئی اور آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو کھا جائے گی حتیٰ کہ دلوں تک پہنچ جائے گی۔ اس کو قرظی اور کلبی رحمہما اللہ نے کہا ہے۔

اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ⑧ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ⑨

ترجمہ (اور) وہ (آگ) ان پر بند کر دی جائے گی (اس طرح کہ وہ لوگ آگ کے) بڑے لمبے لمبے ستونوں میں (گھرے ہوں گے)۔

تفسیر ۸ " اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ" بند کی ہوئی۔

۹ "فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ" حمزہ، کسائی اور ابوبکر رحمہم اللہ نے "فی عمد" عین اور میم کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے ان دونوں کے زبر کے ساتھ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "رفع السماوات بغیر عمد ترونها" ہے اور یہ دونوں عود کی جمع ہیں جیسے ادیم اور اَدَم اور اُدُم۔ اس کو فراء نے کہا ہے اور ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں عماد کی جمع ہے جیسے اھاب اور اھب اور اھبا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ان کو عمارتوں میں داخل کیا، پھر ان پر ستونوں کو لمبا کر دیا گیا اور ان کی گردنوں میں بیڑیاں ہیں، ان پر اس کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ان ستونوں کے ذریعے سے دوزخ میں ان کو عذاب دیا جائے گا بعض لوگوں کا قول ہے کہ عمدان کواڑوں کی کیلیں ہونگی جو دوزخیوں کو اندر کر کے بند کر دیئے جائیں گے اور یہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت "بعمد" باء کے ساتھ ہے۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان پر دروازوں کو بند کر دیا جائے گا، پھر ان پر لوہے کی میخوں کے ذریعے آگ سے بند کر دیا جائے گا حتیٰ کہ ان پر اس کا غم و گرمی لوٹے گی۔ ان کے لیے دروازہ نہ کھولا جائے گا اور ان پر ہوا بھی داخل نہ ہوگی اور "ممددۃ" عمد کی صفت ہے یعنی لمبے۔

سُوْرَۃُ الْفِیْل

یہ سورۃ مکی ہے، اس میں پانچ (۵) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝۱ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝۲ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝۳ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵

ترجمہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا کیا ان کی تدبیر کو (جو کہ ویرانی کعبہ کے بارے میں تھی) سرتاپا غلط نہیں کر دیا اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے جو ان لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح (پامال) کر دیا۔

اصحاب الفیل کا واقعہ

تفسیر ۱ "الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل" محمد بن اسحٰق نے بروایت سعید بن جبیر و عکرمہ از ابن عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہما بیان کیا اور واقدی نے بھی اسی طرح ذکر کیا کہ نجاشی شاہ حبش نے ارياط (سپہ سالار) کو یمن پر فوج کشی کے لیے بھیجا۔ ارياط نے جا کر یمن پر تسلط قائم کر لیا۔ ابرہہ بن الصباح حبشی ایک فوجی سردار تھا، اس کو ارياط کی سیادت پر حسد ہوا اور اس نے بغاوت کر دی۔ اس طرح حبشیوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ ایک گروہ ارياط کے ساتھ اور دوسرا ابرہہ کے ساتھ ہو گیا، دونوں کا ٹکراؤ ہوا۔ ابرہہ نے ارياط کو قتل کر دیا۔ حبشیوں نے ابرہہ کو سردار بنا لیا اور ابرہہ کا تسلط یمن پر ہو گیا، پھر ابرہہ نے دیکھا کہ حج کے زمانہ میں لوگ مکہ کو جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس حسد میں اس نے صنعاء میں ایک گرجا بنایا اور نجاشی کو لکھا کہ میں نے صنعاء میں ایک کنیسہ بنایا ہے جس کی مثال کسی بادشاہ کے لیے نہیں بنائی گئی۔ آپ اس گرجا میں تشریف لے آئیں تا کہ میں مکہ کے حج سے لوگوں کا رُخ موڑ دوں۔ یہ بات بنی کنانہ کے ایک شخص نے سن پائی اور رات کو نکل کر جا کر گرجا میں بیٹھ گیا اور موقع پا کر گرجا کے اصل قبلہ کو گندگی آلود کر دیا۔ ابرہہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں جا کر کعبہ کو ڈھا دوں گا اور نجاشی کو اس واقعہ کی اطلاع بھیج دی اور درخواست کی کہ مجھے کچھ ہاتھی بھیج دیجئے۔ نجاشی نے اس کو ہاتھی بھیج دیئے جن میں ایک بہت بڑا طاقتور ہاتھی بھی تھا جس کا نام محمود تھا، ابرہہ مکہ کی طرف چل دیا۔

عرب نے یہ خبر سنی تو ان پر شاق گزری۔ انہوں نے ابرہہ سے مقابلہ کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ یمن کے راجاؤں میں سے ایک راجہ تھا جس کا نام ذونفر تھا۔ وہ لڑنے کے لیے نکلا مگر ابرہہ نے اس کو شکست دے دی اور گرفتار کر لیا قتل نہیں کیا بلکہ جکڑ دیا اور آگے بڑھا۔ قبائل خثعم کی آبادی کے قریب پہنچا تو نفیل بن خثعمی، بنی خثعم کو لے کر مقابلہ کے لیے نکلا، دوسرے قبائل یمن بھی اس سے آ کر مل گئے اور لڑائی ہوئی، نفیل گرفتار کر لیا گیا۔ نفیل نے ابرہہ سے کہا: بادشاہ میں زمین عرب کے راستوں سے خوب واقف ہوں۔ ابرہہ نے رہنمائی کے لیے اس کو ساتھ لے لیا۔ طائف کی طرف سے گزرا تو مسعود بن مغیث ثقفی بنی ثقیف کے کچھ آدمیوں کو لے کر آیا اور بولا بادشاہ! ہم آپ کے غلام ہیں۔ ہماری طرف سے آپ کی کوئی مخالفت نہ ہو گی۔ آپ اُس مکان (کو ڈھانے) کے ارادہ سے نکلے ہیں جو مکہ میں ہے۔ ہم آپ کے ساتھ ایک رہنما بھی بھیج دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے غلام ابورغال کو رہنمائی کے لیے بھیج دیا۔ ابورغال کی رہنمائی میں ابرہہ آگے بڑھا۔ جب مغمس میں پہنچا تو ابورغال مر گیا۔ یہ وہی شخص ہے جس کی قبر پر پتھر مارے جاتے ہیں۔ ابرہہ نے مغمس سے ایک حبشی کو جس کا نام اسود تھا۔ اس غرض سے بھیجا کہ وہ حرم کا مال (یعنی اونٹ وغیرہ) ہنکا لائے۔ اسود نے عبدالمطلب کے دوسو اونٹ پکڑ لیے، پھر ابرہہ نے حناط حمیری کو مکہ والوں کے پاس اس غرض کے لیے بھیجا کہ سردار مکہ کو تلاش کر کے یہ پیام پہنچا دے کہ میں لڑنے کے لیے نہیں آیا ہوں بلکہ اس گھر کو ڈھانے کے لیے آیا ہوں۔ قاصد چل کر مکہ میں پہنچا اور عبدالمطلب سے ملاقات کی اور ابرہہ کا پیام اُن سے کہہ دیا۔ عبدالمطلب نے کہا ہم بھی اُس سے لڑنا نہیں چاہتے، ہم اس گھر تک پہنچنے میں کوئی رُکاوٹ نہیں ڈالیں گے۔ یہ اللہ کا حرمت والا گھر ہے اور خلیل کا بنایا ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ کا گھر اور حرم ہے اسی لیے وہی اس کی حفاظت کرے گا۔ اگر ابرہہ کو اس گھر سے خدا نہیں روکے گا تو خدا کی قسم! ہم میں تو اس کی قوت نہیں ہے۔

اس کے بعد عبدالمطلب اپنے اونٹ مانگنے کے لیے ابرہہ کے فوجی کیمپ میں گئے۔ ذونفر چونکہ عبدالمطلب کا دوست تھا۔ اس لیے اس کے پاس پہنچے۔ ذونفر نے کہا میں تو قیدی ہوں۔ انیس ایک شخص ہے جو میرا دوست ہے اور ہاتھیوں کا داروغہ ہے۔

میں تم کو اس کے پاس بھیج دوں گا۔ پھر ذونفر نے انیس کو (بلوا کر) کہا: یہ قریش کے سردار ہیں اور مکہ والے اونٹوں کے مالک ہیں۔ یہ پہاڑوں کے نیچے تو آدمیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور پہاڑوں کے اوپر جنگلی جانوروں کو بھی ان کی خوراک دیتے ہیں۔ بادشاہ کے پاس پہنچنا چاہتے ہیں لیکن نہ یہ لڑنے والے ہیں، نہ تمہاری مخالفت کرنے والے۔

انیس نے جا کر پیغام پہنچا دیا۔ بادشاہ نے داخلہ کی اجازت دے دی۔ عبدالمطلب قدآور اور حسین آدی تھے۔ ابرہہ نے ان کو دیکھ کر تعظیم وتکریم کی اور خود تخت پر بیٹھنا اور ان کو نیچے بٹھانا مناسب نہ سمجھا۔ اس لیے خود بھی تخت سے اُتر کر ان کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا اور ترجمان کی معرفت آنے کی غرض پوچھی۔ عبدالمطلب نے کہا: میری غرض دوسو اونٹوں کی واپسی ہے۔ ابرہہ نے کہا: جب میں نے تم کو دیکھا تھا تو مجھے تم بہت بھلے معلوم ہوئے تھے مگر اب تم میری نظر سے گر گئے۔ میں تو کعبہ ڈھانے آیا ہوں جو تمہارا بھی دین ہے اور تمہارے باپ، دادا کا بھی اور تمہارے لیے شرف وعزت بھی۔ تم نے اس کے سلسلے میں مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور دوسو اونٹ جو میں نے لے لیے ان کے متعلق مجھ سے گفتگو کر رہے ہو۔ عبدالمطلب نے کہا ان اونٹوں کا مالک میں ہوں اور اس گھر کا مالک کوئی اور ہے جو خود اس کی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ نے کہا: وہ مجھ سے اس کو نہیں بچا سکتا۔

ابرہہ نے اونٹ عبدالمطلب کو دے دیئے اور عبدالمطلب نے واپس آ کر قریش کو واقعہ بتا دیا اور حکم دیا کہ سب لوگ گھاٹیوں میں منتشر ہو جائیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر اپنی حفاظت کر لیں تا کہ حبشی ان کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں۔ پھر خود جا کر کعبہ کے دروازہ کی زنجیر پکڑ کر کہنے لگے (ترجمہ اشعار) پروردگار! تیرے سوا ان کے مقابلہ میں میں کسی سے اُمید نہیں رکھتا، پروردگار! اپنے حرم کو ان سے محفوظ رکھ۔ اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے، اپنی بستی کو اُجاڑنے سے ان کو روک دے۔ یہ اشعار بھی عبدالمطلب نے پڑھے۔

(ترجمہ)..... "اے اللہ! بندہ اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے تو اپنا سامان محفوظ رکھ، صلیب کے طرفداروں اور پرستاروں کے خلاف اپنے پرستاروں کی مدد کر۔ ان کی صلیب اور چال، تیری تدبیر پر غالب نہ آنا چاہیے، تیرے خادموں کو گرفتار کرنے کے لیے اپنے ملک کے سیاہ لشکر اور ہاتھیوں کو کھینچ کر لائے ہیں، انہوں نے اپنی چال کے ساتھ نادانی کی وجہ سے تیرے حرم (کو تباہ کرنے) کا ارادہ کیا ہے اور تیرے جلال کا خوف نہیں کیا، اگر تو ان کو اور ہمارے کعبہ کو یونہی چھوڑ دینے والا ہے تو پھر جو تیری مرضی ہو وہی کر۔"

یہ مناجات کر کے کعبہ کی زنجیر چھوڑ دی اور اپنی قوم کے ساتھ سرداروں کے پاس چلے گئے۔ صبح کو ابرہہ نے مغمس میں مکہ میں داخل ہونے کی تیاری کی اور لشکر کو ہاتھیوں سمیت تیار کیا۔ ایک ہاتھی تھا کہ جسامت اور قوت میں اس کی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ بارہ ہاتھی اور بھی تھے۔ نفیل بڑے ہاتھی کے پاس آیا اور اس کا کان پکڑ کر کہا: محمود بیٹھ جا اور جہاں سے آیا ہے سیدھا ادھر ہی واپس چلا جا کیونکہ تو اللہ کی حرمت والے شہر میں ہے۔ ہاتھی بیٹھ گیا پھر لوگوں نے اس کو ہر چند اُٹھایا لیکن وہ نہیں اُٹھا۔ لوگوں نے اس کے سر پر کدال مارے مگر وہ جب بھی نہ اُٹھا۔ آخر آنکڑے اس کی آنکھوں کے نیچے چبھوئے اور ڈرا کر اُٹھانا چاہا مگر وہ نہ اُٹھا (یعنی اس نے قدم نہ اُٹھایا) آخر اس کا رُخ یمن کی طرف کر دیا تو وہ فوراً اُٹھ گیا اور تیزی سے چلنے لگا۔ پھر شام کی طرف کر دیا، تب بھی اس نے ایسا ہی کیا (تیزی سے چلتا رہا) پھر مشرق کی طرف اس کا رُخ پھیرا، تب

بھی اس نے ایسا ہی کیا (تیزی سے چلتا رہا) آخر میں اس کا رُخ مکہ کی طرف کیا تو وہ کھڑا بھی نہ رہ سکا (بیٹھ گیا) بلکہ دوڑتا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا اور اللہ نے سمندر کی طرف سے ابابیلوں جیسے کچھ پرندے بھیجے۔ ہر پرندہ کے پاس تین پتھر تھے، دو دونوں پنجوں میں اور ایک چونچ میں پتھر، چنے اور مسور کے برابر تھے۔ جب پرندے ان لوگوں پر پہنچ کر چھا گئے تو انہوں نے پتھریاں چھوڑ دیں۔ جس شخص کے پتھری لگی وہ ہلاک ہو گیا لیکن سب قوم ہلاک نہیں ہوئی۔ فوج والے نکل کر اندھا دُھند بھاگے اور راستہ نہ ملنے کی وجہ سے نفیل کو تلاش کرنے لگے تا کہ وہ یمن کے راستہ پر لگا دے۔ نفیل کسی پہاڑ پر سے ان کو دیکھتا رہا۔ غرض لوگ اضطرابی حرکت کے ساتھ ہر راستہ پر گرتے پڑتے اور ہر چشمہ میں ہلاک ہوتے چل دیئے، صحیح راستہ پر کوئی نہیں پڑا۔

اللہ نے ابرہہ کو ایک جسمانی روگ میں مبتلا کر دیا، اس کی انگلیوں کے پورے گرنے لگے اور جو پورا گرتا تھا اس سے کچھ لہو اور خون بہتا تھا۔ آخر پرندہ کے چوزہ کی طرح ہو کر صنعا پہنچا۔ کچھ ساتھی بھی اس کے ساتھ پہنچ گئے۔ آخر آگے کی طرف سے جب اس کا سینہ شق ہو گیا تو مر گیا۔ واقدی نے لکھا ہے کہ نجاشی کے ہاتھی محمود نے حرم کے خلاف جرأت نہیں کی تھی، وہ بچ گیا اور دوسرے ہاتھی جنہوں نے اقدام کیا تھا، اُن کو پتھر لگے۔

مقاتل بن سلیمان نے اصحاب فیل کے چڑھائی کرنے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ کچھ قریشی تاجر نجاشی کے ملک میں گئے اور ساحل سمندر کے قریب پہنچ گئے اور عیسائیوں کے گرجا کے پاس اُترے۔ گرجا کو وہ ہیکل کہتے تھے، وہاں انہوں نے آگ جلا کر کچھ (گوشت وغیرہ) بھونا۔ پھر آگ کو یونہی چھوڑ کر چل دیئے، ہوا تیز چل رہی تھی۔ آندھی کی وجہ سے ہیکل نے آگ پکڑ لی۔ اس کی فریاد نجاشی کے پاس پہنچی۔ گرجا جلنے کا اُس کو بڑا افسوس ہوا اور غضبناک ہو کر کعبہ کو ڈھا دینے کے لیے اس نے ابرہہ کو بھیجا۔ اس زمانے میں سعید ثقفی نابینا مکہ ہی میں تھا۔ یہ شخص گرمی کا زمانہ طائف میں اور سردی کا زمانہ مکہ میں بسر کرتا تھا بڑا دانش مند بزرگ، اس کی رائے سے تمام اُمور درست ہو جاتے تھے اور عبدالمطلب کا دوست تھا۔ عبدالمطلب نے اس سے کہا: آج تمہاری رائے کی ضرورت ہے، بتاؤ کیا رائے ہے؟ (سعید یعنی) ابومسعود نے کہا: تم مجھ کو لے کر حراء پر چڑھ جاؤ۔ پھر ابومسعود نے عبدالمطلب کو مشورہ دیا کہ سو اونٹ لے کر ان لوگوں کی گردنوں میں جوتوں کا قلادہ (نذر الٰہی کی علامت) ڈال کر اللہ کے نام پر حرم میں بھجوا دو۔ شاید کوئی حبشی کسی اونٹ کو پکڑ کر ذبح کر لے اور اس گھر کا مالک غضبناک ہو جائے اور ان کو پکڑ لے۔ عبدالمطلب نے مشورہ پر عمل کیا۔ ان لوگوں نے ان اونٹوں کو پکڑ کر کسی پر لدان کیا اور کسی کو کھانے کے لیے ذبح کیا۔ عبدالمطلب اس کے بعد دُعا کرنے لگے اور ابومسعود نے کہا: اس گھر کا مالک خود اس کی حفاظت کرے گا۔

تبع شاہ یمن (تبع یمن کے ہر بادشاہ کا لقب تھا) بیت اللہ کے صحن میں داخل ہو کر عمارت کو ڈھانے کا ارادہ کر چکا تھا مگر اللہ نے اُس کو روک دیا اور مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ تین روز تک اس پر اندھیرا چھایا رہا۔ جب تبع نے یہ مصیبت دیکھی تو کعبہ پر مصری سفید ریشم کا غلاف چڑھایا اور تعظیم کی اور بطور نذر اونٹ کی قربانی کی۔ ادھر ابومسعود نے سمندر کی طرف جو آنکھ اُٹھائی تو اس کو کچھ محسوس ہوا۔ اس نے عبدالمطلب سے کہا: سمندر کی طرف تو دیکھو۔ عبدالمطلب نے دیکھا اور بولے مجھے تو سفید پرندے نظر

آرہے ہیں جو سمندر کے کنارے سے اُٹھے ہیں۔ ابو مسعود نے کہا: ذرا نظر اُٹھا کر دیکھو ان کی قرارگاہ کہاں ہے؟ عبدالمطلب نے کہا: یہ ہمارے سروں پر چکر کاٹ رہے ہیں۔ ابو مسعود نے کہا: کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟ عبدالمطلب نے کہا خدا کی قسم! میں ان کو نہیں پہچانتا، نہ یہ نجدی ہیں، نہ تہامی، نہ عربی، نہ شامی۔ ابو مسعود نے کہا: کتنے ہیں؟ عبدالمطلب نے کہا: شہد کی مکھیوں کی طرح (بے گنتی) ہیں۔ ہر ایک کی چونچ میں ٹھکری کی طرح پتھری ہے، رات کی طرح آرہے ہیں۔ ہر پرندہ کی چونچ سرخ، سر سیاہ اور گردن لمبی ہے اور ایک لیڈر سب کا قائد ہے جو سب سے آگے ہے اور سب اس کے پیچھے آرہے ہیں۔

غرض پرندے آگئے اور لشکر کی سیدھ میں سروں پر آ کر رُک گئے۔ جب لوگ اکٹھے ہوگئے تو پرندوں نے اپنی چونچوں سے پتھر نیچے گرادیئے۔ ہر پتھر پر اُس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس پر اس کو گرایا گیا۔ پھر جدھر سے آئے تھے، اسی طرف لوٹ کر چلے گئے۔

ابو مسعود اور عبدالمطلب صبح کو جب پہاڑ کی چوٹی سے اُترے اور ایک ٹیلے پر چلے تو ان کو کسی کی آہٹ بھی محسوس نہیں ہوئی۔ ایک اور ٹیلہ پر گئے تو وہاں سے کوئی آہٹ نہیں سنی۔ کہنے لگے یہ لوگ رات کو نہیں سوئے ہوں گے، اس لیے صبح کو سو رہے ہیں لیکن جب فوجی کیمپ کے قریب پہنچے تو سب کو مُردہ پایا جس شخص کے خود پر پتھر گرتا تھا، خود کو پھاڑ کر دماغ میں اُتر جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ہاتھیوں اور گھوڑوں کے اندر بھی گھس کر زمین پر پہنچتا اور زمین کے اندر داخل ہو جاتا تھا۔ عبدالمطلب نے انہی کا پھاوڑا لے کر زمین میں بہت گہرا گڑھا کھودا اور (ابرہہ کی فوج کے) زر و جواہر اس میں بھر دیئے اور دوسرا گڑھا اپنے ساتھی کے لیے کھود کر اس کو بھی بھر دیا اور ساتھی سے کہا: اگر تم چاہو تو میرا گڑھا لے لو، چاہو اپنا لے لو اور چاہو تو دونوں لے لو۔ ابو مسعود نے کہا: تم اپنے لیے جو چاہو پسند کر لو۔ عبدالملطب نے کہا میں نے اپنے گڑھے میں سب سے اچھا سامان بھرنے میں کمی نہیں کی تھی مگر اب وہ تمہارا ہے۔ الحاصل دونوں میں سے ہر ایک اپنے گڑھے پر بیٹھ گیا، پھر عبدالمطلب نے آواز دے کر لوگوں کو واپس بلایا اور لوگوں نے واپس آ کر بقیہ مال پر قبضہ کر لیا اور کل مال اُٹھا بھی نہ سکے۔ اسی مال کی وجہ سے عبدالمطلب قریش کے سردار ہوگئے اور قریش نے اپنی قیادت اُن کو سپرد کر دی۔ ابو مسعود اور عبدالمطلب ہمیشہ اپنے اپنے گھروں میں اسی مال کے سبب خوشحال رہے اور اللہ نے اصحابِ فیل کو کعبہ سے دفع کر دیا۔

ضحاک نے کہا: آٹھ ہاتھی تھے، بعض نے کہا: سب سے بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا۔ محمود کے علاوہ بارہ ہاتھی تھے۔ "الفیل" کا مفرد ذکر کیا (باوجودیکہ اصحاب صیغۂ جمع ہے) کیونکہ اسی بڑے ہاتھی کی طرف سب کی نسبت کرنی مقصود ہے۔ بعض نے کہا کہ مقطع آیات کے توافق کے لیے ایسا کیا گیا۔

❷ **(الم یجعل کیدھم فی تضلیل)** کید سے مراد ان کی چال اور ان کا کعبہ کو گرا دینے کی کوشش ہے۔ **فی تضلیل** ان کی چال سے جو ارادہ کر دیا تھا اللہ نے اس کو بے کار بنا لیا۔ تا کہ وہ کعبہ تک پہنچ ہی نہ سکیں۔ مقاتل نے کہا کہ وہ خسارے میں پڑے ہوئے ہیں۔

❸ **(وارسل علیھم طیراً ابابیل)** کثیر جو جدا جدا پرندے تھے یکے بعد دیگرے آتے تھے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ ابابیل متفرق جماعتوں کو کہتے ہیں جیسا کہ عرب کا قول ہے کہ گھوڑے یا سوار ادھر ادھر سے آئے۔ فراء کا قول ہے کہ ابابیل ایسی جمع ہے کہ اس کا

واحد اس مادہ سے نہیں آتا۔ کسائی کا قول ہے کہ ابابیل ابول کی جمع ہے جیسے عجول عجاجیل کی جمع ہے۔ بعض نے کہا کہ من لفظہ اس کی واحد اُبیل آتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان پرندوں کی چونچیں پرندوں کی طرح تھیں اوران کے پنجے کتوں کے پنجوں کی طرح تھے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ ان کے سر چرندوں کے سر کی طرح تھے۔ ان کے دانت ایسے تھے جیسے درندوں کے ہوتے ہیں۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ وہ پرندے سبز تھے اور چونچیں زرد تھیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ وہ سیاہ تھے جو جھنڈ در جھنڈ ہوکر سمندر کی طرف سے آئے تھے۔ ہر پرندے کے پاس تین تین کنکریاں تھیں۔ دو پنجوں میں اور ایک منقار میں وہ جس پر بھی پڑی وہ بھوسا بن گئی۔

④ "ترميهم بحجارة من سجيل" ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پرندے چیخے اور ان پر پتھر پھینکے تو اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی تو وہ پتھروں کو لگی اور ان کو مزید تیزی سے ان تک پہنچایا۔ پس ان میں جو کنکر کسی آدمی کے لگتا تو دوسری جانب سے نکل جاتا اور اگر اس کے سر پر گرتا تو اس کی دبر سے نکلتا۔

⑤ "فجعلهم كعصف ماكول" جیسے کھیتی اور بھوسہ جس کو چوپایوں نے کھالیا ہو۔ پھر اس کا گوبر کردیا ہو، پھر وہ خشک ہو جائے اور اس کے اجزاء متفرق ہو جائیں۔ ان کے جوڑوں کے متفرق ہونے کو گوبر کے اجزاء کے متفرق ہونے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "العصف" گندم کے پتے اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ بھوسہ ہے اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دانے کی طرح جب وہ کھایا جائے اور کھوکھلا جو گندم کے دانہ پر ہوتا ہے۔ اس کے غلاف کی ہیئت کی طرح۔

سُوْرَةُ قُرَيش

مکی ہے اور اس کی چار (۴) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ① اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ② فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ③ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④

(ترجمہ) چونکہ قریش خوگر ہوگئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہوگئے ہیں تو (اس نعمت کے شکریہ میں) ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا۔

(تفسیر) ① "لايلف قريش" ابوجعفر نے "ليلاف" بغیر ہمزہ کے "الا فهم" تخفیف کو طلب کرنے کے لیے پڑھا ہے اور ابن عامر رحمۃ اللہ علیہ نے "لالاف" ہمزہ مختلس کے ساتھ اس کے بعد یاء کے بغیر پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے ہمزہ مشبعہ (اشباع کے ساتھ) اور اس کے بعد یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور ابوجعفر کے علاوہ سب "ايلافهم" میں متفق ہیں کہ یہ ہمزہ کے بعد یاء ہے مگر عبدالوہاب بن فلیح نے ابن کثیر سے پڑھا ہے۔ "الفهم" لام کے سکون کے ساتھ بغیر یاء کے اور ان میں سے بعض نے سورۃ

الفیل اوراس سورت کوایک شمار کیا ہےان میں سے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں، ان دونوں سورتوں میں ان کے مصحف میں کوئی فصل نہیں ہے اورانہوں نے کہا ہے کہ لام "لایلاف" میں اس سورت سے متعلق ہے جواس سے پہلے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو اپنی عظیم نعمتیں یاددلائیں جوحبشہ کے ساتھ کیا اور فرمایا "لایلاف قریش" اور زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے معنی "جعلھم کعصف ماکول لایلاف قریش" یعنی اصحاب فیل کو ہلاک کردیا تا کہ قریش باقی رہ جائیں اور جو وہ سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس کیے گئے اور مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مانوس ہیں پس ان پر سردیوں اور گرمیوں میں گراں نہیں ہوتا اور اکثر حضرات اس بات پر ہیں کہ یہ دوسورتیں ہیں اور اس وجہ میں اختلاف کیا ہے جو لام کو لانے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "لایلاف" میں۔ کسائی اور اخفش رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ لام تعجب ہے۔ فرماتے ہیں تم تعجب کرو، قریش کے مانوس ہونے پر سردیوں اور گرمیوں کے سفر سے اور ان کے اس گھر کے رب کی عبادت چھوڑنے پر۔ پھر ان کو اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔

جیسا کہ تو کہے کلام میں "لزید و اکرامنا ایاہ" تعجب کے طریقہ پر۔ یعنی تم اس پر تعجب کرو اور عرب جب اس لام کو لاتے ہیں تو اس پر اکتفاء کرتے ہیں تعجب پر دلیل کے لیے اس سے فعل کو ظاہر کرنے سے اور زجاج رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اپنے مابعد کی طرف لوٹ رہا ہے۔ اس کی تقدیر "فلیعبدوا ربّ ھذا البیت لایلافھم رحلۃ الشتاء والصیف" اور ابن عیینہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے قریش پر نعمت کرنے پر اور قریش وہ نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں اور جو نضر کی اولاد میں سے ہے تو وہ قرشی ہے اور جو نضر کی اولاد میں سے نہ ہو وہ قرشی نہیں ہے۔

قریش کی وجہ تسمیہ

واثلہ بن اسقع رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے کنانہ کو اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چن لیا ہے اور کنانہ میں سے قریش کو چن لیا ہے اور قریش میں سے بنوہاشم کو چن لیا ہے اور مجھے بنوہاشم میں سے چن لیا ہے اور ان کا نام قریشی قرش اور تقرش سے رکھا ہے اور وہ کمانا اور جمع کرنا۔ کہا جاتا ہے "فلان یقرش لعیالہ و یقترش" یعنی کماتا ہے اور یہ لوگ تاجر تھے اور مال جمع کرنے کے حریص تھے۔ ابوریحانہ فرماتے ہیں معاویہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا قریش کا نام قریشی کیوں رکھا گیا ہے؟ فرمایا سمندر میں ایک بہت بڑا جانور ہے اس کو قرش کہا جاتا ہے وہ جس موٹی، پتلی چیز پر گزرتا ہے اس کو کھالیتا ہے اور وہ دوسروں کو کھاتا ہے کھایا نہیں جاتا اور غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ کہا کیا عرب اس کو اشعار میں پہچانتے ہیں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جی ہاں! تو ان کو جمحی کے شعر سنائے:

"اور قریش وہ ہے جو سمندر میں رہتا ہے، قریش کا نام اس کی وجہ سے قریش رکھا گیا ہے وہ سمندر کے گہرے پانی میں بلندی کے ساتھ غالب ہے، تمام سمندروں کے لشکروں پر۔ وہ ہر موٹی پتلی چیز کھا جاتا ہے اور اس میں دو پروں والوں کے لیے ایک پر نہیں چھوڑتا۔ اسی طرح شہروں قریش کا قبیلہ ہے، وہ شہروں کو پھرتی سے کھا جاتا ہے اور ان کے لیے آخر زمانہ

میں ایک نبی ہوگا، ان میں قتل اور زخموں کو زیادہ کرے گا۔"

② "ایلافہم" یہ پہلے ایلاف سے بدل ہے۔ "رحلة الشتاء والصیف"...... "رحلة" مصدر کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی ان کا سفر کرنا گرمیوں اور سردیوں میں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مکہ میں سردیاں گزارتے اور گرمیاں طائف میں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ حرم میں ٹھہریں اور اس گھر کے رب کی عبادت کریں اور دیگر حضرات نے کہا ہے ان کے لیے دو تجارتی سفر ہوتے تھے ہر سال میں۔ ان میں سے ایک سردیوں میں یمن کی طرف اس لیے کہ وہ گرم علاقہ تھا اور دوسرا گرمیوں میں شام کی طرف اور حرم خشک وادی تھی، اس میں کوئی کاشت نہ ہوتی تھی اور قریش کی معیشت ان کی تجارت پر منحصر تھی اور راستہ میں ان کو کوئی تنگ نہ کرتا تھا۔ لوگ کہتے تھے قریش اللہ کے حرم کے رہائشی ہیں اور اس کے گھر کے والی ہیں۔ اگر ان کے یہ دو تجارتی سفر نہ ہوتے تو ان کے لیے مکہ میں رہنے کی گنجائش نہ تھی اور اگر بیت اللہ کے پڑوس کی وجہ سے امن نہ ہوتا تو وہ اس سفر پر قادر نہ ہوتے اور ان پر یمن اور شام کی طرف آنا جانا مشکل ہو جاتا، پھر یمن کے شہروں میں سے تبالہ اور جرش سرسبز ہو گئے تو انہوں نے غلہ مکہ کی طرف منتقل کیا، ساحل والوں نے سمندر کے راستے کشتیوں پر اور خشکی والوں نے اونٹوں اور گدھوں پر۔ پس ساحل والوں نے جدہ میں سامان تجارت اُتارا اور خشکی والوں نے محصب میں۔

اور شام سرسبز ہو گیا تو انہوں نے اپنا غلہ مکہ کی طرف منتقل کیا تو اپنا سامان ابطح میں ڈالا تو ان کی ضروریات قریب سے پوری ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دونوں سفروں کی مشقت سے کافی ہو گئے اور ان کو اس گھر کے رب کی عبادت کا حکم دیا۔

③ تو فرمایا "فلیعبدوا رب ھذا البیت" یعنی مکہ۔

④ "الذی اطعمھم من جوع" یعنی بھوک کے بعد تجارتی قافلوں کو مکہ کی طرف منتقل کرنے کے ساتھ۔ "و آمنھم من خوف" حرم کی وجہ سے اور ان کے اہل مکہ میں سے ہونے کی وجہ سے حتیٰ کہ ان کو ان سفروں میں کوئی تنگ نہ کرتا تھا اور عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ تکلیف اور بھوک میں تھے حتیٰ کہ ہاشم نے ان کو دو تجارتی سفروں پر جمع کر دیا اور وہ اپنا نفع فقیر اور غنی کے درمیان برابر تقسیم کرتے تھے حتیٰ کہ ان کے فقیر بھی ان کے غنی کی طرح ہو گئے۔ کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلا شخص جو تجارتی قافلہ اونٹوں پر شام کی طرف لے گیا وہ ہاشم بن عبد مناف ہیں اور اسی کے بارے میں شاعر کہتا ہے:

"تو اس کو کہہ جو مجلس اور سخاوت کو طلب کرتا ہے، کیوں نہیں تو گزرتا عبد مناف کی اولاد پر، کیوں نہیں تو ان پر گزرتا تو ان کی مہمانی کا ارادہ کرے، وہ تجھے بھوک و ہاتھ پھیلانے سے روک دیں گے، بہت زیادہ کھانے والے حالانکہ کوئی زیادہ کھانے والا نہیں پایا جاتا اور اپنے مہمانوں کو کہنے والے ہیں آؤ اور اپنے فقیر کو اپنے غنی کے ساتھ ملانے والے حتیٰ کہ ان کا فقیر کفایت مند شخص کی طرح ہو گیا اور ہر وعدہ پر سچ پر قائم رہنے والے اور مانوس سفر کرنے والے، عمرو علا نے روٹی کے ٹکڑے کیے اپنی قوم کے لیے اور مکہ کے لوگ مسکین کمزور دُبلے تھے، دو سفر ان کی سنت جاری کی اپنے لیے اور اپنی قوم کے لیے، سردیوں کا سفر اور گرمیوں کا سفر۔"

اور ضحاک، ربیع اور سفیان کہتے ہیں "و آمنھم من خوف" جذام کے خوف سے پس ان کے شہر میں ان کو جذام کی بیماری نہیں لگتی۔

سُوْرَۃُ الْمَاعُون

مکی ہے اور سات (۷) آیات ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ① فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ② وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ③ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ④ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ ⑤ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ ⑥ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ⑦

ترجمہ: کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے سو (اگر آپ اس شخص کا حال سننا چاہیں تو سنیے کہ) وہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاج کو کھانا دینے کی (دوسروں کو بھی) ترغیب نہیں دیتا سو (اس سے ثابت ہوا کہ) ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں (یعنی ترک کردیتے ہیں) جو ایسے ہیں کہ (جب نماز پڑھتے ہیں تو) ریاکاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے۔

تفسیر: ① "اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ" مقاتل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ عاص بن وائل سہمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ سدی مقاتل بن حیان اور ابن کیسان رحمہم اللہ فرماتے ہیں ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ضحاک فرماتے ہیں عمرو بن عائذ مخزومی کے بارے میں نازل ہوئی عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے منافقین کے ایک شخص کے بارے میں مخزومی اور "یکذب بالدین" کا معنی یعنی جزا اور حساب کا دن۔

② "فذالک الذی یدع الیتیم" اس کو ڈانٹتا ہے اور اس کے حق سے انکار کرتا ہے اور دع کا معنی قوت سے دھکا دینا۔

③ "ولا یحض علی طعام المسکین" نہ اس کو خود کھلاتا ہے اور نہ اس کے کھلانے کا حکم دیتا ہے۔ کیونکہ وہ جزاء کے دن کو جھٹلاتا ہے۔

④ "فویل للمصلین. ⑤ الذین ھم عن صلاتھم ساھون" مصعب بن سعد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے "الذین ھم عن صلاتھم ساھون" کے بارے میں پوچھا گیا، فرمایا نماز کے وقت

کو ضائع کرنا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ منافقین ہیں جو نماز کو چھوڑ دیتے ہیں جب لوگوں سے غائب ہوتے ہیں اور لوگوں کے سامنے نماز پڑھتے ہیں جب وہ موجود ہوں۔

⑥ "الذین ھم یراء ون" کی وجہ سے۔ اور منافقین کے وصف میں فرمایا "واذا قاموا الی الصلاۃ قاموا کسالٰی یراء ون الناس" قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے غافل پرواہ نہیں کرتے کہ نماز پڑھی ہے یا نہیں پڑھی۔ کہا گیا ہے اس کے ثواب کی اُمید نہیں کرتے اگر نماز پڑھیں اور اگر چھوڑ دیں تو سزا سے نہیں ڈرتے اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے غافل ہیں اس میں سستی کرتے ہیں اور حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ وہ شخص ہے کہ اگر نماز پڑھے تو ریاکاری کرتے ہوئے پڑھتا ہے اور اگر نماز چھوٹ جائے تو شرمندہ نہیں ہوتا اور ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ نماز کو نماز کے وقت پر نہیں پڑھتے اور اس کا رکوع وسجدہ مکمل نہیں کرتے۔

⑦ "ویمنعون الماعون" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا یہ زکوٰۃ ہے اور یہی ابن عمر، حسن، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ کا قول ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "الماعون" کلہاڑی، ڈول، ہنڈیا اور اس کی مثل جیسی چیزیں اور یہی سعید بن جبیر کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الماعون عاریۃ ہے۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا اعلیٰ فرد زکوٰۃ ہے اور اس کا ادنیٰ سامان کی عاریت ہے اور محمد بن کعب اور کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں الماعون وہ معروف چیز جس کو لوگ آپس میں لیتے دیتے ہیں۔ قطرب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الماعون کی اصل قلت سے ہے۔ عرب کہتے ہیں "مالہ سعۃ و لا منعہ" یعنی تھوڑی چیز۔ پس زکوٰۃ اور صدقہ اور معروف کا نام ماعون رکھا گیا ہے اس لیے کہ یہ کثیر مال میں سے تھوڑی ہے اور کہا گیا ہے الماعون وہ چیز جس سے منع کرنا حلال نہیں ہے جیسے پانی، نمک اور آگ۔

سُوْرَۃُ کَوْثَر

مکی ہے اور اس کی تین (۳) آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ② اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ③

ترجمہ: بیشک ہم نے آپ کو کوثر (ایک حوض کا نام ہے اور ہر خیر کثیر بھی اس میں داخل ہے) عطا فرمائی ہے سو (ان نعمتوں کے شکریہ میں) آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے

سورۃ الکوثر کا شان نزول

تفسیر ① "انا اعطیناک الکوثر" حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تھے جب آپ علیہ السلام کو اونگھ آئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے سر اُٹھایا تو ہم نے کہا کس چیز

نے آپ کو ہنسایا اے اللہ کے رسول؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ "اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ" پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) زیادہ جانتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ اس میں خیر کثیر ہے وہ حوض ہے اس پر میری اُمت قیامت کے دن آئے گی۔ اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔ پس ان میں سے ایک شخص روک لیا جائے گا، میں کہوں گا اے میرے رب! وہ مجھ سے ہے تو وہ فرمائیں گے آپ نہیں جانتے، اس نے آپ علیہ السلام کے بعد کیا نئی بات نکال لی تھی۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کوثر خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو دی، ابوالبشر نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کو کہا بے شک لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ جنت میں ایک نہر ہے؟ تو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جو جنت میں نہر ہے یہ اس خیر میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو عطاء کی ہے۔

حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ قرآن ہے۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبوت اور کتاب۔ اہل لغت فرماتے ہیں کوثر فوعل کے وزن پر کثرت سے ہے جیسے نوفل فوعل کے وزن پر نفل سے ہے اور عرب ہر اس چیز کا نام کوثر رکھتے ہیں جو تعداد میں زیادہ ہو یا مقدار میں اور مشہور یہ ہے کہ یہ جنت میں ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا تو اچانک میں ایک جاری نہر پر تھا اس کی سفیدی دودھ کی سفیدی کی طرح تھی اور شہد سے زیادہ میٹھی تھی اور اس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے، میں نے اپنا ہاتھ مارا تو اس کی نمناک مٹی مہکتی کستوری تھی، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کوثر جو آپ کو اللہ تعالیٰ دیں گے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کوثر جنت میں نہر ہے اس کے کنارے سونے کے اور اس کے چلنے کی جگہ موتی اور یاقوت پر ہے اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار اور اولے سے زیادہ سفید ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض ایک مہینے کی مسافت ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ پاکیزہ اور اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی طرح جو اس سے پئے گا، کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے حوض کے پاس ہوں گا، اہل یمن کے لیے لوگوں کو ہٹاؤں گا یعنی ان کو اپنی لاٹھی سے ماروں گا حتیٰ کہ وہ اس سے ہٹ جائیں گے اور بے شک اس میں جنت سے دو پرنالے ڈالے جائیں گے، ان میں سے ایک چاندی کا اور دوسرا سونے کا، اس کی لمبائی بصری اور صنعاء کے درمیان ہے یا ایلہ اور مکہ کے درمیان یا میرے اس مقام سے عمان تک۔

❷ "فصلّ لربّک وانحر" محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ غیر اللہ کے لیے نماز پڑھتے تھے اور غیر اللہ کے لیے قربانی کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا وہ نماز پڑھیں اللہ کے لیے اور قربانی کریں اللہ

کے لیے اور عکرمہ، عطاء اور قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں "فصلّ لربّک" نحر کے دن عید کی نماز اور اپنی قربانی کو ذبح کریں اور سعید بن جبیر اور مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں۔ پس آپ فرض نمازیں پڑھیں مزدلفہ میں اور منٰی میں اونٹ کو نحر کریں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "فصلّ لربّک وانحر" اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر سینہ پر رکھیں نماز میں۔

③ "انّ شانئک" آپ علیہ السلام کا دشمن اور بغض رکھنے والا۔ "هو الابتر" جو بہت ہی کم پیچھے ذلیل ہو اس کی جڑ ختم ہوگی۔ یہ عاص بن وائل سہمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد سے نکلتے دیکھا اور یہ داخل ہور ہا تھا تو ان کی ملاقات باب بنی سہم پر ہوئی اور آپس میں باتیں کرنے لگے اور قریش کے معززین میں سے چند لوگ مسجد میں بیٹھے تھے۔ جب عاص اندر داخل ہوا تو ان لوگوں نے اس کو کہا کس سے تو بات کر رہا تھا؟ کہنے لگا اس ابتر سے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک بیٹا فوت ہوگیا تھا۔ یزید بن رومان فرماتے ہیں۔ عاص بن وائل کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا تو کہتا اس کو ہمارے لیے چھوڑ دو کیونکہ یہ ابتر شخص ہے اس کے پیچھے کوئی نام لینے والا نہیں ہے جب یہ فوت ہوگئے تو ان کا تذکرہ ختم ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کی۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے۔ یہ کعب بن اشرف اور قریش کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ جب کعب مکہ میں آیا تو اس کو قریش نے کہا ہم حاجیوں کو پانی پلانے والے اور بیت اللہ کی خدمت کرنے والے ہیں اور تو اہل مدینہ کا سردار ہے۔ پس ہم بہتر ہیں یا یہ کمزور بے اولاد شخص؟ تو اس نے کہا بلکہ تم اس سے بہتر ہو، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ "الم تر الى الذين اوتوا نصيبا من الكتاب يؤمنون بالجبت والطاغوت" اور ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جس نے کہا کہ آپ علیہ السلام ابتر ہیں۔ "انّ شانئک هو الابتر" یعنی ہر خیر سے منقطع۔

سُوْرَۃُ الْکَافِرُوْن

مکی ہے اور اس کی چھ (۶) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ① لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ③ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ④ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ⑤ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ⑥

ترجمہ: آپ (کافروں سے کہہ دیجئے کہ اے کافرو (میرا اور تمہارا طریقہ متحد نہیں ہوسکتا اور) نہ (تو فی الحال) میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو اور نہ (آئندہ استقبال میں) میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا۔

تفسیر ❶ "قل یا یها الکافرون" سورۃ کے آخر تک قریش کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان میں سے حارث بن قیس سہمی، عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث، اسود بن عبدالمطلب بن اسد، اُمیہ بن خلف ہیں۔ انہوں نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ آئیں۔ ہمارے دین کی اتباع کریں اور ہم آپ کے دین کی اتباع کریں یا ہم اپنے معاملہ میں آپ کو شریک کرلیں گے۔ آپ ہمارے معبودوں کی ایک سال عبادت کریں اور ہم آپ کے معبود کی ایک سال عبادت کریں۔ پس اگر وہ بہتر ہوا جو آپ لائے ہیں تو ہم آپ کے ساتھ اس میں شریک ہو چکے ہوں گے اور ہم نے اپنا حصہ اس سے لے لیا ہوگا اور اگر وہ بہتر ہوا جو ہمارے پاس ہے تو آپ ہمارے ساتھ ہمارے امر میں شریک ہو چکے ہوں گے اور آپ اپنا حصہ اس سے لے چکے ہوں گے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی پناہ اس سے کہ میں اس کے ساتھ اس کے غیر کو شریک کروں۔ انہوں نے کہا پس آپ ہمارے بعض معبودوں کو استلام کریں، ہم آپ کی تصدیق کریں گے اور آپ کے معبود کی عبادت کریں گے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا حتیٰ کہ میں دیکھ لوں کہ میرے رب کے پاس سے میرے پاس کیا آتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "قل یا یها الکافرون" سورۃ کے آخر تک۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام کی طرف صبح کو گئے تو اس میں قریش کے سرداروں کی ایک جماعت تھی تو آپ علیہ السلام ان کے سروں پر کھڑے ہوگئے۔ پھر ان پر اس سورت کو پڑھا حتیٰ کہ سورت سے فارغ ہوگئے تو اس وقت وہ لوگ آپ علیہ السلام سے مایوس ہوگئے اور آپ علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تکلیف دی۔

❷ اور آیت کا معنیٰ "لا اعبد ما تعبدون" فی الحال۔

❸ "ولا انتم عابدون ما اعبد" فی الحال۔ ❹ "ولا انا عابد ما عبدتم" مستقبل میں۔

❺ "ولا انتم عابدون ما اعبد" مستقبل میں اور یہ خطاب ان لوگوں کو ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ "ما اعبد" یعنی من اعبد۔ لیکن اس کو ماتعبدون کے مقابلہ میں ذکر کیا ہے اور تکرار کی وجہ اکثر اہل معانی فرماتے ہیں یہ ہے کہ قرآن عرب کی زبان میں نازل ہوا ہے اور ان کے خطاب کے مجاز پر اور ان کے طریقوں میں سے تاکید اور افہام کے ارادہ کے لیے تکرار کرنا ہے۔ جیسا کہ ان کا طریقہ ہے تخفیف اور اختصار کے ارادہ سے اختصار کرنا ہے اور قتیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کلام کا تکرار وقت کے تکرار کی وجہ سے کیونکہ انہوں نے کہا تھا اگر آپ کو یہ بات خوش کرے کہ ہم ایک سال آپ کے دین میں داخل ہو جائیں، پھر آپ ایک سال ہمارے دین میں داخل ہو جائیں تو یہ سورۃ نازل ہوئی۔

❻ "لکم دینکم" شرک۔ "......ولی دین" اسلام۔ ابن کثیر، نافع اور حفص نے "ولی" یاء کے زبر کے ساتھ اور دیگر حضرات نے اس کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔

سُوْرَةُ النَّصر

یہ سورۃ مکی ہے،اس میں تین (۳) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ① وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ② فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ. اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا ③

ترجمہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جب خدا کی مدد (اور مکہ کی) فتح (مع اپنے آثار کے) آپہنچے (یعنی واقع ہوجائے) اورآثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں یہ ہیں کہ) آپ تو لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق جوق داخل ہوتا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے اوراس سے استغفار کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

فتح مکہ کا واقعہ

تفسیر (① اذا جاء نصر الله والفتح) اصحاب اخبار نے فتح کا قصہ اس طرح لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال قریش سے دس سال کے لیے صلح کرلی جس کی شرط یہ تھی کہ اس مدت کے اندر لوگ امن سے رہیں گے اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف ہونا چاہیں گے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدہ میں ہوں گے اور جو لوگ قریش کے حلیف ہونا چاہیں گے قریش کے معاہدہ میں ہوں گے۔ چنانچہ بنی بکر قریش کے معاہدہ میں داخل ہوگئے اور بنی خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف ہوگئے۔ بکر اور خزاعہ میں پرانی جنگ تھی۔ کچھ مدت کے بعد بنی بکر کی ایک شاخ بنی نفاثہ نے بنی خزاعہ پر زیادتی کی اور بنی نفاثہ کے قبیلہ نوفل بن معاویہ دیلمی نے مکہ کے نشیبی حصہ میں بمقام وتیر بنی خزاعہ پر شب خون مارا۔ یہاں تک کہ بنی خزاعہ حرم میں داخل ہوگئے، تب بھی قبیلۂ نوفل نے قتال جاری رکھا۔ قریش نے ہتھیاروں سے بنی بکر کی مدد کی بلکہ صفوان بن اُمیہ، عکرمہ بن ابی جہل، سہیل بن عمرو، شیبہ بن عثمان، حویطب بن عبدالعزیٰ اور کچھ دوسرے لوگ اپنے غلاموں سمیت رات کے وقت چھپ کر بنی بکر کی طرف سے لڑائی میں بھی شریک ہوئے، لڑائی کے بعد قریش کو عہد شکنی پر پشیمانی ہوئی اور ایک نے دوسرے کو ملامت کی۔ جب لڑائی کے بعد عمرو بن سالم خزاعی چالیس سواروں کو ساتھ لے کر بنی خزاعہ پر واقع ہونے والی مصیبت

کی اطلاع دینے اور مدد مانگنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو کے پہنچنے سے پہلے ہی بنی نفاثہ اور بنی خزاعہ کی جنگ کی اطلاع دے دی تھی اور فرمایا تھا جو کام خدا کو مقصود ہے، اس کی تکمیل کے لیے قریش عہد شکنی کریں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: (کیا مسلمانوں کے لیے) خیر ہوگی؟ فرمایا خیر ہوگی۔

محمد بن عمرو نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے اور طبرانی نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے (واقعہ) اسی طرح بیان کیا ہے۔ غرض جب عمرو بن سالم خزاعی نے حاضر ہو کر اطلاع دے دی (اور مدد کا طلبگار ہوا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر کھینچتے ہوئے اُٹھے اور فرمایا: اے عمرو! اگر میں تیری مدد اس (قوت) کے ساتھ نہ کروں جس (قوت) سے اپنی مدد کرتا ہوں تو (خدا کرے) میری مدد نہ کی جائے۔

یہ واقعہ ماہ شعبان کا ہے جب صلح حدیبیہ کو بائیس ماہ گزر رہے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کو قریش کے پاس یہ پیام پہنچانے کے لیے بھیجا کہ تین باتوں میں سے ایک بات قریش کو اختیار کر لینا چاہیے یا بنی خزاعہ کے مقتولین کی دیت ادا کریں۔ کل تیرہ آدمی مقتول ہوئے تھے یا جن لوگوں نے یعنی بنی نفاثہ نے معاہدۂ صلح کی خلاف ورزی کی ہے، ان کو اپنا حلیف ہونے سے خارج کر دیں (یعنی بنی نفاثہ سے محالفہ ختم کر دیں تا کہ مسلمان ان سے بنی خزاعہ کا انتقام لے لیں) یا حدیبیہ والے معاہدۂ صلح کو یک قلم منسوخ کر دیا جائے۔ یہ پیام سن کر قریش کی رائے باہم مختلف ہوگئیں۔ آخر کار معاہدہ کو منسوخ کر دینے پر سب متفق ہو گئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فسخ معاہدہ کی خبر لے کر واپس آ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مشورہ لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صلح اور نرمی کا مشورہ دیا اور عرض کیا: وہ آپ کی قوم والے ہیں، یہاں تک کہ حضرت ابوبکر کا خیال ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے مشورہ پر چلیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ کا مشورہ دیا اور عرض کیا انہوں نے آپ کو جادوگر، کاہن اور بڑا دروغ گو کہا۔ وہ کفر کے سردار ہیں، قریش نے جو جو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گزشتہ زمانہ میں کہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ سب کچھ کہا، کوئی بات بغیر ذکر کیے نہیں چھوڑی اور عرض کیا، جب تک اہل مکہ اطاعت نہیں کریں گے، عرب اطاعت نہیں کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کو اختیار کیا اور خفیہ تیاری شروع کر دی اور عرب کو لڑائی میں شریک ہونے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ قبائل اسلم، غفار، مزینہ، حرفیہ، اشجع اور سلیم آ گئے۔ کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ ہی میں پہنچ گئے اور کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد راستہ میں آ ملے۔ کل مسلمان ایک روایت میں دس ہزار اور دوسری روایت میں بارہ ہزار تھے۔ دونوں روایتوں کے اختلاف کو اس طرح دُور کیا جا سکتا ہے کہ مدینہ سے روانگی کے وقت دس ہزار ہوں گے اور راستہ میں قبائل کے مل جانے کی وجہ سے بارہ ہزار ہو گئے ہوں گے۔

آخر قریش فسخ معاہدہ پر پشیمان ہوئے اور ابوسفیان کو بھیجا۔ ابوسفیان اپنی بیٹی حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچا اور جونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بستر کو لپیٹ دیا اور فرمایا یہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے۔ ابوسفیان بولا، بیٹی! خدا کی قسم! میرے بعد تجھ میں خرابی آ گئی ہے۔ اُم المؤمنین نے فرمایا: اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمادی ہے مگر ابا جان! آپ قریش کے سردار ہیں اور آپ پتھروں کو پوجتے ہیں، جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ ابوسفیان اُم المؤمنین کے پاس سے اُٹھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ گفتگو کی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر ابوسفیان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور کچھ گفتگو کی اور درخواست کی کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری سفارش کر دیجئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں ایسا نہیں کر سکتا۔ پھر ابوسفیان نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر کچھ بات کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر دُرّہ (کوڑا) ہی میرے پاس ہو (کوئی اور ہتھیار مجھے نصیب نہ ہو) تب بھی میں تم سے دُرّہ لے کر ہی لڑوں گا۔ آخر ابوسفیان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت سیدہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ ابوسفیان نے کہا: علی! (رضی اللہ عنہ) تم سے میرا رشتہ سب سے زیادہ قریب کا لگتا ہے، تم میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے ابوسفیان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پختہ ارادہ کر چکے ہیں کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اب (اس سلسلہ میں) بات نہیں کر سکتا۔ ابوسفیان نے حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف رُخ کیا اور عرض کیا، آپ ہی اپنے والد سے کہہ دیجئے کہ وہ لوگوں کے ٹوٹے ہوئے تعلقات جوڑ دیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی انکار کر دیا۔ آخر ابوسفیان بولا: ابوالحسن! اب میرے لیے معاملہ سخت ہو گیا، آپ مجھے کوئی اچھا مشورہ دے دیں (کہ اب میں کیا کروں؟) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تمہارے لیے کوئی فائدہ رساں بات میری سمجھ میں تو نہیں آتی، البتہ تم بنی کنانہ کے سردار ہو۔ تم لوگوں کے مجمع میں کھڑے ہو کر کہہ دو کہ میں لوگوں میں امن (ہونے کا اعلان) کرتا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا: کیا یہ بات میرے لیے فائدہ مند ہوگی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری سمجھ میں تو اس کے علاوہ کوئی بات نہیں آتی۔ ابوسفیان نے مسجد میں جا کر کہہ دیا، لوگو! میں نے لوگوں کے لیے امن جاری کر دیا۔ یہ کہہ کر اونٹ پر سوار ہو کر چل دیا اور قریش کے پاس پہنچ کر پورا قصہ بیان کر دیا۔ قریش نے کہا، خدا کی قسم! علی رضی اللہ عنہ نے تمہارے ساتھ صرف دِل لگی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ابن اُم مکتوم کو یا ابوذر غفاری کو اپنا جانشین بنایا۔ مؤخر الذکر قول صحیح ہے۔ (رواہ الطبرانی) اور بدھ کے دن ۱۰ رمضان ۸ ہجری کو مدینہ سے برآمد ہوئے اور دُعا کی: الٰہی! جاسوسوں اور مخبروں سے قریش کو روک دے (ان کو میری روانگی اور تیاری کی اطلاع نہ ہو)۔

بخاری نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے اور زبیر و مقداد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور کیا اور فرمایا: (تیزی کے ساتھ آگے) جاؤ اور بستان خاخ پر پہنچو۔ وہاں ایک عورت اونٹ پر سوار ملے گی، اس کے پاس ایک خط ہے۔ وہ خط اس سے حاصل کر لو۔ حسب الحکم ہم گھوڑوں کو تیز دوڑاتے ہوئے چل دیئے اور بستان خاخ پر پہنچے تو وہ عورت مل گئی۔

ہم نے اُس سے کہا: خط نکال۔ عورت نے کہا: میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا: یا تو خط نکال ورنہ کپڑے اُتار دے۔ مجبوراً اس نے اپنے چونڈے (چٹیا یا جوڑا،۱۲) سے خط نکال کر دیا۔ ہم خط لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ خط حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے مشرکین مکہ کے نام تھا جس میں حاطب نے مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اُمور کی اطلاع دی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاطب یہ کیا ہے؟ حاطب نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ پر ناراض ہونے میں عجلت نہ فرمایئے (میری گزارش سن لیجئے، بات یہ ہے کہ) میں قریش میں پرکٹا (اجنبی، مسامن) تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو دوسرے مہاجر ہیں، ان کے رشتہ دار مکہ میں موجود ہیں جو ان کے مال وعیال کے نگراں ہیں (مگر میرا وہاں کوئی رشتہ دار نہیں ہے) اس لیے میں نے چاہا کہ جب میرا وہاں کوئی رشتہ دار نہیں ہے تو کوئی ایسی بات (قریش کے لیے مفید) کر دو کہ وہ میرے اہل وعیال کی حفاظت کر دیں۔ میں نے یہ حرکت اسلام سے مرتد ہو کر اور کفر کو اختیار کر کے نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے) فرمایا: اس نے سچ بات کہہ دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اجازت دیجئے، میں اس منافق کی گردن ماردوں؟ فرمایا: عمر! یہ بدر میں شریک تھا اور تم نہیں جانتے کہ بدریوں کے احوال کو جان کر ہی اللہ اہل بدر کے متعلق فرما چکا ہے کہ جو کچھ چاہو کرو، میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اشک آلود ہوگئیں اور اللہ نے آیت: "یایها الذین امنوا لا تتخذوا عدوی و عدو کم اولیاء ...... سواء السبیل" تک نازل فرمائی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی روزے رکھے لیکن کدید پر پہنچنے کے بعد افطار کر دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی روزے کھول دیئے، پھر ختم ماہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ نہیں رکھا۔

عباس بن عبدالمطلب مکہ میں حاجیوں کو پانی پلانے کے ذمہ دار تھے اور مکہ میں ہی مقیم تھے لیکن مکہ کو چھوڑ کر پہلے ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بمقام جحفہ حاضر ہو گئے تھے اور عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا کا بیٹا ابوسفیان بن حارث اور ابوسفیان کا بیٹا جعفر مقام ابواء میں آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے اور مسلمان ہو گئے۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ ابوسفیان بن حارث اور عاتکہ کا بیٹا عبداللہ بن اُمیہ جب (مقام ابواء میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: میری ان سے کوئی غرض نہیں۔ انہوں نے میری عزت برباد کی ہے اور مجھے جو کچھ کہا ہے وہ کہا ہے۔ ان دونوں نے حضرت اُم سلمہ کی طرف رجوع کیا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی سفارش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اجازت دے دی، پھر کدید میں پہنچ کر جھنڈوں پر پرچم باندھے اور قبائل کو جھنڈے تقسیم کر دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہا۔

پھر عشاء کے وقت مقام مرالظہر ان میں اُترے۔ قریش کو ان واقعات کی اطلاع اُس وقت تک بالکل نہیں پہنچی تھی۔ اسی شب میں ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ تجسس احوال کے لیے مکہ سے نکلے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے صحابہ کو (مختلف مقامات میں) آگ روشن کرنے کا حکم دیا۔ حسب الحکم دس ہزار (جگہ) آگ جلائی گئی (گویا ہر شخص نے اپنی قیام گاہ پر آگ جلائی۔ غالباً اس سے مراد یہ تھی کہ دیکھنے والوں کو لشکر کی کثرت تعداد معلوم ہو جائے)۔ عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ نے اسی رات کہا تھا: آہ! قریش کی صبح بری ہوگی۔ خدا کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں زبردستی داخل ہو گئے تو ہمیشہ کے لیے قریش کی تباہی ہو جائے گی، یہ کہہ کر خچر پر سوار ہو کر نکلے تاکہ کوئی لکڑ ہارا یا دودھ والا یا کسی اور کام کو مکہ میں جانے والا اگر مل جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام فرما ہونے کی اطلاع قریش کو بھجوا دیں تاکہ قریش پہلے ہی آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امان مانگ لیں۔ اتنے میں ابوسفیان کی آواز کانوں میں آئی جو کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم! آج رات کی طرح میں نے آگ نہیں دیکھی (یعنی کثیر مقامات پر یکدم فوجیوں کے پڑاؤ پر اتنی کثرت سے آگ نہیں دیکھی)۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے ابوسفیان! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی فوج لے کر آ گئے ہیں کہ تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ابوسفیان نے کہا: پھر کیا تدبیر ہو؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ابوسفیان! اگر تو پکڑا گیا تو تیری گردن ماردی جائے گی۔ اس لیے (مناسب یہ ہے کہ) میرے خچر کے پیچھے سوار ہو جا۔ میں تجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ جاؤں گا، وہاں تو امان مانگ لینا۔ چنانچہ حضرت عباس (ابوسفیان کو لے کر پڑاؤ کی طرف) لوٹ پڑے اور جس طرف سے گزرتے تھے لوگ ان کو دیکھتے تھے اور کہتے تھے: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پر سوار ہیں۔ آخر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فرودگاہ کی طرف سے گزرے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کو دیکھا تو فوراً کھڑے ہو گئے اور بولے: یہ اللہ کا دشمن ابوسفیان ہے۔ شکر ہے خدا کا بغیر معاہدہ اور پیمان کے اللہ نے اس پر قابو دے دیا (یہ کہہ کر مارنے دوڑے) حضرت عباس رضی اللہ عنہ تیزی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کو دوڑے اور ابوسفیان کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے (پیچھے سے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پہنچ گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: تم یہ سلوک صرف اس وجہ سے کر رہے ہو کہ ابوسفیان قبیلۂ عبد مناف کا ہے، اگر بنی کعب سے ہوتا تو تم یہ بات نہ کہتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: عباس! آہستہ اختیار نہ کیجیے جس روز آپ مسلمان ہوئے تو آپ کا اسلام مجھے (اپنے باپ) خطاب کے اسلام سے بھی زیادہ پیارا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عباس! اس کو اپنے پڑاؤ پر لے جاؤ (عباس رضی اللہ عنہ لے گئے)۔

صبح کو پھر ابوسفیان کو لے کر خدمت گرامی میں پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تجھے لا الٰہ الا اللہ کا یقین آ جائے۔ ابوسفیان نے کہا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! آپ علیہ السلام بہت ہی حلیم، کریم اور ٹوٹے رشتوں کو جوڑنے والے ہیں۔ خدا کی قسم! میرا خیال ہے کہ اگر خدا کی موجودگی میں کوئی دوسرا خدا ہوتا تو اب کچھ کر سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ارے ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تجھے میرے رسولِ خدا ہونے کا یقین آ جائے۔

ابوسفیان نے کہا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! آپ کس قدر تحمل والے، کرم کرنے والے اور خاندان سے اچھا سلوک رکھنے والے ہیں لیکن یہ (رسالت) تو اس کے متعلق ابھی میرے دل میں کچھ (تردد) ہے۔ حضرت عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ارے مسلمان ہوجا اور قبل اس کے کہ تیری گردن ماری جائے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دے دے۔ اس پر ابوسفیان نے کلمہ توحید پڑھ لیا اور مسلمان ہوگیا۔ حکیم اور بدیل ابوسفیان سے پہلے ہی اسلام لا چکے تھے۔

یہ روایت اسحٰق بن راہویہ کی سند صحیح کے ساتھ ہے لیکن طبرانی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اللہ کے بندو! ابوسفیان اراک (پیلو) کے درختوں میں ہے، اس کو (وہیں) پکڑلو۔ ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاری باڈی گارڈ نے پکڑ لیا تھا۔ اس روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بھی) محافظ (دستہ میں) تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو بند کردو۔ حسب الحکم لوگوں نے ابوسفیان کو صبح تک بند رکھا۔

ابن ابی شیبہ کی یہ بھی روایت ہے کہ ابوسفیان نے کہا تھا: مجھے عباس کا پتا بتاؤ۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ان میں عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو ابوسفیان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں چلا گیا اس کو امان ہے اور جو کعبہ میں داخل ہوگیا اس کو امان ہے اور جس نے اپنا دروازہ بند کرلیا، اُس کو امان ہے۔ اس فرمان کے بعد ابوسفیان نے کعبہ کے اندر چیخ کر کہا: اے گروہِ قریش! یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر اتنی طاقت لے آئے جس کا تم مقابلہ نہیں کرسکتے (پھر) امان کی جو خبر ابوسفیان لائے تھے، اس کو بیان کیا۔ لوگ یہ اعلان سن کر منتشر ہوگئے، کچھ اپنے گھروں میں چلے گئے، کچھ کعبہ میں داخل ہوگئے۔

جب حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء مسلمان ہوگئے اور بیعت کرلی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قریش کو دعوت اسلام دینے کے لیے اپنے سامنے بھیج دیا اور زبیر کو جھنڈا دے کر مہاجرین اور انصار کے سواروں کا امیر بنا کر روانہ کردیا اور حکم دیا کہ بالائی مکہ میں حجون کے مقام پر پہنچ کر جھنڈے کو نصب کریں اور حکم کے بغیر وہاں سے نہ ہٹیں۔ اسی جگہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیمہ لگایا گیا۔ خالد بن ولید کو حکم ملا کہ وہ بنی قضاعہ اور بنی سلیم کے مسلمانوں کے ساتھ نشیبی مکہ سے داخل ہوں۔ نشیبی مکہ میں بنی بکر موجود تھے کیونکہ قریش اور حارث بن عبد مناف کی اولاد اور مختلف قبائل کے لوگوں نے بنی بکر کو مکہ سے نکال دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ نشیبی حصہ میں جاکر رہیں۔ خالد اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجنے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا تھا کہ جو تم سے نہ لڑے، اُس سے نہ لڑنا۔

سعد بن عبادہ کو جھنڈا دے کر حکم دیا گیا تھا کہ کچھ لوگوں کو لے کر کداء سے مکہ میں داخل ہوں۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ میں داخل ہونے کے لیے چلے تو کہنے لگے: آج جنگ کا دن ہے، آج ممنوع بھی حلال ہے۔ ایک مہاجر نے یہ بات سن لی اور عرض کیا: یارسول اللہ! سنئے تو سعد بن عبادہ کیا کہہ رہے ہیں۔ قریش پر یہ شوکت ان کو کہاں سے حاصل ہوگئی؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم جھنڈا لے لو اور جھنڈا لے کر (کداء کے راستہ سے مکہ میں) داخل ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لے لیا اور لے جاکر رُکن پر نصب کردیا۔

ابویعلی نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا مجھے دیا تھا اور حضور صلی

اللہ علیہ وسلم مکہ میں دو جھنڈوں کے ساتھ داخل ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے بالائی مکہ میں نہیں پہنچے تھے۔ خالد بن ولید نے جب نشیبی مکہ سے داخل ہونا چاہا تو وہاں قریش وغیرہ جو مشرک موجود تھے انہوں نے مزاحمت کی اور خالد کو ساتھیوں سمیت ہتھیار اُٹھا کر چلنے سے روکا اور تیر مارے اور کہنے لگے ان کو زبردستی داخل نہ ہونے دو۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو چیخ کر آواز دی اور مشرکوں سے جنگ کی۔ چوبیس قریشی اور چار بنی ہذیل کے آدمی مارے گئے۔ ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ بارہ یا تیرہ مشرک مارے گئے اور سخت شکست کھائی، ہر طرف بھاگنے لگے۔ یہاں تک کہ سینہ اور حلق کی سوزش کی وجہ سے کچھ مارے گئے اور کچھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ مسلمانوں میں سے قبیلہ جہینہ کا صرف ایک آدمی مارا گیا جس کا نام سلمہ بن میلاء تھا۔ یہ خالد کے سواروں میں سے تھا اور کرز بن جابر فہری اور حریش بن خالد بن ربیعہ بھی خالد کے سواروں میں سے مارے گئے۔ یہ دونوں خالد کے راستہ سے بچھڑ گئے تھے اور الگ راستہ پر چل دیئے تھے، دونوں مارے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداروں کو حکم دے دیا تھا کہ مکہ میں داخل ہونے کے وقت کسی کو قتل نہ کریں۔ ہاں! جو مسلمانوں سے جنگ کریں، ان کو قتل کیا جاسکتا ہے۔ اس حکم سے نام بنام چند آدمیوں کو مستثنیٰ کر دیا تھا اور حکم دے دیا تھا کہ ان کو ہر حال میں قتل کر دیا جائے، خواہ وہ کعبہ کے پردوں کے نیچے ہی ہوں۔

(1) عبداللہ بن ابی سرح، یہ شخص مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گیا تھا۔ فتح مکہ کے دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی سفارش کی تو جان بخشی ہوئی۔ اس کے بعد یہ مسلمان ہو گیا۔ (2) عکرمہ بن ابی جہل یہ (فتح مکہ کے دن) مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام قبول کیا گیا)۔ (۳) حویرث بن نقید، یہ ہجرت سے پہلے مسلمانوں کو بہت دُکھ پہنچایا کرتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ (۴) مقیس بن صبابہ، اوّل مسلمان ہو گیا تھا، ایک انصاری نے ذی قردہ کے غزوہ میں اس کے بھائی ہشام کو دشمن کا آدمی سمجھ کر غلطی سے مار ڈالا تھا اور مقیس نے انصاری سے اس کی دیت لے لی۔ پھر عہد شکنی کر کے انصاری کو قتل کر دیا اور مرتد ہو گیا۔ اس کو اسی کی قوم کے ایک شخص غیلہ بن عبداللہ نے قتل کر دیا۔ (۵) ہبار بن اسود مسلمانوں کو سخت دُکھ دیا کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اسقاط اسی کی ضرب سے ہوا اور اسی مرض سے آپ کی وفات ہوئی۔ یہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو معاف کر دیا۔ (۶) حارث بن طلال خزاعی، یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ”**کذا ذکرہ ابو معشر**“ (۷) کعب بن زہیر شاعر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا لیکن (فتح مکہ کے دن) مسلمان ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کی۔ (ذکرہ الحاکم) ......(۸) وحشی بن حرب، حضرت حمزہ کا قاتل بھاگ کر طائف چلا گیا تھا، پھر آ کر مسلمان ہو گیا۔ (۹) عبداللہ بن خطل یہ مسلمان ہو گیا تھا، اس کا نام عبدالعزیٰ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا نام بدل دیا اور عبداللہ نام رکھ دیا اور محصل صدقات بنا کر بھیجا اور اس کے ساتھ خزاعہ کے ایک شخص کو بھی روانہ کیا۔ خزاعی شخص عبداللہ کی خدمت کرتا اور اس کے لیے کھانا پکاتا تھا۔ دونوں ایک منزل پر جا کر اُترے، دوپہر کا وقت تھا۔ عبداللہ نے خزاعی کو حکم دیا کہ کوئی جانور ذبح کر کے کھانا تیار کرے مگر خزاعی نے کھانا

نہیں تیار کیا، اس پر عبداللہ نے خزاعی کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر بھاگ گیا۔

اس کے پاس دو گانے والی لونڈیاں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجو کے اشعار گاتی تھیں۔ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ اور ان دونوں باندیوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ سعید بن حریث مخزومی اور ابو برزہ اسلمی نے مل کر عبداللہ کو قتل کر دیا۔ ایک لونڈی بھی ماری گئی۔ دوسری بھاگ گئی، پھر مسلمان ہوگئی۔ (۱۰) عمر بن ہاشم کی آزاد کردہ ایک باندی تھی جس کا نام سارہ تھا، مکہ میں مغنیہ تھی اور نوحہ خوانی کا پیشہ بھی کرتی تھی۔ اسی کے پاس سے حاطب بن ابی بلتعہ کا خط برآمد ہوا تھا۔ فتح کے دن مسلمان ہوگئی۔ (۱۱) ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ کا جگر چبایا تھا، فتح مکہ کے دن مسلمان ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے درگزر فرمائی۔ (۱۲) صفوان بن اُمیہ یہ بھاگ کر جدہ چلا گیا تھا تاکہ وہاں سے جہاز پر سوار ہو کر یمن کو چلا جائے۔ عمیر بن وہب نے اس کے لیے امن کی درخواست کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امان دے دی۔ صفوان حاضر ہوگیا اور عرض کیا، مجھے اپنے معاملہ پر دو مہینہ تک سوچنے کا اختیار دے دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ماہ کا اختیار دے دیا۔ آخر میں یہ مسلمان ہوگیا۔

مکہ میں داخلہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر عمامہ تھا۔ (رواہ احمد و مسلم)

لیکن صحیحین کی دوسری روایت میں آیا ہے کہ داخلہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود پوش تھے۔ دونوں روایتوں کے اختلاف کو اس طرح دُور کیا جا سکتا ہے کہ اوّل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر خود ہوگا پھر خود اُتار کر عمامہ پہن لیا ہوگا۔ داخلہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹا لوٹا کر سورۂ فتح پڑھ رہے تھے۔ (صحیحین)

آخر حجون میں پہنچ کر چمڑے کے خیمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فروکش ہوئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو بیبیاں، حضرت اُم سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما بھی تھیں۔ حجون خفیف بنی کنانہ میں واقع تھا، یہ جگہ وہی تھی جہاں جمع ہو کر قریش اور کنانہ نے باہم قسم کھائی تھی کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ نہ نکاح کا رشتہ قائم کریں گے، نہ ان کے ساتھ خرید و فروخت کریں گے جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے دستبردار نہ ہو جائیں گے، یہ قسمیں رہیں گی۔ اس جگہ پہنچنے کے بعد کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ اپنے گھاٹی والے مکان میں قیام نہیں فرمائیں گے؟ فرمایا: عقیل نے ہمارا کوئی مکان چھوڑا ہی کہاں؟ (کہ ہم وہاں ٹھہر سکیں) عقیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے بھائی بندوں کے مکہ والے سب مکان فروخت کر دیئے تھے۔ مردوں کے بھی اور عورتوں کے بھی (کوئی مکان باقی نہیں چھوڑا تھا) عرض کیا گیا تو پھر اپنے قدیمی مکانوں کو چھوڑ کر مکہ کے اندر کسی اور مکان میں قیام فرمالیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار کر دیا اور فرمایا: میں کسی کے گھر میں داخل نہیں ہوں گا۔ ہر نماز کے لیے حجون سے کعبہ کو تشریف لاتے تھے۔ غرض فرودگاہ پر دن کے تھوڑے وقت ٹھہرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پردہ پکڑ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کے بعد چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ (رواہ مسلم)

بخاری کی روایت میں حضرت اُم ہانی کا قول آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر غسل کیا تھا اور نماز پڑھی تھی، پھر اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے اور کعبہ کے پاس پہنچ کر (طواف کیا اور) لکڑی کی نوک سے رُکن کا بوسہ لیا (یعنی لکڑی کی نوک سنگ اسود کو لگا دی، نوک لگا دینا بوسہ کے قائم مقام ہو گیا) اور تکبیر کہی۔ مسلمانوں نے بھی نعرۂ تکبیر لگایا کہ مکہ گونج گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ سے مسلمانوں کو ٹھہرنے کی تلقین فرما رہے تھے اور مشرک پہاڑیوں کے اوپر سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات بار اونٹنی پر سوار ہونے کی حالت میں کعبہ کا طواف کیا اور لکڑی کی نوک سے (ہر بار) سنگ اسود کا بوسہ لیا۔ کعبہ کے آس پاس تین سو ساٹھ بت تھے جو رانگ سے مرصع تھے، ہبل سب سے بڑا تھا۔ یہ کعبہ کے سامنے کعبہ کے دروازہ پر تھا اور اساف و نائلہ قربانی کے مقام پر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بت کی طرف سے گزرتے تھے تو اس کی طرف اشارہ کرتے اور "جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا" پڑھتے تھے۔ بت اشارہ کے ساتھ ہی اوندھے منہ یا پشت کے بل پیچھے کو گر جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہاتھ بھی نہیں لگانے پاتے تھے۔ فضالہ بن عمر لیثی نے چاہا کہ طواف کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دے۔ یہ ارادہ کر کے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فضالہ! اس نے جواب دیا: جی! فرمایا: تم دل میں کیا کہہ رہے تھے؟ فضالہ نے کہا کچھ بھی نہیں۔ اللہ کی یاد کر رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا: اللہ سے استغفار کرو۔ یہ فرما کر دست مبارک فضالہ کے سینہ پر رکھ دیا۔ فضالہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میرے سینے سے اُٹھایا بھی نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میری نظر میں ہر شخص سے زیادہ محبوب ہو گئی۔ طواف سے فارغ ہونے کے بعد (کھڑی ہوئی) اونٹنی سے لوگوں کے ہاتھوں کے سہارے سے نیچے اُترے کیونکہ اونٹوں کے بیٹھنے کا کوئی مقام مسجد کے اندر نہ تھا۔ مسجد سے باہر اونٹ کو بٹھایا، پھر مقام ابراہیم پر پہنچے۔ مقام ابراہیم علیہ السلام کعبہ میں شامل تھا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اور عمامہ پہنے ہوئے تھے اور دونوں شانوں کے درمیان عمامہ کا شملہ آویختہ تھا۔ اس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی۔

پھر زمزم کی طرف رُخ کیا اور اس کے اندر جھانک کر دیکھا اور فرمایا: اگر بنی عبدالمطلب کے غلبہ کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں خود اس میں سے ایک ڈول پانی کھینچتا۔ غرض حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یا حارث بن عبدالمطلب نے ایک ڈول کھینچا اور اس میں سے کچھ پیا اور وضو کیا۔ مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کی طرف ایک دوسرے سے پیش دستی کرنے لگے اور مسابقت کر کے (استعمال کردہ) پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے۔ مشرک اس منظر کو دیکھ رہے تھے اور تعجب کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے ہم نے اتنا عالی مرتبہ نہ کسی بادشاہ کو دیکھا، نہ سنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبل کو توڑ دینے کا حکم دیا۔ حسب الحکم ہبل توڑ دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ میں کعبہ کے برابر بیٹھ گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اوپر چڑھ گئے اور فرمایا: علی! آ کر میرے کندھوں پر چڑھ جا۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مجھے لے کر اُٹھے تو مجھے ایسا لگنے لگا کہ اگر چاہوں تو آسمان کے کنارہ کو چھولوں گا۔ اس طرح میں کعبہ پر چڑھ

گیا۔ فرمایا: ان کے بڑے بت کو توڑ دے، یہ بت تانبے کا تھا اور زمین تک اس میں لوہے کی میخیں ٹھونکی ہوئی تھیں۔ فرمایا اس کو پکڑ لے اور خود پڑھنے لگے: "جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا" میں نے بت کو نیچے پھینک دیا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو کعبہ کی کنجی لینے کے لیے عثمان بن طلحہ کے پاس بھیجا۔ عثمان نے کہا: کنجی میری ماں کے پاس ہے۔ عثمان نے ماں سے کنجی منگوائی اس نے کہا: لات وعزیٰ کی قسم! میں تجھے کبھی کنجی نہیں دوں گی۔ عثمان نے کہا: نہ لات رہا نہ عزیٰ۔ اگر تو کنجی نہ دے گی تو میں بھی مارا جاؤں گا اور میرا بھائی بھی۔ عثمان کو گئے ہوئے دیر ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتظار کرتے رہے، آخر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجا۔ عثمان کی ماں نے جب حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی آواز سنی تو عثمان سے کہا: بیٹے ان دشمنوں کے لینے سے تو یہ بہتر ہے کہ تو لے لے، عثمان نے کنجی لے لی اور لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجی لے کر خود دست مبارک سے کعبہ کو کھولا۔ عثمان اور طلحہ کہا کرتے تھے کہ کعبہ کو کھولنے کا ہمیں اختیار ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے اُن کا یہ دعویٰ ساقط ہوگیا)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ میرے اندر جانے سے پہلے کعبہ کے اندر سے تمام مورتیں اور تصاویر دور کردو۔ مسلمانوں نے کپڑے اُتار دیئے، صرف تہبند باندھ رہے اور ڈول لے کر رجز پڑھتے ہوئے زمزم پر آئے اور کعبہ کو اندر، باہر سے دھونے لگے۔ اہل شرک کا کوئی نشان باقی نہ چھوڑا، سب مٹا دیئے اور دھو دیئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسامہ بن زید اور طلحہ اندر داخل ہوئے اور دروازہ بند کرلیا۔ اندر پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ستون دائیں طرف، دو ستون بائیں طرف، تین ستون اپنے پیچھے دروازہ کی طرف چھوڑے اور قبلہ والی دیوار سے دو یا تین ذراع کا فاصلہ چھوڑ کر بیچ میں کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے دو رکعتیں پڑھیں، پھر فرمایا: یہ قبلہ ہے پھر دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا، ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کو کامیاب بنا دیا اور تمام جماعتوں کو خود تنہا شکست دے دی۔ خوب سن لو (جاہلیت کے زمانہ کا) ہر استحقاق اور خون یا مال کا دعویٰ میرے ان دونوں قدموں کے نیچے (پامال ہوگیا) سب سے اوّل میں خود ربیعہ بن حارث کا خون ساقط کرتا ہوں۔ ہاں! کعبہ کی دربانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کا استحقاق اس سے مستثنیٰ ہے۔

سنو! لاٹھی اور کوڑے سے اگر قتل ہو جائے تو قتل خطاء جو قتل عمد کے مشابہ ہو تو اس کی دیت مغلظ یعنی سو اونٹنیاں ہیں جن میں چالیس اونٹنیاں گابھن ہوں۔ وارث کے لیے وصیت نہیں۔ بچہ بستر (والے) کا ہے اور زانی کے لیے پتھر۔ کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے کسی کو کچھ دے دے۔ تمام غیر مسلموں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو ایک ہاتھ (کی طرح) ہو جانا لازم ہے، کسی مسلمان کو یا ذمی کو بحالت ذمیت کافر کے عوض نہ قتل کیا جائے۔ دو مذہب والوں میں باہم میراث نہیں ہوگی۔ مسلمانوں کی زکوٰۃ ان کے گھروں اور احاطوں میں پہنچ کر لی جائے۔ محصل زکوٰۃ نہ زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے ان کو اپنے پڑاؤ پر بلوائے، نہ زکوٰۃ دینے والے محصل کو پریشان کرنے کے لیے اموال زکوٰۃ دینے کا اڈہ کسی دوسری جگہ بنائیں۔ کسی عورت کی ماں یا خالہ پر اس عورت سے نکاح نہ کیا جائے (یعنی ماں یا خالہ سے نکاح کرلیا ہو تو پھر اس کی بیٹی یا بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے)۔

دعوے کے گواہ پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے اور (گواہ نہ ہونے کی صورت میں) قسم منکر پر عائد ہوگی۔ کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ نمازِ عصر اور نمازِ صبح کے بعد کوئی نماز (جائز) نہیں۔ میں تم کو دو دن روزہ رکھنے سے ممانعت کرتا ہوں۔ ایک عید الفطر کے دن دوسرا عید الاضحیٰ کے دن۔ میں تم کو دو صورتوں سے لباس پہننے کی بھی ممانعت کرتا ہوں۔ (۱) صرف ایک کپڑے میں گوٹ مارنے سے (اس کی شکل اس طرح ہوتی ہے کہ صرف کرتہ یا صرف تہبند پہن کر کوئی سرینوں کی نوک پر بیٹھ جائے اور پاؤں سمیٹ کر کھڑے کرلے کہ ایڑیاں سرینوں کے قریب آجائیں اور رانیں پیٹ کے قریب پہنچ جائیں)۔ اس شکل پر بیٹھنے سے آگے سے برہنگی کا خطرہ ہے اور برہنگی کی حفاظت بھی کرلی جائے تب بھی اعضاء مستورہ غلیظہ کسے بندھے نظر کے سامنے آجائیں گے جو خلاف تہذیب ہے۔ ❷ چادر یا کمبل وغیرہ کو اس طرح لپیٹ لیا جائے کہ ہاتھ بھی اندر بند رہ جائیں اور باہر نہ نکل سکیں۔

اے گروہِ قریش! اللہ نے تم سے جاہلیت کو اور عہد جاہلیت کے غرور خاندانی کو دور کردیا، سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "**یا یھا النّاس انا خلقنکم من ذکر و انثی**" اے اہل مکہ! میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں، تمہارا کیا خیال ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: آپ اچھے کریم بھائی اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں (اس لیے آپ ہم پر کرم ہی کریں گے) فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تم کو معاف کرے، وہ ارحم الراحمین ہے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو، اس حکم کے بعد جب لوگ مجلس سے نکلے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قبروں سے دوبارہ زندہ ہوکر اُٹھے ہیں۔

بخاری نے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے کہ بنی لیث نے جاہلیت کے زمانہ میں بنی خزاعہ کا ایک آدمی مار ڈالا تھا۔ بنی خزاعہ نے فتح مکہ کے سال اپنے مقتول کے عوض بنی لیث کا ایک آدمی مار ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا مگر اپنے رسول اور مؤمنوں کو مکہ پر غلبہ عطا فرمایا۔ خوب سن لو، مکہ (پر بزورِ تسلط) مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا، نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور میرے لیے بھی دن کی صرف ایک ساعت میں حلال ہوا تھا اور وہ ساعت یہی ساعت تھی۔ اب یہ (ہمیشہ کے لیے) حرم ہے، اس کی گھاس نہ کاٹی جائے، اس کے درخت نہ کاٹے جائیں، یہاں گری پڑی چیز نہ اُٹھائی جائے (یعنی گری پڑی چیز کو پانے والا اس کو اپنی ملک میں نہ لے) ہاں! جس کی چیز گر گئی ہو اور وہ ڈھونڈ رہا ہو تو اس کو اُٹھا لینا جائز ہے۔ اگر کسی کا کوئی آدمی قتل کردیا جائے تو دو باتوں میں سے ایک بات کو اختیار کرنے کا اس کو حق ہے یا دیت لے لے یا قصاص۔ یہ سن کر ایک یمنی شخص نے جس کا نام ابوشاہ تھا عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لیے یہ لکھوا دیجئے۔ فرمایا: اس کو لکھ کر دے دو۔ ایک قریشی نے کھڑے ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ! (گھاس کاٹنے کی ممانعت سے) اذخر کو مستثنیٰ کردیجئے۔ فرمایا: اذخر مستثنیٰ ہے۔ (اذخر مرچیا گند کو کہتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی گھاس ہوتی تھی جو مکہ میں بکثرت پیدا ہوتی تھی اور اونٹوں کی خوراک کے کام آتی تھی)۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے جاہلیت کے

زمانہ میں عقد معاہرہ کیا تھا (یعنی ایک عورت کو داشتہ بنا کر بغیر نکاح کے رکھا تھا، اس سے بچے ہوئے، ان بچوں کا کیا حکم ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی آزاد عورت سے یا کسی غیر کی باندی سے معاہرہ کیا۔ پھر اس بچے نے اس زانی سے اپنا نسب ملایا تو یہ جائز نہیں، نہ یہ اس کا وارث ہوگا، نہ وہ اس کا وارث ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ تم لوگ سمجھ گئے ہوگے۔ میں اپنی یہ بات کہہ رہا ہوں (یعنی کہہ چکا) اور اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے معافی چاہتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مکہ میں منادی نے ندا کردی کہ جو شخص اللہ اور روزِ آخرت کو مانتا ہے وہ اپنے گھر کے اندر کوئی مورتی بغیر توڑے نہ چھوڑے۔ ظہر کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اوپر ظہر کی اذان دینے کے لیے بلال کو حکم دیا۔ اس سے مقصود مشرکوں کو جلانا تھا۔ قریش پہاڑیوں کی چوٹیوں پر تھے اور چھپے ہوئے تھے مگر چہرے سامنے تھے (یعنی اس منظر کو دیکھ رہے تھے) ابوسفیان اور خالد بن اسید اور حارث بن ہشام کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ خالد بولا: اللہ نے (میرے باپ) اسید کی لاج رکھ لی کہ اس نے اس (آواز) کو نہیں سنا۔ حارث نے کہا: خدا کی قسم! اگر میں اس کو حق پر جانتا تو اس کے پیچھے ہو لیتا۔ بنی سعید بن عاص کا ایک شخص کہنے لگا: اللہ نے سعید کی لاج رکھ لی کہ کعبہ کی چھت پر اس حبشی کو چڑھا دیکھنے سے پہلے ہی وہ مرگیا۔ ابوسفیان بولا میں کچھ نہیں کہوں گا۔ اگر کچھ بھی بولا تو یہ پتھریاں بھی میری مخبری کردیں گی۔ جبرئیل علیہ السلام نے آکر ان لوگوں کی باتوں کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی کہی ہوئی باتیں اُن کو بتائیں تو وہ کہنے لگے: ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

اس کے بعد مکہ والے مسلمان ہوئے۔ کسی مسلمان نے ابوقحافہ کے سر پر پتھر مار دیا، اس کا سر زخمی ہوگیا اور اسماء رضی اللہ عنہا کا ہار کسی نے لے لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ باپ کے پاس پہنچے، ان کے چہرہ سے خون پونچھا (اسلام کی طرف سے) ان کے دل میں کینہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا۔ تم نے بڑے میاں کو وہیں کیوں نہ رہنے دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور وہ مسلمان ہوگئے۔ ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی اور سر ثغامہ (ایک درخت کا سفید پھول) کی طرح سفید تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (رنگ) کو بدل دو مگر سیاہی سے الگ رکھو۔ (یعنی سیاہ نہ رنگنا)

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹان پر بیٹھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیچے کی جانب بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو ماننے کی اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وعبدہ کی شہادت لینے لگے۔ چھوٹے بڑے، عورت مرد سب آنے لگے اور بیعت کرنے لگے۔ مردوں کی بیعت سے فارغ ہو کر عورتوں کی بیعت لی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ کسی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نہیں چھوا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بیعت صرف زبانی لیتے تھے۔ مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ طواف سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا پر گئے اور اوپر جا کر اس جگہ کھڑے ہوئے جہاں سے کعبہ دکھائی دیتا تھا اور وہ دونوں ہاتھ اُٹھا کر اللہ کی حمد، ذکر اور دُعا کرنے لگے،

انصار نیچے تھے۔ انہوں نے آپس میں کہا: ان کو اپنے شہر کی طرف رغبت اور اپنے قبیلہ کی طرف میلان ہو گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: اے گروہِ انصار! انصار نے جواب دیا: لبیک یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! فرمایا: کیا تم نے ایسی، ایسی بات کہی تھی؟ انصار نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: حاشا وکلا! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اللہ کے واسطے وطن چھوڑ کر تمہاری طرف گیا تھا۔ میری زندگی، تمہاری زندگی اور میری موت تمہاری موت (کے ساتھ) ہے۔ انصار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رونے لگے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے جو کچھ کہا تھا بخدا اس لیے کہا تھا کہ ہم کو اللہ اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے انتہائی محبت تھی (ہم کو گوارا نہ تھا کہ اللہ کا رسول ہم کو چھوڑ کر پھر مکہ میں آ کر مقیم ہو جائے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری سچائی کی وجہ سے اللہ اور اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا عذر قبول کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (فتح مکہ کے بعد) قریش کے تین آدمیوں سے روپیہ قرض لیا۔ صفوان بن اُمیہ سے پچاس ہزار درہم، عبداللہ بن ربیعہ سے چالیس ہزار درہم اور حویطب بن عبدالعزیٰ سے چالیس ہزار درہم اور یہ روپیہ کمزور صحابہ کو بانٹ دیا۔ پھر ہوازن کی فتح کے بعد یہ قرض ادا کر دیا اور فرمایا: قرض کا بدلہ (قرض دینے والے کا) شکریہ اور (قرض کی) ادائیگی ہے۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے بعد مکہ پر چڑھائی نہ کی جائے اور فتح مکہ کے بعد ہجرت (کی ضرورت) نہیں۔ ابو یعلی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے مکہ کی فتح کے بعد ابلیس آواز سے رونے لگا۔ اس کی ذریت اس کے پاس جمع ہو گئی (اور رونے کا سبب پوچھا) ابلیس نے کہا: اب اس سے ناامید ہو جاؤ کہ اُمت محمدیہ شرک کی طرف لوٹ کر آئے گی۔ ابن ابی شیبہ نے مکحول کا قول نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ مکہ میں داخل ہوئے تو سامنے آ کر شیطان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑے بڑے شعلے پھینکنے لگے، فوراً جبرئیل علیہ السلام نے آ کر کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ان الفاظ کے ساتھ پناہ مانگو (یعنی یہ الفاظ پڑھو): "**اعوذ بکلمات اللّٰہ التّامۃ الّتی لا یجاوزھن برّ ولا فاجر من شر ما نزل من السمآء وما یعرج فیھا ومن شرّ ما بثّ فی الارض وما یخرج منھا ومن شرّ اللیل والنّھار ومن شرّ کل طارق یّطرق الا طارقٌ یّطرق بخیر یا رحمٰن**"

بیہقی کی روایت میں لکھا ہے کہ جب مکہ کی فتح ہو گئی تو ایک حبشی بڑھیا، کھچڑی بالوں والی، منہ کھروچتی اور واویلا کرتی ہوئی آئی۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ہم نے ایک حبشن بڑھیا، کھچڑی بالوں والی دیکھی جو منہ نوچتی اور رو واویلا کرتی ہوئی آ رہی تھی۔ فرمایا وہ کہہ رہی تھی میری آس ٹوٹ گئی کہ تمہارے شہر میں اس کے بعد میری پوجا نہ کی جائے گی۔

فتح مکہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ کو بلوا کر کعبہ کی کنجی اُن کو عطا فرما دی اور فرمایا: یہ ہمیشہ نسل در نسل کیلئے لے لو۔ اس کو سوائے ظالم کے تم سے کوئی نہیں چھینے گا۔ اللہ نے تم کو اپنے گھر کا امین قرار دیا ہے۔ پس اس گھر سے تم کو جو کچھ حاصل ہو اس کو جائز طریقہ سے کھاؤ۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر کہا: جب تک اس گھر کی اوّلیت قائم ہے، کنجی اور کعبہ کی دربانی عثمان کی نسل میں رہے گی۔ چنانچہ کنجی عثمان کے پاس رہی اور مرتے وقت انہوں نے اپنے بھائی شیبہ کو کنجی دے دی اور یہ کنجی اور دربانی شیبہ کی اولاد کے پاس قیامت تک رہے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں انیس شب قیام کیا اور اس مدت میں قصر کرتے رہے۔ (رواہ البخاری) ابوداؤد کی روایت میں سترہ رات اور بخاری کی دوسری روایت میں جو ترمذی نے بھی بیان کی ہے اٹھارہ رات کی صراحت ہے۔ تعارض اس طرح دفع کیا جاسکتا ہے کہ اگر داخل ہونے اور واپسی کے دن کو شمار نہ کیا جائے تو سترہ اور دونوں کو شامل کیا جائے تو انیس ہو جائیں گے اور گھنٹوں کا شمار کیا جائے تو اٹھارہ ہوں گے۔ پندرہ کی روایت کو نووی نے خلاصہ میں ضعیف قرار دیا ہے۔

فتح مکہ کے بعد عرب باہم کہنے لگے کہ اے عرب کے باشندو! جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فتح یاب ہوگئے حالانکہ اصحاب فیل کے حملہ سے اللہ نے ہم کو محفوظ رکھا تھا (اور اصحاب فیل کو شکست دے دی تھی) تو اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ نہیں۔ یہ مشورہ طے کر کے جوق درجوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس سے پہلے ایک ایک دودو مسلمان ہوتے تھے (مگر اب گروہ کے گروہ ایک وقت میں مسلمان ہونے لگے) اسی کا بیان آیت ذیل میں ہے۔ "وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا" مقاتل اور عکرمہ رحمہما اللہ نے کہا "النَّاس" سے مراد اہل یمن ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہل یمن تمہارے پاس آئے ہیں، یہ بہت رقیق القلب اور ایمان کے لیے بڑے نرم دل (یعنی ایمان کا جلد اثر قبول کرنے والے) ہیں۔ حکمت تو یمنی ہے، فخر اور غرور اونٹ والوں میں ہے اور سکون و بردباری بکریوں والوں میں (یعنی اونٹوں کو چرانے والے بڑے سخت دل، مغرور اور شیخی باز ہوتے ہیں اور بکریاں چرانے والے بڑے مسکین طبع اور متحمل مزاج ہوتے ہیں)۔ (متفق علیہ)

③ "فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا" تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اس کے بارے میں نہیں جانتا مگر جو آپ جانتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے رکوع وسجود میں کہا کرتے تھے "سبحانک اللھمّ وبحمدک اللھمّ اغفرلی" قرآن کی تاویل کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر "سبحان اللّٰہ وبحمدہ استغفر اللّٰہ واتوب الیہ" کہا کرتے تھے تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر "سبحان اللّٰہ وبحمدہ استغفر اللّٰہ واتوب الیہ" کہتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے خبر دی ہے کہ میں عنقریب اپنی اُمت میں ایک علامت دیکھوں گا۔ پھر جب میں اس کو دیکھ لوں تو "سبحان اللّٰہ وبحمدہ استغفر اللّٰہ واتوب الیہ" کثرت سے کہوں۔ تحقیق میں نے اس کو دیکھ لیا ہے۔ "اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح" پس فتح مکہ ہے۔ "ورأیت النّاس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا فسبّح بحمد ربّک واستغفرہ انّہ کان توّابا"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جب یہ سورت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ آپ کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ آپ کی موت کا وقت قریب آگیا ہے تو تسبیح اور توبہ کا حکم کیا۔ تا کہ آپ علیہ السلام کا خاتمہ عمل صالح میں زیادتی پر ہو۔ قتادہ اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کے نازل ہونے کے بعد ستر دن زندہ رہے۔

سُوْرَةُ اللَّهَب

مکی ہے اور اس کی پانچ (۵) آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ① مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ② سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ③ وَّامْرَاَتُهٗ ۔ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ④ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ⑤

ترجمہ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے نہ اس کا مال اسکے کام آیا اور نہ اس کی کمائی (مال سے مراد سرمایہ اور کسب سے مراد اس کا نفع اور آخرت میں) وہ عنقریب (مرنے کے متصل) ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا وہ بھی اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے (مراد خاردار لکڑیاں ہیں جن کا شان نزول میں ذکر ہے اور دوزخ میں پہنچ کر) اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی۔

سورۃ مسد کا شان نزول

تفسیر ① "تبت یدا ابی لھب و تب" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صفا پر چڑھ گئے، پھر فرمایا، اے ساتھیو! فرماتے ہیں تو آپ علیہ السلام کے پاس قریش جمع ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا آپ کو کیا ہوا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم دیکھتے ہو اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن صبح کو تم پر حملہ کرنے والا ہے، کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ فرمایا: بے شک میں تمہیں ڈرانے والا ہوں سامنے سے آنے والے سخت عذاب سے۔ تو ابولہب نے کہا تیرے لیے خسارہ ہو گیا تو نے اس کے لیے ہم سب کو بلایا تھا؟ تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا "تبت یدا ابی لھب و تب" سورۃ کے آخر تک۔ اللہ تعالیٰ کا قول "تبت" یعنی خسارے میں ہیں ابولہب کے دونوں ہاتھ۔ یعنی اس کے ہاتھوں کے بارے میں خبر دی ہے اور مراد اس کی ذات ہے۔

ابولہب کہنے کی وجہ

عرب کی عادت کے مطابق کہ وہ بعض شے کو تعبیر کر کے کل مراد لیتے ہیں اور کہا گیا ہے ید صلہ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے "ید

الدھر" اور "یدالرزایا والبلایا" اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اس کا مال اور ملکیت ہے۔ کہا جاتا ہے فلاں قلیل ذات الید اس سے وہ مراد لیتے ہیں مال، کپڑے اور خسارہ اور ابولہب وہ عبدالمطلب کا بیٹا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا اور اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی کنیت ابولہب رکھی گئی۔ اس کے حسن اور چمکتے چہرے کی وجہ سے اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "ابی لھب" ھاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ نھر اور نھر کی مثل ہے اور ان کا اتفاق ہے۔ "ذات لھب" میں کہ اس کی ھاء پر زبر ہے فواصل سے توافق کی وجہ سے اور تب ابولہب عبداللہ نے "قد تبت" پڑھا ہے اور فراء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ پہلا دُعا ہے اور دوسرا خبر ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "اھلکه الله وقد فعل الله" اس کو ہلاک کردے اور اللہ نے ایسا کردیا۔

② "ما اغنٰی عنه ماله وما کسب" ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کی طرف بلایا تو ابولہب نے کہا میرا بھتیجا جو کچھ کہہ رہا ہے اگر وہ حق ہے تو میں اپنے مال اور اولاد کا فدیہ دے دوں گا تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ "ما اغنٰی عنه ماله وما کسب" یعنی نہیں نفع دے گا اور کہا گیا ہے کون سی چیز اس سے نفع دے گی، اس کا مال۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کو اس سے وہ دور نہ کرسکے گا جو اس نے مال جمع کیا ہے اور وہ مویشیوں والا تھا۔ "وما کسب" کہا گیا ہے یعنی اس کی اولاد اس لیے کہ انسان کی اولاد اس کی کمائی سے ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ سب سے پاکیزہ وہ ہے جو تم اپنی کمائی سے کھاتے ہو اور بے شک اس کی اولاد اس کی کمائی میں سے ہے۔

③ پھر اس کو جہنم کی دھمکی دیتے ہوئے کہا ہے "سیصلٰی نارا. ذات لھب" یعنی آگ شعلے مارتی ہوگی اس پر۔

④ "وامرأته" ام جمیل بنت حرب بن اُمیہ سفیان کی بہن۔ "حمالة الحطب" زید اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ کانٹے اور جھاڑیاں اُٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستہ میں ڈال دیتی تھی تا کہ ان کو زخمی کرے اور یہی عطیہ کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور قتادہ، مجاہد اور سدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں وہ چغلی لگانے کے ساتھ چلتی تھی اور ایک جگہ کی باتیں دوسری جگہ منتقل کرتی تھی اور لوگوں میں دشمنی پیدا کرتی تھی اور لڑائی کی آگ ایسے بھڑکاتی تھی جیسے آگ لکڑیوں کو جلاتی ہے۔ کہا جاتا ہے فلاں یحطب علی فلاں جب وہ اس کو برانگیختہ کرے اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں گناہوں کو اُٹھانے والی۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "وھم یحملون اوزارھم علی ظھورھم" عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے "حمّالةَ" نصب کے ساتھ پڑھا ذم کی بناء پر۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "ملعونین" ہے اور دیگر حضرات نے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کی دو وجہ ہیں۔ ان میں سے ایک "سیصلٰی نارا" ھو "وامرأته حمّالة الحطب" اور دوسری "وامرأته حمّالة الحطب" فی النار ایضا۔

⑤ "فی جیدھا" اس کی گردن میں اور اس کی جمع اجیاد ہے۔ "حبل من مسد" اور اس میں اختلاف کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں لوہے کی زنجیر اس کی لمبائی ستر گز اس کے منہ میں داخل ہوگی اور دُبر سے نکلے گی اور وہ ساری اس کی گردن میں ہوگی اور اس کی اصل المسد سے ہے اور وہ بٹنا ہے اور المسد جو بٹا گیا ہو اور مضبوط کیا گیا ہو جس چیز سے بھی ہو۔ یعنی زنجیر جو اس کی گردن میں ہوگی۔

تو وہ لوہے سے بنی گئی ہوگی مضبوط بٹنا۔ اعمش نے مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے "من مسد" یعنی لوہے سے اور مسد وہ لوہا جو وزنی سامان اُتارنے چڑھانے کی چرخی میں ہوتا ہے اس کو محور کہا جاتا ہے اور شعبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کھجور کے درخت کی چھال سے۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ فرماتے ہیں دُنیا میں کھجور کے درخت کی چھال سے اور آخرت میں آگ سے اور یہ کھجور کے درخت کی چھال وہ رسی تھی جس سے وہ لکڑیوں کا گٹھا بناتی تھی۔ پس اسی اثناء میں ایک دن وہ گٹھڑ سر پر اُٹھائے ہوئے تھی تو تھک کر آرام کرنے پتھر پر بیٹھ گئی تو ایک فرشتہ آیا، اس کو پیچھے سے کھینچا اور اس کو ہلاک کر دیا۔ ابن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک درخت کی رسی ہے جو یمن میں اُگتا ہے، اس کو مسد کہا جاتا ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوڑی کا ہار تھا اور حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شاہی تاج کے موتی تھے، اس کی گردن میں اور سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کے گلے میں ایک ہار تھا بڑا عمدہ تو اس نے کہا میں اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنی میں خرچ کروں گی۔

سُوْرَةُ الْاِخْلَاص

مکی ہے اور اس کی چار (۴) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۲ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۴

ترجمہ: آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ (اپنے کمال ذات وصفات میں) ایک ہے اللہ (ایسا) بے نیاز ہے (کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں) اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

تفسیر: ۱ "قل ھو اللہ احد" ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیں اپنے رب کا نسب بیان کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ عامر بن طفیل اور اربد بن معاویہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو عامر نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمیں کس چیز کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف تو اس نے کہا ہمارے سامنے اس کی صفت بیان کریں، کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا؟ یا لوہے کا یا لکڑی کا؟ تو یہ سورت نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اربد کو بجلی کی کڑک سے ہلاک کیا اور عامر بن طفیل کو طاعون کے ذریعے، ہم اس کو سورۃ الرعد میں ذکر کر چکے ہیں اور ضحاک، قتادہ اور مقاتل رحمہم اللہ فرماتے ہیں یہود کے علماء میں سے چند لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے لیے اپنے رب کی صفت کو بیان کریں شاید ہم آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں اپنی صفت بیان کی

ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کی۔ ”قل ھو اللہ احد“ یعنی ایک ہے اور واحد اور احد میں کوئی فرق نہیں ہے، اس پر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت دلالت کرتی ہے۔ ”قل ھو اللہ الواحد“

صمد کی تفسیر

❷ ”اللہ الصمد“ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، مجاہد، حسن اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ فرماتے ہیں الصمد جس کا پیٹ نہ ہو۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو نہ کھائے نہ پیئے اور کہا گیا ہے اس کی تفسیر اس کے بعد والا جملہ ہے۔ ابوالعالیہ نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا الصمد وہ ذات جس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ خود کسی کی اولاد ہے۔ اس لیے کہ جو پیدا ہوا وہ عنقریب مر جائے گا اور جو وارث بنے گا عنقریب اس سے وارث بنایا جائے گا۔ ابو وائل، شقیق بن سلمہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں وہ سردار جس کی سرداری انتہائی کو پہنچ چکی ہو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا وہ سردار جو سرداری کی تمام اقسام میں کامل ہو اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی مروی ہے کہ وہ اپنی تمام صفات وافعال میں کامل ہے۔

اور کہا گیا ہے وہ سردار جو تمام ضروریات میں مقصود ہو اور سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پسندیدہ چیزوں میں اسی کی طرف قصد کیا جاتا ہے اور مصائب میں اسی سے فریاد طلب کی جاتی ہے۔ عرب کہتے ہیں ”صمدت فلانا اصمدہ صمدا“ میم کے سکون کے ساتھ جب تو اس کا ارادہ کرے اور مقصود صمد میم کے زبر کے ساتھ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الصمد جو اپنی مخلوق کے فناء ہونے کے بعد باقی رہے اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الصمد وہ ذات جس کے اوپر کوئی نہیں ہے اور یہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اور ربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس پر آفات نہ آتی ہوں۔ مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس میں کوئی عیب نہ ہو۔

❸ ”لم یلد. ولم یولد. ❹ ولم یکن لہ کفوًا احد“ حمزہ اور اسماعیل رحمہما اللہ نے ”کفوًا“ فاء کے سکون کے ساتھ مہموز پڑھا ہے اور حفص نے عاصم سے فاء کے پیش کے ساتھ بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے فاء کے پیش کے ساتھ مہموز پڑھا ہے اور یہ تمام صحیح لغات ہیں اور اس کا معنی مثل یعنی وہ ایک ہے اور کہا گیا ہے یہ تقدیم و تاخیر پر ہے اس کا مجاز کوئی اس کا مثل نہیں ہے۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مشرکین عرب نے کہا فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور یہود نے کہا عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی تکذیب کی اور اپنی ذات سے ولادت اور مثل کی نفی کی۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابن آدم نے میری تکذیب کی۔ حالانکہ اس کے لیے یہ جائز نہ تھا اور مجھے برا بھلا کہا حالانکہ اس کے لیے یہ جائز نہ تھا۔ پس بہرحال اس کا میری تکذیب کرنا تو اس کا قول ہے وہ مجھے دوبارہ نہ لوٹائے گا۔ جیسا کہ مجھے ابتداء پیدا کیا حالانکہ ابتدائی تخلیق مجھ پر اس کے اعادہ سے زیادہ آسان نہیں ہے اور بہرحال اس کا مجھے برا بھلا کہنا تو اس کا یہ کہنا ہے اللہ تعالیٰ نے اولاد بنائی ہے حالانکہ میں ایک بے

نیاز ہوں، ایسا کہ نہ میری اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور میرا کوئی مثل نہیں ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سنا کہ ایک شخص پڑھ رہا ہے "قل ھو اللہ احد" اور اس کو بار بار پڑھ رہا ہے۔ پس جب اس نے صبح کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ علیہ السلام کو یہ بات ذکر کی اور آدمی اس کو کم سمجھ رہا تھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ بے شک یہ قرآن کی تہائی کے برابر ہے۔ ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایک اس سے عاجز ہے کہ قرآن کا تہائی حصہ ایک رات میں پڑھے؟

میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون اس کی طاقت رکھ سکتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم "قل ھو اللہ احد" پڑھو۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متوجہ ہوا تو ایک شخص کو سنا کہ وہ "قل ھو اللہ احد، اللہ الصمد، لم یلد ولم یولد، ولم یکن لہ کفوًا احد" پڑھ رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی تو میں نے آپ علیہ السلام سے پوچھا کیا چیز اے اللہ کے رسول؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو فرمایا جنت۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں تو میں نے ارادہ کیا کہ میں اس آدمی کے پاس جاؤں اور اس کو خوشخبری دوں پھر میں ڈرا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلنا چھوٹ جائے گا تو میں نے آپ علیہ السلام کے ساتھ چلنے کو ترجیح دی۔ پھر میں اس آدمی کے پاس گیا تو وہ جا چکا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا، بے شک میں اس سورۃ "قل ھو اللہ احد" کو بہت پسند کرتا ہوں۔ فرمایا تیرا اس سے محبت کرنا تجھے جنت میں داخل کر دے گا۔

سُوْرَةُ الْفَلَقِ

یہ سورۃ مدنی ہے۔ اس میں پانچ (۵) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ① مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ② وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ③ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ④ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ⑤

ترجمہ آپ (اپنے استعاذہ کے لئے) کہیے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوقات کے شر سے اور (بالخصوص) اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آ جاوے (اور شب میں شرور کا احتمال ظاہر ہے) اور (بالخصوص) گنڈے کی گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

تفسیر ① (قل اعوذ برب الفلق) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا۔ یہودیوں نے خفیہ سازش کی اور اس کو اپنے ساتھ

ملالیا اور اس کے ذریعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنگھی کے بال اور کنگھی کے چند دندانے حاصل کر لیے، پھر ان پر جادو کیا، اس کام کا ذمہ دار البید بن اعصم یہودی تھا، اس پر یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے (کچھ تو ہم سا ہو گیا) اَن کئے کام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیال کرتے تھے کہ میں کر چکا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پروردگار سے دُعا کی، پھر فرمانے لگے کہ اللہ سے میں نے جو کچھ دریافت کیا تھا، اللہ نے بتا دیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کیا بات ہے؟ فرمایا (خواب میں) دو آدمی آئے۔ ایک میرے سرہانے کھڑا ہوا اور دوسرا پائیں۔ ایک نے دوسرے سے کہا: اس شخص کا دُکھ کیا ہے؟ دوسرے نے کہا یہ سحرزدہ ہے۔ اوّل نے پوچھا: کس نے سحر کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: لبید بن اعصم نے۔ اوّل نے کہا: کس چیز پر کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: کنگھی پر۔ کنگھی کے بالوں پر اور نر کھجور کے گابھہ پر۔ اوّل نے کہا: یہ چیزیں کہاں ہیں؟ دوسرے نے کہا: بنی زریق کے چاہ ذروان میں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ اس (خواب) کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنوئیں پر تشریف لے گئے اور واپس آ کر فرمایا: واللہ! اس کا پانی تو مہندی کے پانی کی طرح تھا اور وہاں کے کھجور کے درخت ایسے تھے جیسے بھوتوں کے سر۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نکال کیوں نہ لیا؟ فرمایا مجھے تو اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی، میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ لوگوں میں فتنہ اُٹھاؤں۔ بغوی کا بیان ہے، روایت میں آیا ہے کہ وہ کنویں کے اندر ایک پتھر کے نیچے تھا۔ لوگوں نے پتھر اُٹھا کر اس کے نیچے سے کھجور کا کھوکھلا گابھہ برآمد کر لیا۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے کچھ بال اور کنگھی کے دندانے موجود تھے۔

حضرت زید بن ارقم کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہودی نے جادو کیا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دُکھی ہو گئے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا ہے اور جادو کی کچھ گرہیں لگائی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج کر اس کو برآمد کرا لیا اور جونہی ایک گرہ کھولتے تھے، مرض میں خفت ہوتی تھی۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (بالکل تندرست ہو کر) اُٹھ کھڑے ہوئے، گویا زانو بند کھل گیا لیکن اس کا تذکرہ اس یہودی سے نہیں کیا اور نہ اس کے منہ پر کچھ فرمایا۔ مقاتل اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں یہ تانت میں تھا اس پر گیارہ گرہیں باندھی ہوئی تھیں اور کہا گیا ہے کہ اس گرہ میں سوئی چبھوئی ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ دو سورتیں نازل کیں اور یہ گیارہ آیتیں ہیں۔ سورۃ الفلق پانچ آیات اور سورۃ الناس چھ آیات۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آیت پڑھتے تو ایک گرہ کھولتے حتیٰ کہ تمام گرہیں کھل گئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ گویا کہ آپ علیہ السلام گرہوں سے آزاد کیے گئے ہیں اور روایت کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام اس میں چھ ماہ رہے اور تین راتیں بہت سخت گزریں کہ معوذتان نازل ہو گئیں۔

ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو بخار ہے؟ آپ علیہ السلام نے کہا ہاں۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا "بسم اللّٰہ ارقیک من کلّ نفس

او عین حاسد اللّٰہ یشفیک. بسم اللّٰہ ارقیک" اللہ تعالیٰ کا قول "قل اعوذ برب الفلق "فلق سے صبح مراد ہے اور یہ جابر بن عبداللہ، حسن، سعید بن جبیر، مجاہد، قتادہ اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اور یہی عوفی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "فالق الاصباح" کی دلیل کی وجہ سے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ جہنم میں ایک قید خانہ ہے اور کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جہنم میں ایک وادی ہے اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی مخلوق اور یہی والبی کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور مشہور پہلا قول ہے۔

❷ "من شرّ ما خلق. ❸ ومن شرّ غاسق اذا وقب" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھوں کو پکڑا، پھر چاندنی دیکھ کر کہا اے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) تو اللہ کی پناہ مانگ، غاسق کے شر سے جب وہ سیاہ ہو جائے۔ اس غاسق سے مراد چاند ہے جب اس کا گرہن ہو جائے اور وہ سیاہ ہو جائے۔ وقب یعنی گرہن میں داخل ہو جائے یا غائب ہونا شروع ہو جائے اور تاریک ہو جائے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں الغاسق رات جب وہ اپنی تاریکی کے ساتھ مشرق سے آئے اور ہر چیز میں داخل ہو کر تاریک کر دے اور غسق ظلمت و تاریکی۔ کہا جاتا ہے غسق اللیل واغسق جب رات تاریک ہو جائے اور یہ مجاہد اور حسن رحمہم اللہ کا قول ہے۔ یعنی رات جب آئے اور داخل ہو اور وقوب داخل ہونا اور وہ رات کا داخل ہونا سورج کے غروب ہونے کے ساتھ۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی رات کی تاریکی جب اس کی سیاہی دن کی روشنی میں داخل ہو جائے اور کہا گیا ہے رات کا نام غاسق رکھا گیا ہے اس لیے کہ وہ دن سے زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور غسق ٹھنڈک۔ ابن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی ثریا جب گر جائے اور کہا جاتا ہے کہ بے شک اقسام اس کے واقع ہونے کے بعد زیادہ ہو جاتی ہیں اور اس کے طلوع ہونے کے وقت بلند ہو جاتی ہیں۔

❹ "ومن شرّ النفاثات فی العقد" یعنی وہ جادوگرنیاں جو دھاگے کی گرہ میں پھونک مارتی تھیں۔ جب ان پر جھاڑتی تھیں۔ ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ لبید بن اعصم کی بیٹیاں ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا۔

❺ "ومن شرّ حاسد اذا حسد" یعنی یہود کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرتے تھے۔

سُوْرَةُ النَّاس

مکی ہے اور کہا گیا ہے مدنی ہے اور اس کی چھ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ❶ مَلِكِ النَّاسِ ❷ اِلٰهِ النَّاسِ ❸ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ❹ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ❺ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ❻

(ترجمہ) آپ کہیے (جس طرح کہ فلق میں گزرا) کہ میں آدمیوں کے مالک آدمیوں کے بادشاہ آدمیوں کے معبود

کی پناہ لیتا ہوں وسوسہ ڈالنے پیچھے ہٹ جانے والے (شیطان) کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ (وسوسہ ڈالنے والا) جن ہو یا آدمی ہو۔

تفسیر ۱ "قل اعوذ برب النّاس، ۲ ملک النّاس، ۳ اله النّاس، ۴ من شرّ الوسواس الخنّاس" یعنی شیطان۔ یہ مصدر اور اسم ہے۔ زجاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی شیطان وسوسہ ڈالنے والا خناس اور وہ شیطان انسان کے دل پر بیٹھا ہوا ہے۔ پس جب اللہ کا ذکر کرتا ہے تو بھاگ جاتا ہے اور جب غافل ہو جائے تو وسوسہ ڈالتا ہے۔ فرمایا خناس اس کی سونڈ ہے، کتے کی سونڈ کی طرح انسان کے سینے میں ہے۔ پس جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ ہٹ جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اس کا سر سانپ کے سر کی طرح ہے اس نے اپنا سر دل کے اوپر رکھا ہے، بندہ کو اُمید دلاتا ہے اور خیالات دلاتا ہے۔ پس جب اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اور جب ذکر نہیں کرتا تو لوٹ آتا ہے اور اپنا سر رکھ دیتا ہے۔

۵ پس یہ "الذی یوسوس فی صدور النّاس" مخفی کلام کے ساتھ جس کا مفہوم دل تک پہنچ جائے بغیر سماع کے۔

۶ "من الجنّة و النّاس" یعنی جن میں داخل ہوتا ہے جیسا کہ انسان میں داخل ہوتا ہے اور جنوں میں وسوسہ ڈالتا ہے جیسا کہ انسانوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ اس کو کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول "فی صدور النّاس" اور الناس سے وہ مراد ہیں جو اس کے بعد مذکور ہیں اور وہ جن و انسان ہیں۔ پس جنوں کا نام ناس رکھا جیسا کہ ان کا نام رجال رکھا ہے۔ تو فرمایا "وانه کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن" اور تحقیق بعض عرب سے ذکر کیا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ جنوں کی ایک قوم آ کر بیٹھ گئی تو انہوں نے کہا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا جنوں میں سے چند لوگ اور یہ فراء کے قول کا معنی ہے۔ ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ ثابت ہو گیا کہ انسانوں کو انسانوں سے وسوسے دیا جانا ایسے ہی ہے جیسے شیطانوں کو شیطانوں سے وسوسے دیے جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے وسوسہ کو جن اور انسانوں دونوں کے فعل سے قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے "وکذالک جعلنا لکلّ نبیّ عدوّا شیاطین الانس والجن" گویا کہ حکم دیا ہے کہ وہ جنوں اور انسانوں دونوں سے پناہ طلب کرے۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے وہ آیات نہیں پڑھیں جو آج کی رات اُتاری گئی ہیں۔ ان کی مثل پہلے کبھی نہیں دیکھی گئیں۔ "قل اعوذ برب الفلق ...... قل اعوذ برب النّاس"

معوذتین کے فضائل

حضرت عقبہ بن عامر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تجھے نہیں معلوم کہ آج رات ایسی آیات نازل ہوئی ہیں جن کی مثل کبھی (کوئی سورت) نہیں نازل ہوئی۔ "قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب النّاس"۔ (رواہ مسلم)

امام احمد کی روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تجھ کو ایسی سورتیں نہ سکھلا دوں جن کی مثل نہ توریت میں (کوئی سورت) نازل ہوئی، نہ زبور میں، نہ انجیل میں، نہ قرآن میں۔ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں

(ضرور سکھلا دیجئے) فرمایا: "قل هو الله احد اور قل اعوذ بربّ الفلق اور قل اعوذ بربّ النّاس" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بستر پر جاتے تو دونوں ہتھیلیاں اکٹھی کر کے "قل هو الله احد اور قل اعوذ بربّ الفلق اور قل اعوذ بربّ النّاس" پڑھ کر دونوں ہتھیلیوں پر دم کر کے سارے بدن پر جہاں تک پھیر سکتے، پھیر لیتے تھے، سر اور چہرہ سے ہاتھ پھیرنا شروع کرتے اور پھر اگلے سارے بدن پر پھیرتے تھے۔ یہ سارے بدن کا مسح تین بار کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے تو معوذتین پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کرتے تھے لیکن جب بیماری سخت ہوگئی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھ دیتی اور برکت دست حاصل کرنے کے لیے دست مبارک پکڑ کر بدن پر پھیر دیتی تھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسد جائز نہیں مگر دو چیزوں میں۔ ایک اس شخص کے لیے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تو وہ رات و دن میں اس کے ذریعے سے عبادت میں لگا ہوا اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہوا اور وہ اس کو دن و رات خرچ کرتا ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس قدر کان نہیں لگاتا کسی چیز کی طرف (خوش آہنگی اور بلند آواز سے قرآن پڑھنے کی طرف) جس قدر نبی کی خوش آہنگی کے ساتھ تلاوت قرآن کرنے کی طرف کان لگاتا ہے۔

"والحمدلله الذی هدانا لهذا وما كنا لنهتدی لولا أن هدانا الله. ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنک رحمة انّک انت الوهاب. وصلى الله علىٰ سيّدنا محمد وآله وصحبه وسلّم تسليما الى يوم الدين. والحمدلله رب العالمين"

الحمدللہ تفسیر بغوی کی چھٹی اور آخری جلد مکمل ہوئی۔ (مترجمین)

اضافہ مفیدہ از ناشر

الدرر النظیم فی فضائل القرآن والآیات والذکر الحکیم

قرآن کریم کے فضائل اور حیرت انگیز خواص

از امام ابو محمد عبداللہ بن اسد یافعی رحمہ اللہ

فضائل وخواص سورہ احقاف تا سورۃ الناس

آٹھویں صدی کے معروف عالم اور جماعت اولیاء کے فرد فرید ہیں ان کے دست مبارک سے لکھی ہوئی مستند کتب میں سے الدرر النظیم بھی ہے جو قرآن کریم کے انوار و برکات اور فضائل و خواص اور اس کے روحانی و جسمانی فیوض اور تیر بہدف مجرب عملیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بطور اضافہ جزو کتاب بنایا جارہا ہے

سورۂ احقاف

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص سورۂ احقاف کو پڑھے۔ اسے دنیا کی ہر ہر چیز کی تعداد کے برابر دس دس نیکیاں ملیں گی اور دس دس برائیاں نامہ اعمال سے مٹائی جائیں گی اور دس دس درجات بلند ہوں گے۔

(۲) جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر اپنے گلے میں لٹکائے وہ بیداری و نیند ہر حالت میں جنات اور دیگر ہر خوفناک چیز کے شر سے محفوظ رہے گا۔

(۳) اگر اس سورۃ کو لکھ کر سرہانے کے نیچے رکھ کر سو جائے تو رات کو کوئی چور یا جن وغیرہ اس کے قریب نہ آئے گا۔

خاصیت آیت ۲۱ تا ۲۵

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ م بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ

اگر کوئی بے دین ظالم و فرعون صفت دشمن ہو تو اس کے ہلاک و برباد کرنے کے لئے یہ آیات بہت مفید ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ سات بیکار کنوؤں کا پانی لا کر اس پر ان آیات کو ہفتہ کے دن سے لے کر جمعہ کے دن تک سات دن مسلسل چاند کے آخری عشرہ میں پڑھے) ہر روز سورج طلوع ہونے سے پہلے اور سورج غروب ہونے کے وقت سات سات بار پڑھے پھر آئندہ ہفتہ کے دن اس پانی کو چار گھڑوں میں ڈال کر کسی نابالغ لڑکے کے ہاتھوں انہیں کسی الگ کونہ میں رکھوا دے۔ جب ضرورت ہو تو دشمن کے گھر یا جہاں چاہے اس پانی کو چھڑکوا دے۔ بہت جلد مقصد حاصل ہو جائے گا۔

مگر اس بات کا دھیان ضرور رہے کہ یہ عمل اسی کے لئے کیا جائے جو بے دین ملحد اور ظالم ہو ناحق کسی پر ایسا عمل کرنا سخت گناہ ہے۔

خاصیت آیت ۲۹ تا ۳۲

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا. فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ م بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

ان آیات کو پڑھنے سے جن بہت جلد حاضر ہو جاتے ہیں۔ ان آیتوں کو ہر عزیمت کے بعد پڑھے۔

سورۂ محمد

(۱) جوشخص اس سورۃ کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ ضرور اسے جنت کی نہروں سے سیراب کریگا۔

(۲) جوشخص اس سورۃ کو لکھے اور زمزم کے پانی سے دھو کر پی لے تو وہ لوگوں کا محبوب بن جائے گا۔ اس کا حافظہ قوی ہو جائے گا جو بات سنے گا وہ یاد رہے گی۔ (۳) اس سورۃ کو لکھ کر اور دھو کر اس کے پانی سے بیمار کو نہلایا جائے تو تندرست ہو جائیگا۔

خاصیت ۸،۹

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ

اگر دوران جنگ میدان جنگ سے مٹی کی ایک مٹھی لے کر اس پر یہ آیت پڑھ کر دشمن کے چہرے پر مار دے تو دشمن مغلوب اور ذلیل ہوگا۔

خاصیت آیت ۳۲ تا ۳۵

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ

اس آیت کو ڈھال پر کندہ کرا کے اگر دشمن کا سامنا کرے تو دشمن کو شکست ہوگی۔

سورۃ الفتح

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جوشخص رمضان کی پہلی رات نفلوں میں یہ سورۃ پڑھے وہ اس سال ہر قسم کی آفت و مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

(۲) ایک عارف کہتے ہیں جو آدمی رمضان کا چاند دیکھتے ہی تین بار سورۂ فتح پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو فراخ دست رکھیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر چیز کا خلاصہ اور مغز ہوتا ہے اور قرآن شریف کا مغز مفصل ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے سات لمبی آیتیں تورات کی جگہ پر اور آیات مثانی انجیل کی اور زبور کی جگہ مرحمت فرمائی ہیں۔ اور مجھے مفصل سے اعزاز و فضیلت بخشی ہے۔

جوشخص مفصل کو لکھ کر لڑائی یا خوف میں اپنے پاس رکھے تو وہ امن میں رہتا ہے۔

(مفصل کو لکھ کر اور دھو کر اگر پیچش) نکسیر اور سردی کے بخار والے کو پلایا جائے تو شفا ہوگی۔

خاصیت آیت ۱ تا ۴

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ

وَیَهْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا وَّیَنْصُرَکَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا هُوَالَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا

جو آدمی یہ چاہے کہ اسے قبولیت عامہ حاصل ہو تو وہ پاک وصاف ہو کر ان آیات کو عرق گلاب) مشک اور زعفران کے ساتھ ہرن کے چمڑے پر لکھے اور اس چمڑے کو اپنی پگڑی یا ٹوپی میں رکھ کر سر میں رکھے۔

جو آدمی دشمنوں کے مقابلہ میں فتح چاہتا ہو وہ جمعرات کی پہلی اور دوسری ساعت میں زرد تانبے کی گول پتری پر ان آیات کو کندہ کرائے اور اپنی ڈھال (یا دوسرے دفاعی سامان) میں میخ سے جوڑ دے اور اسے ساتھ لے کر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے۔

خاصیت آیت ۲۹

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا

جو شخص ان آیات کو ۱۴ ارمضان کو یا ۲۴ تاریخ کو سفید ریشمی کپڑے میں عرق گلاب اور مشک و کافور سے لکھ کر ہرن کے چمڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس رکھے وہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔ اگر درخت سے باندھ دے تو اس میں خوب برکت ہوگی۔ اگر کوئی بوڑھا شخص اپنے پاس رکھے تو وہ طاقت ور رہے گا۔ اس آیت میں سارے کے سارے حروف تہجی موجود ہیں اور اسی طرح سورۂ آل عمران کی آیت ثم انزل علیکم الخ میں بھی تمام حروف تہجی پائے جاتے ہیں۔ جو شخص ان دو آیتوں کو کثرت سے پڑھے اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور اس کو تنگدستی سے نجات ملتی ہے اور نیکی کے کاموں میں اس کے بہت مددگار بن جاتے ہیں اور دنیا و آخرت کی بھلائی ملتی ہے۔

سورۂ حجرات

(۱) یہ سورۃ اگر لکھ کر گھر میں لگا دی جائے تو اس گھر میں شیطان نہیں آتا۔

(۲) اور اگر یہ سورۃ لکھ کر اور دھو کر دودھ والی عورت کو پلا دیا جائے تو اس کا دودھ بہت ہو جاتا ہے۔

(۳) اگر عورت حاملہ ہو اور یہ سورۃ اسے لکھ کر دھو کر پلا دی جائے تو بچہ ماں کے پیٹ میں ہر تکلیف سے محفوظ رہتا ہے۔

(۴) اگر کوئی آدمی نزع کی تکلیف میں ہو اس کے پاس بیٹھ کر کوئی سورۂ حجرات کی تلاوت کرے تو اس پر موت کی سختی کو آسان کر دیا جاتا ہے۔

سورہ ق

خاصیت آیت ۱ تا ۱۱

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ءَ اِذَا

مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ ۢ بَهِيْجٍ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ

(۱) اگر کوئی درخت پھل نہ اٹھاتا ہو یا درخت کو پھل تو لگتا ہو مگر محفوظ نہیں رہتا تو موسم بہار کی پہلی بارش کا پانی کسی پاک چکنے برتن یا کسی نئے شیشہ کے برتن میں لے کر ان آیتوں میں سے ہر ایک کو کاغذ کے ایک ٹکڑا پر گلاب و زعفران سے لکھ کر باقی پانی سے طلوع فجر کے وقت ان ٹکڑوں کو دھو لے اور دھوتے وقت ان آیتوں کو سات بار پڑھے اور پانی درخت کی جڑ میں چھڑک دے۔ ان شاء اللہ اس درخت کو بہت پھل لگے گا۔ (۲) مذکورہ بالا طریقہ سے بنائے ہوئے پانی میں بیج بھگو کر کاشت کیا جائے تو کھیتی بہت عمدہ ہوتی ہے۔

(۳) کسی کے پیٹ میں تکلیف ہو خواہ کسی بیماری کی وجہ سے ہو تو ان آیات کو لکھ کر بارش کے پانی سی دھو کر اسے پلا دیا جائے۔

(۴) کسی بچہ کے دانت آسانی سے نکلتے نظر نہ آتے ہوں تو اس بچہ کو یہ آیات بارش کے پانی سے دھو کر پلا دیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے دانت بآسانی نکل آئیں گے۔ (۵) کوئی آدمی کسی معاملہ میں خوف زدہ ہو تو اسے بھی اگر یہ آیات لکھ کر اور بارش کے پانی سے دھو کر اسے پلا دی جائیں تو اس کا خوف جاتا رہے گا۔

سورۃ الذاریات

۱...... اگر مریض کے پاس سورۃ الذاریات پڑھی جائے تو وہ تندرست ہو جاتا ہے۔

۲...... اگر بچہ جننے کے وقت سورۃ الذاریات لکھ کر عورت کو پہنا دی جائے تو بچہ کی پیدائش آسانی سے ہو جاتی ہے۔

سورۃ الطّور

۱...... قیدی اگر سورۃ الطّور کی تلاوت کی کثرت رکھے تو اسکی رہائی کے اسباب پیدا ہو جائینگے۔

۲...... مسافر اگر سورۃ الطّور کی تلاوت کرتا رہے تو ہر تکلیف و پریشانی سے محفوظ رہے گا۔

۳...... اگر سورۃ الطّور پانی پر دم کر کے وہ پانی بچھو پر چھڑکا جائے تو بچھو مر جاتا ہے۔

سورۃ النجم

۱...... اگر کوئی آدمی ناکامیوں کا سامنا کر رہا ہو تو وہ ہرن کے چمڑے کے ٹکڑے پر سورۃ النجم لکھ کر گلے میں یا بازو میں لٹکائے تو وہ جس سے بحث کرے گا اس پر غالب آئے گا جہاں بھی جائے گا کامیاب ہو کامران ہوگا۔

خاصیت آیت ۱ تا ۱۸

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى

اگر کسی آدمی کو حافظہ کی کمزوری، دل کی کمزوری وغیرہ کی شکایت ہو، بھول جاتا ہو، قرآن کریم حفظ کرنے میں مشکل ہے تو وہ مذکورہ آیات کو شیشہ کے برتن میں عرق گلاب اور کستوری سے لکھے، آب زمزم سے دھوئے اور سات دن مسلسل نہار منہ پیئے تو اس کا دل و دماغ تر و تازہ اور حافظہ مضبوط ہو جائے گا۔

سورۃ القمر

۱.....جو آدمی کسی مشکل میں مبتلا ہو وہ جمعہ کے دن سورۃ القمر لکھ کر اپنے سر پر لٹکائے تو اس کی مشکلات آسان ہو جائیں گی۔

۲.....جو آدمی سورۃ القمر جمعہ کے دن لکھ کر اپنے سر لٹکائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا مرتبہ پائیگا۔

سورۃ الرحمٰن

۱.....اگر کسی کو آشوب چشم ہو تو وہ سورۃ الرحمٰن لکھ کر گلے میں پہنے، تندرست ہو جائے گا۔

۲.....اگر کسی کو تلی کا مرض ہو تو سورۃ الرحمٰن لکھ کر پاک پانی سے دھولے اور وہ پانی پی لے۔

۳.....اگر کسی مکان میں کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض تنگ کرتے ہوں تو جس دیوار کی طرف زیادہ ہوں اس پر سورۃ الرحمٰن لکھ دی جائے تو سب بھاگ جائیں گے۔

خاصیت آیت ۳۳ تا ۳۵

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا. لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ

جو آدمی مذکورہ آیات کو لکھ کر اپنے دائیں بازو پر باندھے وہ ہر خطرہ سے محفوظ رہے گا۔

سورۃ الواقعہ

۱.....حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو آدمی ہر رات کو سورۃ الواقعہ پڑھے اسے کبھی فاقہ نہیں ہوگا اور جو ہر صبح کو سورۃ الواقعہ پڑھے اسے فقر و تنگدستی کا اندیشہ نہیں رہے گا۔

۲......اگر کسی میت پر سورۃ واقعہ پڑھی جائے تو اس پر آسانی ہو جاتی ہے۔

۳......اگر مریض بے چین ہو تو اس پر سورۃ واقعہ پڑھنے سے اسے راحت پہنچتی ہے۔

۴...... جسے سکرات لگی ہوئی ہو اس پر اگر سورۃ الواقعہ پڑھی جائے تو موت آسان ہو جاتی ہے۔

۵...... جو آدمی صبح شام باوضو ہو کر سورۃ واقعہ پڑھنے کا معمول رکھے وہ بھوکا پیاسا نہ رہے گا اور نہ اسے کوئی سختی وخطرہ پیش آئے گا نہ غربت ستائے گی۔

سورۃ الحدید

۱......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ اسم اعظم سورۃ حدید کی چھ آیات میں ہے۔

۲......اگر جنگ میں جانے والا سورۃ الحدید لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اسے کوئی دشمن کا کوئی ہتھیار نقصان نہ پہنچائے گا۔

۳......جسے بخار ہو اس پر سورۃ الحدید پڑھی جائے۔

۴......جسے ورم ہو اس پر سورۃ الحدید پڑھ کر دم کیا جائے۔

سورۃ المجادلۃ

۱......مریض اگر بے چین ہو تو اس کے پاس سورۃ المجادلہ پڑھنے سے اسے تسکین ملے گی اور سو جائے گا اگر تکلیف و درد ہے تو جاتا رہیگا۔

۲......جو آدمی دن رات کو سورۃ المجادلہ پڑھے تو وہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔

سورۃ الحشر

۱......جو آدمی سورۃ الحشر پڑھے اسے دنیا و آخرت کا امن حاصل ہوگا۔

۲......سورۃ فاتحہ، سورۃ حشر کی آخری چار آیات اور قل ھو اللہ احد تین مرتبہ، معوذتین تین تین مرتبہ لکھے پھر یہ لکھے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اِلٰهَ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَأْسَ وَاشْفِ حَامِلَ كِتَابِیْ هٰذَا شِفَاءً لَا يُغَادِرُهٗ سُقْمٌ بِحَوْلِکَ وَقُوَّتِکَ وَقُدْرَتِکَ اِنَّکَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

یہ سب چیزیں لکھ کر مریض کو پہنائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تندرست ہو جائیگا۔ ۳......حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی صبح کے وقت یہ پڑھے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پھر سورہ حشر کی پہلی تین آیات پڑھے تو اللہ تعالیٰ ستر فرشتے مقرر فرماتے ہیں جو اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اگر وہ آدمی اسی دن مر جائے تو شہادت کی موت مرے گا۔

اور جو شام کے وقت پڑھے تو اس کے لئے بھی یہی انعام ہے اور اگر اسی رات کو فوت ہو جائے تو اس پر شہداء کی مہر لگائی جاتی ہے۔

۴.....حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کھجوروں کا ایک ڈھیر رکھا تھا' آپؓ نے محسوس کیا کہ کھجوریں کسی نے چرائی ہیں' جب رات ہوئی تو آپ تاک میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک آیا' آپؓ نے اس سے پوچھا کون ہو؟ اس نے کہا نصیبین میں رہنے والے جنوں میں سے ہوں' ہم اس بیت اللہ کی زیارت کے ارادہ سے آئے تھے ہم نے اپنے ساتھیوں کو آگے بھیجا تو وہ ہم سے بچھڑ گئے اور ہم تمہاری کھجوریں کھاتے رہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر تم سچے ہو تو مجھے اپنا ہاتھ دو' تو اس کا ہاتھ کتے کے ہاتھ کی طرح تھا۔ آپؓ نے اس سے فرمایا میری کھجوروں سے تم نے جو کھایا وہ تمہارے لئے حلال ہے اور بھی جو حاجت ہے وہ تجھے ملے گی کیا تم مجھے وہ چیز نہیں بتاتے جس کے سبب ہم سرکش جنوں سے بچ سکیں۔

تو اس نے سورۃ الحشر کے آخر کے کلمات لوانزلنا ہذا القرآن سے لے کر آخر سورۃ تک بتلائے۔

۵.....جو آدمی اچھی طرح وضو کر کے چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھے پھر رکوع میں سورۃ الحشر پڑھے تو جس حاجت کی وہ نیت کرے گا اس کا پورا ہونا اس کے لئے آسان ہو جائے گا۔

۶.....جو آدمی ذہن کا کمزور اور سست ہو اور بھول جاتا ہو تو وہ شیشہ کے گلاس میں سورۃ الحشر لکھے اور بارش کے پانی سے دھو کر پی لے تو اس کا ذہن قوی اور چست ہو جائے گا' بھولنے کی بیماری ختم ہو جائے گی۔

۷.....اگر کسی عضو میں درد ہو تو سورۃ الحشر کے خاتمہ کی آیات پڑھ کر دم کردے' اللہ تعالیٰ کے حکم سے درد جاتا رہے گا۔

سورۃ الممتحنۃ

جس آدمی کی تلی کی کوئی بیماری ہو وہ سورۃ الممتحنہ لکھ کر اس کا پانی پیئے' تین دن مسلسل ایسا کرے اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحتیاب ہو جائے گا۔

سورۃ الصّف

خاصیت آیت ۸ تا ۱۳

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ. وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ. ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ. ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا. نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ. وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ

جو آدمی ان آیات کو سفید ریشم میں کستوری، زعفران اور چنبیلی کے پانی سے لکھ کر اپنی قمیص کے گھیرے میں رکھے، وہ جہاں جائے گا اس کا احترام ہوگا، عزت اور غلبہ حاصل ہوگا۔

سورۃ الجمعہ

جو آدمی سورۃ الجمعہ کی تلاوت ہمیشہ کرتا رہے وہ شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے۔

خاصیت آیت ۴

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ. وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

اس آیت کو کسی سیپ میں جمعہ کے دن لکھ کر اپنے مال وغیرہ میں رکھ دے تو اس میں برکت ہوگی اور اللہ کے حکم سے وہ محفوظ رہیگا۔

سورۃ المنافقون

۱......اگر کسی کو آشوب چشم ہو اس پر سورۃ المنافقون پڑھ کر دم کرنے سے صحت ہو جاتی ہے۔

۲......اگر کسی کو پھوڑے ہوں تو اس پر سورۃ المنافقون دم کرنے سے صحت ہو جاتی ہے۔

۳......کسی قسم کا درد ہو اس پر سورۃ المنافقوں دم کرنے سے صحت ہو جاتی ہے۔

خاصیت آیت ۴

وَاِذَا رَاَیْتَھُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُھُمْ. وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِھِمْ کَاَنَّھُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ. یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَۃٍ عَلَیْھِمْ. ھُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْھُمْ قٰتَلَھُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ

اگر کسی ظالم دشمن کا خوف ہو تو مذکورہ آیت پاک مٹی پر پڑھ کر اس کے چہرے کی طرف چھڑکے بشرطیکہ اسے معلوم نہ ہو تو وہ ظالم اپنے ارادہ سے باز آ جائے گا۔

سورۃ التغابن

اگر کسی ظالم وجابر حکمران وغیرہ کا خوف ہو تو اس کے پاس جانے سے پہلے سورۃ التغابن پڑھ لے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے شر سے اسے کافی ہو جائیں گے۔

سورۃ الطلاق

۱......اگر سورۃ الطلاق لکھ کر پانی سے دھولیا جائے اور کسی آباد گھر کے دروازے پر وہ پانی چھڑک دیا جائے تو اس گھر میں جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ طلاق وفراق تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

۲......اور اگر سورۃ الطلاق لکھ کر پانی سے دھولیا جائے اور وہ پانی کسی جگہ میں چھڑک دیا جائے تو وہ جگہ کبھی آباد نہیں ہوگی ہمیشہ ویران ہی رہے گی۔

خاصیت آیت ۷

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ. لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا

جس آدمی پر روزی تنگ ہوگئی ہو تو وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرلے اور نیکی وفرمانبرداری کا پختہ ارادہ کرلے اور پھر جمعہ کی رات میں سحری کے وقت اٹھ کر سو بار استغفار پڑھے اور یہی آیت پڑھتا ہوا سوجائے تو اسے اس تنگی سے نکلنے کا راستہ معلوم ہوجائے گا اور رزق کا دروازہ کھل جائے گا۔

سورۃ التحریم

۱......اگر کوئی بیمار ہو تو سورۃ التحریم پڑھنے سے شفاء ہوگی۔

۲......اگر کسی کو بے خوابی کا مرض ہو تو وہ سورۃ التحریم پڑھے اس کی یہ تکلیف جاتی رہے گی۔

۳......اگر کوئی مقروض ہے تو وہ سورۃ التحریم پڑھے اس کا قرضہ اترنے کے راستے پیدا ہوجائیں گے۔

سورۃ الملک

۱......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قرآن کریم میں تیس آیات کی ایک سورۃ ہے جو آدمی کی شفاعت کرتی رہے گی۔ حتیٰ کہ اس کی بخشش ہوجائے گی اور وہ سورۃ تبارک الذی (سورۃ الملک) ہے۔

۲......جس کی آنکھوں میں آشوب ہو اس پر تین دن مسلسل اس سورۃ کو پڑھا جائے تو اسے صحت ہوجائے گی۔

سورۃ ن

۱......ظالموں کے گھر ویران کرنے ہوں اور ان کے حالات خراب کرنے ہوں تو سورۃ ن لکھ کر ان کے گھروں میں چھپادو۔

خاصیت آیت ۵۱، ۵۲

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ

جس آدمی کو بدنظری کا خطرہ ہو یا حاسدوں کے حسد کا ڈر ہو تو وہ ایک کاغذ پر پہلے ۲۵ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھے پھر ایک دفعہ مذکورہ آیات لکھ کر اپنے پاس رکھے تو حسد اور نظر بد سے محفوظ رہے گا۔

سورۃ الحاقہ

۱......اگر کسی خاتون کا حمل ساقط ہوجاتا ہو تو حمل کے دوران سورۃ الحاقہ لکھ کر اس کو پہنائی جائے اس کا حمل محفوظ رہے گا۔

۲...... بچہ کی پیدائش ہوتے ہی اسے سورۃ الحاقہ سے دم کیا ہوا پانی پلا دیا جائے تو وہ بچہ بہت ذہین ہوگا اور بچوں کو پہنچنے والی ہر تکلیف و بیماری سے محفوظ رہے گا۔

۳......اگر بچہ کے بارے میں حشرات الارض کے تکلیف پہنچانے کا خطرہ ہو تو زیتون کے تیل پر سورۃ الحاقہ پڑھ کر اس تیل سے بچہ کی مالش کی جائے' اللہ کے فضل سے کوئی کیڑا مکوڑہ وغیرہ بچہ کے پاس نہیں آئے گا۔

۴...... بچہ کے جسم میں درد کی شکایت ہو تو زیتون کے تیل پر سورۃ الحاقہ پڑھ کر اس تیل سے بچہ کے جسم کی مالش کی جائے۔

سورۃ المعارج

جو آدمی کثرت سے احتلام ہو جانے اور برے خواب و خیالات آنے کا مریض ہو تو وہ رات کو سونے سے پہلے سورۃ المعارج پڑھ لے تو وہ اس مرض سے محفوظ ہو جائے گا۔

سورۃ نوح

۱...... جو آدمی سورۃ نوح کی تلاوت کو اپنا معمول بنالے تو وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانہ ضرور دیکھے گا۔

۲...... کسی آدمی کو سخت حاجت درپیش ہو تو وہ اپنی حاجت روائی کی نیت سے سورۃ نوح پڑھے' اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔ ۳...... اگر کسی کو کسی ظالم کا سامنا ہو تو سورۃ نوح پڑھ لے' ظالم کے شر سے محفوظ رہیگا۔

سورۃ الجن

۱...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو آدمی سورۃ الجن پڑھے اسے ہر ایک جن و شیطان کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ ۲...... اگر کسی آدمی کو بادشاہ حاکم یا افسر کا خوف ہو تو سورۃ الجن پڑھ' وہ اس پر کوئی زیادتی نہ کر سکے گا۔

۳...... کوئی چیز اگر رکھی ہے اور چوری وغیرہ سے حفاظت کی فکر ہے تو اس کی حفاظت کی نیت سے سورۃ جن پڑھ لیں ان شاءاللہ محفوظ رہے گی۔

سورۃ المزمل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی سورۃ المزمل پڑھے اللہ تعالیٰ اس سے دنیا و آخرت کی تنگی دور کر دیں گے۔

سورۃ المدثر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی سورۃ المدثر پڑھے اللہ تعالیٰ اسے مکہ میں رہنے والے تمام مومنین کی تعداد کے برابر اجر عطا فرمائیں گے۔

سورۃ القیامۃ

۱...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو سورۃ القیامۃ پڑھے وہ قیامت کے دن روشن چہرے کے ساتھ اٹھے گا۔

۲......اگر کوئی آدمی گناہ میں پھنس چکا ہو اور اسے گناہ چھوڑنا مشکل لگتا ہو تو وہ سورۃ القیامۃ پڑھے اس سے وہ گناہ سے ہٹ کر توبہ تائب ہو جائے گا۔

سورۃ الدھر

۱......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو آدمی سورۃ الدھر پڑھے تو اللہ تعالیٰ پر اس کی جزا جنت وریشم کی شکل میں دینا لازم ہے۔

۲...... ہر قسم کی آفات سے حفاظت کے لئے سورۃ الدھر کو قربانی کے مینڈھے کے چمڑے کے ٹکڑے میں کسی عالم کی قلم دوات سے لکھ لے اور اس پر موم چڑھا دے جو آدمی اسے اپنے پاس رکھے گا وہ ہر قسم کی آفت سے محفوظ رہے گا۔

سورۃ المرسلات

۱......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس نے سورۃ المرسلات پڑھی وہ شرک سے بری ہو گیا۔

۲......اگر کسی دشمن ومقابل سے مقابلہ چل رہا ہو تو سورۃ المرسلات کی تلاوت کرلے یا لکھ کر اپنے پاس رکھ لے تو دشمن مغلوب ہو جائے گا۔

۳......جس آدمی کو پھوڑے پھنسیاں نہ چھوڑتی ہوں وہ سورۃ المرسلات لکھ کر گلے میں لٹکائے ان شاء اللہ تندرست ہو جائے گا۔

سورۃ النباء

۱......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو سورۃ النباء پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ٹھنڈا مشروب پلائیں گے۔

۲......سورۃ النباء کی تلاوت کا معمول رکھنے سے آدمی چوری کے خطرات سے محفوظ رہتا ہے۔

۳......جہاں کسی بھی موذی کی ایذا کا خطرہ ہو وہاں سورۃ النباء کی تلاوت کرنے سے آدمی موذی کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

سورۃ النازعات

۱......حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو سورۃ النازعات پڑھتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا اس حال میں کہ اس کا چہرہ مسکراتا ہوگا۔

۲......اگر کسی کو دشمن کا سامنا ہو اور وہ دشمن کے سامنے اس سورۃ کو پڑھ کر اس پر دم کر دے تو اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔

سورۃ عبس

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو سورۃ عبس پڑھتا ہے تو وہ قیامت کے دن اس شان سے آئے گا کہ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔

سورۃ التکویر

۱......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے جو سورۃ التکویر پڑھے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی رسوائی سے اپنی پناہ میں رکھیں گے۔

۲......جو آدمی بارش برستے وقت سورۃ التکویر پڑھ کر دعا مانگے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

۳......جو آدمی عرق گلاب پر سورۃ التکویر پڑھے اور اس عرق کو اپنی آنکھوں پر لگائے تو اس کی نظر تیز ہوگی اور آنکھوں کی صحت برقرار رہے گی۔

۴......ایسا گھر جس میں جادو کیا گیا ہو اور معلوم نہ ہو کہ جادو کی چیزیں کہاں دفن ہیں تو اس گھر میں سورۃ التکویر پڑھنے سے اللہ تعالیٰ وہ جگہ ذہن میں ڈال دیں گے اور وہ اثر ختم ہو جائیگا۔

سورۃ الانفطار

۱......قیدی اگر اس سورۃ کی تلاوت کرتا رہے تو اسے قید سے رہائی مل جائے گی۔

۲......اگر کسی کو بخار ہو تو وہ پانی پر اس آیت کو پڑھ کر دم کرے اور اسی پانی سے غسل کرلے تو بخار جاتا رہے گا۔

خاصیت آیت ۱ تا ۵

إِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ(۱) وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ(۲) وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ(۳) وَإِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ(۴) عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ

اگر دشمن کو خوف زدہ کر کے بھگانا ہو تو مینڈھے کے چمڑے کا ایک ٹکڑا لے اور ایک ٹکڑا بوڑھی عورت کے کپڑے سے لے اور اس چمڑے اور کپڑے پر سو مرتبہ پڑھے اور ساتھ ہی ہر دفعہ دشمن کا نام اور اس کی ماں کا نام بھی لے۔

پھر چمڑے کو دشمن کے دروازے کی چوکھٹ کے نیچے دفن کرے اور کپڑے کو اس کے دروازے کے اوپر دفن کرے تو دشمن اس کا مقابلہ چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔

سورۃ التطفیف

۱......جو آدمی اس سورۃ کی تلاوت کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے جنت کی شراب رحیق مختوم پلائیں گے۔

۲......اگر کسی سٹور کی ہوئی چیز کی حفاظت مقصود ہو تو اس سورۃ کو پڑھ کر اس چیز پر دم کردیں ان شاء اللہ آپ کا مال محفوظ رہے گا۔

فائدہ: لیکن یہ یاد رکھیں کہ جو لوگ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور ناجائز منافع خوری کے لئے غلہ اور دیگر اشیائے ضرورت کا سٹاک کرتے ہیں۔ ان کے لئے کوئی فائدہ نہ ہوگا جو کام شرعاً ممنوع ہے اس کی حفاظت کے لئے شرعی چیزوں کا سہارا لینا الٹا گناہ ہے۔

سورۃ الانشقاق

۱......جس عورت کو بچہ نہ ہوتا ہے تو یہ سورۃ لکھ کر اس کے گلے میں لٹکائی جائے تو اس کے بچے ہونے لگیں گے۔

۲......جس آدمی کو زہریلے جانور نے کاٹ لیا ہو اور شدید درد ہو تو اس پر سورۃ الانشقاق پڑھ کر دم کریں۔

۳......اس سورۃ کو لکھ کر گھر میں رکھنے سے کیڑے مکوڑوں اور دیگر حشرات الارض سے حفاظت رہے گی۔

سورۃ البروج

۱......جس بچہ کا دودھ چھڑانا ہو تو یہ سورۃ لکھ کر اس کے گلے میں لٹکائیں۔ وہ بچہ آسانی سے دودھ چھوڑ دے گا۔

۲......رات کو بستر پر جا کر اس سورۃ کو پڑھ کر سوئیں تو رات بھر ہر قسم کی آفت سے حفاظت رہے گی۔

وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ مُّحِیْطٌ مسافر سفر پر روانہ ہوتے وقت اپنے گھر کے دروازہ میں کھڑے ہو کر یہ آیات پڑھ لے تو وہ خود اور اس کا ساز و سامان سب محفوظ رہے گا۔

سورۃ الطارق

۱...... پینے والی دوائیوں پر اگر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کر لیا جائے گا تو ان کی (جز دی) مضرتوں سے حفاظت ہو جائے گی۔

۲......اگر کسی آدمی کو احتلام کی بیماری ہو تو وہ سونے سے پہلے اس سورۃ کو پڑھ لے، ان شاء اللہ محفوظ رہے گا۔

سورۃ الاعلیٰ

۱......جس آدمی کو بواسیر کا مرض ہو وہ اس سورۃ کی تلاوت کرتا رہے، ان شاء اللہ صحت یاب ہو جائیگا۔

۲...... جمعہ کے دن اس سورۃ کو لکھ کر گلے میں لٹکانے سے آدمی ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہے گا۔

۳...... حاملہ عورت کے پہلو پر پہلے مہینہ میں یہ سورۃ لکھی جائے تو اس حمل سے جو بچہ ہوگا۔ وہ اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کا مالک ہوگا۔

سورۃ الغاشیۃ

اگر کھانے کی کسی چیز سے کسی تکلیف کا اندیشہ ہو تو اس چیز پر پہلے سورۃ الغاشیۃ پڑھ لیں پھر کھائیں تو اس چیز کے کھانے سے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

سورۃ البلد

۱...... بچہ جب پیدا ہو تو فوراً اس پر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کرنے سے وہ بچہ ہر قسم کی مضرت رساں مخلوقات سے محفوظ ہو جائے گا۔

۲......وہ لوگ جو مالی مشکلات کا شکار ہوں اور اپنی گزران میں تنگ ہوں تو ان کے لیے یہ سورۃ کسی خزانہ سے کم نہیں ہے، صبح کی نماز سے پہلے اور بعد میں اس کی تلاوت کو اپنا معمول بنالیں، ان شاء اللہ کبھی ان کی جیب پیسوں سے خالی نہ ہوگی۔

سورۃ الشمس

۱......جو آدمی کثرت کے ساتھ اس سورۃ کی قرأت کرے تو وہ ہر جگہ اور ہر میدان میں کامیاب وکامران ہوگا۔

۲......جو آدمی سورۃ الشمس سے دم کیا ہوا یا سورۃ الشمس لکھ کر اسے پانی سے دھو کر وہ پانی پیئے تو اگر اس پر گھبراہٹ اور خوف ہو تو وہ جاتا رہے گا۔

۳......اگر دشمن کا گھر ویران کرنا مقصود ہو تو ایک ایسی ٹھیکری پر سورۃ الشمس لکھے جسے غیر شادی شدہ آدمی نے بنایا ہو، پھر اس ٹھیکری کو کوٹ لے اور دشمن کے مکان میں بکھیر دے۔

سورۃ اللیل

۱......اگر کسی کو مرگی کا دورہ پڑ جائے تو اس سورۃ کو اس کان میں پڑھنے سے مرگی کا اثر ختم ہوجاتا ہے۔

۲......اگر کسی کو بخار ہو تو سورۃ اللیل پانی پر دم کر کے اس پانی کو پی لے یا اسے لکھ کر اور پانی میں دھو کر پی لے۔ ان شاء اللہ بخار اتر جائے گا۔

سورۃ الضحیٰ

۱......اگر کوئی آدمی گم ہوجائے تو اس کا نام سامنے رکھ کر اس پر سورۃ الضحیٰ پڑھے۔ انشاء اللہ بہت جلد واپس آجائے گا۔

۲......اگر کوئی چیز بھول گئی تو اس کا خیال رکھ کر اس سورۃ کو پڑھنے سے یاد آجائے گی۔

سورۃ الانشراح

۱......اگر کسی کا دل تنگی اور گھٹن میں ہو تو اس کے سینہ پر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کیا جائے، انشاء اللہ تکلیف جاتی رہے گی۔

۲......اگر کسی کے دل میں درد ہو تو بھی اس آدمی کے سینہ پر دل کی جانب میں یہ سورۃ پڑھ کر دم کرنے سے راحت ہوجائے گی۔

۳......اگر کسی کو پتھری ہو یا مثانے میں کوئی اور تکلیف ہو تو یہ سورۃ پانی پر دم کر کے وہ پانی پیئے یا کاغذ میں لکھے اور پانی میں دھولے اور پھر وہ پانی پی جائے۔

سورۃ التین

۱......اگر مسافر سفر میں کوئی خطرہ محسوس کرتا ہو تو اپنے ساتھ سورۃ التین رکھے۔ سفر سے واپس لوٹنے تک وہ ہر قسم کے امن میں رہے گا۔

۲..... کھیتی اور باغ کے پھل پھول میں برکت اور حفاظت مطلوب ہو تو سفید شیشہ کے پاک برتن میں سورۃ التین لکھے اور اسے بارش کے پانی سے دھو کر کھیتی اور باغ میں چھڑکے، انشاء اللہ کھیتی اور باغ خوب پھلے پھولے گا اور ہر قسم کی آفت سے محفوظ رہے گا۔

سورۃ القدر

۱..... نظر کی تیزی، آنکھوں میں نور اور دل میں یقین کی پختگی کے لئے اس سورۃ کو لکھے اور پانی سے دھولے، پھر وہی پانی پیئے۔

سورۃ البینہ

۱..... اگر کسی کو یرقان کا مرض ہو تو سورۃ البینہ لکھ کر گلے میں پہنے۔ انشاء اللہ صحت ہو جائیگی۔

۲..... اگر کسی کا جسم پورا متورم ہو جائے یا کوئی ایک حصہ پر ورم ہو تو سورۃ البینہ لکھ کر گلے میں پہنے، انشاء اللہ ورم اتر جائے گی۔

سورۃ الزلزال

۱..... حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو اس سورۃ کو اپنی نماز میں سورۃ الزلزال کو کثرت سے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے زمین کے خزانوں کو کھول دیں گے۔

۲..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو آدمی اپنی نمازوں میں سورۃ الزلزال کو کثرت سے پڑھے گا اس کو اللہ تعالیٰ ہر خوف سے امن عطا فرمائیں گے۔

سورۃ العادیات

۱..... جو آدمی اس سورۃ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ ہر خوف سے محفوظ رہے گا۔

۲..... جو آدمی اس سورۃ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا اس کے لئے رزق آسان ہو جائیگا۔

سورۃ القارعۃ

۱..... جس آدمی کا روزگار تنگی کا شکار ہو تو وہ سورۃ القارعہ کو لکھ کر گلے میں پہنے، رزق فراخ ہو جائیگا۔

۲..... جو آدمی روزانہ سورۃ القارعہ کی قرأت کا معمول رکھے وہ امن میں رہے گا۔

سورۃ التکاثر

۱..... اگر کسی آدمی کو سر درد ہو، یا آدھے سر میں درد ہوتا ہو تو اس پر عصر کی نماز کے بعد یہ سورۃ پڑھ کر دم کیا جائے، انشاء اللہ درد ختم ہو جائے گا۔

۲......جو آدمی بارش کا پانی اس سورۃ کو پڑھتے ہوئے جمع کرے اور پھر اس پانی کو کسی مشروب میں ملالے تو اس مشروب کی افادیت اور نفع بہت بڑھ جائے گا۔۳...... جو آدمی روزانہ اس سورۃ کی تلاوت کا معمول رکھے وہ خوشحال ہو جائے گا۔

سورۃ العصر

۱......جسے بخار ہو اس پر سورۃ العصر پڑھ کر دم کیا جائے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تندرست ہو جائیگا۔۲......چار ٹکڑوں میں سے ہر ایک پر سورۃ العصر لکھ کر جس مکان کے چاروں کونوں میں لٹکا دیا جائے تو وہ مکان چاروں طرف سے آنے والی آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

سورۃ الھمزہ

مالی پریشانی اور رزق کی تنگی کے شکار لوگ اگر روزانہ نفل نماز پڑھ کر اس کے بعد سورۃ الھمزہ کا معمول رکھیں تو ان کی یہ پریشانی دور ہو جائے گی۔

سورۃ الفیل

۱......جنگی حالات میں دشمن سے جنگ کے دوران اگر سورۃ الفیل کی تلاوت کی جائے تو دشمن شکست کھا جائے گا۔

۲......اگر کسی کو دشمن کا سامنا ہو تو اس کے سامنے آتے ہی اس پر سورۃ الفیل پڑھ دے تو اس کا دشمن ناکام و رسوا ہوگا۔

سورۃ قریش

۱......کھانے کے بارے میں اس کی کمی کا خوف ہو تو اس پر سورۃ قریش پڑھ کر دم کر دیں۔ انشاء اللہ کھانا کم نہیں ہو گا۔(شادیوں وغیرہ کے اجتماعات کے موقع پر اس طرح کا اندیشہ ہوتا ہے)

۲......اگر کسی کے گردوں میں درد ہو تو اس پر سورۃ قریش پڑھ کر دم کیا جائے یا کھانے پر دم کر کے وہ کھانا اسے کھلایا جائے۔

سورۃ الماعون

۱......جو آدمی کسی برتن پر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کر دے وہ برتن ٹوٹنے سے محفوظ رہے گا۔

۲......جو آدمی (صبح کو) کسی سے بات کرنے سے پہلے اس سورۃ کی تلاوت کو روزانہ کا معمول بنالے تو اس کی دعا قبول ہوگی۔

سورۃ الکوثر

۱......خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے جمعہ کی رات کو سونے سے پہلے باوضو ہو کر سورۃ الکوثر کو سو دفعہ پڑھے اور سو مرتبہ درود شریف بھی پڑھے اور باوضو ہی سو جائے تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔

۲......جو آدمی سورۃ الکوثر کو لکھ کر اپنے گلے میں باندھے تو وہ امن میں رہے گا۔

سورۃ الکافرون

۱...... جو آدمی طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے اوقات میں سورۃ الکافرون کی تلاوت کا معمول رکھے وہ شرک سے محفوظ رہے گا۔

سورۃ النصر

۱...... جنگ میں دشمن کے خلاف فتح حاصل کرنے کے لئے اپنے کسی ہتھیار پر سورۃ النصر کو نقش کرلیا جائے تو فتح حاصل ہوگی۔

۲...... جو لوگ جال کے ساتھ مچھلی کا شکار کرتے ہوں اگر وہ کسی دھات پر سورۃ النصر نقش کر کے اس دھات کی ٹکڑی کو اپنے جال میں باندھ لیں تو جب جال کو شکار کے لئے پانی میں ڈالیں گے اس میں فوج در فوج مچھلیاں پھنسیں گی۔

سورۃ اللھب

ایسا درد جو بڑھتا ہی جا رہا ہو تو اس سے نجات کے لئے درد کی جگہ پر سورۃ اللھب لکھیں درد کم ہوتا ہوتا بالکل ختم ہو جائے گا۔

سورۃ الاخلاص

۱...... سورۃ الاخلاص ثواب میں تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ۲...... جو آدمی اس سورۃ کو اخلاص کے ساتھ پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دیتے ہیں۔ ۳...... جو آدمی قبرستان کے قریب سے گزرتے ہوئے گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب اس قبرستان کو اموات کو کرے تو اس قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر ثواب ملتا ہے۔

۴...... اپنے دل میں اخلاص پیدا کرنے کیلئے سورۃ اخلاص کو پڑھنا اور اس میں غور کرنا مفید ہے۔

سورۃ الفلق

۱...... رزق کی آسانی کے لئے سورہ فلق کو روزانہ پڑھنا مفید ہے۔

۲...... مخلوقات کے شر اور حسد سے بچنے کیلئے سورہ فلق کو روزانہ پڑھیں انشاء اللہ حفاظت ہوگی۔

سورۃ الناس

۱...... جو آدمی سورۃ الناس کی تلاوت کو اپنا معمول بنائے وہ امن و سلامتی میں رہے گا۔ ۲...... جس آدمی کو یا جانور وغیرہ کو نظر بد کا اثر ہو تو سورۃ الناس پڑھ کر اس پر دم کریں اللہ کے فضل سے درست ہو جائے گا۔ ۳...... مریض پر سورۂ ناس کا دم کرنے سے افاقہ ہوتا ہے۔

۴...... جو آدمی نزع کے عالم میں ہو اس پر سورۂ ناس پڑھنے سے اسکی موت آسان ہو جاتی ہے۔ ۵...... جنوں اور انسانوں کے شر سے اور وہم و وسواس سے محفوظ رہنے کے لئے سوتے وقت سورۂ ناس پڑھ کر سوئے۔ ۶...... بچوں کو جنوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھنے کے لئے سورۃ الناس کو لکھ کر ان کے گلے میں لٹکانا مفید ہے۔ ۷...... جس آدمی کو بادشاہ یا افسر وغیرہ کے ظلم کا خوف ہو وہ اس کے پاس داخل ہوتے وقت سورۃ الناس پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ ان کے شر کیلئے اسے کافی ہو جائے گا اور یہ امن و امان میں رہے گا۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ (تلمیذ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ) کی نایاب قرآنی تفسیر "تفسیر میرٹھی" سے منتخب آیات کے فضائل وخواص

سورہ ق خاصیت آیت 22

خواص۔ جس شخص کو ضعف بصارت کی شکایت ہوتو ہر نماز کے بعد یہ آیت شریف حدید تک پڑھ کر (انگلیوں کی) پوروں پر دم کرے اور آنکھوں پر پھیر لیا کرے۔

فضیلت سورہ حدید

فضائل وخواص۔ جن سورتوں کی ابتداء سبح اور یسبح سے ہے ان کو مسبحات کہتے ہیں وہ سات سورتیں ہیں بنی اسرائیل۔ حدید۔ حشر۔ صف۔ جمعہ۔ تغابن۔ اعلیٰ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب ان کو پڑھ کر سویا کرتے اور فرماتے تھے کہ ان میں ایک ایسی آیت ہے جو ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔ وہ آیت شب قدر کی طرح نامعلوم ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ آیت ھوالاول والاخرالخ ہے

سورہ رحمٰن فضیلت واحادیث

خواص۔ حدیث میں وارد ہے کہ ہر چیز کی ایک زینت ہوتی ہے اور قرآن کی زینت سورہ الرحمٰن ہے اور سورہ کو تسخیر عام کے لئے اس طریقہ پر پڑھتے ہیں کہ جب آفتاب ایک نیزہ بلند ہو جائے اس وقت آفتاب کی طرف منہ کر کے یہ سورت پڑھے اور یہ آیت فبای الآء ربکما تکذبان پر آفتاب کی طرف انگلی سے اشارہ کرے۔ اوّل چالیس روز بہ نیت زکوٰۃ پڑھے۔ پھر ہر روز ایک بار پڑھ لیا کرے اور جب کسی کے سامنے جاوے تو یہ سورت ایک بار پڑھ کر جاوے اور اگر نہ ہو سکے تو صرف تین بار فبای الاء ربکما تکذبان پڑھ لے اور مرض چیچک کے لئے بھی اس کا گنڈہ اس طرح کرتے ہیں کہ جب چیچک ظاہر ہو تو ایک نیلا ڈورا لے کر سورہ الرحمٰن پڑھنی شروع کرے اور ہر فبای الآء ربکما تکذبان پر ڈورہ میں گرہ دے دے کر پھونکتا جائے پھر اس ڈورے کو بچے کے گلے میں ڈال دے۔

سورہ رحمٰن خاصیت آیت 27

خواص۔ ویبقی الخ (شیخ ابن الہیثم فرماتے ہیں کہ جب تلاوت کرنے والا اس آیت پر پہنچے تو اس کو چاہئے کہ یہاں ٹھہر کر اپنے مولیٰ سے دلی مراد طلب کرے۔

خاصیت سورہ واقعہ

خواص- جو شخص ہر شب میں اس سورت مقدسہ کو پڑھا کرے گا۔اس کو کبھی فاقہ نہ پہنچے گا۔(الحدیث)

خاصیت سورہ حشر

فضائل- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وصیت فرمائی تھی کہ جب سونے کی نیت سے بچھونے پر لیٹا کرے سورہ حشر پڑھ لیا کرے اگر اس رات مرجائے گا تو شہید مرے گا۔

سورہ حشر خاصیت آخری تین آیات

فضائل- جو شخص صبح اٹھ کر سورہ حشر کی آخر آیتیں یعنی جن کا شروع هواللہ ہے تلاوت کیا کرے گا تمام دن اس کے حق میں ستر ہزار فرشتے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے اور اگر دن میں مرجائے گا تو شہادت کا درجہ پائے گا اسی طرح جو شخص شام ہوتے اسے تلاوت کرے گا یہی مرتبہ پائے گا اللہ اس کے لئے جنت واجب کر دے گا۔

خاصیت سورہ ملک

فضائل- جو شخص اس سورت کو پڑھے گا یہ مقدس سورت قیامت کے روز اس شخص کی اللہ پاک سے شفاعت کرے گی اور بخشوا کر جنت میں لے جائے گی۔ یہ سورت عذاب قبر سے بچاتی ہے۔سرور عالم فرماتے ہیں کیا اچھا ہو کہ سورہ ملک کی تیسوں آیتیں ہر مومن کے قلب میں ہوں۔اس حدیث سے اس سورت کے حفظ کرنے اور وردر کھنے کی فضیلت ظاہر ہے۔

خاصیت سورہ معارج

خواص- سورہ معارج دفع احتلام کے لئے یہ سورۃ شب کو پڑھ کر سوجانا چاہیے۔ان شاء اللہ احتلام نہ ہوگا۔

سورہ جن فضیلت وخاصیت

فضائل- حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی سورۂ جن پڑھے وہ دنیا سے نہ نکلے گا جب تک کہ اپنا ٹھکانا جنت میں نہ دیکھ لے گا یعنی اپنا وہ جنت کا ٹھکانا جس میں مرنے کے بعد اس سورت کی برکت سے اس کو جانا ہو گا مرنے سے پہلے پہلے ضرور دیکھ لے گا۔

سورہ انشقاق ابتدائی پانچ آیات کی خاصیت

خواص- اگر کسی عورت کو درد زہ کی تکلیف ہو تو اس سورت کی شروع آیت یعنی اذا السماء انشقت سے دوسری

ختت تک ایک کاغذ پر لکھے اور بعد میں اھیاً اَشرا ھیاً لکھے اور اس پرچہ کو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر عورت کی بائیں ٹانگ میں باندھ دے اور بچہ ہوتے ہی کھول ڈالے۔

سورہ طارق خاصیت آیت 16-15

خواص۔انہم یکیدون الخ جس شخص کو دیوانہ کتے نے کاٹا ہو اور اس کو جنون اور ہڑک کا خوف ہو تو یہ تینوں آیتیں انہم یکیدون سے رویداً تک روٹی کے چالیس ٹکڑوں پر لکھے اور ایک ٹکڑا اس کاٹے ہوئے شخص کو روز کھلاوے ان شاء اللہ تعالیٰ ہڑک سے محفوظ رہے گا اور نیز اگر ان آیتوں کو لوہے کی چار میخوں پر پچیس پچیس بار پڑھ کر گھر کے چاروں کونوں میں داب دے تو شیطان کا آنا اور پتھر پھینکنا موقوف ہو جاوے۔

خاصیت سورہ بلد

خواص۔جس عورت کا بچہ نہ جیتا ہو اس کے لئے دوشنبہ کے روز دوپہر کو اجوائن اور سیاہ مرچوں پر اس سورت کو چالیس بار پڑھے اور ہر دفعہ اول و آخر درود پڑھے اور اس اجوائن اور مرچوں کو عورت حمل سے لے کر بچہ کے دودھ چھوٹنے تک ہر روز تھوڑی تھوڑی کھالیا کرے۔

خاصیت سورہ شمس ولیل

خواص۔جو شخص کسی کام کی بھلائی برائی خواب میں دیکھنی چاہے تو رات کو وضو کر کے پاک کپڑے پہنے اور داہنی کروٹ پر لیٹ کر رو بقبلہ سات بار سورہ والشمس اور سات بارہ سورہ واللیل اور سات دفعہ سورہ والتین اور سات مرتبہ سورہ اخلاص یعنی قل ہو اللہ احد پڑھے اور اللہ سے التجا کرے کہ الٰہی فلاں کام کا انجام مجھ کو معلوم ہو جاوے۔ پھر کسی سے نہ بولے۔اسی طرح سات روز کرے و نیز سورۃ واللیل کو مرگی والے پر پڑھ کر دم کرے اور پرانی تپ والے کو دھو کر پلائے۔ان شاء اللہ صحت ہوگی۔

خاصیت سورہ الم نشرح

خواص۔جو کوئی سوتے وقت سورہ الم نشرح پڑھ کر اپنے سینہ پر دم کرے اس کو وسواس اور خطرات نہ ہوں گے اور پتھری دور ہونے کو یہ سورت لکھ کر دھو کر پلا دیں۔

خاصیت سورہ ضحیٰ

خواص۔اس سورت کے مجرب خواص میں سے ہے کہ جب کسی کی کوئی چیز کھوئی جاوے تو سات بار اس سورت کو معہ اول و آخر درود شریف پڑھ کر انگشت شہادت اپنے سر کے گرد پھراوے اور پھر سات مرتبہ یہ کلمات کہے لا صبحت فی امان اللہ وامسیت فی جوار اللہ وامسیت فی امان اللہ واصبحت فی جوار اللہ) یہ پڑھ کر دستک دے اور آگ کے بجھانے کے لئے سات کنکروں پر اس سورت کو پڑھ کر آگ میں پھینک دے انشاء اللہ لگی ہوئی آگ فرد ہو جائے گی۔

آیات سجدہ کا عمل

خواص-ایک ترکیب طلب حاجت کی سجدہ سے یہ ہے کہ قرآن شریف کی ایک ایک آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ کرتا جائے جب چودہ کے چودہ سجدے پورے ہو جاویں تو پندرھواں سجدہ کر کے اپنا دلی مطلب چاہے ان شاء اللہ فوراً پورا ہو گا لیکن شرط یہ ہے کہ اول چاول اور گھی اور دودھ اور شکر تیار کر کے شکرانہ لڑکوں کو کھلاوے۔

خاصیت سورہ بینہ

مرض برص کے دور ہونے کیلئے مبروص پر اس سورہ بینہ کا دم کرنا اور پرچہ پر لکھ کر باندھنا اور دفع یرقان کے لئے نہایت مفید ہے۔

سورہ زلزال فضیلت وخاصیت

فضائل وخواص-سورۃ الزلزال کا ثواب چوتھائی کلام مجید کے ثواب کے برابر ہے اور بائی ولقوہ کے مرض کو کسی لوہے کے برتن میں لکھ کر اسے دھو کر مریض کو پلانا مفید ہے۔

فضیلت سورہ تکاثر

فضائل وخواص-سورۃ تکاثر کا ثواب چوتھائی قرآن مجید کے ثواب کے برابر ہے اور درد سر والے کے سر پر پڑھ کر پھونکنا مفید ہے امام بیہقیؒ سے مروی ہے کہ اس کا پڑھنا ہزار آیت کے برابر ہے۔

خاصیت سورہ قریش

خواص وفضائل-خوف اعداء سے محفوظ رہنے کے لئے اول وآخر سہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر ہزار مرتبہ سورہ قریش کا پڑھنا مجرب ہے۔

فضیلت سورہ کافرون

فضائل-سورہ الکافرون کا ثواب چوتھائی قرآن کے ثواب کے برابر ہے اور ہر شر سے بری رہنے کو اس کا پڑھنا مفید ہے۔

سورہ نصر فضیلت وخاصیت

خواص وفضائل-سورہ نصر کی تلاوت کا ثواب مثل چوتھائی قرآن شریف کے ہے اور کشائش رزق کے لئے صبح کی نماز کے بعد اکیس بار اور ظہر کے بعد بائیس مرتبہ اور عصر کے بعد تیئس مرتبہ اور مغرب کے بعد چوبیس بار اور عشا کے بعد پچیس مرتبہ اول و آخر اسی قدر درود شریف پڑھنا چاہئے نہایت مفید ہے۔

سورہ اخلاص فضیلت وخاصیت

خواص وفضائل۔ حدیث صحیح میں ہے کہ سورہ اخلاص کی تلاوت کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے اور معہ بسم اللہ کے ایک ہزار مرتبہ پڑھنا اور اول وآخر درود شریف سوسو بار پڑھنا عروج قمر میں تلاش معاش کے لئے اور دفع اعداء کے لئے نزول قمر میں اسی طرح پڑھنا نہایت موثر اور مجرب ہے۔ ایک عمل اخلاص کا مشہور ہے کہ اس سورت کو نقش میں طلوع آفتاب سے پہلے نماز صبح کے بعد شنبہ کے روز لکھے اور اس پر خشک قلم سے نام دونوں فریق کا معہ ان کی والدہ کے ناموں کے لکھے اور اس کے بعد یہ کہے ''الٰہی بہ برکت اس کلام پاک کے ان میں موافقت کر'' پھر اس کو دھو کر مطلوب کو شیرینی میں کھلا دے اور حلال جگہ کے سوا یہ عمل ہرگز ہرگز نہ کرے ورنہ نقصان اٹھائے گا۔ حدیث میں ہے کہ جو کوئی دوسو بار اس سورت کو ہر روز پڑھے اس کے پچاس برس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ اس پر قرض نہ ہو اور جو کوئی سوتے وقت داہنی کروٹ لیٹ کر اس سورت کو سو مرتبہ پڑھے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ داہنی جانب سے جنت میں داخل ہو جا۔

معوذتین فضیلت وخاصیت

خواص وفضائل۔ حدیث میں وارد ہے کہ یہ دونوں سورتیں یعنی سورۃ فلق اور سورۃ الناس سب سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب تر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے دوسری دعاؤں سے استعاذہ فرمایا کرتے تھے۔ جس وقت یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں تو انہیں کو استعمال میں لانے لگے۔ دوسری دعاؤں کو چھوڑ دیا اور فرمایا کہ کوئی سوال اور پناہ مانگنا ان دونوں کی برابر نہیں و نیز فرمایا کہ اگر آدمی کو ناغہ نہ کرنا منظور ہو تو قل اعوذ برب الفلق کی مداومت کرے اور ایک روایت میں ہے کہ جو کوئی ان دونوں سورتوں کو پڑھتا رہے تو سب چیزیں کہتی ہیں کہ الٰہی تو اس کو ہمارے شر سے بچائے رکھ۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر بعد سلام نماز جمعہ کے نماز کی سورت پڑھ کر الحمد اور اخلاص اور یہ دونوں سورتیں سات سات بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور جتنے نمازی جمعہ میں ہوتے ہیں ان کو برابر ثواب عنایت فرماتا ہے اور اگلے جمعہ تک ہر برائی سے محفوظ رکھتا ہے اور ایک روایت میں ان چاروں سورتوں کے بعد یہ دعا پڑھنی بھی آئی ہے (**اللھم یا غنی یا حمید یا مبدئی یا معید یا رحیم یا ودود اکفنی بحلالک عن حرامک و بطاعتک عن معصیتک واغننی بفضلک عمن سواک**) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچھونے کاٹا تو آپ نے پانی ونمک منگا کر اس جگہ پہ مَلنا شروع کیا اور سورہ کافروں اور یہ دونوں سورتیں پڑھیں۔